حدیث کی مایہ ناز تصنیف ابوداود
شریف کا ترجمہ اور شرح و تخریج

نعمۃ الودود
فی شرح
سنن ابی داود

تصنیف

امام ابوداود بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ شرح مع تخریج
علامہ مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ
شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف

نظر ثانی
استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی
جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ

پسند فرمودہ و مصدقہ
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر
اکبر بک سیلرز

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلٰی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب	....	نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد (جلد اوّل)
مصنف	....	حضرت امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم وشارح	....	علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ
نظر ثانی	....	استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ
پسند فرمودہ	....	علامہ مفتی غلام حسن قادری۔ حزب الاحناف لاہور
صفحات	....	856
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	زاہد اقبال
اشاعت	....	جولائی 2014ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	900 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

شرفِ انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو والدہ محترمہ کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے مجھ گناہ گار کو علم کی دولت سے نوازا' اور دینِ متین کی خدمت کے لئے چنا۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ میری والدہ محترمہ اور تمام اُمتِ مسلمہ کی مغفرت' تادمِ مرگ ایمان پر خاتمہ' قبر میں زیارتِ مصطفیٰ کریم ﷺ بروزِ حشر شفاعتِ رسولِ کریم ﷺ اور جنت الفردوس میں نبی کریم ﷺ کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالبِ غمِ مدینہ ومغفرت ومدفنِ جنت البقیع

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

عرضِ ناشر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام

علٰی سیّد الانبیاء والمرسلین

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حد و شمار شکر کہ اس کی رحمتِ کاملہ اعانت و نصرت اور اس کے محبوب کریم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے وسیلۂ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ الحمد للہ۔

ہم اہلِ شوق و محبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی و کاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہو تو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہیے' تاکہ ہماری مزید رہنمائی ہو اور ہم اپنی کتب کو اور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔

گزارش ہے کہ اس کتاب میں اگر کسی قسم کی کوئی غلطی پائیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

امید ہے زیرِ نظر کتاب ''نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد'' متلاشیانِ علم و عرفان کے لئے باعثِ تسکین ہوگی۔

آپ کا خیر اندیش

محمد اکبر قادری

ترتیب

کتاب الطھارۃ

كتَابُ الصَّلٰوة

تقریظِ جلیل

استاذ العلماء والفقہاء حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری-حزب الاحناف لاہور پاکستان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ و السلام علیك یا سیدی یا رسول اللّٰہ

الصلوٰۃ و السلام علیك یا سیدی یا حبیب اللّٰہ

حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمتہ اللہ علیہما کے بعد جو امام حدیث سب سے زیادہ مقام و مرتبہ کے مالک ہیں وہ امام ابو داؤد سجستانی علیہ الرحمتہ ہیں۔ آپ کے زمانے تک علم حدیث میں صرف جوامع اور مسانید کی تالیف کی جاتی تھی۔ سب سے پہلے آپ نے ہی کتاب السنن لکھ کر علم حدیث میں ایک نیا باب کھولا۔ پھر آپ کے بعد متعدد آئمہ حدیث نے آپ کے جلائے ہوئے چراغ سے روشنی حاصل کی اور کتب سنن کا ایک قابل قدر ذخیرہ جمع ہو گیا۔ آپ علیہ الرحمتہ جس طرح علم و حکمت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اسی طرح عبادت و ریاضت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ علماء و مشائخ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور حکام وقت آپ کے دروازے پر پہروں کھڑے رہتے۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث نے شاندار الفاظ میں آپ کی بارگاہ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اتنے بڑے امام کی علم حدیث میں مانی ہوئی کتاب پر کام کرنے کی ان کو سعادت نصیب ہوئی ہے۔ علامہ صاحب نے اس حدیث مبارکہ کی کتاب کا نہ صرف خوبصورت انداز میں ترجمہ کیا بلکہ اس کی انتہائی دلکش انداز میں شرح بھی تحریر کی جو کہ پڑھنے والے کے لئے انتہائی مفید ثابت ہوگی۔ علامہ صاحب نے اس کی تخریج کا کام بھی بڑے احسن طریقہ سے انجام دیا اور تخریج کو ہر حدیث کے ساتھ مزین کیا تاکہ پڑھنے والے کو باسانی سمجھ آسکے۔ پروردگار عالم عزوجل ان کی اس خدمت کو اپنے دربار میں مقبول و منظور فرما کر ان کے لئے اور ہم سب کے لئے وسیلہ بخشش، ذریعہ نجات اور سبب مغفرت بنائے۔ بڑے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو علم حدیث کی خدمت کر کے امت مصطفیٰ ﷺ کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمر، صحت و تندرستی و درجات میں بلندی عطا فرمائے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

دعا گو و طالب دعا:

ذرہ غبار رہ بطحا: **غلام حسن قادری**

تقریظِ جلیل

استاذ العلماء والفقہاء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی - مظفر گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسول الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین ۔

اما بعد!

آج کے دور میں لکھنا اور وہ بھی کسی علمی موضوع پر اور عالمانہ انداز میں بہت بڑا مجاہدہ بلکہ جہاد ہے۔ اس وقت وعظ و تقریر کے عنوان پر خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں بلکہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر اور حدیث پاک کی شرح پر کام کیا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول اور مبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں جن پر عمل کرنا بغیر تشریح و توضیح کے ناممکن ہے۔ احادیث نبویہ کی عملی صورت بیان کرنے کے لئے اسوۂ رسول کی اشد ضرورت ہے۔

احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہیں مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، تیمم، حج، عمرہ وغیرہ یہ سب محض الفاظ ہیں۔ لغت عربی ہمیں ان الفاظ کے معانی نہیں بتاتی جو شرح میں مطلوب ہیں۔ پس اگر احادیث نبویہ موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن مجید کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور احکام کی تعمیل حضور ﷺ کے سپرد کر دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ (سورۃ النحل، آیت: ۴۴)

حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ کے بعد جو امام فن حدیث میں سب سے زیادہ مرتبہ و مقام کے مالک ہیں وہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جس دور میں امام ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تالیف کا آغاز کیا۔ اس وقت عام طور پر علم حدیث میں جوامع اور مسانید کی تالیف کی جاتی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے کتاب سنن لکھ کر علم حدیث میں ایک نئی راہ دکھائی اور آپ کے بعد متعدد ائمہ حدیث نے ان کے چراغ سے چراغ جلانے شروع کر دیئے اور فن حدیث میں کتب سنن کا ایک قابل قدر ذخیرہ جمع ہو گیا۔ فاضل جلیل عزیزم مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری سلمہ ربہ فقیر کے پاس کچھ عرصہ جامعہ نور الہدیٰ میں

مشکوٰۃ شریف، بیضاوی شریف، ہدایہ شریف، شرح جامی، عبدالغفور، توضیح تلویح اوراس کے علاوہ دیگر کتب پڑھتے رہے اور عزیز محترم ذہین وذکی ادیب، علم وعمل کی دولت سے آراستہ پیراستہ ہیں۔ اس پرفتن دور میں کئی کتب کا مصنف، مترجم اور محشی ہونا اور اتنے قلیل وقت میں ان صفات کا مالک ہونا عزیز محترم کو طرہ امتیاز حاصل ہے۔ اللھم زد فزد، اللہ تعالیٰ مولانا کے علم نافع اور عمل صالح میں برکت دے۔ صحت وتوانائی عافیت وسکون کے ساتھ سنت نبویہ کی خدمت مقبولہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بحضور رب العالمین بوسیلہ جلیلہ شریفہ رحمۃ للعالمین ﷺ۔ حضور قلب سے دعا ہے کہ یہ شرح مقبول عام ہو اور منظور دربار خداوند جہان ہو۔ (آمین)

دعا گو۔ دعا جو

فقیر محمد نور بخش سعیدی

خادم طلبا جامعہ نور الہدی پکی پکی ضلع مظفر گڑھ

۲۲ جمادی الثانی ۱۴۳۵ ہجری

۲۳ اپریل ۲۰۱۴ عیسوی

بروز بدھ

عرضِ گناہ گار

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام على سيد الانبياء و المرسلين

اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوٰة و السلام عليك يا رسول الله

الصلوٰة و السلام عليك يا حبيب الله

الصلوٰة و السلام عليك يا نبي الله

الصلوٰة و السلام عليك يا نور الله

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم نور مجسم ﷺ کو مبعوث فرمایا تا کہ اللہ تعالیٰ کی حدیث کا قائل کریں اور قرآن مجید کے مضامین کی تعلیم دیں اور ان کو سمجھائیں جس مقام پر ان کو شک ہو آپ ﷺ ان کے شک کو دور کریں اور جس آیت پر کوئی اعتراض ہو آپ ﷺ ان کے اعتراض کا جواب دیں۔ اگر وہ یہ سمجھیں کہ کوئی حکم نا قابل عمل ہے تو آپ ﷺ اس پر عمل کر کے دکھائیں جو چیزیں قرآن مجید میں اجمالی طور پر ذکر کی گئی ہیں آپ ﷺ ان کی تفصیل بیان فرمائیں جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے اقیمو الصلوٰۃ اور صلوٰۃ کے جو معنی مراد ہیں وہ کسی لغت سے معلوم نہیں ہوتے۔ لغت میں صلوٰۃ کا معنی ہے دعا کرنا یا ٹیڑھی لکڑی کو آگ کی حرارت پہنچا کر سیدھا کرنا اور صلوٰۃ کا معنی برکت بھی ہے مگر صلوٰۃ کا معنی جو مقصود ہے وہ صرف رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے ثابت ہوا۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ بلند کر کے ہاتھ باندھنے سے لے کر سلام پھیرنے تک جن ارکان آداب اور ہیئت مخصوصہ پر صلوٰۃ مشتمل ہے ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اذان کے کلمات اور اذان دینے کے طریقہ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اقامت کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ پانچ نمازوں کی رکعات کی تعداد کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اور نہ ان اوقات کی تعیین اور حد بندی کا ذکر ہے۔ وضو کے فرائض کا قرآن عظیم میں ذکر ہے لیکن وضو کن کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے اس کی تفصیل کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ ان تمام چیزوں کا ذکر مروجہ احادیث مبارکہ میں ہے اگر ان مروجہ احادیث مبارکہ کو نہ مانا جائے تو انسان نہ وضو کر سکتا ہے نہ اذان دے سکتا ہے نہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے لیکن کتنے مال پر کتنے عرصہ کے بعد کتنی زکوٰۃ دی جائے۔ اس کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے۔ اونٹ، گائے، بکری، زرعی

پیداوار، سونے چاندی اور مال تجارت میں ادائیگی زکوٰۃ کا کیا نصاب ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اور ان تمام چیزوں کی تفصیل جاننے کے لئے مروجہ احادیث مبارکہ کے سوا ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں صرف روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا اسی طرح باقی روزہ کی تفصیلات کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے۔ ان کا علم صرف مروجہ احادیث مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں حج اور عمرہ کا ذکر ہے لیکن حج اور عمرہ کے احکام ان کی شرائط ان کے مواضع اور مفسدات کیا ہیں ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں تو یہ بھی ذکر نہیں ہے کہ حج کس دن ادا کیا جائے گا اور آیا حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے یا ہر سال فرض ہے مگر ان کا علم تفصیلات کے ساتھ مروجہ احادیث مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو لیکن کتنی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور ہاتھ کس حصہ سے کاٹا جائے گا اور ہاتھ کاٹنے کی کیا شرائط ہیں اور کیا موانع ہیں ان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے مگر احادیث مبارکہ میں ان کی تفصیلات حاصل ہوتی ہیں۔ قصاص اور دیت کا ذکر قرآن مجید میں ہے مگر اعضاء کی دیت کی تفصیل قرآن مجید میں نہیں ہے اور احادیث مبارکہ میں ہے۔ نکاح اور طلاق کا قرآن مجید میں ذکر ہے مگر شوہر اور زوجہ کے حقوق وفرائض کی تفصیل اور دیگر عائلی احکام قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں جبکہ احادیث مبارکہ میں ہیں۔

وراثت کا قرآن مجید میں ذکر ہے لیکن عصبات اور ذوی الارحام کے فرق اور ان میں ترتیب اور احق بالوراثت کا بیان نہیں ہے مگر احادیث مبارکہ میں ہے۔ ایسے اور بھی بہت سے احکام ہیں جن پر نبی کریم ﷺ کے فرامین کا سہارا لئے بغیر زندگی گزارنا ممکن بھی نہیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ ہر شعبہ کے لئے اس کی زندگی میں نمونہ ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکے کہ اس دین میں ہمارے لئے کوئی نمونہ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جگہ بہ جگہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (النساء:59)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء:80)

جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر:7)

اور رسول تم کو جو حکم دیں اس کو قبول کرو اور جس کام سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران:31)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21)

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کی اطاعت اور آپ ﷺ کے افعال کی اتباع قیامت تک مسلمانوں پر فرض و واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے قرآن مجید کے الفاظ نازل فرمائے لیکن ان الفاظ کے معانی بیان کرنا رسول اللہ ﷺ کے سپرد فرما دیئے جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (النحل:44)

ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن مجید) اسی لئے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتائیں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

(الجمعہ:2تا3)

''وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کا باطن صاف کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور بے شک وہ لوگ ایمان لانے سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے اور ان میں سے دوسروں کو بھی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں جو ابھی ان (پہلے لوگوں) سے واصل نہیں ہوئے اور وہی بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔''

الغرض! قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی طرف جانا ایسے لازمی و ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے لئے خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید گویا لیمپ کی بتی ہے اور حدیث مبارکہ اس کی رنگین چمنی، جہاں قرآن مجید کا نور ہے وہاں حدیث مبارکہ کا رنگ ہے۔ قرآن مجید سمندر ہے حدیث مبارکہ اس کا جہاز، قرآن مجید کی آیات کریمہ موتی ہیں اور مضامین احادیث مبارکہ ان کے غواص، قرآن اجمال ہے حدیث مبارکہ اس کی تفصیل۔ قرآن مجید ابہام

ہے حدیث مبارکہ اس کی شرح۔ قرآن مجید روحانی کلام ہے حدیث مبارکہ رحمت کا پانی کہ پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہو نہ کھایا جائے۔ حدیث مبارکہ کے بغیر نہ قرآن مجید سمجھا جائے نہ اس پر عمل ہو سکے۔ قدرت نے ہمیں داخلی، خارجی دونوں کا محتاج کیا ہے۔ نور بصر کے ساتھ نور شمس وغیرہ بھی ضروری۔ اندھے کے لئے سورج بیکار، اندھیرے میں آنکھ بے فائدہ ایسے ہی قرآن مجید گویا سورج ہے۔ حدیث مبارکہ گویا مومن کی آنکھ کا نور یا قرآن مجید ہماری آنکھ کا نور اور حدیث مبارکہ آفتاب نبوت کی شعاعیں کہ ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو ہم اندھیرے میں رہ جائیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو کتاب فرمایا۔ حضور ﷺ نور۔ ارشاد فرمایا، قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب اللہ خاموش قرآن ہے اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی شریف بولتا ہوا قرآن۔ وہ قال ہے یہ حال ہے حضور انور ﷺ کی ہر ادا قرآنی آیات کی تفصیل ہے۔ ان فرامین مقدسہ کو سمجھنے کے لئے صحابہ کرام، تابعین اور فقہاء کرام رضی اللہ عنہم ورحمۃ اللہ علیہم کے فرامین کی طرف جانا ضروری ہے۔ سنن ابو داؤد۔ میں امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ بہت سی خوبیوں پر مشتمل ہے۔

مثلاً احکام سے متعلق احادیث مبارکہ لائیں گے جس کے بارے میں انہوں نے خود لکھا ہے کہ میں نے زہد اور فضائل اعمال وغیرہا کے اثبات میں روایات جمع نہیں کی ہیں۔ میری اس کتاب میں چار ہزار آٹھ سو احادیث مبارکہ ہیں۔ وہ سب احکام کے متعلق ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب میں اپنے علم کے مطابق زیادہ تر صحیح ترین روایات ذکر کریں گے۔ متروک الحدیث راوی سے کوئی روایت نہیں لیتے۔ کسی حدیث میں اگر مرفوع یا موقوف کا اختلاف ہو تو اس کو ذکر کر دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ الغرض فقیر وحقیر نے ادنیٰ سی کوشش کر کے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سنن ابی داؤد کی شرح کرنے کی سعی کی ہے۔ بعض مقام پر جہاں راویوں کا اختلاف ہوتا ہے وہ بھی بیان کر دیا۔ اور بعض مقام پر اگر کہیں نبی کریم ﷺ کی فضیلت وشان ثابت ہوتی ہے تو اس کو بذریعہ اتم ثابت کیا۔ اور آئمہ کرام کے مابین مسئلہ میں اختلاف بھی بیان کر دیا۔ اگرچہ میں اس چیز کا اہل نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے استعانت کی بھیک مانگ کر سعی کی ہے کہ مجھ گناہگار وخطا کار سے یہ کام لے لے اور دنیا وآخرت میں سرخروئی عطا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ میری اس ادنیٰ سی سعی کو اپنی مقدس بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے اور بتقضائے بشریت اگر کہیں غلطی وکوتاہی ہوگئی ہو تو وسیلہ رسول مکرم شفیع المعظم ﷺ کے معاف فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ ومغفرت مدفن جنت البقیع

علامہ مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

نعت شریف

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

رخصتِ قافلہ کا شور غش سے ہمیں اُٹھائے کیوں
سوتے ہیں اُنکے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے۔ کیوں

بار نہ تھے حبیب کو پالتے ہی غریب کو
روئیں جو اب نصیب کو چین کہو گنوائے کیوں

یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

دیکھ کے حضرتِ غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آ نہ جائے کیوں

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

ہم تو ہیں آپ دل فگار غم میں ہنسی ہے ناگوار
چھیڑ کے گل کو نو بہار خون ہمیں رُلائے کیوں

یا تو یونہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منت غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

اُن کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغِ جگر مٹائے کیوں

خوش رہے گل پہ عندلیب خارِ حرم مجھے نصیب
میری بلا بھی ذکر پر پھول کے خارکھائے کیوں

گردِ ملال اگر دُھلے دل کی کلی اگر کھلے
برق سے آنکھ کیوں جلے رونے پہ مسکرائے کیوں

جانِ سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

اب تو نہ روک اے غنی عادتِ سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمۂ تر کھلائے کیوں

راہ نبی میں کیا کمی فرشِ بیاض دیدہ کی
چادرِ ظل ہے ملگجی زیرِ قدم بچھائے کیوں

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

ہے تو رضاؔ نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم سازِ طرب بجائے کیوں

کلام از- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ

تم تو طلب گار ہو آخر مجاہد اس ساقی کوثر کے
مل جائے گا تمہیں بھی جام پھر بے قرار کیوں

دل کو اُن سے خدا جدا نہ کرے

دل کو اُن سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پر سزا نہ کرے

سب طبیبوں نے دیدیا ہے جواب
آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے
ارے تیرا برا خدا نہ کرے

عذر امید عفو گر نہ سنیں
رو سیاہ اور کیا بہانہ کرے

دل میں روشن ہے شمع عشق حضور
کاش! جوشِ ہوس ہوا نہ کرے

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
منکر آج اُن سے التجا نہ کرے

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل
اُنکے رستے میں تو تھکا نہ کرے

جب تری خو ہے، سب کا جی رکھنا
وہی اچھا جو دل برا نہ کرے

دل سے اک ذوق مے کا طالب ہوں
کون کہتا ہے اتقا نہ کرے

لے رضاؔ سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں، ارے خدا نہ کرے

کلام از- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کے بعد حدیث کی رو سے سب سے زیادہ مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ جس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث میں بے مثل ہیں اسی طرح عبادت و ریاضت میں بھی بے مثل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ متقی تھے اور شب بیدار تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام و نسب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سلیمان ہے۔ اور ابوداؤد کنیت ہے۔ والد ماجد کا نام اشعث ہے۔

پورا نسب یوں ہے: سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی

ویقال له السنجری الازدی

ازد یمن کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔

السجستانی نسبت ہے بجستان کی جانب جو معرب ہے سیستان کا۔ یہ ایک مشہور شہر ہے اور خراسان کے اطراف میں پایا جاتا ہے۔ خراسان اور کرمان کے درمیان ہے اسی لئے اس کو خراسانی بھی لکھا جاتا ہے۔

سنجری میں دو اقوال ہیں: بعض نے فرمایا کہ

بجستان کو سنجر بھی کہتے ہیں۔ بعض نے کہا: یہ تغیر نسبت میں آ کر ہوا ہے۔

بجستانی کے متعلق مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ

یہ نسبت ہے بجستان یا بجستانہ کی جانب جو بصرہ کا ایک گاؤں ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی 1239 لکھتے ہیں کہ

ابن خلکان کو اسی نسبت کرنے میں مغالطہ ہوا ہے۔

اور امام تاج الدین سبکی نے لکھا ہے کہ

ابن خلطان کو وہم واقع ہوا ہے اور درست یہ ہے کہ بجستانی کی نسبت بجستان کی جانب ہے اور وہ سندھ اور ہرات کے درمیان قندھار سے متصل ایک مشہور ملک جو ہند کے پہلو میں واقع ہے۔

ولادت

آپ رحمۃ اللہ تیسری صدی کے آغاز میں 202ھ میں بجستان میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم کے لئے مختلف شہروں کا سفر

آپ رحمۃ اللہ نے تحصیل علم کے لئے مصر، شام، حجاز، عراق اور خراسان کا سفر اختیار فرمایا۔ بغداد شریف میں بار بار تشریف لائے اور اسی جگہ قیام فرمایا اور اپنی سنن کی بھی اسی جگہ روایات کیں۔

شیوخ واساتذہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے آپ رحمۃ اللہ کے شیوخ کی تعداد تین سو (300) بتائی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ کے شیوخ میں

1- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ
2- مسلم بن ابراہیم
3- ابوعمر حوضی
4- ابوسلمہ بتوزکی
5- ابوالولید طیالسی
6- حضرت محمد بن کثیر العبدی
7- حضرت سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی
8- حضرت صفوان بن صالح
9- حضرت اسحاق
10- حضرت عبداللہ بن رجاء
11- حضرت نسیر یہ اسماء
12- حضرت ابوتوبہ حلبی
13- حضرت ابوعمرو ضریر
14- حضرت سلیمان بن حرب
15- حضرت سعید بن سلیمان واسطی، وغیرہم۔

شاگرد حضرات

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ کے کئی شاگرد ہیں۔ یہاں پر تمام کا نام تو لکھنا ناممکن ہے مگر چند کے اسماء یہ ہیں۔

1- امام ترمذی رحمۃ اللہ
2- امام نسائی رحمۃ اللہ
3- ابوعمرو احمد بن علی بن حسن بصری
4- ابوعبداللہ محمد بن احمد بن یعقوب بصری
5- ابوبکر احمد بن سلیمان النجار
6- ابوطیب
7- ابوالحسن علی بن حسن بن عبدانصاری
8- احمد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن اشانی
9- حرب بن اسماعیل کرمانی
10- ابوحامد بن جعفر اصبہانی
11- ابوبکر بن ابی داؤد ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا
12- ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد اعرابی
13- احمد بن محمد بن یاسین ہروی
14- عبداللہ بن احمد بن موسیٰ عبدان الاہوذی

15-ابراہیم بن حمید بن ابراہیم بن یونس عاقولی، وغیرہم

تصانیف

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی درس وتدریس میں گزری ہے مگر پھر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ تصانیف کی ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں:

1-کتاب السنن
2-مسند مالک بن انس
3-کتاب نظم القرآن
4-کتاب التفرد
5-کتاب الناسخ والمنسوخ
6-کتاب الرد علی القدریۃ
7-کتاب البعث والنشور
8-فضائل الاعمال
9-کتاب الزہد
10-کتاب المسائل
11-کتاب الزہد
12-کتاب فضائل الانصار
13-دلائل النبوۃ
14-کتاب نظم القرآن
15-کتاب بدء الوحی، وغیرہم۔

اولاد

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے ہیں۔

ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد

یہ بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد محترم سے احادیث لے کر امام ابن امام کے لقب سے مشہور ہوئے۔

انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام البعث ہے۔

سادگی

آپ رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ وسادگی میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ منکسر المزاج تھے۔ اپنی ایک آستین فراخ اور دوسری آستین تنگ رکھا کرتے تھے۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی

تو ارشاد فرمایا: ایک آستین کشادہ اس لئے رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزاء رکھ سکوں اور دوسری آستین بلا ضرورت کشادہ رکھنا اسراف میں داخل سمجھتا ہوں۔

اس بات سے آپ رحمۃ اللہ علیہ میں تقویٰ جھلکتا ہے۔

مسلک

بعض حضرات نے امام ابوداؤد کو شافعی المسلک کہا ہے۔

مگر فیض الباری میں حنبلی لکھا ہوا ہے۔

والمشهور انه شافعی والحق انه حنبلی كالنسائی .

وصال

آپ رحمۃ اللہ علیہ 73 سال حیات رہے اور اپنی بے حد پیاری یادیں چھوڑ کر 16 شوال المکرم 275ھ کو جمعہ کے روز فانی دنیا کو خیر آباد فرما گئے۔

سنن ابوداؤد کو تصنیف کرنے کی وجہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں محدثین نقل احادیث میں مشغول تھے استنباط مسائل کی جانب کسی کی توجہ نہ تھی۔ فقہاء استنباط مسائل کی جانب متوجہ تھے۔ نقل حدیث کا اہتمام نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چاہا کہ دونوں کو جمع کر دیا جائے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جمع فرما دیا۔

اور ارشاد فرمایا: میری اس کتاب میں امام مالک، امام شافعی اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کے مذاہب کی بنیادیں موجود ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ

ایک مجتہد کے لئے کتب احادیث میں صرف یہ ایک کتاب ایسی ہے جو اس کے مقصد کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔

خصائص سنن ابوداؤد

سنن ابوداؤد کے بے شمار خصائص ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفی 902ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

علم دین میں سنن ابوداؤد کی مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی اس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ اور احسن فقہی احکام ہیں۔ (فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج:1،ص:101)

سنن ابوداؤد کی روایات میں اقوال

حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی 643ھ لکھتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی سنن حسن کے قبیل سے ہے۔

ہم نے ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے کہا: میں نے اس کتاب میں صحیح اس کے مشابہ اور اس کے مقارب احادیث کو جمع کیا۔

اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ

وہ ہر باب میں اس باب کی صحیح ترین حدیث کو ذکر کریں گے۔

اور امام ابوداؤد نے فرمایا: میری کتاب کی جس حدیث میں شدید ضعیف ہو میں اس کو بیان کر دیتا ہوں اور جس کے متعلق کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور بعض احادیث مبارکہ بعض سے زیادہ صحیح ہیں۔

میں کہتا ہوں:

ہم نے یہ دیکھا کہ جس حدیث پر امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت کیا اور وہ حدیث بخاری اور مسلم میں نہیں ہے اور نہ کسی ماہر نقاد نے اس کی صحت کی تصریح کی ہے تو ہم نے اس حدیث کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حسن ہے۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ

وہ حدیث مبارکہ کسی اور امام کے نزدیک حسن نہیں ہوتی اور نہ وہ ہماری بیان کردہ حسن کی تعریف کے مطابق ہوتی ہے۔

حافظ ابوعبداللہ بن مندہ نے محمد بن سعد باوردی سے روایت کیا ہے کہ

امام ابوعبدالرحمان نسائی کا مذہب یہ تھا کہ ہر راوی جس کے ترک پر اجماع نہ ہو وہ اس کی حدیث روایت کر لیتے ہیں۔

امام ابن مندہ نے کہا: اسی طرح امام ابوداؤد سجستانی کو جب کسی باب میں ضعیف راوی کے سوا اور کسی کی حدیث نہ ملے تو وہ سند ضعیف سے حدیث روایت کر لیتے ہیں کیونکہ امام ابوداؤد کے نزدیک حدیث ضعیف بھی لوگوں کی رائے سے قوی ہے۔

(علوم الحدیث ص: 33،34)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ جس حدیث پر انہوں نے سکوت کیا وہ حسن ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص: 34)

حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ضعفاء کی ایک جماعت سے استدلال کرتے ہیں اور ان پر سکوت کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر

1-ابن لہیعہ　　2-صالح مولی التوامہ　　3-عبداللہ بن محمد بن عقیل

4-موسیٰ بن وردان　　5-سلمہ بن الفضل　　6-ودلھم بن صلاح وغیرہم۔

اس لئے جن احادیث پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہے ان میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کر کے ان سے استدلال نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس حدیث کا کوئی متابع ہے جس سے اس کی تقویت ہو جائے یا وہ حدیث غریب ہے اور اس میں توقف کیا جائے خصوصاً اس وقت جب اس حدیث میں کسی زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی ہو کیونکہ اس صورت میں وہ از قبیل منکر ہو جائے گا کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بھی زیادہ ضعیف راویوں سے حدیث روایت کی ہے۔

مثال کے طور پر

1-حارث بن وجیہ 2-صدقہ دقیقی 3-عثمان بن واقد عمری

4-محمد بن عبد الرحمان بلیمانی 5-ابو جناب کلبی 6-سلیمان بن ارقم

7-اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ

اور ان کی مثل متروک راوی ہیں۔

اسی طرح جن پر امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت کیا ہے ان میں اسانید منقطعہ ہیں اور مدلسین کے عنعنہ کے ساتھ روایات ہیں۔

اور بہت سے راویوں کے نام مبہم ہیں اس لئے ایسی احادیث کو اس وجہ سے حسن قرار دینا کہ ان پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت کیا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کبھی اس وجہ سے سکوت کرتے ہیں کہ وہ پہلے کسی بات میں اس راوی پر کلام کر چکے ہوتے ہیں اور کبھی وہ اس کے ضعف کا ذکر کرنا بھول جاتے ہیں اور کبھی اس وجہ سے کہ اس راوی کا ضعف بہت شدید اور واضح ہوتا ہے اور اس کی روایت کو ترک کرنے پر آئمہ کا اتفاق ہوتا ہے۔

جیسا کہ

ابوالحویرث

یحییٰ بن العلاء وغیرہما

اور کبھی سکوت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ

سنن ابوداؤد کے علاوہ کسی اور کتاب میں امام ابوداؤد اس راوی کا ضعف بیان کر چکے ہوتے ہیں۔

جیسا کہ

محمد بن ثابت العبدی

سنن ابوداؤد میں انہوں نے اس پر سکوت کیا ہے اور کتاب التفرد میں امام احمد سے نقل کیا ہے یہ منکر حدیث ہے۔

اس لئے صحیح یہ ہے کہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے فقط سکوت پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام ابوداؤد احادیث ضعیفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور ان کو رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ

سنن ابوداؤد میں ایسی احادیث ہیں جن کا ضعف ظاہر ہے اور اس کو امام ابوداؤد نے بیان نہیں فرمایا حالانکہ ان کا ضعف متفق علیہ ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ

جن احادیث کا ضعف امام ابوداؤد نے بیان نہیں کیا اور کسی معتمد نے اس کا صحیح یا حسن ہونا بیان نہیں کیا تو وہ حسن ہے اور اگر کسی معتمد نے اس کے ضعف کی تصریح کی ہے یا کسی عالم نے دیکھا کہ اس کی سند میں کوئی ضعف کا مقتضی ہے اور اس کی تلافی کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا اور امام ابوداؤد کے سکوت کی جانب التفات نہیں کیا جائے گا۔

علامہ نووی نے جو کچھ لکھا ہے تحقیق یہی ہے ہر چند کہ شرح المہذب میں انہوں نے مجرد امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے سکوت سے بھی کسی حدیث کے حسن ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ (النکت علی کتاب ابن الصلاح: ج:1، ص:438 تا 445)

اور مزید راقم ہیں کہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ

جس حدیث میں شدید ضعف ہو اس کا میں بیان کر دیتا ہوں۔

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ

جس میں ضعف غیر شدید ہو اس کو وہ بیان نہیں کرتے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن احادیث پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت کیا ہے وہ تمام کی تمام حدیثیں اصطلاحی حسن نہیں ہیں بلکہ ان کی کئی اقسام ہیں۔

1- وہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ہیں۔ یا صحت کی شرط پر ہیں۔

2- وہ حسن لذاتہ ہیں۔

3- اگر ان احادیث کی دیگر اسانید سے تقویت ہو جائے تو وہ حسن کے قبیل سے ہیں مؤخر الذکر دو قسمیں ان کی کتاب میں بہ کثرت ہیں۔

4- وہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن وہ ایسے راویوں کی حدیثیں ہیں جن کے ترک پر اجماع نہیں ہے اور یہ تمام اقسام احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہیں جیسا کہ حافظ ابن مندہ نے امام ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ امام ابوداؤد حدیث ضعیف کو اس وقت روایت کرتے ہیں جب اس باب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہ ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف لوگوں (مجتہدین) کی رائے سے زیادہ قوی ہے۔ (النکت علی کتاب ابن الصلاح: ج:1، ص:435، 436)

حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی 806ھ لکھتے ہیں: امام ابوعبداللہ محمد بن عمر نے حافظ ابن الصلاح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس حدیث کے متعلق امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صحت کی تصریح کی ہے نہ ضعف کی اس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً حسن قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور لائق استدلال صحیح بھی ہو سکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اگر امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن کے مرتبہ کے قائل تھے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس کو حسن قرار دیا جائے اور اگر وہ متقدمین کی طرح حدیث کی صرف دو قسمیں صحیح اور ضعیف قرار دیتے تھے تو پھر بھی اس کو صحیح کہنے کی بجائے لائق استدلال کہنے میں احتیاط ہے۔

حافظ ابوالفتح یعمری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حسن کی تعریف بالکل نہیں کی بلکہ ان کا قول امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرح ہے۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ

انہوں نے احادیث صحیحہ اور ان کے مشابہ اور مقارب دونوں کا ذکر کیا ہے۔

اور امام مسلم نے کہا ہے کہ

احادیث صحیحہ صرف وہی نہیں ہیں جو مالک اور شعبہ کے پاس ہے' اس لئے ان سے کم درجہ کے لوگوں کی حدیث کی بھی ضرورت ہے۔

مثال کے طور پر

لیث بن ابی سلیم عطاء بن السائب اور زید بن ابی زیاد

کیونکہ یہ بھی عادل اور صادق ہیں اگرچہ حفظ اور اتقان میں ان کا درجہ کم ہے اور ان دونوں کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کی شرط لگائی ہے اسی لئے وہ طبقہ ثالثہ کی حدیثوں سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابوداؤد نے صحیح کی شرط نہیں لگائی اس لئے جس راوی میں شدید ضعف ہو وہ اس کی روایت بھی لے لیتے ہیں اور اس کے ضعف کا بیان کر دیتے ہیں۔

اور امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا ہے کہ

بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں۔

اس کا تقاضہ یہ ہے کہ

انہوں نے احادیث صحیحہ روایت کی ہیں اگرچہ وہ صحت میں مختلف درجات کی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ میں فرق یہ ہے کہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث صحیح کی شرط لگائی ہے بلکہ اس صحیح کی جس کی صحت پر محدثین کا اجماع ہو اس لئے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کو حسن نہیں کہا جا سکتا کیونکہ حسن وہ ہوتی ہے جو صحیح سے کم درجہ کی ہو۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ

جس حدیث میں میں نے سکوت کیا ہے وہ صالح احتجاج ہے اور صالح صحیح بھی ہو سکتی ہے اور حسن بھی ہو سکتی ہے۔

(التقیید والایضاح ص:53،54)

حدیث مبارکہ کی اقسام

حدیث مبارکہ کی کئی اقسام ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مرسل

حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں، جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی کو حذف کر دیا جائے وہ مرسل ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ

تابعی کہے عام ازیں کہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یا یہ کام کیا یا آپ ﷺ کے سامنے یہ کام کیا گیا۔ (شرح نخبۃ الفکر 50،51 مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی)

حدیث صحیح کی تعریف

ملا علی بن سلطان محمد قاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے راوی عادل اور تام الضبط ہوں وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معلل ہو۔

(شرح نخبۃ الفکر: ص:49،50)

حدیث صحیح لغیرہ

اگر حدیث صحیح لذاتہ کی صفات میں سے ضبط روایت میں کچھ کمی ہو لیکن اس کی کمی کی تلافی تعدد اسانید سے ہو جائے تو پھر اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

حدیث حسن لذاتہ

حافظ ابوعمرو عثمانی بن عبدالرحمان شہرزوری متوفی 643ھ لکھتے ہیں: جس حدیث کی سند میں راوی مستور ہوں ان کی اہلیت مستحق نہ ہو البتہ وہ اپنی روایت میں مغفل اور کثیر الخطاء نہ ہو۔ یعنی حدیث میں اس کا عمداً جھوٹ بولنا ظاہر نہ ہو اور نہ کسی وجہ سے اس میں فسق ہو اس کے باوجود اس حدیث کا متن معروف ہو بایں طور کہ وہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ کے ساتھ کسی اور سند یا اسانید کے ساتھ بھی مروی ہو حتیٰ کہ اس حدیث کی اس کے متابع یا اس کے شاہد کے ساتھ اس کی تقویت ہو حتیٰ کہ وہ حدیث شاذ یا منکر ہونے سے خارج ہو جائے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

حدیث حسن وہ ہے جس کا مخرج معروف ہو اور جس کی سند مشہور ہو۔ (تقریب النواوی مع التدریب ج:1، ص:153)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: علامہ طیبی نے کہا کہ

جس راوی کا درجہ ثقہ کے قریب ہو اس کی متصل حدیث ہو یا ثقہ راوی کی مرسل حدیث ہو اور یہ دونوں متعدد اسانید سے مروی ہوں اور غیر شاذ اور غیر معلل ہوں تو یہ حدیث حسن ہے اور یہ جامع اور منضبط تعریف ہے۔ (تدریب الراوی: ج:1، ص:159)

حدیث حسن لغیرہ

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: حدیث حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا حسن تقویت کی وجہ سے ہو مثلاً مستور الحال کی حدیث جب اس کی متعدد اسانید ہوں۔ (شرح نخبۃ الفکر: ص:34)

خبر واحد

جس حدیث میں خبر متواتر کی کوئی ایک شرط نہ ہو۔

وہ خبر واحد ہے۔

حدیث مشہور

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حدیث مشہور ایک رائے کے مطابق حدیث مستفیض ہے۔

اور بعض آئمہ نے فرق کیا ہے کہ

مستفیض وہ حدیث ہے جس کی ابتداء اور انتہاء میں کثرت طرق برابر ہوں اور حدیث مشہور اس سے عام ہے۔

(شرح نخبۃ الفکر: ص:13)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں: مشہور وہ حدیث ہے جو دو سے زائد سندوں سے مروی ہو اور حد تواتر سے کم ہو۔ (تدریب الراوی: ج:2، ص:173)

حدیث عزیز

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حدیث عزیز وہ ہے جس میں سند کے کسی طبقہ میں دو سے کم راوی نہ ہوں۔ (شرح نخبۃ الفکر: ص:14)

حدیث غریب

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں کسی جگہ بھی راوی اس روایت میں متفرد ہو۔ (شرح نخبۃ الفکر: ص:16)

خبر متواتر

کسی چیز کو اس قدر زیادہ لوگ بیان کرنے والے ہوں کہ عقل کے نزدیک ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

عدد کثیر کو کسی خاص عدد میں منضبط کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ اتنے لوگوں کا عدد ہونا چاہئے جن کا عادۃً کذب پر متفق ہونا محال ہو۔ (شرح نخبۃ الفکر: ص:8)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

علامہ اصطخری نے کہا ہے کہ

مختار یہ ہے کہ

کم از کم دس افراد ہوں کیونکہ یہ جمع کثرت ہے۔

بعض نے کہا: چالیس ہوں۔

بعض نے کہا: ستر ہوں۔

بعض نے کہا: تین سو تیرہ ہوں۔ (تدریب الراوی: ج:2، ص:177)

حدیث معضل

جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی متواتر ساقط ہوں۔

حافظ ابن الصلاح متوفی 643ھ لکھتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ

تبع تابعی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا یا اس سے بھی نچلے درجے کا تابعی یہ کہے کہ از رسول اللہ ﷺ یا از حضرت ابوبکر یا از عمر (رضی اللہ عنہما) (علوم الحدیث ص:54)

حدیث مرسل خفی

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

جو حدیث راوی کے ایسے معاصر سے صادر ہوئی ہو جس نے اس شخص سے ملاقات نہ کی ہو جس نے اس کو وہ حدیث بیان کی ہو بلکہ اس معاصر اور حدیث بیان کرنے والے کے درمیان واسطہ ہو۔ (شرح نخبۃ الفکر: ص:54)

حدیث مدلس

سند میں کسی عیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کی تحسین کرنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

مدلس اور مرسل خفی کے درمیان ایک باریک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ تدلیس اس کو کہتے ہیں کہ راوی اس شیخ سے حدیث کو روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف ہو اور اگر وہ اپنے کسی ایسے معاصر سے حدیث روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف نہ ہو تو وہ مرسل خفی ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر: ص:54)

حدیث منقطع

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

منقطع وہ حدیث ہے جس میں کسی وجہ سے بھی عدم اتصال ہو اور اس کا اکثر اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجہ کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے مثلاً امام مالک کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو۔

(تقریب النواوی مع التدریب: ج:1، ص:208)

حدیث معنعن

وہ حدیث جس میں راوی عن فلاں عن فلاں کہے۔

حدیث منکر

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

جو روایت میں سنگین غلطی کرتا ہو یا بہت غفلت کرتا ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو اس کی حدیث منکر ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر: ص:56)

حدیث متروک

ملا علی بن سلطان محمد القادری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر کذب کی تہمت ہو۔ (موضاعات کبیر: ص:12)

حدیث معلل

حافظ ابن حجر عسقلانی 852ھ لکھتے ہیں:

اگر قرائن سے راوی کے اس وہم پر اطلاع ہو جائے کہ وہ مرسل یا منقطع کو موصول قرار دیتا ہے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیتا ہے یا اور اسی قسم کے اوہام جو حدیث میں طعن کا موجب ہیں اور اس کی معرفت تب ہوتی ہے جب اس حدیث کی تمام سندوں پر عبور حاصل کر لیا جائے تو یہ حدیث معلل ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر: 61)

حدیث مقلوب

وہ حدیث جس کی سند یا متن میں کسی لفظ کو بدل دیا جائے یا مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا جائے۔

حدیث مصحف

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

جس حدیث میں ثقہ راویوں کی مخالفت کسی حرف یا حروف کے تغیر سے کی گئی اور لکھنے کی صورت باقی ہو اگر صرف نقطوں میں مخالفت کی ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اگر شکل میں مخالفت ہو تو اس کو محرف کہتے ہیں۔ (شرح نخبۃ الفکر:ص:67)

حدیث متصل

علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جس حدیث کی سند متصل ہو خواہ وہ مرفوع ہو یا کسی پر بھی موقوف ہو اس کو موصول بھی کہتے ہیں۔

(تقریب النواوی مع التدریب:ج:1،ص:183)

صحابی کون؟

حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

صحابی وہ شخص ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لایا ہو اور وہ اسلام پر فوت ہوا ہو خواہ درمیان میں مرتد ہو گیا ہو یہی زیادہ صحیح ہے۔

ملاقات سے عام مراد ہے اگر چہ وہ آدمی آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہو آپ ﷺ کے ساتھ چلا ہو یا آپ ﷺ تک پہنچا ہو اگر چہ آپ ﷺ کے ساتھ کلام نہ کیا ہو اور اس میں آپ ﷺ کو دیکھنا بھی داخل ہے اگر چہ قصداً آپ ﷺ کو دیکھا ہو یا تبعاً دیکھا ہو۔

بعض لوگوں نے صحابی کی تعریف میں کہا۔

جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو۔

مگر اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ

اس تعریف سے نابینا صحابہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے حالانکہ وہ بلاتردد صحابہ کرام ہیں اس لیے تعریف میں ملاقات کا لفظ اولیٰ ہے۔ اس تعریف میں ایمان کی قید سے وہ لوگ نکل گئے جنہوں نے حالت کفر میں آپ ﷺ سے ملاقات کی اور چونکہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کی قید لگائی ہے اس لیے وہ لوگ نکل گئے جو صرف انبیاء سابقین پر ایمان لائے تھے مگر جن لوگوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اس حال میں کہ ان کا ایمان تھا کہ آپ ﷺ کی بعثت ہوگی مگر انہوں نے بعثت کا زمانہ نہیں پایا آیا وہ صحابی ہیں یا نہیں یہ بحث غور طلب ہے۔

اس تعریف میں یہ قید ہے کہ

ان کی موت اسلام پر ہوئی ہو اس لیے وہ لوگ صحابی کی تعریف سے نکل گئے جنہوں نے ایمان کی حالت میں آپ ﷺ

سے ملاقات کی اور بعد میں (نعوذ باللہ) مرتد ہو کر مرے۔ مثلاً عبید اللہ بن جحش اور ابن خطل۔

اور تعریف میں یہ بھی قید ہے کہ

اگر چہ درمیانی عرصہ میں وہ مرتد ہو چکے ہوں یعنی پہلے ایمان کی حالت میں آپ ﷺ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گئے پھر دوبارہ اسلام لائے اور اسلام پر خاتمہ ہوا تو وہ بھی صحابی ہیں۔ اگر چہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں اسلام قبول کیا ہو یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد اور خواہ انہوں نے دوبارہ آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو یا نہ کی ہو اور تعریف میں آخری قیدی ہے کہ یہی زیادہ صحیح ہے۔

اس میں اشارہ ہے کہ

اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور راجح یہی ہے۔

اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ

اشعث بن قیس مرتد ہو گئے تھے پھر ان کو قید کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا انہوں نے پھر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا اسلام قبول کر لیا اور اپنی بہن سے ان کا نکاح کر دیا اور ان کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اسی طرح ان کی روایات کو مسانید میں ذکر کرنے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(شرح نخبۃ الفکر: ص: 83 تا 84)

فقیہہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

سب سے زیادہ فتاویٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہیں۔

مسروق سے روایت ہے کہ

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم چھ افراد پر منتہی ہوتا ہے۔

1- حضرت عمر رضی اللہ عنہ
2- حضرت علی رضی اللہ عنہ
3- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
4- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
5- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ
6- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

پھر ان چھ بزرگوں کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتا ہے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عبادلہ ہیں وہ

1- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما
2- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
3- حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ
4- حضرت ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان میں سے نہیں ہیں۔

اور ایک سو بیس (120) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام عبد اللہ ہے۔ (تقریب النواوی مع التدریب: ج:2، ص:218 تا 220)

احادیث مبارکہ کو روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد

حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی 643ھ لکھتے ہیں:

امام ابوزرعہ سے پوچھا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

انہوں نے فرمایا: ان کو کون ضبط کر سکتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں چالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور غزوہ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ستر ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

امام ابوزرعہ سے کہا گیا۔

کیا نہیں کہا جاتا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چار ہزار احادیث ہیں۔

انہوں نے کہا: یہ کس کا قول ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا کون شمار کر سکتا ہے؟

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جن سے حدیثیں روایت کی جاتی تھیں اور ان سے سنی جاتی تھیں۔

ان سے پوچھا گیا۔

اے ابوزرعہ! یہ لوگ کہاں تھے۔

اور انہوں نے کہا: سماع کیا۔

انہوں نے فرمایا: یہ لوگ اہل مکہ اور اہل مدینہ تھے اور ان کے درمیان رہنے والے تھے اور اعرابی تھے اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھے سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان عرفات میں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کیا۔

(علوم الحدیث، ص:267، 268)

تابعی

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جس نے صحابی سے ملاقات کی وہ تابعی ہے۔

حاکم نے کہا: ان کے پندرہ طبقات ہیں:

پہلا طبقہ وہ ہے جس نے عشرہ مبشرہ کو پایا۔ ان میں قیس بن ابی حازم اور ابن المسیب وغیرہ ہیں اور اس پہلے طبقہ کے قریب

وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی حیات میں اولادِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پیدا ہوئے۔(تقریب النواوی مع التدریب:ج:2،ص:234تا235)

اکابر اور فقہاء تابعین

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:اکابر تابعین میں اہل مدینہ میں سے سات فقہاء ہیں۔

1-حضرت سعید بن المسیب

2-حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق

3-حضرت عروہ بن زبیر

4-حضرت خارجہ بن زید بن ثابت

5-حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف

6-عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود

7-سلیمان بن یسار الہلالی ابوایوب رضی اللہ عنہم

ابن المبارک نے ابوسلمہ کی جگہ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابوالزناد نے ان کی جگہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کا شمار کیا ہے۔

امام ابن المدینی نے بارہ فقہاء تابعین کا ذکر کیا ہے۔

1-حضرت ابن المسیب　　2-حضرت ابوسلمہ

3-حضرت قاسم　　4-حضرت خارجہ

5-اس کا بھائی حضرت اسماعیل　　6-حضرت حمزہ

7-حضرت عبیداللہ　　8-حضرت زید

9-حضرت سالم　　10-حضرت بلال

آخری ذکر کردہ پانچوں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں۔

11-حضرت ربان بن عثمان

12-حضرت قبیصہ بن ذوہیب رضی اللہ عنہم

امام احمد نے کہا:افضل التابعین سعید بن مسیب ہیں۔

ان سے عرض کیا گیا۔

اور علقمہ اور اسود رضی اللہ عنہما

تو انہوں نے فرمایا:وہ بھی ہیں۔

ان سے ایک روایت یہ ہے کہ

ابوعثمان نہدی اور قیس بن ابی حازم سے افضل کوئی نہیں ہے اور علقمہ اور مسروق رضی اللہ عنہم بھی بلند درجہ تابعی ہیں۔

ابوعبداللہ بن خفیف نے کہا: اہل مدینہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو افضل التابعین کہتے ہیں۔

اہل کوفہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو

اہل بصرہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو افضل التابعین کہتے ہیں۔

امام احمد نے فرمایا کہ

حضرت عطا مکہ مکرمہ کے مفتی تھے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بصرہ کے مفتی تھے۔

بلقینی نے کہا: تابعین میں سے سب سے پہلے حضرت ابوزید معمر بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی یہ 30ھ میں خراسان یا آذربائیجان میں شہید کردیئے گئے تھے اور سب سے آخر میں خلف بن خلیفہ کی وفات ہوئی یہ 180ھ میں فوت ہوئے۔

(تدریب الراوی: ج:2،ص:240 تا 243)

حافظ اور محدث

شیخ فتح الدین نے فرمایا ہے کہ

ہمارے نزدیک محدث وہ شخص ہے جو علم الحدیث میں روایۃً ودرایۃً کا ماہر ہو اور بہ کثرت راویوں اور مرویات پر مطلع ہو۔

حافظ الحدیث کو کس قدر احادیث یاد ہونی چاہئیں اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے۔

اور امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو دس لاکھ احادیث حفظ تھیں۔

اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے دس لاکھ احادیث مبارکہ اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ تھیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اپنی مسند صحیح کو ان تین لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے جو میں نے خود سنی تھیں۔

امام حاکم نے مدخل میں لکھا ہے کہ

کسی ایک حافظ حدیث کو پانچ لاکھ احادیث مبارکہ حفظ ہوتی تھیں۔

اور امام احمد فرماتے تھے کہ

سات لاکھ احادیث مبارکہ صحیح ہیں اور حضرت ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو سات لاکھ احادیث مبارکہ حفظ تھیں ان میں آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اقوال تابعین بھی شامل ہیں۔ (تدریب الراوی: ج:1،ص:54)

احادیث مبارکہ کی تعداد

حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: امام ابوجعفر محمد بن حسین بغدادی نے کتاب التمیز میں لکھا ہے کہ

ثوری، شعبہ، یحییٰ بن سعید القطان، ابن مہدی اور امام احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ

بغیر تکرار کے احادیث صحیحہ جو نبی کریم ﷺ سے مسنداً روایت ہیں ان کی مکمل تعداد چار ہزار چار سو (4400) ہے یہ وہ احادیث مبارکہ ہیں جو بالخصوص احکام سے متعلق ہیں۔

امام ابن اسحاق راہویہ سے روایت ہے کہ

ان کی کل تعداد سات ہزار سے زیادہ ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: میں نے ابن مہدی سے سنا کہ حلال اور حرام سے متعلق آٹھ سو احادیث مبارکہ ہیں۔

امام ابن اسحاق بن راہویہ نے بھی یحییٰ بن سعید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ

صحیحین میں احکام سے متعلق تقریباً دو ہزار احادیث مبارکہ ہیں۔

امام ابوداؤد نے امام ابن المبارک سے نقل کیا ہے کہ

حلال اور حرام کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے کل اقوال صریحہ کی تعداد نو سو ہے۔ ان مختلف اقوال کی توجیہ یہ ہے کہ ہر ایک نے احادیث مبارکہ کا شمار کیا ہے جو اس تک پہنچی ہیں اس وجہ سے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح: ج:1، ص:300)

امام حاکم ابوعبداللہ بن عبداللہ نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے کہا کہ

احادیث صحیحہ کی تعداد سات لاکھ ہے۔

امام اسحاق بن راہویہ اپنے حافظہ سے ستر ہزار احادیث مبارکہ لکھوا دیتے تھے۔ حافظ ابوکریب نے کوفہ میں تین لاکھ احادیث مبارکہ بیان کیں۔

محدث ابوبکر بن ابی دارم کہتے ہیں کہ

میں نے اپنی انگلیوں سے شمار کر کے ابوجعفر حضرمی سے ایک لاکھ احادیث مبارکہ لکھی ہیں۔

محمد بن مسیب کا بیان ہے کہ

جب میں سفر کر رہا تھا تو میرے پاس ایک ہزار جزو تھے اور ہر جزو میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔

(المدخل فی اصول الحدیث: ص:11)

اخبرنا، حدثنا سے مراد

حافظ ابوبکر احمد بن علی المعروف متوفی 463ھ لکھتے ہیں: محدثین کے نزدیک سے یہ مراد ہے کہ شاگرد استاد کے الفاظ سنے خواہ استاد کسی کتاب سے یہ الفاظ پڑھ کر سنا رہا ہو یا اپنے حافظہ سے خواہ وہ اپنے شاگرد کو لکھوائے یا نہیں۔ حدیث کا راوی جب حدثنا، اخبرنا، انبانا ذکر لنا یا قال لنا کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے استاد نے مجھے یہ حدیث مبارکہ سنائی۔

امام احمد نے فرمایا: حدثنا اور اخبرنا میں کوئی فرق نہیں ہے۔

البتہ بعض متاخرین نے یہ کہا۔

جب استاد خود بیان کرے تو شاگرد حدثنا کہے اور جب شاگرد نے خود حدیث پڑھی ہو تو قرأت کہے اور جب شاگرد کے کسی اور ساتھی نے استاد کو حدیث پڑھ کر سنائی ہو تو قرئی علیہ وانا اسمع کہے اور یہ بھی اصطلاح ہے کہ جب اکیلا استاذ کو پڑھ کر سنائے تو اخبرنی کہے اور کسی ساتھی نے پڑھ کر سنائی ہو تو اخبرنا کہے۔ (الکفایہ فی علم الراویۃ: ص:296)

کتاب الطہارۃ

سب سے اہم اور افضل عمل نماز ہے اور نماز کی شرط طہارت ہے نماز کے لئے طہارت ایسی ضروری چیز ہے کہ اس کے علاوہ نماز ہوتی ہی نہیں۔ اسی لئے امام ابوداود رحمۃ اللہ نے سب سے پہلے طہارت کا باب شروع فرمایا۔ سو سب سے پہلے میں طہارت کا لغوی اور اصلاحی معنیٰ عرض کرتا ہوں۔

طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

طہارۃ اصل میں مصدر ہے اور یہ باب نصر اور کرم سے ہے۔
اس کے لغوی معنیٰ ہیں: **النظافة والتنزه عن الاقذار والادناس** ۔
یعنی گندگی اور میل کچیل سے پاک وصاف ہونا۔
سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں: طہر اور طہارت کا معنیٰ ہے: نجاست کی ضد (یعنی پاک ہونا)
عورت کے ایام طہر کو اطہار کہا جاتا ہے اور طہر حیض کی نقیض ہے۔
طاہر کا حقیقی معنیٰ ہے: جو آدمی نجاست سے پراگندہ نہ ہو۔
اور طاہر کا مجازی استعمال اسی آدمی کے لئے ہوتا ہے جو عیبوں سے بری الذمہ ہو۔

(تاج العروس: ج: 3، ص: 362 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات کریمہ

طہارت کے متعلق قرآن مجید کی کثیر آیات کریمہ ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ** O (البقرہ: 222)
بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بہت پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: **اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ** O (البقرہ: 125)
اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے تم دونوں پاک رکھو۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: **وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ** (بقرہ: 25)
اور ان کے لئے ان باغات میں پاکیزہ ازواج ہوں گی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ ازواج نجاست سے پاک ہوں گی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ بول اور براز اور منی سے پاک ہوں گی۔

اور دوسری روایت حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ

حیض سے، بول اور براز سے، ناک کی ریزش سے، تھوک سے، منی سے اور بچہ جننے سے پاک ہوں گی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

گناہ سے پاک ہوں گی۔ (جامع البیان: ج:1، ص:137)

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام احمد اور امام ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ادنیٰ درجہ کا جنتی آدمی وہ ہوگا جس کے اسی ہزار خادم اور بہتر (پاکیزہ) بیویاں ہوں گی۔

(درمنثور: ج:1، ص:39 مطبوعہ مکتبۃ آیۃ العظمیٰ ایران)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی 807ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی اور امام بزار نے حضرت سعید بن عامر بن حذیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اگر اہل جنت کی بیویوں میں سے کوئی عورت جھانکے تو ساری روئے زمین مشک کی خوشبو سے بھر جائے اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے۔ (مجمع الزوائد: ج:10، ص:417 مطبوعہ دارالکتاب العربی)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ روایت فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قرآن مجید میں ہے:

حور عین

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تفسیر بیان فرما دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ گورے رنگ کی بڑی بڑی آنکھوں والی ہوں گی اور ان کی اتنی گھنی پلکیں ہوں گی جس طرح کہ گدھ کے پر ہوتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قرآن مجید کی آیت ہے:

کانهن الیاقوت والمرجان .

آپ ﷺ اس کی تفسیر بیان فرمادیجئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جیسے صدف میں موتی صاف اور شفاف ہوتا ہے جس کو کسی نے چھوا نہ ہو وہ اس طرح صاف اور بن چھوئی ہوں گی۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! فیهن خیرات حسان کی تفسیر فرمادیجئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی صورت حسین اور سیرت جمیل ہوگی۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! "کانهن بیض مکنون" کی تفسیر بیان فرمادیجئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی کھال اس طرح باریک ہوگی جس طرح انڈے کے چھلکے کے اندر لپٹی ہوئی کھال باریک ہوتی ہے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! "عربا اترابا" کی تفسیر بیان فرمادیجئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورتیں دنیا میں بوڑھی ہو کر فوت ہوں گی، ان کے بال سفید ہو چکے ہوں گے اور وہ کمزور ہو چکی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بڑھاپے کے بعد دوشیزہ بنا کر اٹھائے گا اور وہ اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ہوں گی اور سب ایک عمر کی ہوں گی۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آیا دنیا کی عورتیں افضل ہوں گی یا حور عین افضل ہوں گی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا کی عورتیں، حور عین سے اس طرح افضل ہوں گی جس طرح ظاہر، باطن سے افضل ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! اس کی وجہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی فضیلت کا سبب ان کے روزے اور ان کی نمازیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے چہروں میں نور پیدا کر دے گا ان کا جسم ریشم کی طرح ہوگا، رنگ گورا ہوگا، کپڑے سبز ہوں گے، سنہرے زیورات ہوں گے، ان کی انگوٹھی موتی کی ہوگی اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔

وہ کہیں گی: سنو! ہم دائمی ہیں، کبھی نہیں مریں گی۔

سنو! ہم ہمیشہ نعمت میں کبھی مغموم نہیں ہوں گی، ہم قیام کرنے والیاں ہیں، کبھی سفر نہیں کریں گی۔

ہم خوش ہونے والیاں ہیں کبھی ناراض نہیں ہوں گی اس کو مبارک ہو جس کے لئے ہم ہیں اور وہ ہمارے لئے ہیں۔

میں نے عرض کیا:

ہماری بعض عورتیں دنیا میں دو خاوندوں سے نکاح کرتی ہیں بعض تین سے اور بعض چار سے (یکے بعد دیگرے) تو وہ

عورت جنت میں کس شوہر کے نکاح میں ہوگی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) اس عورت کو اختیار دیا جائے گا اور جس شوہر کا اخلاق دنیا میں سب سے اچھا ہوگا وہ اس کو اختیار کرے گی۔

وہ عرض کرے گی: اے میرے رب عزوجل! میرے اس شوہر کا اخلاق سب سے اچھا تھا میرا اس کے ساتھ نکاح فرما دے۔

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! دنیا اور آخرت کی خیر اچھے اخلاق کے ساتھ وابستہ ہے۔ (معجم الکبیر: ج:23، ص:367، 368)

جس عورت نے متعدد نکاح کیے ہوں تو ایک صورت یہ ہے کہ ہر شوہر نے اس کو طلاق دے دی ہو اور جب وہ فوت ہو تو وہ کسی شوہر کے نکاح میں نہ ہو اس صورت میں اس کو جنت میں اختیار دیا جائے گا کہ جس شوہر کے اخلاق سب سے اچھے ہوں وہ اس سے نکاح کرے جس طرح کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مذکور الصدر حدیث مبارکہ میں ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ

اس نے متعدد نکاح کیے ہوں اور آخری شوہر نے اس کو طلاق نہ دی ہو اور وہ اس کے نکاح میں فوت ہوئی ہو، اس صورت میں وہ جنت میں آخری شوہر کے نکاح میں ہوگی جس طرح کہ حضرت ابوداؤد اور حضرت حذیفہ کی حدیث مبارکہ میں ہے۔

(فتاوی حدیثیہ ص:41)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ (البقرہ:222)

''اور ان سے قربت نہ کرو حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں اور جب وہ مکمل پاک ہو جائیں تو ان کے پاس (وہاں) آؤ جہاں سے (آنے کا) اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ہجری لکھتے ہیں کہ

حافظ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

یہود کے ہاں جب کسی عورت کو حیض آجاتا تو وہ اس کو گھر سے نکال دیتے اس کے ساتھ نہ کھاتے' نہ پیتے' نہ اس کے ساتھ گھروں میں رہتے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان عورتوں کو گھروں میں رکھو اور عمل زوجیت کے علاوہ ان کے ساتھ سب کچھ کرو۔

جب یہود کو یہ خبر پہنچی

تو انہوں نے کہا: یہ شخص ہر بات میں ہماری مخالفت کرتا ہے۔

پھر حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہود اس اس طرح کہہ رہے ہیں تو کیوں نہ ہم اپنی عورتوں سے جماع بھی کرلیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ ان سے ناراض ہوگئے ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ میں دودھ آیا تو آپ نے وہ دودھ ان دونوں کے لئے بھیجا۔ اس سے دونوں نے یہ جانا کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہوئے۔ (الدر المنثور: ج:1،ص:258)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○ (التوبہ:108)

اس میں ایسے مرد ہیں جو خوب پاکیزہ ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ زیادہ پاکیزگی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے سنا کہ وہ تمہاری پاکیزگی حاصل کرنے کی تعریف فرماتا ہے تم کس طرح پاکیزگی حاصل کرتے ہو۔

انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمیں اور کسی چیز کا پتا نہیں لیکن ہم نے دیکھا کہ ہمارے پڑوسی براز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی سرینوں کو پانی سے دھوتے ہیں۔ پس ہم بھی اسی طرح دھوتے ہیں جس طرح وہ دھوتے ہیں۔

(جامع البیان: جز:11،ص:41 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ آیت کریمہ اہل قبا کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے تو ان کے بارے میں اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3100)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ (ھود:78)

لوط نے کہا! اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ حضرت لوط علیہ السلام کی اپنی بیٹیاں نہیں تھیں وہ ان کی امت کی بیٹیاں تھیں اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث:14183)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: ان عورتوں سے نکاح کرلو اور اس سے اللہ تعالیٰ کے نبی کی مراد یہ تھی کہ ان بیٹیوں سے نکاح

کے ذریعہ اپنے مہمانوں کی عزت بچائیں۔(جامع البیان:رقم الحدیث:14186)

امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کی قوم کو یہ خبر ملی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حسین وجمیل بے ریش لڑکے آئے ہیں ان کو یہ خبر حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے پہنچائی تھی۔

اس نے ان سے کہا: میں نے اس سے پہلے اتنے حسین اور جمیل لڑکے نہیں دیکھے اور وہ لوگ عورتوں کے بجائے مردوں سے اپنی شہوت پوری کرتے تھے اور ان سے پہلے کسی نے یہ خلاف فطرت کام نہیں کیا تھا تو وہ دوڑتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔

اور کہا: کیا ہم نے آپ (علیہ السلام) سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ (علیہ السلام) کے پاس کوئی شخص نہ آئے اگر کوئی آیا تو ہم اس سے بے حیائی کا کام کریں گے۔

تب حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں میں ان بیٹیوں سے نکاح کرنے کو اپنے مہمانوں کا فدیہ دیتا ہوں اور حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو یہ دعوت دی تھی کہ وہ حرام کام کو ترک کر کے حلال نکاح کرلیں۔(جامع البیان:رقم الحدیث:14190)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یعنی قوم کی عورتوں سے نکاح کرلو جوان کی بیٹیاں ہیں اور وہ ان کے نبی ہیں کیونکہ نبی امت کے لیے بمنزلہ باپ ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (الاحزاب:6)

اور نبی کی ازواج امت کی مائیں ہیں۔(جامع البیان:رقم الحدیث:14188)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ (الاعراف:82)

ان کی قوم کا صرف یہی جواب تھا کہ انہوں نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو بے شک یہ بڑے پارسا لوگ ہیں ○

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ (المائدہ:6)

اور اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرلو۔

اس آیت کریمہ کے پچھلے الفاظ اور یہ الفاظ وضو اور تیمم کے متعلق ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا اس وقت ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو بٹھایا اور اونٹنی سے اتر

گئے۔ آپ ﷺ نے میری گود میں سر رکھا اور سو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے مجھے زور سے گھونسے مارے۔ اور فرمایا: تم نے تمام لوگوں کو ہار کی وجہ سے ٹھہرایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل پڑنے سے مجھے موت کی طرح لگ رہا تھا حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی تھی۔ پھر نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے اس وقت صبح ہو چکی تھی سو پانی کو تلاش کیا گیا لیکن پانی نہیں ملا۔

اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ ...... الآیة

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے آل ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے تم میں برکت رکھی ہے تمہارا وجود ان کے لئے محض برکت ہے۔ (صحیح البخاری: ج:5، رقم الحدیث:4608)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ (المائدہ:6)

اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا لیکن وہ تم کو خوب پاک کرنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةًۙ (البینہ:2)

اللہ کے پاس سے ایک عظیم رسول ان پر پاکیزہ صحائف کی تلاوت کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَؕ (الواقعہ:79)

اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

کلبی نے کہا: اس قرآن کو صرف مسلمان ہی چھو سکتے ہیں جو شرک اور کفر سے پاک ہیں۔

الربیع بن انس نے کہا: اس قرآن کو صرف نیک مسلمان ہی چھو سکتے ہیں جو گناہوں اور خطاؤں سے پاک ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو صرف وہ مسلمان ہی چھو سکتے ہیں جو نجاست اور ہر قسم کے حدث سے پاک ہوں یعنی ان پر غسل واجب ہو نہ وضو واجب ہو۔ (النکت والعیون: ج:5، ص:464)

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی 606ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بے وضو کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے ان کا استدلال حضرت عمرو بن حزم کی اس حدیث مبارکہ سے ہے کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا اور کوئی نہ چھوئے اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے میں قرآن مجید کی اہانت ہے اس لئے اس کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:10، ص:431)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کتاب سے مراد وہ مصحف ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کو صرف اس حال میں چھوؤ جب تم طاہر ہو اور جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل نہیں کرلیا ان کی بہن نے ان کے ہاتھ میں قرآن نہیں دیا۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:17، ص:204 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مُطَهَّرُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدث اصغر (بے وضو ہونا) اور حدث اکبر (جنابت) دونوں سے پاک ہوں اور اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جو لوگ طاہر نہ ہوں ان کو قرآن مجید کو نہیں چھونا چاہئے۔ (روح المعانی: ج:27، ص:235)

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ متوفی 179ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت ہے کہ

جس مکتوب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے لئے لکھا تھا اس میں یہ بھی مرقوم تھا کہ

طاہر کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے۔ (موطا امام مالک: ج:1، ص:191، رقم الحدیث:478)

امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں کہ

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ

ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ رفع حاجت کے لئے گئے پس جب وہ قضاء حاجت کے بعد واپس آئے۔

تو ہم نے ان سے کہا: اے ابو عبداللہ! آپ وضو فرمالیں! ہم آپ سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق سوال کریں گے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھ سے سوال کرو کیونکہ میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں بے شک قرآن مجید کو طہارت کے بغیر کوئی شخص نہیں چھوسکتا۔ پھر ہم نے ان سے استدلال کیا اور انہوں نے وضو کیے بغیر ہمارے سامنے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج:1، ص:98، رقم الحدیث:1100)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی 211ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

عطاء نے کہا: کوئی شخص بغیر وضو کے مصحف کو نہ چھوئے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج:1، ص:264، رقم الحدیث:1335)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ

شعبی، طاؤس اور قاسم بن محمد بغیر وضو کے مصحف کے چھونے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث:1338)

حضرت معمر نے فرمایا کہ زہری نے فرمایا: جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بغیر وضو کے نہ چھوا جائے۔

حضرت معمر نے کہا کہ

حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہما اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

وہ فرماتے تھے کہ

یہ لوگوں کی قدیم عادت ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1338)

حضرت جابر نے فرمایا کہ

شعبی نے فرمایا: جنبی کے لئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا مکروہ ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1345)

حضرت معمر سے روایت ہے کہ

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مستحب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو باوضو لکھا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1346)

طہارت کے متعلق احادیث مبارکہ

طہارت کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند احادیث مبارکہ نقل کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں فرماتا۔ (سنن ابن ماجہ ص: 24)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا وضو ٹوٹ جائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔ (صحیح بخاری: ج: 1، ص: 25)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو جب تک اپنے ہاتھوں کو تین بار نہ دھولے وضو کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے کیونکہ تم میں سے کسی شخص کو یہ پتا نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔

(سنن نسائی: ج: 1، ص: 4)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا۔

پھر کہا: **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ، اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین ۔**

اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

(جامع ترمذی: ص: 9)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

میری امت کو قیامت کے دن غر محجل (جس کے منہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا اس کا سبب وضو کے آثار ہیں سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہے اپنی سفیدی کو زیادہ کرلے۔ (صحیح بخاری: ج:1،ص:25)

ایک اور روایت میں ہے: امام ابوجعفر طحاوی روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا اور تین بار پیروں کو دھویا۔

اور فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ج:1،ص:33)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وضو کا کیا طریقہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نے وضو کیا اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا تو تمہارے پوروں اور ناخنوں سے تمام گناہ نکل جائیں گے اور جب تم نے کلی کی اور اپنے نتھنوں میں پانی ڈالا اور اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنی کلائیوں کو اپنی کہنیوں تک دھویا تو تم اپنے تمام گناہوں سے پاک صاف ہو جاؤ گے۔ (شرح معانی: ج:1،ص:34)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مسلمان شخص وضو کرتا ہے تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھوں اور پیروں سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو بخشا ہوا بیٹھتا ہے۔ (مصنف: ج:1،ص:15)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہ

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹادے اور نیکیوں کو زیادہ کردے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! یارسول اللہ!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا اور زیادہ قدم چل کر مساجد کی طرف جانا۔

(المصنف: ج:1،ص:15)

یزید بن بشر نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ آپ (علیہ السلام) وضو کریں اگر آپ (علیہ السلام) نے وضو نہ کیا اور آپ کو کوئی مصیبت پہنچ گئی تو صرف اپنے نفس کو ملامت کریں۔ (المصنف: ج:1،ص:15)

حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ

جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیئے جاتے ہیں پھر اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح کھجور کی شاخیں جھڑتی ہیں۔ (المصنف: ج:1 ص:16)

حضرت ابوعثمان روایت کرتے ہیں کہ

میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ لی اور اس کے پتے جھاڑے۔

پھر بیان فرمایا کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ

جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

(المصنف: ج:1 ص:16)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس شخص نے باوضو ہونے کے باوجود وضو کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ (المصنف: ج:1 ص:16)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طہارت نصف ایمان ہے۔ (المصنف: ج:1 ص:14)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن بشر مازنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے ناخن تراشو، ناخنوں کے تراشے دفن کر دو، انگلیوں کے جوڑ صاف کرو، مسوڑھوں سے طعام کے ذرات صاف کرو، دانت صاف کرو اور میرے پاس گندہ اور بدبودار منہ لے کر نہ آؤ یا پیلے دانتوں کے ساتھ نہ آؤ۔ (نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول: ج:1 ص:316، 317)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے گئے پھر واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا۔

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وضو نہیں فرمائیں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں؟ میں جب نماز پڑھتا ہوں تو وضو کرتا ہوں۔ (سنن کبریٰ: ج:1 ص:42)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان شخص وضو کرتا ہے تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھوں اور پیروں سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو بخشا ہوا بیٹھتا ہے۔ (المصنف: ج:1،ص:15)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کے پیر میں کچھ خشک جگہ دیکھی جس کو اس نے نہیں دھویا تھا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خشک ایڑیوں کے لئے ہلاکت کا عذاب ہے۔ (شرح معانی الآثار: ج:1،ص:34)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر اس نے کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے تو وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک) ہو جائے گا جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے زیادہ عمدہ یہ روایت ہے کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے پھر اس نے اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد ان محمداً عبده' و رسوله۔ پڑھا تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے گا جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (المصنف: ج:1،ص:46 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

ایک اور روایت ہے: حضرت عمرو بن عنبسہ سے روایت ہے کہ

یارسول اللہ (ﷺ)! وضو کا کیا طریقہ ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نے وضو کیا اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا تو تمہارے پوروں اور ناخنوں سے تمام گناہ نکل جائیں گے اور جب تم نے کلی کی اور اپنے نتھنوں میں پانی ڈالا اور اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنی کلائیوں کو اپنی کہنیوں تک دھویا اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھویا تو تم اپنے تمام گناہوں سے دھل جاؤ گے۔ (شرح معانی الآثار: ج:1،ص:34)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (شریعت پر) مستقیم رہو تم ہرگز اس کا استیعاب اور احاطہ نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص:24)

طہارت کے مراتب

امام محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں: طہارت کے چار مراتب ہیں۔

پہلا مرتبہ

ظاہری بدن کو ظاہری نجاست اور باطنی نجاست سے پاک کرنا یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔

دوسرا مرتبہ

ظاہری اعضاء کو جرائم اور معاصی سے پاک کرنا یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔

تیسرا مرتبہ

دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنا۔ یہ صالحین بندوں میں سے خواص مومنین کی طہارت ہے۔

چوتھا مرتبہ

باطن (قلب) کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا بایں طور پر کہ دل میں غیر اللہ کا خیال نہ آئے یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین کی طہارت ہے۔

طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے۔

دوسرا مرتبہ مومنین صالحین کا ہے یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے۔

طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے۔

اور طہارت کا چوتھا مرتبہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین کا درجہ ہے۔

اور ہر مرتبہ کی طہارت اس درجہ کا نصف عمل ہے کیونکہ باطن (قلب) کی طہارت سے مقصود یہ ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی عظمت اور کبریائی منکشف ہو جائے اور اس کے قلب کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت تک حلول نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ماسوی اللہ سے گزر نہ جائے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ (انعام:91)

آپ فرما دیجئے: اللہ (نے ہی کتاب کو نازل کیا ہے) پھر ان کو ان کی کج بحثی میں کھیلنے کے لئے چھوڑ دیجئے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا غیر دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔

اور ارشاد فرمایا: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ (احزاب:4)

اللہ نے ایک شخص کے لئے اس کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔

اور دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ جاگزیں کرے اور جب تک وہ اپنے دل کو عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ کا حلول نہیں ہو سکتا تو جب تک انسان اپنے قلب کو عقائد فاسدہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں عقائد صحیحہ کا حصول نہیں ہو سکتا۔

اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طہارت نصف ایمان ہے اسی طرح جب تک ظاہری اعضاء کو معاصی اور جرائم

سے پاک نہیں کرے گا اس کے اعضاء عبادات سے متصف نہیں ہوں گے اسی لیے ظاہری اعضاء کو معاصی سے پاک کرنا بھی نصف ایمان ہے۔ سو یہ ایمان کے مراتب اور مقامات ہیں اور ہر مرتبہ کے متعدد درجات ہیں اور جب تک انسان نچلے درجہ کو حاصل نہ کر لے اس سے اوپر والے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا اور جب تک ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک نہ کر لے دل کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا اور جب تک دل کی پاکیزگی حاصل نہ کر لے باطن (قلب) کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا۔

(احیاء العلوم: ج:2، ص:304 تا 306)

کتاب الطہارۃ کومقدم کرنے کی وجہ؟

کتاب الطہارۃ کو مقدم اس وجہ سے کیا کیونکہ یہ کتاب کتب احادیث میں سنن کی کتاب ہے جس میں احادیث مبارکہ ترتیب فقہ کی ترتیب پر ہوا کرتی ہے۔

دین کے پانچ شعبے ہیں:

1-عقائد 2-اخلاق 3-عبادات 4-معاملات 5-معاشرت

ان میں عبادات، معاملات، معاشرت کے مجموعہ کا نام فقہ ہے اور انہی تین شعبوں کی احادیث مبارکہ سنن کی کتب میں جمع ہوتی ہیں۔

عقائد واخلاق کی احادیث مبارکہ بالتبع اور قلیل ہوتی ہیں۔ لہٰذا عبادات، معاملات اور معاشرت میں سے عبادات اہم شعبہ ہے کیونکہ عبادات کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قوی واسطہ ہے اسی وجہ سے عبادات کو مقدم کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِo (الزاریات:56)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کرنا......الخ۔

لہٰذا سب سے پہلے عبادات کو مقدم کیا اور عبادات میں مقدم نماز ہے اور نماز کی ادائیگی کے لئے سب سے زیادہ قوی چیز طہارت ہے اور یہ ہی شرط ہے اور شرط ہمیشہ مشروط سے مقدم ہوا کرتی ہے لہٰذا سنن میں کتاب الطہارۃ کو مقدم ذکر کیا۔

طہارت کی اقسام

طہارت کی دو اقسام ہیں:

1-صغریٰ 2-کبریٰ

طہارت صغریٰ وضو ہے اور طہارت کبریٰ غسل ہے۔

حضرت مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

طہارت کی دو قسمیں ہیں:

1-صغریٰ 2-کبریٰ

طہارت صغریٰ وضو ہے اور کبریٰ غسل۔ جن چیزوں سے صرف وضو لازم ہوتا ہے اس کو حدث اصغر کہتے ہیں اور جن سے غسل فرض ہو ان کو حدث اکبر کہتے ہیں۔ (بہار شریعت: ج:1 ص:282 مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

باب

قضا حاجت کے وقت خلوت میں جانا

تخلی کا معنیٰ

تخلی کا معنیٰ ہے:

التبعد عن الناس لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جانا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ

قضاء حاجت کے لئے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جانا۔

لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہونا دو طرح کا ہے۔

1-بیت الخلاء میں داخل ہونا گویا کہ بندہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

2-اتنا دور چلے جانا کہ لوگوں کو دکھائی ہی نہ دے۔

مصنف نے طہارت کی ابتداء سے قبل استنجاء کے باب کو کیوں شروع کیا؟

جواب

وضو اور غسل سے قبل قضاء حاجت سے فارغ ہونا بعض صورتوں میں واجب اور بعض صورتوں میں مستحب ہے لہٰذا طہارت کی ابتداء استنجاء سے فرمائی تا کہ ترتیب ذکری ترتیب خارجی کے موافق ہو۔

1- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ اَبْعَدَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو بہت دور تشریف لے جاتے تھے۔

(مستدرک: ج:1 ص:336 السنن الصغیر: جز:۱ ص۴۹ السنن الکبریٰ للنسائی: جز:۱ ص:۶۶ معجم الاوسط جز:۶ ص۲۴۰)

2- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ الْبَرَازَ انْطَلَقَ حَتّٰى لَا يَرَاهُ اَحَدٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کا قصد کرتے تو اس قدر دور تشریف لے جاتے کہ کسی کو دکھائی نہ دیتے۔

(شرح السنہ للبغوی، ج:1، ص:158 ' سنن ابن ماجہ جز:۱ص۱۰۱ ' سنن البیہقی الکبری جز:۱ص ۹۳ ' مصنف ابن ابی شیبہ: جز۱' ص:۱۰۷)

تشریح:

ان دونوں احادیث مبارکہ کا مضمون ایک ہی ہے مگر الفاظ میں فرق ہے۔

قضائے حاجت کے لئے دور جانے میں بہت زیادہ حکمتیں ہیں۔

1- بدبو سے آبادی والوں کو اذیت نہیں پہنچے گی۔

2- اگر قریب قضائے حاجت کرے تو ہوسکتا ہے کہ حیاء کی وجہ سے کھل کر نہ کر سکے۔

مگر یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں پر قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو لوگوں کو نہ دکھائی دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز بھی دکھائی نہ دیتے تھے بلکہ اس جگہ پر خوشبوؤں کے حلے ہوتے تھے۔

جیسا کہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز کو نگل لیتی اور اس جگہ ایک پاکیزہ خوشبو پھیل جاتی۔

اور امام محمد بن سعد کاتب واقدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا:

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیت الخلاء جاتے ہیں تو ہمیں وہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو چیز نکلتی ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی ہر چند کہ یہ حدیث مبارکہ مشہور نہیں ہے لیکن اہل علم کی ایک جماعت نے ان دو احادیث مبارکہ کی بناء پر یہ فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز طاہر ہیں۔

بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ امام ابونصر بن صباغ نے ''شامل'' میں بیان فرمایا ہے۔

ابوبکر بن سابق مالکی نے اپنی کتاب بدیع میں اس مسئلہ کے بارے میں علماء کے دو قول ذکر کیے ہیں۔

آپ ﷺ کے بول و براز کے طاہر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ
نبی کریم ﷺ سے کوئی ایسی چیز خارج نہیں ہوتی تھی جو غیر پسندیدہ اور غیر خوشبودار ہو کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو غسل دیا میں یہ دیکھنے لگا کہ میت کے جسم سے جو چیز نکلتی ہے (وہ آپ ﷺ کے جسم مقدس سے نکلتی ہے یا نہیں) تو میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔
میں نے کہا: آپ ﷺ حیات اور ممات میں پاکیزہ اور خوشبودار ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر آپ ﷺ سے ایسی خوشبو نکل کر پھیلی جس کی مثل ہم نے اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا تھا جب نبی کریم ﷺ کے ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بوسہ دیا تھا۔
جس عورت نے نبی کریم ﷺ کا پیشاب پی لیا تھا
اس سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا اور ان میں سے کسی کو بھی آپ ﷺ نے منہ دھونے کا حکم نہیں فرمایا اور نہ دوبارہ پینے سے منع فرمایا۔ جس عورت نے نبی کریم ﷺ کا پیشاب پیا تھا۔ یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔

امام دارقطنی نے امام مسلم اور امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ
انہوں نے اس حدیث مبارکہ کو اپنی صحیح میں کیوں درج نہیں کیا۔ جبکہ یہ حدیث مبارکہ ان کی شرط کے مطابق ہے۔ (امام مسلم اور امام بخاری نے اپنی شرائط کے مطابق احادیث کا استیعاب نہیں کیا)
اس عورت کا نام برکہ ہے اور اس کی نسبت میں اختلاف ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ
یہ ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جو نبی کریم ﷺ کی خادمہ تھیں۔
نبی کریم ﷺ کا لکڑی کا ایک پیالہ تھا جس کو آپ ﷺ تخت کے نیچے رکھتے تھے اور رات کو کسی وقت اس میں پیشاب کرتے تھے۔ ایک رات آپ ﷺ نے اس میں پیشاب کیا صبح کو آپ ﷺ نے وہ پیالہ طلب کیا تو اس میں کچھ نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے برکہ سے اس کے بارے میں استفسار فرمایا۔
تو اس نے عرض کیا: رات کو میں پیاس کی وجہ سے اٹھی اور میں نے اس سے پی لیا۔
میں نہیں جانتی تھی کہ اس میں آپ (ﷺ) کا پیشاب مبارک ہے۔
اس حدیث کو ابن جریج وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔
آپ ﷺ کی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
آپ ﷺ صاف ستھرے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کے جسم مقدس کے ساتھ کوئی نجاست نہیں ہوتی تھی۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرم گاہ کبھی نہیں دیکھی۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
مجھے نبی کریم ﷺ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ
تیرے سوا مجھے یعنی آپ (ﷺ) کو اور کوئی غسل نہ دے کیونکہ جو شخص بھی میری شرم گاہ کو دیکھے گا وہ اندھا ہو جائے گا۔ (شفاء، ج:1، ص:40 تا 42)

ذہب المذہب کی تحقیق

یہ مصدر میمی ہے ذھابا خاصاً یا اسم ظرف ہے۔ ان دونوں سے مراد بیت الخلاء ہے۔

پہلی حدیث مبارکہ کی سند

میں یہ الفاظ ہیں: **حدثنا عبدالعزيز يعني ابن محمد ۔**
یہ عبدالعزیز محمد بن محمد الدراوردی کے ساتھ معروف ہیں۔
دراور خراسان میں ایک بستی کا نام ہے۔
یہاں پر عبداللہ بن مسلمہ نے اپنے شیخ عبدالعزیز کا نام بغیر نسب کے بیان فرمایا تھا اور والد گرامی کا نام نہ لیا تھا تو مصنف علیہ الرحمہ خود یہ واضح فرما رہے ہیں کہ میرے شیخ عبداللہ بن سلمہ کی مراد عبدالعزیز سے عبدالعزیز بن محمد ہے۔
فرمایا: **عن ابي سلمة!**
یہ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ ان کا سات فقہاء میں شمار ہے اور انہیں بہت مقام حاصل ہے۔
اور وہ سات فقہاء کرام یہ ہیں۔

1- سعید بن مسیب 2- قاسم بن محمد بن ابی بکر 3- عروۃ بن الزبیر
4- خارجہ بن زید بن ثابت 5- ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف 6- عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ ابن مسعود
7- سلیمان بن یسار

اور بعض نے فرمایا: ابو سلمہ ہی نام ہے۔ بعض دفعہ کنیت بھی اسم کے طور پر آتی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبداللہ ہے۔

دوسری حدیث کی سند

مسدد بن مسرہد عظیم محدث ہیں اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن میں ان سے بہت زیادہ روایت فرماتے ہیں۔
ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ
بصرہ میں سب سے پہلے مسند جو حدیث مبارکہ کی ایک خاص نوع کی کتاب ہے انہوں نے ہی لکھی ہے۔

عن ابی الزبیر

ان کا نام محمد بن مسلم بن تدرس المکی ہے۔ یہ مدلسین میں شامل ہیں اس مقام پر انہوں نے عنعنہ کے طور پر روایت کیا ہے۔ اللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَتَبَوَّأُ لِبَوْلِهِ

انسان کا پیشاب کے لئے جگہ ڈھونڈنا

یہ استنجاء کے آداب کا دوسرا باب ہے۔

یتبوا کا معنی

یتبوا: بمعنی ٹھکانہ اور جگہ لینا۔
اسی سے مباۃ بھی ہے جس کے معنی منزل کے بھی ہیں۔
مراد یہ ہے کہ
پیشاب کے لئے انسان کو کوئی مناسب جگہ ڈھونڈنی چاہئے۔

3- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا أَبُو التَّيَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِي شَيْخٌ قَالَ لَمَّا قَدِمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ الْبَصْرَةَ فَكَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى فَكَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ إِلَى أَبِي مُوسَى يَسْأَلُهُ عَنْ أَشْيَاءَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَبُو مُوسَى إِنِّي كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ فَأَتَى دَمِثًا فِي أَصْلِ جِدَارٍ فَبَالَ ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهِ مَوْضِعًا

ابوالتیاح کا کہنا ہے کہ مجھ سے شیخ نے بیان فرمایا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ تشریف لائے تو

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ علیہ السلام سے کچھ باتیں پوچھنے کے لئے خط تحریر فرمایا۔ تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف تحریر فرمایا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کرنے کا قصد فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نرم مقام پر دیوار کی جڑ میں تشریف لے گئے سو آپ نے پیشاب کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیشاب کا قصد کرے تو اسے چاہئے کہ کوئی مناسب مقام تلاش کرے۔

(سنن للبیہقی الصغریٰ: ج:1،ص:64)

تشریح:

یہ حدیث مبارکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آپ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر بصرہ بھیجی جہاں پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قیام پذیر تھے۔ پوچھنے کی وجہ اس طرح ہوئی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ میں والی بنا کر روانہ فرمائے گئے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو بصرہ والوں سے وہ احادیث مبارکہ سماعت کیں جن کو بصرہ والوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سماعت کر کے روایت کیا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بعض احادیث مبارکہ کے متعلق جو کہ آپ رضی اللہ عنہما نے بصرہ والوں سے سماعت کی تھیں ان کے متعلق حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی مراجعت فرمانا چاہتے تھے اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کو تحریر فرمایا اور پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جواباً تحریر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ

روایت بالکتابت بھی جائز ہے۔

روایت بالکتابت کی دو اقسام ہیں۔

1- ایک وہ جو صرف لکھ کر دے دی جائے یعنی مجردہ۔

2- دوسری وہ جو مقرونہ بالاجازت ہو یعنی استاد کسی طالب علم کو تحریر کر کے دے دے اور اس کے ساتھ روایت کی بھی اجازت دے دے۔

جمہور کے نزدیک کتابت کی دونوں قسمیں معتبر ہیں چاہے وہ مجردہ ہو یا مقرونہ بالاجازت ہو۔

سوال

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیشاب میں تیزی و بہاؤ ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کی جڑ میں پیشاب کیا جو کہ دیوار کے لئے باعث نقصان ہے۔

جواب

اس سوال کے متعدد جوابات ہیں۔

1- پہلا جواب تو یہ ہے کہ ہوسکتا ہے نبی کریم ﷺ دیوار سے ہٹ کر بیٹھے ہوں جہاں سے پیشاب دیوار کی جڑ تک ہی نہ پہنچ سکا ہو مگر راوی نے قرب کی بناء پر مجاز افی اصل جدار سے تعبیر فرمادیا۔

2- ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کو مالک کی رضامندی ملی ہوئی ہو لہٰذا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوا۔

3- وہ دیوار پرانی تھی جو کسی نے جنگل میں تعمیر کی تھی اور وہ چھوڑ کر چلے گئے اب وہ ٹوٹی پھوٹی نام کی دیوار تھی۔ اللہ ورسولہ اعلم عزوجل و ﷺ

بَاب مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ

انسان بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کیا کہے؟

یہ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے وقت آداب استنجاء کے متعلق باب ہے۔

4 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَعَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ وَقَالَ مَرَّةً اَعُوْذُ بِاللّٰهِ و قَالَ وُهَيْبٌ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو يَعْنِی السَّدُوْسِیَّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ هُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ وَقَالَ شُعْبَةُ وَقَالَ مَرَّةً اَعُوْذُ بِاللّٰهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوئے۔ حضرت حماد سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کی: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ (اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔) اور عبدالوارث سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کی: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (میں اللہ تعالیٰ کی ناپاکی اور ناپاکوں سے پناہ طلب کرتا ہوں۔) اور امام ابوداؤد نے شعبہ سے روایت کی ہے از حضرت عبدالعزیز کہ (ایک مرتبہ فرمایا:) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ (اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔) اور ایک مرتبہ دعا کی: اعوذ باللہ (میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) اور وھب نے فرمایا: پس اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہئے۔ اور

حضرت انس سے اس حدیث میں ہے کہ آپ نے دعا کی: اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ (اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔) اور شعبہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ: اعوذ باللہ فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ: ج:1، ص:352)

5- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْحُشُوْشَ مُحْتَضَرَةٌ فَاِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شیاطین کے حاضر ہونے کی جگہیں ہیں پس جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں داخل ہو تو وہ کہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ میں اللہ تعالیٰ سے ناپاک جنوں اور ناپاکوں سے پناہ چاہتا ہوں۔

(سنن ابن ماجہ: ج:1، ص:369، السنن الصغیر للبیہقی: جز:۱، ص۵۹، السنن الکبریٰ للنسائی: جز:۶، ص۲۳، معجم الاوسط: جز:۳، ص۱۶۱)

جمہور کے نزدیک اس دعا کو بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے پڑھنا چاہئے۔ اللہ ورسولہ اعلم عزوجل صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَرَاهِيَةِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ

قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنے کی کراہیت

اس باب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنے کی کراہیت کو ثابت کیا ہے۔

6- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيْلَ لَهٗ لَقَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ قَالَ اَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ وَاَنْ لَّا نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ وَاَنْ لَّا يَسْتَنْجِيَ اَحَدُنَا بِاَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ عَظْمٍ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا گیا کہ تمہارے نبی نے ہر چیز تمہیں سکھا دی حتیٰ کہ بول و براز کا طریقہ بھی سکھا دیا ہے۔ فرمایا کہ: ہاں بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بول و براز کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ ہم سیدھے ہاتھ سے استنجاء نہ کریں اور ہم میں سے کوئی بھی تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء نہ کرے یا ہم گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجاء نہ کریں۔

(معجم الکبیر: ج:6، ص:234)

7 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ اُعَلِّمُكُمْ فَاِذَا اَتَى اَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا وَلَا يَسْتَطِبْ بِيَمِينِهِ وَكَانَ يَأْمُرُ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ وَيَنْهٰى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے لیے والد کے بمنزلہ ہوں۔ میں تمہیں سکھاتا ہوں سو جب تم میں سے کوئی ایک قضائے حاجت کے لئے جائے تو قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرے اور سیدھے ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین پتھروں کا حکم ارشاد فرماتے اور گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع کرتے تھے۔

(سنن للبیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:91)

8 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِي اَيُّوبَ رِوَايَةً قَالَ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَلَا بَوْلٍ وَلٰكِنْ شَرِّقُوا اَوْ غَرِّبُوا فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَكُنَّا نَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے آئے تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرے بول و براز کرتے وقت لیکن مشرق اور مغرب کو منہ کرلے۔ پس جب ہم ملک شام میں آئے تو ہم نے بیت الخلاء قبلہ کی جانب بنے ہوئے پائے تو ہم قبلہ کی طرف سے پھر جاتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے۔

(صحیح ابن حبان: ج:4، ص:263، المعجم الکبیر: ج:۴، ص۱۳۸، السنن البیہقی الکبریٰ: ج:۱، ص:۹۱)

9 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ اَبِي زَيْدٍ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ اَبِي مَعْقِلٍ الْاَسَدِيِّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَتَيْنِ بِبَوْلٍ اَوْ غَائِطٍ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَاَبُو زَيْدٍ هُوَ مَوْلٰى بَنِي ثَعْلَبَةَ

حضرت معقل بن ابو معقل اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بول و براز کے وقت دونوں قبلتین کی جانب منہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے فرمایا: ابوزید بنی ثعلبہ کے غلام تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ج:1، ص:381، سنن البیہقی الکبریٰ ج:۱، ص:۹۱، مسند احمد: ج:۳۶، ص ۲۴۷)

10 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسٰى عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ

عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبُوْلُ اِلَيْهَا فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هٰذَا قَالَ بَلٰى اِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَاِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَاْسَ

مروان اصفر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قبلہ کی طرف اپنے اونٹ کو بٹھایا پھر اس کی جانب رخ کر کے پیشاب کرنے لگ گئے۔ میں نے عرض کی: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا اس طرح کرنے سے روکا نہیں گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں (یعنی روکا گیا ہے) بے شک کھلی فضا میں اس طرح کرنے سے روکا گیا ہے پس جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان آڑ والی چیز ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

(مستدرک: ج:1، ص:256، السنن الصغیر للبیہقی، جز:۱، ص۴۶، سنن البیہقی الکبریٰ: جز۱، ص۹۲، سنن دارقطنی جز۱، ص۱۸۸)

بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

اس باب میں رخصت کا بیان

اس باب میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کے متعلق روایات ہیں۔

11 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَقَدِ ارْتَقَيْتُ عَلٰى ظَهْرِ الْبَيْتِ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهٖ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں ملاحظہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخِ انور فرما کر کے دو اینٹوں کے اوپر تشریف فرما ہو کر رفع حاجت کر رہے ہیں۔

(سنن نسائی: ج:1، ص:46، السنن الصغیر للبیہقی، جز۱، ص۴۷، السنن الکبریٰ للنسائی، جز۱، ص۶۸، معجم الاوسط جز۶، ص۷۵)

12 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحٰقَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَهٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ فَرَاَيْتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُقْبَضَ بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران پیشاب قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا ہے پس میں نے آپ کے وصال سے ایک سال قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرف رخ کیے فرماتے

ہوئے ملاحظہ کیا۔

(سنن ابن ماجہ: ج:1،ص:387، سنن ترمذی ج ا،ص ۱۷)

تشریح: قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک فضاء (یعنی کھلی جگہ) میں بوقت قضاء حاجت قبلہ کی جانب رخ کرنا ناجائز ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم علیہما الرحمہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں کوئی آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو قبلہ کی جانب رخ نہ کرے اور نہ ہی قبلہ کی جانب پیٹھ کرے مگر مشرق یا مغرب کی جانب رخ کرے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ملک شام میں گئے تو ہم نے کعبہ معظمہ کی جانب بیت الخلاء بنے ہوئے ملاحظہ کیے تو ہم کعبہ معظمہ سے پھر کر رفع حاجت کرتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے۔

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے بیٹھے تو قبلہ کی جانب نہ منہ کرے اور نہ ہی پشت کرے۔

عروہ بن ربیعہ اور داؤد نے فرمایا کہ

قبلہ معظمہ کی جانب منہ اور پشت کرنا جائز ہے۔

اس لیے کہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ معظمہ کی جانب رخ کرنے سے منع فرمایا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے ایک سال قبل ملاحظہ کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ معظمہ کی جانب رخ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔

یہ حدیث مبارکہ نسخ کی دلیل ہے۔ اور اس کی تقدیم واجب ہے۔

ہماری دلیل ممانعت کی احادیث صحیحہ ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی عمارت میں ملاحظہ کیا ہو یا وہاں کوئی حاجب اور حائل ہو اور اس احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ترمذی کی حدیث مبارکہ کو عمارت پر محمول کرنا واجب ہے تاکہ احادیث مبارکہ میں موافقت ہو جائے۔

جب کوئی عمارت ہو یا کوئی حاجب ہو تو پھر قبلہ معظمہ کی جانب رخ کرنے میں دو اقوال ہیں۔

1- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ثوری کا یہ قول ہے کہ

اب بھی قبلہ معظمہ کی جانب رخ یا پیٹھ کرنا ناجائز ہے اس لیے کہ احادیث صحیحہ میں بالعموم اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

2-عمارتوں کی وجہ سے قبلہ معظمہ کی جانب رخ اور پشت کرنا جائز ہے۔

اور یہ حضرت عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔

امام مالک اور امام شافعی اور ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی قول ہے اور صحیح بھی یہی ہے جس طرح کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کے بیان شدہ محمل سے واضح ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ

فضاء اور عمارت میں قبلہ کی جانب پشت کرنا جائز ہے اس لیے کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ میں ایک دن میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر چڑھ گیا تو میں نے ملاحظہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور شام کی جانب تھا اور کعبہ معظمہ کی جانب آپ کی پشت مبارک تھی۔

(المغنی: ج:1، ص:107)

فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

قضاء حاجت کے وقت قبلہ معظمہ کی جانب رخ یا پشت کرنے کے بارے میں فقہاء کرام کے درج ذیل مذاہب ہیں۔

1-امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا موقف یہ ہے کہ

بول و براز کے دوران صحراء میں قبلہ معظمہ کی جانب رخ یا پشت کرنا حرام ہے اور بیت الخلاء میں حرام نہیں ہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب — حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم

حضرت شعبی — حضرت اسحاق بن راہویہ

اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔

2-حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت مجاہد — حضرت ابراہیم نخعی

حضرت سفیان ثوری — حضرت ابی ثور

اور دوسری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا موقف یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء میں بوقت قضاء حاجت قبلہ معظمہ کی جانب رخ کرنا ناجائز ہے۔

3-حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور داؤد ظاہری کا موقف یہ ہے کہ

صحراء اور بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے وقت رخ کرنا جائز ہے۔

4-امام احمد اور امام ابوحنیفہ کے ایک قول کے مطابق قضاء حاجت کے وقت صحراء اور بیت الخلاء میں قبلہ کی جانب رخ

کرنا ناجائز ہے۔ ہاں پشت کرنا جائز ہے۔

منع کرنے والوں کی دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں بوقت قضاء حاجت قبلہ کی جانب رخ کرنے سے مطلقاً منع فرمایا گیا ہے۔

مثال کے طور پر

حضرت سلمان، حضرت ابوایوب

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی حدیث مبارکہ۔

اور انہوں نے فرمایا کہ

قبلہ کی جانب رخ کرنے سے ممانعت قبلہ کی حرمت کی بناء پر ہے اور یہ علت صحراء اور بیت الخلاء دونوں میں بذریعہ اتم پائی جاتی ہے۔ اگر بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور قبلہ کے درمیان حائل ہونے کو کفایت کرے تو اس طرح کا حائل ہونا تو صحراء میں بھی پایا جاتا ہے اس لیے کہ ہمارے اور کعبہ معظمہ کے درمیان بہت سے پہاڑ اور وادیاں وغیرہ پائی جاتی ہیں۔

اور جن فقہاء کرام نے بوقت قضاء حاجت رخ یا پشت کرنے کو مطلقاً جائز فرمایا ہے انہوں نے صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی جانب منہ اور کعبہ معظمہ کی جانب رخ کر کے بیٹھے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ

امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ لوگ قبلہ معظمہ کی جانب اپنی فرجوں کو ننگا کرنا پسند نہیں کرتے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا لوگ واقعی طور پر اس طرح کرتے ہیں؟

اپنی فرجوں کو جس قبلہ کی جانب کرنا چاہتے ہو کر لو، اور جن فقہاء کرام نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب پشت کرنے کو جائز اور رخ کرنے کو نا جائز فرمایا ہے انہوں نے امام مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ معظمہ کی جانب رخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور جن فقہاء کرام نے صحراء میں بوقت قضاء حاجت قبلہ کی جانب رخ کرنے یا پشت کرنے سے منع فرمایا ہے اور بیت الخلاء میں رخ یا پشت کرنے کو جائز فرمایا ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال فرمایا ہے جس کو ہم نے ابھی صحیح مسلم کے طریق سے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت سے بھی استدلال فرمایا ہے۔

اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہما حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ کی جانب رخ کرنے سے روکا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے

ایک سال قبل پہلے ملاحظہ فرمایا اور آپ ﷺ قبلہ کی جانب رخ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔

اور امام ابوداؤد نے روایت فرمایا ہے کہ

مروان الاصفر نے فرمایا: میں نے ملاحظہ کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اونٹنی قبلہ کی جانب بٹھائی پھر اس کی آڑ لے کر پیشاب کرنے لگے۔

میں نے عرض کیا: اے عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ)! کیا اس سے روکا نہیں گیا۔

تو انہوں نے فرمایا: اس سے صرف فضا میں روکا گیا ہے مگر جب تمہارے اور قبلہ معظمہ کے درمیان کوئی چیز پردہ بنے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ یہ ساری حدیثیں اس بات کی صراحت کرتی ہیں کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی جانب رخ یا پشت کرنا جائز ہے اور حضرت ابوایوب انصاری، حضرت سلمان اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث مبارکہ ممانعت پر دال ہیں اسی لیے ممانعت کی حدیث مبارکہ کو جمع کرنا ممکن ہو تو بعض احادیث مبارکہ کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ان احادیث کو جمع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء کرام نے صحراء اور بیت الخلاء میں فرق کیا ہے اس لیے کہ بیت الخلاء میں قبلہ سے پھرنا مشقت کا باعث ہوگا اور صحراء میں قبلہ سے پھر کر بیٹھنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔ جن فقہاء کرام نے قبلہ کی جانب مطلقاً پشت کرنے کو جائز فرمایا ہے ان کے رد میں وہ احادیث صحیحہ کفایت کرتی ہیں جن میں قبلہ کی جانب رخ کرنے یا پشت کرنے سے صراحۃً روکا گیا ہے جس طرح کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے شہر اور صحراء میں قبلہ کی جانب رخ کرنے یا پشت کرنے سے روکا گیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں دونوں مقام پر رخ کرنے یا پشت کرنے کو جائز ٹھہرایا ہے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے ان دونوں احادیث مبارکہ کو جمع فرمایا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کو صحراء پر محمول کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ کو شہروں پر محمول کیا ہے۔

علامہ مازری مالکی نے فرمایا ہے کہ

صحراء میں قبلہ کی جانب رخ یا پشت کرنے پر فقہاء کرام کا اتفاق ہے اور شہروں کے بیت الخلاء میں اختلاف ہے۔

اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قبلہ کی جانب رخ کرنے یا پشت کرنے کی ممانعت عام ہے اور اس میں صحراء یا شہر کی کوئی قید نہیں ہے۔ اور اس کے تعارض میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ ہے۔

جس میں فرمایا گیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں بیت المقدس کی جانب رخ اور کعبہ معظمہ کی جانب پشت کر کے تشریف فرماتے لہٰذا جس شخص نے نبی کریم ﷺ کے فرمان کو آپ ﷺ کے فعل پر مقدم کیا اس نے مطلقاً منع فرمایا۔

اور جس شخص نے کہا: ممانعت کی علت یہ ہے کہ قبلہ کی جانب رخ کر کے فرشتے نماز ادا کرتے ہیں اس نے شہروں کے بیت الخلاء میں اس کی اجازت دی' اس لیے کہ بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور فرشتوں کے درمیان حائل اور حجاب بن جاتی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2، ص:41)

فقہاء احناف کا مؤقف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ اس حدیث مبارکہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں آئے تو قبلہ کی جانب رخ نہ کرے اور نہ ہی پیٹھ کرے۔ تم مشرق کی جانب رخ کرو یا مغرب کی جانب رخ کرو، کی شرح میں راقمطراز ہیں کہ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث مبارکہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ بوقت بول و براز قبلہ معظمہ کی جانب رخ کرنا جائز ہے نہ قبلہ کی جانب پشت کرنا جائز ہے اگرچہ صحراء ہو یا کوئی عمارت ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کے عموم سے استدلال کیا ہے۔

اور حضرت مجاہد

حضرت ابراہیم نخعی

حضرت سفیان ثوری

حضرت ابوثور

اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مؤقف ہے اور اس حدیث مبارکہ کے راوی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہ مؤقف ہے اور یہ ممانعت قبلہ کی تعظیم کی بناء پر ہے تو صحراء میں بھی دور دراز کے شہر حائل ہیں اور ان شہروں اور کعبہ معظمہ کے درمیان کئی پہاڑ حائل ہیں۔ خاص طور پر اس لیے کہ زمین گول ہے اس لیے صحراء اور کعبہ معظمہ میں موازات نہیں ہے۔

اور امام شعبی نے یہ علت بیان فرمائی ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق صحراء میں نماز پڑھتی ہے تو تم قضائے حاجت کے وقت ان کی جانب رخ اور پشت نہ کرو۔ یہ علت صحراء میں ہے عمارت میں نہیں ہے۔

امام شعبی کی بیان شدہ یہ علت نص حدیث کے معارض ہے۔ فقہاء احناف نے اس حدیث کے علاوہ اور کئی احادیث سے استدلال کیا ہے۔

جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1-امام ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء سے روایت کی ہے کہ

میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی جانب رخ کر کے پیشاب نہ کرے۔

2-امام ابن ماجہ اور امام ابوداؤد حضرت معقل بن ابی معقل سے روایت فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے بول و براز کے وقت دونوں قبلوں کی جانب رخ کرنے سے منع فرمایا۔

3-امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بول و براز کے وقت قبلہ معظمہ کی جانب رخ کرنے سے منع فرمایا۔

4-امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے لیے والد کے قائم مقام ہوں اور تمہیں سکھاتا ہوں جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لئے جائے تو قبلہ کی جانب نہ رخ کرے اور نہ پشت کرے۔ (عمدۃ القاری: ج:2،ص:277،278)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

قبلہ معظمہ کی جانب نہ قضائے حاجت کے وقت رخ کرنا جائز ہے اور نہ ہی پشت کرنا جائز ہے۔ اور یہ ہی مؤقف راجح ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَيْفَ التَّكَشُّفُ عِنْدَ الْحَاجَةِ

قضاء حاجت کے وقت ستر کس طرح کھولے؟

اس باب میں قضاء حاجت کے وقت ستر کھولنے کے آداب بیان فرمائے گئے ہیں۔

اور اس باب میں ایک قاعدہ نہایت ہی خوبصورت شرح بیان کرتا ہے کہ

الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ

جو کام ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے اختیار کیا جا رہا ہو اس کو بقدر ضرورت ہی اختیار کرنا چاہیے۔

لہٰذا جب انسان بیت الخلاء میں جائے تو ضرورت کے مطابق جسم سے کپڑا اٹھائے اس طرح نہ کرے کہ پورا کپڑا ہی ہٹا لے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ جب قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو بدن سے اس وقت تک کپڑا نہیں اٹھاتے تھے جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے تھے تو امت کے لئے بھی یہ ہی سنت ہے کہ جب تک زمین کے قریب نہ ہو جائے اس

وقت تک جسم سے کپڑا نہ ہٹائے اور یہ ہی احسن طریقہ ہے۔

13 -- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ رَجُلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ حَاجَةً لَا يَرْفَعُ ثَوْبَهُ حَتَّى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ

قَالَ أَبُو عِيسَى الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بِهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا قصد فرماتے تو جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے تو اس وقت تک کپڑا نہ اٹھاتے۔

اور امام ابوداؤد نے فرمایا: عبدالسلام بن حرب کی از اعمش، حضرت انس بن مالک والی سند ضعیف ہے۔ اور ابوموسیٰ رملی نے فرمایا: ہمیں احمد بن ولید نے حدیث بیان انہوں نے کہا ہم سے عمرو بن عون انہوں نے حدیث کی انہوں نے کہا کہ ہم کو عبدالسلام نے اس کی خبر دی ہے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج:۱ص:۵۸، معجم الاوسط: جز:۵ص:۲۱۳، سنن البیہقی الکبریٰ جز:۱ص۹۶، سنن ترمذی جز۱ص۲۵)

تشریح:

قال ابو داؤد رواه عبدالسلام بن حرب

اس حدیث کی سند کا مدار اعمش پر ہے۔ اعمش کے اس میں دو تلامیذ ہیں۔

1-وکیع 2-عبدالسلام

مصنف نے یہاں اعمش کے تلامذہ کا اختلاف بیان فرمایا ہے۔

اختلاف دو وجہ سے ہے۔

1-وکیع کی روایت میں اعمش اور صحابی کے درمیان ایک مبہم شخص کا واسطہ ہے برخلاف عبدالسلام کی روایت کے کہ وہاں صحابی اور اعمش کے درمیان واسطہ نہیں ہے۔

2-دوسرا اختلاف یہ ہے کہ وکیع نے اس حدیث کے راوی صحابی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو قرار دیا ہے اور عبدالسلام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔ اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

وهو ضعيف

ضعیف قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اعمش کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اس سند میں انقطاع ہے اور پہلی سند میں واسطہ پایا گیا ہے مگر واسطہ مبہم شخص کا ہے اس وجہ سے اس میں بھی ضعف آنا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس مبہم شخص کا مصداق کوئی قوی راوی ہوگا اس لیے اپنے ذاتی علم کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار نہیں دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

مبہم شخص کون ہے۔

بیہقی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قاسم بن محمد ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی رائے بھی یہی ہے۔

اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ

اس سے مراد غیاث بن ابراہیم ہے۔

مگر یہ اس وجہ سے صحیح نہیں کہ وہ ضعیف ہیں اگر اس کا مصداق مصنف کے مطابق غیاث بن ابراہیم ہوتے تو پہلی حدیث پر بھی ضعف کا حکم لگاتے۔

گزشتہ جو بیان کیا گیا ہے کہ

اعمش کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے جمہور کی رائے یہی ہے کہ سماع نہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور صحابی سے ثابت ہے مگر اس میں ابونعیم اصفہانی کا اختلاف ہے۔

جس طرح کہ منذری نے تحریر کیا ہے۔

ان کی رائے یہ ہے کہ

اعمش نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کو دیکھا ہے اور آپ کا ان دونوں سے سماع بھی ثابت ہے۔

حضرت منذری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ خلاف مشہور ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَرَاهِيَةِ الْكَلَامِ عِنْدَ الْحَاجَةِ

قضائے حاجت کے وقت کلام کرنے کی کراہیت

اس باب میں قضائے حاجت کے وقت کلام کرنے کی کراہیت کو ثابت فرمایا گیا ہے۔ سبحان اللہ کیسی پیاری شریعت ہے کہ اس حال میں بھی شرعی رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

14 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ هِلَالِ ابْنِ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَخْرُجِ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشِفَيْنِ عَنْ عَوْرَتِهِمَا يَتَحَدَّثَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَمْقُتُ عَلٰى ذٰلِكَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ هٰذَا لَمْ يُسْنِدْهُ اِلَّا عِكْرِمَةُ ابْنُ عَمَّارٍ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ دو شخص قضائے حاجت کے لئے اس طرح نہ نکلیں کہ اپنے ستر کو کھول کر آپس میں باتیں کرتے رہیں کیونکہ اللہ عزوجل اس سے ناراض ہوتا ہے۔

اور امام ابوداؤد نے فرمایا کہ اس کا عکرمہ ابن عمار کے سوا اسناد نہیں کیا گیا۔

(مستدرک: ج:۱، ص:۲۵۹، السنن الصغیر للبیہقی، ج۱، ص۵۶، معجم الاوسط، ج۲، ص۶۵، شرح السنۃ، ج۱، ص۵۶)

تشریح:

قضاء حاجت کے وقت باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے لہٰذا اس حالت میں کلام کرنا جمہور کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور اہل ظواہر کے نزدیک حرام ہے۔

سند کے متعلق کلام

اس سند میں جن کو مصنف بیان فرمانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس حدیث کو یحیٰ بن ابی کثیر سے عکرمہ کے علاوہ کسی اور نے مسنداً روایت نہیں فرمایا لہٰذا یحیٰ بن ابی کثیر کے دوسرے شاگرد امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہ اس حدیث مبارکہ کو بجائے مسند کے مرسلاً نقل کرتے ہیں۔

ان کی روایت بیہقی میں اس طرح ہے۔

عن الاوزاعی عن یحییٰ بن ابی کثیر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .

لہٰذا اس طریق سے یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ یہاں پر صحابی کا ذکر نہیں کیا گیا تو حاصل کلام یہ ہوا کہ بعض رواۃ اس حدیث کو مسنداً اور بعض کو مرسلاً نقل کرتے ہیں اور یہ اضطراب ہے جس کی بناء پر حدیث میں ضعف آ گیا اور اس اضطراب پر اطلاع ظاہر ہے کہ تتبع طرق ہی سے ہوتی ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں چونکہ دوسرے طرق تھے اس لیے انہوں نے اس مسئلہ کو جان لیا اور متنبہ فرمادیا۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اَيَرُدُّ السَّلَامَ وَهُوَ يَبُوْلُ

کیا پیشاب کے دوران سلام کا جواب دے سکتے ہیں؟

یہ باب پیشاب کے دوران سلام کا جواب نہ دینے کے متعلق ہے بعض نسخوں میں حرف استفہام نہیں ہے مگر جو میرے پاس بیروت کا نسخہ ہے اس میں حرف استفہام ہے اسی لیے میں نے حرف استفہام کا ترجمہ کیا ہے۔

15 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَاَبُوْ بَكْرٍ ابْنَا اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرُوِىَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَغَيْرِهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَيَمَّمَ ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سلام کا جواب نہ عطا فرمایا۔
اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیمم کیا پھر ایک شخص کو سلام کا جواب عطا فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:۱،ص:۹۹، سنن ابن ماجہ، جز۱، ص۲۲۳، سنن ترمذی، جز۱، ص۱۵۱، سنن نسائی، جز۱، ص۱۷)

16 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حُضَيْنِ بْنِ الْمُنْذِرِ اَبِىْ سَاسَانَ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ اَنَّهٗ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى تَوَضَّاَ ثُمَّ اعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ اِنِّىْ كَرِهْتُ اَنْ اَذْكُرَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا عَلٰى طُهْرٍ اَوْ قَالَ عَلٰى طَهَارَةٍ

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے تو انہوں نے سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب نہ عطا فرمایا حتیٰ کہ آپ وضو کیا۔ پھر ان سے عذر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ عزوجل کے ذکر کرنے کو پاکی کے بغیر ناپسند کیا۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طہارت کے بغیر۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:۱،ص:۹۰، مستدرک، جز۱، ص۲۷۲، شرح السنہ للبغوی، جز۱، ص۲۲۳، صحیح ابن حبان، جز۳، ص۸۶)

تشریح:

پیشاب کرتے وقت سلام کا جواب دینا مکروہ ہے اسی طرح جو شخص پیشاب کرنے والے کو سلام کرے یہ بھی مکروہ ہے۔
اور صاحب درمختار نے سلام کے مکروہ ہونے کے متعلق اشعار تحریر فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

سلامك مكروه على من ستسمع ومن بعد ما ابدى يسن و يشرع
مصل وتال ذاكر و محدث خطيب ومن يصخى اليهم ويسمع
مكرر فقة جالسى لقضائه ومن بحثوا فى الفقه دعهم لينفعوا
موذن ايضاً اومقيم مدرس كذا الاجنبيات الفتيات امنع
ولعاب شطرنج وشبه بخلقهم ومن هو مع اهل لــه يتمتع
ودع كافرا ومكشوف عورة ومن هو فى حال التغوط اشنع

اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:
سلام کرتے وقت جھکنا مکروہ ہے۔
اجنبی عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے۔
حمام میں سلام کرنا مکروہ ہے۔
کھانا کھاتے شخص کو بھی سلام کرنا مکروہ ہے۔
قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے
اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے
تلبیہ پڑھنے والے
حدیث پڑھنے والے
خطبہ دینے والے
وعظ کرنے والے
فقہ کا مذاکرہ کرنے والے
علم دین پڑھنے یا پڑھانے والے
اور اذان دینے والے یا اقامت پڑھنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔
اسی طرح قضائے حاجت میں مشغول یا مقدمات کا فیصلہ کرنے والے کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔

(الفقہ اسلامی وادلتہ: ج:3، ص:578 تا 579)

مفتی نظام الدین متوفی 1161 ھ لکھتے ہیں:

جو شخص پیشاب پاخانہ کر رہا ہے یا کبوتر اڑا رہا ہے یا حمام یا غسل خانہ میں ننگا نہا رہا ہے اس کو سلام نہ کیا جائے اور اس پر جواب دینا واجب نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:5، ص:326)

علامہ علاء الدین محمد بن علی محمد حصکفی حنفی متوفی 1088 ھ لکھتے ہیں:

اگر مسلمان کو ذمی سے کوئی کام ہو تو وہ اس کو سلام کر لیں ورنہ ان کو سلام کرنا مکروہ ہے جس طرح مسلمان کا ذمی سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کریں تو ان کے جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن جواب میں صرف اتنا کہے وعلیکم، کسی ذمی کو تعظیماً سلام کرنا کفر ہے مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے اسی طرح جمعہ کے خطبہ کے وقت جو سلام کرے اس کے سلام کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے۔ جب انسان کسی کے گھر جائے تو پہلے اجازت طلب کرے پھر سلام کرے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پر اضافہ نہ کرے۔ سلام کا فوراً جواب دے۔ فاسق کو سلام کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ فاسق معلن ہو ورنہ نہیں۔ اسی طرح جو شخص سلام کا جواب دینے سے حقیقتاً عاجز ہو مثلاً کھانا کھا رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے یا جو شخص سلام کا جواب دینے سے شرعاً عاجز ہو مثلاً نماز پڑھ رہا ہو یا قرآن مجید پڑھ رہا ہو ان کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کسی نے سلام کیا تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہے۔ (درمختار علی ہامش ردالمختار: ج:5، ص:264 تا 267)

نیز علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ

ان لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

جو نماز پڑھ رہا ہو۔

قرآن مجید پڑھ رہا ہو۔

حدیث بیان کر رہا ہو۔

خطبہ دے رہا ہو۔

خطبہ سن رہا ہو۔

فقہ کا تکرار کر رہا ہو۔

مقدمہ کا فیصلہ کر رہا ہو۔

کسی فقہی مسئلہ میں بحث کر رہا ہو۔

اذان دے رہا ہو۔

اقامت کہہ رہا ہو۔

دینی کتب کا درس دے رہا ہو۔

جوان اجنبی عورتوں کو سلام کرنا زیادہ مکروہ ہے۔

جو شطرنج کھیل رہا ہو۔

یا جو فسق میں ان کے مشابہ ہو۔

جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی کر رہا ہو۔

کافر کو اور جو شخص برہنہ ہو۔

اور جو شخص پیشاب پاخانہ میں مشغول ہو۔

اور جو کھانا کھا رہا ہو یعنی اس کے منہ میں لقمہ ہو۔

جو شخص استاذ سے سبق پڑھ رہا ہو۔

جو شخص تسبیح پڑھ رہا ہو۔

ذکر کر رہا ہو۔

یا تلبیہ پڑھ رہا ہو۔

یا اونگھ رہا ہو۔

یا نیند میں ہو یا نشہ میں ہو یا مجنون ہو۔

ان تمام لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ان حالتوں میں سلام کرے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار: ج: 1، ص: 414 تا 415)

حاصل کلام یہ ہے کہ

صحابی کا نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزر ہوا کہ آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے تو اس صحابی نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور آپ ﷺ نے ان کو سلام کا جواب نہ عطا فرمایا۔ اس روایت سے سلام کا جواب نہ دینے کا ذکر ہے مگر اگلی روایت میں ہے: ثم ردّ علی الرجل السلام ۔ اگر یہ دونوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں تو اس پر کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر ایک ہی واقعہ ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے فوراً جواب نہ عطا فرمایا بلکہ تیمم کے بعد جواب عطا فرمایا۔

حدثنا عثمان و ابوبکر مر رجل......

اس سے اگلی حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مہاجر بن قنفذ نے سلام کیا تھا تو ہو سکتا ہے کہ یہ مبہم شخص وہی ہوں اور ہو سکتا ہے کہ ابوالجہیم بن الحارث ہوں جس طرح کہ مشکوۃ کی روایت میں ان کے نام کی صراحت ہے اور ابوالجہیم کی روایت ابوداؤد میں بھی ابواب التیمم میں آنے والی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی اور شخص ہو لہٰذا ان کی تعیین نہیں ہو سکتی کہ یہ کون ہیں! مگر یاد رہے کہ ان کی تعیین نہ ہونے سے روایت پر کوئی اثر نہ ہوگا۔

قال ابو داؤد روی عن ابن عمر وغیرہ ۔

اس میں جو روایت موصولاً ذکر کی گئی ہے وہ بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی کی ہے۔ اب یہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت جو تعلیقاً ذکر کر رہے ہیں اور وہ آگے ابواب التیمم میں آ رہی ہے اور مصنف کے کلام میں غیرہ سے ابوالجہیم کی روایت کی جانب اشارہ ہو سکتا ہے اور یہ روایت بھی ابواب التیمم میں آ رہی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى غَيْرِ طُهْرٍ

آدمی کا طہارت کے بغیر اللہ (تعالیٰ کا ذکر) کرنا

اس باب میں طہارت کے بغیر ذکر اللہ کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ بیان فرمائی گئی ہے۔

17 – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ يَعْنِي الْفَافَاءَ عَنِ الْبَهِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:۱ص:۳۵۸، الموطا: جز۱ص ۲۶۵، سنن ترمذی، جز۱۱ص ۲۴۰، شرح السنۃ للبغوی، جز۱ص ۲۱۷)

ذکر کے لئے طہارت شرط نہیں مگر مستحب اور باعث ثواب کے لئے یہ ہے کہ

طہارت کے ساتھ ذکر کیا جائے۔

ذکر کبھی زبان سے ہوتا ہے۔

جس طرح کہ

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنا۔

تسبیح کرنا۔

قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

وعظ اور نصیحت کرنا۔

اور کبھی ذکر دل سے ہوتا ہے۔

جس طرح کہ

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے دلائل پر غور وفکر کرنا۔
امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: یہ ذکر کی سب سے افضل قسم ہے۔
(احکام القرآن: ج:1، ص:193)
اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے کے طریقوں پر غور کرنا۔
اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اسرار پر غور کرنا وغیرہ۔
اور کبھی اعضاء سے ذکر ہوتا ہے۔
جس طرح کہ
اپنے جسم کے تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرنا۔
عام مومنین کا ذکر زبان سے کرنا ہے۔
حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک اعرابی نے عرض کیا:
یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اسلام کے احکام بہت ہیں مجھے کوئی ایسی چیز بتایئے جو میں اپنے اوپر لازم کرلوں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ تر رکھو۔ (سنن ابن ماجہ: ص:268)
اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ میرے ذکر سے اپنے ہونٹ ہلاتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (سنن ابن ماجہ: ص:268)
خواص مومنین اور عارفین دل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ ان کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد رہتی ہے اور وہ اپنے دل میں غیر کا خیال نہیں آنے دیتے۔
ذکر کا اصل معنیٰ ہے: یاد کرنا۔
قرآن مجید میں ہے: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ ۔ (الکہف:24)
جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کیجیے۔
زبان سے ذکر کو بھی اس لیے ذکر کہتے ہیں کہ زبان دل کی ترجمان ہے تاہم بغیر حضور قلب کے فقط زبان سے ذکر کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ ابوعثمان سے کسی نے شکایت کی کہ ہم زبان سے ذکر کرتے ہیں۔ مگر دل میں اس کی حلاوت محسوس نہیں کرتے۔
انہوں نے فرمایا: اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے کم از کم تمہارے ایک عضو کو تو اپنی اطاعت میں لگالیا ہے۔

ابوعثمان نہدی نے کہا: میں اس وقت کو جانتا ہوں جب اللہ تعالیٰ مجھے یاد کرتا ہے۔

پوچھا گیا: وہ کون سا وقت ہے؟

انہوں نے کہا: جب میں اسے یاد کرتا ہوں۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا: جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اس کے ماسوا کو بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو ہر چیز کا بدل عطا فرماتا ہے۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ اور کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والا نہیں ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:2، ص:171-172)

ذکر اللہ کرنے کے فضائل

اللہ کا ذکر کرنے کے بے شمار فضائل احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ تمہارے رب عزوجل کے نزدیک تمہارا کون سا عمل سب سے اچھا، سب سے پاکیزہ اور سب سے بلند درجہ والا ہے اور جو تمہارے سونے اور چاندی کے صدقہ کرنے سے زیادہ اچھا ہے اور اس سے بھی اچھا ہے کہ تمہارا تمہارے دشمنوں سے مقابلہ ہو تو تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کون سا عمل ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3376)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتے ہوئے کہا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو قوم بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر اطمینان اور سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان کے درمیان فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2700)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اسلام کے احکام بہت زیادہ ہیں۔ آپ مجھے بتائیے کہ میں کس عمل کو زیادہ کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3375)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سے بندہ کا درجہ سب سے بلند ہوگا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہ کثرت کرنے والا ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کا درجہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ بلند ہو گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ اپنی تلوار سے کفار اور مشرکین کو قتل کر دے حتیٰ کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے کا درجہ اس سے افضل ہوگا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3576)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے ایک راستہ میں جا رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پہاڑ سے گزر ہوا جس کو جمدان کہتے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چلتے رہو یہ جمدان ہے۔
مفردون سبقت لے گئے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مفردون کون ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والی عورتیں۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2676)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آہستگی کے ساتھ دعا کرنا ستر (70) با آواز دعاؤں کے برابر ہے۔
(کنز العمال: رقم الحدیث: 3196)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ
بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو بہ قدر کفایت ہو۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 809)
ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے۔ لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو، تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو تم سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 6409)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

جو نماز مسواک کے ساتھ پڑھی جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس کو اس نماز پر ستر (70) درجہ فضیلت دیتے تھے جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے۔

اور آپ ﷺ فرماتے تھے: جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مخلوقات کو ان کے حساب کے لئے جمع فرمائے گا اور فرشتے ان اعمال کو لے کر آئیں گے جن کو انہوں نے لکھ کر محفوظ کیا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ

دیکھو کوئی چیز رہ تو نہیں گئی؟

فرشتے عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہم نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کا ہمیں علم ہو اور جس کی ہم نے حفاظت کی ہو ہم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے اور اس کو لکھ لیا ہے۔

تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بے شک ہمارے پاس ایک چیز چھپی ہوئی ہے جس کو تم نہیں جانتے اور اس کی میں خود جزا دوں گا اور وہ ذکر خفی ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 4738)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

اس شخص کو دوزخ سے نکال دو جس نے ایک دن (بھی) میرا ذکر کیا ہو یا کسی ایک مقام پر مجھ سے ڈرا ہو۔

(الجامع الصحیح: ج: 4، ص: 712، رقم الحدیث: 2594)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابن آدم کا کوئی کلام اس کے لئے مفید نہیں ہے سوائے نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے۔ (الجامع الصحیح: ج: 4، ص: 608، رقم الحدیث: 2412 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس کا درجہ سب سے زیادہ ہوگا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مرد اور عورت بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوں۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! غازی فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی تلوار سے کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد کرے اور وہ زخمی ہو کر خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کا درجہ اس سے زیادہ ہے۔ (الجامع الصحیح: ج:4، ص:458، رقم الحدیث:3376)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے رب عزوجل کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:6407)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام انس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:
یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے وصیت فرمائیے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گناہوں کو ترک کر دو یہ سب سے اچھی ہجرت ہے۔
فرائض کی حفاظت کرو یہ سب سے افضل جہاد ہے۔
اور بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ جو تم کام بھی کرو گی اس میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اس کا ذکر ہے۔
(معجم الاوسط: ج:7، ص:367، رقم الحدیث:6731)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور اپنے نبی مکرم ﷺ پر درود نہ پڑھیں ان کو حسرت اور ندامت ہوگی اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کو عذاب دے گا اور چاہے گا تو ان کو بخش دے گا۔ (الجامع الصحیح: ج:4، ص:461، رقم الحدیث:3380)

بَاب الْخَاتَمِ يَكُوْنُ فِيْهِ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى يُدْخَلُ بِهِ الْخَلَاءُ

اللہ تعالیٰ کے نام مبارک والی کندہ انگوٹھی کو لے کر بیت الخلاء میں داخل ہونا

اس باب میں اللہ تعالیٰ کے نام مبارک والی کندہ انگوٹھی کو لے کر بیت الخلاء میں داخل ہونے کی روایت ذکر کی گئی ہے۔
نبی کریم ﷺ اپنی انگوٹھی مبارک اتار کر بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے کیونکہ اس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) کندہ تھا اور آپ ﷺ اس کو مہر کے طور پر استعمال فرماتے تھے۔

---

18 – حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ اَبِیْ عَلِيٍّ الْحَنَفِيِّ عَنْ هَمَّامٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ وَّاِنَّمَا يُعْرَفُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ ثُمَّ اَلْقَاهُ وَالْوَهْمُ فِيْهِ مِنْ هَمَّامٍ وَلَمْ يَرْوِهِ اِلَّا هَمَّامٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی مبارکہ کو اتار دیتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث منکر ہے اور یہ معروف از ابن جریج، از زیاد بن سعد، از زہری، از حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ہے۔

نبی کریم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی پھر اس کو پھینک دیا۔

اور اس روایت میں ہمام کو وہم ہوا ہے اور اس کو ہمام کے علاوہ کسی سے روایت کردہ نہیں دیکھا گیا۔

(سنن ابن ماجہ: جز:۱، ص:۳۶۹، المستدرک، جز۱، ص ۲۹۸، سنن البیہقی الصغریٰ، جز۱، ص ۶۹، سنن ترمذی جز۶، ص ۳۶۵)

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس انگوٹھی یا کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام مبارک کندہ ہو اس کو بیت الخلاء میں نہ لے جایا جائے اگر کسی چیز میں لپٹے ہوئے ہوں مثلاً کپڑے، چمڑے وغیرہ باہر نظر نہ آتے ہوں جیسے تعویز بند ہوتا ہے یا جیب میں چھپا کر رکھے ہوں تو اس میں بے ادبی نہیں لہٰذا ساتھ لے جانے میں کراہت نہیں ہوگی۔

قال ابو داؤد هذا حديث منكر

امام ابوداؤد کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث ہمام منکر ہے اور اس سے اگلی حدیث مبارکہ ابن جریج صحیح ہے۔

ان کے نزدیک منکر ہونے کی دو وجہ ہیں۔

1-پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ہمام نے ابن جریج اور زہری رحمۃ اللہ علیہما کے درمیان واسطہ ذکر نہیں کیا اور دوسری سند میں زیاد بن سعد کا واسطہ ہے جو درست ہے۔

2-دوسری وجہ ہمام سے متن میں غلطی ہوگئی ہے۔

وہ فرما رہے ہیں کہ

انگوٹھی صرف بیت الخلاء جاتے وقت اتار دیتے تھے حالانکہ آپ ﷺ نے انگوٹھی ہمیشہ کے لئے اتار دی تھی۔

جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔

اتخذ خاتما من ورق ثم القاه

اور امام ابوداؤد کا حدیث ہمام کو منکر کہنا درست نہیں کیونکہ اصطلاح محدثین میں منکر اس حدیث کو کہا جاتا ہے جہاں ضعیف

راوی ثقہ کی مخالفت کرے یا کم از کم راوی ضعیف ہو اگر چہ مخالفت کسی کی بھی نہ کرے۔ حضرت ہمام تو ثقہ راوی ہیں صحیحین کی رواۃ میں سے ہیں ان کی روایت منکر نہیں ہو سکتی' اور متن میں بھی غلطی نہیں کر رہے کیونکہ یہ دونوں متن مستقل ہیں جو انگوٹھی آپ ﷺ نے پھینک دی تھی وہ سونے کی انگوٹھی تھی اور جو صرف بیت الخلاء میں جاتے وقت اتارتے تھے وہ چاندی کی انگوٹھی تھی و ہمیشہ آپ ﷺ کے پاس رہی۔ آپ ﷺ کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھی پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بئر اریس نامی کنویں میں گر گئی بہت تلاش کی گئی مگر نہ مل سکی۔ پھر اس کنویں کا نام بئر خاتم ہو گیا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح حسن غریب فرمایا ہے یعنی قبول کیا ان کے نزدیک یہ منکر نہیں ہے کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو متن علیحدہ علیحدہ ہیں لہٰذا ایک متن سے دوسرے متن کو منکر قرار دینا درست نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

امام ہمام کا متابع یحییٰ بن متوکل موجود ہے متابعت کی بناء پر حدیث میں قوت آجاتی ہے وہ ضعف سے خارج ہو جاتی ہے۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب اِلاسْتِبْرَاءِ مِنَ الْبَوْلِ

پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا

اس باب میں پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

استبراء کی تعریف

پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد مثانہ یا پیشاب کی نالی میں جو قطرہ رہ جاتا ہے اس کے اثر سے اچھی طرح برأت اور اطمینان حاصل کرنا۔

یہ تعریف فقہاء کرام کے نزدیک ہے۔

یہاں پر استبراء سے عام معنیٰ مراد ہیں۔

یعنی پیشاب سے احتیاط کرنا کہ اس کے چھینٹے جسم تک نہ پہنچیں۔

19 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَلٰی قَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِیْ كَبِيْرٍ اَمَّا هٰذَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا هٰذَا فَكَانَ يَمْشِیْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِعَسِيْبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ ثُمَّ غَرَسَ عَلٰی هٰذَا وَاحِدًا وَّعَلٰی هٰذَا وَاحِدًا وَّقَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا قَالَ هَنَّادٌ يَسْتَتِرُ مَكَانَ يَسْتَنْزِهُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ وَقَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ يَسْتَنْزِهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں کے قریب سے گزر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے گناہ پر عذاب نہیں دیئے جا رہے۔ بہرحال یہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور وہ چغل خوری کرتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک سبز ٹہنی طلب فرمائی اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا اس قبر پر گاڑا اور دوسرا دوسری قبر پر گاڑا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے کہ جب تک یہ سوکھے گی نہیں۔ اور ہناد نے یستتر کی جگہ یستنزہ فرمایا: (یعنی پیشاب سے بچنے کی بجائے پیشاب کرتے ہوئے سر نہیں ڈھانپتا تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معنیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا اپنے پیشاب سے ستر نہیں ڈھانکتا تھا۔

اور ابو معاویہ نے فرمایا: وہ (پیشاب کے چھینٹوں سے) بچتا نہ تھا۔

(سنن للبیہقی الکبریٰ' ج:۱ص:۱۰۴' السنن الکبریٰ للنسائی' جز۱ص۶۹' تہذیب الآثار' جز۲' ص۳۸۲' سنن ابن ماجہ' جز' ص۴۱۶)

20 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ اَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ دَرَقَةٌ ثُمَّ اسْتَتَرَ بِهَا ثُمَّ بَالَ فَقُلْنَا انْظُرُوْا اِلَيْهِ يَبُوْلُ كَمَا تَبُوْلُ الْمَرْاَةُ فَسَمِعَ ذٰلِكَ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمُوْا مَا لَقِیَ صَاحِبُ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ كَانُوْا اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوْا مَا اَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِیْ قَبْرِهٖ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ جِلْدِ اَحَدِهِمْ وَقَالَ عَاصِمٌ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَسَدِ اَحَدِهِمْ

حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ

میں اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈھال لے کر باہر تشریف لائے پھر اسی کے ساتھ پردہ کر کے پیشاب کیا۔

ہم نے کہا: ان کی جانب ملاحظہ کیجئے ایسے پیشاب کرتے ہیں۔ جیسے عورت چھپ کر پیشاب کرتی ہے۔

آپ نے اس بات کو سن کر ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا؟ جب ان میں سے کسی کو کسی مقام پر پیشاب لگتا تو اس مقام کو کاٹ دیتے تھے۔ اس نے ان کو اس طرح کرنے سے منع فرمایا تو اس کو قبر میں عذاب دیا گیا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ

اس حدیث میں منصور نے از ابووائل، از ابوموسیٰ فرمایا: ان میں سے کوئی ایک اپنی جلد کو۔

اور عاصم نے از ابووائل از ابوموسیٰ فرمایا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے کوئی ایک جسم کے حصہ کو۔

(سنن ابن ماجہ: ج:۱ص:۴۱۵، السنن الکبریٰ للنسائی' جز۱ ص ۶۹' المستدرک' جز۱ ص ۲۹۴' سنن الکبریٰ للبیہقی' جز۱ ص ۱۰۱)

تشریح:

اس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں کے پاس سے گزرنا ذکر کیا گیا ہے جن کو عذاب دیا جارہا تھا۔ آیا یہ دو قبریں مسلم کی تھیں یا غیر مسلم کی تھیں۔ اس میں دونوں قول ہیں۔

ابوموسیٰ المدینی کی رائے بالجزم یہ ہے کہ یہ غیر مسلم تھے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ "هلكاني الجاهلية" مگر یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابن لہیعہ راوی ہے اور ابن العطار کی رائے یہ ہے کہ قبریں مسلم کی تھیں اور بعض روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے۔

چنانچہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے: مر علي قبرين جديدين

اور مسند احمد کی روایت میں ہے۔

مر بالبقيع

نیز آپ نے سوال فرمایا: دفنتم اليوم؟

ان روایات کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمانوں کی قبریں تھیں۔

قبر پر تر شاخ اور پھول ڈالنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے مؤقف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے فرمائے اور ان دو ٹکڑوں کو ان قبروں پر گاڑ دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں گی ان پر عذاب کی تخفیف ہوتی رہے گی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے فرمایا ہے کہ
عذاب میں تخفیف کی وجہ ہوسکتا ہے رسول اللہ ﷺ کے شاخ گاڑنے کی بناء پر ہو اور اس کی وجہ شاخ کے تر ہونے کی خصوصیت نہ ہو۔
علامہ نووی نے فرمایا: یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی اور ان شاخوں کے سبز رہنے تک آپ ﷺ کی شفاعت قبول کرلی گئی۔
ایک قول یہ ہے کہ
جب تک شاخ تر رہتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جب خشک ہوجاتی ہے تو تسبیح نہیں کرتی۔
اور قرآن مجید میں ہے: ان من شیء الا یسبح بحمدہ
ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔
اس کا معنیٰ ہے: ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے۔ اور شاخ کی حیات اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ سرسبز اور تروتازہ ہو اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک اس کو توڑا نہ جائے۔
مگر محققین کا مذہب یہ ہے کہ
یہ حمد اور تسبیح اپنے عموم پر ہے اور ہر چیز حقیقۃً تسبیح کرتی ہے۔
اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ
ہر چیز کی یہ تسبیح ہے کہ اس کا وجود صانع کے وجود پر دلالت کرتا ہے اسی حدیث کی وجہ سے علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف عذاب متوقع ہے تو تلاوت قرآن کی وجہ سے تخفیف عذاب کی زیادہ توقع ہے۔
اگر یہ کہا جائے کہ
جب ہر چیز کا تسبیح کرنا اپنے عموم پر ہے تو اس حدیث میں تخفیف عذاب کو شاخ کے تر رہنے تک کیوں موقوف کیا ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
اس کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسے جہنم کے فرشتوں کی تعداد کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔
(عمدۃ القاری: ج:3، ص:117)

علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں:
درخت کی شاخ کے معنیٰ میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو۔
مشکوٰۃ شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ

ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض آئمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح:ص:378)

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی 1352ھ لکھتے ہیں:

عذاب میں تخفیف کی وجہ اس شاخ کی تسبیح کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ

قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (فیض الباری:ج:1،ص:311)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ

بے شک یہ بھی ایک قول ہے کہ شاخ جب تک تر ہوگی تسبیح کرتی رہے گی اور تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی اس وجہ سے یہ حکم ہر اس چیز میں جاری ہوگا جس میں تری ہو اگرچہ وہ درخت ہو یا غیر۔ اس طرح جس چیز میں برکت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید اور ان سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔ (فتح الباری:ج:1،ص:320)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

اس وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض آئمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ درخت کی شاخوں اور پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اسی حدیث کی وجہ سے سنت ہے۔ (مرقات:ج:1،ص:351)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے بیان فرمایا ہے کہ

بعض شہروں میں یہ عرف کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچھاتے ہیں ان کا یہ عمل اس حدیث کی وجہ سے ہے اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں ان کا یہ عمل نبی کریم ﷺ کے فعل اور اس حدیث کی اتباع پر مبنی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم:ج:2،ص:73)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑی جائیں۔ (صحیح البخاری:ج:1،ص:181)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا باسٹھ ہجری میں مرو میں انتقال ہوا تھا۔

اس میں حکمت یہ تھی کہ

کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی کریم ﷺ کی اقتداء کی

جائے کیونکہ آپ ﷺ نے درخت کی شاخ کے دوٹکڑے قبر پر رکھے تھے۔(عمدۃ القاری:ج:8،ص:182)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:اس حدیث کے شروع میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے دست اقدس سے ان شاخوں کو قبر پر رکھا تھا بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے ان شاخوں کے رکھنے کا امر کیا ہو اور حضرت بریدہ بن حصیب صحابی نے آپ کی پیروی کی ہے اور اپنی قبر پر شاخوں کے رکھنے کی وصیت کی اور لوگوں کی بجائے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنا زیادہ مناسب ہے۔

(فتح الباری:ج:1،ص:320)

مزید راقم ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا اور اس عمل کو ان دو قبروں والے کے ساتھ مخصوص قرار نہیں دیا۔

(فتح الباری:ج:3،ص:223)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ

قبر پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے نیز فقہاء شافعیہ حنبلیہ اور حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب ہے اور قبر پر سبز شاخ، پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔(فقہ اسلامی وادلتہ:ج:1،ص:530)

علامہ محمد شربینی شافعی لکھتے ہیں:

قبر پر شاخ کا رکھنا سنت ہے اسی طرح پھولوں اور ہر تر چیز کا رکھنا سنت ہے۔(مغنی المحتاج:ج:1،ص:364)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھولوں کے ڈالنے پر استدلال کرتے ہیں۔(اشعۃ اللمعات:ج:1،ص:200)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے خشک نہیں ہوں گے ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ جب تک شاخ کے یہ ٹکڑے تر رہیں گے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں گے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی۔اور قرآن مجید میں جو ہے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے یا اس کا اپنے خالق اور صانع پر دلالت کرنا یہی اس کی تسبیح ہے۔

محققین یہ کہتے ہیں کہ

ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے اور قرآن مجید اور احادیث میں اس کی تصریح ہے اس لیے اس کو ماننا ضروری ہے اور اس حدیث کی وجہ سے علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف متوقع ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

جب ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہے تو پھر شاخ کی تخصیص کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

بعض چیزوں کی وجہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ہی معلوم ہوتی ہے جیسے دوزخ کے فرشتوں کی تعداد انیس ہے۔ اس سے کم یا زیادہ نہیں اس کی وجہ کا صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو ہی علم ہے۔

رسل ملائکہ میں سے صرف جبرائیل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا حضرت عزرائیل علیہ السلام کو روح قبض کرنے کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کو تقسیم رزق کے ساتھ کیوں خاص کیا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کے ساتھ کیوں خاص کیا ان کی وجوہات کو صرف اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اسی لیے تر شاخ کے تسبیح کرنے اور خشک شاخ کے تسبیح نہ کرنے کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے جبکہ تحقیق یہ ہے کہ ہر چیز حقیقتاً حمد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:3، ص:117)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کاٹنا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق درر غرر اور شرح المنیہ میں ہے۔

امداد میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ

تروتازہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

قاضی خان میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں (یعنی علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ)

اس کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں مذکور ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیئے جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے۔

ہمارے زمانہ میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں وہ اسی قیاس پر ہیں۔ فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی صراحت کی ہے اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حاصل ہوئی۔ (ردالمحتار: ج:1، ص:846 تا 847)

قبر پر قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف ہونا

جس طرح ثابت ہو چکا کہ قبر پر سبز یا تر شاخ رکھنے سے قبر میں عذاب تخفیف ہوتا ہے اسی طرح قبر پر قرآن مجید پڑھنے سے بھی عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے۔اس بارے میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کو رکھو بلکہ جلدی قبر کی طرف لے جاؤ اور اس کے سرہانے سورہ فاتحہ پڑھو اور اس کے پیروں کی جانب سورہ البقرہ کی آخری آیات پڑھو۔(معجم الکبیر: رقم الحدیث:13613)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورہ یٰسین پڑھی اللہ تعالیٰ اس قبرستان کے مردوں کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے اور جتنے مردے ہوں اتنی نیکیاں اس شخص کو عطا کرتا ہے۔

اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مردوں کے پاس سورہ یٰسین پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:3105، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1448)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبدالرحمان بن العلاء بن اللحاج سے روایت ہے کہ

مجھ سے میرے والد نے فرمایا: اے میرے بیٹے! جب میں مرجاؤں تو میری لحد بنانا اور مجھے قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ و علی ملة رسول اللہ پڑھنا پھر میری قبر پر مٹی ڈال دینا اور میرے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس کی وصیت کرتے تھے۔

(معجم الکبیر: ج:19، ص:320)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس قبرستان کے مردوں کو بخش دیا تو اس کو قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر قل ھو اللہ احد پڑھنے کا اجر ملے گا۔

(کنز العمال: رقم الحدیث:42596)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قبر میں مردہ اس طرح ہوتا ہے جس طرح کوئی شخص غرق ہو رہا ہو اور اس کی مدد کی جا رہی ہو

اور وہ اپنے باپ، بھائی اور دوست کی دعاؤں کا منتظر ہوتا ہے۔ جب ان کی دعائیں اسے ملتی ہیں تو وہ اس کو دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہیں اور مردوں کے لئے زندوں کے تحفے دعا اور استغفار ہیں۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 42971)

عذاب قبر حق ہے؟

حدیث مبارکہ میں دو اشخاص پر عذاب کا ذکر فرمایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ گناہوں کے عوض قبر میں عذاب پہنچنا حق ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اس کے برخلاف خوارج جمہور معتزلہ بعض مرجئہ عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں۔ اہل حق کے نزدیک بعینہٖ جسم کو عذاب ہوتا ہے یا جسم کے کسی جز میں روح کو لوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے۔

محمد بن جریر اور عبداللہ بن کرام اس کے خلاف ہیں۔

انہوں نے کہا ہے کہ

میت کو عذاب دینے کے لئے روح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ رائے فاسد ہے کیونکہ درد کا احساس صرف زندہ کے لئے مقصود ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ

میت کا جسم اسی طرح بغیر کسی تغیر کے پڑا ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیئے جانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص خواب میں دیکھ رہا ہے کہ اس کو مار پڑ رہی ہے اور وہ خواب میں درد اور تکلیف بھی محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے ہوئے بیدار شخص کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے اسی طرح ایک بیدار شخص کسی خیال کی وجہ سے لذت یا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو علم ہی نہیں ہوتا کہ وہ لذت یا تکلیف کے کسی عالم میں ہے اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے تھے اور حاضرین کو اس کا کوئی ادراک نہیں ہوتا تھا۔

مزید راقم ہیں کہ

منکرین عذاب قبر کی دلیل یہ ہے کہ

میت سے سوال کرنا اور اس کو عذاب دیا جانا عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو قتل کیا گیا یا سولی پر چڑھایا گیا اور ایک مدت تک اس کی لاش پڑی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کے اجزاء پھٹ جاتے ہیں اور ہم اس پر سوال وجواب

یا عذاب دیئے جانے کے کوئی آثار نہیں دیکھتے اسی طرح جس شخص کو درندے یا پرندے (مثلاً گدھ) کھا جاتے ہیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹ یا پوٹوں میں ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح یہ ہے کہ جو شخص جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو ان کے متعلق سوال اور عذاب کا دعویٰ کرنا عقل کے خلاف ہے۔

ابن الباقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

یہ مستبعد نہیں ہے کہ جس شخص کو سولی پر چڑھایا گیا ہو اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور حاضرین اس کا مشاہدہ نہیں کر پاتے تھے اسی طرح جو شخص درندے کے پیٹ یا پرندے کے پوٹے میں ہو یا جل گیا ہو اس کے کسی ایک جز میں روح لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ

یہ خرق عادت ہے اور تمام امور اخروی ایسے ہی ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:9،ص:318)

علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ نے (قبر میں) روح لوٹانے میں تردد کیا ہے۔

انہوں نے کہا: حیات کے لئے روح لازم نہیں یہ صرف امر عادی ہے۔

بعض احناف میں سے جو معاد جسمانی کے قائل ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ

جسم میں روح رکھی جاتی ہے وہ لذت اور الم کا ادراک کرتی ہے۔

اور جن کا قول یہ ہے کہ

جب بدن مٹی ہو جاتا ہے تو روح اس مٹی کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے اور روح اور مٹی دونوں کا الم ہوتا ہے۔

اس قول میں یہ احتمال ہے کہ

روح ایک جسم ہے اور بدن سے مجرد ہے۔

اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ

بعض احناف مثلاً امام ماتریدی اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ

روح (جسم سے) مجرد ہے۔

لیکن امام تریدی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قبر میں گوشت کو روح کے بغیر کس طرح درد پہنچایا جائے گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس طرح تمہارے دانت میں درد ہوتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ اسی طرح موت کے بعد جب روح جسم کے ساتھ متصل ہوگی تو اس میں درد ہوگا اگرچہ اس میں روح نہیں ہوگی اور اس حدیث کے موضوع ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں اور یہ مخفی نہ رہے کہ میّت سے مراد جسم کے باریک اجزاء ہیں اور ان میں سے بعض اجزاء کے ساتھ بھی روح کا اتصال لذت اور الم کے ادراک کے لئے کافی ہے۔ (المسائرہ مع المسامرہ: ص: 242 تا 243)

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی 881ھ لکھتے ہیں: علامہ قونوی نے فرمایا ہے کہ

کفار کی روحیں ان کے اجسام کے ساتھ متصل ہوتی ہیں ان کی روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور ان کے اجسام کو الم ہوتا ہے جیسے سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے اور مومنین کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے جیسے سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور زمین پر ہے۔ (شرح المسائرہ مع المسامرہ: ص: 243)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفنایا جائے یا اس کو سولی پر لٹکایا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہو جائے یا اس کو جانور کھالیں یا وہ جل کر راکھ ہو جائے اور اس کے ذرات ہوا میں منتشر ہو جائیں جس کو عذاب ہونا ہے ہر حال میں عذاب ہوگا اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔

(شرح الصدور: ص: 75، 76)

علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: انسان کے جسم کا جز اصلی وہ جز ہے جو اس کے جسم میں اول عمر سے لے کر آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور اس کے بدن کی فربہی اور لاغری کے ہر دور میں وہ جز مشترک رہتا ہے اسی کی حیات سے سارے بدن کی حیات ہوتی ہے اور جب انسان مر جائے تو اگرچہ اس کو قبر میں دفن کر دیا یا اس کو درندے کھالیں اس کے بدن کا وہ جزء اصلی جس جگہ بھی ہو اس کی روح اس جز کے ساتھ متعلق کر دی جاتی ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آجاتی ہے تاکہ اس سے سوال کیا جائے پھر اس کو ثواب یا عذاب دیا جائے اور اس امر میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کا عالم ہے اس لیے وہ بدن کے تمام اجزاء کو ان کی پوری تفاصیل کے ساتھ جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون سا جز کس جگہ واقع ہے اور کون سا جز اس کے بدن کا جزء اصلی ہے اور کون سا جز زائد ہے اور وہ جز اصلی اس کے مکمل بدن میں ہو یا کائنات میں کہیں اکیلا ہو ہر حال میں اللہ تعالیٰ انسان کی روح کو اس جز کے ساتھ متعلق کرنے پر قادر ہے بلکہ اگر ایک انسان کے بدن کے تمام اجزاء مشارق اور مغارب میں منتشر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس انسان کی روح کو ان تمام اجزاء کے ساتھ متعلق کرنے پر بھی قادر ہے۔ (مرقاۃ: ج: 1، ص: 203)

عذاب قبر کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

عذاب قبر کے ثبوت میں کئی احادیث مبارکہ ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے کہ
اے اللہ عزوجل! میں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6367)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے ہیں اور بھنبھوڑتے رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہوگی اگر ان میں سے ایک سانپ زمین میں پھونک مارے تو زمین سبزہ نہیں اگائے گی۔ (مسند احمد: ج: 17، ص: 434، رقم الحدیث: 11334)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت سعد رضی اللہ عنہ پانچ کلمات پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ان کلمات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔
1- اے اللہ عزوجل! میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔
2- اے اللہ عزوجل! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔
3- اے اللہ عزوجل! میں ناکارہ حیات سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔
4- اے اللہ عزوجل! میں دنیا کے فتنہ یعنی فتنہ دجال سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔
5- اے اللہ عزوجل! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2365)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم مردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑ دو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2828)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مردوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا حتیٰ کہ جانور بھی ان کی آوازیں سنیں گے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10459)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میں نے سنا کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1376، ص 63)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کی قبر میں ضرور سرسبز باغ ہوتا ہے اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کردی جاتی ہے اور اس کی قبر کو چودھویں رات کے چاند کی طرح منور کردیا جاتا ہے کیا تمہیں علم ہے کہ یہ آیت کریمہ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

ترجمہ:۔''اور جو میری یاد سے اعراض کرے گا اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی اور اسے ہم قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھائیں گے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو تنگی میں گزارنے سے کیا مراد ہے؟

مسلمانوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو علم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر) ارشاد فرمایا: اس سے مراد کافر کا عذاب قبر ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس (کافر) کے اوپر ننانوے تنین مسلط کیے جائیں گے تمہیں معلوم ہے کہ تنین کیا چیز ہیں۔ وہ ستر (70) سانپ ہیں، ہر سانپ کے سات سر ہیں وہ اس کو قیامت تک کاٹتے اور ڈنک مارتے رہیں گے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3122)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

یہود کی بوڑھی عورتوں میں سے دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں۔

وہ کہنے لگیں کہ

قبر والوں کو ان قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ میں نے ان کی تکذیب کی اور ان کی تصدیق کرنے کو اچھا نہیں جانا وہ چلی گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اور ان دو بوڑھی عورتوں کے آنے اور عذاب قبر کی خبر دینے کا تذکرہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں نے سچ کہا۔ قبر والوں کو اتنا عذاب دیا جائے گا کہ اس کو تمام جانور سنیں گے پھر میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز پڑھتے تو عذاب قبر سے پناہ طلب کرتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1049)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔

کہیں گے کہ

تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے۔

پس وہ شخص کہے گا: جو وہ زندگی میں کہتا تھا۔

وہ کہے گا: وہ اللہ عزوجل کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

وہ فرشتے کہیں گے کہ

ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر میں ستر (70) ہاتھ در ستر (70) ہاتھ وسعت کر دی جائے گی پھر اس کی قبر منور کر دی جائے گی۔

پھر اس سے کہا جائے گا: سو جاؤ۔

وہ کہے گا: میں اپنے گھر جا کر گھر والوں کو اس کی خبر دوں۔

فرشتے کہیں گے: تم اس دلہن کی طرح سو جاؤ جس کو وہی شخص بیدار کرتا ہے جو اس کو گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا اور اگر وہ منافق ہو تو

وہ کہے گا کہ

میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا مجھے کچھ پتا نہیں۔

فرشتے کہیں گے۔

ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے۔

پھر زمین سے کہا جائے گا کہ

اس کو دباؤ، زمین اس کو دبائے گی تو اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی۔ پھر اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: 1071)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے ہم قبر تک پہنچے جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کرید رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اقدس اٹھا کر دو یا تین بار ارشاد فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا۔

جب اس سے یہ کہا جائے گا کہ

اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟

ہناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے۔
اور اس سے کہیں گے۔
تیرا رب کون ہے؟
وہ کہے گا: میرا رب اللہ عزوجل ہے۔
پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے۔
وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے۔
پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟
وہ کہے گا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
پھر وہ کہیں گے: تمہیں کیسے علم ہوا؟
وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی میں اس پر ایمان لے آیا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم: 27)

پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ
میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی موت کا تذکرہ کیا۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے۔

اور اس سے کہیں گے کہ
تیرا رب کون ہے؟
وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔
پھر وہ اس سے کہیں گے۔
تیرا دین کیا ہے؟
وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔
پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا۔

وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔

پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ

اس نے جھوٹ بولا۔ اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری جانب نکل جائیں گی پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جن کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا جس کو جن وانس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 6737)

اور یہی حدیث مبارکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں طوالت کے ساتھ اس طرح ذکر ہے۔

جب بندہ مومن کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں۔

اور اس سے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟

وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ عزوجل ہے۔

پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟

وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔

پھر پوچھتے ہیں: وہ کون سی مقدس ذات ہے جو تم میں مبعوث کیے گئے تھے۔

وہ کہتا ہے: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

فرشتے پوچھیں گے: تمہیں ان کے متعلق رسول ہونے کا علم کس طرح ہوا۔

وہ کہے گا: میں نے کتاب اللہ کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔

پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ

میرے بندہ نے سچ کہا، اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف کھڑکی کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آئے گی اور منتہائے بصر تک اس کی قبر کو وسیع کر دیا جائے گا پھر اس کے پاس ایک حسین وجمیل شخص آئے گا جس کا لباس بہت خوب صورت ہوگا اور اس کی خوشبو بہت پاکیزہ ہوگی۔

اور وہ کہے گا: تم جس سے خوش ہو تم کو وہ مبارک ہو یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

وہ مومن کہے گا: تم کون ہو؟

وہ شخص کہے گا: میں تمہارا نیک عمل ہوں۔

پس وہ شخص کہے گا: اے میرے رب عزوجل! قیامت کو قائم کر دے تا کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور کافر کی روح کو بھی اس کے جسم میں لوٹایا جائے گا اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے۔

اور اس سے پوچھیں گے: تیرا رب کون ہے؟

وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔

پھر وہ اس سے پوچھیں گے: تیرا دین کیا ہے؟

وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔

وہ پھر پوچھیں گے: وہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا۔

وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔

پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا۔

یہ جھوٹا ہے اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور دوزخ کی طرف کھڑکی کھول دو۔ پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور گرم ہوائیں آئیں گی اور اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی اور اس کے پاس ایک بہت بدصورت شخص آئے گا جس کے کپڑے بہت خراب ہوں گے اس سے سخت بدبو آ رہی ہوگی۔

وہ اس سے کہے گا: تمہیں وہ چیز مبارک ہو جو تم کو غم ناک کرے گی یہ تمہارا وہ دن ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا۔

وہ کافر پوچھے گا: تم کون ہو؟

وہ آنے والا کہے گا: میں تمہارا خبیث عمل ہوں۔

وہ کافر کہے گا: اے میرے رب عزوجل! قیامت قائم نہ کرنا۔ (مسند احمد: ج: 30، ص: 503، رقم الحدیث: 18534)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہانی سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی آنسو سے بھیگ جاتی۔

آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ

آپ رضی اللہ عنہ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نہیں روتے اور قبر کو یاد کرتے ہیں تو اس قدر روتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل قبر ہے اگر انسان کو اس منزل سے نجات مل جائے تو اس کے بعد منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں اور اگر اس منزل میں نجات نہ ہو تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہوتی ہیں۔

اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ

میں نے قبر سے زیادہ ڈراؤنا اور وحشت ناک منظر اور کوئی نہیں دیکھا۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث:2309)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔

اور اس سے کہا جاتا ہے کہ

تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟

پس اللہ تعالیٰ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے۔

پس وہ کہتا ہے کہ

میرا رب عزوجل اللہ ہے۔

اور میرا دین اسلام ہے۔

اور میرے نبی (سیدنا) محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لئے اس میں کشادگی کی جاتی ہے۔

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ

(ابراہیم:27) (معجم الکبیر، رقم الحدیث:9145)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ اپنے خچر پر سوار ہو کر بنو نجار کے باغ میں جا رہے تھے ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک جگہ پر خچر نے ٹھوکر کھائی قریب تھا کہ آپ ﷺ کو گرا دیں وہاں پر پانچ (5) یا چھ (6) یا چار (4) قبریں تھیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟

ایک شخص نے عرض کیا: میں پہچانتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ کب مرے تھے؟

اس نے عرض کیا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس امت کو اپنی قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تم کو عذاب قبر سنواتا جس کو میں سن رہا ہوں۔

پھر آپ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔
ہم نے عرض کیا: ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔
پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔
ہم نے عرض کیا: ہم عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔
پھر ارشاد فرمایا: ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔
ہم نے عرض کیا: ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔
پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔
ہم نے عرض کیا: ہم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2867)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب انسان اپنی قبر میں داخل ہوتا ہے تو اگر وہ مومن ہو تو اس کے نیک اعمال اس کا احا[طہ کر]
لیتے ہیں، نماز اور روزہ وغیرہ۔
پھر فرشتہ نماز کی طرف سے آتا ہے تو نماز اس کو لوٹا دیتی ہے پھر وہ روزہ کی طرف سے آتا ہے تو روزہ اسے لوٹا دیتا ہے
پھر فرشتہ اس کو پکار کر کہتا ہے کہ
بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ جاتا ہے۔
پھر وہ فرشتہ کہتا ہے کہ
تم اس شخص یعنی نبی کریم ﷺ کے متعلق کیا کہتے تھے۔
وہ کہے گا: کون؟
فرشتہ کہے گا: محمد مصطفیٰ ﷺ۔
وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میں اسی عقیدے پر زندہ رہا اسی پر مرا اور اسی عقیدہ پر اٹھایا جا[ؤں]
گا اور اگر وہ انسان کافر یا فاجر ہو تو جب فرشتہ اس کے پاس آئے گا تو اس کے پاس کوئی ایسا نیک عمل نہیں ہوگا جو اس کو لوٹا س[کے]
فرشتہ اس کو بٹھا کر اس سے سوال کرے گا کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے۔
وہ کہے گا: کس شخص کے بارے میں؟
وہ فرشتہ کہے گا: محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے بارے میں۔
وہ کافر کہے گا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا میں ان کے متعلق وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔

پھر فرشتہ کہے گا: تم اسی عقیدے پر زندہ رہے اسی پر مرے اور اسی پر اٹھائے جاؤ گے پھر اس کی قبر پر ایک جانور مسلط کیا جائے گا جس کے پاس ڈول کی طرح ایک آگ کا کوڑا ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس کو اس کوڑے سے مارے گا اور اس کی آواز کوئی نہیں سنے گا جس کو اس پر ترس آئے۔ (معجم الکبیر: ج:24،ص:105، رقم الحدیث:281)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک سخت گرم دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع الغرقد کے پاس سے گزرے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جوتیوں کی آہٹ سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے حتیٰ کہ لوگوں کو اپنے آگے کر دیا تا کہ آپ کے دل میں تکبر کا کوئی نہ آئے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہاں پر دو آدمیوں کی قبریں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے آج کن لوگوں کو دفن کیا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! فلاں فلاں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو اس وقت ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس کی وجہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک شخص چغلی کھاتا تھا اور دوسرا شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ کے دو ٹکڑے کر کے ان کو ان کی قبروں پر گاڑ دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تا کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو کب سے عذاب دیا جا رہا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ غیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اگر تمہارے دلوں میں وحشت نہ ہوتی تو تمہیں وہ آوازیں سنا دیتا جن کو میں سن رہا ہوں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:7869)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک شخص بنو نجار کے محلہ میں گیا۔ وہاں اس نے بنو نجار کے کچھ لوگوں کی آوازیں سنیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے اور ان کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے باہر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:6742)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک (بعض) مردوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے حتیٰ کہ جانور ان کی

آوازیں سنتے ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10459)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کافر پر (قبر میں) دو سانپ بھیجے جائیں گے۔ ایک اس کے سر کی جانب اور دوسرا اس کے پیروں کی جانب وہ اس کو کاٹتے رہیں گے جب وہ اس کو کاٹ چکیں گے تو پھر دوبارہ کاٹیں گے قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا۔ (مسند احمد: ج: 42، ص: 106، رقم الحدیث: 25189)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں اس وقت بنو نجار کے باغات میں سے ایک باغ میں تھی۔ اس میں بنو نجار کی قبریں تھیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عذاب دیئے جانے کی آوازیں سنیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے باہر آئے عذاب قبر سے پناہ طلب کرو۔

میں نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ان کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اس عذاب کو وحشی جانور سن رہے ہیں۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3125)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ کے باغات میں سے کسی باغ میں گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انسانوں کی آوازیں سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بہت دشوار کام کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ منگوا کر اس کے دو ٹکڑے کیے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 216)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں۔

اور اس سے کہتے ہیں کہ

تم اس شخص (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟
وہ کہتا ہے کہ
میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔
پھر اس سے کہا جاتا ہے۔
دیکھو! اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو، اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے جنت کے ٹھکانے سے تبدیل کر دیا ہے۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہتا ہے۔
میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔
اس سے کہا جائے گا۔
تم نے نہ کچھ جانا نہ کہا پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے اور جن وانس کے علاوہ سب اس کی چیخ کو سنتے ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1338)
ایک اور روایت میں ہے کہ
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ کھجوروں کے باغ میں تھے۔ وہ باغ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ آپ ﷺ قضاء حاجت کے لئے گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے چل رہے تھے وہ آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ ﷺ کے پہلو بہ پہلو نہیں چل رہے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک کنارے کی جانب ہو گئے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر افسوس ہے اے بلال (رضی اللہ عنہ)! کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں۔
حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کچھ نہیں سن رہا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے پھر اس قبر والے کے متعلق تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے۔ (مسند احمد: ج: 20، ص: 10، 11 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمرو بن شرحبیل سے روایت ہے کہ
ایک شخص فوت ہو گیا اس کے پاس فرشتے آئے۔
اور کہا: ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سو کوڑے ماریں گے پھر اس کی نماز، روزے اور جہاد کا ذکر کیا گیا۔
پھر کہا: اس کے عذاب میں تخفیف کر کے دس کوڑے مارو۔
پھر ان سے تخفیف کا سوال کیا حتیٰ کہ ایک کوڑا رہ گیا۔

فرشتوں نے کہا: ہم تمہیں ایک کوڑا ماریں گے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ پھر اس کو ایک کوڑا مارا جس سے اس کی قبر جلنے لگی اور وہ شخص بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ شخص ہوش میں آیا۔

تو اس نے پوچھا: تم نے مجھے کس گناہ کی وجہ سے کوڑا مارا ہے؟

فرشتوں نے کہا: تم نے ایک دن پیشاب کیا پھر وضو کیے بغیر نماز پڑھ لی اور تم نے ایک شخص کو فریاد کرتے ہوئے سنا اور اس کی فریاد رسی نہیں کی۔ (مصنف عبدالرزاق: ج:3، ص:394، رقم الحدیث:1850)

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ عذاب قبر برحق ہے جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اس کو عذاب دیا جائے گا ہاں مگر جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم و فضل ہو۔

عذاب قبر سے نجات کے اسباب

بے شک عذاب قبر برحق ہے مگر جو شخص اس کی تیاری کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ عذاب قبر سے محفوظ فرماتا ہے اس بارے میں کئی احادیث مبارکہ ہیں چند درج ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے مر گیا اس کو فتنہ قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کو قیامت کی دہشت سے مامون رکھا جائے گا اور اس کو صبح و شام جنت سے رزق دیا جائے گا اور قیامت تک اس کے صحیفہ اعمال میں سرحد کی حفاظت کرنے کا اجر لکھا جاتا رہے گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:9895)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جو شخص ہر رات کو سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے عذاب قبر کو روک لیتا ہے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اس سورت کو مانعہ کہتے تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:2896)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بیماری میں مرا وہ شہادت کی موت مرا اس کو فتنہ قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کو صبح اور شام جنت سے رزق دیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1615)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

ہر مرنے والے کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوا اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والا ہو اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا اور وہ فتنہ (عذاب) قبر سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:4624)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مقدام بن معدی کرب الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس شہید کے لئے چھ انعام ہیں۔

1-اس کا جب پہلی بار خون نکلے گا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

2-وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا۔

3-اور اس کو ایمان کامل پہنایا جائے گا۔

4-اور بڑی آنکھوں والی حور سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا۔

5-اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا۔

6-اس کو قیامت کی بڑی دہشت سے مامون رکھا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2799)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے رات کو سونے سے پہلے الم تنزیل السجدہ کو پڑھا وہ عذاب قبر سے نجات پالے گا اور قبر کے سوال و جواب کرنے والوں سے محفوظ رہے گا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 2684)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگرچہ عذاب قبر برحق ہے مگر عذاب قبر سے حفاظت کے بھی بہت سے اسباب ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی میں عافیت ہے اور ایمان کی حفاظت ہے۔

1- قال هناد يستتر مكان يستنزه .

اس مقام پر مصنف کے دو استاد ہیں۔

1-زہیر 2-ہناد

دونوں کے لفظوں میں جو فرق ہے اس کو بیان کر رہے ہیں۔

زہیر کی روایت میں یستنزہ وارد ہوا ہے۔

اور ہناد کی روایت میں یستتر وارد ہوا ہے۔

2- حدثنا عثمان بن ابی شیبہ

اس سند کا مدار حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ پر ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کے دو شاگرد ہیں۔

پہلی روایت میں اعمش تھے اور اس روایت میں منصور ہیں۔

دونوں کی روایت میں فرق یہ ہے کہ

اعمش کی روایت میں حضرت مجاہد اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان طاؤس کا واسطہ موجود ہے اور منصور کی روایت بلا واسطہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ

کون سا راستہ درست ہے؟ بالواسطہ یا بلا واسطہ؟

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ

دونوں راستے درست ہیں اور ظاہراً حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی روایت معلوم ہوتی ہے۔

اس کی صورت یہ ہوگی کہ

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کو اولاً بواسطہ طاؤس روایت پہنچی ہوگی بعد میں علو سند حاصل ہو گیا ہوگا کہ براہ راست حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سن یا اس کے برعکس ہے۔ اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں۔ اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کی دونوں طریق سے تخریج فرمائی[1] ہے اس پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں تحریر کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں سندیں واسطہ و بلا واسطہ صحیح ہیں۔

3- قال ابو داؤد قال منصور ......

یہاں سے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ بعض روایات کو تعلیقاً ذکر فرما رہے ہیں اور اس سے اصل مقصد روایات کے الفاظ مختلفہ کو بیان کرنا ہے ان تعلیقات کے ذکر کرنے سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ یہ روایت جس طرح حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ سے روایت ہے اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے۔

پھر اس میں اختلاف ہے۔

بعض نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے اور بعض نے اس کو موقوفاً نقل کیا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْبَوْلِ قَائِمًا

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

اس باب میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے

21 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ وَهَذَا لَفْظُ حَفْصٍ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ قَالَ أَبُو دَاوُد قَالَ مُسَدَّدٌ قَالَ فَذَهَبْتُ أَتَبَاعَدُ فَدَعَانِي حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑے پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر پانی طلب فرما کر اپنے موزوں پر مسح کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسدد نے فرمایا کہ میں پیچھے ہونے لگا تو مجھے بلا لیا حتیٰ کہ میں آپ کی پشت کے پیچھے تھا۔

(سنن النسائی بشرح السیوطی وحاشیۃ السندی: ج:۱،ص: ۳۰، سنن الکبریٰ للبیہقی، ج۱ص۱۰۰، مستدرک ج۱،ص۲۹۰، معجم الاوسط، ج۹،ص۱۴۶)

تشریح:

یہ مسئلہ اختلافی ہے۔

حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مطلقاً مکروہ ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر چھینٹے پڑنے کا اندیشہ ہے تو ناجائز اگر چھینٹے پڑنے کا اندیشہ نہیں تو جائز ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مطلقاً بلا کراہت جائز ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس میں چند توجیہات ہیں۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک میں درد تھا علاج کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب کیا کیونکہ اہل عرب کے ہاں یہ علاج مجرب تھا اس سے درد ختم ہو جاتا تھا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے میں درد تھا بیٹھ نہیں سکتے تھے جس طرح کہ بیہقی اور ابوداؤد میں وارد ہوا ہے۔

بال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائما من جرح بما بضہ

تیسری توجیہ یہ ہے کہ

بیٹھ کر پیشاب میں چھینٹے پڑنے کا خطرہ تھا اسی لیے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ

جس جگہ پیشاب کیا وہ کوڑے کا ڈھیر تھا اگر بیٹھ کر پیشاب کرتے تو قوی امکان تھا کہ کپڑے خراب ہو جاتے۔ اسی لیے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

اس روایت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا مگر ترمذی کی حدیث مبارکہ ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو تمہیں یہ بیان کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس کی تصدیق نہ کی جائے۔ ان دونوں احادیث مبارکہ میں تعارض واقع ہو رہا ہے۔

اس کے چند جواب ہیں۔

1-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر کے متعلق فرمایا کہ آپ ﷺ نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا یہ واقعہ سفر کا ہے۔

2-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے علم کے مطابق کہہ رہی ہیں آپ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کا علم نہ تھا کیونکہ یہ گھر سے باہر کا واقعہ ہے۔

3-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں کان کا لفظ ہے جو عادت پر دلالت کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عادت کی نفی فرما رہی ہیں یعنی کوئی شخص اگر یہ کہے کہ آپ ﷺ کی عادت کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی تھی اس کی تصدیق نہ کرنا۔ایک آدھ واقعہ سے عادت نہیں بن جاتی اس کی نفی نہیں فرمائی جس طرح کہ سر کے بال رکھنا سنت ہے مگر آپ ﷺ نے ایک دوبار بال بھی منڈوائے یہ سنت نہیں ہے صرف جواز ہے کہ بال منڈوانا استرا کرنا بھی جائز ہے۔

بہر حال ایک جگہ مداومت اور دوسری جگہ وقتی مجبوری لہٰذا ایک پختہ عادت اور کہاں عذر مجبوری پر مبنی ایک خصوصی واقعہ ایسے واقعات اصول نہیں بنتے نہ مسئلوں کی بنیاد ہوتے ہیں البتہ یہ امر مجبوری و عذر رخصت و اجازت کا ایک طریقہ بن جاتے ہیں اس لیے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے اور طریقہ کفار ہے جاہلیت کے لوگ گدھے بیل کی طرح کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے اگر اس میں بے پردگی یا کپڑوں پر چھینٹے پڑیں یا مشابہت کفار فیشن کے لئے ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی، مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز۔(مراق المناجیح: ج:1،ص:252)

قولہ ح و حدثنا مسدد

ابوداؤد کی احادیث مبارکہ میں یہ ''ح'' پہلی بار آئی یہ ''ح'' محدثین کی اصطلاح ہے جب کسی حدیث کی دو یا دو سے زیادہ سندیں ہوتی ہیں جو شروع میں مختلف ہوں اور آگے چل کر ایک ہو جاتی ہیں تو وہاں پر مصنفین اختصار کے لئے اس طرح کرتے ہیں کہ پہلی سند کا جو حصہ غیر مشترک ہے صرف اسی کو لکھتے ہیں اور اس کے بعد حاء لکھ کر دوسری سند شروع کر کے اس کو اخیر تک لکھ دیتے ہیں جس میں دونوں سندوں کا مشترک حصہ بھی آ جاتا ہے۔اس صورت میں اختصار اس طور پر ہوا کہ جو حصہ مشترک تھا وہ صرف ایک بار ہی ذکر کرنا پڑا ہر ایک سند کو اگر پورا لکھا جاتا تو پھر ظاہر ہے کہ اس میں تکرار اور طوالت ہو جاتی اب یہاں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ سند ثانی میں سند کا مشترک حصہ کس راوی سے شروع ہو رہا ہے اس میں بعض مرتبہ غلطی بھی ہو جاتی ہے اور اس راوی کو ملتقی السندین کہتے ہیں۔

اب اس میں اختلاف ہے کہ

یہ لفظ حاء مہملہ ہے یا خاء معجمہ ہے۔

اس میں دو قول ہیں۔

اگر خاء معجمہ ہے تو پھر اس میں دو قول ہیں۔

اول یہ کہ

یہ مخفف ہے الٰی آخرہ کا یعنی الٰی آخر السند

دوسرا قول یہ ہے کہ

یہ مخفف ہے و بسند آخر کا۔

اور اگر حاء مہملہ ہو تو یہ کس کا مخفف ہے اس میں چار قول ہیں۔

1-مخفف ہے اصح کا 2-مخفف ہے الحدیث کا 3-مخفف ہے الحائل کا

4-مخفف ہے التحویل کا۔

پھر ایک دوسرا اختلاف یہاں پر ہے وہ یہ ہے کہ اس لفظ کو پڑھا کس طرح جائے۔

جواب یہ ہے کہ

مغاربہ جب یہاں پہنچتے ہیں تو اس کو التحویل پڑھتے اور مشارقہ جس میں ہم لوگ بھی داخل ہیں اس کو ح حروف تہجی کی طرح پڑھتے ہیں۔

یہاں پر دونوں سندیں سلیمان پر آ کر مل رہی ہیں یعنی شعبہ اور ابوعوانہ دونوں اس حدیث کو سلیمان سے روایت کرتے ہیں۔

سلیمان سے سند کا مشترکہ حصہ شروع ہو رہا ہے تو سلیمان ملتقی السندیں ہوئے۔ سلیمان یہ سلیمان بن مہران ہیں مشہور اعمش سے ہیں۔

ابوعوانہ یہ کنیت ہے نام کا ان کا وضاح بن عبداللہ ہے۔ ابووائل ان کا نام شقیق بن سلمہ ہے۔

واللہ و سولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يَبُوْلُ بِاللَّيْلِ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ يَضَعُهُ عِنْدَهُ

رات کو پیشاب کرنے کے لئے برتن اپنے ساتھ رکھنا

22 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ حُكَيْمَةَ بِنْتِ أُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ عَنْ أُمِّهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ مِّنْ عِيْدَانٍ تَحْتَ سَرِيْرِهٖ يَبُوْلُ فِيْهِ بِاللَّيْلِ

امیمہ بنت رقیقہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ ﷺ کے تخت

کے نیچے رکھا رہتا تھا جس میں آپ ﷺ رات کو پیشاب کرتے تھے۔

(مستدرک: ج:۱،ص:۲۷۲'السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:۱،ص:۹۹'معجم الکبیر: ج:۲۴،ص:۱۸۹'سنن نسائی: ج:۱،ص:۶۱)

تشریح:

قوله قدح من عیدان

یہ لفظ عیدان بفتح العین بکسر العین دونوں طرح ہے اگر بالفتح ہے تو جمع ہے عیدانة کی اور عیدانه کہا جاتا ہے کھجور کے تنے کو۔

مطلب یہ ہوا کہ

آپ ﷺ کے پاس لکڑی کا پیالہ تھا۔

ابوداؤد میں تو صرف اتنی ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں آپ ﷺ پیشاب کرتے تھے مگر دار قطنی، بیہقی، مستدرک حاکم وغیرہ میں اس حدیث کے الفاظ زائد ہیں وہ اس طرح ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ اس پیالہ میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک آؤ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ تو میں نے پی لیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہیں پیٹ کی بیماری کبھی لاحق نہ ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کے فضلات کریمہ طاہر ہیں۔

نسیم الریاض میں ہے: علامہ نووی نے کہا: پیشاب پینے والی حدیث صحیح حسن ہے اور یہ طہارت پر استدلال کے لئے کافی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس فعل پر انکار نہیں کیا نہ منہ دھونے کا حکم دیا اور نہ دوبارہ پینے سے منع کیا۔

قاضی حسین نے کہا: تمام فضلات کی طہارت کا قول زیادہ صحیح ہے اور یہی کثیر متاخرین کا مختار ہے۔

(نسیم الریاض، ج:1،ص:354)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: حاکم اور دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے رات کو ایک جانب رکھے ہوئے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی میں نے اس کو پی لیا درآں حالیکہ مجھے پتا نہیں تھا۔

جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام ایمن (رضی اللہ عنہا) اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو۔

میں نے عرض کیا: اس میں جو کچھ تھا وہ میں نے پی لیا۔

آپ ﷺ ہنسے اور ارشاد فرمایا: بخدا تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔

اور امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے۔

ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے خبر دی گئی کہ نبی کریم ﷺ لکڑی کے پیالے میں پیشاب کرتے تھے جس کو آپ ﷺ کے

تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا ایک دن آپ ﷺ نے وہ پیالہ دیکھا تو اس میں کچھ نہیں تھا۔ ایک عورت جس کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں اور ان کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی۔

آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: اس پیالہ میں جو پیشاب تھا وہ کہاں ہے؟

اس نے کہا: اس کو میں نے پی لیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام یوسف! تم صحت مندر ہو گی۔

ابن دحیہ نے کہا: یہ دو مختلف عورتوں کے دو مختلف واقعے ہیں۔ پہلی عورت برکہ ام ایمن ہیں اور دوسری عورت برکہ ام یوسف ہیں۔ (نسیم الریاض: ج:1، ص:363)

پیشاب کا تو بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشاہدہ کیا۔

آپ ﷺ کی خادمہ برکہ ام ایمن نے آپ ﷺ کا پیشاب پیا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ برکہ ام یوسف نے آپ ﷺ کا پیشاب پیا۔ آپ ﷺ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ ﷺ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ اسی میں پیشاب کرتے تھے اور دوسری برکہ نے اس کو پی لیا۔

تو آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: اے ام یوسف تم تندرست ہو گئیں اور وہ مرض موت کے سوا پھر کبھی بیمار نہیں ہوئیں۔

اور پہلی برکہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے گھر کی ایک جانب رکھے ہوئے ٹھیکرے میں پیشاب کیا۔

وہ کہتی ہیں کہ

میں رات کو پیاس سے اٹھی اور جو کچھ اس ٹھیکرے میں موجود تھا میں نے اس کو پی لیا اور مجھے پتا نہیں چلا۔

صبح کو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام ایمن جو کچھ اس ٹھیکرے میں ہے اس کو پھینک دو۔

میں نے عرض کیا: بخدا! جو کچھ اس میں تھا میں نے پی لیا پھر رسول اللہ ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی داڑھیں مبارکہ ظاہر ہو گئیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمارے آئمہ متقدمین اور دوسرے آئمہ کی ایک جماعت نے ان احادیث مبارکہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فضلات طاہر ہیں اور متاخرین کی ایک جماعت کا بھی یہی مختار ہے اور طہارت فضلات پر بکثرت دلائل ہیں اور آئمہ نے اس کو آپ ﷺ کی خصوصیت میں سے شمار کیا ہے۔ (فتح الباری: ج:1، ص:272)

قوله اميمه بنت رقيقة امیمہ بنت رقیقہ صحابیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کا نام عبداللہ اور ماں کا نام رقیقہ ہے یا

حضور ﷺ کی پھوپھی ہیں یعنی آپ ﷺ کے والد کی ماں شریکی ہمشیرہ یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں رشتے ہی ہوں۔واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْمَوَاضِعِ الَّتِیْ نَهَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبَوْلِ فِيْهَا

جن جگہوں پر نبی کریم ﷺ نے پیشاب کرنے سے روکا

اس باب میں ان احادیث مبارکہ کو ذکر کیا گیا ہے جس سے خاص جگہوں پر پیشاب کرنے سے روکا گیا ہے۔

23 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ قَالُوْا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ يَتَخَلّٰى فِیْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ ظِلِّهِمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لعنت کے دو کاموں سے بچو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ لعنت کے دو کام کون سے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے راستوں یا سایہ دار مقامات سے رفع حاجت سے فراغت پانا۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: ج:۱،ص:۶۳،سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:۱،ص:۹۷،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج:۱،ص:۲۷۳)

24 - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِیُّ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَبُوْ حَفْصٍ وَحَدِيْثُهٗ اَتَمُّ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْحَكَمِ حَدَّثَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنِیْ حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ الْحِمْيَرِیَّ حَدَّثَهٗ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ الْبَرَازَ فِی الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَالظِّلِّ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لعنت کے تین کاموں سے بچو۔ دریاؤں کے گھاٹ لوگوں کے راستے اور سائے میں رفع حاجت کرنے سے۔

(معجم الکبیر: ج:۲۰،ص:۱۳۳،سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:۱،ص:۹۷،مستدرک: ج:۱،ص:۲۷۳)

تشریح:

پہلی حدیث مبارکہ میں لعنت کے دو اسباب ذکر کیے گئے ہیں۔

1-لوگوں کے راستے میں پیشاب کرنا

2-سایہ دار مقامات پر پیشاب کرنا

دوسری حدیث مبارکہ میں لعنت کے تین اسباب ذکر کیے گئے ہیں۔

1-دریاؤں کی گھاٹ میں بول و براز کرنا

2-لوگوں کے راستے میں بول و براز کرنا

3-سائے میں بول و براز کرنا۔

لوگوں کے راستے میں بول و براز کرنے سے اس لیے روکا گیا کیونکہ یہ لوگوں کی آمد و رفت کی جگہ ہے تاکہ لوگوں کو اس بول و براز کی وجہ سے اذیت نہ پہنچے۔اور سائے میں بول و براز کرنے سے اس لیے روکا گیا کیونکہ وہ جانوروں اور انسانوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور دریاؤں کے گھاٹ میں پیشاب کرنے سے اس لیے روکا گیا کیونکہ یہاں سے لوگ دریا میں اترتے ہیں اور ان کو اذیت ہوگی۔

لعنت کے متعلق ایک طویل بحث ہے اس لیے چند چیدہ چیدہ مسائل ضروری عرض کرتا ہوں۔

لعنت کی تعریف

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

لعنت کا معنیٰ ہے کسی شخص کو رد کرنا از روئے غضب کسی شخص کو دھتکارنا آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا معنیٰ ہے اس کو سزا اور عذاب دینا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا معنیٰ ہے اس پر رحمت نہ فرمانا اور اس کو نیکی کی توفیق نہ دینا اور جب انسان کسی پر لعنت کرے تو اس کا معنیٰ ہے اس کو بددعا دینا۔(المفردات:ص:451)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

لعنت کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا ہے اور یہ صرف کافر پر کی جاتی ہے اس لیے جس معین شخص کی کفر پر موت کا دلیل سے علم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مشہور ہو فاسق ہو جس طرح کہ یزید ہے معتمد قول پر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اس کے برخلاف ابلیس، ابولہب اور ابوجہل پر لعنت کرنا جائز ہے اور غیر معین شخص پر بہ طور وصف لعنت کرنا جائز ہے جیسے جھوٹوں پر لعنت ہو اور ظالموں پر لعنت ہو یعنی یہ کافروں کا وصف ہے اس سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہئے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اس وصف پر لعنت کی جائے جو گناہ کبیرہ ہو کیونکہ گناہ کبیرہ کے علاوہ گناہ صغیرہ اور مکروہ تنزیہی پر بھی لعنت کی گئی ہے جیسے تصویر بنانے والوں پر اور اس شخص پر جو لوگوں کی کراہت کے باوجود ان کی امامت کرے اور جو شخص راستے میں قضاء حاجت کرے اور جو عورت اپنے ہاتھوں پر مہندی نہ لگائے اور جو عورت خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے اور مشت زن پر وغیرہا۔

لیکن جو کہتے ہیں کہ معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے ان پر یہ اشکال وارد ہوگا کہ قرآن مجید میں ہے کہ جو شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس اپنے علاوہ اور کوئی گواہ نہ ہو وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچوں میں سے ہے۔

اور پانچویں بار یہ کہے: اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ○ (النور:7)
اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔
یہ لعنت مشروع کی گئی ہے اور یہ معین شخص پر لعنت ہے۔
اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ
یہ اس کے جھوٹے ہونے کی صورت میں اس پر لعنت ہے لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ بہر حال یہ معین شخص پر لعنت ہے پھر میں نے علامہ قہستانی کی بحث لعان میں دیکھا کہ لعن کا معنیٰ لغت میں دور کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں اس کا معنیٰ ہے کفار کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا اور مومنین کے حق میں اس کا معنیٰ ہے درجہ ابرار سے ان کو ساقط کرنا۔
البحر الرائق کی لعان کی بحث میں مذکور ہے۔
اگر تم یہ پوچھو کہ آیا کاذب معین پر لعنت کرنا مشروع ہے۔
تو میں کہوں گا کہ
غایۃ البیان کی عدت کی بحث میں لکھا ہے کہ
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جس سے چاہوں مباہلہ کر سکتا ہوں۔
اور مباہلہ کا معنیٰ ہے: ایک دوسرے پر لعنت کرنا اور ان کا جب کسی سے اختلاف ہوتا تھا تو وہ کہتے تھے۔
ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔
اور انہوں نے کہا: یہ ہمارے زمانہ میں بھی جائز ہے۔
اور اس بحث میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ
ایسی صورتوں میں لعنت سے مراد ہے۔
ابرار یعنی نیک لوگوں کے درجہ سے دور کرنا نہ کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے دور کرنا۔ (ردالمحتار: ج:5، ص:42)

لاعن میں احتمال

1- قولہ اتقوا للاعین
لاعن میں دو احتمال ہیں۔
یا یہ اسم فاعل اپنے معنیٰ میں ہے یا بمعنی ملعون ہے اس سے کہ بعض دفعہ فاعل مفعول کے معنیٰ میں آتا ہے۔
جس طرح کہا جاتا ہے۔
لئر کاتم
یعنی مکتوم

یہاں لاعن بمعنی ملعون ہے اور بہر حال مضاف مقدر ہے یعنی اتقوا فعل اللاعنین اس لیے ذات لاعن سے بچنا مقصود نہیں بلکہ اس فعل سے بچنا ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ

اے لوگو! ان دو کاموں سے بچو جن کے کرنے والے ملعون ہیں۔

لوگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں اور بددعائیں دیتے ہیں اور اگر لاعن کو اپنے معنیٰ میں لیا جائے تو وہ اس لحاظ سے کہ یہ دو شخص چونکہ اپنے اختیار سے ایسا کام کر رہے ہیں جس پر لعنت مرتب ہوتی ہے تو گویا وہ خود ہی اپنے اوپر لعنت بھیجنے والے ہیں۔

2- اتقوا الملاعن الثلثة

ملاعن یا جمع ہے ملعن کی یا ملعنہ کی اور دونوں صورتوں میں مصدر میمی ہے یا ظرف مکان ہے بمعنی مواضع اللعن۔ نیز ملعنہ سبب لعن کے معنیٰ میں بھی آتا ہے ایک صورت میں مطلب ہوگا کہ لعنتوں سے بچو اور ایک صورت میں مطلب ہوگا مواضع لعن سے بچو اور ایک صورت میں مطلب ہوگا اسباب لعن سے بچو جو تین ہیں۔

1- البراز فی الموارد　　2- البراز فی قارعة الطریق

3- البراز فی الظل۔

والله و رسوله اعلم عزوجل وصلی الله علیه وسلم

بَاب فِی الْبَوْلِ فِی الْمُسْتَحَمِّ

غسل خانہ میں پیشاب کرنا

مستحم حمیم سے نکلا جس کے معنیٰ گرم پانی کے ہیں لہٰذا مستحم کے معنیٰ ماء حمیم کے استعمال کی جگہ ہوئے اس کے بعد اس کا اطلاق غسل خانہ پر ہونے لگا اگرچہ اس میں ماء حمیم استعمال ہو یا ماء بارد استعمال ہو۔

25 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَحْمَدُ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ اَخْبَرَنِی اَشْعَثُ وَقَالَ الْحَسَنُ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ مُسْتَحَمِّهٖ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْهِ قَالَ اَحْمَدُ ثُمَّ یَتَوَضَّاُ فِیْهِ فَاِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص بھی غسل خانے میں پیشاب نہ کرے کیونکہ پھر وہ اس میں غسل کرے گا۔ اور امام احمد نے فرمایا: پھر وہ اس میں وضو

کرے گا کیونکہ اس سے عام وسوسے ہوتے ہیں۔

(الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ: ج:۱،ص:۳۶۸ 'السنن الصغیر للبیہقی: ج:۱،ص:۵۵ 'سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:۱،ص:۹۸ 'مستدرک: ج:۱،ص:۲۷۳)

26 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حُمَيْدِ الْحِمْيَرِيِّ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبَهُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّمْتَشِطَ اَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ اَوْ يَبُوْلَ فِيْ مُغْتَسَلِهٖ

حمید حمیری اور وہ ابن عبد الرحمٰن ہیں سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے اس صحبت یافتہ سے ملا جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو صحبت میسر تھی۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر روز کنگھا کرنے اور اپنے غسل کرنے کے مقام پر پیشاب کرنے سے روکا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:۱،ص:۹۸ 'مستدرک ج:۱،ص:۲۷۳ 'سنن اللنسائی: جز:۱،ص ۸۷ 'مسند احمد: جز۳۶،ص ۴۳۵)

تشریح:

قولہ ثم یغتسل فیہ

یہاں پر ثم استبعاد کے لئے ہے یعنی یہ بات عقل مند سے بعید ہے کہ جہاں نہائے وہیں پیشاب کرے۔

کون سے غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

جمہور کے نزدیک یہ ہے کہ

اس سے ارض رخوہ مراد ہے یعنی وہ غسل خانہ جس کی زمین کچی ہو کیونکہ اس میں ناپاک اور گندہ پانی جمع ہوگا اور اگر غسل خانہ میں پختہ فرش یا پتھر رکھا ہوا ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ممانعت اس صورت میں ہے جب غسل خانہ میں پختہ فرش ہو اور اگر نرم زمین ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اس لیے کہ نرم زمین پانی اور پیشاب کو جذب کر لے گی وہ اندر اتر تا جائے گا بخلاف پتھر اور پختہ فرش کے اس پر جب پانی پڑے گا تو اچھلے گا جس سے وساوس پیدا ہوں گے۔

اور مراۃ المناجیح میں ہے۔

اگر غسل خانہ کی زمین پختہ ہو اور اس میں پانی خارج ہونے کی نال بھی ہو تو وہاں پیشاب کرنے میں حرج نہیں اگر چہ بہتر ہے کہ نہ کرے لیکن اگر زمین کچی ہو اور پانی نکلنے کا راستہ بھی نہ ہو تو پیشاب کرنا سخت برا ہے کہ زمین نجس ہو جائے گی اور غسل یا وضو میں گندا پانی جسم پر پڑے گا یہاں دوسری صورت ہی مراد ہے اسی لیے تاکیدی ممانعت فرمائی گئی۔ یعنی اس سے وسوسوں اور

وہم کی بیماری پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تجربہ ہے یا گندی چھینٹیں پڑنے کا وسوسہ رہے گا پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

(مراۃ المناجیح: ج:1،ص:249)

اور رہا یہ کہ آپ ﷺ نے ہر روز کنگھا کرنے سے منع فرمایا اس سے مراد تنعم و ترفہ سے منع کرنا ہے کیونکہ مرد مجاہد ہوتا ہے جہاد اور دیگر کاموں میں اپنا وقت صرف کرتا ہے عورتوں کی طرح ہر وقت سنورنے میں نہیں لگتا۔

سوال

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ شمائل ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر دھن راسہ و تسریح لحیتہ

ان دونوں احادیث مبارکہ میں پھر تو تعارض ہوا کہ یہاں ہر روز کنگھی کرنے سے منع فرمایا اور اس میں اکثر کنگھا کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ان میں تعارض نہیں کیونکہ ہفتے میں دو یا تین دن کنگھا کرنا یا ضرورت کے مطابق کنگھا کرنے پر کثرت کا اطلاق ہوتا ہے اور یہ ہر روز کنگھا کرنا نہیں بنتا۔

قولہ قال احمد......

اس سند میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے دو استاد ہیں۔

1-احمد　　　2-حسن بن علی

دونوں کی بیان کردہ سند میں فرق ہے لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر اس فرق کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کس نے کس طرح سند بیان کی۔

چنانچہ فرمایا کہ

عبدالرزاق سے آگے جو سند ہے اس کو احمد نے اس طرح بیان کیا۔

قال حدثنا معمر قال اخبرنی اشعث

اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے استاد یعنی حسن بن علی نے اس طرح کہا۔

عن اشعث بن عبداللہ

اب اس میں دو فرق ہوئے۔

ایک یہ کہ

احمد کی روایت میں اخبار کی صراحت ہے اور حسن نے روایت کو بطریق عنعنہ بیان کیا جائے اخبرنی کے عن اشعث کہا۔

دوسرا فرق یہ کہ

احمد کے کلام میں اشعث غیر منسوب واقع ہوا ہے اور حسن کے کلام میں نسبت کے ساتھ۔

چنانچہ انہوں نے کہا: اشعث بن عبداللہ

2- حدثنا احمد بن یونس قوله لقیت رجلاً الخ

یہ رجل مبہم صحابی ہیں اور صحابی کے مجہول ہونے سے روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لیے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں۔

اس رجل مبہم کی تعیین میں تین احتمال لکھے گئے ہیں۔

1-عبداللہ بن سرجس 2-حکم بن عمرو الغفاری 3-عبداللہ بن مغفل

سند کے یہ الفاظ اسی طرح آگے باب الوضوء بفضل طہور المرأۃ سے اگلے باب میں آ رہے ہیں۔

سوال

امام احمد اور حسن دونوں امام داؤد رحمۃ اللہ کے استاد ہیں۔

ان دونوں کے استاد حضرت معمر ہیں امام ابوداؤد نے احمد کے بعد معمر کا ذکر کیا حسن کے بعد نہیں کیا۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ حسن معمر کے شاگرد نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

مقعدان کی سند میں کچھ فرق بیان کرنا ہے اس واسطے اس کو واضح کر دیا کہ امام احمد نے اخبرنی کے ساتھ روایت کیا ہے اور اشعث کی ولایت بیان نہیں کی اور حسن سے عن سے روایت کیا ہے اور اشعث کی ولدیت بیان کی ہے اور حضرت معمر کے احمد اور حسن دونوں شاگرد ہیں۔ یہ بات مشہور ہے لہٰذا بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم

بَاب النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ

سوراخ میں پیشاب کرنے کا منع ہونا

اس باب میں سوراخ میں پیشاب سے منع کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

27- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّبَالَ فِي الْجُحْرِ قَالُوْا

لِقَتَادَةَ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ قَالَ كَانَ يُقَالُ اِنَّهَا مَسَاكِنُ الْجِنِّ

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے روکا ہے۔ حضرت قتادہ سے استفسار کیا گیا۔ سوراخ میں پیشاب کرنا کیوں مکروہ ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ جنات کی رہائش گاہ ہے۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: ج:۱ص:۶۷، مستدرک: جز۱ص۲۹۷، سنن نسائی: جز:۱ص۶۵، شرح السنۃ للبغوی جز:۱ص۱۶۲)

تشریح:

اکثر سوراخوں میں زہریلے جانور چیونٹیاں وغیرہ کمزور جانور رہتے ہیں۔ چیونٹیاں پیشاب یا پانی سے تکلیف پائیں گی یا سانپ وجن نکل کر ہمیں تکلیف دیں گے اس لیے وہاں پیشاب کرنا منع فرمایا گیا۔ چنانچہ سعد بن عبادہ انصاری کی وفات اس سے ہوئی کہ آپ نے ایک سوراخ میں پیشاب کیا جن نے نکل کر آپ کو ہلاک کر دیا۔

لوگوں نے اس سوراخ سے یہ آواز سنی۔

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ

فرميناه بسهم فلم يخطئى فؤاده (مراۃ المناجیح: ج:1ص:249،250)

قوله قال قالو القتادہ .

قال کی ضمیر راجع ہے قتادہ کے شاگرد کی طرف جو اس سند میں ہشام ہیں ہشام نے کہا کہ قتادہ کے شاگردوں نے قتادہ سے پوچھا کہ سوراخ میں پیشاب کرنے کی کراہیت کیا ہے۔ تو پھر انہوں نے جواب دیا کہ سوراخ میں جنات ہوتے ہیں۔

اور عبداللہ بن سرجس قبیلہ مزینہ یا قبیلہ بنی مخزوم سے ہیں بصرہ کے رہنے والے ہیں آپ کے والد کا نام سرجس ہے یا نرجس ہے۔

جنات کا انسانوں پر کوئی تصرف نہیں

اس حدیث مبارکہ میں سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ اس میں جنات ہوتے ہیں، کیا ان جنات کا انسانوں پر تصرف چلتا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: اگر جنات اور شیاطین لوگوں کو مخبوط کرنے اور ان کی عقل کو ضائع کرنے پر قادر ہوں تو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ انسان کے بہت بڑے دشمن ہیں تو وہ اکثر انسانوں کی عقلوں کو ضائع کیوں نہیں کرتے خصوصاً علماء، فضلاء اور عبادت گزار زاہدوں کی کیونکہ جنات کی علماء اور زاہدوں کے ساتھ عداوت بہت زیادہ ہے اور جب کہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ جنات اور شیاطین کو انسانوں پر کسی وجہ سے قدرت حاصل نہیں ہے اور اس نظریہ کے بطلان پر قرآن مجید کی یہ آیت واضح دلیل ہے۔

شیطان قیامت کے دن دوزخیوں سے کہے گا۔

ترجمہ:- اور مجھے تم پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر یہ کہ میں نے تمہیں بلایا اور تم نے میری بات مان لی۔ (تفسیر کبیر: ج:5،ص:224)

جن کی دو اقسام

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: جن کی دو قسمیں ہیں:

1- ایک قسم روحانیین ہے۔

یہ انسان کے تمام حواس سے مخفی ہوتے ہیں اس اعتبار سے جن میں ملائکہ اور شیاطین دونوں داخل ہیں لہٰذا ہر فرشتہ جن ہے لیکن ہر جن فرشتہ نہیں ہے اس معنیٰ کی بناء پر ابو صالح نے کہا تمام فرشتے جن ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

روحانیین کی تین قسمیں ہیں۔

ان میں سے اخیار فرشتے ہیں۔

اور اشرار شیاطین ہیں۔

اور اوساط میں اخیار اور اشرار دونوں ہیں اور ان ہی کو جن کہتے ہیں۔

اور اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے اللہ تعالیٰ نے جنات کا یہ قول نقل فرمایا:

ترجمہ:- اور بے شک ہم میں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے ہیں سو جس نے اطاعت کی اس نے نیکی کا راستہ تلاش کر لیا اور جس نے نافرمانی کی تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

اور الجان جن کی ایک قسم ہے۔ (المفردات: ج:1،ص:128،129)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ

جب بیت الخلاء سے نکلے تو کیا کہے؟

اس باب میں بیت الخلاء سے نکلتے وقت کی دعا ذکر کی گئی ہے۔

---

28 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ حَدَّثَتْنِیْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْغَائِطِ قَالَ غُفْرَانَكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوسف بن ابو بردہ کے والد کو بتایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے تشریف لاتے۔تو ارشاد فرماتے: مغفرت تیری جانب سے ہے۔

(الادب المفرد: ج:۱ص: ۲۴۰' السنن الصغیر: جز:۱ص ۶۰' السنن الکبریٰ للنسائی: جز:۶ص ۲۴' مستدرک: جز ۱ص ۲۶۱)

تشریح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو غفرانک پڑھتے جبکہ دوسری احادیث میں اس کے علاوہ اور بھی دعائیں آئی ہیں۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے۔

الحمد لله الذی اذهب عنی الاذٰی وعافانی

اور ایک روایت میں ہے۔

الحمد لله الذی اذهب عنی ما یؤذینی وابقامی ما ینفعنی

اس میں بہتر یہ ہے کہ دونوں دعاؤں کو پڑھا جائے۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس دعا کو اس جگہ پر پڑھنے سے کیا مناسبت ہے۔

اس کی مختلف توجیہات ہیں۔

1-غفرانك بمعنی شکرانك کے ہے۔

جس طرح کہ

الحمد لله الذی اذهب عنی الاذی وعافنی کی دعا سے مقصد شکر ادا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے جسم سے تکلیف شدہ چیز کو باہر نکالا۔

2-بیت الخلاء میں بھی ذکر قلبی جاری رہتا تھا مگر یہ حالت گھٹیا ہے اس پر مغفرت فرماتے تھے۔

3-بیت الخلاء میں ذکر لسانی نہ کر سکنے پر مغفرت طلب فرماتے کہ اتنا وقت بغیر ذکر لسانی کے گزرا۔

4-بیت الخلاء میں خبث جنوں کے رہنے کی جگہ ہے وہ وساوس ڈالتے ہیں اور شرارتیں کرتے ہیں تو اس موقع پر برے برے خیالات آسکتے ہیں اس پر استغفار کی تعلیم ارشاد فرمائی۔

5-حضرت آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل فرماتے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر اتارے گئے تو ان کو پہلی بار حاجت پیش آئی جو جنت میں پیش نہ آتی تھی تو ان کو اپنی لغزش کا احساس ہوا کہ میرے بدن سے تو عجیب چیزیں خارج ہونے لگی ہیں تو اس وقت استغفار فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی سنت پر عمل کر کے غفرانك فرماتے تھے۔

اور مراۃ المناجیح میں ہے۔

پاخانہ سے فارغ ہو کر مغفرت مانگنے کی دو وجہ ہیں۔

ایک یہ کہ

فراغت کا وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزرا کیونکہ حضور ﷺ سوائے اس حالت کے تمام حالات میں ذکر اللہ کرتے تھے خداوندا اس کوتاہی کو معاف کر۔

دوسرے یہ کہ

یہ خیریت سے پاخانہ ہو جانا خدا عزوجل کی بڑی نعمت ہے جس کے شکریہ سے زبان قاصر ہے خدایا (عزوجل) اس قصور کو معاف کر۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کی استغفارہ امت کی تعلیم کے لئے ہے۔ (مراۃ المناجیح: ج:1، ص:251)

غفرانک میں دو احتمال

غفرانک میں دو احتمال ہیں۔

1- مفعول مطلق ہونے کا 2- مفعول بہ ہونے کا

تقدیر عبارت ہوگی۔

اغفر غفرانك یا اسألك غفرانك

اے اللہ عزوجل میں تیری مغفرت چاہتا ہوں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَرَاهِيَةِ مَسِّ الذَّكَرِ بِالْيَمِينِ فِي الِاسْتِبْرَاءِ

استنجاء کے دوران سیدھا ہاتھ استعمال کرنے کی کراہیت

اس باب میں استنجاء کے دوران سیدھا ہاتھ استعمال کرنے کی کراہیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

29 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ وَإِذَا شَرِبَ فَلَا يَشْرَبْ نَفَسًا وَاحِدًا

یحییٰ بن عبد اللہ بن ابو قتادہ نے اپنے والد محترم سے روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو سیدھے ہاتھ سے چھوئے اور جب بیت الخلاء میں آئے تو سیدھے

ہاتھ سے استنجاء نہ کرے اور جب پیئے تو ایک ہی سانس میں نہ پئے۔

(سنن الدارمی: ج:۲، ص:۲۶۹، سنن نسائی: جز:۱ص۹۰، شرح السنۃ للبغوی: جز:۱ص۱۵۵، صحیح ابن خزیمہ: جز:۱ص۴۳)

30 – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اٰدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ الْمِصِّيصِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اَيُّوْبَ يَعْنِيْ الْاِفْرِيْقِيَّ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ وَمَعْبَدٍ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ حَفْصَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِيْنَهُ لِطَعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ وَيَجْعَلُ شِمَالَهُ لِمَا سِوٰى ذٰلِكَ

حارثہ بن وہب خزاعی نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مبارکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ کھانے اور پینے اور کپڑے پہننے کے لئے سیدھا ہاتھ اقدس استعمال فرماتے تھے اور ان کے علاوہ الٹا استعمال فرماتے تھے۔

(معجم الکبیر: ج:۲۳، ص:۲۰۳، شرح السنۃ للبغوی: جز:۱، ص۱۵۶، مسند احمد: جز:۲۳، ص۲۳۹، شعب الایمان، جز:۵، ص۷۷)

31 – حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنِيْ عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ اَبِيْ مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهِ وَطَعَامِهِ وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ اَذًى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بُزَيْعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سیدھا ہاتھ اقدس طہارت اور کھانے کے لئے اور الٹا ہاتھ اقدس بیت الخلاء اور نجاست دور کرنے کے لئے استعمال فرماتے تھے۔ اور محمد بن حاتم بن بزیع، عبدالوہاب بن عطاء، سعید، ابو معشر ابراہیم، اسود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ سے اس کے ہم معنیٰ روایت فرمائی ہے۔

(سنن للبیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:113)

تشریح:

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ استنجاء کے دوران سیدھا ہاتھ استعمال کرنے میں کراہیت ہے لہٰذا سیدھا ہاتھ استعمال کرنا منع ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ

جو چیز باب زینت اور تشریف سے ہو اس میں داہنا ہاتھ استعمال کیا جائے اور جو امور اس کے خلاف ہیں وہاں بایاں ہاتھ استعمال کیا جائے۔

حدثنا محمد بن حاتم قوله بمعناة

یعنی مضمون وہی ہے جو پہلی حدیث مبارکہ کا ہے مگر سند بدل گئی اب جب کہ مضمون ایک ہی ہے تو اس حدیث کو لائے کیوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

پہلی حدیث کی تائید کے لئے، نیز ایک دوسرے فائدہ کے لیے وہ یہ کہ اس سند سے معلوم ہوا کہ پہلی سند میں ابراہیم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ترک واسطہ کی وجہ سے انقطاع ہے اور اس سند میں وہ واسطہ موجود ہے تو اس دوسری سند سے پہلی سند کا انقطاع معلوم ہو گیا۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الِاسْتِتَارِ فِي الْخَلاءِ

قضائے حاجت کے دوران ستر چھپانا

اس باب میں قضائے حاجت کے دوران ستر چھپانے کی حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

32 – حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ اَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ ثَوْرٍ عَنِ الْحُصَيْنِ الْحُبْرَانِيِّ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اكْتَحَلَ فَلْيُوتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَا حَرَجَ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَا حَرَجَ وَمَنْ اَكَلَ فَمَا تَخَلَّلَ فَلْيَلْفِظْ وَمَا لَاكَ بِلِسَانِهِ فَلْيَبْتَلِعْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَا حَرَجَ وَمَنْ اَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ اِلَّا اَنْ يَّجْمَعَ كَثِيبًا مِنْ رَمْلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ بَنِي اٰدَمَ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَا حَرَجَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ اَبُو عَاصِمٍ عَنْ ثَوْرٍ قَالَ حُصَيْنٌ الْحِمْيَرِيُّ وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ ثَوْرٍ فَقَالَ اَبُو سَعِيدِ الْخَيْرُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ اَبُو سَعِيدِ الْخَيْرُ هُوَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سرمہ لگائے تو چاہئے کہ وہ طاق بار

لگائے جس نے اس طرح کیا تحقیق اچھا کیا اور جس نے اس طرح نہ کیا تو کوئی حرج نہیں جو استنجاء کرے تو طاق ڈھیلے استعمال کرے جس نے اس طرح کیا تحقیق اچھا کیا اور جس نے اس طرح نہ کیا تو کوئی حرج نہیں جو کھانا کھائے تو خلال کرنے کے دوران جو نکلے اس کو باہر پھینک دے اور جو زبان سے لگا رہے اس کو نگل لے جس نے اس طرح کیا تحقیق اچھا کیا اور اس طرح نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ جو رفع حاجت کے لئے جائے تو ستر چھپائے اگر اس کو کوئی پردے کی جگہ نہ ملے تو ریت کا ڈھیر بنالے اور اس کی آڑ لے کر بیٹھے اس لیے شیطان بنی آدم کی شرم گاہ سے کھیلتا ہے جس نے اس طرح کیا تحقیق اچھا کیا اور جس نے اس طرح نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ج:۱ص:۳۰۴، سنن داری: جز۱ص ۱۷۷، شرح السنۃ للبغوی، جز۲، ص۹۶، شرح معانی الآثار، جز۱، ص ۱۲۱)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے چند مسائل کا استنباط ہوا۔

سرمہ طاق بار استعمال کرنا چاہئے کہ تین تین سلائی ہر آنکھ میں استعمال کرنی چاہئے۔ آپ ﷺ دائیں طرف ہر کام کو شروع کرنا پسند فرماتے تھے اس لیے پہلے دائیں آنکھ میں تین سلائی ڈالے پھر بائیں میں تین سلائی ڈالے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ

پہلے دائیں میں تین سلائیاں ڈال لے پھر بائیں میں دو ڈال دے تو یہ طاق ہو جائیں گی۔

تیسرا طریقہ یہ ہے۔

پہلے ایک دائیں میں پھر ایک بائیں پھر ایک دائیں میں پھر دو بائیں میں آخر میں ایک دائیں میں ڈالے تاکہ ابتداء بھی دائیں سے کرے اور ختم بھی دائیں پر کرے۔

اگر ڈھیلوں سے استنجاء کرے تو تین، پانچ، سات ڈھیلے استعمال کرے۔

اور مرأۃ المناجیح میں ہے۔

ہر آنکھ میں تین سلائیاں اس طرح کہ پہلے داہنی آنکھ میں تین بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ پہلے داہنی میں دو پھر بائیں میں تین پھر دائیں میں ایک تاکہ داہنی پر ابتداء اور انتہاء ہو اس میں بھی حرج نہیں۔ نبی کریم ﷺ رات کو سوتے وقت تین تین سلائیاں لگایا کرتے تھے اس پر پابندی کرنے والا انشاء اللہ اندھا نہ ہوگا۔

(اور) یعنی یہ امر وجوب کے لئے بلکہ استحباب کے لئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ مطلق امر وجوب کے لئے ہوتا ہے ورنہ حضور ﷺ کو امر کے بعد اس فرمان کی ضرورت نہ ہوتی۔

اور بڑے استنجے کے لئے تین یا پانچ یا سات حسب ضرورت ڈھیلے لے اگر چار یا چھ لئے جب بھی مضائقہ نہیں کیونکہ مقصود صفائی ہے۔ خیال صفائی ہے۔

خیال رہے کہ

سرمے کی تین ہی سلائیاں لگائے پانچ یا سات نہیں کہ یہی سنت ہے۔

(اور) خلال سے نکالے ہوئے میں خون سے مخلوط ہونے کا احتمال ہے لہٰذا احتیاطاً نہ کھائے اور زبان سے نکالے ہوئے میں یہ احتمال نہیں وہاں اس احتیاط کی ضرورت نہیں۔

یہ اس صورت میں ہے کہ

خون سے مخلوط ہونے کا صرف احتمال ہو یقین نہ ہو اگر یقین ہو تو نگلنا حرام ہے کیونکہ بہتا ہوا خون حرام بھی ہے اور نجس بھی اگرچہ دوسرے کا۔

اس سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ

بہتا ہوا خون جسم میں داخل کرنا ناجائز ہے جیسے پیشاب یا پاخانہ داخل کرنا کہ یہ سب نجس ہیں۔

(اور) لوگوں کے سامنے تو آڑ کرنا فرض ہے تنہائی میں آڑ مستحب کیونکہ یہ حیا کا ایک شعبہ ہے اسی لیے تنہائی میں ننگا رہنا ممنوع ہے ڈھیر کی طرف پیٹھ کرنا اس واسطے ہے کہ آگے تو کپڑے وغیرہ سے بھی آڑ کی جاسکتی ہے ورنہ دونوں طرفیں ستر کے لائق ہیں۔

(اور) تنہائی میں یہ پردہ مستحب ہے واجب نہیں، شیطان کے کھیلنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ننگا دیکھ کر ہنستا ہے وسوسے ڈالتا ہے وغیرہ۔ (مرأۃ المناجیح: ج:1، ص:248 تا 249)

سند

قال ابو داؤد ابو سعيد الخير

اس عبارت سے امام ابوداؤد تین اختلاف کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔

1- یہ راوی ابوسعید ہے یا ابوسعد ہے۔

ابن ماجہ میں ابوسعد آیا ہے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ابوسعید کو ترجیح دیتے ہیں اس لیے بار بار ابوسعید فرمایا ہے۔

2- صحابی ہے یا غیر صحابی۔ اس کا فیصلہ فرمایا کہ یہ صحابی نہیں حبرانی ہے ابوالخیر صحابی ہے۔

3- اس راوی کی نسبت حبرانی ہے یا لقب ابوالخیر ہے۔

اس کا فیصلہ یہ فرمایا کہ

یہ الحبرانی ہے کیونکہ ابوالخیر تو صحابی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُنْهٰى عَنْهُ اَنْ يُّسْتَنْجَى بِهٖ
جن اشیاء سے استنجاء کرنا منع فرمایا گیا

اس باب میں ان اشیاء کا ذکر کیا گیا ہے جن سے استنجاء کرنا منع ہے۔

33 - حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِيْ ابْنَ فَضَالَةَ الْمِصْرِيَّ عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيِّ اَنَّ شِيَيْمَ بْنَ بَيْتَانَ اَخْبَرَهُ عَنْ شَيْبَانَ الْقِتْبَانِيِّ قَالَ اِنَّ مَسْلَمَةَ بْنَ مُخَلَّدٍ اسْتَعْمَلَ رُوَيْفِعَ بْنَ ثَابِتٍ عَلٰى اَسْفَلِ الْاَرْضِ قَالَ شَيْبَانُ فَسِرْنَا مَعَهُ مِنْ كَوْمِ شَرِيْكٍ اِلٰى عَلْقَمَاءَ اَوْ مِنْ عَلْقَمَاءَ اِلٰى كَوْمِ شَرِيْكٍ يُرِيْدُ عَلْقَامَ فَقَالَ رُوَيْفِعٌ اِنْ كَانَ اَحَدُنَا فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْخُذُ نِضْوَ اَخِيْهِ عَلٰى اَنَّ لَهُ النِّصْفَ مِمَّا يَغْنَمُ وَلَنَا النِّصْفُ وَاِنْ كَانَ اَحَدُنَا لَيَطِيْرُ لَهُ النَّصْلُ وَالرِّيْشُ وَلِلْآخَرِ الْقِدْحُ ثُمَّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُوْلُ بِكَ بَعْدِيْ فَاَخْبِرِ النَّاسَ اَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ اَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا اَوِ اسْتَنْجٰى بِرَجِيْعِ دَابَّةٍ اَوْ عَظْمٍ فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ بَرِيْءٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ عَنْ عَيَّاشٍ اَنَّ شِيَيْمَ بْنَ بَيْتَانَ اَخْبَرَهُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَيْضًا عَنْ اَبِيْ سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو يَذْكُرُ ذٰلِكَ وَهُوَ مَعَهُ مُرَابِطٌ بِحِصْنِ بَابِ اَلْيُوْنَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ حِصْنُ اَلْيُوْنَ بِالْفُسْطَاطِ عَلٰى جَبَلٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهُوَ شَيْبَانُ بْنُ اُمَيَّةَ يُكْنٰى اَبَا حُذَيْفَةَ

شیبان قتبانی سے روایت ہے کہ مسلمہ بن مخلد نے نچلی زمین میں کام کرنے کی خاطر رویفع بن ثابت کو رکھا۔ شیبان نے فرمایا: میں ان کی معیت علقام جانے کے واسطے کوم شریک سے علقماء تک یا علقماء سے کوم شریک کی جانب چلا۔ حضرت رویفع رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہم میں سے کوئی بھی دوسرے بھائی سے اونٹ یوں لے لیتا تھا تا کہ جو نفع ہو گا وہ آدھا تمہارا اور آدھا ہمارا ہو گا اور ہمارے ایک طرف سے نصل اور ریش ہوتا اور دوسری طرف سے لکڑی ہوتی۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: اے رویفع! شاید تم لمبی عمر والے ہو اور میرے بعد بھی رہو پس لوگوں کو خبر دے دینا کہ جس نے اپنی داڑھی میں گرہ لگائی یا گھوڑے کی گردن میں وتر ڈالا یا جانور کے گوبر یا ہڈی سے استنجاء کیا تو بے شک محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری الذمہ ہیں۔ یزید بن خالد' مفضل'

عیاش، شییم بن بیتان اس حدیث کو بھی ویسے ہی روایت کیا، یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما۔ یہ اس وقت ذکر کیا جب قلع کے محاصرہ میں باب العیون پر تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: العیون قلعہ فساط پہاڑ پر ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ ذیان بن امیہ ہیں جن کی کنیت ابوحذیفہ ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:۱،ص:۱۱۰، معجم الکبیر: جز:۵،ص ۲۸)

34 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحَقَ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ اَوْ بَعْرٍ

ابوالزبیر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گوبر یا مینگنیوں کے ساتھ استنجاء سے روکا۔

(مسند احمد: جز:۲۹،ص:۲۲۱، سنن البیہقی الکبریٰ، جز۱،ص ۱۱۰)

35 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا مُحَمَّدُ انْهَ اُمَّتَكَ اَنْ يَّسْتَنْجُوا بِعَظْمٍ اَوْ رَوْثَةٍ اَوْ حُمَمَةٍ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ لَنَا فِيْهَا رِزْقًا قَالَ فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں جنوں کا ایک وفد حاضر ہوا۔ اورانہوں نے عرض کیا: یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہڈی، گوبر اور کوئلے سے استنجاء کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارا رزق رکھا ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:۱،ص:۱۰۹، شرح السنۃ للبغوی: جز:۱،ص ۱۵۵)

تشریح:

داڑھی میں گرہ لگانے کے کئی معانی ہیں۔

ایک یہ کہ

داڑھی کو چڑھانا اور اس کو گھنگھریالہ بنانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ یہ خلاف سنت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر داڑھی میں کنگھی فرماتے تھے جس سے بال سیدھے رہتے تھے۔

قولہ کان یکثرھن دھن راسہ وتسریح لحیتہ

اور بعض نے کہا: زمانہ جاہلیت میں متکبرین کفار جب جنگ کے لئے جاتے تھے تو داڑھی میں گرہ لگایا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

اور بعض نے فرمایا کہ

اس میں تشبہ بالنساء ہے۔

اور بعض نے کہا: یہ عجمیوں کی عادت تھی اور چونکہ اس میں تغییر خلقت ہے اس لیے منع فرمایا۔

اور بعض نے کہا کہ

کفار عرب کی یہ عادت تھی کہ جس کے ایک بیوی ہوتی وہ اپنی داڑھی میں ایک گرہ لگاتا اور اگر دو بیویاں ہوتیں تو وہ دو گرہ لگاتا لہٰذا اس سے منع فرمایا گیا۔

قوله تقلد وترا

وتر کہتے ہیں تانت کو جو تیر کمان میں باندھتے ہیں۔ جاہلیت کے زمانے میں لوگ اپنے بچوں اور گھوڑوں کے گلے میں نظر بد سے بچنے اور دفع آفات کے لئے تانت میں تعویز، گنڈے اور منکے باندھ کر ڈالتے تھے۔

قوله او استنجى برجيع......

جو ہڈی یا گوبر کے ساتھ استنجاء کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیزاری کا اظہار فرمارہے ہیں یہ مبالغہ فی الوعید زجر وتوبیخ کے لئے ہے حقیقت مراد نہیں اس لیے کہ برأت کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں اور یہ نہایت سخت وعید ہے کیونکہ یہ جنات کی خوراک ہے۔ واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب اِلاسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

پتھروں سے استنجاء کرنا

یہ باب پتھروں کے ساتھ استنجاء کرنے کے متعلق ہے۔

36 - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ مُّسْلِمِ بْنِ قُرْطٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ذَهَبَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ يَّسْتَطِيْبُ بِهِنَّ فَاِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے

لئے جائے تو وہ پاکیزگی کے لئے تین پتھر ساتھ لے جائے بے شک وہ اس کو کافی ہیں۔

(سنن الدارمی: جز:۱ص:۱۸۰ مسند احمد: جز:۵۱ص۱۹)

37 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ خُزَيْمَةَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الاِسْتِطَابَةِ فَقَالَ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ لَيْسَ فِيْهَا رَجِيْعٌ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ كَذَا رَوَاهُ اَبُوْ اُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استنجاء کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسے تین پتھروں سے (استنجاء کرو) جن میں گوبر نہ ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابو اسامہ اور ابن نمیر نے ہشام سے ایسے ہی روایت فرمایا ہے۔ یعنی ابن عروہ (سے)۔

(معجم الکبیر: جز:۴ص:۸۶ سنن ابن ماجہ: جز:۱ص۲۷۶ سنن البیہقی الکبریٰ: جز:۱ص۱۰۳ سنن دارمی: جز۱ص۱۸۰)

تشریح:

ان احادیث مبارکہ میں تین پتھروں کے ساتھ استنجاء کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے مگر شیعہ استنجاء بالحجر کا انکار کرتے ہیں۔ شافعیہ حنابلہ کے نزدیک تین پتھروں کا ہونا ضروری ہے جبکہ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مقصود انقاء ہے تین کے عدد کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الِاسْتِبْرَاءِ

پاکی کا بیان

اس باب میں پاکی کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

38 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ الْمُقْرِئُ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيَى التَّوْاَمُ ح و حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ يَعْقُوْبَ التَّوْاَمُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهُ بِكُوْزٍ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عُمَرُ فَقَالَ هٰذَا مَاءٌ تَتَوَضَّاُ بِهِ قَالَ مَا اُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ اَنْ اَتَوَضَّاَ وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَتْ سُنَّةً

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوزے میں پانی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) یہ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وضو کے لئے پانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم نہیں فرمایا گیا کہ جس وقت بھی پیشاب کروں تو وضو کیا کروں اور اگر میں اس طرح کرتا تو یہ ضرور سنت ہو جاتی۔

(مسند ابی یعلی: جز: ۸، ص: ۲۶۲، سنن دار قطنی: جز: ۱، ص ۲۰۱، مسند احمد: جز: ۵۰، ص ۱۵۸، مسند اسحاق بن راہویہ جز: ۳، ص ۶۶۷)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ کی سند میں حاء تحویل آئی ہے پہلی سند میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے استاد قتیبہ ہیں اور دوسری میں عمرو بن عون اور ان کے دونوں سندوں میں ایک ہی ہیں۔ یعنی ابو یعقوب جن کا نام عبد اللہ بن یحییٰ ہے لہٰذا دونوں سندوں میں مشائخ اور رواۃ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں دونوں سندیں رجال کے اعتبار سے بالکل ایک ہیں لہٰذا تحویل کا کوئی موقعہ نہیں مگر چونکہ دونوں کی سند میں تعبیر کا فرق موجود ہے صرف اس فرق کی وجہ سے تحویل میں لے آئے۔

اور وہ تعبیر کا فرق یہ ہے کہ

پہلی سند میں قتیبہ وغیرہ نے اپنے استاد کا نام عبد اللہ بن یحییٰ ذکر کیا اور عمرو بن عون نے بجائے نام کے کنیت ابو یعقوب ذکر کیا۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ

پہلی سند میں حدثنا عبد اللہ ہے اور یہاں اخبرنا پس اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ حاء تحویل کو لے کر آئے۔

اس حدیث مبارکہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

1- سنت مامور بہا ہوتی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں اس طرح کرتا تو سنت بن جاتی کرتا کب ہوں جب امر الٰہی عزوجل ہوتا ہے۔

2- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی بیان جواز کے لئے اولیٰ کام چھوڑ بھی دیتے تھے۔

3- دین کا مدار آسانی پر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر . واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم**

بَاب فِی الِاسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ

پانی سے استنجاء کرنا

اس باب میں قضائے حاجت کے بعد پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کی احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

39 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْوَاسِطِيَّ عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْحَذَّاءَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَمَعَهُ غُلَامٌ مَعَهُ مِيضَأَةٌ وَهُوَ أَصْغَرُنَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ السِّدْرَةِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدِ اسْتَنْجَى بِالْمَاءِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑکا لوٹا لے کر گیا ہوا تھا اور وہ ہم میں سے کم سن تھا اس نے پانی کو بیری کے درخت کے ساتھ رکھ دیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت سے فراغت پا کر ہماری جانب تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے استنجاء فرمایا۔

(صحیح مسلم: جز: ۲، ص: ۹۳، مسند ابی عوانہ: جز ۱، ص ۱۶۷)

40 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي أَهْلِ قُبَاءٍ (فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا) قَالَ كَانُوا يَسْتَنْجُونَ بِالْمَاءِ فَنَزَلَتْ فِيهِمْ هَذِهِ الْآيَةُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ آیت کریمہ اہل قبا کے لئے نازل ہوئی: فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ارشاد فرمایا: وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے اسی وجہ سے یہ ان کے متعلق نازل ہوئی۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: ۱، ص: ۱۰۵، سنن ابن ماجہ: جز: ۱، ص ۲۲۸، سنن ترمذی: جز: ۱۰، ص ۳۶۶)

تشریح:

عن انس بن مالك قوله و معه غلام معه ميضاة الخ

غلام کا اطلاق فطام سے لے کر سات سال تک ہوتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

پیدائش سے لے کر بلوغ تک ہوتا ہے۔

اور علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حد التحاء یعنی داڑھی نکلنے تک ہے۔

بعض روایات میں ہے۔

غلامنا

اور بعض روایت ہے۔

غلام من الانصار .

اس غلام کی تعیین میں اختلاف ہے۔

امام بخاری کا سیاق اس طرح اشارہ کرتا ہے کہ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں مگر آگے روایت میں آرہا ہے **وھو اصغرنا** تو اس صورت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مراد لینا مشکل ہے وہ تو بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ جو راوی حدیث ہیں ان سے بہت بڑے ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اس سے مراد حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں جس طرح کہ مسلم کی روایت کے سیاق سے مترشح ہوتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں۔

بہرحال یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ

ان تینوں کے علاوہ کوئی اور انصاری صحابی ہوں۔

عن ابی ھریرہ نزلت ھذہ الایۃ الخ

جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی وہ اہل قباء ہیں جو مدینہ منورہ کے قریب ایک مشہور آبادی ہے پہلے وہ اطراف مدینہ منورہ میں سے تھی مگر اب مدینہ منورہ کی آبادی وہاں تک پہنچ گئی ہے۔ بہرحال اہل قباء کے متعلق نازل ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قباء تشریف لے گئے۔

اور ان سے پوچھا: وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے طہارت کے بارے میں تمہاری تعریف کی ہے۔

تو انہوں نے عرض کیا: ہم نے اہل کتاب کو دیکھا کہ وہ استنجاء کے بعد پانی سے اپنے مقعد کو دھوتے ہیں تو ان کی پیروی

کرتے ہوئے ہم بھی اسی طرح کرنے لگے۔

اور مسند بزار کی ایک روایت میں ہے۔

جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے۔

انا تتبع الحجارة الماء .

ہم استنجاء بالحجر کے بعد استنجاء بالماء کرتے ہیں۔

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اسی پر تمہاری تعریف کی گئی ہے لہٰذا اس کو لازم پکڑلو۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَدْلُكُ يَدَهُ بِالْاَرْضِ اِذَا اسْتَنْجٰى

جب استنجاء کرلے تو اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑنا

اس باب میں استنجاء کے بعد ہاتھ کو زمین سے رگڑنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

41 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ وَّهٰذَا لَفْظُهُ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِى الْمُخَرِّمِىَّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِى زُرْعَةَ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَى الْخَلَاءَ اَتَيْتُهُ بِمَاءٍ فِىْ تَوْرٍ اَوْ رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجٰى

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ فِىْ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ اَتَيْتُهُ بِاِنَاءٍ اٰخَرَ فَتَوَضَّاَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَحَدِيْثُ الْاَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ اَتَمُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو میں پیالے (پیتل یا پتھر کا بھاری برتن) یا چھاگل (چمڑے کا برتن) میں پانی لے کر حاضر ہو جاتا تو آپ ﷺ استنجاء فرماتے۔

ابوداؤد نے وکیع کی حدیث میں فرمایا پھر اپنے ہاتھ مقدس کو زمین پر رگڑتے پھر دوسرے برتن میں آپ ﷺ کے پاس پانی لاتا اور آپ ﷺ اس سے وضو فرماتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسود بن عامر کی حدیث اتم ہے۔

(صحیح ابن حبان: جز۴،ص:۲۵۱، سنن البیہقی الکبریٰ جز:۱،ص۱۰۶، شرح السنۃ للبغوی: جز:۱،ص ۵۷-ص۲۵۱، صحیح ابن حبان جز:۴)

تشریح:

استنجاء کے بعد ہاتھ زمین پر رگڑنے سے رائحہ کریہہ اور آثار نجاست بالکل زائل ہو جاتے ہیں اس لیے استنجاء کے بعد ہاتھ زمین سے رگڑے۔

حصول طہارت کے لئے ازالہ بو ضروری ہے یا نہیں اس میں احناف کے دوگروہ ہیں۔

ایک گروہ ازالہ ریح کو ضروری سمجھتا ہے۔

ان کی تحقیق یہ ہے کہ

جب تک بو آتی ہے طہارت نہیں ہوتی کیونکہ وہاں نجاست کے ذرات موجود ہیں اس لیے بو آ رہی ہے اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ازالہ ریح کے لئے استنجاء کے بعد ہاتھ زمین پر رگڑے تاکہ ازالۂ ریح ہو اور طہارت ہو جائے۔

دوسرے گروہ نے کہا ہے کہ

نجاست غیر مرئیہ کے ازالہ کے لیے تین بار پانی بہانا کافی ہے اور نجاست مرئیہ کے لئے ازالہ جرم ضروری ہے ازالۂ ریح ضروری نہیں اور بو کا آنا نجاست کے ذرات موجود ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ بدبودار چیز کا اثر ہوا پر پڑتا ہے تو ہوا اس سے متکیف ہو کر ناک میں جاتی ہے تو بو محسوس ہوتی ہے اس میں اجزاء نجاست نہیں ہوتے اور یہی قول راجح ہے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ

کسی نے گیلی شلوار پہنی ہو اور اس کی ہوا خارج ہو جائے تو شلوار بالاتفاق پلید نہیں ہوتی اگر بو میں نجاست کے ذرات ہوتے تو وہ گیلے کپڑے میں جا کر جم جاتے اور کپڑا ناپاک ہو جاتا اس کا قائل کوئی نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے جو استنجاء کے بعد زمین سے ہاتھ رگڑے یہ آپ ﷺ کا فعل تنظیفاً تھا تطہراً نہیں تھا ورنہ آپ ﷺ دوسرے لوگوں کو بھی اس کا حکم فرماتے جبکہ آپ ﷺ نے حکم نہیں دیا۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ استنجاء کے بعد اگر کوئی زمین سے ہاتھ رگڑے تو اچھا فعل ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب السِّوَاكِ
مسواک کے متعلق

یہ باب مسواک کے متعلق ہے۔

42 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ

قَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ لَاَمَرْتُهُمْ بِتَاْخِيْرِ الْعِشَاءِ وَبِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری امت پر شاق نہ گزرتا تو میں ان کو عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنے کا حکم عطا فرماتا اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم عطا فرماتا۔

(المعجم الاوسط: جز:۷، ص:۲۵۳، السنن الصغیر للبیہقی: جز:۱، ص۶۲، السنن الکبریٰ للنسائی: جز:۲، ص۱۹۷، الموطا: جز:۱، ص۶۶)

43 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ فَرَاَيْتُ زَيْدًا يَجْلِسُ فِي الْمَسْجِدِ وَاِنَّ السِّوَاكَ مِنْ اُذُنِهٖ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ اُذُنِ الْكَاتِبِ فَكُلَّمَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ اسْتَاكَ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میں اپنی امت پر تنگی کا نہ سوچتا تو میں ان کو ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم عطا فرماتا۔ حضرت ابوسلمہ نے فرمایا: میں نے حضرت زید کو مسجد میں بیٹھے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ مسواک ان کے کان پر اسی طرح نصب ہوتی جس طرح کاتب اپنے کان پر قلم نصب کرتا ہے اور جس وقت نماز کے لئے قیام فرماتے تو مسواک ضرور کرتے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:۱، ص:۳۷، معجم الکبیر: جز:۵، ص۲۴۴، سنن ترمذی: جز:۱، ص۴۲، سنن النسائی الکبریٰ: جز:۲، ص۱۹۷)

44 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ اَرَاَيْتَ تَوَضُّؤَ ابْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلٰوةٍ طَاهِرًا وَّغَيْرَ طَاهِرٍ عَمَّ ذَاكَ فَقَالَ حَدَّثَتْنِيْهِ اَسْمَاءُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ حَدَّثَهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرَ بِالْوُضُوْءِ لِكُلِّ صَلٰوةٍ طَاهِرًا وَّغَيْرَ طَاهِرٍ فَلَمَّا شَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ اُمِرَ بِالسِّوَاكِ لِكُلِّ صَلٰوةٍ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرٰى اَنَّ بِهٖ قُوَّةً فَكَانَ لَا يَدَعُ الْوُضُوْءَ لِكُلِّ صَلٰوةٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ رَوَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

محمد بن یحییٰ بن حبان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عمر کو عرض کیا: ابن عمر کا وضو ہو یا نہ ہو وہ ہر نماز کے واسطے وضو فرماتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ ارشاد فرمایا: مجھ سے اسماء بنت زید بن خطاب اور ان سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن ابو عامر نے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا حکم ارشاد فرمایا چاہے وضو ہو یا نہ ہو جب اس پر شاق ہوا تو ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ لہٰذا

حضرت ابن عمر نے ملاحظہ فرمایا کہ میرے ساتھ یہ قوت ہے تو انہوں نے ہر نماز کے لئے وضو کا اعادہ فرمایا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ نے فرمایا: ابراہیم بن سعد نے اس کو محمد بن اسحاق سے روایت فرما کر عبید اللہ بن عبداللہ فرمایا ہے۔

(سنن الدارمی: جز:1،ص:175)

تشریح: مسواک کا لغوی اور شرعی معنیٰ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: آئمہ لغت نے فرمایا ہے کہ

لکڑی سے دانتوں کے صاف کرنے کے فعل کو مسواک کہتے ہیں اور مسواک اس لکڑی کو بھی کہا جاتا ہے اور علماء کی اصطلاح میں لکڑی یا اس کی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو مسواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل یا پیلا پن دور ہو جائے۔ (شرح للنواوی: ج:1،ص:127)

کیا مسواک کرنا واجب ہے؟

مسواک کرنا کسی صورت میں واجب نہیں ہے بلکہ یہ سنت ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: مسواک کرنا سنت ہے اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے نماز میں ہو یا غیر نماز میں اس پر علماء کا اجماع ہے۔

علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ

داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ

مسواک کرنا واجب ہے لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ

مسواک کرنا واجب ہے اور اس کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔

ہمارے فقہاء میں سے ابوحامد نے کہا ہے کہ

داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے لیکن حسب ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے۔

1-نماز کے پڑھنے کے وقت اگرچہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو یا تیمم سے

2-وضو کرنے کے وقت

3-قرآن مجید کی تلاوت کے وقت

4- نیند سے بیدار ہونے کے وقت

5- جب منہ کی متغیر ہو اگر چہ کھانے پینے سے یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ

روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے تا کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو جو مستحب ہے وہ زائل نہ ہو جائے پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا مستحب ہے اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے اس سے منہ صاف کرنا مستحب ہے اگر چہ سخت کپڑا ہو، کوئی جڑی بوٹی ہو یا انگلی سے صاف کرے۔

اور مستحب یہ ہے کہ

متوسط لکڑی سے مسواک کی جائے جو بہت سخت ہو نہ بہت نرم۔

اور مستحب یہ ہے کہ

دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے طولاً مسواک نہ کی جائے تا کہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا۔

نیز مستحب یہ ہے کہ

دانتوں کی اطراف اور داڑھوں پر مسواک کی جائے اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے۔

اور یہ بھی مستحب ہے کہ

پہلے دائیں جانب مسواک کی جائے۔

اور یہ بھی مستحب ہے کہ

بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ (شرح للنواوی: ج:1،ص:127)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی عمل کرتے تھے اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے۔

حتیٰ کہ امام اوزاعی نے کہا ہے کہ

مسواک کرنا وضو کا جزء ہے اور بہ کثرت احادیث مبارکہ اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی کریم ﷺ کا دائمی عمل تھا اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے کہ

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ ﷺ میرے سینہ سے ٹیک

لگائے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن کے پاس ایک تازہ مسواک تھی جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے میں نے ان سے مسواک لی اس کو کاٹا اس کو صاف کیا پھر وہ مسواک رسول اللہ ﷺ کو دی اور آپ ﷺ نے مسواک فرمائی۔

مسواک میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: مسواک کرنا وضو کی سنت ہے۔

اور بعض نے کہا: یہ نماز کی سنت ہے۔

اور بعض نے کہا: یہ سنت دین ہے۔

یہی قول زیادہ قوی ہے۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

ہدایہ میں مذکور ہے کہ

صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے۔

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔

ابن حزم نے کہا: یہ سنت ہے اور اگر نماز کے لئے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے اور جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے۔

علامہ ابو حامد اسفرائنی اور علامہ ماوردی نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے کہ

مسواک کرنا واجب ہے۔

اور امام اسحاق کا قول ہے کہ

اگر عمداً مسواک کرنے کو ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔

علامہ نووی نے کہا: امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:3، ص:185)

قولہ قال لولا ان اشق...... اور مرأۃ المناجیح میں ہے۔

(میں) ان پر فرض کر دیتا کہ نماز عشاء تہائی رات پر پڑھیں اور ہر نماز کے لئے وضو کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ

حضور ﷺ باذن الٰہی عزوجل احکام کے مالک ہیں جو چاہیں فرض کریں جو چاہیں حرام کر دیں۔

فرماتے ہیں: میں فرض کر دیتا۔

خیال رہے کہ

یہ حدیث امام شافعی کے نزدیک اپنے ظاہر پر ہے مگر ہمارے ہاں ہر نماز سے مراد اس کا وضو ہے یعنی وضو پوشیدہ ہے کیونکہ ابن خزیمہ، حاکم، بخاری شریف نے کتاب الصوم میں انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث روایت کی مگر اس میں بجائے صلوٰۃ کے عند کل وضوء ہے۔

اور احمد وغیرہ کی روایت ہے۔

عند کل طھور

وہ حدیثیں اس کی تفسیر ہیں۔

خیال رہے کہ

وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے ورنہ وضو کے علاوہ پانچ جگہ اور بھی مسواک سنت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا۔

امام احمد کی روایت میں ہے کہ

مسواک نماز بغیر مسواک کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔ (مراۃ المناجیح: ج:1 ص:257 تا 258)

مسواک کے سلسلہ چار اقسام کی روایات ہیں۔

1- عند کل وضوء 2- مع کل وضوء 3- عند کل صلاۃ 4- مع کل صلاۃ

حاصل یہ کہ صلوٰۃ اور وضو دونوں کے ساتھ احادیث میں مسواک کا ذکر آیا ہے اور پھر دونوں میں دو صورتیں بلفظ عند اور بلفظ مع۔

مع کا مدلول اتصال اور معیت ہے بخلاف عند کے کہ وہ اتصال اور قرب دونوں پر صادق آتا ہے اتصال اس کے لئے ضروری نہیں۔

اور شیخ ابن الہمام نے لکھا ہے کہ

پانچ اوقات میں مسواک مستحب ہے۔

1- عند اصفرار الاسنان 2- عند تغیر الرائحة 3- عند القیام من النوم

4- عند القیام الی الصلوٰۃ 5- عند الوضوء .

لہٰذا اس قول کی وجہ سے ہمارے اور شافعیہ کے درمیان فرق یہ ہوگا کہ ہمارے یہاں مؤکد یعنی سنت ہے۔ عند الوضوء اور غیر مؤکد یعنی مستحب ہے عند الصلوٰۃ اور شافعیہ کے نزدیک عند الصلوٰۃ بھی مؤکد ہے اور کتب مالکیہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں بھی وہ سنن وضوء سے ہے لیکن ان کے یہاں تھوڑی سی تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر وضو اور نماز کے درمیان زیادہ فصل ہو گیا تو پھر اسی صورت میں عند الصلوٰۃ بھی سنت ہے اس باب میں تینوں روایتیں جو ذکر کی گئی ہیں وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہیں۔

پہلی روایت میں عند کل صلوٰۃ کے الفاظ ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ حذف مضاف کے ساتھ ہے اصل میں عند وضوء کل صلوٰۃ ہے اس پر امام بخاری اور مسند احمد کی روایات ولالت کرتی ہیں۔

دوسری حدیث میں حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ صحابی رسول (رضی اللہ عنہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کا عمل ہے کہ وہ مسواک کان پر رکھتے جب نماز پڑھنے کے لئے اٹھتے تو مسواک کر لیتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے اور ہر مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل ضروری ہے ایک کا اجتہاد دوسرے مجتہد پر لازم نہیں بلکہ نا جائز ہے۔

تیسری روایت میں امر بالسواك عند كل صلوة کے الفاظ ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ
ہر نماز کو مسواک کے ساتھ پڑھنے کا جو حکم ہے اس کا مطلب ہے جس وضو کے ساتھ نماز پڑھنی ہے اس میں مسواک کیا ہو کیونکہ مسواک کے ساتھ وضو سے نماز پڑھنا بھی مسواک کے ساتھ نماز پڑھنا ہے۔

اور احناف کی دلیل یہ ہے کہ
بخاری میں مرفوعاً و تعلیقاً روایت ہے جس میں روایت ابوداؤد کے الفاظ ہیں مگر اس میں عند کل صلوٰۃ کی جگہ عند کل وضوء آیا ہے اور مسند احمد میں عند کل طہور آیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ
احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی ہیں جس طرح کہ فتح خیبر اور فتح مکہ کے موقع پر مگر یہ کہیں نہیں ملتا کہ آپ پہلے وضو سے ہوں صرف مسواک کر کے نماز پڑھی ہو اگر مسواک نماز کی سنت ہوتی تو اس پر بھی عمل کرتے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَيْفَ يَسْتَاكُ

مسواک کیسے کرے؟

اس باب میں مسواک کے کرنے کی کیفیت ذکر کی گئی ہے۔

45 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مُسَدَّدٌ قَالَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَرَاَيْتُهُ يَسْتَاكُ عَلٰى لِسَانِهِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَقَالَ سُلَيْمَانُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَاكُ وَقَدْ وَضَعَ السِّوَاكَ عَلٰى طَرَفِ لِسَانِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ اِهْ اِهْ يَعْنِیْ يَتَهَوَّعُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ مُسَدَّدٌ فَكَانَ حَدِيْثًا طَوِيْلًا وَّلٰكِنِّیْ اخْتَصَرْتُهُ

ابو بردہ نے اپنے والدِ محترم سے روایت کیا ہے کہ مسدد نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سواریاں لینے کے لئے حاضر ہوئے اور آپ ﷺ زبان مقدس پر مسواک کر رہے تھے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ سلیمان نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ ﷺ مسواک فرما رہے تھے اور اپنی زبان مقدسہ پر مسواک کو ایک طرف فرما کر اہ فرما رہے تھے یعنی جس طرح قے کی جاتی ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: مسدد نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث طویل ہے لیکن میں نے اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:۱،ص:۳۵)

تشریح:

مسواک صرف دانتوں پر نہیں بلکہ زبان پر بھی کرنا چاہئے۔

یہاں پر بیان ہوا ہے کہ ہم نے سواری مانگی اور آپ ﷺ مسواک فرما رہے تھے۔ سواری مانگنا اور مسواک کی حالت کو جمع کرنا امام ابوداؤد کی خصوصیت ہے اور یہ کہیں دونوں مضمون اکٹھے نہیں ملتے بلکہ الگ الگ ملتے ہیں۔ امام ابوداؤد کی اس روایت میں وہم اور خلط واقع ہو گیا ہے جس طرح کہ دوسری کتب حدیث کو ملاحظہ کرنے سے پتہ چلتا ہے اور وہ اس طرح کہ بخاری اور مسلم اور نسائی میں بھی موجود ہے مگر اس میں ذکر مسواک کے ساتھ سواری مانگنے کا ذکر نہیں ہاں البتہ صحیحین اور اسی طرح نسائی کی ایک دوسری روایت جو نسائی کے شروع ہی میں ہے جس میں مسواک کے ساتھ سواری مانگنے کا ذکر بھی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک بار نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں جا رہا تھا تو میرے ساتھ قبیلہ اشعر کے دو شخص اور چل پڑے اور وہ میرے ساتھ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں پہنچے جب ہم پہنچے تو ہم نے نبی کریم ﷺ کو مسواک کرتے دیکھا تو جو شخص میرے ساتھ پہنچے تھے انہوں نے آپ ﷺ سے عمل کی فرمائش کی یعنی یہ کہ ان دونوں کو کسی جگہ کا عامل بنا کر سرکاری ملازمت عطا فرمائی جائے۔ یہ روایت نسائی کے بالکل شروع ہی میں ہے اور وہ روایت جس میں سواری مانگنے کا ذکر ہے اس میں مسواک کا ذکر نہیں اور سواری کی حدیث مبارکہ یہ ہے کہ جو صحیحین میں موجود ہے کہ آپ ﷺ غزوہ

تبوک کے سفر میں جب تشریف لے جا رہے تھے تو راستہ میں کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سواری کی حاجت کا اظہار کیا کہ ہمیں سواری کی ضرورت ہے مگر اس وقت آپ ﷺ کو ان کے سوال پر ناگواری ہوئی اور آپ ﷺ نے ناراض ہو کر ارشاد فرمایا: بخدا میں تمہیں سواری نہیں دوں گا۔

راوی نے کہا ہے کہ

لیکن پھر بعد میں آپ ﷺ نے ان کو بلا کر سواری عطا فرمادی۔

جس پر انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ تو قسم کھا چکے تھے۔

مطلب یہ تھا کہ

ہماری رعایت میں آپ ﷺ حانث ہوں۔

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ما انا حملتكم ولكن الله حملكم**

سواری دینے والا میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے۔

تو مطلب یہ ہے کہ اس مضمون میں کہیں مسواک کا ذکر نہیں۔

تو اشکال وارد ہوا کہ استحمال والی روایت میں دوسری کتابوں میں مسواک کا تذکرہ نہیں لہٰذا ابوداؤد کی روایت میں مسواک کے ساتھ استحمال یعنی سواری مانگنے کا ذکر خلط بین روایتین ہے۔

تو میں کہوں گا کہ

یہ وہم مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں بلکہ اگر ہے تو مسدد کا ہے کیونکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے مسدد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں سلیمان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں جس طرح معلوم ہوتا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو تو سب کچھ اچھی طرح محفوظ ہے جس طرح استاذ سے ان کو جس طرح روایت پہنچی انہوں نے اسی طرح نقل کر دیا۔

فالعهد قاضي هذا الوهم على مسدد لا على المصنّف.

مسواک کی مقدار و طریقہ

مسواک طول میں ایک بالشت اور موٹائی میں انگلی کے بقدر ہو۔

ثلاثا ثلاث ہو یعنی تین بار تین پانی سے الگ الگ کی جائے۔

اور مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مسواک کا طریقہ یہ ہے کہ

مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے۔

مغنی میں مذکور ہے کہ

مسواک دانتوں اور زبان پر کی جائے۔ مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے تو بس کر دے، مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے مسواک کرتے وقت تین بار پانی لینا مستحب ہے۔ مسواک کی لمبائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگلی کے برابر ہونی چاہئے۔

مستحب یہ ہے کہ

پیلو کے درخت کی مسواک بنانی چاہئے اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کر لیا جائے۔

محیط میں مذکور ہے کہ

عورت کے لئے دنداسہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے اور جب کسی کو مسواک میسر نہ ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کر لے۔ (عمدۃ القاری: ج:3، ص:185)

سند

قال ابو داؤد قال سلیمان الخ......

اس سند میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے دو اساتذہ ہیں۔

1-مسدد 2-سلیمان

پہلے الفاظ مسدد کے تھے اب یہاں سے سلیمان کے الفاظ بیان کیے جا رہے ہیں۔ ان دونوں روایات میں واضح فرق یہ ہے کہ مسدد کی روایت میں سواری مانگنے کا ذکر ہے اور سلیمان کی روایت اس زیادتی سے خالی ہے اور دوسری روایت میں ایک اور زیادتی یہ ہے کہ مسواک کرتے وقت اُہ اُہ کے الفاظ ہیں۔

اور بخاری میں جو روایت ہے اس میں اُع اُع کے الفاظ ہیں اور نسائی کی روایت میں ہے۔

وھو یقول عاعا

یہاں پر مقصود آواز ہے اگرچہ الفاظ الگ الگ ہیں مگر متقارب المخرج ہیں لہٰذا اس پر کوئی تعارض نہ ہوا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يَسْتَاكُ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ

دوسرے کی مسواک استعمال کرنے کے متعلق

اس باب میں دوسرے شخص کی مسواک استعمال کرنے یا نہ کرنے کے متعلق حدیث ذکر کی گئی ہے۔

46 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ وَعِنْدَهُ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ فِيْ فَضْلِ السِّوَاكِ اَنْ كَبِّرْ اَعْطِ السِّوَاكَ اَكْبَرَهُمَا قَالَ اَحْمَدُ هُوَ ابْنُ حَزْمٍ قَالَ لَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ هُوَ ابْنُ الْاَعْرَابِيِّ هٰذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهٖ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں دو اشخاص حاضر تھے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسواک کی فضیلت میں وحی کی گئی تو ان دونوں میں سے جو بڑا تھا ان کو مسواک عطا فرمانے کا حکم عطا فرمایا گیا۔

امام احمد نے فرمایا: وہ ابن حزم ہے۔ اور ہمیں ابوسعید نے فرمایا: وہ ابن الاعرابی ہے۔ اس روایت کے تمام راوی اہل مدینہ ہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۴۶)

47 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَاُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ

مقدام بن شریح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تو پہلے کیا کام کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مسواک (کیا کرتے تھے)۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:۱ص:۳۴، سنن النسائی: جز:۱ص:۷، شرح السنۃ للبغوی: جز:۱ص ۱۶۸، صحیح ابن حبان: جز:۳، ص ۳۵۶)

تشریح:

یستن وعندہ رجلان......

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر کے اپنے پاس بیٹھے ہوئے دو شخصوں میں سے ایک شخص کو دینے لگے تو وحی فرمائی گئی کہ بڑے کو عطا فرمائیں۔ یہ واقعہ بیداری کا ہے جبکہ صحیح مسلم میں خواب کا واقعہ ہے۔

اس میں ہے: **ارانی فی المنام**

تو ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

اصل واقعہ خواب کا ہے، اس خواب کے بعد ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیداری میں مسواک کر رہے تھے تو ایسی صورت پیش آ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی یاد آ گئی تو ابوداؤد میں وحی کے تذکرہ کا بیان ہے نہ کہ حقیقت وحی کا بیان ہے۔

سوال

آپ ﷺ نے چھوٹے کو مسواک دینے کا کیوں ارادہ نہ فرمایا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس کی کوئی وجہ ظاہری ہوگی مثلاً یا تو وہ قریب بیٹھا ہوگا یا آپ ﷺ کے دائیں جانب ہوگا مگر یہاں بڑے چھوٹے کا معاملہ نہیں بلکہ مسواک کی فضیلت بتانا ہی مقصود ہے۔

هذا مما تفرد به اهل المدينة

یہ عبارت سنن ابوداؤد کے بعض نسخوں میں نہیں ہے جبکہ میرے پاس جو بیروت کا نسخہ ہے اس میں یہ عبارت موجود ہے۔ اصل میں اس نکتہ کو بیان کرنے والے ابن الاعرابی ہیں اور ان کی کتاب کے متن میں یہ عبارت آئی ہے۔

حضرت شریح رضی اللہ عنہ مجتہدین تابعین سے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے والد ہانی ابن یزید صحابی ہیں۔ حضرت شریح رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں پیدا ہو چکے تھے۔

حضور ﷺ نے ہانی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تمہارے کتنے بچے ہیں؟

عرض کیا:

1-شریح 2-عبداللہ 3-اور مسلم

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری کنیت ابوشریح ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے مخصوص ساتھی ہیں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ قاضی رہے ہیں جنگ جمل وصفین میں آپ کے ساتھ تھے 78ھ میں شہید کئے گئے۔ (مراۃ المناجیح، ج:1، ص:258) **واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم**

بَابُ غَسْلِ السِّوَاكِ

مسواک کو دھونا

اس باب میں مسواک کو دھو کر استعمال کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

48 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الْكُوفِيُّ الْحَاسِبُ حَدَّثَنِي كَثِيْرٌ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَيُعْطِيْنِي السِّوَاكَ لِأَغْسِلَهُ فَأَبْدَأُ بِهِ فَأَسْتَاكُ ثُمَّ أَغْسِلُهُ وَأَدْفَعُهُ إِلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مسواک فرماتے اور مجھے دھونے کے لئے عطا فرماتے تو میں اس کو لے کر مسواک کرنے لگ جاتی پھر اس کو دھوتی اور آپ ﷺ کو واپس کر دیتی۔
(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1، ص: 139، شرح السنہ للبغوی جز: ا، ص ۱۶۹)

شرح:

اس میں دو احتمال ہیں۔

ایک یہ کہ یا تو یہ ماقبل کے بارے میں ہے اور اس کا تکملہ ہے تب تو اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ انسان کو چاہئے کہ جب دوسرے کا مسواک کرے تو پہلے اس کو دھولے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

یہ باب مستقل ہے ماقبل سے متعلق نہیں تو اس صورت میں ترجمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان کو چاہئے کہ جب مسواک کرے تو پہلے اس کو دھولے اسی طرح درمیان میں بھی دھوئے بلکہ آخر میں جب مسواک کر کے فارغ ہو تو پھر بھی دھوئے اور رکھ دے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو بغیر دھوئے استعمال کر لیتیں پھر دھو دیتیں تو اس میں تبرک کا حصول ہے اور یہ محبت کی نشانی ہے اور صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی نہ تبرک حاصل کرتیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آقا ﷺ کے ہاتھ، بالوں اور پسینوں سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

جس طرح کہ روایات میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے دیکھا کہ حجام آپ ﷺ کا سر مونڈ رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے گرد گھوم رہے تھے۔

وہ چاہتے تھے کہ

آپ ﷺ کا کوئی بال بھی زمین پر گرنے کی بجائے ان کے ہاتھ میں گرے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5923)

ایک اور روایت میں ہے: ابن سیرین کہتے ہیں:

میں نے عبیدہ سے کہا: ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کا ایک بال ہے جو مجھے حضرت انس یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے ملا تھا۔

ابن سیرین نے کہا: اگر میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک بال بھی ہو تو وہ مجھے دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔
(صحیح بخاری: ج: 1، ص: 29)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سر منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لیے۔

(صحیح البخاری: ج:1، ص:29

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرب کی ایک عورت کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے ابوسعید کو پیغام دینے کا حکم دیا، حضرت ابواسید نے اس کو پیغام دیا وہ عورت آ کر بنوساعدہ کے قلعوں میں ٹھہری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے تو وہ عورت سر جھکائے بیٹھی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلام فرمایا: تو وہ عورت کہنے لگی: میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتی ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اپنے آپ کو مجھ سے محفوظ کر لیا۔

لوگوں نے اس سے کہا: کیا تم جانتی ہو کہ یہ کون ہیں؟

اس نے کہا: نہیں۔

لوگوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمہیں نکاح کا پیغام دینے تمہارے پاس آئے تھے۔

اس نے کہا: تب تو میں بہت بدنصیب رہی۔

سہل نے کہا کہ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت تشریف لے آئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنوساعدہ کے چبوترہ میں بیٹھ گئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے پلاؤ! پھر میں نے آپ کے لئے یہ پیالہ نکالا پھر میں نے آپ کو اس میں پلایا۔

ابوحازم نے کہا: سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے بھی اس میں سے پی لیا۔ پھر عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سہل سے وہ پیالہ مانگ لیا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے وہ پیالہ ان کو دے دیا۔

ابوبکر اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ: اے سہل ہم کو پلاؤ۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5119)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی طرف گئے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا

سامنے سے کچھ بچے آئے۔ آپ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر ہاتھ پھیرا اور میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا میں نے آپ ﷺ کے دست اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ ﷺ نے عطار کے ڈبہ سے ہاتھ باہر نکالا ہو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5931)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور دن میں سو گئے۔
آپ ﷺ کو پسینہ آیا میری والدہ ایک شیشی لے کر آئیں اور آپ ﷺ کا پسینہ پونچھ پونچھ کر اس میں ڈالنے لگیں نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے۔
تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟
انہوں نے کہا: یہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے جس کو ہم اپنی خوشبو میں ڈالیں گے اور یہ سب سے اچھی خوشبو ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5936)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بستر پر سو گئے وہ آئیں تو ان کو بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ تمہارے گھر میں تمہارے بستر پر آرام فرما ہیں وہ آئیں اس حال میں کہ آپ ﷺ کو پسینہ آ رہا تھا اور چمڑے کے بستر پر آپ ﷺ کا پسینہ اکٹھا ہو گیا تھا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنا ڈبہ کھولا اور پسینہ پونچھ پونچھ کر اپنی شیشیوں میں بھرنے لگیں۔ نبی کریم ﷺ گھبرا کر اٹھ گئے اور فرمانے لگے:
اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہے؟
انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم اس میں اپنے بچوں کے لئے برکت کی امید رکھتے ہیں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری امید درست ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5935)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
ان کے ہاں نبی کریم ﷺ آتے تھے اور وہاں قیلولہ فرماتے وہ ان کے لئے چمڑے کا ایک ٹکڑا بچھا دیتی تھیں آپ ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا وہ اس پسینہ کو جمع کر کے خوشبو میں ملاتیں اور شیشیوں میں بھر دیتیں۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے سلیم! یہ کیا ہے؟
انہوں نے کہا: یہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے جس کو میں اپنی خوشبو میں ملاتی ہوں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5936)
علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 55ھ لکھتے ہیں:
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا بال اس کی پاکیزگی اور نظافت کی وجہ سے بطور تبرک اپنی ٹوپی میں رکھا ہوا

تھا وہ جہاد میں اس ٹوپی کو پہن کر جاتے اور اس کی برکت سے مدد طلب کرتے تھے جنگ یمامہ میں وہ ٹوپی گر گئی تو انہوں نے اس کو بہت شدید سمجھا (اور حالت جہاد میں ٹوپی اٹھائی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر حیرت ہوئی۔

تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا بلکہ میں نے اس کو ناپسند کیا کہ یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھوں میں پڑ جائے حالانکہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:3،ص:37)

علامہ عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہ طور تبرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کو حاصل کرتے تھے اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:6،ص:124)

مزید راقم ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے لمس سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے برتنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لگواتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق کا بیان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے مل جل کر رہتے تھے اور ہر چھوٹے اور بڑے کے بلانے پر چلے آتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ○ (قلم:4)

بے شک آپ ضرور بڑی شان والے خلق پر فائز ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:6،ص:124)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ بہت پاکیزہ خوشبو آتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خارجی خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے کسی پھول، مشک، عنبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوشبودار نہیں پایا۔

اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

کوئی عطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوشبودار نہیں تھا۔

امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ

جو شخص اپنی بیٹی کو رخصت کرتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں سے اپنا پسینہ پونچھ کر ایک شیشی میں ڈال کر اس کو دے دیتے۔

اور اس شخص سے فرماتے: اپنی لڑکی کو کہو کہ

اس خوشبو کو لگائے جب وہ لڑکی اس پسینہ کو لگاتی تو اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے اور لوگ ان کے گھر کو خوشبو والا کہتے۔

امام دارمی، امام بیہقی اور امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس راستہ سے گزر جاتے تو بعد میں جو بھی اس راستہ سے گزرتا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو آتی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس پتھر سے گزرتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتا تھا۔

اور امام ابو یعلیٰ اور امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ جس راستہ سے گزر جاتے تھے وہاں سے بہت پاکیزہ خوشبو آتی تھی اور خوشبو سونگھ کر لوگ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس راستہ سے گزرے ہیں۔ (شرح الشمائل: ج:2، ص:2)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

آپ ﷺ کے بالوں مبارکہ اور پسینہ مبارکہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تبرک حاصل کرتے تھے۔

بَاب السِّوَاكِ مِنَ الْفِطْرَةِ

مسواک فطری سنت ہے

فطرہ کے چار معانی ہیں۔

1-سنت جمیع انبیاء کرام علیہم السلام 2-سنت ابراہیم علیہ السلام 3-پورا دین اسلام

4-طبیعت سلیمہ کا تقاضا

اس باب میں مسواک کو فطری طور پر سنت قرار دیا گیا ہے۔

49 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَالِاسْتِنْشَاقُ بِالْمَاءِ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ قَالَ زَكَرِيَّا قَالَ مُصْعَبٌ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ وَدَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ مُوسَى عَنْ اَبِيهِ و قَالَ دَاوُدُ عَنْ عَمَّارِ ابْنِ يَاسِرٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ الْفِطْرَةِ الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ اِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ وَزَادَ وَالْخِتَانَ قَالَ وَالِانْتِضَاحَ وَلَمْ يَذْكُرِ انْتِقَاصَ الْمَاءِ يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرُوِيَ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَ خَمْسٌ كُلُّهَا فِي الرَّاْسِ وَذَكَرَ فِيهَا الْفَرْقَ وَلَمْ يَذْكُرْ اِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرُوِيَ نَحْوُ حَدِيثِ حَمَّادٍ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ وَمُجَاهِدٍ وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ

اللّٰهِ الْمُزَنِيّ قَوْلُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ وَفِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ نَحْوُهُ وَذَكَرَ إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ وَالْخِتَانَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت سے ہیں۔

1-مونچھ کٹانا 2-داڑھی بڑھانا 3-مسواک کرنا 4-ناک میں پانی ڈالنا 5-ناخن کٹوانا

6-پورے دھونا 7-بغل کے بال اکھیڑنا 8-زیرناف کے بال مونڈنا 9-پانی کے ساتھ استنجاء کرنا

راوی فرماتے ہیں کہ

مصعب بن شیبہ نے فرمایا: میں دسویں بات کو بھول گیا مگر ہو سکتا ہے کہ وہ کلی کرنا ہو۔

اور عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فطری سنتوں میں سے کلی کرنا

اور ناک صاف کرنا ہے۔

پھر اس کی مثل روایت کیا مگر داڑھی بڑھانے کا تذکرہ نہ فرمایا اور ختنہ اور ازار پر پانی کے چھڑکنے کو زیادہ بیان کیا اور پانی سے استنجاء کرنے کا تذکرہ نہ کیا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: اسی کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

اور انہوں نے فرمایا: وہ تمام پانچ ہیں اور سر کے بارے میں ہیں جن میں سے مانگ نکالنے کو تو ذکر کیا مگر داڑھی بڑھانے کا ذکر نہ کیا۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسی کی مثل حماد، طلق بن حبیب، مجاہد اور بکر بن عبداللہ نے روایت کیا ہے اور انہوں نے داڑھی بڑھانے کا تذکرہ نہ کیا اور حدیث محمد بن عبداللہ بن ابن مریم، ابی سلمہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان روایت کیا اس میں داڑھی بڑھانے کا ذکر ہے۔

اور ابراہیم نخعی نے داڑھی بڑھانے اور ختنہ کا تذکرہ کیا ہے۔

(شعب الایمان: ج:۳،ص:۲۳، السنن الصغیر للبیہقی: ج:۱ص ۶۸، سنن ابن ماجہ: ج:۱ص ۳۴۶، سنن ترمذی: ج:۹ص ۴۲۰)

تشریح:

علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں چیزیں وضو میں واجب ہیں کیونکہ منہ اور ناک چہرہ میں داخل ہیں اور سب کے نزدیک چہرہ کو دھونا واجب ہے۔ ابن المبارک، ابن ابی لیلیٰ

اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔
عطاء سے بھی یہی منقول ہے۔ اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ
صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور یہ امر وجوب کا تقاضہ کرتا ہے کیونکہ ناک ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور اس کو بند کرنے کے لئے کوئی خلاف نہیں ہے جیسا کہ منہ ہونٹوں سے بند رہتا ہے۔
امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ
غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں واجب ہیں اور وضو میں دونوں سنت ہیں۔
فقہاء احناف اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ غسل میں ہر اس چیز کو دھونا واجب ہے جس کو دھونا ممکن ہو مثلاً گھنے بالوں کی جڑوں کو دھونا واجب ہے اس کے برخلاف وضو میں اس طرح واجب نہیں ہے۔
اور امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ
غسل اور وضو دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے واجب نہیں۔
حسن حکم حماد قتادہ ربیعہ یحییٰ انصاری لیث
اور اوزاعی کا بھی یہی مسلک ہے۔
کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عشر من الفطرة ۔
دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔
اور ان میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر کیا اور فطرت سنت ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ
کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے۔
نیز ناک اور منہ باطنی عضو ہیں اس لیے ان کا دھونا واجب نہیں ہے۔ جس طرح داڑھی کے باطنی اور آنکھ کے اندرونی حصہ کو دھونا واجب نہیں ہے نیز چہرہ اس کو کہتے ہیں جو مواجہ ہو اور منہ اور ناک کا باطن مخاطب کے مواجہ نہیں ہوتا۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ
سنن دار قطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالے بغیر چارہ نہیں۔
نیز جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اس نے آپ کے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا بھی بیان کیا اور آپ کا کسی فعل پر مداومت کرنا اس کے وجوب کا موید ہے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا فطرت میں سے ہونا اس

کے وجوب کے منافی نہیں ہے کیونکہ فطرت واجب اور مستحب کو بھی شامل ہے اسی وجہ سے ختنہ کو بھی فطرت میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے۔(المغنی:ج:1،ص:83)

اور مونچھیں منڈانے کے متعلق اقوال درج ذیل ہیں:

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام طحاوی نے کہا ہے کہ بعض اہل مدینہ کے نزدیک موچھیں ترشوانا احفاء سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

حسن بصری، محمد بن سیرین، عطاء بن ابی رباح اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔

امام مالک موچھیں منڈوانے کو مکروہ کہتے ہیں۔

اور جمہور علماء مکحول، محمد بن عجلان، نافع اور امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ موچھوں کا احفاء مستحب ہے اور وہ موچھیں ترشوانے سے افضل ہے۔

حضرت ابن عمر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت جابر بن عبداللہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے یہ تمام آثار اسانید کے ساتھ روایت کیے ہیں اور موچھیں منڈانے کو احادیث میں خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے۔

حدیث میں ہے: یسما ھم

یہاں پر سنت غیر موکدہ لغوی معنیٰ میں ہے۔

اس کا مخصوص فقہی اصطلاحی معنیٰ مراد نہیں ہے کیونکہ اس کو مستحب بھی کہا گیا ہے ان کی علامت موچھیں منڈانا اور موچھوں کو جڑ سے صاف کرنا ہے۔(عمدۃ القاری:ج:22،ص:44)

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

موچھیں منڈانا بدعت ہے۔(درمختار علی ہامش الردالمختار:ج:5،ص:358)

داڑھی کی مقدار کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ اس میں شوافع حضرات کا مؤقف کچھ اس طرح ہے۔

امام محمد غزالی شافعی متوفی 505ھ لکھتے ہیں: لمبی داڑھی میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر اور تابعین کی ایک جماعت نے ایسا ہی کیا ہے۔

اور شعبی اور ابن سیرین نے اس کو مستحسن کہا ہے۔

اور حسن اور قتادہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ

داڑھی کو چھوڑ دینا مستحب ہے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''داڑھی بڑھاؤ'' اور اقرب بالحق داڑھی کو کم کرنا ہے بشرطیکہ بہت زیادہ نہ کاٹا جائے کیونکہ بہت لمبی داڑھی سے شکل بدنما ہو جاتی ہے اور لوگوں کی غیبت کرنے کا موقع ملتا ہے لہٰذا اس نیت سے اس کے طول سے احتراز کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نخعی کہتے ہیں کہ

جو شخص عقل مند ہو اور لمبی داڑھی رکھتا ہو مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے وہ اپنی داڑھی کم کر کے اس کو دو جبڑوں کے درمیان کیوں نہیں کرتا کیونکہ ہر چیز میں میانہ روی مستحسن ہے۔

اس لیے کہا گیا ہے کہ

جب کسی شخص کی داڑھی لمبی ہوتی ہے تو اس کی عقل کم ہوتی ہے۔ (احیاء العلوم: ج:2، ص:419 تا 420)

اور فقہاء حنبلیہ کا موقف یہ ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: فقہاء حنبلیہ اور مالکیہ نے داڑھی مونڈنے کو حرام قرار دیا ہے اور قبضہ سے داڑھی کاٹنا مکروہ نہیں ہے اور حلق کے نیچے کے بالوں کو کاٹنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بال کاٹے تھے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج:1، ص:308)

فقہاء مالکیہ کا موقف یہ ہے۔

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی 664ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک داڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے جس سے ان کا پیدائشی جمال متغیر نہ ہو اور داڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹ دینا مثلہ ہے جیسے عورت کے سر کے بال کاٹنا مثلہ ہے۔

اس لیے داڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹنے سے منع کیا جائے گا۔

اسی طرح داڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا جس سے ان کی خلقت متغیر ہو اور مثلہ کا ارتکاب لازم آئے اور اگر داڑھی اتنی زیادہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ خوب صورتی کی حد سے نکل جائے اور بکھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے اور اتنی لمبی داڑھی کو باقی رکھنا مثلہ ہو تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔ (المنتقی: ج:3، ص:32)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

داڑھی منڈوانا اور کٹوانا مکروہ ہے حدیث میں اس کی مذمت ہے اور لمبی داڑھی رکھنا بھی اس طرح مکروہ ہے جس طرح داڑھی کٹوانا مکروہ ہے اور داڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے۔ بعض متقدمین نے داڑھی کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔

اور یہ کہا ہے کہ

داڑھی کی حد تمسخر تک نہ چھوڑا جائے۔

اور بعض علماء نے قبضہ کو حد مقرر کیا۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ

حج اور عمرہ کے سوا داڑھی کو کم نہ کیا جائے۔

علامہ ابی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو داڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے اور جب داڑھی زینت ہے اور اس کو طولاً اور عرضاً کم کر کے حسین بنانا مستحسن ہے۔

اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ

قبضہ سے زائد داڑھی کو کاٹ دیا جائے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبضہ سے زائد کاٹ دیا تھا یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی داڑھی زیادہ ہو لیکن جس کی داڑھی زیادہ نہ ہو تو وہ اتنی مقدار کے بعد داڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ دے جس سے داڑھی میں حسن ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اگر یہ اعتراض ہو کہ داڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ کر حسین بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے۔

داڑھی چھوڑ دو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

داڑھی چھوڑنے یا بڑھانے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ داڑھی منڈاتے تھے اور ان سے مخالفت اس طرح ہوگی کہ یا تو داڑھی بالکل نہ کاٹی جائے یا تحسین کے لئے تھوڑی سی کاٹ لی جائے اس لیے صحیح وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:2، ص:39)

اور فقہاء احناف کا موقف یہ ہے۔

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ کاکی نے کہا ہے کہ

ہمارے نزدیک داڑھی کا طول ایک قبضہ کی مقدار ہے اور اس سے زیادہ داڑھی کو کاٹنا واجب ہے۔

ابو موسیٰ اسحاق نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے۔

اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ داڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ

یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی کریم ﷺ داڑھی کو قبضہ کے بعد کاٹتے تھے۔

امام بخاری نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد داڑھی کاٹتے تھے۔

البتہ یہ آثار اس حدیث کے معارض ہیں جس میں ہے مونچھوں کو ترشواؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ

داڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ ساری داڑھی کو منڈایا نہ جائے جس طرح مجوس منڈاتے ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

مونچھیں ترشواؤ، داڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو کیونکہ مجوس داڑھیاں منڈاتے تھے اور مونچھیں بالکل نہیں کاٹتے تھے۔

محیط میں ہے۔

داڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ

داڑھی کو چھوڑ دے حتیٰ کہ داڑھی گھنی اور بڑی ہو جائے اور کاٹ کر کم کرنا سنت ہے جو داڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ دے۔ (بنایہ: ج:1، ص:1345)

علامہ زبیدی حسینی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں (داڑھیاں بڑھاؤ) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے کہ

اولیٰ یہ ہے کہ

داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کو بالکل نہ کاٹا جائے۔

امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے۔

اور قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

داڑھی کو مونڈنا اور کاٹنا مکروہ ہے۔

علامہ قرطبی نے مفہم میں کہا ہے کہ

داڑھی کو مونڈنا، نوچنا اس کا زیادہ حصہ کاٹنا جائز نہیں ہے۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

داڑھی کا طولاً کاٹنا مستحسن ہے اور اس کو حد تمسخر تک لمبا کرنا مکروہ ہے اسی طرح اس کو کاٹنا بھی مکروہ ہے۔ متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ داڑھی کاٹنے کی کوئی حد ہے یا نہیں۔

بعض نے کہا: اس کی کوئی حد نہیں ہے البتہ اس کو اتنا لمبا نہ کرے کہ یہ حد تمسخر کو پہنچ جائے اور اس سے کچھ قدر کاٹ لے۔

امام مالک نے اس کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے۔ بعض نے اس کی حد قبضہ مقرر کی ہے۔

اور کہا ہے کہ

جب داڑھی قبضہ سے زیادہ ہو تو اس کو کاٹ دیا جائے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ

حج اور عمرہ کے موقع کے سوا داڑھی کو کاٹنا مکروہ ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین: ج:2، ص:419)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

داڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا جائے جبکہ داڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور وہ قبضہ ہے۔

(ہدایہ اولین: ص:201)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: داڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔ (فتح القدیر: ج:2، ص:270)

علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: داڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔ (درمختار علی ہامش الردالمختار: ج:2، ص:155)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: داڑھی میں سنت قبضہ ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ

مرد اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کاٹ دے۔ (ردالمختار: ج:5، ص:359)

علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد داڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:316)

ملا نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: داڑھی میں کاٹنا سنت ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ

مرد اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے اور مٹھی سے زائد کاٹ دے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

اور کہا ہے کہ

ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج:5،ص:358)

حدیث مبارکہ میں زیر ناف بال مونڈنے اور بغل کے بالوں کو اکھاڑنے کو سنت انبیاء کرام علیہم السلام فرمایا گیا ہے۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: زیر ناف بالوں کو مونڈنا مستحب ہے کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء کرام علیہم السلام) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے اس لیے ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے اور جس چیز سے بھی ان بالوں کو زائل کیا جائے جائز ہے کیونکہ ان بالوں کو زائل کرنا ہے۔

ابو عبداللہ سے پوچھا گیا۔

اگر کوئی شخص نچلے بالوں کو قینچی سے کاٹ دے۔

کہا: انشاء اللہ اس کو عمل کافی ہوگا۔

پوچھا گیا: اگر کوئی شخص یہ بال نوچ لے۔

کہا: اس کی طاقت کون رکھتا ہے۔

اگر کوئی شخص چونے سے ان بالوں کو صاف کرلے تو جائز ہے البتہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا لونڈی کے سوا کسی اور شخص کو اپنی شرم گاہ پر مطلع ہونے دے۔

مروزی نے کہا ہے کہ

ابو عبداللہ! میں زیر ناف چونے سے صاف کرتے تھے اس کے بعد حمام میں غسل کرنے جاتے تھے، بالوں کو مونڈنا چونے کے ساتھ صاف کرنے سے افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: چونے سے بال صاف کرنا بدعت ہے بغل کے بالوں کو نوچنا سنت ہے کیونکہ یہ سنت الانبیاء ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے اگر ان بالوں کو مونڈ لیا یا چونے سے صاف کرلیا پھر بھی جائز ہے اور بالوں کو نوچنا افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔ (المغنی: ج:1،ص:64)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: فتاویٰ ہندیہ میں مذکور ہے ناف کے نیچے سے بال مونڈنا شروع کرے اور اگر چونے کے ساتھ بال صاف کیے تو یہ بھی جائز ہے۔

اسی طرح فتاویٰ غرائب میں ہے۔

اشباہ میں مذکور ہے کہ

عورتوں کے لئے زیر ناف بالوں کو نوچنا سنت ہے۔ بغل کے بالوں کو زائل کرنا بھی مستحب ہے ان کو مونڈنا بھی جائز ہے اور نوچنا افضل ہے۔ حلق کے بالوں کو نہ مونڈے۔

امام ابو یوسف نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
اور مضمرات میں ہے۔
بھنوؤں کے بال اور چہرے کے بال مونڈنے میں بھی کوئی حرج نہیں بہ شرطیکہ مونث کے مشابہ نہ ہو۔ چالیس دن سے زیادہ تک زیر ناف بال کو نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے اور وہ شخص وعید کا مستحق ہے۔
علامہ ابوالسعود نے ابن ملک کی شرح المشارق سے نقل کیا ہے کہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے لیے ناخن تراشنے، مونچھیں کاٹنے اور بغل کے بال نوچنے کی یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان کو چالیس راتوں سے زیادہ ترک نہ کریں یہ ان مقدرات شرعیہ میں سے ہے جس میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے لہذا یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ (ردالمحتار: ج:5، ص:385)
علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور غسل کر کے پورے بدن کو صاف کرنا ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے اور افضل جمعہ کے دن ہے ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے۔ (درمختار: ج:1، ص:64)
علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: علامہ ہروی نے کہا ہے کہ
استحداد کا معنیٰ ہے استرے سے زیر ناف بالوں کو مونڈنا۔
علامہ خطابی نے کہا ہے کہ
اگر زیر ناف بالوں کو نوچ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو مونڈ لیا جائے تو یہ کافی ہے کیونکہ مقصود نظافت ہے۔
مونڈنے سے بال زیادہ ہوتے ہیں اور بالوں کی کثرت سے میل زیادہ ہوتا ہے جس سے بدبو آتی ہے اور زیر ناف بدبو کا محل نہیں ہے اس لیے زیر ناف بالوں کو مونڈ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو نوچ لیا جائے۔
علامہ نیشاپوری نے کہا ہے کہ
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لئے زیر ناف بال مونڈنے کی مدت چالیس دن مقرر کی ہے اور بغل کے بال جب بڑھ جائیں تو ان کو نوچ لے اور مونچھوں کو لمبا نہ ہونے دے اور ہر جمعہ کو ناخن تراشے۔
اس حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ
جب بال یا ناخن بڑھ جائیں تو ان کو کاٹ دیا جائے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2، ص:36 تا 39)
حدیث مبارکہ میں ختنہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔
اس بارے میں مختلف مذاہب ہیں۔

علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے۔

امام احمد نے فرمایا: مردوں پر یہ حکم شدید ہے کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی اور عورت کا معاملہ آسان ہے۔

ابوعبداللہ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے۔

جو مرد ختنہ نہ کرائے اس کا حج ہے نہ نماز ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ یہ رخصت دیتے تھے کہ

جو شخص اسلام لائے وہ اگر ختنہ نہ کرائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

وہ کہتے تھے کہ

کئی سیاہ فام اسلام لائے اور ان میں سے کسی کی تفتیش نہیں کی گئی اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا۔

اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ

شرمگاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا تو ختنہ کرنے کے لئے مختون کی شرم گاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا نیز یہ مسلمانوں کے شعار میں سے ہے اس لیے دیگر شعار کی طرح یہ بھی واجب ہوگا اور اگر کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا جیسا کہ غسل، وضو وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے ہاں اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔

امام حنبل نے کہا: میں نے ابوعبداللہ سے ذمی کے متعلق سوال کیا جب وہ مسلمان ہو تو آیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟

انہوں نے کہا: اس کے لئے ختنہ ضروری ہے۔

میں نے پوچھا: اگر وہ بوڑھا یا بوڑھی ہو؟

انہوں نے کہا: ان کے لئے ختنہ کرانا مستحب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ (حج:78)

(تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)

اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مرد اور عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھو لے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ بیان ہے کہ
عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں۔

اور فلاں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ختنہ مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے تکریم ہے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 63)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:
عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے۔

جصاص نے کتاب ادب القضاء میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے مکرمت ہے۔

(عمدۃ القاری: ج: 5، ص: 357)

ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ
ختنہ کرنا سنت ہے۔
غرائب میں مذکور ہے۔
یہی قول صحیح ہے۔
ختنہ کرنے کے لئے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے۔
سراجیہ میں ہے۔
یہی مختار قول ہے۔
بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ
ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے۔
اسی طرح جواہر الفتاویٰ میں ہے۔
عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں۔
بعض مشائخ سے منقول ہے کہ
یہ سنت ہے۔

شمس الائمہ الحلوانی نے خصاف کی ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ

عورتوں کا ختنہ کرنا مکرمت ہے کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پوری کھال نہیں کٹی تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے تو یہ ختنہ ہے اور اگر نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے تو یہ ختنہ نہیں ہے۔

صلوٰۃ النوازل میں مذکور ہے۔

ایک بچہ کا ختنہ نہیں کیا گیا اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جا سکتا اور اس کا حشفہ ظاہر ہو اور دیکھنے میں وہ مختون لگتا ہو تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے۔

اگر وہ کہیں کہ

اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا بوڑھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ عذر کی وجہ سے واجب کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

جب بوڑھا شخص خود ختنہ کر سکتا ہو تو کر لے ورنہ چھوڑ دے ہاں اگر اس کے لئے ممکن ہو تو وہ شادی کر لے یا ختنہ کرنے والی باندی کو خرید لے اور وہ اس کا ختنہ کر دے بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر کھال بڑھ گئی اگر اس کی کھال نے حشفہ کو ڈھانپ لیا ہے تو اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے ورنہ نہیں۔ (عالمگیری: ج:5،ص:357)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور غسل کر کے پورے بدن کو صاف کرنا ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے اور افضل جمعہ کے دن ہے ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے۔ (درمختار: ج:1،ص:64)

امام بخاری نے اس حدیث کو کیوں نہ لیا؟

یہ حدیث مبارکہ اسی طرح بلفظ عشرۃ من الفطرۃ مسلم میں بھی ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نہیں لیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو لیا ہے جس میں **الفطرۃ خمس الختان والاستحداد وقص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط**: لیکن ظاہر ہے کہ اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی افادیت زائد ہے اس میں بجائے پانچ خصلتوں کے دس خصلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نہیں لیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

اس حدیث میں دو علتیں ہیں۔

ایک یہ کہ

اس کی سند میں مصعب بن شیبہ راوی ہے جو متکلم فیہ ہے۔

دوسری یہ ہے کہ

اس کی سند میں اضطراب ہے اس لیے کہ اس حدیث مبارکہ کو مصعب طلق بن حبیب سے سنداً نقل کر رہے ہیں اور سلیمان تیمی نے اس کو طلق بن حبیب سے مرسلاً نقل کیا ہے ان ہی دو علتوں کی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج نہیں فرمائی طلق کی یہ حدیث مرسل نسائی میں ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو دونوں طرح ذکر کیا ہے مسنداً بھی اور مرسلاً بھی اور اسی طرح امام ابوداؤد نے آگے چل کر طلق کی اس حدیث مرسل کو تعلیقاً ذکر کیا ہے جس طرح کہ اگلے باب کے اخیر میں آرہا ہے۔

سوال

یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہو گیا کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

خمس من لفطرة

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے۔

عشر من لفطرة

اور بعض روایات میں تین کا ذکر ہے چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں صرف تین کا ذکر ہے۔

حلق العانة

تقليم الاظفار

وقص الشارب

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ

ذكر القصيل لاينافي الكثير

دوسرے لفظوں میں یوں کہیے۔

مفهوم العدد ليس بحجة

یعنی جہاں سے دس سے کم بیان کی گئی ہیں بلکہ خود دس میں بھی انحصار مقصود نہیں ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ

من جملہ خصال فطرت کے اتنی ہیں ہر جگہ من جملہ ہی مراد ہے اگر چہ اس کے ساتھ دس کا عدد ذکر کیا گیا ہو یا پانچ یا تین کا لفظ الفطرۃ سے پہلے جو من ہے وہ اسی طرف مشیر ہے ہاں اگر ہر جگہ حصر مقصود ہوتا تب یقیناً تعارض تھا باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب موقعہ اور حسب حاجت ان خصال کو بیان فرمایا جہاں صرف تین کا ذکر کرنا مناسب خیال فرمایا وہاں تین اور جہاں اس سے زیادہ

مناسب سمجھا وہاں اس سے زیادہ بیان فرمایا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

مقصود اگرچہ حصر ہے لیکن شروع میں آپ ﷺ کو تین کا علم دیا گیا تو آپ ﷺ نے تین بیان فرما دیں پھر آپ ﷺ کو مزید دو کا علم دیا گیا تو آپ ﷺ نے پانچ بیان فرما دیں پھر آپ ﷺ کو زیادہ عطا فرما دی گئیں تو دس بیان فرما دیں لہٰذا سوال کی حاجت ہی نہ رہی۔

قوله عمار

عمار کا ذکر تو دونوں کی سند میں ہے لیکن عن ابیه کا اضافہ صرف حضرت موسیٰ کی روایت میں ہے داؤد کی روایت میں نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ کی سند میں اس طرح ہے۔

عن سلمة بن محمد عن ابيه عن عمار

اور امام ابوداؤد کی سند میں اس طرح ہے۔

عن مسلمة بن محمد عن عمار

اس تشریح کے مطابق موسیٰ کی روایت میں کوئی اشکال نہ ہوگا وہ مرفوع متصل ہوگی مرسل نہ ہوگی اور داؤد کی روایت البتہ حسب سابق منقطع رہے گی۔

قال ابو داؤد روى نحوه عن ابن عباس......

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ بعض روایات تعلیقاً بیان کرتے ہیں اور مقصود ان تعلیقات کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ خصال فطرۃ کی تعیین میں روایات میں جو اختلاف ہے وہ سامنے آ جائے۔

قال ابو داؤد روى نحو حديث حماد......

یہاں پر حماد سے مراد وہ حماد مراد ہیں جو حدیث عمار کی سند میں اوپر مذکور ہے۔

یہ تین تعلیقات ہیں:

1- مطلق بن حبیب کی   2- مجاہد کی

3- بکر بن عبداللہ مزنی کی۔ واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب السِّوَاكِ لِمَنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

رات کو بیدار ہونے کی صورت میں مسواک کرنا

اس باب میں رات کو بیدار ہونے پر مسواک کرنے کی احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

50 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَحُصَيْنٍ عَنْ اَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوتے تو اپنے منہ مبارک کو مسواک کے ذریعے صاف فرماتے تھے۔

(معجم الاوسط: ج:۳، ص:۲۰۳، السنن الصغیر للبیہقی: ج:۱ص ۶۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ج:۱ص ۶۳، سنن ابن ماجہ ج:۱ص ۳۲۸)

51 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوضَعُ لَهُ وَضُوءُهُ وَسِوَاكُهُ فَاِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ تَخَلَّى ثُمَّ اسْتَاكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی اور مسواک رکھ دیا جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بیدار ہوتے تو استنجاء کے بعد مسواک فرماتے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:۱،ص:۳۹، معجم الاوسط: ج:۴،ص:۴۰، مسند احمد: ج:۵۰ص ۴۰۹، مسند اسحاق بن راہویہ: ج:۳ص ۷۷۶)

52 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اُمِّ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ فَيَسْتَيْقِظُ اِلَّا تَسَوَّكَ قَبْلَ اَنْ يَتَوَضَّاَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاہے رات ہو یا دن ہو بیدار ہوتے ہی وضو سے قبل مسواک فرماتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:۱،ص:۳۹)

53 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ مِنْ مَنَامِهِ اَتٰى طَهُورَهُ فَاَخَذَ سِوَاكَهُ فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَاتِ (اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ

لِأُوْلِي الْأَلْبَابِ) حَتّٰى قَارَبَ اَنْ يَّخْتِمَ السُّوْرَةَ اَوْ خَتَمَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ فَاَتٰى مُصَلَّاهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ كُلُّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ قَالَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّاَ وَهُوَ يَقُوْلُ (اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ

حضرت محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس گزاری جب آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوئے اور طہارت حاصل کرنا چاہی تو مسواک فرمائی۔ پھر ان آیات کو تلاوت فرمایا: ان فی خلق السمٰوات والارض و اختلاف اللیل والنھار لایت لاولی الالباب حتیٰ کہ سورہ کے اختتام کے قریب پہنچے یا سورۃ ختم فرمادی پھر وضو فرمایا اور مصلیٰ کی طرف آ کر دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر اپنے بستر کی طرف تشریف لائے پھر سو گئے جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر بیدار ہوئے اور اسی طرح کیا پھر بستر کی طرف تشریف لائے اور سو گئے پھر بیدار ہوئے اور اسی طرح کیا ہر بار مسواک فرماتے اور دو رکعات نماز ادا فرماتے پھر وتر ادا فرماتے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: ابن فضل نے کہا ہے کہ حصین سے روایت ہے کہ پس مسواک فرمایا اور وضو فرمایا۔ اور آپ ﷺ فرماتے: ان فی خلق السمٰوات والارض حتیٰ کہ سورت ختم فرمائی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۵۳)

تشریح:

نبی کریم ﷺ جب بھی بیدار ہوتے تو مسواک کرتے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیدار ہونے پر مسواک کرنا مستحب ہے جس طرح عند القیام من النوم سے ثابت ہو گیا ہے۔

عن علی بن زید عن ام محمد......

علی بن زید ام محمد کے ربیب ہیں وہ اپنی سوتیلی ماں ام محمد سے روایت کر رہے ہیں۔

عن جدہ عبداللہ بن عباس قال بت لیلۃ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے ایک رات حضور ﷺ کے پاس گزاری یہ اس رات کا واقعہ جبکہ آپ ﷺ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے یہاں پر روایات میں آتا ہے۔

بت عند خالتی میمونۃ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ یوں جا کر بنتی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ ام الفضل بنت الحارث حضرت میمونہ بنت الحارث کی بہن ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات اس وجہ سے گزاری تا کہ رات کے معمولات اور عبادات معلوم ہو جائیں اور چونکہ دن میں تو پاس حاضر رہتے تھے اور دن کے معمولات معلوم تھے مگر رات کے معلوم نہ تھے اس لیے رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شب بیداری کر کے گزاری۔

قال ابو داؤد رواه ابن فضيل عن حصين......

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ اس روایت کو حصین سے جس طرح ہشیم روایت کرتے ہیں اسی طرح محمد بن فضیل بھی روایت کرتے ہیں۔

اور دونوں کی روایت میں فرق یہ ہے کہ
ہشیم کی روایت میں شک کے ساتھ آیا تھا۔

حتى قارب ان يختم السورة او ختمها

یہاں ابن فضیل کی روایت میں بغیر شک کے ہے۔

حتى ختم السورة .والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فَرْضِ الْوُضُوءِ
وضو فرض ہے

اس باب میں وضو کی اہمیت کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

54 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْمَلِيحِ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ وَلَا صَلٰوةً بِغَيْرِ طُهُورٍ

ابو الملیح اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ چوری کے مال والا صدقہ قبول نہیں فرماتا اور نہ بغیر طہارت کے نماز قبول فرماتا ہے۔

(معجم الصغیر: ج: 1، ص: 78)

55 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ اَحَدِكُمْ اِذَا اَحْدَثَ

حَتّٰى يَتَوَضَّاَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی ایک کی نماز کو قبول نہیں فرماتا جب تک بغیر وضو کے ہو حتیٰ کہ وضو کر لے۔

(سنن ترمذی: جز:1 ص:128)

56 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنِ ابْنِ عَقِیْلٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِیَّةِ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهم قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِیْمُهَا التَّكْبِیْرُ وَتَحْلِیْلُهَا التَّسْلِیْمُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کی چابی طہارت ہے اور اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل سلام پھیرنا ہے۔

(سنن الصغیر للبیہقی: جز:۱ ص:۱۰۱ تہذیب الآثار: جز:۱ ص ۲۵۵ سنن البیہقی الکبریٰ: جز:۲ ص ۲۵۳ سنن ترمذی: جز:۱ ص:۷)

تشریح:

یہاں پر فرض الوضو کے لفظوں کے اعتبار سے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

1- وضو کی فرضیت کا اثبات اور یہی مقصود ہے۔ 2- فرض الوضو بمعنی فرائض الوضو۔

یعنی وضو میں کتنی چیزیں فرض ہیں مگر یہاں پر یہ معنیٰ مراد نہیں ہیں۔

فرض کے لغوی معنیٰ تقدیر اور تعیین کے ہیں یعنی کسی چیز کی مقدار وغیرہ متعین کرنا۔

اصطلاح فقہاء میں

فرض اس حکم کو کہتے ہیں جس کا لزوم دلیل قطعی سے ثابت ہو یہ نہیں کہ جس کا نفس ثبوت دلیل قطعی سے ہو اس لیے بہت سی مستحب بلکہ چیزیں ایسی ہیں جن کا نفس ثبوت دلیل قطعی سے ہے۔

جیسے کہ

وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (المائدہ:2)

یہاں پر تین بحثیں ہیں:

1- وضو کا ماخذ اشتقاق 2- ابتدائیہ مشروعیۃ 3- سبب وجوب

وضو مشتق ہے وضاءۃ سے وضاءۃ کے معنیٰ حسن و نظافت کے ہیں۔

امت کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا حرام ہے خواہ وضو سے طہارت حاصل کی جائے یا تیمم سے اگرچہ نماز فرض ہو یا نفل ہو سجدہ تلاوت ادا کرنا ہو یا سجدہ شکر یا نماز جنازہ پڑھنی ہو۔ اگر کسی شخص نے بلا عذر بغیر وضو کے نماز پڑھی تو وہ

گنہگار ہوگا مگر اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

جمہور کا یہی مذہب ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: جو شخص بلا عذر محمداً بغیر طہارت کے نماز پڑھے تو نوادر میں اس کی تکفیر کی ہے۔

اور ظاہر الروایہ میں ہے۔

وہ کافر نہیں ہے۔

یہ اختلاف اس وقت ہے جب وہ بلا استخفاف بغیر طہارت کے نماز پڑھے تو وہ سب کے نزدیک کافر ہے اور اگر اس کی نیت استہزاء اور تحریہ کی نہ ہو اور اس نے یہ سمجھا ہو کہ اس میں اتنا حرج نہیں ہے بلکہ محض سستی یا حکم شرعی سے جہالت کی وجہ سے ہے بلا وضو نماز پڑھی تو یہ کسی کے نزدیک کفر نہیں ہونا چاہئے اور جب کسی چیز کے کفر ہونے یا کفر نہ ہونے میں اختلاف ہو تو ظاہر مذہب عدم تکفیر ہے۔

بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ

اگر مومن کی تکفیر پر ستر روایات متفق ہوں اور ایک ضعیف روایت عدم تکفیر کی ہو تو مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ اس کی تکفیر نہ کرے۔ (ردالمختار: ج:1،ص:60)

اور اگر کوئی شخص پانی نہ پائے تو پھر کیا کرے تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ تیمم کرلے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم کرنا جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو مثلاً مٹی، ریت، چونا، پتھر وغیرہ سے تیمم کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ اس پر غبار بھی ہو۔

تیمم کرنے والا جب طہارت یا نماز کی نیت کرے تو جائز ہے تیمم کے ساتھ فرائض اور نوافل جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے اور جب تک اس کا عذر قائم رہے وہ ایک تیمم کے ساتھ کئی فرائض پڑھ سکتا ہے اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز کے دوران اس نے پانی دیکھ لیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ (ہدایہ اولین: ص:38)

اب رہی بات یہ کہ وضو کی فرض کا حکم کب ہوا تھا۔

اس بارے میں چند اقوال ہیں کہ آیا جب تیمم کے متعلق آیت نازل ہوئی اس وقت فرض ہوا یا بعد میں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: آیت وضو اجماعاً مدنی ہے اور تمام اہل سیرت کا اس پر اجماع ہے کہ وضو اور غسل مکہ میں نماز کے ساتھ فرض ہو گئے تھے اور نبی کریم ﷺ نے کبھی بغیر وضو کے نماز نہیں پڑھی بلکہ ہم سے پہلی شریعت میں بھی وضو فرض تھا۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا وضو ہے اور اصول فقہ میں یہ مقرر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بغیر انکار کے کوئی قصہ بیان کریں اور اس کا نسخ ظاہر نہ ہو تو وہ بھی ہماری شریعت ہے اور اس آیت کے نزول کا یہ فائدہ ہے کہ جو حکم پہلے ثابت ہو چکا تھا اس کو مقرر اور ثابت کیا جائے۔

(الدر المختار مع رد المحتار: ج:1، ص:61، 62)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: علامہ سفاقسی نے اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

وضو کرنا ان پر لازم تھا اور تیمم کی آیت سورہ المائدہ میں ہے اور سورۃ النساء میں ہے اور یہ دونوں مدنی سورتیں ہیں اور اس سے پہلے کوئی نماز بغیر وضو کے مشروع نہیں تھی اس لیے جب تیمم کی آیت نازل ہوئی تو وضو کا ذکر نہیں کیا کیونکہ تیمم کا حکم وضو کے حکم کی فرع ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

پہلے اس آیت کا وہ حصہ نازل ہوا جس میں وضو کا ذکر ہے اور پھر اس آیت کا دوسرا حصہ نازل ہوا جس میں تیمم کا ذکر ہے۔

پھر یہ آیت پوری ہوگئی۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ

وضو کا حکم پہلے سنت سے مشروع ہوا نہ کہ قرآن سے پھر بعد میں ان دونوں کا حکم اکٹھے نازل ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو تیمم سے اس لیے تعبیر کیا کہ اس موقع پر یہی مقصود تھا۔

میں کہتا ہوں کہ

اگر یہ لوگ امام حمیدی کی اس روایت پر مطلع ہو جاتے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔

پھر یہ آیت نازل ہوئی:

یا ایها الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰة فاغسلوا وجوهكم وایدیكم

تو ان تاویلات میں نہ پڑتے۔ (عمدۃ القاری: ج:4، ص:5)

حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی۔

اس سے مراد وہ آیت وضو ہے جو سورۃ المائدہ میں ہے یا وہ آیت ہے جو سورۃ النساء میں ہے ان دو آیتوں کے سوا اور کسی آیت میں تیمم کا ذکر نہیں ہے اور یہ دونوں مدنی سورتیں ہیں۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ
غسل جنابت وضو سے پہلے فرض نہیں ہوا تھا۔ پس جس طرح مصنفین سیرت کے نزدیک یہ امر محقق ہے کہ نبی کریم ﷺ پر مکہ میں نماز فرض ہوئی ہے اور غسل جنابت بھی مکہ میں فرض ہوا ہے اور یہ کہ آپ نے مکہ میں کوئی نماز بھی بغیر وضو کے نہیں پڑھی اور آپ اسی طرح وضو کرتے تھے جس طرح مدینہ میں آپ نے وضو کیا یا جس طرح اب ہم وضو کرتے ہیں۔
اور یہ وہ امر ہے کہ
اس سے کوئی عالم بھی ناواقف نہیں ہے اور سوائے ہٹ دھرم کے اس کی کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا۔

(الاستذکار: ج:3،ص:155)

اور یہ حدیث مبارکہ وضو مکہ مکرمہ میں فرضیت پر دال ہے۔
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ کو وضو سکھایا اور جب وضو سے فارغ ہوئے تو چلو میں پانی لے کر اپنی شرم گاہ پر چھڑکا۔
اس حدیث کی بناء پر وضو مکہ مکرمہ میں فرض ہوا اور اس کی تلاوت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (الروض الانف: ج:1،ص:163)

سوال

کیا وضو پہلی شریعتوں میں بھی فرض تھا۔

جواب

وضو پہلی شریعتوں میں بھی فرض تھا جس کے متعلق یہ روایات دلالت کرتی ہیں۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے جب انہیں باطل خداؤں کی طرف بلایا گیا۔
تو انہوں نے کہا: انی سقیم
میں بیمار ہوں۔
اور انہوں نے کہا: فعله کبیرهم هذا
ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے۔
اور انہوں نے حضرت سارہ کے متعلق کہا۔
یہ میری بہن ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بستی میں گئے جس میں ایک جابر بادشاہ تھا اس کو بتایا گیا کہ

آج رات ابراہیم (علیہ السلام) سب سے حسین عورت کے ساتھ اس شہر میں داخل ہوئے ہیں۔اس بادشاہ نے ان کے پاس اپنا خادم بھیجا۔

اور پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: یہ میری (دینی) بہن ہے۔

اس نے کہا: اس کو بھیج دو۔

آپ علیہ السلام نے ان کو اس کے ساتھ روانہ کیا۔

اور ارشاد فرمایا: میری بات کو جھٹلانا نہیں میں نے اس کو یہ خبر دی ہے کہ تم میری بہن ہو اور اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اس کے پاس پہنچیں تو وہ آپ کی طرف اٹھا حضرت سارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! بے شک تجھے علم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہر کسی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے سو تو مجھ کو اس کافر کے تسلط سے بچا سو اس کے منہ سے خرخر کی آواز آنے لگی اور اس کی ٹانگ زمین میں دھنس گئی۔

حضرت سارہ (رضی اللہ عنہا) نے کہا: یا اللہ عزوجل! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس نے مار دیا پھر اس کو زمین نے چھوڑ دیا وہ پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھا، حضرت سارہ (رضی اللہ عنہا) نے وضو کیا نماز پڑھی اور دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! بے شک تو جانتا ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہر کسی سے خود کو محفوظ رکھا ہے سو تو مجھ کو اس کافر کے تسلط سے بچا پس اس کے منہ سے خرخر کی آواز آنے لگی اور اس کی ٹانگ زمین میں دھنس گئی۔

پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا اللہ عزوجل! اگر یہ مر گیا تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے اس کو قتل کر دیا پھر اس کو چھوڑ دیا گیا۔

پھر تیسری یا چوتھی بار بادشاہ نے کہا: تم نے میرے پاس کس جنی کو بھیجا ہے اسے ابراہیم کو واپس کر دو اور اس عورت کو ہاجرہ دے دو وہ واپس گئیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔

کیا آپ علیہ السلام کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کے مکر کو باطل کر دیا اور خدمت کے لئے ایک باندی دے دی۔

(مسند احمد: ج:2،ص:403،404 طبع قدیم، بیروت)

اس حدیث میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے وضو کرنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں

بھی وضوفرض تھا۔

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنو اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کو جریج کہا جاتا تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں نے آ کر اس کو بلایا وہ اس کے بلانے پر نہیں گیا۔

اور کہا: کیا نماز کی حالت میں میں اس کو جواب دوں۔

اس کی ماں اور اس نے کہا: اے اللہ عزوجل! اس پر اس وقت تک موت طاری نہ کرنا جب تک یہ بدکار عورت کو نہ دیکھ لے۔ جریج اپنے گرجا میں عبادت کرتا تھا۔

ایک عورت نے کہا: میں جریج کو فتنہ میں ڈالوں گی۔ اس عورت نے اس کو گناہ کی دعوت دی۔ جریج نے انکار کیا۔ اس نے ایک چرواہے سے اپنی خواہش پوری کر لی۔ اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔

اس نے لوگوں سے کہا: یہ جریج کا بچہ ہے لوگ آئے اور انہوں نے اس کا گرجا توڑ دیا اور اس کو گرجا سے نکال دیا اور اس کو برا بھلا کہا۔ جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

پھر اس نوزائیدہ بچہ سے کہا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟

اس نے کہا: چرواہا۔

لوگوں نے کہا: ہم تمہارا گرجا سونے کا بنا دیں۔

اس نے کہا: نہیں صرف مٹی کا بنا دو۔ (صحیح البخاری: ج:3، رقم الحدیث:2482)

اس حدیث مبارکہ میں جریج کے وضو کرنے کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے بنی اسرائیل میں وضو فرض تھا۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور ایک ایک مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا۔

پھر ارشاد فرمایا: یہ وضو کا وہ طریقہ ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پانی منگوایا اور دو دو مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا۔

پھر ارشاد فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا اس کے لئے دگنا اجر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر کے بعد پانی منگوایا اور اس سے اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا۔

اور ارشاد فرمایا: یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا وضو ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:420)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ وضو پہلی شریعتوں میں بھی فرض تھا۔

عن علی قال قال مفتاح الصلوٰۃ الطھور

اس حدیث میں تین جملے ہیں پہلے میں طہارت کا ذکر ہے دوسرے میں تکبیر تحریمہ کا تیسرے میں تسلیم صلوٰۃ کا مگر مقصود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا صرف پہلا جز ہے۔ اس جملہ میں تشبیہ و استعارہ کو استعمال کیا گیا ہے وہ اس طرح کہ حدیث کو قفل کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور اس کی ضد یعنی طہارت کو مفتاح کے ساتھ گویا حدث آدمی کے حق میں دخول فی الصلوٰۃ کے لئے اس طرح مانع ہے جس طرح مکان میں داخل ہونے سے قفل مانع ہوتا ہے اور جس طرح مقفل مکان میں بغیر مفتاح کے داخل ہونا ممکن نہیں اسی طرح نماز میں بغیر طہارت کے داخل ہونا صحیح نہیں ہے۔

عن سفیان...... یہ سفیان ثوری ہیں۔

اور بعض نے کہا: یا تو یہ سفیان ثوری ہیں یا ابن عیینہ ابن عقیل

محمد بن الحنفیة......

یہ محمد بن علی ہیں اور حنفیہ ان کی والدہ ہیں جن کا نام خولہ ہے قبیلہ بنو حنیفہ سے ہیں بنو حنیفہ یمامہ کا ایک قبیلہ ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يُجَدِّدُ الْوُضُوءَ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

بغیر حدث کے نیا وضو کرنا

یہ باب وضو ہونے کے باوجود نیا وضو کرنے کے متعلق ہے۔

57 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَاَنَا لِحَدِيْثِ ابْنِ يَحْيَى اَتْقَنُ عَنْ غُطَيْفٍ وَقَالَ مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِيْ غُطَيْفٍ الْهُذَلِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَلَمَّا نُوْدِيَ بِالظُّهْرِ تَوَضَّاَ فَصَلّٰى فَلَمَّا نُوْدِيَ بِالْعَصْرِ تَوَضَّاَ فَقُلْتُ لَهٗ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّاَ عَلٰى طُهْرٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا حَدِيْثُ مُسَدَّدٍ وَهُوَ اَتَمُّ

امام ابوداؤد نے فرمایا: اس کے بعد ابن یحیٰی کی حدیث میں مجھے اس طرح حفظ ہے غطیف، محمد اور ابو غطیف ہذلی

سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا جس وقت ظہر کی اذان ہوئی تو انہوں نے وضو فرمایا اور نماز ادا فرمائی پھر جب عصر کی اذان ہوئی تو انہوں نے وضو فرمایا میں نے انہیں اس بات کا بتایا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص وضو کے ہوتے ہوئے وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہ حدیث مسدد اتم ہے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ، ج:1، ص:162)

تشریح:

جمہور کے نزدیک تجدید وضو مستحب ہے۔ مگر استحباب کس صورت میں ہے اور کیا ہے اس میں تھوڑی تفصیل ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شافعیہ حضرات کے یہاں استحباب تجدید میں چار قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

تجدید اس شخص کے حق میں مستحب ہے جس نے پہلے وضو سے کوئی نماز پڑھی ہو فرض یا نفل ہو۔

دوسرا قول یہ ہے۔

فرض نماز پڑھی ہو۔

تیسرا قول یہ ہے۔

پہلے وضو سے کوئی ایسا کام کیا ہو جو بغیر طہارت کے جائز نہیں۔

مثال کے طور پر

مصحف کو چھونا اور سجدہ تلاوت وغیرہ۔

چوتھا قول یہ ہے۔

تخلل بالزمان ہو یعنی پہلے وضو اور دوسرے وضو کے درمیان زمانہ حائل ہو کچھ فصل ہو چکا ہو۔ ایک وضو کے بعد دوسرا وضو کرنا بے کار ہے۔

نیز انہوں نے لکھا ہے کہ

غسل کی تجدید مستحب نہیں ہے اور تیمم میں دونوں روایتیں لکھی ہیں۔

اصح یہ ہے کہ

مستحب نہیں ہے۔

اور احناف کے نزدیک تجدید وضو کا استحباب اس صورت میں ہے کہ یا تو اختلاف مجلس ہو یا توسط العبادت بین الوضوئین ہو یعنی پہلے وضو سے کوئی عبادت کر چکا ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ
بغیر حدث کے نیا وضو کرنا مستحب ہے جس طرح کہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہو چکا۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُنَجِّسُ الْمَاءَ

پانی ناپاک نہیں ہوتا

اس باب میں پانی کے کب پاک ہونے یا نہ ہونے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

58 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَغَيْرُهُمْ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا يَنُوبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنُ الْعَلَاءِ و قَالَ عُثْمَانُ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهُوَ الصَّوَابُ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح و حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ اَبُوْ كَامِلٍ ابْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْمَاءِ يَكُوْنُ فِي الْفَلَاةِ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

عبداللہ بن عبداللہ بن عمر کے والد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس پانی کے بارے میں سوال کیا گیا جس میں جنگلی جانور اور درندے پھرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب پانی دو قلتین ہو تو ناپاک نہیں ہوا کرتا۔ یہ الفاظ ابن العلاء کے ہیں اور یہی عثمان حسن بن علی نے اس کو محمد بن عباد بن جعفر سے بھی بیان کیا ہے۔
اور امام ابوداؤد نے فرمایا: صحیح یہ ہے: اور ابوکامل بن زبیر نے فرمایا عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر اپنے والد ماجد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جنگل کے پانی کے متعلق سوال کیا گیا پس اسی طرح کا معنیٰ ذکر کیا۔

(سنن الصغیر للبیہقی: جز:۱، ص:۱۶۴، مستدرک: جز:۱، ص۲۲۴، تہذیب الآثار للطبری: جز:۷، ص۱۹۰، سنن ابن ماجہ: جز:۲، ص۱۳۴، سنن ابن ماجہ: جز:۲، ص۱۳۵)

تشریح:

اس میں اختلاف ہے پانی کے ناپاک ہونے میں قلت وکثرت کا فرق ہے یا نہیں یا صرف دو قلتین ہو تو ناپاک نہیں ہوتا

بہر حال امام مالک کے نزدیک فرق نہیں ہے قلیل وکثیر کا ایک ہی حکم ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک فرق ہے وہ یہ ہے کہ ماءقلیل تھوڑی سی نجاست گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے اور ماء کثیر اس وقت ناپاک ہوتا ہے جب اس کی تین صفات میں سے کوئی ایک صفت بدل جائے اور تین صفات بو، رنگ اور ذائقہ ہیں۔

59 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَاِنَّهُ لَا يَنْجُسُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَقَفَهُ عَنْ عَاصِمٍ

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے والد ماجد نے حدیث مبارکہ بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب پانی دو گھڑوں کے برابر ہو تو ناپاک نہیں ہوتا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حماد بن یزید نے عاصم سے موقوفاً روایت کیا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:۱ص:۲۶۱، مستدرک: جز:۱ص۲۲۵، تہذیب الآثار جز:۷ص۱۸۸)

اس کی بحث پیچھے کر دی ہے۔ **واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم**

بَاب مَا جَاءَ فِيْ بِئْرِ بُضَاعَةَ

بضاعہ کنویں کے متعلق

اس باب میں بضاعہ کنویں کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

60 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهُ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَتَوَضَّاُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُطْرَحُ فِيْهَا الْحِيَضُ وَلَحْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ رَافِعٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا گیا کہ ہم بضاعہ کنویں سے وضو کرتے ہیں اس حال میں کہ اس میں حیض کے کپڑے، کتوں کا گوشت اور گندی چیزیں ڈالی جاتی ہیں۔ تو

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی طاہر و مطہر ہے کوئی چیز اس کو ناپاک نہیں کرتی ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: بعض نے عبدالرحمٰن بن رافع کہا ہے۔

(سنن الدارقطنی: جز:۱ص:۲۹، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: جز:۲ص:۷۰۱، سنن ترمذی: جز:۱ص:۱۱، سنن نسائی: جز:۲ص:۳۴)

61 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ شُعَیْبٍ وَعَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ یَحْیَى الْحَرَّانِیَّانِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ سَلِیْطِ بْنِ اَیُّوْبَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ الْاَنْصَارِیِّ ثُمَّ الْعَدَوِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُقَالُ لَهٗ اِنَّهٗ یُسْتَقٰى لَكَ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِیَ بِئْرٌ یُلْقٰى فِیْهَا لُحُوْمُ الْكِلَابِ وَالْمَحَایِضُ وَعَذِرُ النَّاسِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا یُنَجِّسُهٗ شَیْءٌ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَسَمِعْتُ قُتَیْبَةَ بْنَ سَعِیْدٍ قَالَ سَاَلْتُ قَیِّمَ بِئْرِ بُضَاعَةَ عَنْ عُمْقِهَا قَالَ اَكْثَرُ مَا یَكُوْنُ فِیْهَا الْمَاءُ اِلَى الْعَانَةِ قُلْتُ فَاِذَا نَقَصَ قَالَ دُوْنَ الْعَوْرَةِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَقَدَّرْتُ اَنَا بِئْرَ بُضَاعَةَ بِرِدَائِیْ مَدَدْتُهٗ عَلَیْهَا ثُمَّ ذَرَعْتُهٗ فَاِذَا عَرْضُهَا سِتَّةُ اَذْرُعٍ وَسَاَلْتُ الَّذِیْ فَتَحَ لِیْ بَابَ الْبُسْتَانِ فَاَدْخَلَنِیْ اِلَیْهِ هَلْ غُیِّرَ بِنَاؤُهَا عَمَّا كَانَتْ عَلَیْهِ قَالَ لَا وَرَاَیْتُ فِیْهَا مَاءً مُتَغَیِّرَ اللَّوْنِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا حالانکہ آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں یہ عرض کی گئی کہ آپ ﷺ کو بضاعہ کنویں کا پانی پلایا جاتا ہے اور وہ تو ایسا کنواں ہے کہ جس کے اندر کتوں کا گوشت، حیض کے چیتھڑے اور لوگوں کی گندی چیزیں پھینکی جاتی ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی طاہر و مطہر ہوتا ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ میں نے قتیبہ بن سعید کو بیان کرتے ہوئے سماعت کیا کہ میں نے بضاعہ کنویں کے مالک سے اس کے عمق (یعنی گہرائی) کے بارے میں پوچھا: تو انہوں نے کہا: اس کا زیادہ پانی ناف کے برابر تک ہوتا ہے۔ میں نے کہا: جب تھوڑا ہو تو انہوں نے کہا: ستر سے نیچے تک۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: میں نے تخمینہ لگانے کے لئے اپنی چادر سے پیمائش کی تو وہ ماپ کرنے پر چوڑائی چھ ذراع ہوئی۔ میں نے اس سے پوچھا جس نے میرے لیے باغیچے کا دروازہ کھولا تھا اور مجھے اس تک پہنچنے دیا تھا کہ کیا اس کی بنیاد تبدیل ہوئی ہے جس پر یہ پہلے بنا تھا۔ اس نے کہا: نہیں اور میں نے اس کا پانی متغیر دیکھا ہے۔

(شرح معانی الآثار: جز:۱ص:۱۱، تہذیب الآثار للطبری: جز:۷ص:۱۲۳، تہذیب الآثار مسند ابن عباس: جز:۲ص:۷۰۳، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:۱ص:۲۵۷)

تشریح:

یہ حدیث بئر بضاعہ سنن اربعہ کی روایت ہے صحیحین میں نہیں ہے۔امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے اور امام احمد نے اس کی تصحیح کی ہے البتہ ابن القطان نے راوی مذکور کی بناء اس حدیث کو معلل قرار دیا ہے اس حدیث میں دار قطنی کی ایک روایت میں الا ما غلب علی ریح او طعمه کی زیادتی ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ یہ زیادتی ضعیف ہے کیونکہ اس میں اشدین بن سعد ہے جو متروک ہے۔

حدثنا احمد بن ابی شعیب: قوله عن عبید الله بن عبدالله .

اس حدیث کی سند میں یہ راوی ہے اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ مجہول ہے۔

بعض نے کہا: مستور ہے اور ان کے نام میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: عبیداللہ

اور بعض نے کہا: عبداللہ

پھر باپ کے نام میں بھی دو قول ہیں۔

ایک عبداللہ

دوسرا عبدالرحمٰن

اس طرح چار قول ہو گئے۔

1-عبیداللہ بن عبداللہ 2-عبیداللہ بن عبدالرحمٰن 3-عبداللہ بن عبداللہ 4-عبداللہ بن عبدالرحمٰن

اور پانچواں قول یہ ہے کہ

ان کا نام عبدالرحمٰن بن رافع ہے۔**والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم**

بَاب الْمَاءِ لَا يُجْنِبُ

پانی جنبی نہیں ہوتا

62 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ حَدَّثَنَا سِمَاكٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اغْتَسَلَ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَفْنَةٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَوَضَّا مِنْهَا اَوْ يَغْتَسِلَ فَقَالَتْ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ جُنُبًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ نے جفنہ میں غسل کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وضو یا غسل کرنے کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں جنبیہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: پانی جنبی نہیں ہوتا۔ (جو بچ جاتا ہے)

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:۱ص:۱۸۹،معجم الکبیر: جز:۱۱ص۲۷۴،تہذیب الآثار للطبری: جز:۷ص۱۰۳،سنن ابن ماجہ: جز:۱ص۴۴۶)

تشریح:

امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ ماء مستعمل طاہر ومطہر ہے۔ امام شافعی کا راجح قول یہ ہے کہ طاہر ہے مطہر نہیں ہے اور احناف کے نزدیک مشہور اور راجح یہی ہے کہ طاہر ہے مطہر نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال اغتسل بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ......

بعض سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں جس طرح کہ دار قطنی وغیرہ کی روایت میں ہے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ

ایک بار حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک برتن کے پانی سے غسل فرمایا اس کے بعد اسی پانی سے وضو یا غسل کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یہ میرے غسل کا بچا ہوا پانی ہے اور میں نے اس سے غسل جنابت کیا ہے مطلب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو استعمال نہ فرمائیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: **ان الماء لا یجنب**

یعنی اگر جنبی کسی پانی کو استعمال کرے تو جو پانی باقی رہ گیا ہے اس کو جنبی نہیں کہا جائے گا وہ تو اپنے حال یعنی طہارت پر قائم ہے۔ **واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم**

بَاب الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنا

یہ باب ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کی ممانعت کے متعلق ہے۔

---

63 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ فِي حَدِيثِ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبُولَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اسی سے غسل کرنا پڑ جائے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:۱ص:۲۳۸،سنن ابن ماجہ: جز:۱ص۱۲۴،سنن ترمذی: جز:۱ص۱۲۰،سنن نسائی: جز۱ص۱۰۴)

64 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَلَا يَغْتَسِلُ فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی (شخص) ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے اور نہ اس میں جنابت کا غسل کرے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:1، ص:238)

تشریح:

قوله ثم يغتسل منه

اس حدیث سے معلوم ہوا ممانعت جمع بین الغسل والبول سے ہے یعنی پہلے ماءدائم میں پیشاب کرے اور پھر اس سے غسل کرے منفرداً ہر ایک کی ممانعت نہیں ہے چنانچہ ماءدائم سے غسل کرنے میں کچھ حرج نہیں اور دوسری حدیث جو آگے آئی ہے اس میں بجائے ثم کے واؤ کے ساتھ ہے اور منه کے بجائے فيه ہے۔

ولا يغتسل فيه

اس دوسری حدیث میں نہی کا تعلق بول فی الماء الدائم اوراغتسال فی الماء الدائم ہر ایک سے ہے یعنی ماءدائم میں نہ پیشاب کرے اور نہ اس میں داخل ہو کر غسل کرے دونوں صورتوں میں پانی گندہ ہوگا۔

قوله فی حديث هشام

یہ اس سند میں ایک نیا لفظ آیا ہے جو عام طور پر نہیں آتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ

زائدہ کے اس حدیث میں بہت سے شیوخ ہیں جن سے زائدہ کو یہ حدیث پہنچی ان میں ہشام بھی ہیں اور زائدہ نے کہا ہے کہ میں یہاں جو حدیث بیان کرنا چاہ رہا ہوں وہ اپنے شیخ ہشام سے بیان کر رہا ہوں اگر چہ یہ حدیث مجھے دوسروں سے بھی پہنچی ہے۔

مراۃ المناجیح میں اس حدیث کی شرح میں ہے۔

(اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ) یعنی ٹھہرے ہوئے تھوڑے پانی میں پیشاب کرنا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے پانی نجس ہو کر غسل و وضو وغیرہ کے قابل نہ رہے گا جس سے اسے تکلیف ہوگی اور دوسروں کو بھی اور بہت سے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مناسب نہیں کہ اگر چہ وہ ناپاک تو نہ ہوگا لیکن اس کے پینے یا وضو کرنے سے دل کراہت کرے گا پہلی صورت میں کراہت تحریمی ہے اور دوسری صورت میں تنزیہی ہے۔

یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے کہ دو قلے پانی نجاست پڑنے سے ناپاک ہو جاتا ہے اگر ناپاک نہ ہوتا تو یہ ممانعت اس تاکید سے نہ فرمائی جاتی۔ (مراۃ المناجیح: ج:1، ص:296)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْوُضُوءِ بِسُؤْرِ الْكَلْبِ

کتے کے جوٹھے برتن کو دھونا

اس باب میں کتے کے جوٹھے برتن کو دھونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

65 – حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ فِيْ حَدِيْثِ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُهُوْرُ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ اِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ اَنْ يُّغْسَلَ سَبْعَ مِرَارٍ اُوْلَاهُنَّ بِتُرَابٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ قَالَ اَيُّوْبُ وَحَبِيْبُ بْنُ الشَّهِيْدِ عَنْ مُحَمَّدٍ ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ يَعْنِيْ ابْنَ سُلَيْمَانَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعَاهُ وَزَادَ وَاِذَا وَلَغَ الْهِرُّ غُسِلَ مَرَّةً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈالے کتا (کچھ) پی جائے تو اس کو سات بار دھو کر پاک کرلے پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: اسی طرح ایوب، حبیب بن شہید نے محمد سے بھی روایت کیا ہے۔ مسدد، معتمر بن سلیمان، محمد بن عبید، حماد بن زید، ایوب اور محمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس معنیٰ کے ساتھ روایت کیا ہے اور دونوں مرفوع نہیں ہیں اور یہ بھی زیادتی کی کہ جب بلی پی جائے تو ایک بار دھوئے۔

(المستدرک: جز:۱، ص:۲۶۵، السنن الصغیر للبیہقی: جز:۱، ص:۱۴۰، المعجم الاوسط: جز:۱، ص:۲۹۰، سنن البیہقی الکبری: جز:۱، ص:۲۴۱)

66 – حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سِيْرِيْنَ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْاِنَاءِ فَاغْسِلُوْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ السَّابِعَةُ بِالتُّرَابِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَاَمَّا اَبُوْ صَالِحٍ وَاَبُوْ رَزِيْنٍ وَالْاَعْرَجُ وَثَابِتٌ الْاَحْنَفُ وَهَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ وَاَبُو السُّدِّيِّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ رَوَوْهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرُوا التُّرَابَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کتا کسی برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات بار دھولیا کرو، ساتویں بار مٹی کے ساتھ صاف کیا کرو۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: ابوصالح، ابورزین، اعرج، ثابت احنف، ہمام بن منبہ اور ابوسدی، عبدالرحمٰن نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور انہوں نے اس میں مٹی کا ذکر نہیں کیا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:1،ص:240)

67 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ ابْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا لَهُمْ وَلَهَا فَرَخَّصَ فِيْ كَلْبِ الصَّيْدِ وَفِيْ كَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْاِنَاءِ فَاغْسِلُوْهُ سَبْعَ مِرَارٍ وَالثَّامِنَةُ عَفِّرُوْهُ بِالتُّرَابِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰكَذَا قَالَ ابْنُ مُغَفَّلٍ

حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مارنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: وہ تمہارا کیا کرتے ہیں۔ پھر شکاری کتے اور بکریوں کے رکھوالے کتے میں رخصت عطا فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا: جب کتا کسی کے برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات بار دھولیا کرو اور آٹھویں بار مٹی سے صاف کیا کرو۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: اسی طرح ابن مغفل نے روایت کیا ہے۔

(سنن للبیہقی الکبریٰ: ج:۱،ص:۲۵۱، سنن دارقطنی: ج:۱،ص:۲۲۲، سنن الدارمی: ج:۱،ص:۲۰۴، مسند احمد: ج:۳۴،ص:۱۴۷)

<u>تشریح:</u>

سورکلب جمہور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناپاک ہے مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے۔

مشہور قول یہ ہے کہ

سورکلب وخنزیر بلکہ تمام سباع کا سور پاک ہے۔

فیض الباری میں لکھا ہے کہ

گویا مالکیہ کے یہاں نجاست سور کا باب بھی نہیں ہے ویسے مالکیہ کے اس میں تین قول ہیں۔

1- مطلقاً ناپاک مثل جمہور کے　　　2- مطلقاً پاک ہے

3- کلب ماذون الاتخاذ جس کا پالنا جائز ہو۔

کا سور پاک ہے اور غیر ماذون کا ناپاک ہے اور چوتھا وہ ہے جو ابن لماحشون مالکی کی طرف منسوب ہے وہ کلب بدوی و حضری یعنی دیہاتی وشہری کتے میں فرق کرتے ہیں کلب بدوی کا سور طاہر ہے اور حضری کا غیر طاہر ہے۔

اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ احناف کے نزدیک تو اس برتن کے پاک کرنے کا وہی طریقہ ہے جو دوسری نجاسات سے پاک کرنے کا ہے اور جمہور علماء آئمہ ثلاثہ اس باب کی روایات کے پیش نظر یہ فرماتے ہیں کہ اس میں سات بار دھونا ہے اور حنابلہ کے نزدیک آٹھ بار دھونا ضروری ہے پھر چونکہ مالکیہ کے نزدیک سور کلب پاک ہے اس لیے ان کے نزدیک غسل اناء کا حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں ہے باقی آئمہ کے نزدیک وجوبی ہے نیز شافعیہ اور حنابلہ تتریب یعنی ایک بار مٹی سے مانجھنے کے قائل ہیں اور مالکیہ اس کے قائل نہیں ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے اور خنزیر کا جوٹھا برتن بھی تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور سات بار کی روایت استحباب پر محمول ہے اور پھر اس دھونے کی روایات میں اضطراب ہے بعض میں سات کا ذکر ہے اور بعض میں آٹھ کا ذکر ہے یہ دونوں روایتیں صحاح ستہ میں موجود ہیں اور دار قطنی کی جو روایت ہے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تخییر کے بارے میں مذکور ہے اسی طرح **یغسل ثلاثا او خمساً او سبعاً** نیز بعض روایات میں تتریب کو ذکر فرمایا ہے اور بعض میں نہیں اور بعض میں ہے **او لھن بالتراب** اور بعض میں **اخرھن بالتراب** اور بعض میں ہے **احدھن** غرضیکہ ان روایات میں اضطراب ہے لہٰذا اس سات بار دھونے کو استحباب پر محمول کیا جائے۔

سوال

اس حدیث مبارکہ میں شکاری کتے اور بکریوں کی رکھوالی کرنے والے کتوں کی اجازت عطا فرمائی کہ ان کو رکھ سکتے ہیں تو گھر کی رکھوالی کے لئے بھی کتے رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں۔

جواب

گھر کے کتے رکھنے کے لئے چاروں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک اس مسئلہ کی تشریح اس طرح ہے۔

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں:

گھروں کی چوکیداری کے لئے کتوں کو رکھنے میں اختلاف ہے سو کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے پر قیاس کرتے ہوئے اس کو بھی جائز کہا گیا ہے۔

اور بعض فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ

کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے میں اس پر دلیل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوت منفعت کی وجہ سے اس پر متنبہ کیا ہے کہ ہر جس چیز میں کتا رکھنے سے فائدہ ہو اس میں کتا رکھنا جائز ہے اور جہاں کتا رکھنے سے کوئی منفعت نہ ہو وہاں ناجائز ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:4، ص:253)

اور فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اس مسئلہ کی تشریح یوں ہے۔
علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:
گھر کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا حدیث مبارکہ کی ممانعت کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور اباحت کا بھی احتمال ہے فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کیونکہ گھر کی حفاظت بھی حدیث میں مذکور تین چیزوں کے حکم میں ہے سو اس پر قیاس کیا جائے گا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ کسی اور چیز کو ان تین چیزوں پر قیاس کرنا اس چیز کی اباحت کو مستلزم ہے جس کو حدیث نے حرام کیا ہے۔ (المغنی: ج:4، ص:173)

اور فقہاء شافعیہ کے اس مسئلہ میں یوں تشریح ہے۔
علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
فقہاء شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ محلّہ کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا جائز ہے اور اس کی وجہ اشتراک علت کی بناء پر حدیث میں مذکور تین صورتوں پر قیاس ہے۔
جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری: ج:5، ص:7)
اور فقہاء احناف کے نزدیک دشمن یا چور کے خطرہ سے گھر کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا جائز ہے۔
ملا نظام الدین حنفی متوفی 1157ھ لکھتے ہیں:
اجناس میں ہے کہ
کتا نہیں رکھنا چاہئے البتہ اگر چوروں وغیرہ کا خوف ہو تو پھر جائز ہے۔ (عالمگیری: ج:5، ص:361)
اور علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:
شکار کے لئے مویشیوں، گھروں اور کھیتوں کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا بالاجماع جائز ہے لیکن گھر کے اندر کتا نہیں رکھنا چاہئے البتہ چوروں اور دشمنوں کا خوف ہو پھر جائز ہے۔ (فتح القدیر: ج:6، ص:346)

قال ابو داؤد و کذالک قال ایوب الخ

اس حدیث کا مدار محمد بن سیرین پر ہے پھر ان کے تلامذہ مختلف ہیں شروع میں ہشام آئے تھے اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ دو اور کا ذکر فرما رہے ہیں۔

1- ایوب 2- اور حبیب

کہ جس طرح ہشام نے فرمایا اسی طرح ان دونوں نے بھی فرمایا۔
اب سوال یہ ہے کہ
تشبیہ کس بات میں ہے کیونکہ یہاں روات کے دو اختلاف ہیں ایک حدیث کے موقوف و مرفوع ہونے کا دوسرے

اولھن بالتراب کا۔

اس لیے کہ بعض نے کہا ہے کہ

السابعة بالتراب ۔

جس طرح کہ قتادہ کی روایت میں آگے آ رہا ہے۔ میرے نزدیک یہاں پر تشبیہ اس ثانی اختلاف میں ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ

محمد بن سیرین کے تلامذہ میں جس طرح ہشام نے اولھن بالتراب نقل کیا ہے اسی طرح ایوب اور حبیب نے بھی اولھن بالتراب نقل کیا۔

☆ حدثنا مسدد و قوله وحدثنا محمد بن عبید الخ

یہاں دو سندیں ہیں پہلی سند میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ الشیخ معتمر ہیں اور دوسری سند میں حماد بن یزید اور پھر یہ دونوں روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی سے لہٰذا ایوب مجتمع السندین ہوئے۔

☆ ولم یرفعاه......

یہ ہے وہ دوسرا اختلاف یعنی معتمر اور حماد نے ایوب سختیانی سے اس حدیث کو بجائے مرفوعاً کے موقوفاً نقل کیا اور یہ ایوب محمد بن سیرین کے تیسرے شاگرد ہیں گویا ایوب اور ہشام اس بات میں تو متفق ہیں کہ انہوں نے حدیث میں اولھن بالتراب ذکر کیا لیکن ہشام اور ایوب میں باعتبار رفع اور وقف کے اختلاف ہے۔ ہشام نے اس روایت کو مرفوعاً اور ایوب نے موقوفاً ذکر کیا۔

☆ و ابو السدی ۔

اس سے مراد والد سدی ہیں جن کا نام عبدالرحمٰن ہے اور خود سدی کا نام اسماعیل ہے۔

قال ابو داؤد وھکذا قال ابن مغفل

بظاہر مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن مغفل جو اس کے راوی ہیں جس میں آٹھ کا ذکر ہے وہ خود بھی اس کے قائل ہیں یعنی ان کا اسی پر عمل ہے کہ آٹھ مرتبہ پاک کیا جائے بخلاف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے وہ سات کے راوی ہیں مگر ان کا ایسا عمل نہیں تھا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب سُؤْرِ الْهِرَّةِ

بلی کے جوٹھا ہونے کے متعلق

اس باب میں بلی کے جوٹھا ہونے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

68 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَتْ تَحْتَ ابْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوْءًا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَاَصْغٰى لَهَا الْاِنَاءَ حَتّٰى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَآنِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ اَتَعْجَبِيْنَ يَا ابْنَةَ اَخِيْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ

حضرت کبشہ بنت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ جو حضرت ابن قتادہ کی منکوحہ تھیں کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اندر آئے تو میں نے ان کے سامنے وضو کا پانی رکھا تو ایک بلی آئی اور وہ اس سے پانی پینے لگ گئی تو انہوں نے اس کے لئے برتن جھکا دیا حتیٰ کہ وہ پانی پی گئی۔ کبشہ کہتی ہیں کہ میں یہ نظارہ دیکھتی رہی۔ ارشاد فرمایا: اے بھتیجی! کیا تم اس پر متعجب ہو رہی ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ نجس نہیں ہے کیونکہ یہ تم پر طوافین و طوافات کی چیزوں سے ہے (یعنی پھرنے پھرانے والی)

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: ۱،ص: ۲۴۵، السنن الصغیر للبیہقی: جز: ۱،ص ۱۴۸، مستدرک: جز: ۱،ص ۲۶۳، المؤطا: جز: ۱،ص ۲۲)

69 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِيْنَارٍ التَّمَّارِ عَنْ اُمِّهِ اَنَّ مَوْلَاتَهَا اَرْسَلَتْهَا بِهَرِيْسَةٍ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَوَجَدَتْهَا تُصَلِّيْ فَاَشَارَتْ اِلَيَّ اَنْ ضَعِيْهَا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَاَكَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ اَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ اَكَلَتِ الْهِرَّةُ فَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ بِفَضْلِهَا

صالح بن دینار التمار کی والدہ محترمہ نے اپنی آزاد کردہ لونڈیہ کو ہریسہ دے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس روانہ کیا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہا کو نماز ادا کرتے ہوئے پایا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو رکھ دینے کا اشارہ فرمایا تو ایک بلی آئی اور اس سے کھانے لگ گئی۔ جب پھریں تو اسی مقام سے تناول فرمانے لگ گئیں جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ نجس نہیں ہے بے شک یہ تو تم پر طواف کرنے والیوں میں سے ہے (یعنی پھرنے پھرانے والیوں سے) اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلی کے بچے ہوئے پانی سے وضو فرما لیا کرتے تھے۔

(مشکل الآثار للطحاوی: جز: ۶،ص: ۱۴۲، المؤطا: جز: ۱،ص ۱۶۰)

تشریح:

سور ہرہ میں اختلاف ہے اور اختلاف یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک طاہر بلا کراہت اور طرفین کے نزدیک طاہر مع الکراہت ہے راجح قول کی بناء پر کراہت تنزیہی ہے تیسرا مسلک بعض تابعین جیسے عطا طاؤس مجاہد کا ہے کہ یہ نجس ہے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح معانی الآثار میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شمار کیا ہے اور مشکل الآثار میں ان کو امام صاحب کے ساتھ قرار دیا اور یہی صحیح ہے کہ مشکل الآثار بعد کی تالیف ہے کہ اس کی نقل زیادہ صحیح ہے۔

اور مراۃ المناجیح میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث مبارکہ سے بعض علماء نے اس پر دلیل پکڑی کہ بلی کا جوٹھا نہ تو ناپاک ہے نہ مکروہ اس سے بلا کراہت وضو جائز ہے ہمارے امام صاحب کے ہاں اگر بلی چوہا یا نجاست کھا کر بغیر منہ صاف کیے برتن میں ڈال دے تو پانی بھی نجس اور برتن بھی گندا اور اگر منہ صاف کر کے پانی پی جائے تو وہ پانی مکروہ ہے اور اس سے وضو کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ امام صاحب کا قول قوی ہے اور ان علماء کا استنباط ضعیف کیونکہ یہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا کہ نجس نہیں یعنی اس کا جسم ناپاک نہیں اس میں یہ کہاں ہے کہ اس کا لعاب اور جوٹھا بھی بالکل پاک ہے دیکھ کتے کا سوکھا جسم نجس نہیں مگر اس کا جوٹھا نجس ہے۔ طحاوی شریف نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب بلی برتن چاٹ جائے تو اسے ایک یا دو بار دھوؤ نیز اسی طحاوی میں ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کتے، بلی اور گدے کے جوٹھے سے وضو نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے منع فرماتے تھے اس کے متعلق اور بہت سی روایات طحاوی میں منقول ہیں نیز جس کا گوشت ناپاک اور حرام ہو اس کا جوٹھا بھی پاک نہ ہوگا۔ بلی کا گوشت ناپاک اور حرام ہے لہٰذا اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ یہ گھروں میں آتی جاتی ہے نیز نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتی لہٰذا جوٹھا مکروہ ہے جسے چھوٹے بچے جو نجاست سے پرہیز نہ کرسکیں اگر وہ پانی میں ہاتھ ڈال دیں تو پانی مکروہ ہوتا ہے۔ (مراۃ المناجیح: ج: 1، ص: 301)

☆ عن حمیدہ

یہ اسحاق بن عبداللہ راوی کی زوجہ ہیں۔

☆ عن کبشۃ

یہ حمیدہ کی خالہ اور صحابیہ ہیں آپ کے والد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں جن کی توبہ کا مشہور واقعہ جن کے بارے میں سورہ توبہ کی آیات اتری ہیں عبداللہ ابن ابی قتادہ کی زوجہ ہیں۔

یہ حدیث مبارکہ سنن اربعہ کی روایت ہے اور اس کے علاوہ صحیح ابن خزیمہ وصحیح ابن حبان میں بھی موجود ہے بہر حال صحیحین میں سے کسی ایک میں نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن صحیح کہا ہے امام بخاری اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْوُضُوءِ بِفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ

عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کے متعلق

اس باب میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

70 – حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَنَحْنُ جُنُبَانِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہونے کی حالت میں ایک ہی برتن سے غسل کر لیا کرتے تھے۔

(معجم الاوسط: جز:۶، ص:۳۳۱، الموطا: جز:۱، ص۱۵۷، مسند احمد: جز:۵۲، ص:۶۳، مسند اسحاق بن راہویہ جز:۳، ص۶۳۲)

71 – حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ خَرَّبُوذَ عَنْ أُمِّ صُبَيَّةَ الْجُهَنِيَّةِ قَالَتِ اخْتَلَفَتْ يَدِي وَيَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْوُضُوءِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ

ام صبیہ جہنیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: میرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کے دوران برتن میں ہاتھ ٹکرا جاتا تھا۔

(معجم الکبیر: جز:۲۴، ص:۲۳۵، مسند اسحاق بن راہویہ: جز:۵، ص۲۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ: جز:۱، ص۳۵)

72 – حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ ح و حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُسَدَّدٌ مِنَ الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ جَمِيعًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں مرد اور عورتیں وضو کر لیا کرتے تھے۔ مسدد نے کہا: تمام ایک ہی برتن سے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1، ص:190)

73 – حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَتَوَضَّأُ نَحْنُ وَالنِّسَاءُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ نُدْلِي فِيهِ أَيْدِيَنَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم اور عورتیں ایک برتن سے وضو کرلیا کرتے، ہم اسی میں ہاتھ ڈالتے تھے۔

(السنن الکبری للبیہقی: جز:1 ص:190 الموطا: جز:۱ ص۸۴)

تشریح:

مطلق فضل طہور کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں کہ

ایک یہ کہ

مرد وعورت دونوں ایک برتن میں پانی لے کر ایک ساتھ وضو یا غسل کریں۔

دوسری یہ ہے کہ

تنہا مرد کے طہارت حاصل کرنے کے بعد باقی پانی کو عورت استعمال کرے۔

تیسری یہ ہے کہ

عورت کے استعمال کے بعد باقی پانی کو مرد استعمال کرے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پہلی دو صورتیں بالاجماع جائز ہیں ان میں اختلاف نہیں ہے۔

اختلاف صرف تیسری صورت میں ہے۔

امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ناجائز ہے۔

جمہور علماء ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اجماع نقل کرنے پر اشکال کیا ہے اور انہوں نے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پہلی دو صورتوں میں بھی اختلاف نقل کیا ہے اور یہ کہ پہلی دو صورتوں کا اختلاف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے ایک قول یہاں پر شعبی اور اوزاعی کا ہے وہ کہتے ہیں کہ صرف حائض اور جنب کا فضل طہور مرد کے لئے ناجائز ہے غیر حائض کے فضل کا یہ حکم نہیں ہے۔

☆ عن ام صبیۃ الجھینۃ قالت ۔

ام صبیہ فرماتی ہیں کہ میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے ہاتھ ایک برتن سے وضو کرتے ہوئے ٹکراتے تھے۔

اس حدیث پر اشکال ہوتا ہے کہ ام حبیبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی محرمیت کا علاقہ نہیں تھا پھر بیک وقت ایک سات وضو کرنے کی نوبت کس طرح ہوئی؟

بعض نے کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ قبل الحجاب کا ہو۔

لیکن بعض نے کہا: حجاب سے پہلے عورت کے لئے مرد کے سامنے صرف کشف وجہ ہی تو جائز ہوگا باقی بدن جو وضو میں کھل جاتا ہے اس کا کشف تو دوسرے کے سامنے جائز نہ تھا لہٰذا بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اگر چہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد ہی کا ہو لیکن آپ ﷺ اور ام حبیبہ کے درمیان ہوسکتا ہے حجاب حائل ہو گویا وضو ایک برتن سے کر رہے ہوں یا حجاب بھی حائل نہ ہو صرف رخ پھرا ہوا ہو آمنے سامنے نہ بیٹھے ہوں۔

یا یوں کہا جائے کہ یہ ایک برتن سے وضو کرنا اور اختلاف ایدی وقت واحد میں نہ تھا بلکہ الگ الگ وقت میں تھا پہلے ایک نے وضو کیا اس کے فارغ ہونے کے بعد دوسرے نے کیا اس لیے کہ وحدت اناء وحدت زمان کو مستلزم نہیں ہے اور ایسے پانی پر بھی یہ بات صادق آتی ہے کہ اس پر اختلاف ایدی ہوا ہے یہ مطلب اختلاف ایدی کے خلاف نہیں۔

اور اگلی حدیث مبارکہ میں جو آیا ہے ہم سب مرد اور عورتیں ایک برتن سے وضو کرتے تھے۔ اس عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جو مردوں کی محرم اور قریبی رشتہ دار ہوں۔

اور یا یہ کہا جائے کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے یا اس کو معاقبت پر محمول کیا جائے یعنی یکے بعد دیگرے اور آگے پیچھے لیکن آگے لفظ جمیعا آرہا ہے تو اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس اجتماع سے اجتماع فی الوقت نہیں بلکہ اجتماع فی الاناء مراد ہے۔

☆ قولہ مسدد من الاناء الواحد......

مصنف کے اس حدیث مبارکہ میں دو اساتذہ ہیں۔

1-عبداللہ بن مسلمہ 2-اور مسدد

عبداللہ بن مسلمہ کے الفاظ ہیں۔

کان الرجال والنساء یتوضؤن فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمیعا

اور مسدد کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

من الاناء الواحد

پس لفظ جمیعا کا تعلق دونوں کی روایت سے ہے اور من الاناء الواحد صرف مسدد کی روایت میں ہے۔

☆ **عن ابن خربوذ**

ان کا نام سالم ہے یعنی سالم بن خربوذ

خربوذ پالان یا زین کو کہتے ہیں اس لیے ان کو سالم بن السرج بھی کہا جاتا ہے۔

☆ **قولہ ام صبیۃ**

ان کا نام خولہ بنت سعد ہے۔

☆ **قوله ح و حدثنا مسدد**

یہاں پر دو سندیں ہیں پہلی سند مالک پر ختم ہوئی اور دوسری سند ایوب پر اور مالک وایوب دونوں روایت کرتے ہیں نافع سے لہٰذا نافع ملتقی السندین ہوئے۔ ملتقی السندین کو کبھی صرف سند ثانی میں ذکر کرتے ہیں اور کبھی دونوں جگہ ذکر کرتے ہیں جس طرح کہ یہاں پر ہے عبداللہ بن مسلمہ والی سند عالی ہے اور دوسری سند مسدد والی سافل ہے اس میں ایک واسطہ زائد ہے۔

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم

بَاب النَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ

اس کا منع ہونا

اس باب میں عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی کے ساتھ وضو کرنے کی ممانعت پر احادیث مبارکہ ہیں۔

74 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حُمَيْدٍ الْحِمْيَرِيِّ قَالَ لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ سِنِيْنَ كَمَا صَحِبَهُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْاَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ اَوْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْاَةِ زَادَ مُسَدَّدٌ وَلْيَغْتَرِفَا جَمِيْعًا

حمید الحمیری سے روایت ہے کہ میں اس شخص کو ملا جو نبی کریم ﷺ کی صحبت میں چار (4) سال رہا تھا جیسے آپ ﷺ کی صحبت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو میسر ہوئی۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت، مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے یا مرد، عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنے سے منع فرمایا۔ اور مسدد نے یہ زیادتی کی کہ چاہئے کہ اکٹھے پانی حاصل کر لینا چاہئے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:1، ص:190)

75 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ يَعْنِي الطَّيَالِسِيَّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ حَاجِبٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ الْاَقْرَعُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَتَوَضَّاَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهُوْرِ الْمَرْاَةِ

حضرت حکم بن عمرو اقرع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مرد کو عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا۔

(معجم الکبیر: ج:3، ص:210)

تشریح:

اس باب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دواحادیث مبارکہ ذکر کی ہیں جن میں سے پہلی حدیث مبارکہ میں مردوعورت ہر ایک کے بچے ہوئے پانی سے دوسرے کو منع فرمایا گیا ہے اور دوسری حدیث مبارکہ میں صرف ایک شق مذکور ہے۔

اب یہاں پر تعارض ہو گیا جواز وعدم جواز دونوں طرح کی روایات جمع ہو گئیں۔

تطبیق کی تین صورتیں ہیں:

1-ترجیح 2-جمع بین الروایات 3-اور نسخ

جمہور کہتے ہیں جواز کی روایات زیادہ صحیح ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔

صحیح مسلم وغیرہ میں بھی موجود ہیں اور جواز کی روایات کی صحت کی بہت سے محدثین نے تصریح کی ہے۔

جس طرح کہ

امام بخاری، بیہقی، ابن العربی وغیرہ اور منع کی روایت یعنی حکم بن عمرو کی روایت کو امام بخاری اور امام بیہقی نے ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا جواز کی روایات راجح اور منع کی روایات مرجوع وضعیف ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ممانعت کی روایات ممانعت تنزیہہ پر محمول ہیں اور اثبات کی روایات جواز پر یعنی نہ کرنا اولیٰ ہے اور کرنا جائز ہے۔

یا یہ کہا جائے کہ

فضل سے مراد **الماء المتساقط من الاعضاء** ہے یعنی عورت کا مستعمل پانی اور اس سے جمہور کے نزدیک وضو صحیح نہیں ہے۔

ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ

یہ محمول ہے اجنبیہ پر خوف فتنہ کی وجہ سے

اور آخری جواب یہ ہے کہ

منع کی روایات منسوخ ہیں اور نسخ کی علامت یہاں موجود ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت میمونہ رضی اللہ عنہا کے فضل غسل سے وضو کا ارادہ فرمایا تھا تو اس پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ میرا بچا ہوا پانی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

ان الماء لا یجنب

تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا یہ عرض کرنا کہ یہ میرے مستعمل پانی کا بقیہ ہے علامت ہے اس سے یہ بات آئی کہ ان کے پاس

اس ممانعت کی کوئی دلیل ہوگی تب ہی تو انہوں نے حضور ﷺ کو روکا۔

تو اب حاصل یہ ہوا کہ

منع کی روایات مقدم ہوئیں اور جواز کی مؤخر اور مؤخر مقدم کے لئے ناسخ ہوتا ہے لہٰذا یہ مکروہ تنزیہی ہوا۔ جس طرح کہ اس کی تائید مراۃ المناجیح سے ملتی ہے۔

مراۃ المناجیح میں اس حدیث کی شرح میں ہے۔

یہ ممانعت تنزیہی ہے یعنی ایسا کرنا بہتر نہیں اگر کرے تو حرج بھی نہیں۔

اور حکم بن عمر کی حدیث کی شرح میں فرمایا:

یہ ممانعت تنزیہی ہے یعنی عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی سے مرد کا غسل یا وضو کرنا بہتر نہیں۔

(مراۃ المناجیح: ج:1، ص:295)

☆ **عن الحکم بن عمرو ۔**

آپ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں غفاری ہیں بصرہ میں قیام رہا زیاد نے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا پھر خراسان کا حاکم بنایا 51ھ مقام مرہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔

☆ **عن حمید الحمیری......**

آپ رضی اللہ عنہ حمید بن عبدالرحمٰن ہیں بصرہ کے باشندے قبیلہ حمیر سے ہیں جلیل القدر تابعی ہیں اپنے زمانہ میں بڑے عالم تھے۔

☆ **قال لقیت رجلا......**

نامعلوم صحابی یا حکم بن عمرو ہیں یا عبداللہ ابن سرجس اور یا عبداللہ ابن مغفل چونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں اس لیے صحابی کا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں۔

کما صحبه ابوهریره

اس میں تشبیہ مدت صحبت میں ہے جو کہ چار سال ہے۔

عن الحکم بن عمرو هو الاقرع

یہاں پر یہ ضمیر راوی حدیث حکم بن عمر کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ خلاف معمول عمرو کی طرف راجع ہے اس لیے کہ اقرع عمرو کا لقب ہے نہ کہ حکم کا لقب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْوُضُوءِ بِمَاءِ الْبَحْرِ

سمندر کے پانی سے وضو کرنا

اس باب میں سمندر کے پانی سے وضو کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

76 – حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ مِنْ آلِ ابْنِ الْأَزْرَقِ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ

سعید بن سلمہ آل ابن ارزق والے ان کو مغیرہ بن ابو بردہ جو بنو عبدار والے تھے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم سمندر کا سفر کرتے رہتے ہیں اور ہمارے پاس قلیل پانی ہوتا ہے ہم اس پانی سے وضو کرتے ہیں تو پیاسا رہنا پڑتا ہے تو کیا ہم سمندری پانی سے وضو بنا لیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا پانی طاہر اور اس کا مردار حلال ہے۔

(السنن الصغیر: جز:۱، ص:۱۶۳، مستدرک: جز:۱، ص۲۳۷، الموطا: جز:۱، ص۹۹، سنن ابن ماجہ: جز:۲، ص۳

تشریح:

اس باب کو الگ سے منعقد کرنے کی کیا حاجت تھی حالانکہ پانی کے جواز اور عدم جواز کے متعلق پیچھے احکام ذکر کر دیے گئے ہیں اور سمندر اور نہر کے پانی سے جواز وضو تو سب ہی جانتے ہیں۔

تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ

اس کے جواز میں ایک شبہ ہو سکتا تھا وہ یہ کہ نہروں اور سمندروں میں بڑی بڑی نجاستیں جا کر گرتی ہیں خصوصاً ساحل سمندر پر تو اس سے عدم جواز کا شبہ ہو سکتا تھا یا اس لیے نہروں اور سمندروں میں بے شمار جانور ہوتے ہیں اور اسی میں مرتے ہیں تو اس سے بھی شبہ ہو سکتا تھا کہ اس کو دفع کرنے کے لئے مستقل باندھا۔

اس کے علاوہ یہ بھی بات ہے کہ

سمندر کے ساتھ وضو کرنے میں بعض سلف کا اختلاف رہ چکا ہے۔

جس طرح کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔ یہ حضرات ماء البحر سے وضو کو مکروہ کہتے تھے جیسا کہ امام ترمذی نے بیان فرمایا ہے لہٰذا ان تمام اشکال کو دفع کرنے کے لئے اس باب کو باندھا گیا اور اس میں یہ حدیث جواز پر پیش کی گئی۔

☆ **هو الطهور ماء ه**

اس میں مسند اور مسند الیہ دونوں معرفہ ہیں اور تعریف الجانبین مفید حصر ہوتی ہے پھر حصر کبھی تو مسند کا مسند الیہ میں ہوتا ہے اور کبھی اس کا عکس یہاں پر مسند الیہ کا حصر مسند میں ہو رہا ہے یعنی ماء البحر منحصر ہے طہوریت میں۔ ماء البحر طہور ہی ہے غیر طہور نہیں اور اس کا عکس مراد نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ ماء البحر کے علاوہ کوئی اور پانی مطہر نہ ہو طہوریت منحصر ہو جائے گی ماء البحر میں۔

سوال: یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ سوال ایک چیز کے بارے میں کیا گیا ہے اور جواب دو چیزوں کے بارے میں ہے یہ سوال جواب کے مطابق نہیں ضرورت سے زائد ہونے کی وجہ سے لغو ہوا تو پھر دو جواب کیوں عطا فرمائے گئے۔

جواب: یہ جواب علی اسلوب الحکیم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سوال کا جواب بھی عطا فرما دیا اور ان کی ضرورت کے پیش نظر ایک اور مفید چیز بھی بتلا دی کہ مسافر کا خرچہ کم ہو جاتا ہے اور کھانے پینے کی ضرورت ہوتی ہے تو فرما دیا کہ سمندر کا شکار حلال ہے اس سے فائدہ اٹھا لیا کرو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

دو جواب اس وجہ سے عطا فرمائے کہ یہاں بھی دو ہیں سوال مذکور دوسرے سوال کو متضمن ہے سمندر کا پانی پاک ہے یہ مسئلہ مشہور ہے لیکن سائل کو اس کا علم نہیں اس سے معلوم ہو گیا اس کو سمندر کے شکار کا حلال ہونا بطریق اولیٰ معلوم نہیں اس وجہ سے اس کا جواب بھی دے دیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

یہاں دو جواب نہیں بلکہ دوسرا جملہ جواب کی علت اور دلیل ہے کیونکہ سوال کا منشاء یہ تھا کہ سمندر میں جانور رہتے ہیں وہ مرتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے پانی ناپاک ہو جاتا ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا یہ شبہ نہ کیا جائے سمندر کا شکار حلال ہے یعنی طاہر ہے۔

عبارت اس طرح بن جائے گی۔

الطهور ماء ه لانه الحل ميته

مراۃ المناجیح میں اس حدیث مبارکہ کی شرح یوں بیان فرمائی گئی ہے۔

سائل کو یہ شبہ تھا کہ سمندر کا پانی سخت کڑوا ہے پینے کے قابل نہیں لہٰذا اس آیت کے تحت نہیں آتا و انزلنا من السماء

ماء طهورا کیونکہ بارش کا پانی میٹھا اور مطہر ہے اور سمندر کا پانی میٹھا نہیں تو چاہئے کہ مطہر بھی نہ ہو۔

(حضور ﷺ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے کی شرح میں فرمایا)

یعنی سمندر کے پانی کا یہ مزہ اصلی ہے زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے کسی نجاست نے اس کا مزہ نہیں بدلا لہٰذا پاک بھی ہے مطہر بھی۔

خیال رہے کہ اگر کنویں کا پانی بہت ٹھہرا رہنے کی وجہ سے بدمزہ یا بدبودار ہو جائے تو پاک رہے گا۔

(''اور اس کا مردار حلال'' کی شرح میں فرمایا)

احناف کے نزدیک اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ مچھلی کو ذبح کرنا ضروری نہیں اگر ہمارے پاس آ کر مر جائے یا سمندر کی موج اسے کنارے پر پھینک جائے جس سے وہ مر جائے تو حلال لیکن اگر اپنی بیماری سے پانی پر تیر جائے تو حرام کیونکہ اب وہ سمندر کا مردار نہیں بلکہ بیماری کا مردار ہے۔

بعض آئمہ نے اس کے معنیٰ یہ سمجھے کہ

پانی کا ہر جانور حلال حتیٰ کہ مینڈک، کچھوا وغیرہ بھی مگر یہ معنیٰ درست نہیں کیونکہ دریائی انسان اور دریائی سور کو وہ بھی حرام جانتے ہیں تو انہیں بھی حدیث میں قید لگانی پڑے گی۔(مراۃ المناجیح: ج:1، ص:299)

سوال: سمندری جانوروں کے حلال ہونے کے متعلق کیا مذاہب ہیں۔

جواب: اس بارے میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

مگرمچھ اور مینڈک حرام ہیں باقی سب سمندری جانور حلال ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

حدیث پاک میں الحل میته

اور دوسری حدیث مبارکہ میں ہے جس میں مینڈک کے متعلق فرمایا گیا۔

الخبيثة من الخبائث

تو معلوم ہو گیا سمندر کے سب جانور حلال ہیں صرف مینڈک خبیث چیز ہے وہ حرام ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

خنزیر حرام ہے باقی تمام سمندری جانور حلال ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

الحل میته

اور قرآن پاک میں ہے۔

حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير

انہوں نے فرمایا ہر قسم کا خنزیر حرام ہے خشکی ہو یا سمندر کا ہو۔

احناف کا مؤقف

مچھلی اپنی تمام اقسام کے ساتھ حلال ہے باقی تمام سمندری جانور حرام ہیں۔

دلیل یہ ہے کہ

حرمت عليكم الميتة

تم پر میتہ حرام کی گئی ہے۔

میتہ حرام ہے سمندر کے تمام جانور میتہ کے حکم میں ہیں کیونکہ پانی سے باہر آئیں تو فوراً مر جاتے ہیں میتہ بن جاتے ہیں لیکن مچھلی اجماع اور نص کی وجہ سے اس حکم سے مستثنیٰ ہے وہ حلال ہے۔

شافعیہ کا مؤقف

شافعیہ کی سمندری جانوروں کے متعلق تین روایتیں ہیں۔

1-مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور حرام **كما قال الاحناف**

2-مینڈک حرام ہے باقی تمام سمندری جانور حلال ہیں **كمال قال احمد**

3-جو جانور خشکی میں حلال ہیں ان کی نظیریں سمندر میں بھی حلال ہیں جو خشکی میں حرام ہیں ان کی نظیریں سمندر میں بھی حرام ہیں۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

جو جانور پانی کے بغیر زندہ نہیں رہتے جیسے مچھلی اور اس کے مشابہ دیگر جانور ان کو بغیر ذبح کیے ہوئے کھانا جائز ہے ہم کو اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہے۔

اور روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے لیے دو جانور اور دو خون حلال کیے گئے ہیں رہے دو مردہ جانور تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 3218)

اور صحیح حدیث میں ہے کہ

حضرت ابوعبیدہ اور ان کے اصحاب نے ساحل سمندر پر ایک مرا ہوا جانور پڑھا دیکھا جس کو عنبر کہا جاتا تھا وہ ایک ماہ تک اس مچھلی کو کھاتے رہے حتیٰ کہ خوب موٹے ہو گئے اور جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا رزق تھا جو اس نے تمہیں دیا تھا۔ تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے تو تم ہمیں وہ کھلاؤ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5494)

امام شافعی کے نزدیک مینڈک کے سوا سمندر کے تمام جانوروں کا شکار حلال ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سمندر میں جتنے جانور ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا۔ (المائدہ: 96)

سمندر کے تمام جانوروں کے حلال ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔

عطاء اور عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ

ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لئے سمندر میں ہر چیز کو ذبح کر دیا ہے رہا مینڈک تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے سو یہ حدیث مبارکہ مینڈک کی تحریم پر دلالت کرتی ہے اور رہا مگرمچھ تو آپ سے ایسی حدیث منقول ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کو نہ کھایا جائے۔

اور امام اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ

جس شخص کو مگرمچھ کھانے کی خواہش ہو وہ اس کو کھا سکتا ہے۔

اور ابن حامد نے یہ کہا ہے کہ

مگرمچھ اور شارک مچھلی کو نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ انسانوں کو کھا جاتے ہیں۔

اور ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ

سمندری درندوں کو کھانا مکروہ تحریمی ہے جس طرح خشکی کے درندوں کو کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہر کچلیوں سے پھاڑنے والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اور ابوعلی النجار نے کہا ہے کہ

جس جانور کی نظیر خشکی میں حرام ہے اس کی نظیر سمندر میں بھی حرام ہے جیسے سمندری کتا، سمندری خنزیر اور سمندری انسان۔

اور امام ابوحنیفہ نے کہا: مچھلی کے سوا کوئی سمندری جانور حلال نہیں ہے۔

اور امام مالک نے کہا کہ

سمندر کا ہر جانور حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے۔

تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا۔

ہم اس آیت کے عموم اور حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

عبداللہ نے کہا: میں نے اپنے والد سے سمندری کتے کے متعلق پوچھا:

تو انہوں نے عمرو بن دینار اور ابی الزبیر سے روایت کیا کہ

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سمندر کی ہر چیز ذبح کی ہوئی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا عطا سے ذکر کیا۔

تو انہوں نے کہا: پرندے تو ہم ان کو ذبح کرتے ہیں۔

ابوعبداللہ نے کہا: ہم سمندری کتے کو ذبح کریں گے۔ (المغنی: ج:9، ص:238، 239)

امام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں: حیوان کی اصل میں دو قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے کہ

جو سمندر میں زندہ رہتی ہے۔

اور ایک وہ قسم ہے کہ

جو خشکی میں زندہ رہتی ہے۔

رہے وہ جانور جو سمندر میں زندہ رہتے ہیں تو مچھلی کے سوا سمندر کے تمام جانوروں کا کھانا حرام ہے۔ مچھلی کا کھانا حلال ہے البتہ جو مچھلی طبعی موت مر کر سطح آب پر ابھر آئے اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے۔

اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ

مچھلی کے علاوہ مینڈک، کیکڑے، سمندری سانپ، سمندری کتے اور سمندری خنزیر وغیرہ کو بھی کھانا جائز ہے لیکن ذبح کر کے اور لیث بن سعد کا بھی یہی قول ہے۔

لیکن انہوں نے کہا کہ

سمندری انسان اور سمندری خنزیر کا کھانا جائز نہیں ہے۔

اور امام شافعی نے کہا: یہ تمام جانور بغیر ذبح کے حلال ہیں ان کو پکڑنا ہی ان کو ذبح کرنا ہے اور جو مچھلی مر کر سطح آب پر آ جائے وہ بھی حلال ہے۔ آئمہ ثلاثہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ

تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔ (المائدہ: 96)

اور شکار کا اطلاق مچھلی کے علاوہ سمندر کے دوسرے جانوروں پر بھی ہوتا ہے۔

اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ

سمندر کے تمام جانور حلال ہوں اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے متعلق پوچھا گیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 69)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے مطلقاً سمندر کے مردار کو حلال فرمایا ہے خواہ وہ مچھلی ہو یا کوئی اور جانور ہو۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ترجمہ:۔ تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مطلقاً مردہ جانور کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے خواہ خشکی کا مردہ جانور ہو یا سمندر کا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ترجمہ:۔ وہ (نبی) ان پر خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔ (الاعراف:157)

اور مینڈک، کیکڑا، سانپ وغیرہ خبیث جانور ہیں۔

اور روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ

مینڈک کی چربی کو دوا میں استعمال کیا جاتا ہے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ خبائث میں سے ایک جانور ہے۔

اور انہوں نے جو اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ (المائدہ:96)

اس آیت میں صید سے مراد مصید ہے یعنی شکار کیا ہوا اور یہ اطلاق مجازی ہے اور شکار اس کو کہتے ہیں جو جانور گھبرا کر بھاگ رہا ہو اور بغیر حیلہ کے اس کو پکڑا نہ جا سکتا ہو۔ یا تو وہ اڑ جائے یا بھاگ جائے اور یہ حالت شکار کے وقت ہوتی ہے پکڑنے کے بعد نہیں ہوتی کیونکہ اس کے بعد تو وہ گوشت ہو جاتا ہے۔ اور حقیقتاً شکار نہیں رہتا۔

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کا عطف اس آیت پر ہے۔

ترجمہ:۔ اور تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے جب تک محرم ہو۔ (المائدہ:96)

اور اس سے مراد محرم کا شکار کرنا ہے نہ کہ اس کا کھانا کیونکہ محرم اگر خود شکار نہ کرے اور نہ شکار کا حکم دے تو اس کے لیے غیر محرم کا کیا ہوا شکار کھانا جائز ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ

اس آیت میں کھانے کی اباحت نہیں ہے بلکہ یہ آیت کریمہ اس لیے ذکر کی گئی ہے تا کہ محرم کو بتایا جائے کہ خشکی کے شکار اور سمندر کے شکار میں فرق ہے۔

اول الذکر محرم کے لئے ہے۔

ثانی الذکر جائز ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا ہے: ''اور سمندر کا مردار حلال ہے۔''

اس سے مراد آپ ﷺ کی خصوصیت کے ساتھ مچھلی ہے۔

کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔

دو مردار

مچھلی اور ٹڈی

دو خون

جگر اور تلی ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے مردار کی تفسیر مچھلی اور ٹڈی سے کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ سمندری مردار سے آپ ﷺ کی مراد مچھلی ہے۔

رہا دوسرا مسئلہ کہ مچھلی طبعی موت سے مر کر پانی پر ابھر آئے تو وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلال ہے۔ انہوں نے اس پر "وطعامہ" سے استدلال کیا ہے یعنی تمہارے لیے سمندر کا شکار کیا ہوا جانور بھی حلال ہے اور جس کا شکار نہ کیا گیا ہو وہ بھی حلال ہے اور جو مچھلی طبعی موت مر کر پانی کے اوپر آ جائے وہ شکار نہیں کی گئی اور وہ "طعامہ" میں داخل ہے۔

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندری مردار حلال ہے اور اس میں آپ ﷺ نے اس مچھلی کا استثناء نہیں کیا جو مر کر سطح آب پر آ جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

سمندری مردار حلال ہے اس سے آپ ﷺ کی مراد اس مچھلی کا غیر ہے جو طبعی موت سے مر کر سطح آب پر آ جائے۔

(بدائع الصنائع: ج:6، ص:173 تا 178)

• ☆ **عن سعید بن سلمۃ......**

اس راوی کے نام میں اختلاف ہے بعض نے اس کا عکس یعنی سلمہ بن سعید کہا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ

ان کا نام عبداللہ بن سعید ہے۔

☆ **ان المغیرۃ بن ابی بردہ**

اس کے نام میں بھی اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: مغیرہ بن عبداللہ بن ابی بردہ

بعض نے کہا: عبداللہ بن مغیرہ بن ابی بردہ

قولہ سال رجل......

اس رجل سائل کے نام میں بھی اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: عبداللہ

عبد

حمید بن صخر

اور سمعانی ہے۔

امام لغت والحدیث نے لکھا ہے کہ

ان کا نام العرکی ہے۔

لیکن اس میں اشکال ہے وہ یہ کہ عرکی تو ملاح کو کہتے ہیں یہ نام کس طرح ہو گیا یہ تو لقب اور وصف ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ
نبیذ سے وضو کے متعلق

اس باب میں نبیذ سے وضو کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

77 – حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي فَزَارَةَ عَنْ أَبِي زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ مَا فِي إِدَاوَتِكَ قَالَ نَبِيذٌ قَالَ تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ و قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنْ أَبِي زَيْدٍ أَوْ زَيْدٍ كَذَا قَالَ شَرِيكٌ وَلَمْ يَذْكُرْ هَنَّادٌ لَيْلَةَ الْجِنِّ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات والی رات ارشاد فرمایا: تمہاری چھاگل میں کیا چیز ہے؟ عرض کیا: نبیذ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھجور طیب ہے اور پانی مطہر ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: سلیمان بن داؤد نے ابوزید یا زید سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ شریک نے کہا: ہناد نے جنات والی رات کا تذکرہ نہیں فرمایا۔

(معجم الکبیر: جز:۱، ص:۶۵، سنن ابن ماجہ: جز:۱، ص۲۶۴، سنن دارقطنی جز:۱، ص۲۸۵)

78 - حدثنا موسى بن اسمعيل حدثنا وهيب عن داود عن عامر عن علقمة قال قلت لعبد الله بن مسعود من كان منكم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة الجن فقال ما كان معه منا احد

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ میں سے کون رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں جنات والی رات کو حاضر تھا۔ ارشاد فرمایا: ہم میں سے کوئی حاضر نہیں تھا۔

(مسند احمد بن حنبل: جز:1، ص:436)

79 - حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمن حدثنا بشر بن منصور عن ابن جريج عن عطاء انه كره الوضوء باللبن والنبيذ وقال ان التيمم اعجب الي منه

ابن جریج نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دودھ اور نبیذ سے وضو کرنے کو ناپسند فرمایا تھا۔ اور ارشاد فرمایا: میں تیمم کرنا اس سے اچھا سمجھتا ہوں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1، ص:9)

80 - حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمن حدثنا ابو خلدة قال سالت ابا العالية عن رجل اصابته جنابة وليس عنده ماء وعنده نبيذ ايغتسل به قال لا

ابو خلدہ نے ابوالعالیہ سے اس شخص کے بارے میں استفسار کیا جو جنبی ہو اور اس کے پاس پانی بھی نہ ہو صرف نبیذ ہو تو وہ اس سے غسل کرے؟ ارشاد فرمایا: نہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1، ص:9)

81 - حدثنا احمد بن يونس حدثنا زهير حدثنا هشام بن عروة عن ابيه عن عبد الله بن الارقم انه خرج حاجا او معتمرا ومعه الناس وهو يؤمهم فلما كان ذات يوم اقام الصلوة صلوة الصبح ثم قال ليتقدم احدكم وذهب الى الخلاء فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا اراد احدكم ان يذهب الخلاء وقامت الصلوة فليبدا بالخلاء

قال ابو داود روى وهيب بن خالد وشعيب بن اسحق وابو ضمرة هذا الحديث عن هشام بن عروة عن ابيه عن رجل حدثه عن عبد الله بن ارقم والاكثر الذين رووه عن هشام قالوا كما قال زهير

حضرت عبداللہ بن ارقم سے روایت ہے کہ وہ (میں) حج یا عمرہ کے لئے خروج فرمایا اور ان کی معیت میں کافی لوگ بھی تھے اور وہ ان کے امام تھے۔ ایک دن صبح کی نماز ادا کرتے وقت انہوں نے فرمایا کہ اپنے اندر سے کسی کو کھڑا

کرو اور آپ خود رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے پس بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بیت الخلاء میں جانے کی حاجت ہو اور نماز کھڑی ہو جائے تو اولاً بیت الخلاء جائے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: وہیب بن خالد اور شعیب بن اسحاق اور ابوضمیرہ نے اس حدیث کو ہشام بن عمرہ، ان کے والد محترم دوسرے شخص نے جس نے حضرت عبداللہ بن ارقم سے روایت کیا ہے اور اکثر نے یہ ہشام سے روایت کیا ہے اور اسی طرح کہا جس طرح زہیر نے کہا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:3،ص:72 'مستدرک: ج:1،ص:۲۷۳)

82 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى الْمَعْنٰى قَالُوْا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ حَزْرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ عِيْسٰى فِيْ حَدِيْثِهٖ ابْنُ اَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ اتَّفَقُوْا اَخُو الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَآئِشَةَ فَجِيْءَ بِطَعَامِهَا فَقَامَ الْقَاسِمُ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يُصَلّٰى بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ

احمد بن محمد بن حنبل اور مسدد اور محمد بن عیسیٰ نے بطور معنا انہوں نے یحییٰ بن سعید، ابی حزرہ، عبداللہ بن محمد ابن عیسیٰ نے اپنی حدیث میں ابن ابوبکر فرمایا پھر تمام نے قاسم بن محمد کے بھائی پر اتفاق کیا۔ فرمایا: ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر تھے کہ آپ رضی اللہ عنہا کو کھانا پیش کیا گیا اور قاسم بن محمد کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنے لگ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کھانا آجائے تو نماز نہ ادا کی جائے اور نہ اس دوران ادا کی جائے جب بول و براز کی ضرورت پیش ہو۔

(المستدرک: ج:1،ص:274)

83 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ اَبِيْ حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّفْعَلَهُنَّ لَا يَؤُمُّ رَجُلٌ قَوْمًا فَيَخُصُّ نَفْسَهٗ بِالدُّعَاءِ دُوْنَهُمْ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يَنْظُرُ فِيْ قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَاْذِنَ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَخَلَ وَلَا يُصَلِّيْ وَهُوَ حَقِنٌ حَتّٰى يَتَخَفَّفَ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ثَوْرٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ اَبِيْ حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّصَلِّيَ وَهُوَ حَقِنٌ حَتّٰى يَتَخَفَّفَ ثُمَّ

سَاقَ نَحْوَهُ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ قَالَ وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَؤُمَّ قَوْمًا اِلَّا بِاِذْنِهِمْ وَلَا يَخْتَصُّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ دُوْنَهُمْ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا مِنْ سُنَنِ اَهْلِ الشَّامِ لَمْ يُشْرِكْهُمْ فِيْهَا اَحَدٌ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں کرنا کسی کے لئے حلال نہیں۔ وہ آدمی لوگوں کا امام نہ بنے جو لوگوں کو ترک کر کے فقط اپنے واسطے دعا کرے پس اگر اس نے اس طرح کیا تو ان کی خیانت کی۔ اور اجازت سے قبل کسی دوسرے کے گھر میں نظر نہ کرے پس اگر اس نے اس طرح کیا تو تحقیق داخل ہو گیا اور بول و براز کی ضرورت کے دوران نماز ادا نہ کرے حتیٰ کہ خود کو خفیف کر لے یعنی (بول و براز کر آئے) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے کے لئے حلال نہیں کہ بول و براز کی حاجت کے دوران نماز ادا کرے حتیٰ کہ خود کو ہلکا کر لے (یعنی بول و براز کر لے) پھر اسی مثل کے لفظ کی زیادتی کے ساتھ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والے کے لئے حلال نہیں کہ لوگوں کا امام بنے لیکن ان سے اجازت لے کر اور ان کو ترک کر کے اپنی ذات کے لئے دعا نہ کرے۔ پس اگر اس نے اس طرح کیا تو ان کی خیانت کی۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہ اہل شام کی حدیث ہے اور اس کے اندر کوئی شریک نہیں۔

(سنن ترمذی: جز: 2،ص: 125 'شرح السنۃ للبغوی: جز: ۱،ص ۴۶۵' شعب الایمان: جز: ۷،ص ۵۱۸' مسند البزار: جز: ۲،ص ۱۲۲)

تشریح:

نبیذ کے متعلق چند باتیں ہیں۔

1-نبیذ کی تعریف　2-اس کی اقسام　3-ان اقسام کے احکام

4-نبیذ مختلف کی تعیین　5-حدیث الوضوء بالنبیذ کا ثبوت۔

اس بحث میں نبیذ کی تعریف اور نبیذ کے ساتھ وضو کرنے کا حکم بیان کیا جائے گا۔

نبیذ کی تعریف

نبیذ نبذ سے ہے جس کے معنیٰ ڈالنے کے ہیں فعیل کا صیغہ ہے مفعول کے معنیٰ میں منبوذ ہے۔

علامہ ابن عابد بن شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نبیذ چھواروں، کشمش، شہد اور گرم وغیرہ سے بنایا جاتا ہے اس حال میں کہ ان کو پانی میں ڈال کر آگ پر معمولی جوش دے لیا جائے۔ جوش دینے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ جس کو آگ پر پکایا نہ جائے وہ اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حرام ہے یعنی کشمش یا چھواروں کو پانی میں ڈال دیا جائے اور وہ گاڑھا ہو کر جھاگ چھوڑ دے، چھواروں کی نبیذ کی حرمت اور حلت دونوں کے متعلق احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں اور جب حرمت کی احادیث مبارکہ کو

کچے نبیذ پر اور حلت کی احادیث مبارکہ کو پکائے ہوئے نبیذ پر محمول کیا جائے تو ان میں تطبیق ہو جاتی ہے اور تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ (ردالمحتار: ج:5، ص:400)

نبیذ کی تین اقسام ہیں: پہلی یہ کہ

کھجوریں تھوڑی دیر کے لئے پانی میں بھگو دی جائیں اور پھر نکال لی جائیں کہ ابھی تک مٹھاس کا اثر بھی پانی میں نہ آیا ہو۔

دوسری قسم یہ ہے کہ

اتنی دیر پانی میں رکھی جائیں کہ اس پانی میں تغیر آ جائے جدت اور تیزی جھاگ اور نشہ پیدا ہو جائے۔

اور تیسری قسم یہ ہے کہ

اتنی دیر بھگوئی جائیں کہ پانی میں صرف مٹھاس پیدا ہو اور کسی قسم کا تغیر، تیزی یا جھاگ پیدا نہ ہو۔

پہلی قسم سے وضو بالاتفاق جائز ہے اس لیے کہ فی الواقع عرفاً وہ نبیذ ہی نہیں ہے صرف لغۃً نبیذ ہے اور دوسری قسم جس میں سکر پیدا ہو جائے اس سے وضو بالاتفاق جائز نہیں ہے اور تیسری قسم جو درمیانی ہوتی ہے اس میں اختلاف ہو رہا ہے۔

آئمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے وضو جائز نہیں ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ

اس سے وضو جائز ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسلک یہ ہے کہ

ایسی نبیذ سے بھی کیا جائے اور تیمم بھی کیا جائے۔

تمر کے علاوہ دوسری چیزوں سے جو نبیذ بنائی جائے اس سے وضو بالاتفاق جائز نہیں ہے۔

نبیذ کی حدیث مبارکہ کی شرح کے متعلق مراۃ المناجیح میں ہے۔

(فرمایا کھجور پاک ہے اور ''پاک کرنے والا'' کی شرح میں ہے)

یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے وضو فرمایا جس طرح کہ مصابیح کی روایت میں ہے یہ حدیث مبارکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ کھجور کے شربت سے وضو جائز ہے بشرطیکہ گاڑھا نہ پڑا ہو بلکہ پتلا ہو۔

(درمیان میں کچھ تشریح فرما کر تحریر فرمایا)

خیال رہے کہ

کھجور کے نبیذ سے وضو جائز ہونا خلاف قیاس ہے کیونکہ نبیذ مطلق پانی نہیں اور وضو صرف مطلق پانی سے ہی ہو سکتا ہے مگر چونکہ حدیث پاک میں وارد ہو گیا لہٰذا سواء کھجور کی نبیذ کے اور کسی نبیذ سے وضو جائز نہیں ہے جیسے کشمش وغیرہ کا نبیذ۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ امام اعظم حدیث کے مقابل قیاس پر عمل کرتے ہیں نعوذ باللہ۔

یہ بھی خیال رہے کہ

کھجور کے نبیذ سے وضو جب ہی درست ہے جبکہ گاڑھا نہ ہو پانی کے اجزاء غالب ہوں اگر کھجور کے اجزاء غالب ہو گئے ہوں اور پانی گاڑھا پڑ گیا ہو تو وضو جائز نہیں تیمم کیا جائے اگر اس غلبہ میں شک ہو تو وضو بھی کر لے اور تیمم بھی لہٰذا امام صاحب سے جو مروی ہے کہ آپ نے کبھی تو نبیذ سے وضو کا حکم دیا کبھی وضو سے منع فرمایا تیمم کا حکم دیا اور کبھی دونوں کا یہ مختلف حالات ہیں۔ (مراۃ المناجیح: ج:1،ص:300)

اس حدیث مبارکہ سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ اگر نبیذ گاڑھی نہ ہو تو وضو کر سکتے ہیں اور وہ بھی صرف کھجور کی نبیذ سے۔

سوال

یہ تو مسئلہ ثابت ہو چکا کہ کھجور کی نبیذ اگر گاڑھی نہ ہو تو اس سے وضو کر سکتے ہیں مگر دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے اور پینے کا کیا حکم ہے؟

جواب

دو چیزوں کو ملا کر بنانے اور پینے کے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ مگر احناف کا مسلک اس طرح ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ پر احادیث صحیحہ کے ترک کرنے کا الزام غلط کیونکہ امام ابوحنیفہ نے جو دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے کو جائز کہا ہے تو یہ محض اپنی رائے سے نہیں کہا بلکہ امام ابوحنیفہ نے احادیث مبارکہ کی بناء پر اس کو جائز کہا ہے۔

وہ احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں: امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کشمش اور چھواروں کو پانی میں ڈال کر نبیذ تیار کیا جاتا تھا۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت صفیہ بنت عطیہ قبیلہ عبدالقیس کی عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے چھواروں اور کشمش کے متعلق سوال کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں ایک مٹھی میں چھوارے لیتی اور ایک مٹھی میں کشمش لیتی اور ان کو پانی میں ڈال کر نبیذ بناتی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پلاتی۔

امام محمد بن حسن اپنی سند کے ساتھ کتاب الآثار میں روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن ابن زیاد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس روزہ افطار کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو ایک مشروب پلایا۔

دوسرے روز ابن زیاد نے کہا: آپ نے مجھے کیا پلایا تھا لگتا تھا کہ مجھے اپنے گھر کا رستہ بھی نہیں ملے گا۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم نے تم کو صرف عجوہ اور کشمش کا نبیذ پلایا تھا۔
شیخ ابن حزم نے ان احادیث کی اسانید پر جرح کی ہے لیکن تعداد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث مبارکہ ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے اس کی حکمت میں اختلاف ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ
جب شروع میں تنگی تھی اس وقت آپ نے دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔
اور ایک قول یہ ہے کہ
جب ایک چیز سے نبیذ بن سکتا ہے تو دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا اسراف ہے اور آپ کا منع فرمانا اسراف کی جہت سے ہے۔
(عمدۃ القاری: ج:21، ص:104)
علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: حضرت ابو بردہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: برتنوں میں پیو اور نشہ نہ کرو۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ برتنوں میں پیو ان مشروبات کے پینے کی طرف راجع ہے جن کا پینا پہلے ممنوع تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارکہ میں ان کے پینے کو مباح کر دیا اور یہ معلوم اور مقرر تھا کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ان مشروبات کا پینا تھا جن کی کثیر مقدار نشہ آور ہوتی ہے کیونکہ یہ کہنا تو صحیح نہیں ہے کہ پانی پیو اور نشہ نہ کرو کیونکہ پانی کسی حال میں نشہ آور نہیں ہے سو اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار پینا جائز ہے بہ کثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نبیذ شدید کو پینا ثابت ہے۔
بعض آثار یہ ہیں: علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ
ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہم کو نبیذ شدید پلایا۔
نعیم بن حماد سے روایت ہے کہ
ہم یحییٰ بن سعید قطان کے پاس کوفہ میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ہمیں نبیذ کی تحریم کے متعلق حدیث بیان کر رہے تھے اتنے میں ابوبکر بن عیاش آ گئے۔
انہوں نے یہ سن کر کہا: اے لڑکے خاموش ہو۔
اور کہا: اعمش از ابراہیم نے علقمہ سے روایت کیا ہے کہ
حضرت عبداللہ بن مسعود نے ہم کو سخت تیز نبیذ پلایا جس کا آخر نشہ آور تھا۔
علقمہ سے روایت ہے کہ

ایک اعرابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشروب سے کچھ پی لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کوڑے لگائے۔
اعرابی نے کہا: میں نے تو آپ کے مشروب سے پیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشروب کو منگایا اور پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑا پھر اس سے پیا۔
اور ارشاد فرمایا: جس شخص کو اپنے مشروب کی تیزی سے (نشہ دینے) کا خدشہ ہو وہ اس میں پانی ملا لے۔
ابراہیم نخعی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔
اور اس روایت میں ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی کو مارنے کے بعد اس مشروب کو پیا۔
عطاء بن ابی میمونہ سے روایت ہے کہ
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ام سلیم اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کشمش اور چھواروں کو ملا کر ان کا نبیذ پیتے تھے۔
ان سے کہا گیا کہ
اے ابوطلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔
انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں تنگی کی بناء پر اس سے منع فرمایا تھا۔
مزید رقم ہیں: اس سلسلہ میں بکثرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات ہیں جن کو ہم نے کتاب الاشربہ میں بیان کیا ہے اور یہاں دوبارہ اس کی تطویل سے ہم نے اجتناب کیا ہے۔ ہمارے فقہاء احناف نے جن مشروبات کو حلال قرار دیا ہے ہمارے علم میں صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ان کو حرام نہیں کہا۔ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین رضی اللہ عنہم سے صرف نقیع الزبیب (کچے پانی میں کشمش کو ڈال دیا جائے وہ پانی سڑ کر جھاگ چھوڑ دے اور اس کی مٹھاس چلی جائے) کو حرام کہا ہے اور انگور کے پکے ہوئے اس شیرہ کو حرام کہا ہے جو پکنے کے بعد دو ثلث سے کم اڑ جائے اور نشہ آور ہو۔ صحابہ کرام اور فقہاء تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے بعد ایک قوم نے نبیذ کے معاملہ میں تشدید کی اور اس کو حرام قرار دیا حالانکہ اگر نبیذ حرام ہوتا تو اس کی حرمت تواتر سے منقول ہوتی جیسا کہ خمر کی تحریم منقول ہے کیونکہ اس کے پینے میں عام لوگ مبتلاء تھے کیونکہ عام لوگوں کا مشروب کچی کھجوروں اور چھواروں کا مشروب تھا اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو لوگ نبیذ کو حرام کہتے ہیں ان کا قول باطل ہے۔

(احکام القرآن: ج:2، ص:464 تا 465)

علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: نبیذ چھواروں، کشمش، شہد اور گندم وغیرہ سے بنایا جاتا ہے بایں طور کہ ان کو پانی میں ڈال کر آگ پر معمولی جوش دے لیا جائے جوش دینے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ جس کو آگ پر پکایا نہ جائے وہ اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حرام ہے یعنی کشمش یا چھواروں کو پانی میں ڈال دیا جائے اور وہ گاڑھا ہو کر جھاگ چھوڑ دے۔ چھواروں کی نبیذ کی حرمت اور حلت دونوں کے متعلق احادیث مبارکہ آئی ہیں اور جب حرمت کی احادیث کو کچے نبیذ پر اور

حلت کی احادیث کو پکائے ہوئے نبیذ پر محمول کیا جائے تو ان میں تطبیق ہو جاتی ہے اور تعارض اٹھ جاتا ہے۔

(ردالمحتار: ج:5،ص:400)

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر امام ابو یوسف اور علامہ سرخسی کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ

محرم کسی مشروب کا وہ آخری گھونٹ ہے جس سے نشہ پیدا ہو اور خمر بعینہٖ حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور مثلث (انگور کے شیرے کو آگ پر پکایا جائے حتیٰ کہ دو ثلث اڑ جائے اور ایک ثلث باقی رہ جائے۔ اس کی کثیر مقدار نشہ آور ہوتی ہے) اور کشمش اور چھواروں کے پکے ہوئے پانی یعنی نبیذ میں قلیل اور کثیر کا فرق ہے اس کی قلیل مقدار حلال ہے اور جس گھونٹ کے بعد نشہ پیدا ہو وہ حرام ہے اور وہ کثیر مقدار کا آخری گھونٹ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو پیالہ نشہ آور ہو صرف وہ حرام ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کی مثال کپڑے میں خون کی طرح ہے اگر کپڑے میں قلیل خون ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے اور اس کی مثال نفقہ کی طرح ہے اگر انسان اپنی کمائی سے اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے تو جائز ہے اور اگر خرچ میں اسراف کرے تو یہ ناجائز ہے اسی طرح نبیذ ہے اگر اس کو کھانے کے بعد پیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کو بہ قدر نشہ پیا تو ناجائز ہے کیونکہ یہ اسراف ہے اس لیے نبیذ پیتے ہوئے جب نشہ ہونے لگے تو اس کو چھوڑ دے۔

دیکھئے: مثلاً دودھ حلال ہے لیکن اگر کسی کو زیادہ دودھ پینے سے نشہ ہونے لگے تو وہ زیادتی ناجائز ہوگی۔

نیز غور کیجئے کہ

بھنگ سے علاج کرنا جائز ہے لیکن اگر بھنگ سے کسی شخص کی عقل ماؤف ہونے لگے تو وہ زیادتی ناجائز ہوگی اور اس تمام تفصیل سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حرمت کا مدار نشہ لانے والے جز پر ہے البتہ خمر مطلقاً حرام ہے نیز خمر کو تھوڑی مقدار میں پینا زیادہ پینے کا محرک ہوتا ہے اس لیے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے اس کے برخلاف مثلث کی قلیل مقدار کثیر کی محرک نہیں ہوتی بلکہ اس کی قلیل مقدار کھانے کو ہضم کرتی ہے اور عبادت کرنے کی قوت دیتی ہے اور اس کی کثیر مقدار سر میں درد کر دیتی ہے کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ جو لوگ نشہ آور مشروبات کو پیتے ہیں وہ مثلث ہیں بالکل رغبت نہیں کرتے۔ (المبسوط: ج:24،ص:9،8)

کبار صحابہ کرام اور فقہاء تابعین سے نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کے جواز ہونے کے متعلق اس طرح ہے۔

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام ابن ابی شیبہ نے عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم یہ تیز نبیذ اس لیے پیتے ہیں کہ ہمارے پیٹ میں جو اونٹ کا گوشت ہے وہ گل جائے اور ہم کو ایذا نہ دے جس شخص کو اپنے نبیذ کے بارے میں شک ہو وہ اس میں پانی ملا لے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ
داؤد بن ابی ہند نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کس مشروب کی اجازت دی تھی؟
انہوں نے کہا: طلاء کی یعنی انگور کے شیرہ کو پکایا جائے جس کا دوثلث اڑ جائے اور ایک ثلث باقی رہ جائے۔
علی بن مسیر اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔
حضرت ابوعبیدہ، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہم طلاء پیتے تھے۔
انس بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں کوئی بیماری تھی۔
انہوں نے مجھے حکم دیا کہ
میں ان کے لئے طلاء تیار کروں اور وہ کھانے کے بعد طلاء پیتے تھے۔
شریح بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ
وہ شام میں طلاء پیتے تھے۔
صاحب الاستذکار نے کہا ہے کہ
ہمارے علم میں طلاء پینے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے سو ان آثار سے معلوم ہوا کہ جس حدیث میں یہ ہے کہ جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں قلیل سے وہ قلیل مراد ہے جو نشہ آور ہوتا کہ ان آثار میں تضاد نہ ہو۔
پس آپ نے ملاحظہ کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
مثلاً حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اور دیگر اہل بدر سب نبیذ پینے کو جائز کہتے تھے اسی طرح بعد کے کبار تابعین بھی نبیذ کو جائز کہتے تھے مثلاً شعبی اور ان کی مثل، ابراہیم نخعی اور ان کی مثل، علقمہ، اسود، ابن ابی لیلیٰ، عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود اور سفیان ثوری یہ اپنے زہد و تقویٰ کے باوجود تیز نبیذ پیتے تھے حتیٰ کہ ان کے رخسار سرخ ہو جاتے تھے اور وکیع رمضان کی راتوں میں عبادت پر طاقت حاصل کرنے کے لئے نبیذ پیتے تھے۔
مزید راقم ہیں: بعض جاہل لوگ تیز نبیذ کو خمر کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے خمر کو حلال کر دیا در حقیقت یہ اعتراض امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب پر نہیں ہے بلکہ یہ اعتراض کبار صحابہ کرام اور فقہاء تابعین رضی اللہ عنہم پر ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس مسئلہ میں کسی قول کو ایجاد نہیں کیا۔

بلکہ انہوں نے وہی کہا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام اور زہاد تابعین نے کہا ہے۔

حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس

اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم

اور علقمہ، اسود اور ابراہیم نخعی کے متعلق کیا کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ یہ فقہاء اور زہاد خمر پینے والے تھے اور نشہ کرنے والے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ

امام زاہد نجم الدین عمر نسفی نے یہ کہا ہے کہ

چھواروں اور کشمش کے نبیذ کی حلت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے تا کہ صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کو فاسق قرار دینا لازم نہ آئے۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہلسنت و جماعت کی علامت یہ ہے کہ چھواروں کے نبیذ کو حرام نہ کہا جائے۔

(بنایہ:ج:4،ص:344،345)

اور حضرت عمر، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے نشہ آور شراب کی قلیل مقدار پینے کا جواز اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اعرابی لایا گیا جو نشہ میں تھا اس کے پاس مثلث کا ایک مشکیزہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے چھٹکارے کی کسی سبیل کا ارادہ کیا مگر وہ شخص بالکل مدہوش تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو قید کرنے کا حکم دیا۔ جب اس کے ہوش و حواس درست ہو گئے تو آپ نے اس کے مشکیزے کو منگایا اس میں نبیذ تھا اس کو چکھا۔

اور فرمایا: اوہ! اس نے یہ کام کیا۔ پھر اس نبیذ کو ایک برتن میں ڈالا اور اس میں پانی ملا کر خود پیا اور اپنے اصحاب کو پلایا۔

اور فرمایا: جب تم کو کسی نبیذ کے بارے میں شک ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑ لو۔

اس امر میں یہ دلیل ہے کہ

پکے ہوئے نبیذ کو پینے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ وہ تیز ہو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو خود پیا اور احباب کو پلایا۔

نیز روایت ہے کہ

اس اعرابی نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے نبیذ پینے پر حد لگائی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تم کو صرف نشہ کی بناء پر حد لگائی ہے۔

حضرت حماد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا وہ صبح کے وقت ناشتہ کر رہے تھے انہوں نے نبیذ منگا کر پیا اور مجھے پلایا۔ جب انہوں نے میرے چہرے پر کراہت کے آثار دیکھے۔

تو فرمایا: مجھے علقمہ نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور ان کے پاس ناشتہ کرتے اور ان کے پاس گھڑے میں رکھا ہوا نبیذ پیتے تھے۔

اور روایت ہے کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبیذ کی عادت تھی حتیٰ کہ

ابو عبیدہ نے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے وہ سبز گھڑا دکھایا جس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے نبیذ بنایا جاتا تھا اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تیز نبیذ پیتے تھے اور نبیذ پینے کے عادی تھے۔

حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ

مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبیذ پلایا اور جب انہوں نے مجھ میں تغیر کے آثار دیکھے تو انہوں نے میری رہنمائی کے لئے میرے ساتھ قنبر کو بھیجا۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک قوم حلال مشروب پر جمع ہوتی ہے اور اس کو اس حد تک پیتی ہے کہ وہ ان پر حرام ہو جاتا ہے یعنی جب وہ نشہ کی حد تک پیتی ہے کہ وہ ان پر حرام ہو جاتا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ مثلث پیتے تھے اور لوگوں کو مثلث بنانے کا حکم دیتے تھے اور لوگوں کو تیز مثلث پلاتے تھے اور چونکہ مثلث پینے کی اباحت میں بہ کثرت آثار مروی ہیں اسی لیے امام ابوحنیفہ نے مذہب اہل سنت کی خصوصیت میں سے یہ شمار کیا ہے کہ گھڑے میں بنائے ہوئے نبیذ کو حرام نہ کہا جائے۔

اور بعض سلف سے مروی ہے کہ

اگر آسمان سے گر کر میرے دو ٹکڑے ہو جائیں تو میرے نزدیک یہ نبیذ کو حرام کہنے سے بہتر ہے کیونکہ نبیذ کو حرام کہنے سے ان آثار مشہور کو رد کرنا لازم آتا ہے اور بڑے بڑے اولوالعزم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کو برا کہنا لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے اور نبیذ کو حلال کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر شخص اس کو پئے نبیذ پینے کی رخصت تحریم کے بعد دی گئی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نبیذ کی تحریم کے وقت میں بھی اسی طرح موجود تھا جس طرح تم موجود تھے پھر میں اس کو حلال قرار دیئے جانے کے وقت بھی حاضر تھا اور میں نے اس کی تحلیل کو یاد رکھا اور تم بھول گئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے ارشاد سے واضح ہو گیا کہ

نبیذ کی حرمت کے متعلق جس قدر آثار مروی ہیں وہ سب اس کی رخصت کے حکم کے بعد منسوخ ہو گئے۔

(المبسوط: ج:24،ص:11،12)

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے۔ صرف وہ گھونٹ حرام ہے جس سے نشہ ہو۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں گئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو کشتی پر رال لگا رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

عرض کیا گیا: یہ اپنی شراب پینے سے بیمار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو کدو کے بنے ہوئے برتن، سبز گھڑوں اور تارکول لگے ہوئے برتنوں کے استعمال سے منع کر دیا۔ جب آپ اس غزوہ سے واپس تشریف لائے تو ان لوگوں نے بدہضمی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی اور نشہ آور سے منع فرمایا۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ

نبیذ پینے کی ممانعت پہلے تھی اور رخصت بعد میں دی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں نشہ آور نبیذ سے مطلقاً منع فرمایا تھا اور بعد میں اس کی قلیل مقدار پینے کی اجازت دی بہ شرطیکہ اس کو نشہ آور حد تک نہ پیا جائے۔ (المبسوط: ج:24،ص:12،13)

شمس الائمہ سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: چھواروں اور کچی کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانے یا ان میں سے کسی ایک کا نبیذ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ ان کو پکا لیا جائے کیونکہ کچی کھجور بھی چھواروں کی ایک قسم ہے۔

اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ

چھواروں کا پکا ہوا نبیذ حلال ہے اور اس کی جو مقدار نشہ آور ہو حرام ہے اس طرح چھواروں اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانا یا کچی کھجوروں اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانا حلال ہے اس نبیذ کو خلیطین کہتے ہیں اور ہم اس کے جواز پر دلائل بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح شہد، جوار، گندم، جو، کشمش اور چھواروں میں سے ہر ایک کا نبیذ بنانا جائز ہے ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ نبیذ بنانا بھی جائز ہے اور ان کو ملا کر نبیذ بنانا بھی جائز ہے خواہ کچا ہو یا پکا ہو۔

اور نوادر میں ہشام نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ

گاڑھا ہو جانے کے بعد کچا نبیذ پینا جائز نہیں ہے۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خمر پانچ چیزوں سے بنائی جاتی ہے۔

1-کھجور 2-انگور 3-گندم 4-جو 5-اور جوار

اس حدیث مبارکہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان چیزوں سے حقیقتاً خمر بنی ہے اس سے ان چیزوں کو خمر سے تشبیہ دینا مراد ہے یعنی ان چیزوں کی شراب کا پینا بھی خمر کی طرح حرام ہے۔

اور یہ بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ

چھواروں اور کشمش کا کچا پانی اگر گاڑھا ہو تو اس کا پینا حلال نہیں ہے اسی طرح باقی چیزوں کا کچا پانی بھی اگر گاڑھا ہو تو حرام ہے۔

ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ

شہد، جوار اور جو حلال ہیں خواہ وہ پک کر متغیر ہوں یا غیر متغیر سو اگر ان کو پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ پانی بھی حلال ہونا چاہئے خواہ اس کو پکا کر متغیر کیا جائے یا نہیں کیونکہ طعام کا تغیر اور گاڑھا ہونا حرمت میں موثر نہیں ہے۔

(المبسوط: ج:24، ص:17، 18)

مثلث اور نبیذ شدید کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

جابر بن حصین اسدی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکتوب آیا جس میں انہوں نے یہ حکم دیا کہ وہ کھانے کو ہضم کرنے کے لئے مشروب مثلث پیا کریں۔

اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ

میں اس کے پینے کو ترک نہیں کروں گا۔

کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی مثلث پیتے تھے اور لوگوں کو بھی پلاتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے خمر کی تحریم کا خود سوال کیا تھا اس لیے ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ جس چیز کی تحریم کو نص قرآن شامل ہے اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی پیتے تھے اور لوگوں کو بھی پلاتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا مثلث پیتے تھے اور ایسا مثلث نہیں پیتے تھے جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو۔

کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ

پکانے سے شیطان کا حصہ اور جنون ختم ہو جاتا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھانا ہضم کرنے کے لئے مثلث پیتے تھے اور مثلث اس وقت ہاضم ہوتا ہے جبکہ وہ تلخ اور تیز ہو نہ کہ میٹھا ہو۔

اس کی دلیل وہ آثار ہیں جن کو امام محمد نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔

ان میں سے بعض یہ ہیں۔

زیاد نے کہا ہے کہ

مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا مشروب پلایا کہ قریب تھا کہ مجھے اپنے گھر کا راستہ نہ ملتا۔ میں نے صبح ان سے واقعہ کا ذکر کیا۔

انہوں نے کہا: ہم نے تمہیں عجوہ اور کشمش کے نبیذ کے سوا اور کوئی چیز نہیں پلائی۔

دیکھئے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا زہد اور تفقہ معروف اور مسلم ہے۔

ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ

وہ ایسی چیز پیتے یا پلاتے ہوں گے جس کے بارے میں تحریم نازل ہو چکی ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے زیاد کو تیز نبیذ پلایا تھا جس کا ان کے ذہن پر ایسا اثر ہوا کہ ان کو گھر کا راستہ ملنا مشکل ہو گیا۔ اس واقعہ کو اس طرح تعبیر کرنا ان کا مبالغہ تھا یہ نشہ نہیں تھا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ

کشمش اور کھجور کا معمولی جوش دیا ہوا تیز قسم کا نبیذ پینا جائز ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ

کشمش اور کھجور کا مخلوط نبیذ پینا بھی جائز ہے اس کے برخلاف بعض متشدد لوگ یہ کہتے ہیں کہ مخلوط مشروب کو پینا جائز نہیں ہے خواہ وہ میٹھا کیوں نہ ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوط مشروب پینے سے منع فرمایا ہے۔

ہمارے نزدیک اس کی تاویل یہ ہے کہ

یہ ممانعت تنگی اور قحط کے زمانہ پر محمول ہے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اغنیاء کے لئے ان دو نعمتوں کے جمع کرنے کو ناپسند فرمایا تھا۔

اور بعض احادیث مبارکہ میں دو نعمتوں کے ملانے کی ممانعت کی تصریح بھی ہے اور خوش حالی کے زمانہ میں مخلوط مشروب پینے کے جواز پر دلیل یہ ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھواروں کا نبیذ بنایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اچھا نہیں لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس میں کشمش

لنے کا حکم دیا۔ نیز جب ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ نبیذ بنانا جائز ہے تو ان کو ملا کر نبیذ بنانا بھی جائز ہوگا۔

نیز مزید راقم ہیں: محمد بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رقیق مشروب کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا۔

ایک عیسائی نے کہا: ہم اپنے گرجے میں ایک مشروب تیار کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں سے کچھ میرے پاس لاؤ۔

وہ اس کی کچھ مقدار لے کر آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم اس کو کس طرح تیار کرتے ہو۔

اس نے کہا: ہم انگور کے شیرے کو پکاتے ہیں حتیٰ کہ اس کا دو تہائی اڑ جاتا ہے اور ایک تہائی رہ جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر پانی ڈال کر پی لیا۔ پھر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو وہ مشروب پینے کے لئے دیا۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے خیال میں آگ کسی چیز کو حلال نہیں کرتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ خمر سرکہ بن جاتی ہے اور پھر ہم اس کو پیتے ہیں۔ اس حدیث مبارکہ میں مثلث کو پینے کے جواز کی دلیل ہے خواہ وہ تیز کیوں نہ ہو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلخ مثلث کے متعلق مشورہ کیا تھا نہ کہ شیریں مثلث کے لئے۔ یہ کھانے کو ہضم کرتا ہے اور رمضان کی راتوں میں عبادت کرنے کی طاقت دیتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کے معاملات میں غور و فکر کرتے رہتے تھے اور دینی معاملات میں مشورہ کرتے رہتے تھے۔

اس حدیث مبارکہ میں دلیل بھی ہے کہ

اگر مثلث گاڑھا ہو تو اس میں پانی ملانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اس کی دلیل یہ روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پانی مانگا وہ آپ کے پاس ایک مشروب لے کر آئے جب آپ اس کو منہ کے پاس لے گئے تو آپ کے چہرے پر ناگواری کا اثر ظاہر ہوا پھر آپ نے پانی منگا کر اس میں ڈالا اور اس کو پی لیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ان مشروبات سے کسی کے متعلق (نشہ آور ہونے کا) شک ہو تو پانی ملا کر اس کی طاقت کو توڑ دیا کرو۔ (المبسوط: ج:24، ص:4 تا 8)

علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

معراج میں ہے کہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر مجھے تمام روئے زمین کی دولت دی جائے تو میں پھر بھی گھڑے میں بنائے ہوئے نبیذ

کی حرمت کا فتویٰ نہیں دوں گا کیونکہ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فاسق کہنا لازم آتا ہے اور اگر مجھے روئے زمین کی تمام دولت دی جائے پھر بھی میں اس کو پیوں گا نہیں کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (ردالمختار: ج:5،ص:400)

☆ **قولہ حاجا اور معتمراً...... الخ**

تین چیزیں حلال نہیں۔

1- امام صاحب صرف اپنے لیے دعا کرے اور مقتدیوں کو چھوڑ دے یہ خیانت ہے اولیٰ تو یہ ہے کہ سب دعاؤں میں مقتدیوں کو شریک کرے مگر خیانت سے نکلنے کے لئے ایک دعا میں شریک کرنا بھی کفایت کرے گا۔

2- اجازت سے قبل کسی کے گھر میں نظر ڈالنا حرام ہے کیونکہ اس استیزان کا فائدہ نہیں رہتا اور نظر حرام کا ارتکاب ہو جاتا ہے جو شیطان کا زہر آلود تیر ہے۔

3- حاقن کو نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

حاقن کہتے ہیں حابس البول کو یعنی جس کو پیشاب کی سخت حاجت ہو لیکن اس نے روک رکھا ہو اور اس کے بالمقابل لفظ حاقب ہے یعنی حابس الغائط جس کو بڑے استنجے کی حاجت ہو اور اس نے روک کر رکھا ہوا ہے تو اس صورت میں نماز شروع کرنا بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے بلکہ مالکیہ کے نزدیک تو بعض صورتوں میں نماز کا اعادہ واجب ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ

نماز شروع کرنے کے وقت تو مدافعت یعنی استنجاء کی حاجت نہیں تھی مگر نماز شروع ہونے کے بعد سخت حاجت ہوئی تو اس صورت کا بھی یہی حکم ہے اس کو نماز قطع کر دینی چاہئے۔

اس حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ

بعض کے نزدیک علت منع شغل بال ہے یعنی قلب کی توجہ اور دھیان سارا استنجاء ہی کی طرف لگا رہے گا اس لیے کراہت ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

وہ فرماتے ہیں کہ علت منع انتقال حدث ہے یعنی پیشاب پاخانہ کا اپنے مستقر و معدن سے منتقل ہونا ہے اگرچہ خروج نہیں ہوا ہے لیکن اپنی جگہ سے انتقال ہو چکا گویا شخص مذکور حامل نجاست ہو اور محل نجاست مفسد صلوٰۃ ہے۔

درمختار میں ہے۔

شدت کا پاخانہ پیشاب معلوم ہوتے وقت یا غلبہ ریاح کے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(درمختار: کتاب الصلاۃ، مطلب فی الخشوع: ج:2،ص:492)

اور ردالمختار میں ہے: نماز شروع کرنے سے پیشتر اگر ان چیزوں کا غلبہ ہو تو وقت میں وسعت ہوتے ہوئے شروع ہی ممنوع گناہ ہے قضائے حاجت مقدم ہے اگرچہ جماعت جاتی رہنے کا اندیشہ ہو اور اگر دیکھتا ہے کہ قضائے حاجت اور وضو کے

بعد وقت جاتا رہے گا تو وقت کی رعایت مقدم ہے نماز پڑھ لے اور اگر اثنائے نماز میں یہ حالت پیدا ہو جائے اور وقت میں گنجائش ہو تو توڑ دینا واجب اور اگر اسی طرح پڑھ لی تو گناہ گار ہوا۔ (ردالمحتار: کتاب الصلاۃ: باب ما یفسد الصلاۃ: ج:2، ص:492)

☆ **قال ابو داؤد روای وهیب بن خالد**

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ہشام کے تلامذہ کا اختلاف بیان کرنا ہے۔

وہ اختلاف یہ ہے کہ

عروہ اس واقعہ کو عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے براہ راست بیان کر رہے ہیں یا درمیان میں کسی کا واسطہ ہے؟ سو زہیر کی روایت جو شروع میں آئی وہ بلا واسطہ ہے اور جن روایات کا مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دے رہے ہیں یعنی وہب، شعیب اور ابوضمرہ ان تینوں کی روایت میں عروہ اور صحابی کے درمیان ایک رجل مبہم کا واسطہ ہے۔

اس اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ہشام کے اکثر تلامذہ نے اسی طرح روایت کیا جس طرح زہیر نے یعنی بلا واسطہ لہٰذا وہی راجح ہے۔

☆ **قوله قال ابن عیسٰی فی حدیثه ابن ابی بکر......**

اس حدیث مبارکہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے تین اساتذہ ہیں جن میں سے ایک استاذ یعنی ابن عیسٰی نے عبداللہ بن محمد جو سند میں مذکور ہیں ان کی صفت ابن ابی بکر بیان کی بخلاف دوسرے دو اساتذہ احمد بن حنبل و مسدد کے کہ انہوں نے صرف عبداللہ بن محمد کہا۔ البتہ عبداللہ بن محمد کی دوسری صفت الغوالقاسم بن محمد سب نے بیان کیا۔

اور عبداللہ بن محمد دو ہیں۔

1- عبداللہ بن محمد بن ابی بکر 2- عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر قاسم۔

قال ابو داؤد هذا من سنن اهل الشام

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ حدیث ثوبان اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں کی سند کے راوی سب کے سب شامی ہیں غیر شامی کوئی بھی نہیں ہے۔ **واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم**

بَاب مَا یُجْزِئُ مِنَ الْمَاءِ فِی الْوُضُوءِ

وضو کے لئے کتنا پانی کفایت کرے گا

اس باب میں وضو کے لئے پانی کی مقدار کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

84 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ
قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ اَبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ صَفِيَّةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانی سے غسل فرماتے تھے اور ایک مد پانی سے وضو فرمالیتے تھے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: ابان نے قتادہ سے اس کو روایت کیا۔ فرمایا کہ میں نے صفیہ سے سنا ہے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:۱،ص:۱۲۳'سنن ابن ماجہ: جز:۱ص:۳۱۴'سنن النسائی: جز:۳ص:۶۶'شرح معانی الآثار: جز:۲ص:۴۹)

85 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِىْ زِيَادٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانی سے غسل فرمالیتے تھے اور ایک مد پانی سے وضو فرمالیتے تھے۔

(المعجم الاوسط: جز:۲،ص:۲۷۳'شرح معانی الآثار: جز:۲،ص:۵۰)

86 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيْبٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ عَنْ جَدَّتِهٖ وَهِىَ اُمُّ عُمَارَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَاُتِىَ بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَدْرُ ثُلُثَيِ الْمُدِّ

حضرت عباد بن تمیم نے اپنی دادی حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لئے ایک برتن میں وضو کے لئے پانی حاضر کیا گیا جو ایک مد کا دو تہائی کی مقدار ہوگا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:۱،ص:۱۹۶'سنن النسائی: جز:۱،ص:۱۳۳)

87 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِاِنَاءٍ يَسَعُ رَطْلَيْنِ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ شَرِيْكٍ قَالَ عَنِ ابْنِ جَبْرِ بْنِ عَتِيْكٍ قَالَ وَرَوَاهُ سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى حَدَّثَنِىْ جَبْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ سَمِعْتُ اَنَسًا اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ يَتَوَضَّأُ بِمَكُّوْكٍ وَلَمْ يَذْكُرْ رَطْلَيْنِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَّقُوْلُ الصَّاعُ خَمْسَةُ اَرْطَالٍ وَهُوَ صَاعُ ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ وَهُوَ صَاعُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رطل والے پانی کے برتن سے وضو فرمالیا کرتے تھے اور ایک صاع سے غسل فرمالیا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: اس کو یحییٰ بن آدم، شریک، بن جبر بن عتیک، عبداللہ بن عیسیٰ اور سفیان عبداللہ بن عیسیٰ، جبر بن عبداللہ نے روایت کیا۔

اور امام ابوداؤد نے فرمایا: شعبہ، عبداللہ بن عبداللہ بن جبر نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا مگر اس میں ہے کہ ایک مکوک سے وضو فرمالیا کرتے اور دو رطل کا تذکرہ نہ فرمایا۔

اور امام ابوداؤد نے فرمایا: میں نے امام احمد بن حنبل کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صاع پانچ رطل کا ہوا کرتا ہے اور وہ صاع ابن ابی ذئب والا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع ہے۔

(مسند احمد: ج:25،ص:424)

تشریح:

جمہور کے نزدیک وضو یا غسل کے لئے پانی کی مقدار حتمی طور پر متعین نہیں ہے کہ اس میں کمی اور زیادتی جائز نہ ہو بلکہ اس کا مدار دراصل اس پر ہے کہ جتنا پانی تمام بدن کو تر کرنے کے لئے اور وضو میں اعضاء وضو کو تر کرنے کے لئے کافی ہو جائے بس وہی مقدار ضروری ہے ابتداء اس کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، غسل کی حقیقت اسالۃ الماء ہے یعنی اتنا پانی بہانا جس سے تقاطر ہو اس حقیقت غسل کا پایا جانا ضروری ہے اور یہی اس کا معیار ہے مگر اسراف و تقطیر کرنا مکروہ ہے۔

صاع اور مد کی مقدار

یہاں پر صاع اور مد کی مقدار بیان کرنا ضروری ہے۔

اس پر تمام کا اتفاق ہے کہ ایک صاع چار مد کے برابر ہوتا ہے لیکن من حیث الوزن مقدار مد میں اختلاف ہے۔

آئمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رطل ثلث رطل کا ہوتا ہے لہٰذا ایک صاع پانچ رطل و ثلث رطل کا ہوا۔ طرفین کے نزدیک ایک مد کی مقدار دو رطل ہے لہٰذا صاع آٹھ رطل کا ہوا۔ جمہور کا صاع صاع حجازی اور ہمارا صاع صاع عراقی کہلاتا ہے اور صاع عراقی صاع حجازی بھی کہلاتا ہے۔

جمہور کا دعویٰ یہ ہے کہ

صاع حجازی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کے موافق ہے۔

☆ قال ابوداؤد رواه ابان عن قتادة قال سمعت صفية:

یعنی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے دو ہیں۔

1- ایک ہمام جو اوپر سند میں آئے   2- دوسرے ابان۔

دونوں کے لفظ میں فرق ہے۔

ہمام کی روایت میں قتادہ عن صفیۃ

اور ابان کی روایت میں بجائے عن صفیۃ کے سمعت صفیۃ ہے۔

☆ **حدثنا محمد بن بشار الخ قوله عباد بن تميم عن جرته ۔**

عن جدته میں ضمیر عباد کی طرف راجع ہے اس صورت میں جدہ عباد مراد ہوں گی۔

☆ **قوله يتوضا بمكوك**

مکوک صاع ونصف صاع یعنی ڈیڑھ صاع کو کہتے ہیں مگر یہاں پر مکوک سے مراد مد ہے۔

☆ **حدثنا محمد بن الصباح الخ قوله يتوضا باناء يسع رطلين**

اس سے بظاہر حنفیہ کی تائید ہو رہی ہے اس لیے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ مد سے وضو فرماتے تھے اور اس میں یہ ہے کہ رطلین سے وضو فرماتے تھے۔

قال ورواه سفيان...... حدثني جبر بن عبدالله

سفیان کی یہ روایت شعبہ اور شریک کی روایت کے خلاف ہے ان دونوں کی روایت میں عبداللہ بن جبر تھا۔ سفیان نے بجائے اس کے جبر بن عبداللہ کہا یہ مقلوب الاسماء میں سے ہے صحیح عبداللہ بن جبر ہے۔ دراصل یہ راوی عبداللہ بن عبداللہ بن جبر ہے۔ بعض نے نسبت الی الجد کے اعتبار سے عبداللہ بن جبر کہہ دیا۔ اور بعض نے جبر کے جابر کہا ہے جس طرح کہ صحیح مسلم کی بعض روایات میں ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ دونوں صحیح ہیں جابر اور جبر دونوں کہا جاتا ہے۔ **واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم**

بَاب الْإِسْرَافِ فِي الْمَاءِ

پانی میں اسراف کے متعلق

یہ باب وضو میں پانی کے اسراف کے متعلق ہے۔

88 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِيْ نَعَامَةَ أَنَّ

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ سَمِعَ ابْنَهُ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِيْنِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا فَقَالَ أَيْ بُنَيَّ سَلِ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُوْنَ فِي الطُّهُوْرِ وَالدُّعَاءِ

ابونعامہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا۔ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے جنت کے دائیں جانب محل کا سوال کرتا ہوں جس میں میں داخل ہو جاؤں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بیٹے اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے پناہ طلب کرو بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب کچھ لوگ اس امت میں طہارت اور دعا میں تجاوز کرنے والے ہوں گے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1، ص:196)

تشریح:

اسراف فی الوضو کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں یا تکثیر ماء کی بناء پر زیادہ پانی بلاضرورت بہا لیا جائے یا تثلیث پر زیادتی یعنی اعضاء کو تین بار سے زائد دھویا جائے بہر حال جو بھی صورت ہو اسراف مکروہ ہے اگرچہ نہر جاری ہی پر وضو کر رہا ہو تب بھی یہ اسراف ہے چنانچہ ابن ماجہ کی ایک روایت ہے جس کی تخریج امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر ہوا جو وضو میں زیادہ پانی استعمال کر رہے تھے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما هذا السرف يا سعد

اے سعد! یہ اسراف کیسا؟

انہوں نے عرض کیا:

افي الوضوء سرف يارسول الله (صلى الله عليه وسلم)!

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم وان كنت على نهر جار .

سنن ابوداؤد کی اس حدیث مبارکہ میں دو جز ہیں۔

پہلا جز

اعتذار في الطهور

دوسرا جز

اعتذار في الدعا

صحابی کی غرض جز ثانی ہے اور مصنف کی غرض جز اول ہے بہر حال اس حدیث مبارکہ میں اعتذار فی الطہور سے منع کیا گیا ہے جس سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسراف فی الوضو کی کراہت مستنبط فرمائی جس طرح کہ ظاہر ہے۔

اب رہا یہ کہ

اعتذار فی الدعا سے کیا مراد ہے یعنی دعا میں تجاوز عن الحد سے کیا مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ

علماء کرام نے اس کی کئی صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ

باعتبار جہر بلیغ کے یعنی زیادہ زور سے دعا مانگنا اور چلانا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ

باعتبار قیود زائدہ کے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا سوال کرتے وقت اس میں طرح طرح کی شرطیں لگانا اس لیے یہ حاجت مند سائل کی شان کے خلاف ہے۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ

دعا کے الفاظ وکلمات میں سجع کی رعایت کی جائے مسجع عبارتوں سے دعا مانگی جائے ظاہر ہے کہ یہ چیز خشوع کے منافی ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس سے مراد غیر ماثور دعائیں مانگنا ہے۔

دعا کرنے کی چند شرائط اور آداب ہیں جن سے دعا جلد مقبول ہوتی ہے لہٰذا یہ بحث بھی ضروری ہے۔

1- دعا کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل ودماغ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور حاضر کر کے دعا کرے قلب غافل سے دعا نہ کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرو کہ تمہیں دعا کے قبول ہونے کا یقین ہو۔

یاد رکھو کہ!

اللہ تعالیٰ اس دل کی دعا قبول نہیں فرماتا جو غافل ہو اور اس کا دھیان لہو ولعب میں ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3479)

2- دعا کے قبول ہونے میں جلدی نہ کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت قبول کی جاتی ہے جب وہ دعا کی قبولیت میں جلدی نہ

کرے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6340)

3- گڑگڑا کر عاجزی سے ڈرتے ہوئے اور مسکین بن کر دعا کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھو پھر گڑگڑاؤ، عاجزی کرو، مسکین بنو۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اللہ عزوجل کی طرف اس طرح اٹھا کر دعا کرو کہ ہتھیلیاں تمہاری طرف ہوں۔

اور کہو کہ

اے میرے رب عزوجل!

اے میرے رب عزوجل!

اور جو اس طرح نہیں کرے گا اس کی نماز ناقص ہوگی۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 385)

4- دعا کرنے والے کا کھانا پینا اور لباس رزق حلال سے ہونا چاہئے اگر اس کا رزق حرام ہو تو پھر اس کی دعا قبول نہیں ہو گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ طیب ہے وہ طیب کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے غبار آلود ہیں وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔

اور کہتا ہے کہ

اے میرے رب عزوجل!

اے میرے رب عزوجل!

حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کی غذا حرام ہوتی ہے اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1015)

5- دعا کرنے والا راحت کے ایام میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ مشکلات اور مصائب میں اس کی دعا قبول کرلے اس کو چاہئے کہ وہ آسانی اور راحت کے ایام میں اس سے زیادہ دعا کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2382)

6- کسی گناہ کے حصول یا رشتہ منقطع کرنے کی دعا نہ کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

تم میں سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کا سوال عطا کر دیتا ہے یا اس سے کسی مصیبت کو ٹال دیتا ہے بہ شرطیکہ وہ کسی گناہ کی دعا نہ کرے یا رشتہ منقطع کرنے کی دعا نہ کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3381)

7- دعا میں سب سے پہلے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کرے پھر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر اس کے بعد اپنے لیے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد وثناء کرے جو اس کے شایان شان ہے پھر نبی کیرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر دعا کرے تو اس کا قبول ہونا اور کامیاب ہونا زیادہ متوقع ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8782)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی وہیں تشریف فرما تھے جب میں (نماز پڑھ کر) بیٹھا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا پھر اپنے لیے دعا کی۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔

سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 593)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعا آسمان اور زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے اور اس کا کوئی لفظ اوپر نہیں چڑھتا حتیٰ کہ تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 486)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دعا کے اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے تو وہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 725)

8- اپنے مسلمان بھائی کے لئے پس پشت دعا کرے تو جو دعا وہ اس مسلمان بھائی کے لئے کرے گا وہ اس کے حق میں بھی قبول ہو جائے گی۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان شخص اپنے بھائی کے پس پشت اس کے لئے دعا کرتا ہے۔

تو فرشتہ کہتا ہے کہ

اے اللہ عزوجل! اس کو بھی اس کی عطا فرما۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2732)

9-دنیا میں کسی مصیبت کے نزول کی دعا نہ کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی جو چوزے کی طرح بہت کم زور ہو چکا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا:

کیا تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا یا کوئی سوال کرتے تھے؟

اس نے عرض کیا: جی ہاں۔

میں یہ دعا کرتا تھا کہ

اے اللہ عزوجل! اگر تو مجھے آخرت میں کوئی سزا دینے والا ہے تو تو مجھے دنیا میں ہی سزا دے دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ عزوجل! تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

تم یہ دعا کیوں نہیں کرتے۔

اے اللہ عزوجل! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2688)

10-دعا کی ابتداء میں اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کرے تو اس کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جس شخص نے یہ پانچ کلمات پڑھ کر دعا کی وہ اللہ عزوجل سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا فرما دے گا۔

(وہ یہ ہیں) لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ

لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر

لا الٰہ الا اللہ

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 8634)

11-روزہ دار، امام عادل اور مظلوم کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین اشخاص کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

روزہ دار جب روزہ افطار کرتا ہے

اور امام عادل

اور مظلوم کی دعا

اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو بادلوں کے اوپر اٹھا لیتا ہے اور ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

اور رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا خواہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2526)

12- دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص دعا کرے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتا ہو۔

قرآن مجید میں ہے۔

ترجمہ:- جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو بھی چاہئے کہ یہ بھی میرا کہنا مانا کریں۔ (البقرہ: 186)

اور ارشاد فرمایا: ترجمہ:- تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ (البقرہ: 156)

اور ارشاد فرمایا: تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ (البقرہ: 40)

13- مسافر کی دعا اور والد کی اپنی اولاد کے لئے دعا بھی رد نہیں کی جاتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں کی دعا قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

1- مظلوم کی دعا

2- مسافر کی دعا

3- اور والد کی اپنی اولاد کے لئے دعا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2462)

14- جس کے آخر میں آمین کہا جائے اس کی قبولیت پر مہر لگ جاتی ہے۔

حضرت ابوزہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے ہم ایک شخص کے پاس آئے جو بہت گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اس کی دعا سننے لگے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اس نے دعا پر مہر لگا دی تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی۔

ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ (ﷺ)! کس چیز سے مہر لگے گی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آمین سے اگر اس نے دعا کو آمین پر ختم کیا تو اس کی قبولیت واجب ہو جائے گی۔ پھر وہ آدمی چلا گیا جس نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تھا پھر آپ ﷺ اس شخص کے پاس تشریف لائے جو دعا کر رہا تھا۔

پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فلاں! دعا کو آمین پر ختم کرو اور بشارت لو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 938)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: سہل بن عبداللہ تستری نے کہا: دعا کی سات شرائط ہیں۔

1-گڑگڑانا 2-خوف 3-امید 4-دوام یعنی ہمیشہ دعا کرنا

5-خشوع 6-عموم یعنی عموم کے صیغوں سے دعا کرنا 7-حلال رزق کھانا۔

ابن عطاء نے کہا: دعا کے ارکان ہیں یا پر ہیں اور اسباب ہیں اور اوقات ہیں اگر دعا اپنے ارکان کے موافق ہو تو وہ قوی ہوتی اور اگر اپنے پروں کے موافق ہو تو آسمان پر اڑ کر پہنچتی ہے۔ اگر اپنے وقت کے موافق ہو تو کامیاب ہوتی ہے اور اگر اپنے اسباب کے موافق ہو تو ظفریاب ہوتی ہے۔

دعا کے یہ ارکان ہیں:

حضور قلب

تواضع

اور انکسار

اور خشوع

اور اس کے پر صدق ہیں اور اس کا وقت رات کا پچھلا پہر ہے اور اس کا سبب سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر صلوٰۃ و اسلام پڑھنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

دعا کی چار شرائط ہیں۔

1-تنہائی میں دل کی حفاظت کرنا۔ 2-لوگوں کے سامنے زبان کی حفاظت کرنا۔

3-نظر کی محارم سے حفاظت کرنا۔ 4-پیٹ کی لقمۂ حرام سے حفاظت کرنا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔

کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔

انہوں نے کہا: کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہو پھر اس کی اطاعت نہیں کرتے اور تم رسول اللہ ﷺ کو جانتے ہو پھر آپ کی

اتباع نہیں کرتے اور تم قرآن مجید کو پڑھتے ہو پھر اس پر عمل نہیں کرتے اور تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کرتے ہو اور ان کا شکر ادا نہیں کرتے اور تمہیں جنت کا علم ہے اور تم اس کو طلب نہیں کرتے اور تمہیں دوزخ کی معرفت ہے اور تم اس سے نہیں بھاگتے اور تم شیطان کو جانتے ہو پھر بھی تم اس سے جنگ کرنے کے بجائے اس کی موافقت کرتے ہو اور تمہیں موت پر یقین ہے پھر بھی تم اس کی تیاری نہیں کرتے اور تم مردوں کو دفن کرتے ہو پھر بھی تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور تم اپنے عیوب کو نظر انداز کرتے ہو اور لوگوں کے عیوب میں مشغول رہتے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نوف البکالی سے کہا۔

اے نوف! اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ آپ بنی اسرائیل سے فرمایئے! میرے گھر میں صرف پاک دل، خائف نظر اور صاف ہاتھوں کے ساتھ داخل ہوں اور جب تک کوئی شخص میری مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم کرنے سے بری نہ ہو میں اس کی دعا قبول نہیں کرتا اور نوف تم شاعر نہ بنو اور نہ گری پڑی چیز کا اعلان کرنے والا اور نہ سپاہی (ظالم) اور نہ (ظالم) ٹیکس وصول کرنے والا اور نہ (ظالم) عشر وصول کرنے والا کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام رات کی ایک ساعت میں کھڑے ہوئے۔

اور کہا: اس ساعت میں اللہ تعالیٰ ہر بندے کی دعا قبول فرماتا ہے سوا اس کے جو اعلان کرنے والا ہو یا سپاہی ہو یا ٹیکس وصول کرنے والا ہو یا عشر وصول کرنے والا ہو یا ڈھول بجانے والا ہو یعنی موسیقار۔

مؤطا امام مالک میں ہے: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو پورے عزم سے دعا کرے۔

یہ نہ کہے کہ

اے اللہ عزوجل! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اور اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 494)

ہمارے علماء نے کہا ہے کہ

آپ نے جو فرمایا ہے کہ پورے عزم سے سوال کرے اس میں یہ دلیل ہے کہ مومن کو دعا میں خوب کوشش کرنی چاہئے اور اس کو دعا کے قبول ہونے کی امید رکھنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ کریم سے دعا کر رہا ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: انسان اپنی کسی جائز خواہش کی دعا کرنے سے باز نہ رہے کیونکہ بدترین خلائق ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے حشر تک مہلت دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو ان میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے اور دعا کے لئے ایسے اوقات اور احوال کرتے ہوتے ہیں جن میں دعا کے قبول ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے۔

اور وہ اوقات یہ ہیں۔

وقت سحر

وقت افطار

اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت

بدھ کے دن ظہر اور عصر کا درمیانی وقت

اضطرار کا وقت

حالت سفر

حالت مرض

بارش نازل ہونے کا وقت

جہاد کے وقت

اور ان تمام اوقات کے متعلق آثار وارد ہیں۔

شہر بن حوشب نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے کہا: اے شہر! کبھی خوف خدا عزوجل سے تمہارے رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں۔

میں نے کہا: ہاں۔

انہوں نے کہا: اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:2، ص:290 تا 291)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض نماز کے بعد دعا مانگنے اور قبولیت کے درجہ پانے پر کئی فرامین ہیں اور فقہاء کرام کی کثیر آراء ہیں اس لیے چند عرض کرتا ہوں۔

حضرت مسلم بن ابی بکرہ سے روایت ہے کہ

میرے والد ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

اے اللہ عزوجل! میں کفر، فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

میں بھی یہ دعا کرنے لگا۔

میرے والد نے پوچھا: اے بیٹے! یہ دعا کہاں سے حاصل کی۔

میں نے عرض کیا: آپ سے۔

انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔ (سنن نسائی: ج:1، ص:136)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عرض کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (جامع ترمذی: ص: 504)

حضرت ابوبکر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میرے گناہ کو بخش دے،

میرے معاملے کو آسان فرما۔

اور میرے رزق میں برکت دے۔ (المصنف: ج: 10، ص: 229)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے تھے۔

اے اللہ عزوجل! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں

میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں

اور دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں

اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (جامع ترمذی: ص: 513)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔ (سنن کبریٰ: ج: 6، ص: 30)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو۔

اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک (عمل الیوم واللیلۃ: ص: 41)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور کہنے لگی۔

پیشاب کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔

میں نے کہا: تم جھوٹی ہو۔

اس نے کہا: کیوں نہیں؟ ہم کھال اور کپڑے کو پیشاب کی وجہ سے کاٹ دیتے تھے۔ ہماری آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے تشریف لے کر جا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے؟

تو میں نے سارا واقعہ عرض کیا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ سچی ہے۔ اس دن کے بعد آپ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے رب عزوجل مجھے آگ کی گرمی اور عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھ۔ (سنن کبریٰ: ج:1، ص:400)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے۔

لا الله الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير .

اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذالجد منك الجد .

(المصنف: ج:10، ص:231)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد فرماتے تھے۔

اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت ياذالجلال والاكرام (المصنف: ج:10، ص:232)

زاذان کہتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے مجھ سے بیان کیا کہ

رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد سو مرتبہ دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میری مغفرت فرما،

میری توبہ قبول فرما

بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔ (المصنف: ج:10، ص:235)

خیال رہے کہ یہ دعا مانگنا تعلیم امت کے لئے تھا۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب نماز ادا کر لیتے تو اپنا دایاں ہاتھ پیشانی پر پھیرتے۔

پھر پڑھتے: **اشهد ان لا اله الا الرحمن الرحيم**

اس کے بعد دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! مجھ سے غم اور فکر دور کر دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:39)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی ہم کو فرض نماز پڑھائی اس کے بعد ہماری طرف منہ کر کے یہ دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! میں ہر اس عمل سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے شرمندہ کرے۔ میں ہر اس شخص سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے ہلاک کرے اور ہر اس امید سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے غافل کر دے میں ہر اس فقر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تجھے بھلا دے اور ہر اس غنی سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے سرکش بنا دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:42)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز پڑھائے اور دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی مغفرت کر دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ج:10، ص:111)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے جب بھی تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد یہ دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! میری کل خطاؤں اور ذنوب کو بخش دے۔ اے اللہ عزوجل! مجھے ہلاکت سے بچا۔ میرے ٹوٹے ہوئے کام جوڑ دے اور مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے۔ تیرے سوا نیک اعمال کی ہدایت دینے والا اور برے اعمال سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد: ج:10، ص:111)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے علم نافع، پاک رزق اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔ (المصنف: ج:10، ص:234)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد یہ دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میری آخری زندگی کو خیر کر دے اور میرے سب سے اچھے عمل پر میرا خاتمہ کر اور میرا سب سے اچھا دن وہ بنا دے جس دن تجھ سے ملاقات ہو۔ (عمل الیوم واللیلۃ: ص:42)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات (فلق، الناس) کو پڑھا کروں۔

(عمل الیوم واللیلۃ: ص:42)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سفر میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین بار بلند آواز سے یہ دعا فرماتے۔

اے اللہ عزوجل! میرے دین کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرے امر کی حفاظت بنایا ہے۔

اے اللہ عزوجل! میری دنیا کی حفاظت فرما جس کو تو نے میری معاش بنایا ہے۔

اور تین بار یہ دعا فرماتے: اے اللہ عزوجل! میری آخرت کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرا مرجع بنایا ہے۔

اور تین بار فرماتے: اے اللہ عزوجل! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو روک دے اس کا کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلہ میں کسی کی کوشش نفع نہیں دے سکتی۔ (مجمع الزوائد: ج:10، ص:111)

اب فقہاء کرام کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: امام کے لئے مستحب ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد تین بار استغفار کرے آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھے اور سو (100) تسبیحات پڑھے اور دعا کرے۔

اور "سبحان ربك رب العزة عما يصفون" پر ختم کرے۔ (درمختار علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی: ج:1، ص:232)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نماز کے بعد صرف "اللهم انت السلام و منك السلام تباركت يا ذالجلال والاكرام" کی مقدار بیٹھتے تھے۔

اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ

آپ ﷺ بعینہٖ یہی کلمات فرماتے تھے یا بس اتنی ہی دیر بیٹھتے تھے اس سے تحدید مراد نہیں ہے اس لیے یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث کے منافی نہیں ہے جس میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے طویل ذکر مروی ہے۔

(غنیۃ المستملی: ص:342)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: نماز کے بعد کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا سنت ہے اس سلسلہ میں بہت احادیث ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد آہستہ دعا کرنا مسنون ہے مگر یہ کہ کوئی شخص امام ہو اور وہ حاضرین کو دعا پر مطلع کرنے کا ارادہ کرے تو وہ بلند آواز سے دعا کرے۔ (روضۃ الطالبین: ج:1، ص:374)

علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ فرض کے بعد متصلاً سنت پڑھنا اولیٰ ہے یا دعا

اور وظائف پڑھنے کے بعد سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے۔

امام حلوزی نے کہا ہے کہ فرائض اور سنتوں کے درمیان وظائف اور اوراد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد کم مقدار میں بھی ذکر کیا ہے اور زیادہ مقدار میں بھی۔

اور اس وقت سنت یہ ہے کہ اتنی مقدار میں تاخیر کے بعد سنتیں پڑھی جائیں۔ (فتح القدیر، ج:1، ص:384)

علامہ حطاب مالکی طرابلسی مغربی 954ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ امام مقتدیوں کو بھی اپنی دعا میں شریک کرے۔

روایت ہے کہ

جس نے ان کو نہیں شریک کیا اس نے ان سے خیانت کی۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا جائز ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ امام حاکم نے امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث روایت کی ہے جب بھی مسلمان جمع ہوں بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ (مواہب الجلیل، ج:1، ص:127)

علامہ شبرنبلالی لکھتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد آئمہ اپنے لیے اور مسلمانوں کے لئے دعا کریں کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کس وقت دعا مقبول ہوتی ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بہ خدا! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ دعا ترک نہ کرنا۔

اللهم اعنى على ذكرك و شكرك وحسن عبادتك (مراقی الفلاح، ص:189)

علامہ طحطاوی حنفی لکھتے ہیں:

ہر فرض نماز کے بعد تین بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:186)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے بعد پھر جاتے اور تین بار استغفر اللہ کہتے اور "اللهم انت السلام و منك السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام" پڑھتے۔

حضرت سعد کہتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں،

بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں

میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں

میں دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں

اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (المغنی: ج:1،ص:327)

اور دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا بھی ایک طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو کہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہے اور اسی میں زیادہ مقبولیت اور ادب ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب عزوجل حیا والا کریم ہے۔ جب اس کا کوئی بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ج:1،ص:209)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ دعا میں ہاتھ بلند فرماتے اور ہاتھوں کو نیچے نہ گراتے حتیٰ کہ ان کو چہرے پر مل لیتے۔

(جامع ترمذی،ص:488)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ج:1،ص:209)

ایک اور روایت میں ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(المصنف: ج:1،ص:286)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

سوال کا طریقہ یہ ہے کہ

اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاؤ۔

اور استغفار کا طریقہ یہ ہے کہ

ایک انگلی سے اشارہ کرو۔

اور گڑگڑا کر سوال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ

اپنے دونوں ہاتھ پھیلاؤ۔ (سنن ابوداؤد: ج:1، ص:209)

سنن ابوداؤد کی حدیث مبارکہ نمبر 88 میں جنت کے دائیں جانب محل کے سوال کا ذکر ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو فرمایا کہ اے بیٹے جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے جنت کی دعا مانگنے اور دوزخ سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو یہ دعا سکھائی۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے دنیا اور آخرت کی ہر اس خیر کا سوال کرتی ہوں جو تجھے معلوم ہے اور مجھے معلوم نہیں اور میں تجھ سے ہر اس شر سے پناہ طلب کرتی ہوں جو تجھے معلوم ہے اور مجھے معلوم نہیں۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے اس خیر کا سوال کرتی ہوں جس کا تیرے بندے اور تیرے نبی نے سوال کیا اور ہر اس شر سے تیری پناہ طلب کرتی ہوں جس سے تیرے بندے اور نبی نے پناہ طلب کی۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتی ہوں اور اس قول اور عمل کا سوال کرتی ہوں جو جنت کے قریب کر دے۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے دوزخ سے پناہ طلب کرتی ہوں اور اس قول اور عمل سے پناہ طلب کرتی ہوں جو دوزخ کے قریب کر دے۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو میرے لیے جو چیز مقدر کرے تو اچھی مقدر کر۔

(المصنف: ج:10، ص:264)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کیا۔

جنت کہتی ہے: اے اللہ عزوجل! اس کو جنت میں داخل کر دے۔

اور جس نے تین بار جہنم سے پناہ طلب کی۔

جہنم کہتی ہے: اے اللہ عزوجل! اس کو جہنم سے پناہ میں رکھ۔ (جامع ترمذی: ص:368)

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بیٹے کو جنت کے سوال کرنے کی دعا سکھائی وہ روایت یوں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو یہ دعا سکھائی۔

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور اس قول یا عمل کا جو جنت کے قریب کر دے اور تجھ سے جہنم میں پناہ طلب کرتا ہوں اور اس قول یا عمل سے جو جہنم کے قریب کر دے۔ (مسند احمد: ج: 1، ص: 172)

اور نبی کریم ﷺ نے جنت الفردوس کے طلب کرنے کا حکم فرمایا جس طرح کہ روایت میں ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے فردوس کا سوال کرو۔ (جامع ترمذی: ص: 363)

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ انسان بار بار سوال کرتا ہے تو قبول نہیں ہوتی تو پھر کیا کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اگر کوئی انسان برابر دعا کرتا ہے اور وہ دعا قبول نہیں ہوتی تو اس کو صبر کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے متعلق بہتر جانتا ہے یا تو اس سے کوئی مصیبت ٹال دی جاتی ہے یا اس کو آخرت کے لئے مؤخر کر دیا جاتا ہے جس طرح کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

تم میں سے جو شخص دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا سوال اس کو عطا فرماتا ہے یا اس کی مثل اس سے کوئی مصیبت دور کر دیتا ہے بہ شرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3392)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے۔

یارب عزوجل!

یارب عزوجل!

اس کا کھانا پینا حرام اس کا لباس حرام ہو اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 326)

ایک اور روایت میں ہے: ابراہیم بن نصر کرمانی یکے از ابدال ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ

دس وجوہات سے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

1- اللہ تعالیٰ کا اقرار رکھتے ہیں اور اس کا حکم نہیں مانتے۔

2- رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی سنت کی اتباع نہیں کرتے۔

3- قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے۔

4- جنت کو پسند کرتے ہیں اور اس کے راستے پر نہیں چلتے۔

5-جہنم کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کے راستہ پر دھکم پیل کرتے ہیں۔
6-ابلیس کو اپنا دشمن کہتے ہیں اور اس کی موافقت کرتے ہیں۔
7-لوگوں کو دفن کرتے ہیں اور اپنی موت کو یاد نہیں کرتے۔
8-اپنے بھائیوں کے عیوب تلاش کرتے ہیں اور اپنے عیوب نہیں دیکھتے۔
9-مال جمع کرتے ہیں اور حساب کے دن کو یاد نہیں رکھتے۔
10-قبریں کھودتے ہیں پھر بھی عالیشان مکان بناتے ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:4،ص:169)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرو کہ تمہیں دعا کے قبول ہونے کا یقین ہو۔
یاد رکھو کہ
اللہ تعالیٰ اس دل کی دعا قبول نہیں فرماتا جو غافل ہو اور اس کا دھیان لہو ولعب میں ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3479)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔
تم میں سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کا سوال عطا کر دیتا ہے یا اس سے کسی مصیبت کو ٹال دیتا ہے بہ شرطیکہ وہ کسی گناہ کی دعا نہ کرے یا رشتہ منقطع کرنے کی دعا نہ کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:3381)

میں نے موقع مناسبت سے دعا کے متعلق طویل بحث اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا حسن طریقہ کیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کس طرح دعا کرے اور اگر قبول نہ ہو تو خود دیکھے کہ میرا کوئی گناہ تو نہیں جس کے سبب میری دعا قبول نہیں ہوتی یا دعا قبول نہ ہونے پر صبر کرے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت تجاوز اختیار نہیں کرنا چاہئے یا ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہئے جس میں بے ادبی کے الفاظ ہوں۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ
وضو کے پورا کرنے کے متعلق

یہ باب اعضاء وضو کو پورا دھونے کے متعلق ہے۔

89 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ أَبِي

يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى قَوْمًا وَّاَعْقَابُهُمْ تَلُوْحُ فَقَالَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اشخاص کی ایڑیوں کو خشک دیکھا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایڑیوں کے لئے آگ میں خرابی ہے وضو پورا کیا کرو۔

(سنن ابن ماجہ: جز:۲،ص:۴۸، السنن الصغیر للبیہقی: جز:۱،ص۸۵، السنن الکبریٰ للنسائی: جز۱،ص۸۹، شعب الایمان: جز:۳،ص۶)

تشریح:

اسباغ کے معنیٰ اکمال کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً (لقمان:20)

اور اکمال وضو یہ ہے کہ وضو کو اس کے آداب و مستحبات کی رعایت کے ساتھ کیا جائے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسباغ کی تفسیر انقاء کے ساتھ روایت ہے یعنی اعضاء کو اچھی طرح رگڑ کر دھونا۔ بہر حال اختلاف اس میں ہے کہ وضو میں پاؤں کا دھونا ہے یا مسح کرنا ہے۔ شیعوں کے نزدیک پاؤں کو مسح کرنا ہے اور اہل سنت کے نزدیک ٹخنوں تک دھونا ہے اور دھونا بھی اس طرح کہ کوئی عضو خشک نہ رہ جائے ورنہ وضو نہیں ہوگا اگر نماز پڑھی تو لوٹانا واجب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اختلاف ہے اہل فتویٰ فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ پیروں کو ٹخنوں تک دھونا واجب ہے اور پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور پیر دھونے کے ساتھ مسح کرنا واجب نہیں ہے اور جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان میں سے کسی کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف منقول نہیں ہے۔

اور شیعہ نے کہا ہے کہ

پیروں پر مسح کرنا واجب ہے۔

اور محمد بن جریر اور رئیس معتزلہ جبائی نے کہا ہے کہ

پیروں پر مسح کرنے اور ان کو دھونے میں اختیار ہے۔

اور بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ

مسح کرنے اور دھونے کو جمع کرنا واجب ہے۔

نیز مزید ان کے دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جو لوگ پیروں پر مسح کرنے کے قائل ہیں انہوں نے قرآن مجید میں جر (زیر) کی قرأت سے استدلال کیا ہے۔

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ

اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

اس آیت میں ممسوح کا ممسوح پر عطف ہے وضو کے چار اعضاء ہیں۔ دو اعضاء کو دھویا جاتا ہے اور دو پر مسح کیا جاتا ہے۔

مسح کے قائلین حسب ذیل روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی کہ حجاج نے خطبہ میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہروں، ہاتھوں اور پیروں کو دھونے کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور حجاج نے جھوٹ بولا۔

پھر انہوں نے پڑھا: وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ

اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مسح کرنے کا حکم فرمایا ہے اور لوگ اس کا انکار کر کے دھوتے ہیں۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اس طرح مکمل وضو نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت اس کی نماز قبول مکمل نہیں ہوگی وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سر اور پیروں پر مسح کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے وضو کیا تو انہوں نے ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں پیر پر چھڑکا جس میں ان کی جوتی تھی پھر انہوں نے اس پر مسح کیا پھر دوسرے پیر پر یہی عمل کیا۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں جر کی قرأت اور احادیث مذکورہ کے علاوہ شیعہ علماء ایک عقلی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں جو اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں تیمم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے اگر وضو میں پیروں کا دھونا اصل ہوتا تو تیمم میں پیروں پر مسح کیا ہوتا اور جب تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں پر مسح کرنا اصل ہے۔ (المجموع شرح المہذب: ج: 1، ص: 418)

شیعوں کی آیت وضو سے استدلال کا رد

شیعوں نے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ آیت سے استدلال کیا۔

اصل میں اَرْجُلَكُمْ میں دو قرأتیں ہیں۔

1-بالجر 2-بالنصب

دو قرأتیں دو آیات کریمہ کے حکم میں ہوتی ہیں۔ دونوں کا الگ الگ معنیٰ اور محل ہوتا ہے یہاں بھی دو معنیٰ ہیں جیسے دو قرأتیں ہیں پانی کی حالتیں بھی دو ہیں جر والی قرأت کا عطف رؤس پر ہے۔

پانی کی بھی دو حالتیں ہیں:

1-موزے میں ملبوس 2-اور موزے سے خالی یعنی ننگے

جب پاؤں ننگے ہوں تو نصب والی قرأت پر عمل کر کے پاؤں کو دھونا ضروری ہوگا جب موزے پہنے ہوئے ہوں تو جر والی قرأت پر عمل کر کے پاؤں پر مسح کریں گے۔

معلوم ہوا پاؤں کا اصل حکم دھونا ہے اگر موزوں میں ملبوس ہو جائیں تو مسح ہوگا۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ آیت محاورہ عرب پر ہے۔

وہ محاورہ یہ ہے کہ

دو فعل قریب المعنیٰ ہوں ہر کا متعلق بھی ہو تو ایک فعل کو حذف کر کے اس کے متعلق کو دوسرے فعل کے ساتھ ذکر کر دینے سے معنیٰ آسانی سے سمجھ آجاتا ہے اور اختصار بھی ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ

"علفتها تبناً وماءً بارداً"

یہ اصل میں اس طرح تھا۔ /

علفتها تبناً واشربتها ماء بارداً

دوسری مثال

متقلداً سيفاً ورمحا

جو اصل میں تھا

متقلداً سيفا واخذا رمحاً

اسی طرح آیت بھی اصل میں اس طرح تھی۔

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ واغسلوا وَاَرْجُلَكُمْ

چونکہ مسح اور غسل قریب المعنیٰ ہیں تو واغسلوا کو حذف کر کے اس کے متعلق اَرْجُلَكُمْ کو وَامْسَحُوا کے متعلق کے

ساتھ ملا دیا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

یہاں جر جوارہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ

ایک اسم منصوب ہوتا ہے اور اس کا مقارن اسم مجرور ہوتا ہے پڑوس اور مقارنت کا لحاظ رکھ کر اس منصوب کے نصب کو جر سے بدل دیتے ہیں اور معنیٰ نصب والا باقی رہتا ہے۔

جیسا کہ

من ملك ذا رحم محرم

میں محرماً ہے کیونکہ ذا کی صفت ہے وہ منصوب ہے لیکن پڑوسی رحم کی وجہ سے مجرور پڑھا جاتا ہے آیت میں بھی اَرْجُلَكُمْ منصوب تھا بِرُءُوْسِكُمْ کی مقارنت سے اس پر جر پڑھی جاتی ہے معنیٰ منصوب والا ہوگا۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ پاؤں کو دھونا ہوگا نہ کہ مسح کرنا ہوگا۔

شیعہ علماء نے جن احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے ان کے رد میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف پر اس لیے رد کیا تھا کہ اس نے آیت وضو سے پیروں کے دھونے پر استدلال کیا تھا جبکہ اس آیت میں جر کی قرأت بھی ہے ان کے نزدیک پیروں کے دھونے پر صحیح استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہے لہٰذا حضرت انس رضی اللہ عنہ پیروں کے دھونے میں حجاج کے موافق ہیں اور اس آیت سے پیروں کے دھونے پر استدلال میں اس کے مخالف ہیں۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پیروں کے دھونے کے بارے میں بہ کثرت احادیث مبارکہ مروی ہیں اور وہ خود بھی اپنے پیروں کو دھوتے تھے۔

علماء شیعہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ

وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو چیزوں پر مسح کرنا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معروف ہے اس کی سند ضعیف ہے۔

اور صحیح اور ثابت یہ ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَاَرْجُلَكُمْ قرأت کرتے تھے نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اپنے پیروں کو دھوتے تھے اور دھونے کی حدیث مبارکہ روایت کرتے تھے اس لیے اس کے خلاف جو روایات ان سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ اور حضرت

رفاعہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو پیروں کے مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس حال پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو پیروں پر پانی چھڑکنے کی روایت ہے وہ ضعیف ہے۔امام بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے برعکس بہ کثرت صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کرتے ہوئے نعلین میں پیروں کو دھویا۔(المجموع شرح المہذب،ج:1،ص:421)

اور پاؤں کو دھونے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔

محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ

لوگ برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے۔اس وقت وہاں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گزرے۔

تو انہوں نے فرمایا:مکمل وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔(صحیح مسلم،ج:1،ص:125)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی منگوایا اور وضو کرنا شروع کیا تین بار ہتھیلیوں کو دھویا،پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا۔پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا پھر سر کا مسح کیا پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین بار دھویا پھر اسی طرح بایاں پیر دھویا۔

پھر فرمایا:میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔(صحیح مسلم،ج:1،ص:120)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو پایا اس حال میں کہ ہم نے عصر کو مؤخر کر دیا تھا۔ہم اس وقت وضو کر رہے تھے اور اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار بلند آواز سے فرمایا:خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔(صحیح بخاری،ج:1،ص:28)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیر میں ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو دیکھ لیا۔

اور ارشاد فرمایا:جاؤ اچھی طرح اپنا وضو کرو وہ لوٹ گیا اور پھر نماز پڑھی۔(صحیح بخاری،ج:1،ص:28)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جب بندہ مسلم وضو کرتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے دیکھا ہو۔اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے پکڑا ہو اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس میں وہ اپنے پیروں

سے چلا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو کر نکلتا ہے۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:125)

ایک اور روایت میں ہے: ابن غرباء سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پیروں کے ظاہری حصہ کو دھویا اور باطنی حصہ کو چھوڑ دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے ان پیروں کو آگ کے لئے کیوں چھوڑ دیا۔ (المصنف: ج:1،ص:26)

ایک اور روایت میں ہے: محمد بن محمود سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا شخص کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا اس نے چہرہ اور ہاتھ دھوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے پیروں کے نچلے حصے کو دھوؤ تو وہ اپنے پیروں کے نچلے حصہ کو دھونے لگا۔

(المصنف: ج:1،ص:27)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ

میں نے اسود سے سوال کیا کہ

کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیروں کو دھوتے تھے۔

انہوں نے کہا: وہ اپنے پیروں کو دھوتے تھے۔ (المصنف: ج:1،ص:26)

ایک اور روایت میں ہے: سلمہ کے غلام یزید سے روایت ہے کہ

حضرت سلمہ پیروں کو دھوتے تھے۔ (المصنف: ج:1،ص:27)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرأت کی وَاَرْجُلَکُمْ یعنی انہوں نے پیر دھونے کی طرف رجوع کر لیا۔

(المصنف: ج:1،ص:26)

ایک اور روایت ہے: عبدالمالک عطاء سے روایت ہے کہ

میں نے ان سے کہا: ایک شخص ان میں سے پیروں پر مسح کرتا ہے۔

انہوں نے کہا: وہ بدعتی ہے۔ (المصنف: ج:1،ص:27)

ایک اور روایت میں ہے: ابوحیہ سے روایت ہے کہ

میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔

اور کہا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ تم کو تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ دکھاؤں۔ (المصنف: ج:1،ص:26)

ایک اور روایت میں ہے: ربیع سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے اور تین بار پیروں کو دھوتے تھے۔

(المصنف: ج:1،ص:27)

ایک اور روایت میں ہے: حارث سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوتے تھے۔ (المصنف: ج:1، ص:26)
ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ پاؤں کو دھونا فرض ہے۔
اور شیعوں کا مسح پر استدلال کرنا غلط ہے۔
اور رہا شیعہ علماء کا یہ کہنا کہ
قاعدہ یہ ہے کہ وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے ان پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور وضو میں جن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے سو اگر وضو میں پیرون کے دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں ان پر مسح ہوتا اور جب کہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے۔
اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ
یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث مبارکہ، یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ، ہاتھ اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے گا اور جس عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لئے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ حدیث مبارکہ میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ
یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ تیمم جس طرح وضو کی فرع ہے اس طرح غسل کی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقاعدہ بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو چاہئے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھو لیا جائے اور باقی بدن پر مسح کر لیا جائے اور جبکہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے۔

فائدہ جلیلہ

شیعہ تو وہ حضرات ہیں جنہوں نے تین لاکھ حدیثیں گھڑیں جس طرح کہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
روافض نے فضائل امیر المومنین واہل بیت طاہرین رضی اللہ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع (گھڑیں) گئیں۔ جس طرح اس پر حافظ ابویعلیٰ اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:5، ص:461)
پھر شیعہ تو وہ حضرات ہیں جنہوں نے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر اور منافق کہا ہے۔
خاص طور پر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
1- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 2- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

3-حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
4-حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

5-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

کو بہت سب وشتم، یعنی گالیاں دیتے ہیں۔

ملا باقر مجلسی متوفی 1110ھ لکھتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ

جہنم کے سات دروازے ہیں۔

ایک دروازے سے داخل ہونے والے فرعون، ہامان اور قارون ہیں۔

یہ ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) سے کنایہ ہے اور دوسرے دروازے سے بنو امیہ داخل ہوں گے جو ان کے ساتھ مخصوص ہے۔(حق الیقین: ص:500)

برأت میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ

ان چار بتوں سے بیزاری طلب کرتے ہیں یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ (رضی اللہ عنہم) سے۔

اور چار عورتوں سے یعنی

عائشہ (رضی اللہ عنہا)، حفصہ (رضی اللہ عنہا)، ام الحکم ہند اور ام الحکم سے۔

اور ان کے معتقدوں اور پیروکاروں سے اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہیں اور اللہ، رسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) اور آئمہ سے کیا ہوا عہد اس وقت تک پورا نہیں ہوگا جب تک کہ ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ کیا جائے۔(حق الیقین: ص:519)

علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ

جب امام مہدی کا ظہور ہوگا تو وہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے (نعوذ باللہ) اور ان سے فاطمہ کا انتقام لیں گے۔(حق الیقین: ص:347)

امام مہدی ہر دو (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو قبر سے باہر نکالیں گے (نعوذ باللہ) وہ اپنی اسی صورت پر تروتازہ قبر سے نکالے جائیں گے۔

پھر فرمائیں گے۔

ان کا کفن اتارو سوان کا کفن حلق سے اتارا جائے گا وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ کریں گے اور تمام مخلوق کو جمع ہونے کا حکم دیں گے پھر ابتداء عالم سے لے کر اخیر عالم تک جتنے ظلم اور کفر ہوئے ہیں ان کا گناہ ان دونوں پر لازم کریں گے۔

اور وہ یہ اعتراف کریں گے کہ

اگر وہ روز اول خلیفہ کا حق غصب نہ کرتے تو یہ گناہ نہ ہوتے پھر ان کو درخت پر چڑھانے کا حکم دیں گے اور آگ کو حکم دیں

گے کہ زمین سے باہر آئے اور ان کو درخت کے ساتھ جلا دے اور ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو اڑا کر دریا میں بہا دے۔
(حیات القلوب: ج:2، ص:610، 611)

عیاش نے سند معتبر کے ساتھ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
جب حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے تشریف لے گئے تو چار کے سوا تمام لوگ مرتد ہو گئے۔
1-علی بن ابی طالب 2-مقداد 3-سلمان 4-اور ابوذر (رضی اللہ عنہم)
(حق الیقین: ص: 361، 362 مطبوعہ تہران)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ان شیعوں کے متعلق راقم ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں یہ فرقہ نہایت گستاخ ہے یہاں تک کہ ان پر سب وشتم ان کا عام شیوہ ہے بلکہ باستثنائے چند سب کو معاذ اللہ کافر ومنافق قرار دیتا ہے۔ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ کو خلافت غاصبہ کہتا ہے اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے جو ان حضرات کی خلافتیں تسلیم کیں اور ان کے مدائح وفضائل بیان کیے اس کو تقیہ و بزدلی پر محمول کرتا ہے۔ کیا معاذ اللہ منافقین و کافرین کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور عمر بھر ان کی مدح وستائش سے اطلب احسان رہنا شیر خدا کی شان ہو سکتی ہے......؟ سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن مجید ان کو ایسے جلیل ومقدس خطابات سے یاد فرماتا ہے وہ تو ان کے اتباع کرنے والوں کی نسبت فرماتا ہے کہ اللہ ان سے راضی وہ اللہ تعالیٰ سے راضی کیا کافروں منافقوں کے لئے اللہ عزوجل کے ایسے ارشادات ہو سکتے ہیں......؟ پھر نہایت شرم کی بات ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تو اپنی صاحبزادی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور یہ فرقہ کہے تقیۃً ایسا کیا۔ کیا جان بوجھ کر کوئی مسلمان اپنی بیٹی کافر کو دے سکتا ہے......؟ نہ کہ وہ مقدس حضرات جنہوں نے اسلام کے لئے اپنی جانیں وقف کر دیں اور حق گوئی اور اتباع حق میں ”لا یخافون لومۃ لائم“ کے سچے مصداق تھے پھر خود حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شاہزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کی صاحبزادیاں شرف زوجیت سے مشرف ہوئیں کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے تعلقات جن سے ہوں ان کی نسبت وہ ملعون الفاظ کوئی ادنیٰ عقل والا ایک لحہ کے لئے جائز رکھ سکتا ہے......؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں۔ (ہرگز نہیں)

اسی فرقہ کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ
اللہ عزوجل پر اصلح واجب ہے یعنی جو کام بندے کے حق میں نافع ہو۔ اللہ عزوجل پر واجب ہے کہ وہی کرے اسے کرنا پڑے گا۔

ایک عقیدہ یہ ہے کہ
آئمہ اطہار (رضی اللہ عنہم) انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اور یہ بالاجماع کفر ہے کہ غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا ہے۔
(اور) ایک عقیدہ یہ ہے کہ

قرآن مجید محفوظ نہیں۔ بلکہ اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں یا الفاظ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نکال دیئے۔ مگر تعجب ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بھی اسے ناقص سے چھوڑا...... اور یہ عقیدہ بھی بالا جماع کفر ہے کہ قرآن مجید کا انکار ہے۔

(اور) ایک عقیدہ یہ ہے کہ

اللہ عزوجل کوئی حکم دیتا ہے پھر یہ معلوم کر کے کہ مصلحت اس کے غیر میں ہے۔ پچھتا تا ہے اور یہ بھی یقینی کفر ہے کہ خدا کو جاہل بتانا ہے۔ (بہار شریعت: ج:1، ص:205 تا 213)

اس بحث سے ثابت ہوا کہ شیعہ جھوٹے ہیں اور انہوں نے اپنے دین میں بدعات و خرافات گھڑی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے پاؤں کو دھونے کے بجائے ٹخنے پر قیاس کر لیا جو کہ دین میں بگاڑ ڈالنا ہے۔

☆ قولہ ویل للاعقاب من النار

اس میں دو قول ہیں:

ایک یہ کہ

اعقاب سے اصحاب الاعقاب مراد ہیں۔

دوسرا قول یہ کہ

اعقاب ہی مراد ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ تکلیف صرف اعقاب ہی کو پہنچائی جائے گی جس کی وجہ وہ ہے جو ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اعضاء وضو کو آگ نہیں چھوئے گی اور چونکہ ان اعقاب کو وضو کا پانی نہیں پہنچا ہے اس لیے ان کو آگ مس کرے گی۔

ویل......

ویل کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔

کہا گیا ہے کہ

اس کے معنیٰ رسوائی کے ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

ہلاکت کے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس کے معنیٰ خسران یعنی خسارہ کے ہیں۔

اور صحیح ابن حبان میں ایک مرفوع روایت ہے کہ جس میں ہے۔

ویل واد فی جهنم

یعنی ویل جہنم کے ایک طبقے کا نام ہے۔

اور دوزخ کے سات طبقات ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

دوزخ کے سات طبقات ہیں:

پہلا طبقہ جہنم ہے　　دوسرا لظی ہے　　تیسرا الحطمہ ہے　　چوتھا السعیر

پانچواں سقر ہے　　چھٹا جحیم ہے

اور ساتواں ہاویہ ہے۔

اور کبھی ان تمام طبقات پر جہنم کا اطلاق بھی کر دیا جاتا ہے ان طبقات کو درکات اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تہہ در تہہ ہیں۔

(روح المعانی: ج:5، ص:177)

اور جہنم کی تپش اور گرمی بہت سخت ہے جس کو کوئی بھی برداشت نہیں کر سکے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنو آدم جس آگ کو جلاتے ہیں وہ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (موطا امام مالک: رقم الحدیث:839)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک ہزار سال تک دوزخ کی آگ کو بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو گئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہو گئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہو گئی اس طرح وہ سیاہ تاریک ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:2591)

جہنمی کے جسم کو جہنم جلا کر راکھ کر دے گی حتیٰ کہ ان کے جسم سے پیپ نکلے گی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کَالْمُهْلِ (الکہف:29) کی تفسیر میں فرمایا:

وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جب دوزخی اس کو پینے کے لئے اپنے چہرے کی طرف لے جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال جھڑ جائے گی۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:2581)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گرم پانی ان کے سروں کے اوپر انڈیلا جائے گا حتیٰ کہ وہ ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا حتیٰ

کہ ان کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ وہ ان کے پیروں تک میں گھس کر پگھلا دے گا پھر ان کو پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3582)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ، يَّتَجَرَّعُهٗ الخ (ابراہیم: 16، 17)

اس کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا وہ اس کو ایک ایک گھونٹ کر کے پئے گا اس پیپ کو اس کے منہ کے قریب کیا جائے گا وہ اس کو ناپسند کرے گا اور جب وہ اس کے زیادہ قریب کیا جائے گا تو وہ اس کے منہ کو جلا دے گا اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی اور جب وہ اس کو پئے گا تو وہ اس کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ وہ پانی اس کی مقعد سے نکل جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ○ (محمد: 15)

انہیں گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیاں کاٹ ڈالے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ (الکہف: 29)

اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری ہوگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا وہ کیسا برا پانی ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2583)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے امام مسلم نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔

اس کے آخر میں مذکور ہے کہ

پھر دوزخ کے اوپر ایک پل بچھایا جائے گا اور شفاعت کی اجازت مل جائے گی۔

اور انبیاء کرام علیہم السلام کہیں گے کہ

اے اللہ عزوجل! سلامت رکھ

اے اللہ عزوجل! سلامت رکھ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ پل کیا چیز ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ایک پھسلواں جگہ ہوگی اور اس میں دندانے دار کانٹے ہوں گے وہ لوہے کے کانٹے سعدان نامی جھاڑی کے کانٹوں کی طرح ہوں گے بعض مسلمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح بعض آندھی کی طرح، بعض پرندوں کی طرح بعض تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح یہ سب صحیح سلامت

پار ہو جائیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے پار پہنچیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے۔

اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے ایسا جھگڑا کریں گے جیسے کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لئے بھی کسی سے جھگڑا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے۔

اے ہمارے رب عزوجل!

یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے۔

ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے۔

ہمارے ساتھ حج کرتے تھے۔

ان سے کہا جائے گا۔

جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو۔ ان لوگوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی پھر جنتی مسلمان کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں بعض کی نصف پنڈلیوں کو بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4581 صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1831)

اس جہنم کی آگ بہت شدید ہو گی اور دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زیادہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔

عرض کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ آگ بھی کافی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ تمہاری آگ پر انہتر درجہ زیادہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3265)

اور دوزخ میں شقی لوگ داخل ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ میں صرف شقی داخل ہو گا۔

پوچھا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! شقی کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے کوئی طاعت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ (کے خوف سے) کوئی گناہ ترک نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4298)

دوزخ کی آگ کا عالم بہت سخت ہو گا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک دوزخ والوں میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کی دو جوتیاں اور دو تسمے پہنائے جائیں گے اس سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح چولہے پر رکھی ہوئی دیگچی کھولتی ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6561)

دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3265)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خود فرمایا کہ اے میرے رب عزوجل! تیری عزت کی قسم! جو بھی دوزخ کے متعلق سنے گا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا۔

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: جاؤ جنت کو دیکھو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جنت کو دیکھا اور نعمتوں کو دیکھا جو اہل جنت کے لئے بنائی ہیں۔

پھر آ کر کہا: اے میرے رب عزوجل! تیری عزت کی قسم! جو شخص بھی جنت کے متعلق سنے گا وہ اس میں داخل ہوگا۔

پھر جنت کو مشقت والی چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا۔

پھر ارشاد فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! اب جا کر جنت کو دیکھو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور انہوں نے جا کر جنت کو دیکھا۔

پھر آ کر کہا: اے میرے رب عزوجل! تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اب اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہوگا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا فرمایا۔

تو ارشاد فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام) جاؤ دوزخ کو دیکھو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور دوزخ کو دیکھا۔

پھر آ کر کہا: اے میرے رب عزوجل! تیری عزت کی قسم! جو بھی دوزخ کے متعلق سنے گا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا پھر دوزخ کو شہوات سے ڈھانپ دیا گیا۔

پھر ارشاد فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام) جاؤ دوزخ کو دیکھو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور دوزخ کو دیکھا۔
پھر کہا: اے اللہ عزوجل! تیری عزت کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ کوئی شخص بھی اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2560)

اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ
خشک ایڑیاں رکھنے والوں کے لئے آگ میں خرابی ہے اور وہ آگ جہنم کی شدت کی آگ ہے جس کو کوئی بھی برداشت نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا پاؤں کو دھونے میں ہی عافیت ہے۔

ویل للاعقاب من النار

اس میں ایک اشکال رفع ہو گیا وہ یہ کہ یہاں ویل ترکیب میں مبتدا واقع ہو رہا ہے حالانکہ نکرہ ہے۔ تو اشکال یوں رفع ہو گیا کہ روایت مرفوعہ سے معلوم ہوا کہ یہ تو جہنم کے ایک خاص طبقہ کا نام ہے لہٰذا بنا پر علمیت کے معرفہ ہوا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْوُضُوءِ فِيْ اٰنِيَةِ الصُّفْرِ
پیتل کے برتن سے وضو کرنے کے متعلق

یہ باب پیتل کے برتن سے وضو کرنے کے احکام کے متعلق ہے۔

90 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنِيْ صَاحِبٌ لِّيْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَوْرٍ مِنْ شَبَهٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَنَّ اِسْحٰقَ بْنَ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَهُمْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ

حضرت ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانسی کے ایک ہی برتن سے غسل فرمالیا کرتے تھے۔ اور ہشام بن عروہ سے دوسری روایت اسی طرح ہے۔
(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 31)

91 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ وَسَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ جَائَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْرَجْنَا لَهٗ مَاءً فِيْ تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّاَ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس جلوہ فرما ہوئے تو ہم نے پیتل کے ایک برتن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی نکالا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:1،ص:30)

تشریح:

☆ محدثین کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم انتہاء پر تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے برتنوں سے وضو کرنے کے متعلق دو باب باندھے ہیں جن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری اداؤں کو بیان فرمایا۔ اسی طرح امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ایک باب باندھا ہے۔

تو اب سوال یہ ہے کہ

پیتل کے برتنوں سے وضو کرنا کیسا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کے برتن سے وضو فرمایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیتل کے برتن سے وضو کر سکتے ہیں۔ مگر صحاح ستہ کے علاوہ کی احادیث مبارکہ سے پیتل کے برتن سے وضو کرنے کی کراہت معلوم ہوتی ہے جس طرح مصنف ابن ابی شیبہ ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ پیتل کے برتن سے نہ پانی پیتے تھے اور نہ وضو فرماتے تھے اسی طرح ابن ارسلان نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے کراہیت نقل کی ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے۔

انه عليه السلام كرهه

تو ان روایات میں تطبیق کس طرح ہوگی۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ کراہیت کی روایات کو زہد اور ترک تنعم پر محمول کیا جائے۔ اور جواز کو جواز پر محمول کیا جائے۔

بعض نے کہا: کراہت اس لیے ہے کہ اس طرح کے قیمتی برتنوں کے استعمال کرنے میں فقراء اور ناداروں کی دل شکنی ہے۔

بعض نے کہا: تانبے پیتل کے برتن میں پانی اگر دیر تک رکھا رہے تو اس میں تغیر آجاتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

پیتل چونکہ رنگ میں سونے کے ساتھ مشابہ ہے اس لیے کراہت ہے ویسے مسئلہ وہی ہے جس کو علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں تحریر کیا ہے کہ

سونے، چاندی کے علاوہ تانبے، پیتل وغیرہ اور اسی طرح یاقوت اور قیمتی پتھروں کے برتنوں کا استعمال جائز ہے۔

اور در مختار میں ہے۔

سونے، چاندی کے سوا ہر قسم کے برتن کا استعمال جائز ہے مثلاً تانبے، پیتل، سیسہ، بلور وغیرہا۔ مگر مٹی کے برتنوں کا استعمال سب سے بہتر ہے کہ

حدیث مبارکہ میں ہے۔

جس نے اپنے گھر کے برتن مٹی کے بنوائے، فرشتے اس کی زیارت کو آئیں گے۔ تانبے اور پیتل کے برتنوں پر قلعی ہونی چاہئے بغیر قلعی ان کے برتن استعمال کرنا مکروہ ہے۔ (درمختار وردالمحتار: ج:9،ص:566)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي التَّسْمِيَةِ عَلَى الْوُضُوءِ

وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنے کے متعلق

یہ باب وضو سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے شرعی حکم کے متعلق ہے۔

92 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّا وُضُوءَ لَهُ وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں اور اس کا وضو نہیں ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1،ص:41)

93 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ قَالَ وَذَكَرَ رَبِيعَةُ اَنَّ تَفْسِيرَ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَنَّهُ الَّذِي يَتَوَضَّاُ وَيَغْتَسِلُ وَلَا يَنْوِي وُضُوءًا لِلصَّلٰوةِ وَلَا غُسْلًا لِلْجَنَابَةِ

دراوردی سے روایت ہے کہ ربیعہ نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ''اس کا وضو نہیں ہے جس پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے'' کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جو وضو اور غسل کرے اور وضو کی نیت نہ کرے تو نماز کا وضو، غسل جنابت نہیں ہوگا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1،ص:41)

تشریح:

☆ وضو سے قبل تسمیہ پڑھنے میں اختلاف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک سنت یا مستحب دونوں قول بیان کیے گئے ہیں اکثر نے سنت لکھا ہے اور صاحب ہدایہ نے استحباب لکھا ہے۔علامہ عینی نے ایک روایت امام صاحب سے عدم استحباب کی بھی نقل کی ہے۔مگر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فقہاء وغیرہ نے اس کو ذکر نہیں کیا۔اور حنفیہ میں سے ابن الہمام وجوب تسمیہ کے قائل ہیں مگر یہ ان کی تحقیق ہے جس کا اعتبار نہیں۔امام شافعیہ کے نزدیک عند الوضو سنت ہے۔مالکیہ کے نزدیک مشہور اور تحقیقی قول جس طرح علامہ دسوقی نے تحریر کیا ہے تسمیہ علی الوضوء فضائل یعنی مستحباب میں سے ہے غیر مشروع یا مکروہ ہونے کی انہوں نے تردید کی ہے۔امام احمد کے نزدیک تسمیہ علی الوضوء واجب عند التذکر ہے یعنی نسیانا معاف ہے یہی مذہب اسحاق بن راہویہ کا ہے لہذا اگر کوئی عمداً تسمیہ ترک کرے گا تو وضو صحیح نہ ہوگا۔نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو، غسل اور تیمم تینوں میں تسمیہ واجب ہے۔

خلاصیہ یہ ہے کہ

اس میں چار قول ہیں:

1-حنفیہ کے نزدیک سنت یا مستحب 2-شافعیہ کے نزدیک سنت

3-مالکیہ کے نزدیک مستحب راجح اور مشہور قول کی وجہ سے

4-حنابلہ کے نزدیک واجب عند التذکیر بغیر اس کے وضو درست نہیں۔

سوال:اب سوال یہ کہ تسمیہ علی الوضو کے الفاظ کیا ہیں۔تو جواب یہ ہے کہ

شیخ ابن الہمام نے تحریر کیا ہے کہ

اس کے الفاظ وہی ہیں جو سلف سے منقول ہیں۔

اور بعض نے کہا: جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

وہ یہ ہیں:بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام

اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے طبرانی کے حوالہ سے مرفوعاً

بسم اللہ والحمد للہ تحریر کیے ہیں۔

جمہور کے نزدیک عدم وجوب تسمیہ عند الوضوء ہے۔

ان کا استدلال دارقطنی اور بیہقی وغیرہ میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ

جو بسم اللہ پڑھ کر وضو کرے اس سے تمام بدن کی طہارت حاصل ہوتی ہے اور جو بغیر بسم اللہ پڑھے وضو کرے اس سے صرف اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں۔

یہاں پر طہارت سے مراد طہارت عن الذنوب ہے، طہارت عن الحدث نہیں ہے اس لیے کہ حدث متجزی نہیں ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا بغیر تسمیہ کے وضو تو ہو جاتا ہے مگر ثواب کم ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ اَنْ يَّغْسِلَهَا
ہاتھ دھونے سے قبل برتن میں ڈالنے کے متعلق

اس باب میں ہاتھوں کو دھونے سے قبل برتن میں ڈالنے کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔

94 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ رَزِينٍ وَاَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِیْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِیْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَّلَمْ يَذْكُرْ اَبَا رَزِينٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات میں سو کر اٹھے تو اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈالے حتیٰ کہ تین بار دھولے اس لیے وہ جانتا نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح دوسری حدیث روایت ہے کہ ارشاد فرمایا: دو بار دھوئے یا تین بار دھوئے اور ابورزین کا تذکرہ نہ کیا۔

(معجم الاوسط: جز: 4، ص: 94)

95 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ مَرْيَمَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَا يَدْرِیْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ اَوْ اَيْنَ كَانَتْ تَطُوْفُ يَدُهُ

ابومریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے تو اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل نہ کرے حتیٰ کہ اس کو تین بار دھوئے کیونکہ تم میں کوئی شخص جانتا نہیں کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے یا کہاں پھرتا رہا ہے۔

(سنن الترمذی: جز: 1، ص: 44)

تشریح:

اگر کوئی شخص قبل الغسل ہاتھوں کو پانی میں داخل کردے آیا یہ طاہر ہے یا نجس یا یہ نہی تنزیہ ہے یا تحریم کے لئے ہے۔

اس بارے میں یہ ہے کہ

جمہور اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نہی تنزیہ کے لئے ہے اگرچہ جاگنا دن میں ہو یا رات میں اور امام احمد داؤد ظاہری کے نزدیک نوم اللیل میں تحریم کے لئے ہے اور نوم النہار میں تنزیہ کے لئے ہے۔

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مطلق تحریم کے لئے ہے اگرچہ دن میں ہو یا رات میں ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا استناد حدیث اول سے ہے جس میں من اللیل کی قید موجود ہے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا استناد اس روایت سے ہے جس میں مطلق جاگنا من النوم ذکر ہے رات کی قید نہیں ہے۔

دوسری بحث کہ

اگر قبل الغسل ہاتھ داخل کردے تو آئمہ ثلاثہ اور جمہور علماء کے نزدیک پانی ناپاک نہیں ہوتا مطلقاً اور اسحاق بن راہویہ، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نوم اللیل میں ناپاک ہو جائے گا اور یہی ایک روایت امام احمد سے ہے چنانچہ ابن قدامہ نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

اعجب الی ان يهريقه ۔

اسحاق بن راہویہ وغیرہ کا استدلال اس روایت سے ہے جس میں اراقۃ مـــاء کا حکم ہے جس کو ابن عدی نے روایت کیا ہے مگر وہ خود یہ کہتے ہیں کہ یہ روایت منکر اور غیر محفوظ ہے۔

اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ

جو حکم احتمال پر مبنی ہو وہ وجوب کے لئے نہیں ہو سکتا لہٰذا غسل یدین کو وجوبی نہیں کہا جا سکتا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ

قاعدہ ہے۔

اليقين لايزول الا بمثله

اور یہاں پانی کا پہلے سے طاہر ہونا یقینی تھا اور یدین کی نجاست صرف محتمل اور مشکوک ہے لہٰذا شک سے یقینی چیز زائل نہیں ہوگی۔

جمہور کے نزدیک سبب نہی احتمال نجاست ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اہل حجاز کی عادت استنجاء بالحجر پر اکتفاء کرنے کی تھی اور ان لوگوں کے مزاج اور ملک حار ہوتے ہیں سونے کے بعد پسینہ آتا ہے اور اس کی وجہ سے محل استنجاء تر ہو جاتا ہے جس سے نجاست کے عود آنے کا احتمال ہے اور ہو سکتا ہے کہ سونے والے کا ہاتھ حالت نوم میں مقام استنجاء تک پہنچا ہو۔ نیز چونکہ عند الجمہور یہ حکم احتمال نجاست کی بنا پر ہے اس لیے حکم اسی علت پر دائر رہے گا لہٰذا جب بھی ہاتھوں میں نجاست کا احتمال ہو خواہ سو کر اٹھا ہو یا نہیں تب بھی یہی حکم ہوگا کہ بغیر دھوئے ہاتھ پانی میں نہ ڈالے جائیں۔

اب سوال یہ ہے کہ

اس حدیث میں ادخال یدین فی الاناء سے قبل جو غسل یدین کا حکم دیا گیا ہے آیا یہ وہی غسل یدین ہے جو ابتداء وضو میں ہوتا ہے جس کو فقہاء سنن وضو میں شمار کرتے ہیں یا اس کے علاوہ ہے؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دونوں قول ہیں۔ فقہاء کے طرز بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی غسل یدین ہے جو ابتداء وضو میں مسنون ہے۔

حدثنا مسدد الخ قوله قال مرتين او ثلاثا

مصنف رحمۃ اللہ علیہ اعمش کے شاگردوں کا اختلاف بیان فرما رہے ہیں پہلی روایت میں شاگرد ابو معاویہ تھے۔ اس میں عیسیٰ بن یونس ہیں۔ پہلی روایت میں ثلاث مرات ہے بغیر شک کے اور دوسری روایت میں مرتین اور ثلاثا شک کے ساتھ ہے۔ واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب صِفَةِ وُضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی صفت کے متعلق

اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ بیان فرمایا گیا ہے۔

96 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ حُمْرَانَ بْنِ اَبَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ رَاَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَوَضَّاَ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلَاثًا فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَّغَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ

مِثْلَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ وَرْدَانَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنِي حُمْرَانُ قَالَ رَاَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَوَضَّأَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ وَقَالَ فِيهِ وَمَسَحَ رَاْسَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ هٰكَذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّأَ دُوْنَ هٰذَا كَفَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ اَمْرَ الصَّلٰوةِ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بن ابان سے روایت ہے کہ جس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو فرماتے ہوئے ملاحظہ فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار پانی سے دھویا پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے منہ کو تین بار دھویا اور اپنے دائیں ہاتھ کو کہنیوں سمیت تین بار دھویا پھر اسی طرح الٹے ہاتھ کو دھویا پھر اپنے سر کا مسح فرمایا پھر اپنے سیدھے پاؤں کو تین بار دھویا پھر اسی طرح الٹے پاؤں کو دھویا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وضو کی مانند وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: جو میرے اس وضو کی مانند وضو کرے پھر دو رکعات ادا کرے اور اس میں اپنے نفس سے کلام نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا۔ اور حمران سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا پھر اسی کی مثل حدیث بیان کی۔ اور اس میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا تذکرہ نہیں کیا۔ اور اس میں فرمایا: تین بار سر کا مسح کیا۔ پھر تین بار اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ پھر ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: جو اس سے کم وضو کرے گا وہ اس کو کافی ہوگا اور نماز کے متعلق تذکرہ نہ فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز ۱، ص ۴۸، السنن الصغیر للبیہقی: جز ۱، ص ۵۷، سنن دار قطنی جز ۱، ص ۳۰۹)

97 – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْاِسْكَنْدَرَانِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ زِيَادٍ الْمُؤَذِّنُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ قَالَ سُئِلَ ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْوُضُوءِ فَقَالَ رَاَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوءِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاُتِيَ بِمِيضَاةٍ فَاَصْغَاهَا عَلٰى يَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ اَدْخَلَهَا فِي الْمَاءِ فَتَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَّاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا وَّغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا وَّغَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فَاَخَذَ مَاءً فَمَسَحَ بِرَاْسِهِ وَاُذُنَيْهِ فَغَسَلَ بُطُوْنَهُمَا وَظُهُوْرَهُمَا مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُوْنَ عَنِ الْوُضُوءِ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ اَحَادِيْثُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم الصِّحَاحُ كُلُّهَا تَدُلُّ عَلٰى مَسْحِ الرَّاْسِ اَنَّهٗ مَرَّةً فَاِنَّهُمْ ذَكَرُوا الْوُضُوْءَ ثَلَاثًا وَّقَالُوْا فِيْهَا وَمَسَحَ رَاْسَهٗ وَلَمْ يَذْكُرُوْا عَدَدًا كَمَا ذَكَرُوْا فِيْ غَيْرِهٖ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عِيْسٰى اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِيْ ابْنَ اَبِيْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْ عَلْقَمَةَ اَنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ فَاَفْرَغَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى ثُمَّ غَسَلَهُمَا اِلَى الْكُوْعَيْنِ قَالَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَّذَكَرَ الْوُضُوْءَ ثَلَاثًا قَالَ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ وَقَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مِثْلَ مَا رَاَيْتُمُوْنِيْ تَوَضَّاْتُ ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ وَاَتَمَّ

حضرت عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی سے روایت ہے کہ ابن ابی ملیکہ سے وضوٗ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو فرمایا کہ میں نے ملاحظہ کیا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے وضو کے متعلق پوچھا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا تو لوٹے میں پیش کیا گیا جس کو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے سیدھے ہاتھ پر ڈالا پھر اس کو پانی میں داخل کیا اور تین بار کلی فرمائی اور تین بار ناک میں ڈالا اور تین بار چہرے کو دھویا پھر تین بار سیدھے ہاتھ کو دھویا اور تین بار الٹے ہاتھ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو داخل فرما کر پانی لے کر سر اور دونوں کانوں کا مسح فرمایا اور ان کے ظاہری اور باطنی اعضاء کو ایک بار دھویا۔ پھر ارشاد فرمایا: وضو کے بارے میں استفسار کرنے والے کدھر گئے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو فرماتے ہوئے ملاحظہ فرمایا ہے۔

امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے صحیح احادیث مبارکہ جو روایت ہیں وہ سر کا مسح ایک بار کرنے پر دلالت کرتی ہے چونکہ تین بار دھونا بیان فرمایا۔ اور انہوں نے اس میں فرمایا: اپنے سر کا مسح کرے اور تعداد کا ذکر نہ فرمایا جس طرح اس کے علاوہ ذکر کیا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر نے ابو علقمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا تو پہلے سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ پر پانی ڈالا اور دونوں کو پہنچوں تک دھویا پھر کلی فرمائی اور ناک میں تین تین بار پانی ڈالا اور تین تین بار دھونا بیان فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی وضو فرماتے ہوئے ملاحظہ فرمایا جیسے تم مجھے وضو کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو پھر آگے زہری کی حدیث کی طرح بیان کیا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1، ص:47)

98 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيْقِ بْنِ جَمْرَةَ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ رَاَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَّمَسَحَ رَاْسَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ هٰذَا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَائِيْلَ قَالَ تَوَضَّا ثَلَاثًا فَقَطْ

شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو تین تین بار اپنی کلائیاں دھوتے ہوئے ملاحظہ فرمایا اور تین بار سر کا مسح کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو وکیع نے اسرائیل سے بھی روایت کیا ہے اور فقط تین بار دھونے کا فرمایا۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج:1، ص:76، سنن الدارقطنی: ج:1، ص:347)

99 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ اَتَانَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم وَقَدْ صَلّٰى فَدَعَا بِطَهُوْرٍ فَقُلْنَا مَا يَصْنَعُ بِالطَّهُوْرِ وَقَدْ صَلّٰى مَا يُرِيْدُ اِلَّا لِيُعَلِّمَنَا فَاُتِيَ بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ وَّطَسْتٍ فَاَفْرَغَ مِنَ الْاِنَاءِ عَلٰى يَمِيْنِهٖ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا فَمَضْمَضَ وَنَثَرَ مِنَ الْكَفِّ الَّذِيْ يَاْخُذُ فِيْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا وَّغَسَلَ يَدَهُ الشِّمَالَ ثَلَاثًا ثُمَّ جَعَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا وَّرِجْلَهُ الشِّمَالَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّعْلَمَ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ هٰذَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَلْقَمَةَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ صَلّٰى عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم الْغَدَاةَ ثُمَّ دَخَلَ الرَّحْبَةَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَتَاهُ الْغُلَامُ بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ وَّطَسْتٍ قَالَ فَاَخَذَ الْاِنَاءَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى وَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى فِي الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَّاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَاقَ قَرِيْبًا مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ عَوَانَةَ قَالَ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ مُقَدَّمَهٗ وَمُؤَخِّرَهٗ مَرَّةً ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيْثَ نَحْوَهٗ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِيْ شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ عُرْفُطَةَ سَمِعْتُ عَبْدَ خَيْرٍ رَاَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم اُتِيَ بِكُرْسِيٍّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ اُتِيَ بِكُوْزٍ مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ مَعَ الْاِسْتِنْشَاقِ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا رَبِيْعَةُ الْكِنَانِيُّ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم وَسُئِلَ عَنْ وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَقَالَ وَمَسَحَ عَلٰى رَاْسِهٖ حَتّٰى لَمَّا يَقْطُرْ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا كَانَ

وُضُوءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خالد بن علقمہ نے عبد خیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور انہوں نے نماز ادا کر لی تھی تو انہوں نے وضو کے لئے پانی طلب کیا۔ ہم نے کہا: طہارت کے لئے کیا کریں گے حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما چکے ہیں مگر ہمیں تعلیم دینا چاہتے ہیں تو ایک برتن میں پانی لائے اور ایک تھال بھی حاضر خدمت کر دیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے سیدھے ہاتھ پر پانی کو ڈالا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا پھر تین بار کلی فرمائی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے اسی ہتھیلی میں پانی لیا آپ نے تین بار اپنا چہرہ دھویا پھر تین بار سیدھا ہاتھ دھویا اور تین بار الٹا ہاتھ دھویا پھر برتن میں ہاتھ داخل فرما کر ایک بار اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر سیدھا پاؤں تین بار دھویا اور الٹا پاؤں تین بار دھویا۔ پھر ارشاد فرمایا: جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو جاننے میں خوشی ہو تو وہ اسی طرح ہی ہے۔ عبد خیر سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما کر رحبہ میں گئے اور پانی طلب فرمایا تو ایک بچے نے برتن میں پانی لے کر تھالی کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر کیا۔ کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے سیدھے ہاتھ سے برتن کو لیا اور اپنے الٹے ہاتھ پر پانی ڈالا اور تین بار اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دھویا پھر سیدھا ہاتھ ڈالا اور تین بار کلی فرمائی پھر تین بار ناک میں ڈالا۔ پھر ابو عوانہ کی حدیث کے قریب قریب بیان فرمایا اور آگے اور پیچھے سے سر کا مسح فرمایا پھر اسی کی مثل حدیث بیان فرمائی۔ مالک بن عرفطہ نے عبد خیر سے سنا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملاحظہ کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے کرسی حاضر خدمت کی گئی اور آپ رضی اللہ عنہ اس پر بیٹھے پھر پانی کا ایک کوزہ پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا پھر کلی فرمائی اور ایک چلو سے ناک میں پانی ڈالا اور آگے اسی طرح حدیث ذکر کی۔ زر بن حبیش نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا اور آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حدیث کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے سر کا مسح فرمایا حتیٰ کہ پانی ٹپکنے لگ گیا پاؤں کو تین تین بار دھوتا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی وضو فرماتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 68)

100 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ الطُّوسِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا فِطْرٌ عَنْ اَبِي فَرْوَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى قَالَ رَاَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم تَوَضَّاَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَّغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا وَّمَسَحَ بِرَاْسِهِ وَاحِدَةً ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا تَوَضَّاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے چہرے کو تین بار دھویا اور اپنی دونوں کلائیوں کو تین تین بار دھویا اور اپنے سر کا ایک بار مسح فرمایا۔ پھر

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح وضو فرماتے تھے۔

101 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّاَبُوْ تَوْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح و حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ حَيَّةَ قَالَ رَاَيْتُ عَلِيًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهم تَوَضَّاَ فَذَكَرَ وُضُوْئَهُ كُلَّهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا قَالَ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِيَكُمْ طُهُوْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوحیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ کا تمام وضو کرنا بیان کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا وضو تین تین بار تھا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔ پھر ارشاد فرمایا: میں نے محبوب جانا کہ آپ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کرنا دکھاؤں۔

(سنن ابن ماجہ: جز: ۱ص ۵۴' سنن ترمذی جز: ۱ص ۸۳' السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: ص ۷۵)

102 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِیْ ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ ابْنِ يَزِيْدَ بْنِ رُكَانَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلَانِیِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلَ عَلَیَّ عَلِیٌّ يَعْنِیْ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَقَدْ اَهْرَاقَ الْمَاءَ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَاَتَيْنَاهُ بِتَوْرٍ فِيْهِ مَاءٌ حَتّٰى وَضَعْنَاهُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اَلَا اُرِيْكَ كَيْفَ كَانَ يَتَوَضَّاُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَاَصْغَى الْاِنَاءَ عَلٰى يَدِهٖ فَغَسَلَهَا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى فَاَفْرَغَ بِهَا عَلَى الْاُخْرٰى ثُمَّ غَسَلَ كَفَّيْهِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَيْهِ فِی الْاِنَاءِ جَمِيْعًا فَاَخَذَ بِهِمَا حَفْنَةً مِّنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اَلْقَمَ اِبْهَامَيْهِ مَا اَقْبَلَ مِنْ اُذُنَيْهِ ثُمَّ الثَّانِيَةَ ثُمَّ الثَّالِثَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اَخَذَ بِكَفِّهِ الْيُمْنٰى قَبْضَةً مِّنْ مَاءٍ فَصَبَّهَا عَلٰى نَاصِيَتِهٖ فَتَرَكَهَا تَسْتَنُّ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهُ وَظُهُوْرَ اُذُنَيْهِ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَيْهِ جَمِيْعًا فَاَخَذَ حَفْنَةً مِّنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى رِجْلِهٖ وَفِيْهَا النَّعْلُ فَفَتَلَهَا بِهَا ثُمَّ الْاُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ وَفِی النَّعْلَيْنِ قَالَ وَفِی النَّعْلَيْنِ قَالَ قُلْتُ وَفِی النَّعْلَيْنِ قَالَ وَفِی النَّعْلَيْنِ قَالَ قُلْتُ وَفِی النَّعْلَيْنِ قَالَ وَفِی النَّعْلَيْنِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَحَدِيْثُ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ شَيْبَةَ يُشْبِهُ حَدِيْثَ عَلِیٍّ لِاَنَّهُ قَالَ فِيْهِ حَجَّاجُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جُرَيْجٍ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَرَّةً وَّاحِدَةً وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ فِيْهِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثَلَاثًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہ پانی سے استنجاء فرما چکے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا تو ہم نے ایک برتن میں پانی لا کر آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر کر دیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! کیا میں تمہیں یہ نہ دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرماتے تھے۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ پر برتن سے پانی کو ڈالا اور اس کو دھویا پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دھویا۔ پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی لیا۔ پھر دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے برتن میں ڈال دیا اور چلو میں پانی لے کر اپنے چہرے پر ڈالا پھر اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے اردگرد پھیرا۔ پھر دوسری اور تیسری بار اسی طرح کیا پھر اپنے سیدھے چلو میں پانی لیا اور پیشانی پر ڈالا اور پانی چہرے پر بہنے لگ گیا۔ پھر اپنی کلائیوں کو کہنیوں سمیت تین تین بار دھویا پھر سر کا مسح فرمایا اور کانوں کے باہر والی جگہ کا مسح فرمایا اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے برتن میں ڈالا اور چلو پانی کا لیا اور اپنے پاؤں پر ڈالا جو کہ جوتا پہنے ہوئے تھے اور پانی کے ساتھ رگڑا۔ پھر دوسرے پاؤں کے ساتھ اسی طرح فرمایا۔ میں نے عرض کیا: جوتوں میں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جوتوں میں ہی۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: حدیث ابن جریج حدیث علی کی طرح ہے کیونکہ اس میں حجاج ابن محمد بن جریج نے روایت کیا ہے کہ سر کا مسح ایک بار فرمایا اور ابن وہب اس میں ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ مسح تین بار کیا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج۱ص۷۳)

103 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ هَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُرِيَنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَاَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهٗ

عمرو بن یحییٰ مازنی کے والد محترم نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم سے عرض کیا اور وہ عمرو بن یحییٰ مازنی کے دادا تھے کہ کیا آپ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا وضو کر کے دکھا سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی وضو کے لئے منگوایا اور پہلے اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر تین بار کلی فرمائی اور تین بار ناک میں پانی داخل فرمایا پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دو دو بار دھوئے پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح اس طرح فرمایا کہ ان کو آگے کی طرف لے گئے اور پیچھے سے پیشانی تک لے آئے پھر ان کو گدی تک لے گئے اور واپس اسی مقام تک لے آئے جہاں سے شروع فرمایا پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ عمرو بن یحییٰ مازنی کے والد محترم نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث اسی طرح بیان کر کے فرمایا۔ پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی داخل فرمایا اور وہ بھی ایک چلو پانی سے اسی طرح تین بار فرمایا پھر اسی کی مثل روایت بیان فرمائی۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:۱ص۵۹، سنن ابن ماجہ جز:۲ص:۸)

104 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ حَبَّانَ بْنَ وَاسِعٍ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْمَازِنِيَّ يَذْكُرُ اَنَّهُ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ وُضُوْئَهُ وَقَالَ وَمَسَحَ رَاْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا

حبان بن واسع کے والد محترم نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح فرمایا اور نئے پانی کو لے کر کیا اس کے ساتھ نہ فرمایا جو ہاتھوں سے لگا ہوا تھا اور اپنے دونوں پاؤں اقدس دھوئے حتیٰ کہ ان کو صاف فرمایا۔

(صحیح مسلم: جز:۱ص۱۴۶، مسند احمد جز۳۳ص۲۸)

105 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا حَرِيْزٌ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَيْسَرَةَ الْحَضْرَمِيُّ سَمِعْتُ الْمِقْدَامَ بْنَ مَعْدِيْ كَرِبَ الْكِنْدِيَّ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَّغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهِ وَاُذُنَيْهِ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا

عبدالرحمن بن میسرہ حضرمی سے روایت ہے کہ میں نے مقدام بن معدیکرب کندی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں وضو کے لئے پانی حاضر کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمانے لگے تو تین بار دونوں ہاتھوں کو دھویا اور تین بار اپنے مقدس چہرہ انور کو دھویا پھر تین تین بار اپنی دونوں کلائیوں کو دھویا پھر تین بار کلی

فرمائی اور تین بار ناک میں پانی لیا پھر اپنے سر کا مسح فرمایا اور کانوں کے ظاہر اور باطن کا مسح فرمایا۔

(معجم الکبیر: جز: ۲۰ص ۲۷۶ مسند احمد: جز ۴ ص ۱۲۱)

106 – حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ الْاَنْطَاكِيُّ لَفْظُهُ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَلَمَّا بَلَغَ مَسْحَ رَاْسِهٖ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى مُقَدَّمِ رَاْسِهٖ فَاَمَرَّهُمَا حَتّٰى بَلَغَ الْقَفَا ثُمَّ رَدَّهُمَا اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَاَ مِنْهُ قَالَ مَحْمُودٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَرِيزٌ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ وَهِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ وَمَسَحَ بِاُذُنَيْهِ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا زَادَ هِشَامٌ وَاَدْخَلَ اَصَابِعَهُ فِيْ صِمَاخِ اُذُنَيْهِ

حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر کے مسح تک پہنچ گئے تو اپنی ہتھیلی مبارکوں کو سر کے اگلی جانب رکھ کر ان کی پچھلی جانب لے گئے حتیٰ کہ گدی تک پہنچ گئے پھر وہاں تک واپس لے آئے جہاں سے شروع فرمایا تھا۔ محمود نے کہا: مجھے حریز نے خبر دی ہے۔ محمود بن خالد اور ہشام بن خالد نے اس اسناد کے ساتھ ولید سے اس کے معناً روایت فرماتے ہوئے فرمایا اور اپنے دونوں کانوں کا مسح کیا ظاہراً اور باطناً۔ ہشام نے زیادہ بیان کیا کہ اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں کے سوراخ میں داخل فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: ۱ص ۵۹ معجم الکبیر: جز: ۲۰ص ۲۷۷ شرح معانی الآثار جز ۱ص ۳۲)

107 – حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَزْهَرِ الْمُغِيرَةُ ابْنُ فَرْوَةَ وَيَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَالِكٍ اَنَّ مُعَاوِيَةَ تَوَضَّاَ لِلنَّاسِ كَمَا رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ فَلَمَّا بَلَغَ رَاْسَهُ غَرَفَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَتَلَقَّاهَا بِشِمَالِهٖ حَتّٰى وَضَعَهَا عَلٰى وَسَطِ رَاْسِهٖ حَتّٰى قَطَرَ الْمَاءُ اَوْ كَادَ يَقْطُرُ ثُمَّ مَسَحَ مِنْ مُقَدَّمِهٖ اِلٰى مُؤَخَّرِهٖ وَمِنْ مُؤَخَّرِهٖ اِلٰى مُقَدَّمِهٖ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ فَتَوَضَّاَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ بِغَيْرِ عَدَدٍ

یزید بن ابومالک سے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے واسطے اس طرح وضو کیا جس طرح کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تھا جب آپ رضی اللہ عنہ سر تک پہنچے تو الٹے ہاتھ میں چلو میں پانی لیا اور سر کے درمیان ڈال دیا جو کہ ٹپکنے لگ گیا یا ٹپکنے کے قریب پہنچ گیا پھر سر کی اگلی جانب سے پچھلی

جانب تک مسح فرمایا اور اس طرح پچھلی جانب سے اگلی جانب تک لے گئے۔ محمود بن خالد نے ولید سے اس اسناد کے ساتھ روایت کر کے فرمایا پس تین تین بار دھویا اور اپنے دونوں پاؤں کو کسی گنتی کے بغیر دھویا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جز:۱ص۵۹)

108 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينَا فَحَدَّثَتْنَا أَنَّهُ قَالَ اسْكُبِي لِي وَضُوءًا فَذَكَرَتْ وُضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فِيهِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا وَوَضَّأَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مَرَّةً وَوَضَّأَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ بِمُؤَخَّرِ رَأْسِهِ ثُمَّ بِمُقَدَّمِهِ وَبِأُذُنَيْهِ كِلْتَيْهِمَا ظُهُورِهِمَا وَبُطُونِهِمَا وَوَضَّأَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا مَعْنَى حَدِيثِ مُسَدَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ يُغَيِّرُ بَعْضَ مَعَانِي بِشْرٍ قَالَ فِيهِ وَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا

عبداللہ بن عقیل نے بیان کیا کہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے رہتے تھے۔ پس ہمیں ارشاد فرمایا کہ میری خاطر وضو کے لئے پانی لے آؤ۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا اور اپنے مقدس چہرہ انور کو تین بار دھویا اور ایک بار کلی فرمائی اور ناک میں پانی لیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا اور دو بار سر کا مسح فرمایا سر کے پیچھے سے شروع کیا پھر آگے اور اندر سے دونوں کانوں کا مسح فرمایا اور تین تین بار دونوں پاؤں کو دھویا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہی حدیث مسدد کے معنی ہیں۔ اسحاق بن اسماعیل، سفیان نے ابن عقیل سے اس حدیث کو روایت کیا اور بعض معانی میں تغییر کر کے فرمایا۔ اور تین بار کلی اور تین بار ناک میں پانی داخل کرنے کا فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ: جز:۱ص۱۷۲م المعجم الکبیر جز:۲۴ص۲۷۰ معرفۃ السنن جز:۱ص۲۲۴)

109 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَمَسَحَ الرَّأْسَ كُلَّهُ مِنْ قَرْنِ الشَّعْرِ كُلِّ نَاحِيَةٍ لِمُنْصَبِّ الشَّعْرِ لَا يُحَرِّكُ الشَّعْرَ عَنْ هَيْئَتِهِ

عبداللہ بن محمد بن عقیل کا بیان ہے کہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوفرمایا تو تمام سر کا مسح فرمایا۔ بالوں کے شروع سے لے کر ہر طرف بالوں کے جھکنے سے کہ کسی بال کو اس کی ہیئت سے نہ حرکت دیتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جز:۱ص۶۰)

110 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ أَنَّ رُبَيِّعَ بِنْتَ مُعَوِّذٍ ابْنِ عَفْرَاءَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ وَصُدْغَيْهِ وَأُذُنَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً

عبداللہ بن محمد بن عقیل نے کہا ہے کہ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا نے ان کو بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوفرماتے ہوئے ملاحظہ کیا پس اپنے سر کا اور اگلی جانب کا اور پچھلی جانب کا دونوں کنپٹیوں اور دونوں کانوں کا ایک بار مسح فرمایا۔

(المعجم الکبیر: جز:۲۴ص:۲۷۲ 'سنن ترمذی: جز۱ص۵۹)

111 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مِنْ فَضْلِ مَاءٍ كَانَ فِي يَدِهِ

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا مسح اسی پانی کے ساتھ فرمایا جو ہاتھوں سے لگا ہوا تھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:۲۳۷)

112 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ ابْنِ عَفْرَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي جُحْرَيْ أُذُنَيْهِ

حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا پس اپنے کانوں کے دونوں سوراخوں میں مقدس انگلیاں لے گئے۔

(المعجم الکبیر: جز:۲۴ص۲۶۷ 'السنن الکبریٰ للبیہقی، جز:۱ص۶۵)

113 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ مَرَّةً

وَاحِدَۃً حَتّٰی بَلَغَ الْقَذَالَ وَھُوَ اَوَّلُ الْقَفَا وَقَالَ مُسَدَّدٌ مَسَحَ رَاْسَہٗ مِنْ مُقَدَّمِہٖ اِلٰی مُؤَخَّرِہٖ حَتّٰی اَخْرَجَ یَدَیْہِ مِنْ تَحْتِ اُذُنَیْہِ قَالَ مُسَدَّدٌ فَحَدَّثْتُ بِہٖ یَحْیٰی فَاَنْکَرَہٗ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ و سَمِعْتُ اَحْمَدَ یَقُوْلُ اِنَّ ابْنَ عُیَیْنَۃَ زَعَمُوْا اَنَّہٗ کَانَ یُنْکِرُہٗ وَیَقُوْلُ اِیْشْ ھٰذَا طَلْحَۃُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ

طلحہ بن مصرف کے والد محترم نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سر کا مسح ایک بار کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے حتیٰ کہ گردن کے شروع ہونے تک پہنچے۔ اور مسدد نے فرمایا: اپنے سر کا مسح فرمایا اس طرح کہ اس کی اگلی جانب سے پچھلی جانب تک فرمایا حتیٰ کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں کے نیچے سے نکال لیا۔ مسدد نے فرمایا: میں نے اس حدیث مبارکہ کو یحییٰ کو سنایا تو انہوں نے اس کو منکر فرمایا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: میں نے امام احمد کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک ابن عیینہ اس کو منکر ٹھہراتے۔ اور وہ فرماتے۔ یہ کیا ہے طلحہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے۔ (معجم الکبیر: ج۱۹: ص۱۸۰ سنن البیہقی الکبریٰ: ج۱: ص۶۰)

114 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ اَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَاَی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّاُ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ کُلَّہٗ ثَلَاثًا ثَلَاثًا قَالَ وَمَسَحَ بِرَاْسِہٖ وَاُذُنَیْہِ مَسْحَۃً وَاحِدَۃً

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کو وضو فرماتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ پھر تمام کی تمام حدیث میں تین تین کا تذکرہ کیا۔ ارشاد فرمایا کہ سر اور کانوں کا مسح صرف ایک بار فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۱۱۴)

115 - حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّقُتَیْبَۃُ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَیْدٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِیْعَۃَ عَنْ شَھْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ وَذَکَرَ وُضُوْءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ الْمَاقَیْنِ قَالَ وَقَالَ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ قَالَ سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ یَقُوْلُھَا اَبُوْ اُمَامَۃَ قَالَ قُتَیْبَۃُ قَالَ حَمَّادٌ لَا اَدْرِیْ ھُوَ مِنْ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ مِنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ یَعْنِیْ قِصَّۃَ الْاُذُنَیْنِ قَالَ قُتَیْبَۃُ عَنْ سِنَانٍ اَبِیْ رَبِیْعَۃَ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَھُوَ ابْنُ رَبِیْعَۃَ کُنْیَتُہٗ اَبُوْ رَبِیْعَۃَ

شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے وضو کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ آنکھ کے ڈھیلوں کو ملتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دونوں کان سر

کے جزو سے ہیں۔ سلیمان بن حرب نے کہا: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اس طرح فرماتے۔ حضرت قتیبہ کا بیان ہے کہ حضرت حماد نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ کانوں کے بارے میں اس بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے یا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت قتیبہ بن سنان نے حضرت سنان ابی ربیعہ سے روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ ابن ربیعہ وہی ہیں جن کی کنیت ابوربیعہ ہے۔

(مسند احمد: جز:۶ ص ۳۶۸ سنن دارقطنی: جز:اص ۱۰۳ سنن ابن ماجہ جز:۲ ص:۴۰ سنن البیہقی الکبریٰ: جز:اص ۶۷)

تشریح:

وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق اختلاف ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں چیزیں وضو میں واجب ہیں کیونکہ منہ اور ناک چہرہ میں داخل ہیں اور سب کے نزدیک چہرہ کو دھونا واجب ہے۔ ابن المبارک اور ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔

عطاء سے بھی یہی منقول ہے۔

اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ

صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور یہ حکم وجوب کا تقاضہ کرتا ہے کیونکہ ناک ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور اس کو بند کرنے کے لئے کوئی غلاف نہیں ہے جیسا کہ منہ ہونٹوں سے بند رہتا ہے۔

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ

غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں واجب ہیں اور وضو میں دونوں سنت ہیں، فقہاء احناف اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ غسل میں ہر اس چیز کو دھونا واجب ہے جس کو دھونا ممکن ہو مثلاً گھنے بالوں کی جڑوں کو دھونا واجب ہے اس کے برخلاف وضو میں اس طرح واجب نہیں ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ

غسل اور وضو دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے واجب نہیں ہے۔ حسن، حکم، حماد، قتادہ، ربیعہ، یحییٰ انصاری، لیث اور اوزاعی کا بھی یہی مسلک ہے۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عشر من الفطرة ۔

دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔

اوران میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر کیا اور فطرت سنت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے نیز ناک اور منہ باطنی عضو ہیں اس لیے ان کا دھونا واجب نہیں ہے جس طرح داڑھی کے باطن اور آنکھ کے اندرونی حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے نیز چہرہ اس کو کہتے ہیں جو مواجہ ہو اور منہ اور ناک کا باطن مخاطب کے مواجہ نہیں ہوتا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

سنن دارقطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

وضو میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالے بغیر چارہ نہیں، نیز جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا بھی بیان کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی فعل پر مداومت کرنا اس کے وجوب کا موید ہے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا فطرت میں سے ہونا اس کے وجوب کے منافی نہیں ہے کیونکہ فطرت واجب اور مستحب کو بھی شامل ہے۔ اسی وجہ سے ختنہ کو بھی فطرت میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے۔ (المغنی: ج:1،ص:83)

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جو یہ کہا ہے کہ

ناک اور منہ چہرے میں داخل ہیں اور چہرہ کا دھونا واجب ہے یہ اس لیے مخدوش ہے کہ ناک اور منہ کا ظاہر حصہ چہرہ میں داخل ہے اور اس کو دھونا بالاتفاق واجب ہے اور بحث ناک اور منہ کے اندرونی حصہ میں ہے اور وہ چہرہ میں داخل نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر استحباب کے لئے ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں علامہ نووی نے لکھا ہے کہ

یہ راویوں کے اعتبار سے ضعیف ہے اور منقطع ہے۔ (شرح المہذب: ج:1،ص:365)

اور جس فعل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائما کیا ہو اس کا واجب ہونا لازم نہیں ہے اور نہ یہ وجوب کو ثابت کرنے کا قاعدہ ہے کیونکہ فقہاء حنابلہ کے نزدیک بھی دائیں عضو کو بائیں سے پہلے دھونا واجب نہیں ہے۔ (المغنی: ج:1،ص:93)

اور اب بحث یہ ہے کہ کتنے چلوؤں سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اس میں اختلاف ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذہب صحیح مختار پر دلیل ہے کہ

تین چلوؤں سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور ہر چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں بھی پانی ڈالے۔

اور علامہ ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اسی سے کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے۔

اثرم کہتے ہیں کہ

میں نے ابوعبداللہ سے سوال کیا۔آپ کے نزدیک کون سا عمل مستحب ہے ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یا ہر ایک کے لئے الگ الگ پانی لینا۔

انہوں نے کہا: ایک چلو سے۔

کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت ہے اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ ایک برتن میں ڈالے۔ پھر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ان کے لئے ایک چلو میں پانی لیا۔ یہ امام بخاری کی روایت ہے کہ

اور امام بخاری اور امام مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ

آپ نے ایک چلو میں پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ یہ عمل آپ نے تین بار کیا۔

اور ایک روایت میں ہے۔

آپ نے ایک ہاتھ سے پانی لے کر تین بار کلی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔

اس حدیث کو اثرم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ لہٰذا اگر وضو کرنے والا چاہے تو تین چلوؤں سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اگر چاہے تو ایک چلو پانی سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔ جیسا کہ ہم نے احادیث بیان کی ہیں اور اگر تین بار چلو میں پانی لے کر کلی کرے پھر الگ تین بار چلو میں پانی لے کر ناک میں ڈالے تو یہ بھی جائز ہے۔

کیونکہ امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے الگ الگ پانی لیا۔

(المغنی مع الشرح الکبیر: ج:1،ص:135 تا 136)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: فقہاء شافعیہ کے اس مسئلہ میں پانچ قول ہیں:

1- ایک چلو میں پانی لے کر اس سے تین مرتبہ کلی کرے اور تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

2- ایک چلو میں پانی لے اور اس سے پہلے کلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار اسی چلو سے کرے۔

3- تین چلو سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار کرے۔

4- پہلے ایک چلو پانی سے تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

5- چھ چلو پانی سے پہلے تین چلو سے تین بار کلی کرے پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

علامہ کرمانی نے کہا: چوتھا طریقہ افضل ہے۔

اور علامہ نووی نے کہا: تیسرا طریقہ افضل ہے۔

الجواہر میں ابن سابق نے دو قول لکھے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ
منہ اور ناک کے لئے ایک چلو پانی لے۔
اور دوسرا قول یہ ہے کہ
ایک چلو پانی لے کر تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی لے کر تین بار ناک میں ڈالے۔
اور فقہاء حنابلہ کی المغنی میں لکھا ہے کہ
اس کو اختیار ہے ایک چلو سے تین بار کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یا تین چلوؤں سے اور اگر ہر عضو کے لئے الگ الگ تین چلو لیے تو یہ بھی جائز ہے۔
میں کہتا ہوں کہ
ہمارے اصحاب حنفیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔
امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ابوحیہ سے روایت کرتے ہیں کہ
میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ ان کو صاف کرلیا پھر تین بار کلیاں کیں پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر تین بار کلائیاں دھوئیں پھر ایک بار سر پر مسح کیا۔ پھر اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھویا۔ پھر انہوں نے کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی لیا۔
پھر فرمایا: میں نے یہ پسند کیا کہ تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے۔
اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ
آپ نے تین بار کلی کی اور ہر بار کلی کے لئے الگ پانی لیا اسی طرح تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار کے لئے الگ پانی لیا تاہم ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ الگ الگ پانی لیا جائے۔
کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے الگ الگ پانی لینے پر ہماری دلیل امام طبرانی کی یہ روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ نے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار نیا پانی لیا۔
اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور ان کا سکوت اس حدیث کی صحت پر ان کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:2،ص:264،265)

☆ قولہ و مسح راسہ .
سر کے مسح کی تکرار میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔
امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ

تین بار سر کا مسح کرنا مستحب ہے جیسا کہ باقی اعضاء کو تین بار دھونا مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد اور اکثر فقہاء کرام کا مسلک یہ ہے کہ سر کا مسح ایک بار سے زیادہ نہ کیا جائے۔ اور احادیث صحیحہ میں صرف ایک بار مسح کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں مطلقاً مسح کرنے کا ذکر ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا۔

اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سر کا مسح کیا اور سر کے مسح کو باقی اعضاء کے تین بار دھونے پر قیاس کیا اور جن احادیث میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے ان کو بیان جواز پر محمول کیا ہے۔

علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ

سر کے مسح میں تکرار سنت نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر، سالم، نخعی، مجاہد، طلحہ بن مصرف اور حکم سے بھی اسی طرح روایت ہے کہ

امام ترمذی نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں کا بھی اسی پر عمل ہے۔

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ: تکرار سنت ہے۔

خرقی نے کہا: تین بار مسح کرنا افضل ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا: سب کا قول یہ ہے کہ

سر کا مسح صرف ایک بار ہے۔

اور امام شافعی نے کہا: سر کا مسح تین بار کیا جائے گا کیونکہ ابوداؤد نے شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے تین بار کلائیاں دھوئیں اور تین بار سر کا مسح کیا۔

پھر کہا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اس کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم، حضرت عبداللہ بن اوفی، حضرت ابو مالک، حضرت ربیع اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا۔

اور حضرت ابی کی حدیث میں ہے۔

یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے رسولوں کا وضو ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ

اس لیے کہ طہارت میں اصل سر ہے تو چہرے کی طرح اس میں بھی تکرار مسنون ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

صحیح بخاری و مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا۔

اور فرمایا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح ایک بار کیا۔

اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور ایک بار سر کا مسح کیا۔

اور فرمایا کہ

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھے وہ اس وضو کو دیکھ لے۔

اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ربیع رضی اللہ عنہم سب نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح ایک بار کیا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وضو کی حکایت کرنا دائمی عمل کی خبر دینا ہے اور دائمی عمل وہی ہوتا ہے جو افضل اور اکمل ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کو خلوت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت کی ہے اور اس وقت میں افضل عمل ہی کیا جاتا ہے نیز تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور زخم پر پٹی کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کی کسی نوع میں تکرار نہیں ہے تو پھر سر کے مسح میں بھی تکرار نہیں ہوگی اور تکرار کے قائلین نے جو احادیث مبارکہ بیان کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی تکرار مسح کی تصریح نہیں ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک بار ہے کیونکہ انہوں نے اعضاء وضو کو تین تین بار دھونے کا ذکر کیا اور ان احادیث میں یہ مذکور ہے اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے سر کا مسح تین بار کیا اس کو یحییٰ بن آدم نے روایت کیا ہے اور اس کی وکیع نے مخالفت کی ہے۔

اس نے کہا: فقط تین بار وضو کیا۔

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت یہ ہے کہ

انہوں نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا اور سر کا مسح کیا اور اس کے عدد کا ذکر نہیں کیا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہی صحیح ہے۔

ہم نے جو احادیث مبارکہ بیان کی ہیں وہ صحاح کی روایات ہیں اس سے لازم آیا کہ اس کی مخالف روایت ضعیف ہے اور جن احادیث مبارکہ میں یہ ذکر ہے نبی کریم ﷺ نے تین تین بار وضو کیا اس سے مسح کا ماسویٰ مراد ہے کیونکہ اس حدیث مبارکہ کے راوی جب مسح کا الگ ذکر کرتے ہیں۔

تو فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ نے سر کا مسح ایک بار کیا اور تفصیل اجمال کی حاکم اور تفسیر ہوئی ہے اور اجمال تفصیل کا معارض نہیں ہوتا جس طرح خاص عام کا معارض نہیں ہوتا اور امام شافعی کا سر کے مسح کو باقی اعضاء پر قیاس کرنا تیمّم سے منقوض ہے یعنی ہم اسی کے مقابلہ میں سر کے مسح کو دھونے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح تیمّم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اسی طرح سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کو مسح پر قیاس کرنا مسح کو دھونے پر قیاس کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے نیز جب سر پر تین بار مسح کیا جائے گا تو پھر وہ مسح نہیں رہے گا بلکہ وہ دھونے کے مترادف ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سر پر ایک بار مسح بیان جواز کے لئے کیا ہو اور تین بار مسح افضل امر کے بیان کے لئے کیا ہو اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر راویوں نے ایک بار مسح کر کے فرمایا:

یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔

اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ دائماً اسی طرح وضو فرماتے تھے نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ اس لیے بیان کیا کہ سائلین اور حاضرین کو رسول اللہ ﷺ کے دائمی وضو کا طریقہ اور کیفیت معلوم ہو جائے۔ اگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی اور طریقہ سے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہوتا تو مطلقاً یہ نہ کہتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ

شقیق بن سلمہ کی روایت میں جو تین بار سر کے مسح کا ذکر ہے وہ راوی کی خطا ہے کیونکہ جب تمام راوی ایک شخص سے ایک ہی حدیث کی روایت کریں اور تمام راوی ایک صفت کو بیان کریں اور ایک راوی اس کی مخالف صفت کو بیان کرے تو اس ایک راوی پر خطا اور غلط کا حکم لگایا جائے گا خواہ وہ ثقہ اور حافظ ہو اور جب اس کی ثقاہت اور حافظہ معروف نہ ہو تو پھر اس کی روایت میں خطا کا واقع ہونا اور زیادہ یقینی ہوگا۔ (المغنی مع الشرح الکبیر: ج:1،ص:145،146)

اب رہا یہ سوال کہ سر پر مسح کی کتنی مقدار فرض ہے تو اس میں بھی اختلاف ہے۔

علامہ ابوالحسن المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: سر پر پیشانی کی مقدار میں مسح کرنا فرض ہے اور وہ چوتھائی سر ہے

کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے کوڑا کرکٹ پر آئے وہاں پیشاب کیا پھر وضو کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا اور قرآن مجید میں مسح کی مقدار مجمل ہے اور یہ حدیث اس کا بیان ہے یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے کیونکہ وہ تین بالوں کا اندازہ کرتے ہیں اور امام مالک کے خلاف بھی حجت ہے کیونکہ وہ پورے سر کا مسح فرض قرار دیتے ہیں۔ (ہدایہ اولین: ص: 5،4)

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں اجمال اس وجہ سے ہے کہ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ میں با محل پر داخل ہے اور یہ تبعیض پر دلالت کرتی ہے اور اس بعض کی تعیین نہیں ہے اور حضرت مغیرہ کی روایت میں ہے۔

فمسح بناصيته

یہاں بھی با محل پر داخل ہے لہٰذا یہ حدیث بھی اس آیت کی طرح مجمل ہے۔

اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ

امام ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا منقش عمامہ باندھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل فرمایا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ پر سکوت فرمایا ہے اس لیے یہ حدیث بظاہر حجت ہے۔

اور اس حدیث مبارکہ کا مفاد یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے پورے اگلے حصہ پر مسح کیا اور یہ سر کا چوتھائی حصہ ہے جس کو ناصیہ کہتے ہیں۔

اسی طرح امام بیہقی نے عطا سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور عمامہ کو ہٹایا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔

یہ حدیث مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مرسل حجت ہوتی ہے خصوصاً اس صورت میں جب کہ یہ حدیث متصل سے مؤید ہو۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ

ان احادیث مبارکہ میں سر کے اگلے حصہ پر مسح کرنے کے فعل کا ذکر ہے اس لیے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس سے کم مقدار پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اگر چوتھائی سر کی مقدار سے کم پر بھی مسح کرنا جائز ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس سے کم مقدار پر بھی مسح کرتے تا کہ امت کو معلوم ہوتا کہ یہ بھی جائز ہے آیت وضو میں با الصاق کے لئے ہے اور جب آلہ (ہاتھ) کا سر سے الصاق ہو تو وہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے اس لیے اگر کسی شخص نے سر پر ہاتھ رکھے اور پورے سر پر مسح نہیں کیا تب بھی الصاق ہو جائے گا اور جب سر پر ہاتھ رکھے جائیں گے تو چوتھائی سر پر مسح ہو جائے گا کیونکہ عموماً ہاتھ چوتھائی سر کے برابر ہوتے ہیں اس لیے چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے۔ (فتح القدیر: ج:1، ص:18)

سوال: اب رہا یہ سوال کہ عمامہ پر مسح کرنے کا کیا حکم ہے تو اس میں بھی اختلاف ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: عمامہ پر مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام احمد یہ کہتے ہیں کہ

اگر کامل وضو کر کے عمامہ پہنا ہو تو عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے جس طرح موزوں پر مسح کرنا جائز ہے جو فقہاء عمامہ پر مسح کرنے کا انکار کرتے ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ (مائدہ:6)

اپنے سروں پر مسح کرو۔

اور جو شخص عمامہ پر مسح کرے گا وہ سر پر مسح نہیں کرے گا۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ

جس عضو پر مسح کرنا ہے اس عضو پر کپڑا رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہوگا اسی طرح سر پر عمامہ رکھ کر عمامہ پر مسح کیا جائے تو وہ سر کے مسح سے کفایت نہیں کرے گا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کو فرض کیا ہے اور عمامہ پر مسح کرنے والی حدیث تاویل کی محتمل ہے تو محتمل چیز کی وجہ سے یقینی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن منذر نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمامہ پر مسح کیا، حضرت عمر، حضرت انس اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابوداؤد سے بھی یہی روایت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت حسن، حضرت قتادہ، حضرت مکحول، حضرت اوزاعی اور حضرت ابوثور کا بھی یہی نظریہ ہے اور عروہ نخعی، شعبی، قاسم، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے کہا: عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

ٹوپی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔
اور عورت کے لئے دوپٹہ پر مسح کرنے میں دو روایتیں ہیں۔
ایک روایت میں ہے کہ
یہ جائز ہے۔
اور دوسری روایت میں ہے۔
یہ جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:3،ص:98)

سوال: اب رہا سوال یہ کہ سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینا ضروری ہے یا نہیں تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نیا پانی لینا ضروری ہے اور احناف کے نزدیک نیا پانی لینا ضروری نہیں بلکہ سنت ہے۔
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
جس کا حاصل یہ ہے کہ اس نئے پانی والی روایت سے اس بات پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ بقیہ تری سے سر کا مسح جائز نہیں اس لیے اس حدیث سے سر کے مسح کے لئے نیا پانی کا صرف ثبوت ہو رہا ہے اور اس کا ضروری وشرط ہونا معلوم نہیں ہو رہا نفس فعل لزوم پر دلالت نہیں کرتا۔
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات قاعدہ اور انصاف کی ہے۔
آپ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ
نئے پانی والی روایت احناف کے خلاف نہیں ہے۔

قولہ ومسح راسہ

سر کے مسح کی مقدار کے متعلق مزید دلائل یہ ہیں۔
علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں: امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ
کم از کم تین بالوں یا ان سے زائد پر مسح کیا جائے یہ مقدار فرض ہے کیونکہ
"وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ" میں با کا معنیٰ تبعیض ہے۔
اور آیت کا معنیٰ ہے کہ
اپنے سر کے بعض حصہ پر مسح کرو۔
اور حدیث میں اس کی دلیل یہ ہے کہ
ابن سیرین نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی پر یا سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔ اور ابو معقل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ

رسول اللہ ﷺ وضو کر رہے تھے اور آپ ﷺ کے سر پر قطری عمامہ تھا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ کو نہیں کھولا۔

البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے پورے سر کا مسح کیا تھا۔ (الحاوی الکبیر: ج:1، ص:138)

امام شافعی کی اس دلیل پر دو وجہ سے نقض ہے۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ

باء کا متفق علیہ معنیٰ الصاق ہے تبعیض نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

اگر تین بالوں پر مسح کرنا فرض ہوتا تو نبی کریم ﷺ بیان جواز کے لئے کبھی تو صرف تین بالوں پر مسح کرتے یا پھر اس مقدار کا صراحتاً بیان فرماتے۔

امام مالک کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

چہرہ اس عضو کا نام ہے جس پر آنکھیں، ناک اور منہ اسی طرح سر اس عوض کا نام جس پر بال ہیں سو جس طرح چہرہ دھونے کا معنیٰ یہ ہے اس تمام عضو کو دھویا جائے جس پر آنکھیں، ناک اور منہ ہے۔ اسی طرح سر پر مسح کرنے کا معنیٰ ہے کہ اس کے تمام بالوں پر مسح کیا جائے۔

امام مالک سے کسی نے پوچھا کہ

اگر کوئی شخص وضو کرے اور سر کے بعض حصہ پر مسح کرے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ صحیح ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔

اگر کوئی شخص وضو کرے اور چہرے کے بعض حصہ کو دھوئے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ جائز ہوگا۔

(احکام القرآن: ج:2، ص:60)

علامہ ابن العربی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے موقف پر حسب ذیل احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا۔ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو سر کے ابتدائی حصہ سے پیچھے اپنی گدی

کی طرف لے گئے اور پھر گدی سے سر کے اگلے حصے تک لائے جہاں سے آپ ﷺ نے ابتداء کی تھی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:185)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جب آپ ﷺ سر کے مسح پر پہنچے تو آپ ﷺ نے سر کے اگلے حصہ پر دونوں ہتھیلیاں رکھیں پھر آپ ﷺ ان ہتھیلیوں سے مسح کرتے ہوئے ان کو گدی تک لائے پھر ان سے مسح کرتے ہوئے ان کو واپس اسی جگہ لے گئے جہاں سے ابتداء کی تھی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:123)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں کہ

سر کے مسح کے متعلق امام احمد کے تین قول ہیں۔

1- پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے

2- پیشانی کے برابر یعنی چوتھائی سر کا مسح فرض ہے

3- سر کے اکثر حصے کا مسح کرنا فرض ہے۔ (المغنی: ج:1، ص:87)

پورے سر کا مسح کرنے یا اکثر حصہ کا مسح کرنے کا قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سر پر پیشانی کی مقدار کے برابر بھی مسح کیا ہے۔ جس طرح کہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کے حوالوں سے گزر چکا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور بعض مشائخ احناف کے نزدیک تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا فرض ہے۔

علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: پیشانی کی مقدار چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کے کوڑا ڈالنے کی جگہ پر آئے پھر پیشاب کیا اور پیشانی کی مقدار مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا اور قرآن مجید میں مسح کی مقدار مجمل ہے اور یہ حدیث مبارکہ کا بیان ہے اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف دلیل ہے جو تین بالوں کی مقدار کا قول کرتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر بھی حجت ہے جو پورے سر کے مسح کو فرض کہتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ

ہمارے بعض اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنے کو فرض کہا ہے کیونکہ مسح کرنے کا آلہ ہاتھ ہے اور اس کی اکثر مقدار تین انگلیاں ہیں۔ (ہدایہ اولین: ص:17)

☆ قولہ ومسح براسہ واذنیہ مسحۃ واحدۃ......

یہاں پر چار بحثیں ہیں:

1-کانوں کا مسح کرنا ہے یا دھونا ہے 2-کانوں کا مسح کرنا واجب ہے یا سنت ہے
3-کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی مسنون ہے یا نہیں 4-کان مستقل ہیں یا سر کے جز ہیں۔

پہلی بحث

آئمہ اربعہ کے نزدیک کانوں کا مسح کرنا ہے۔
داؤد ظاہری اور امام زہری کے نزدیک کانوں کو دھونا ہے۔
اور شعبی اور حسن بن صالح کے نزدیک کانوں کا حکم دھونا اور مسح دونوں ہے یعنی دونوں کانوں کا وہ حصہ جو چہرہ کی جانب ہے اس کو دھونا ہوگا چہرہ کے دھونے کے ساتھ اور ما ادبر من الاذنین کا مسح ہوگا کانوں کے ساتھ ہوگا۔

دوسری بحث

جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کانوں کا مسح سنت ہے۔
اور امام احمد کے نزدیک واجب ہے۔

تیسری بحث

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی سنت ہے۔
اور احناف کے نزدیک کانوں کا مسح سر کے پانی کے ساتھ سنت ہے۔
حافظ ابن القیم نے فرمایا کہ
نبی کریم ﷺ سے کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی ثابت نہیں ہے۔
اسی طرح باب کی آخری حدیث
الاذنان من الراس
ہماری دلیل ہے۔
اب سوال یہ ہے کہ
احناف کے نزدیک نیا پانی مستحب ہے یا نہیں۔
تو جواب یہ ہے کہ
اس میں ہمارے فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔
مراقی الفلاح میں لکھا ہے: یہ مستحب ہے۔
اور فتح القدیر میں لکھا ہے: **لا یستحب**

اور اسی طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے۔

چوتھی بحث

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کان سر کا جزو ہیں۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستقل عضو ہیں۔

اور داؤد ظاہری اور امام زہری کے نزدیک کان چہرہ کا جز ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دلیل میں یہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لیا لہٰذا وہ مستقل عضو ہوئے اور حدیث الاذنان من الراس کو مرفوعاً ثابت نہیں مانتے۔

کہتے ہیں کہ موقوف ہے۔

امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں: اگرچہ وہ جز راس ہیں مگر نیا پانی کانوں کے مسح کے لئے اس وجہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

اور داؤد ظاہر اور امام زہری دلیل میں یہ فرماتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ میں یہ دعا ثابت ہے۔

سجدو جهی للذی خلقه وشق سمعه وبصره

اس حدیث مبارکہ میں سمع اور بصر دونوں کی اضافت وجہ کی طرف کی گئی ہے لہٰذا سمع وبصر چہرہ کا جز ہوئے۔

☆ **قوله ثم القم ابهاميه ما اقبل من اذنيه......**

یہاں پر ایک نئی بات آئی ہے وہ یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ چہرہ کے دھونے کے ساتھ اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کا لقمہ بنایا یعنی جس طرح لقمہ کو منہ میں داخل کرتے ہیں اسی طرح انگوٹھوں کو کانوں میں داخل کیا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ما اقبل من الاذنین کا مسح چہرے دھونے کے ساتھ کیا جس طرح کہ اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے جمہور کی جانب سے اس کا جواب یہی ہوگا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے احیاناً بیان جواز کے لئے اس طرح کیا ورنہ مسنون طریقہ تو وہی ہے جو روایات کثیرہ مشہورہ میں آیا ہے۔

سوال

اب سوال یہ ہے کہ فرائض وضو کی تعداد کیا ہے۔

جواب

اس میں اختلاف ہے کہ فرائض وضو کی تعداد کیا ہے۔

صاوی حاشیہ جلالین میں آیت وضو کے تحت لکھا ہے کہ فرائض وضو احناف کے نزدیک صرف چار ہیں جو آیت میں مذکور ہیں۔

یعنی تین اعضاء کو دھونا اور سر کا مسح کرنا۔

اور شافعیہ کے نزدیک فرائض وضو کل چھ ہیں۔

چار تو وہی فرائض قرآنیہ ہیں اور دو اس کے علاوہ نیت اور ترتیب ہے۔

مالکیہ کے نزدیک فرائض وضو سات ہیں۔

چار تو وہی فرائض قرآنیہ، پانچواں نیت، چھٹا مولاۃ اور سات دلک ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک وضو سے پہلے وضو کی نیت کرنا بھی فرض ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

غسل اور وضو سے اس وقت تک طہارت حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ نیت نہ کرے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے۔

نیز تیمم بغیر نیت کے جائز نہیں ہے اور یہ دونوں طہارتیں ہیں تو دونوں کا حکم مختلف کیسے ہوگا۔

امام احمد اور امام مالک کے نزدیک نیت طہارت کی شرط ہے۔ (مغنی: ج:1 ص:78) (الحاوی الکبیر: ج:1 ص:100)

اعمال کا دارومدار صرف نیت پر ہے۔

اس حدیث مبارکہ کا یہ معنی نہیں ہے کہ

تمام اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے ورنہ لازم آئے گا کہ بیع، شراء، نکاح، طلاق، رد اور قبول کوئی چیز بھی نیت کے بغیر صحیح نہ ہو اس لیے حدیث کا معنی یہ ہے کہ تمام اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے لہٰذا اگر طہارت کے قصد کے بغیر کوئی شخص بارش میں نہالیا تو اس کا غسل اور وضو صحیح ہوگا اور اس سے نماز صحیح ہوگی اگرچہ طہارت کا ثواب اس کی نیت سے ملے گا۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ

وضو میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

وضو، غسل اور تیمم سب میں پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔

کیونکہ امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو نہ کرے اس کی نماز نہیں ہو گی اور جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہو گا۔

پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ

وضو طہارت ہے اور باقی طہارتوں کی طرح اس میں بھی بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے اور اس حدیث میں وضو کی نفی نفی کمال پر محمول ہے جیسے آپ نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی اور دوسری روایت اس حدیث کے ظاہر معنیٰ پر محمول ہے اگر اس نے عمداً بسم اللہ کو ترک کیا تو وضو نہیں ہو گا اگر بھول گیا تو وضو ہو جائے گا۔ (المغنی: ج:1،ص:74)

امام شافعی کے نزدیک اعضاء وضو میں وہ ترتیب بھی فرض ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے یعنی پہلے چہرہ دھوئے پھر ہاتھ پھر سر کا مسح کرے اور پھر پیروں کو دھوئے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں: ہماری دلیل اس آیت میں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ

اور فا تعقیب اور تاخیر کا تقاضا کرتی ہے۔

امام احمد کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (الحاوی الکبیر: ج:1،ص:168)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو میں ترتیب وضو نہیں ہے کیونکہ ان کے درمیان حرف واؤ کے ساتھ عطف کیا گیا ہے اور واؤ مطلقاً جمع کے لئے آتی ہے۔

نیز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں خواہ کسی عضو کے ساتھ وضو کی ابتداء کروں۔ (سنن کبریٰ للبیہقی: ج:1،ص:87)

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم وضو میں ہاتھوں سے پہلے پیروں کو دھوؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:1،ص:39)

نیز جب بے وضو کی نیت سے نہر یا دریا میں غسل کرے تو ترتیب ساقط ہو جائے گی اور بالاتفاق اس کا وضو ہو جائے گا۔

امام مالک کے نزدیک موالات فرض ہے بشرطیکہ اس کو یاد ہو اور کوئی عذر نہ ہو اور امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک موالات فرض نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال اس آیت میں لفظ فا سے ہے کیونکہ فاء ترتیب علی الفور کے لئے آتی ہے۔

(بدایۃ المجتہد: ج:1،ص:12)

اور جمہور کا استدلال لفظ واؤ سے ہے کیونکہ واؤ مطلقاً جمع کے لئے آتی ہے اور ان اعضاء کے درمیان واؤ کے ساتھ عطف

کیا گیا ہے۔

دوسری دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح وضو کیا جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے ہیں مگر پیروں کو نہیں دھویا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجاء کیا اور جو ناگوار چیز لگی تھی اس کو صاف کیا پھر تمام جسم پر پانی ڈالا اس کے بعد ایک طرف ہو کر اپنے پیروں کو دھویا یہ آپ کا غسل جنابت تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 249)

اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیروں کے دھونے کو باقی اعضاء سے موخر کر دیا۔

اس سے واضح ہو گیا کہ

وضو میں موالات فرض نہیں ہے۔

☆ **قولہ عن حمران بن ابان مولیٰ عثمان بن عفان قال رایت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ**

سب سے مقدم مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالہ سے مسانید عثمان رضی اللہ عنہ کو بیان فرمایا ہے اس کے بعد مسانید حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیان فرمایا۔ ان دونوں کی روایت کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مفصلاً ذکر کیا ہے۔ وضو کے اکثر مسائل اور اختلافات آئمہ انہی دو روایات میں آگئے ہیں۔

☆ **حدثنا محمد بن مثنیٰ**

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کا طریق ثانی ہے۔

پہلی سند میں حمران سے روایت کرنے والے عطا تھے اور اس میں ان سے روایت کرنے والے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن ہیں۔

☆ **قولہ فذکر نحوہ**

ذکر کی ضمیر ابوسلمہ کی طرف راجع ہے جو طریق ثانی کے راوی ہیں اور نحوہ کی ضمیر عطاء کی طرف راجع ہے جو طریق اول میں مذکور ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ابوسلمہ اور عطا دونوں کی روایت کے الفاظ میں جو کمی اور زیادتی ہے اس کو بیان کرنا ہے۔

☆ **قال ابوداؤد رواہ وکیع عن اسرائیل قال توضا ثلاثا قط**

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس سے لفظ مذکور یعنی ومسح راسہ ثلاثا کی تضعیف ہے اور وہ یوں کہ لفظ مذکورہ کو اسرائیل سے نقل کرنے والے اس سند میں یحییٰ بن آدم ہیں۔ اصل میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ اسی حدیث مبارکہ کو وکیع نے اسرائیل سے یحییٰ بن آدم کے خلاف نقل کیا ہے۔ وکیع کی روای میں لفظ مذکور نہیں ہے بلکہ وہ روایت مجمل ہے اس میں صرف توضا ثلاثا ہے اور وکیع کی روایت یحییٰ کی روایت سے راجح ہے کیونکہ وکیع یحییٰ سے اقوی ہیں اور دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یحییٰ روایت

عثمان کی احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ جس طرح کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ پہلے فرما چکے ہیں۔ اس تشریح سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ لفظ متن میں قط سکون طاء کے ساتھ ہے بمعنی فقط اور تشدید طاء کے ساتھ نہیں ہے۔

☆ حدثنا مسدد

پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایات کا سلسلہ چل رہا تھا اب یہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ

اس باب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ سے نو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کی تخریج کی ہے۔

1- حضرت عثمان غنی 2- حضرت علی 3- عبداللہ بن زید بن عاصم

4- مقدام بن معدیکرب 5- معاویہ بن ابی سفیان 6- ربیع بنت معوذ بن عفراء

7- جد طلحہ 8- عبداللہ بن عباس 9- اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم

☆ حدثنا الحسن بن علی الخ قولہ ثم ساق قریبا من حدیث ابی عوانه

یہاں پر ساق کی ضمیر زائدہ کی طرف راجع ہے دراصل اس حدیث کا مدار خالد بن علقمہ پر ہے پھر علقمہ کے متعدد تلامذہ ہیں پہلے ابوعوانہ آئے تھے اور یہاں پر ان کے شاگرد زائدہ ہیں۔

اصل میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ زائدہ راوی نے حدیث اسی طرح بیان فرمائی جس طرح ابوعوانہ نے بیان فرمائی تھی۔

☆ حدثنا محمد بن المثنی الخ قولہ قال ناشعبة قال سمعت مالك بن عرفطة

شعبہ خالد کے تیسرے شاگرد ہیں مگر ان سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے اپنے استاذ کے نام کی بجائے خالد بن علقمہ کے مالک بن عرفطہ بیان کیا۔

شعبہ کی روایت نسائی میں بھی ایسے ہی ہے۔

امام نسائی نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق فرمایا:

☆ قال ابوعبدالرحمن هذا خطأ والصواب خالد بن علقمه

قال ابوداؤد و حدیث ابن جریج عن شیبة الخ

حجاج بن محمد کے طریق میں ابن جریج کے استاذ اور ہیں اور ابن وہب کے طریق میں ابن جریج کے استاذ دوسرے ہیں۔

حجاج بن محمد کی سند اس طرح ہے۔

عن حجاج بن محمد عن ابن جریج عن شیبة عن ابی جعفر

عن ابیه عن جده عن علی

اور ابن وہب کی اس طرح ہے۔

عن ابن وهب عن ابن جریج عن محمد بن علی بن حسین عن ابیه عن جده عن علی ۔

حجاج کی روایت کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے۔

☆ حدثنا عبدالله بن مسلمة

یہاں سے عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہما کی مسانید کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

حدثنا احمد بن محمد بن حنبل

اب یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ مقدام بن معدیکرب کی مسانید کو ذکر کر رہے ہیں۔

حدثنا مؤمل بن الفضل الخ قوله فلما بلغ رأسه غرف غرفة......

یہاں سے پانچویں صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ذکر فرما رہے ہیں۔

حدثنا مسدد الخ قوله عن الربیع بنت معوذ بن عفراء

یہاں سے ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا کی روایات کو بیان فرما رہے ہیں۔

حضرت ربیع کے والد محترم معوذ بھی صحابی ہیں اور عفراء معوذ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے یہ نسبت الی الام ہے یہ بھی صحابیہ ہیں اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حارثہ بن رفاعہ ہے حضرت معوذ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں ابوجہل کو قتل کرنے والوں میں آپ رضی اللہ عنہ کا شمار ہے۔

جنگ بدر میں شہادت نوش فرما گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی جن کا نام معاذ ہے وہ بھی ابوجہل کے قتل میں اپنے بھائی کے ساتھ تھے۔

یہ عفراء بہت مبارک خاتون ہیں۔

کہا گیا ہے کہ

یہ پہلے حارث بن رفاعہ کے نکاح میں تھیں۔

حارث سے ان کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔

1-حضرت معاذ 2-حضرت معوذ 3-اور عوف رضی اللہ عنہم

پھر حارث کے بعد انہوں نے بکیر بن یالیل سے شادی کی تو چار لڑکے پیدا ہوئے۔

1-ایاس 2-عاقل 3-خالد 4-اور عامر رضی اللہ عنہم

یوں کل سات بیٹے ہو گئے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ
یہ ساتوں جنگ بدر میں شریک ہوئے یہ خصوصیت کسی اور صحابی یا صحابیہ کو حاصل نہیں ہے۔
قولہ حدثنا اسحاق بن اسماعیل الخ قولہ یغیر بعض معانی بشر
یغیر کی ضمیر سفیان کی طرف راجع ہے یعنی سفیان نے حدیث کے مضمون میں تغیر کر دیا بعینہٖ وہ مضمون نہیں ذکر کیا جو بشر نے کیا تھا۔ حدیث ربیع کو امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد طرق سے ذکر فرمایا ہے اور سب کا مدار عبداللہ بن محمد بن عقیل پر ہے چنانچہ پہلی سند میں ان کے شاگرد بشر بن المفضل تھے اور اس دوسری سند میں سفیان ہیں اور آگے تیسری سند میں ان کے شاگرد ابن عجلان آ رہے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ابن عقیل کے تلامذہ کی روایات میں جو فرق ہے اس کو بیان کرنا ہے۔
☆ **حدثنا محمد بن عیسیٰ الخ قولہ عن جدہ**
یہاں سے ساتویں صحابی جد طلحہ کی حدیث ذکر فرمائی جا رہی ہے۔
☆ **حدثنا سلیمان بن حرب الخ قولہ من ابی امامہ**
یہ اس باب کی آخری حدیث ہے جس کے راوی کا نام حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ہے۔ اس میں اختلاف آ رہا ہے کہ یہ ابوامامہ کون سے ہیں۔ کیونکہ ابوامامہ دو ہیں۔
1- ایک ابوامامہ الباہلی جن کا نام صدی بن عجلان ہے جو بالاتفاق صحابی ہیں۔
2- دوسرے ابوامامہ الانصاری ہیں جن کا نام سعد بن حنیف ہے۔
ان کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے بعض ان کو تابعی کہتے ہیں اور بعض صحابی کہتے ہیں یہ حدیث مبارکہ مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے، اور صاحب مشکوٰۃ نے ان کو ابوامامۃ الانصاری کہا ہے۔ یعنی سعد بن حنیف۔
حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے صاحب مشکوٰۃ کی رائے لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ابوامامۃ الباہلی مراد ہوں۔
☆ **قولہ قال قتیبۃ عن سنان ابی ربیعۃ**
سنان ترکیب میں مبدل منہ ہے اور ابی ربیعہ اس سے بدل واقع ہے سنان راوی کا نام ہے اور ابوربیعہ کنیت ہے۔ لہٰذا سنان اور ابوربیعۃ دونوں کا مصداق ایک ہی آدمی ہو۔ اور مزید یہ کہ سنان کے والد کا نام ربیعہ ہے لہٰذا ان کو سنان بن ربیعہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اس سند میں دو استاد ہیں:
1- سلیمان بن حرب   2- قتیبہ بن سعید
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ
میرے استاد سلیمان نے روایت کرتے وقت عن سنان بن ربیعۃ کہا۔

اور قتیبہ نے عن سنان ابی ربیعۃ کہا۔ ایک صورت میں راوی کے ساتھ اس کے باپ کا نام مذکور ہوا اور ایک صورت میں بجائے باپ کے نام کے راوی کا نام اور اس کی کنیت ذکر کی گئی ہے تو ان دونوں لفظوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْوُضُوْءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

تین تین بار دھونے کے متعلق

اس باب میں اعضائے وضو کو تین بار دھونے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

116 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِیْ عَائِشَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الطُّهُوْرُ فَدَعَا بِمَاءٍ فِیْ اِنَاءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ فَاَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّاحَتَيْنِ فِیْ اُذُنَيْهِ وَمَسَحَ بِاِبْهَامَيْهِ عَلٰى ظَاهِرِ اُذُنَيْهِ وَبِالسَّبَّاحَتَيْنِ بَاطِنَ اُذُنَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا اَوْ نَقَصَ فَقَدْ اَسَاءَ وَظَلَمَ اَوْ ظَلَمَ وَاَسَاءَ

عمرو بن شعیب والد محترم اور وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! وضو کیسے کریں؟ تو نبی کریم ﷺ نے برتن میں پانی طلب فرمایا اور دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر تین بار اپنے مقدس چہرہ کو دھویا، پھر تین بار اپنی کلائیوں کو دھویا پھر اپنے سر اقدس کا مسح فرمایا اور اپنی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں داخل فرمایا اور دونوں انگوٹھوں کے ساتھ کانوں کے ظاہری جانب اور شہادت کی دونوں انگلیوں سے کانوں کے باطنی جانب کا مسح فرمایا پھر تین تین بار اپنے دونوں پاؤں اقدس کو دھویا۔ پھر ارشاد فرمایا: یہی وضو ہے جس نے اس پر زیادتی کی یا کمی کی تو اس نے برا کیا اور ظلم کیا یا ظلم کیا اور برا کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:۱ص۷۹)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے واضح معلوم ہوا کہ اعضاء کا تین تین بار دھونا سنت ہے مگر مسح صرف ایک بار ہے۔
یہ حدیث مبارکہ احناف کی قوی دلیل ہے۔

ان حدیث مبارکہ سے وضو میں تین تین بار اعضاء کو دھونا سنت قرار دیا گیا ہے۔
سب سے پہلے سنت کی تعریف اور اقسام اور شرعی حکم بیان کرتا ہوں۔
علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: سنت کا معنی یہ ہے کہ
طریقہ اور سنت النبی کا معنیٰ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ۔ (المفردات: ص:245)
علامہ ابن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں: سنت کا لغوی معنیٰ ہے۔
طریقہ اور سیرت
اور اس کا شرعی معنیٰ ہے۔
جس کام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو یا اس کو قولاً یا فعلاً مستحب قرار دیا ہو۔ (نہایہ: ج:2، ص:402)
علامہ میر سید شریف متوفی 816ھ لکھتے ہیں: سنت کا شرعی معنی ہے۔
بغیر فرضیت اور وجوب کے جو طریقہ دین میں رائج کیا گیا ہو جس کام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً کیا ہو اور کبھی کبھی ترک بھی کیا ہو وہ سنت ہے اگر یہ دوام بہ طور عبادت ہو تو یہ سنن الہدیٰ ہیں اور اگر یہ دوام بہ طور عادت ہو تو یہ سنن الزوائد ہیں۔
سنت الہدیٰ وہ ہیں جس کو قائم کرنا دین کی تکمیل کے لئے ہو اور اس کا ترک کرنا کراہت یا اساءت ہے۔
اور سنن الزوائد وہ ہیں۔
جن پر عمل کرنا مستحسن ہے اور ان کا ترک کراہت نہیں ہے اور نہ اساءت ہے جیسے اٹھنے بیٹھنے، کھانے، پینے اور لباس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، سنن ہدیٰ کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔
جس طرح کہ
اذان اور اقامت، سنت موکدہ کا مطالبہ واجب کی طرح ہے مگر واجب کے ترک پر سزا کا استحقاق ہے اور اس کے ترک پر عقاب نہیں ہے۔ (کتاب التعریفات: ص:54)
علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: بغیر لزوم کے دین میں جو طریقہ دائماً رائج کیا گیا ہو وہ سنت ہے۔
اور اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ
اس کے کرنے میں ثواب ہے اور اس کے ترک کرنے پر عتاب اور ملامت ہے اور سزا نہیں ہے۔
نیز علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فعل کو دائماً کیا ہو اور کبھی ترک نہ کیا ہو وہ سنت مؤکدہ کی دلیل اور علامت ہے جیسے رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبھی ترک نہیں کیا اور جس فعل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی ترک فرمایا وہ سنت غیر مؤکدہ کی دلیل اور علامت ہے اور جس فعل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائما کیا ہو کبھی ترک نہ فرمایا ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو وہ

وجوب کی دلیل اور علامت ہے۔ (البحر الرائق: ج:1 ص:17)

سنت کی حجت پر یہ دلائل واضح ہیں کہ جو احکام رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہیں ان کی اصل یہ آیات کریمہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:7)

اور رسول تم کو جو (احکام دیں) ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو۔

اور ارشاد فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:80)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور ارشاد فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران:31)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ سنت کے تارک کا کیا حکم ہے۔

تو اس کے جواب میں علماء کرام کے اقوال ہیں۔

علامہ سید طحطاوی لکھتے ہیں: قنیہ میں مذکور ہے کہ

سنت (موکدہ) کا تارک فاسق ہے اور اس کا منکر بدعتی ہے۔

اور تلویح میں مذکور ہے کہ

سنت مؤکدہ کو ترک کرنا حرام کے قریب ہے اور اس کا تارک شفاعت سے محروم ہونے کا مستحق ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا۔

اور شیخ زین نے شرح المنار میں لکھا ہے کہ

سنت مؤکدہ کے ترک سے گناہ گار ہو گا مگر یہ گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہو گا۔ (حاشیہ مراقی الفلاح: ص:39)

علامہ طحطاوی نے تلویح کے حوالہ سے اس حدیث مبارکہ کو ذکر کیا ہے۔

جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا۔

یہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے اور یہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے میری شفاعت ہے۔ (جامع ترمذی: ص:351)

اور سنت کا ترک گناہ کبیرہ نہیں ہے فرض کا ترک یا حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور سنت کے ترک کا گناہ ترک واجب کے گناہ سے بھی کم درجہ کا ہے۔ اگر بالفرض یہ حدیث مبارکہ ہو تو

اس کی توجیہہ یہ ہے کہ جو سنت مؤکدہ کو بہ طور اصرار ترک کرے وہ ملامت کئے جانے اور عذاب کا مستحق ہوگا لیکن سنت مؤکدہ کے ترک کا گناہ ترک واجب کے گناہ سے کم ہے۔ (ردالمحتار: ج:1، ص:252)

یہ تو سنت کا مقام ومرتبہ بتانے کے لئے تمہیداً کلام کیا ہے۔

ہمارا مقصود وضو کی سنتوں کے متعلق ہے کہ تین بار اعضاء وضو کو دھونا سنت ہے۔ سب سے پہلے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین بار ہاتھ دھولینے چاہئیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھولے کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں تین بار دھونے کا ذکر ہے اسی طرح سنن ترمذی اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں بھی ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:162، صحیح مسلم: رقم الحدیث:2781، سنن ابوداؤد:103، سنن ترمذی:24)

تین بار کلی کرنا، تین بار ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے اور پورے سر کا ایک بار مسح کرنا سنت ہے۔

عمرو بن ابی حسن نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے پانی کا ایک برتن منگوایا اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کر کے دکھایا۔ انہوں نے اس برتن سے پانی انڈیل کر تین بار ہاتھ دھوئے پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر تین بار کلی فرمائی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا، پھر ہاتھ سے پانی لے کر تین بار چہرہ دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دو مرتبہ دھویا پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر سر کا مسح کیا، ایک بار ہاتھوں کو سر کے اگلے حصہ سے پچھلے حصہ تک اور ایک بار پچھلے حصہ سے اگلے حصہ تک پھیرا۔ پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:186، صحیح مسلم: رقم الحدیث:235)

اور کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کانوں کا مسح فرمایا، کانوں کے اندر اپنی انگلیاں ڈالیں اور کانوں کی پشت پر اپنے انگوٹھے رکھے اور کانوں کے ظاہر اور باطن پر مسح کیا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:439)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اعضاء وضو کو دھونا تین بار سنت ہے اور کان کا مسح کرنا سنت ہے۔

قولہ فمن زاد علی ھذا او نقص فقد اساء وظلم...... الخ

اس حدیث مبارکہ میں دو فعل اور دو حکم ہیں۔

اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت

وہ یہ ہے کہ یہاں تقسیم ہے کہ زاد کے ساتھ ظلم اور نقص کے ساتھ اساء کا حکم لگتا ہے۔

دوسری صورت

وہ یہ ہے کہ مجموعہ حکم مجموعہ فعل پر مرتب ہو رہا ہے یعنی جس نے وضو میں زیادتی اور کمی کی مثلاً منہ چار بار دھوئے اور پاؤں دو بار دھوئے تو اس نے ظلم کیا اور برائی کی۔

تیسری صورت

ہر فعل کے ساتھ مجموعہ حکم لگتا ہے یعنی جس نے زیادتی کی اس نے ظلم بھی کیا اور برائی بھی کی اور جس نے کمی کی اس نے ظلم بھی کیا برا بھی کیا۔

لہٰذا کمی کی صورت میں سنت پر عمل نہ کر کے سنت کے ثواب سے نفس کو محروم کر کے برا کیا اور نفس اس کو اس واسطے دیا گیا تھا کہ اس کے ساتھ نیکیاں کرے لیکن اس نے نیکی نہ کر کے نفس پر ظلم کیا کیونکہ اس پر ظلم کی تعریف صادق آگئی وہ وضع الشی فی غیر محلہ ہے نیکی کرنی تھی برائی کر لی یا کہ کمی کو سنت کے اعتقاد کے ساتھ کیا تو یہ بدعت ہے اور بدعت بری بھی ہے ظلم بھی ہے اور دیکھنے والوں پر ظلم ہے وہ اس کو دیکھ کر وضو میں کمی کرنے لگ جائیں گے سنت کے ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔ بدعت کا ارتکاب کریں گے۔

یہ تھی وہ دو توجیہات جو کمی کرنے پر تھیں اب تین سے زیادتی کی توجیہات ملاحظہ ہوں۔

زیادتی کی پہلی توجیہہ یہ ہے کہ

اتعاب نفس بلا ثواب ہے یعنی تین سے زیادہ بار دھو کر اپنے آپ کو تھکا دیا اور ثواب بھی نہ پایا۔

دوسری توجیہہ یہ ہے کہ

پانی زیادہ استعمال کر کے اسراف کا گناہ کیا اور وقت ضائع کر کے قیمتی سامان ضائع کیا یعنی پانی اور وقت ضائع کر کے اپنے اوپر ظلم کیا حالانکہ ایک منٹ بھی تقرب کا ذریعہ ہے۔

یا اس حدیث مبارکہ کی توجیہہ یہ ہے کہ

جس نے تین بار دھونے کو طہارت کے لئے ناکافی جان کر زیادتی کی اس نے ظلم کیا ورنہ اگر مزید صفائی کے قصد سے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے تین بار سے زیادہ دھویا تو وہ مباح ہے اور یا جس نے تین بار دھونے کو طہارت کے لئے زائد جان کر کمی کی اس نے ظلم کیا ورنہ ایک یا دو بار دھونا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

حدثنا مسدد الخ قوله عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده

اس میں سلسلہ نسب اس طرح ہے۔
عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم
یہ تو متعین ہے کہ
ابیہ کی ضمیر عمرو کی طرف راجع ہے مگر عن جدہ میں اختلاف ہے کہ اس کی ضمیر بھی عمرو ہی کی طرف راجع ہے یا شعیب کی طرف راجع ہے۔
جد عمرو کا نام محمد ہے۔
اور جد شعیب کا نام عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہے۔
محمد تابعی ہیں اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم مشہور صحابی ہیں اگر ضمیر عمرو کی جانب راجع مانیں تو روایت مرسل ہوگی کیونکہ جد عمرو یعنی محمد تابعی ہیں اور اگر جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف راجع مانیں تو اس صورت میں روایت مسند ہوگی صحابی مذکور ہونے کی وجہ سے۔
اور مطلب یہ ہوگا کہ
شعیب روایت کرتے ہیں اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے۔
بعض محدثین جیسے کہ ابن حبان اور ابن عدی وغیرہما کو اس سند پر اشکال ہے۔
انہوں نے کہا ہے کہ
یہ سند ایک صورت میں مرسل ہے اور ایک صورت میں منقطع ہے۔ منقطع اس لیے کہ ان کے نزدیک شعیب کا سماع اپنے دادا سے ثابت نہیں ہے مگر اکثر محدثین جس طرح کہ حضرت محدثین جس طرح کہ حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت علی بن مدینی، حضرت اسحاق بن راہویہ، حضرت امام بخاری اور حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہم اس سند کو حجت مانتے ہیں۔
اور انہوں نے کہا ہے کہ
جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف راجع ہے اور شعیب کا سماع اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے لہٰذا سند منقطع نہیں ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی میں ثبوت سماع کی تصریح کی ہے۔
چنانچہ فرماتے ہیں: و شعیب قد سمع من جده عبدالله بن عمرو .
نیز امام ترمذی فرماتے ہیں کہ
و من ضعفه فانما ضعفه من قبل انه يحدث من صحيفة جده
یعنی جن لوگوں نے عمرو بن شعیب کی تضعیف کی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ فی نفسہ ضعیف ہے کہ تضعیف کرنے والے اس لیے تضعیف کرتے ہیں کہ وہ جو حدیث اس سند سے بیان کرتے ہیں یعنی عن ابیہ عن جدہ وہ از قبیل وجادہ ہے یعنی وہ اپنے

دادا کے صحیفہ سے روایت کرتے ہیں بغیر ثبوت سماع کے۔

مگر جمہور نے یہ کہا ہے کہ

ان کا اپنے دادا سے سماع ثابت ہے لہٰذا صحیفہ سے بھی نقل کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ وجادہ کے متعلق مشہور یہ ہے کہ

وہ از قبیل مرسل یعنی منقطع ہے مگر جب آئمہ فن ثبوت سماع کی تصریح کر رہے ہیں فاین الانقطاع تو انقطاع کہاں سے رہ گیا۔

تیسرا قول امام دارقطنی کا ہے وہ یہ ہے کہ

اگر سند کے اندر جدہ کا مصداق عبداللہ بن عمرو بن العاص صراحۃً مذکور ہو جس طرح کہ بعض مذکور ہے تب تو یہ سند معتبر ہے ورنہ معتبر نہیں۔

لہٰذا اس سند کے متعلق تین قول ہوئے۔

ایک قول ابن عدی و ابن حبان اور یحیٰی القطان وغیرہ کا کہ حجت نہیں۔

دوسرا قول جمہور علماء کا جس میں امام بخاری اور ان کے مشائخ ہیں کہ مطلقاً حجت ہے۔

تیسرا قول دارقطنی کا کہ ایک صورت میں حجت ہے اور ایک صورت میں نہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ
دو بار دھونے کے متعلق

اس باب میں دو دو بار وضو کرنے کے متعلق احادیث ذکر کی گئی ہیں۔

---

117 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَوْبَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْفَضْلِ الْهَاشِمِيُّ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو فرمایا۔

(صحیح ابن حبان' جز ۳' ص ۳۷۳' سنن دارقطنی جز ۱' ص ۳۵۴' سنن البیہقی الکبریٰ' جز ۱' ص ۷۹' سنن ترمذی جز ۱' ص ۷۵)

118 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا زَیْدٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ اُرِیَكُمْ كَیْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فِیْهِ مَاءٌ فَاغْتَرَفَ غَرْفَةً بِیَدِهِ الْیُمْنٰی فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ اَخَذَ اُخْرٰی فَجَمَعَ بِهَا یَدَیْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ اَخَذَ اُخْرٰی فَغَسَلَ بِهَا یَدَهُ الْیُمْنٰی ثُمَّ اَخَذَ اُخْرٰی فَغَسَلَ بِهَا یَدَهُ الْیُسْرٰی ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ نَفَضَ یَدَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا رَاْسَهُ وَاُذُنَیْهِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً اُخْرٰی مِنَ الْمَاءِ فَرَشَّ عَلٰی رِجْلِهِ الْیُمْنٰی وَفِیْهَا النَّعْلُ ثُمَّ مَسَحَهَا بِیَدَیْهِ یَدٍ فَوْقَ الْقَدَمِ وَیَدٍ تَحْتَ النَّعْلِ ثُمَّ صَنَعَ بِالْیُسْرٰی مِثْلَ ذٰلِكَ

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں آپ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ وضو دکھاؤں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے برتن میں پانی طلب کیا اور اپنے الٹے ہاتھ میں چلو پانی کا لے کر کلی فرمائی اور ناک میں پانی داخل فرمایا پھر دوسری بار پانی لیا اور دونوں ہاتھ اکٹھے فرمائے اور چہرہ اقدس کو دھویا۔ پھر دوبارہ پانی لیا اور سیدھے ہاتھ کو دھویا۔ پھر دوبارہ پانی لیا تو اس سے الٹے ہاتھ کو دھویا۔ پھر پانی کا چلو لے کر چھڑک دیا اور اس تری سے سر اور دونوں کانوں کا مسح فرمایا پھر دوسرا پانی کا چلو لے کر اپنے سیدھے ہاتھ پر گرایا اور اس پاؤں کے اندر جوتا مبارک تھا آپ نے اس پر ہاتھوں سے مسح فرمایا وہ اس طرح کہ ایک ہاتھ اور پاؤں پر اور دوسرا جوتے کے نیچے رکھا تو ایسے ہی الٹے پاؤں کا مسح فرمایا۔

(المعجم الکبیر جز ا ص ۸۰)

__تشریح:__

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ

ایک ہاتھ پاؤں کے اوپر تھا اور دوسرا ہاتھ جوتے کے نیچے تھا دوسرا ہاتھ اگر قدم کے نیچے ہوتا تب تو اشکال نہیں تھا کہ ایک چلو پانی پاؤں پر ڈالا اور جلدی سے پاؤں کو اوپر نیچے سے دونوں ہاتھوں سے مسل لیا مگر جب دوسرا ہاتھ بجائے پاؤں کے نیچے کے جوتے کے نیچے ہوگا تو پاؤں کے نیچے کا حصہ کس طرح تر ہوگا؟

اس کے شروحات میں کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔

علامہ شوکانی نے کہا ہے کہ

تحت النعل میں نعل سے مراد قدم ہی ہے لہٰذا ایک ہاتھ قدم کے اوپر اور دوسرا ہاتھ قدم کے نیچے تھا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا جواب اختیار فرمایا ہے۔

وہ یہ ہے کہ

اس صورت میں جو روایت میں مذکور ہے غسل قدم کا تو تحقق ہوگا نہیں لہٰذا انہوں نے اس حدیث کو مسح علی الخف پر محمول کیا یعنی اگرچہ اس حدیث مبارکہ میں موزے کا ذکر نہیں مگر نفی بھی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ

ایک چلو پانی پاؤں پر ڈالا اور جلدی جلدی دائیں ہاتھ سے پاؤں کو اوپر نیچے سے ملا اس طور پر کہ دوسرے ہاتھ سے پاؤں کو جوتے کے ساتھ سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً

ایک ایک بار دھونے کے متعلق

119 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِوُضُوءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّا مَرَّةً مَرَّةً

حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں آپ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی خبر نہ دوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ایک بار وضو کیا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ، جزا، ص ۸۰)

تشریح:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تین تین بار دھونے کا باب قائم فرمایا پھر دو دو بار دھونے کا باب قائم فرمایا اور اب ایک بار دھونے کا باب قائم فرمایا۔

اسی طرح تین باب امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قائم فرمائے ہیں لیکن آپ نے چوتھا بھی قائم فرمایا یعنی

باب فی الوضوء مرة و مرتین وثلث

یعنی تینوں صورتوں کو ایک ترجمہ میں جمع فرما دیا۔

پھر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچواں باب بھی قائم فرمایا کہ

باب فی من توضا بعض وضوئه مرتن و بعضه ثلثا

یعنی ایک ہی وضو میں بعض کو دو بار اور بعض کو تین بار دھونا ثابت ہے۔

مگر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صرف تین باب ترتیب کے ساتھ بیان کیے یعنی پہلے تین تین بار دھونے کا باب، پھر دو دو بار دھونے کا باب پھر ایک ایک بار دھونے کا باب۔

واللہ ورسولہٗ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم۔

بَاب فِي الْفَرْقِ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے فرق کرنے کے متعلق

اس باب میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں فرق کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

120 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ لَيْثًا يَذْكُرُ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ دَخَلْتُ يَعْنِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ وَالْمَاءُ يَسِيلُ مِنْ وَجْهِهِ وَلِحْيَتِهِ عَلَى صَدْرِهِ فَرَأَيْتُهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ

طلحہ اپنے والد محترم، دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اور پانی چہرہ انور اور داڑھی مبارکہ سے سینہ مقدسہ پر بہہ رہا تھا تو میں نے ملاحظہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی فرمانے اور ناک میں پانی داخل فرمانے میں فرق رکھا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی جز ۱ ص ۵۱، المعجم الکبیر جز ۱۹ ص ۱۸۱)

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں فرق کرنے کے متعلق باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کلام ہو چکا ہے۔

وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الِاسْتِنْثَارِ

ناک کو سنکنے کے متعلق

یہ باب ناک کو سنکنے کے متعلق ہے۔

121 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِىْ اَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْثُرْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ناک میں پانی داخل کرے پھر ناک کو سنکے۔

(صحیح ابن حبان جز۴ ص۲۸۷ صحیح البخاری جز:۱ ص۲۸۱ المؤطا: جز:۱ ص۱۹)

122 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنْ قَارِظٍ عَنْ اَبِىْ غَطَفَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَنْثِرُوْا مَرَّتَيْنِ بَالِغَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ناک کو مبالغہ دو یا تین بار سنکا کرو۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:۱ ص۴۹ مستدرک: جز:۱ ص۲۴۹ سنن ابن ماجہ جز۱ ص۴۹۵ سنن النسائی الکبریٰ جز۱ ص۸۳ مسند احمد جز۳ ص۲۶۰)

123 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ فِىْ اٰخَرِيْنَ قَالُوْا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيْطِ بْنِ صَبْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ لَقِيْطِ بْنِ صَبْرَةَ قَالَ كُنْتُ وَافِدَ بَنِى الْمُنْتَفِقِ اَوْ فِىْ وَفْدِ بَنِى الْمُنْتَفِقِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نُصَادِفْهُ فِىْ مَنْزِلِهٖ وَصَادَفْنَا عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ فَاَمَرَتْ لَنَا بِخَزِيْرَةٍ فَصُنِعَتْ لَنَا قَالَ وَاُتِيْنَا بِقِنَاعٍ وَلَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ الْقِنَاعَ وَالْقِنَاعُ الطَّبَقُ فِيْهِ تَمْرٌ ثُمَّ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ اَصَبْتُمْ شَيْئًا اَوْ اُمِرَ لَكُمْ بِشَىْءٍ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَبَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوْسٌ اِذْ دَفَعَ الرَّاعِىْ غَنَمَهٗ اِلَى الْمُرَاحِ وَمَعَهٗ سَخْلَةٌ تَيْعَرُ فَقَالَ مَا وَلَّدْتَ يَا فُلَانُ قَالَ بَهْمَةً قَالَ فَاذْبَحْ لَنَا مَكَانَهَا شَاةً ثُمَّ قَالَ لَا تَحْسِبَنَّ وَلَمْ يَقُلْ لَا تَحْسَبَنَّ اَنَّا مِنْ اَجْلِكَ ذَبَحْنَاهَا لَنَا غَنَمٌ مِائَةٌ لَا نُرِيْدُ اَنْ تَزِيْدَ فَاِذَا وَلَّدَ الرَّاعِىْ بَهْمَةً ذَبَحْنَا مَكَانَهَا شَاةً قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِىَ امْرَاَةً وَاِنَّ فِىْ لِسَانِهَا شَيْئًا يَعْنِى الْبَذَاءَ قَالَ فَطَلِّقْهَا اِذًا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لَهَا صُحْبَةً وَلِىْ مِنْهَا وَلَدٌ قَالَ فَمُرْهَا يَقُوْلُ عِظْهَا فَاِنْ يَكُ فِيْهَا خَيْرٌ فَسَتَفْعَلْ وَلَا تَضْرِبْ ظَعِيْنَتَكَ كَضَرْبِكَ اُمَيَّتَكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِىْ عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ وَبَالِغْ فِى الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِىْ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيْطِ بْنِ

صَبْرَةَ عَنْ اَبِيهِ وَافِدِ بَنِى الْمُنْتَفِقِ اَنَّهُ اَتٰى عَآئِشَةَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ قَالَ فَلَمْ يَنْشَبْ اَنْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَلَّعُ يَتَكَفَّأُ وَقَالَ عَصِيْدَةٌ مَكَانَ خَزِيرَةٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فِيْهِ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَمَضْمِضْ

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بنو منتفق کا وفد بن کر یا بنو منتفق میں ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس کی طرف چلا۔ پس جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ اپنے مقدس گھر میں تشریف فرما نہیں تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے ہمارے لیے حریرہ کا حکم فرمایا تو وہ ہمارے واسطے تیار کیا گیا اور پلیٹ بھی لائی گئی۔ قتیبہ نے پلیٹ اور کھجوروں کا تذکرہ نہ کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ لوگوں کو کچھ کھلایا گیا یا کسی چیز کا حکم فرمایا گیا ہے۔ ہم نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر تھے کہ ایک چرواہا بکریوں کو لے کر وہاں سے گزرا جو چراگاہ کی جانب لے کر جا رہا تھا اس کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ بھی تھا جو پی رہا تھا۔ ارشاد فرمایا: اے فلاں! کیا بچہ جنا ہے۔ اس نے عرض کیا: چرنے والا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ایک بکری ہمیں اس کے عوض ذبح کر دیجئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس کو خود کے لئے نہ سمجھ لینا بلکہ اس کو ہمارے واسطے ذبح کرنا ہے۔ ریوڑ میں سو بکریاں ہیں اور ہم ان کے اندر زیادتی نہیں کرنا چاہتے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی جگہ ہم بکری کو ذبح کروا دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میری زوجہ فحش گو ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کو طلاق دے دو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم نے کافی عرصہ اکٹھے گزر بسر کی ہے اور اس سے میرے بچے بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تم اس کو نصیحت کرو پس اگر اس کے اندر کچھ خیر ہوگی تو وہ سمجھ جائے گی اور اپنی زوجہ کو باندی جیسا نہ مارنا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے وضو کے بارے میں ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وضو کو پورا کیا کرو اور انگلیوں کے درمیان خلال کیا کرو اور ناک کو مبالغے کے ساتھ پانی کے ساتھ دھویا کرو مگر یہ کہ تمہیں روزہ ہو (یعنی روزہ میں اس طرح نہ کرنا)

عاصم بن لقیط بن صبرہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ آپ بنی منتفق کا وفد لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آگے اسی معنی کی روایت نقل کر کے فرمایا کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ آگے کی جانب جھک کر تشریف لائے اور خزیرہ کی جگہ عصیدہ فرمایا۔ ابن جریج نے اس طرح روایت بیان کر کے فرمایا کہ جب وضو کرو تو کلی کیا کرو۔

(السنن الکبری للبیہقی: جز ۱ص ۳۰۲، مستدرک: جز ۴ص ۱۲۳، صحیح ابن حبان جز ۳ص ۳۳۲، شرح السنۃ: جز ۱ص ۶۱)

تشریح:

☆ قوله وخلل بين الاصابع

انگلیوں میں خلال کرنے کا مسئلہ اختلافی ہے۔

مالکیہ کے نزدیک ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرنا واجب ہے اور پاؤں کی انگلیوں کا مستحب ہے اور احناف اور شوافع کے نزدیک ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال سنت ہے الا اذا كانت الاصابع مضمضة فحينئذ يجب التخليل

اور امام احمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو قول ہیں۔

ایک مثل جمہور کے اور یہی ان کے نزدیک اصح ہے جس طرح کہ مغنی میں لکھا ہوا ہے۔

اور دوسری روایت امام احمد سے یہ ہے کہ

انگلیوں کا خلال مطلقاً ہاتھوں اور پاؤں دونوں کا واجب ہے۔

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: انگلیوں کے جوڑ دھونا مستقل سنت ہے یہ وضو کے ساتھ مختص نہیں، کانوں کے سوراخ میں جو میل ہوتا ہے اس کو نکال کر کان صاف کرنا بھی اس کے ساتھ لاحق ہے اس طرح ناک کے اندر جو میل ہوتا ہے پسینہ اور گرد و غبار کی وجہ سے جسم کے جس حصہ پر بھی میل ہو اس کو صاف کرنے کا یہی حکم ہے۔

اور ترمذی میں خلال کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ وارد ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرو۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 39)

قوله حدثنا عقبة بن عكرم الخ قوله فلم ينشب......

یہ لقیط بن صبرہ کی حدیث مبارکہ کا دوسرا طریق ہے۔ پہلے طریق میں اسماعیل بن کثیر سے روایت کرنے والے یحییٰ بن سلیم تھے اور یہاں ان سے روایت کرنے والے ابن جریج ہیں۔ یہ زیادتی ابن جریج کے طریق میں ہے طریق سابق میں نہیں ہے یعنی راوی کہتا ہے کہ کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ ہمیں مکان پر پہنچے ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلد ہی تشریف لے آئے۔ واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب تَخْلِيلِ اللِّحْيَةِ

خلال داڑھی کے متعلق

یہ باب داڑھی کے خلال کرنے کے متعلق ہے۔

124 - حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ يَعْنِي الرَّبِيعَ بْنَ نَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ الْمَلِيحِ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ زَوْرَانَ عَنْ اَنَسٍ يَعْنِي ابْنَ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا تَوَضَّاَ اَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَاَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ وَقَالَ هٰكَذَا اَمَرَنِيْ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَالْوَلِيدُ بْنُ زَوْرَانَ رَوٰى عَنْهُ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ وَاَبُوْ الْمَلِيحِ الرَّقِّيُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو چلو پانی کا لے کر ٹھوڑی کے نیچے لگا کر داڑھی مقدسہ کا خلال فرماتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے رب عزوجل نے مجھے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ولید بن زوران نے حجاج بن حجاج اور ابوالملیح الرقی سے روایت کیا ہے۔

(السنن الکبری للبیہقی: جز ا ص ۵۴، المعجم الاوسط: جز ۳ ص ۲۲۱، شرح السنۃ: جز ا ص ۶۶)

تشریح:

یہاں پر دو مسئلے ہیں۔

ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ وضو میں داڑھی کا حکم مسح ہے یا دھونا اور دوسرا مسئلہ داڑھی کے خلال کا ہے۔

پہلا مسئلہ

داڑھی کی دو قسمیں ہیں:

1-خفیفہ 2-کثہ

خفیفہ وہ ہے جس میں سے چہرہ کی کھال نظر آئے۔

اس کا حکم ہے۔

یجب غسل ماتحتها

یعنی ایسی صورت میں چہرہ کی کھال کو تر کرنا ضروری ہے۔

داڑھی کو تر کرنا کافی نہیں ہے۔

اور جب (کثہ) یعنی کثیر داڑھی یعنی گھنی داڑھی تو اس میں دھونا فرض ہے۔ مگر اس لیے وہ داڑھی مراد ہے جو خدین اور

ذقن کے محاذات میں ہو۔ مسترسل حصہ اس میں داخل نہیں اس کا دھونا ضروری ہے نہ کہ مسح کرنا یہی امام نووی، جمہور علماء، آئمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔

تشریح:

رہا دوسرا مسئلہ کہ داڑھی کا خلال کرنا تو اس میں بھی اختلاف ہے۔ آئمہ ثلاثہ، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وضو میں سنت خلال سنت ہے اور غسل جنابت میں خلال واجب ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک کسی میں فرض نہیں بلکہ مستحب ہے اور حسن بن صالح اور ابوثور اس کے قائل ہیں کہ داڑھی کا خلال وضو اور غسل دونوں میں فرض ہے۔

ابوثور اور حسن بن صالح کی دلیل یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی میں ڈال کر خلال کیا۔

فخلل به لحيته وقال هكذا امرى ربى ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ

فاطهروا کا تعلق اعضاء ظاہرہ سے اور داڑھی کا اندرونی حصہ اعضاء باطنہ سے ہے۔

اور احناف کی دلیل وہی ہے جو مضمضہ اور استنشاق کے وجوب کی ہے کہ صغیہ مبالغہ کا ہے اور داڑھی کے دو اعتبار ہیں۔

بال ادھر ادھر کریں تو کھال دکھائی دیتی ہے نہ کریں تو نظر نہیں آتی لہٰذا مبالغے کے پیش نظر غسل میں خلال واجب ہے اور وضو میں سنت ہے۔

اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ داڑھی میں خلال کرتے تھے۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: 39)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ

عمامہ پر مسح کرنے کے متعلق

اس باب میں عمامہ پر مسح کرنے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

---

125 – حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا

قَدِمُوا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّمْسَحُوْا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِيْنِ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا پس ان کو ٹھنڈک پہنچی۔ تو جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پگڑیوں اور موزوں پر مسح کرلیا کرو۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز ۱ ص ۶۲ شرح السنۃ جز ۱ ص ۶۶ مسند احمد جز ۴۵ ص ۳۶۴)

126 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ مَعْقِلٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ فَاَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے ملاحظہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر قطری عمامہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ہاتھ کو عمامہ کے نیچے داخل فرما کر مقدس سر کے اگلے حصہ پر مسح فرمایا اور عمامہ مقدسہ کے بندھن کو نہ ٹوٹنے دیا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز ۱ ص ۶۰ مستدرک جز ۱ ص ۲۷۵ سنن ابن ماجہ جز ۲ ص ۱۹۵ معرفۃ السنن جز ۱ ص ۱۹۷)

تشریح:

عمامہ کے اوپر مسح کرنے میں اختلاف ہے۔

حنابلہ اور ابوثور کے نزدیک سر پر مسح کرنا جائز ہے۔

اور جمہور علماء، آئمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف عمامہ پر مسح کرنا کافی نہیں اور نہ اس سے فرض مسح ادا ہوگا۔

امام احمد کی دلیل یہ ہے کہ

امرهم ان يمسحوا على العصائب

یعنی ان کو حکم دیا کہ پگڑیوں پر مسح کیا کرو۔

لہٰذا عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے۔

جمہور علماء کی دلیل یہ ہے کہ

قرآن مجید میں سر کا ذکر ہے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ اور پگڑی سر کا غیر ہے اس لیے صرف پگڑی پر مسح کرنا کافی نہیں کیونکہ مسح علی العمامہ مسح راس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

نیز اگر عمامہ کا مسح ہوتا تو سر کے مسح کا نائب ہوتا اور نائب اور اصل جمع نہیں ہوسکتے۔

عمامہ پر مسح کی روایات کے جمہور کی جانب سے متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔

1-یہ احادیث معلل ہیں۔

فرمایا: **قاله مولنا عبدالحی قلت لکن قال ابن العربی صحیحة لاغبار علیها ۔**

2-امام محمد رحمۃ اللہ علیہ موطا میں فرماتے ہیں۔

بلغنا ان المسح علی العمامة کان ثم ترک

3-حدیث مبارکہ میں راوی کی طرف سے اختصار ہوا ہے۔

بعض صحیح روایات میں مسح علی العمامہ کے ساتھ مسح علی الناصیہ بھی مذکور ہے۔ جس طرح کہ مغیرہ بن شعبہ کی حدیث مبارکہ میں جو اسی کتاب میں باب المسح علی الخفین میں آئے گی۔

جس کے لفظ یہ ہیں۔

کان یمسح علی الخفین وعلی ناصیة وعلی عمامته

نیز مسلم میں بھی یہی الفاظ موجود ہیں۔

4-عمامہ سے مراد ماتحت العمامہ ہے، حال بول کر محل مراد لیا گیا ہے۔ اطلاق اسم الحال علی المحل کے قبیل سے ہے چنانچہ اسی باب کی دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آرہا ہے۔

فادخل یده من تحت العمامة

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر عمامہ اتارے ہوئے عمامہ کے نیچے ہاتھ داخل کر کے سر کا مسح فرمایا۔

5-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے مسح کے بعد عمامہ کو درست فرمایا ہوگا **فظن التسویة مسحاً**

تو اس سے دیکھنے والے نے دور سے یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسح فرما رہے ہیں۔ **واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم**

بَاب غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ
پاؤں کو دھونے کے متعلق

اس باب میں پاؤں کو دھونے کے متعلق حدیث بیان فرمائی گئی ہے۔

127 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ

يَدْلُكُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهٖ

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ فرمایا کہ جب آپ ﷺ وضو فرماتے تو دونوں پاؤں اقدس کی انگلی کو چھنگلی مقدسہ سے ملتے۔

(السنن الکبری للبیہقی: ج۱ ص ۷۶، المعجم الکبیر ج۲۰ ص ۳۰۶، سنن ابن ماجہ ج۲ ص ۴۳، سنن ترمذی ج۱ ص ۶۹، مسند احمد ج۶: ۳ ص ۲۲۸، شرح السنۃ للبغوی: ج۱ ص ۷۶)

تشریح:

پاؤں کو دھونے میں چار مذاہب مشہور ہیں۔

1- آئمہ اربعہ کے نزدیک پاؤں کو دھونے کا حکم ہے۔

2- فرقہ امامیہ کے نزدیک پاؤں کا مسح کرنا ہے بلکہ انہوں نے تو یہاں تک بھی کہا ہے کہ غسل جائز نہیں۔

3- حسن بصری محمد بن جریر اور ابو علی برائی کے نزدیک تخییر بین الغسل والمسح ہے۔

4- ظاہریہ کے نزدیک جمع بین الغسل والمسح ضروری ہے۔

یہاں یہ یاد رہے کہ محمد بن جریر طبری دو ہیں۔

1- ایک تو وہی ہیں جن کی تفسیر مشہور و معروف ہے یہ تو ہیں اہل سنت و جماعت سے۔

2- ایک ابن جریر طبری اہل تشیع میں سے ہیں اور یہ دونوں صاحب تفسیر ہیں۔

حافظ ابن القیم کی رائے یہ ہے کہ

ابن جریر طبری جو پاؤں کے مسح کے قائلین میں سے ہیں یہ سنی نہیں ہے بلکہ ابن جریر شیعہ ہے۔ بہر حال ہمارا مقصود اس میں یہ ہے کہ شیعوں کے نزدیک پاؤں کا مسح کرنا ہے اور آئمہ اربعہ کے نزدیک دھونا ہے۔ اب ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ پیروں پر مسح کرنے کے قائل ہیں انہوں نے قرآن مجید میں جر (زیر) کی قرأت سے استدلال کیا ہے۔

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ

اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

اس آیت میں ممسوح کا ممسوح پر عطف ہے۔

وضو کے چار اعضاء ہیں۔

دو اعضاء کو دھویا جاتا ہے اور دو پر مسح کیا جاتا ہے۔ مسح کے قائلین درج ذیل روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی کہ حجاج نے خطبہ میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہروں، ہاتھوں اور پیروں کو دھونے کا حکم

دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور حجاج نے جھوٹ بولا۔

پھر انہوں نے پڑھا:

وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ

اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مسح کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگ اس کا انکار کر کے دھوتے ہیں۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اس طرح مکمل وضو نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت تک اس کی نماز مکمل نہیں ہوگی وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سر اور پیروں پر مسح کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے وضو کیا تو انہوں نے ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں پاؤں پر چھڑکا جس میں ان کی جوتی تھی پھر انہوں نے اس پر مسح کیا پھر دوسرے پاؤں پر اسی طرح عمل فرمایا۔

قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں جر کی قرأت اور احادیث مذکورہ کے علاوہ شیعہ علماء ایک عقلی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں جو اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں تیمّم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے اگر وضو میں پاؤں کا دھونا اصل ہوتا تو تیمم میں پاؤں پر مسح کیا جاتا اور جب کہ تیمم میں پاؤں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وضو میں پاؤں پر مسح کرنا ہی اصل ہے۔ (المجموع شرح المہذب: ج:1، ص:418)

شیعوں کے قرآنی آیت سے استدلال کا جواب یہ ہے۔

اصل میں اَرۡجُلَكُمۡ میں دو قرأتیں ہیں۔

1- بالجر 2- بالنصب

دو قرأتیں دو آیات کے حکم میں ہوتی ہیں۔ دونوں کا الگ معنیٰ اور محل ہوتا ہے یہاں بھی دو معنیٰ ہیں جس طرح کہ دو

قرأتیں ہیں۔ پاؤں کی حالتیں بھی دو ہیں۔
جر والی قرأت کا عطف رؤس پر ہے۔
پاؤں کی بھی دو حالتیں ہیں۔
موزے میں ملبوس اور موزے سے خالی یعنی ننگے، جب پاؤں ننگے ہوں تو نصب والی قرأت پر عمل کر کے پاؤں کو دھونا ضروری ہوگا جب موزے پہنے ہوئے ہوں تو جر والی قرأت پر عمل کر کے پاؤں پر مسح کریں گے۔
معلوم ہوا کہ
پاؤں کا اصل حکم دھونا ہے اگر موزوں میں ملبوس ہو جائیں تو مسح کرنا ہوگا۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ
یہ آیت محاورہ عرب پر ہے۔
وہ محاورہ یہ ہے کہ
دو فعل قریب المعنیٰ ہوں، ہر ایک متعلق بھی ہو تو ایک فعل کو حذف کر کے اس کے متعلق کو دوسرے فعل کے ساتھ ذکر کر دینے سے معنیٰ آسانی سے سمجھ آجاتا ہے اور اختصار بھی ہو جاتا ہے۔
جس طرح کہ
علفتھا تبناً وماء بارداً
جو اصل میں اس طرح تھا۔
علفتھا تبناً واشربتھا ماء بارداً
میں نے اس کو بھوسہ کھلایا اور ٹھنڈا پانی پلایا۔
دوسری مثال
متقلداً سیفاً و رمحاً
جو اصل میں
متقلداً سیفاً و اخذا رمحاً ہے۔
تو اسی طرح آیت بھی اصل میں وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ واغسلوا وَاَرْجُلَکُمْ تھی۔ چونکہ مسح اور غسل قریب المعنیٰ ہیں تو واغسلوا کو حذف کر کے اس کے متعلق کو اَرْجُلَکُمْ کے متعلق کے ساتھ ملا دیا ہے۔
تیسرا جواب یہ ہے کہ
اس پر جر جوار کی بناء پر ہے۔

اس کی مثال یہ ہے۔

اِنِّیۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ○ (ھود:26)

بے شک میں تم پر دردناک عذاب کے دن کا خوف رکھتا ہوں۔

اس آیت کریمہ میں الیم عذاب کی صفت ہے اس اعتبار سے اس پر نصب (زبر) ہونی چاہئے تھی لیکن چونکہ اس کے جوار میں عذاب پر جر ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی اس کو جر جوار کہتے ہیں۔

اس جر جوار کی دوسری مثال یہ ہے۔

ایک اسم منصوب ہوتا ہے اور اس کا مقارن اسم مجرور ہوتا ہے پڑوس اور مقارنت کا لحاظ رکھ کر اس منصوب کے نصب کو جر سے بدل دیتے ہیں اور معنیٰ نصب والا باقی رہتا ہے جس طرح کہ

من ملك ذا رحم محرم .

اصل میں محرما ہے کیونکہ ذا کی صفت ہے وہ منصوب ہے مگر پڑوسی رحم کی وجہ سے مجرور پڑھا جاتا ہے آیت میں بھی اَرۡجُلَکُمۡ منصوب تھا بِرُءُوۡسِکُمۡ کی مقارنت سے اس پر جر پڑھی جاتی ہے معنیٰ منصوب والا ہوگا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

اَرۡجُلَکُمۡ کا عطف بِرُءُوۡسِکُمۡ پر ہے اور اس سے پہلے وَامۡسَحُوۡا مقدر ہے مگر وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ مسح کا معنیٰ حقیقی مراد ہے یعنی گیلا ہاتھ پھیرنا اور وَامۡسَحُوۡا بارجلکم میں مسح کا مجازی معنیٰ مراد یعنی دھونا۔

اہل عرب کہتے ہیں کہ

مسح المطر الارض

بارش نے زمین کو دھو ڈالا۔

سو مسح مجازاً دھونے کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔

معطوف علیہ میں حقیقت اور معطوف میں مجاز مراد ہوسکتا ہے۔

قرآن مجید میں اس کی نظیر یہ آیت ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡتُمۡ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیۡ سَبِیۡلٍ حَتّٰی تَغۡتَسِلُوۡا ؕ (نساء:43)

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مسجد کے قریب جاؤ حتیٰ کہ تم غسل کرلو مگر یہ کہ تم نے رستہ عبور کرنا ہو۔

اس آیت کریمہ میں وَلَا جُنُبًا کا عطف لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ پر ہے اور اس سے پہلے بھی لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ مقدر ہے

مگر معطوف علیہ میں الصلوۃ کا معنی حقیقۃً مراد ہے یعنی نماز اور معطوف میں الصلوۃ کا معنیٰ مراد ہے اور وامسحوا برجلکم میں مسح کا مجازی معنیٰ مراد ہے یعنی دھونا۔ لہٰذا اس کی قرآنی آیت سے استدلال کرنا باطل ہے اور پاؤں کو اصل دھونا ہی ہے اور یہ نص سے ثابت ہے۔ اور نص کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

اور یہ اجماع سے ثابت ہے۔

اب رہا ان کا روایات مسح کے متعلق پیش کرنا تو ان کا جواب روایات سے ثابت کرتا ہوں کہ خود نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود علی رضی اللہ عنہ بھی پاؤں کو دھوتے تھے نہ کہ مسح کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک سفر میں نبی کریم ﷺ پیچھے رہ گئے تھے پھر آپ ﷺ نے ہم کو پایا اس حال میں کہ ہم نے عصر کو موخر کر دیا تھا ہم اس وقت وضو کر رہے تھے اور اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے۔

آپ ﷺ نے دو یا تین بار بلند آواز سے ارشاد فرمایا: خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

(صحیح بخاری: ج:1،ص:28)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیر میں ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو دیکھ لیا۔

اور ارشاد فرمایا: اچھی طرح اپنا وضو کرو وہ لوٹ گیا اور پھر نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:125)

ایک اور روایت میں ہے: محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ

لوگ برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے اس وقت وہاں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔

تو انہوں نے فرمایا: مکمل وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ

خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ (صحیح بخاری: ج:1،ص:128)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی منگوایا اور وضو کرنا شروع فرما دیا۔ تین بار ہتھیلیوں کو دھویا، پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی لیا پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا پھر سر کا مسح کیا پھر دایاں پاؤں ٹخنوں تک تین بار دھویا پھر اسی طرح بایاں پاؤں دھویا۔

پھر ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:120)

ایک اور روایت میں ہے: محمد بن محمود سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک نابینا شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اس نے چہرہ اور ہاتھ دھوئے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے پیروں کے نچلے حصے کو دھوؤ تو وہ اپنے پیروں کے نچلے حصہ کو دھونے لگا۔
(المصنف: ج:1،ص:27)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ مسلم وضو کرتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے دیکھا ہو اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے پکڑا ہو اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس میں وہ اپنے پیروں سے چلا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:125)
ایک اور روایت میں ہے: ابن غرباء سے روایت ہے کہ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پیروں کے ظاہری حصہ کو دھویا اور باطنی کو چھوڑ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے ان پیروں کو آگ کے لئے کیوں چھوڑ دیا۔ (المصنف: ج:1،ص:26)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمہ کے غلام یزید سے روایت ہے کہ
حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ پیروں کو دھوتے تھے۔ (المصنف: ج:1،ص:27)
حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرأت کی وَاَرْجُلَكُمْ یعنی انہوں نے پیر دھونے کی طرف رجوع کر لیا۔
(المصنف: ج:1،ص:26)

ایک اور روایت میں ہے: حارث سے روایت ہے کہ
حضرت علی پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوتے تھے۔ (المصنف: ج:1،ص:26)
ایک اور روایت میں ہے: عبدالمالک عطا سے بیان کرتے ہیں کہ
میں نے ان سے کہا: ایک شخص ان میں سے پیروں پر مسح کرتا ہے۔
انہوں نے فرمایا: وہ بدعتی ہے۔ (المصنف: ج:1،ص:27)
ایک اور روایت میں ہے: ابراہیم نے کہا ہے کہ
میں نے اسود سے سوال کیا کہ
کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیروں کو دھوتے تھے۔
انہوں نے کہا: ہاں! وہ پیروں کو دھوتے تھے۔ (المصنف: ج:1،ص:26)
ایک اور روایت میں ہے: ربیع سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لاتے تھے۔ آپ ﷺ وضو فرماتے تھے اور تین بار پیروں کو دھوتے تھے۔

(المصنف: ج:1،ص:27)

ایک اور روایت میں ہے: ابو حیہ سے روایت ہے کہ

میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔

اور فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا کہ تم کو تمہارے نبی کریم ﷺ کے وضو کا طریقہ دکھاؤں۔ (المصنف: ج:1،ص:26)

اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف پر اس لیے رد کیا تھا کہ اس نے آیت وضو سے پاؤں کے دھونے پر استدلال کیا تھا جبکہ اس آیت میں جر کی قرأت بھی ہے ان کے نزدیک پیروں کے دھونے پر صحیح استدلال رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ہے لہٰذا حضرت انس رضی اللہ عنہ پیروں کے دھونے میں حجاج کے موافق ہیں اور اس آیت سے پیروں کے دھونے کے متعلق بہ کثرت احادیث مبارکہ مروی ہیں اور وہ خود بھی اپنے پیروں کو دھوتے تھے۔

علماء شیعہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ

وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو چیزوں پر مسح کرنا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معروف ہے اس کی سند ضعیف ہے۔

اور صحیح اور ثابت یہ ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَاَرْجُلَكُمْ قرأت کرتے تھے۔

مزید یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اپنے پیروں کو دھوتے تھے اور دھونے کی احادیث روایت کرتے تھے اس لیے اس کے خلاف جو روایات ان سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ اور حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو پیروں کے مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو پیروں پر پانی چھڑکنے کی روایت ہے وہ ضعیف ہے۔ امام بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے برعکس بہ کثرت صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کرتے ہوئے نعلین میں پیروں کو دھویا۔ (المجموع شرح المہذب: ج:1،ص:421)

باقی رہا علماء شیعہ کا یہ کہنا کہ

قاعدہ یہ ہے کہ وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے ان پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور وضو میں جن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے سو اگر وضو میں پیروں کے دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں ان پر مسح ہوتا اور حالانکہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے۔

اس دلیل کا ایک جواب یہ ہے کہ

یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث مبارکہ میں یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ، ہاتھ اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے گا اور جس عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لئے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ احادیث میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ تیمم جس طرح وضو کی فرع ہے اسی طرح غسل کی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقاعدہ بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو چاہئے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھولیا جائے اور باقی بدن پر مسح کرلیا جائے اور جب کہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے اور یہ ان کی ذہنی اختراع ہے جو کسی صورت میں قابل قبول نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

پاؤں کو دھونے کے سلسلہ میں احادیث مشہور و متواتر ہیں۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں۔

اجمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی غسل الرجلین

اور امام طحاوی وابن حزم ظاہر نے یہ کہا ہے کہ

جن احادیث سے پاؤں کا مسح مستفاد ہوتا ہے وہ منسوخ ہیں۔ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ویل للاعقاب من النار کی حدیث سے وجوب غسل رجلین پر استدلال کیا ہے۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ
موزوں پر مسح کرنے کے متعلق

یہ باب موزوں پر مسح کرنے کے متعلق ہے۔

128 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِىْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِىْ عَبَّادُ بْنُ زِيَادٍ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ الْمُغِيْرَةَ يَقُوْلُ عَدَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهُ فِىْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَعَدَلْتُ

مَعَهُ فَاَنَاخَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلٰی یَدِهٖ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَغَسَلَ كَفَّیْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثُمَّ حَسَرَ عَنْ ذِرَاعَیْهِ فَضَاقَ كُمَّا جُبَّتِهٖ فَاَدْخَلَ یَدَیْهِ فَاَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا اِلَی الْمِرْفَقِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ تَوَضَّاَ عَلٰی خُفَّیْهِ ثُمَّ رَكِبَ فَاَقْبَلْنَا نَسِیْرُ حَتّٰی نَجِدَ النَّاسَ فِی الصَّلٰوةِ قَدْ قَدَّمُوْا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَصَلّٰی بِهِمْ حِیْنَ كَانَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ وَوَجَدْنَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَفَّ مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ فَصَلّٰی وَرَاءَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الرَّكْعَةَ الثَّانِیَةَ ثُمَّ سَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلَاتِهٖ فَفَزِعَ الْمُسْلِمُوْنَ فَاَكْثَرُوا التَّسْبِیْحَ لِاَنَّهُمْ سَبَقُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوةِ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمْ قَدْ اَصَبْتُمْ اَوْ قَدْ اَحْسَنْتُمْ

حضرت عروہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں فجر کی نماز سے قبل راستے کو ترک کر کے لوگوں سے ایک طرف ہو گئے تو میں بھی راستہ چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو بٹھا دیا اور رفع حاجت کے لئے چلے گئے۔ پھر واپس تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں پر ادواۃ سے پانی ڈال دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں مبارکہ کو دھویا پھر اپنے چہرہ انور کو دھویا پھر اپنی کلائیوں مبارکہ سے کپڑا اٹھانے لگے تو قمیض مقدسہ کی دونوں آستینیں تنگ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو داخل فرمایا اور ان کو جبہ کے نیچے سے باہر نکال لیا۔ پھر ان دونوں کو کہنیوں سمیت دھویا اور اپنے مقدس سر کو دھویا پھر اپنے دونوں موزوں پر مسح فرمایا اور سواری پر تشریف فرما ہوئے تو ہم سفر کرتے کرتے آگے چل پڑے حتیٰ کہ جب لوگوں کو ملے تو وہ نماز ادا کر رہے تھے اور انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو امام بنایا ہوا تھا اور وہ وقت نماز کی بناء پر لوگوں کو نماز پڑھانے لگ گئے تھے۔ ہم حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اس وقت ملے جب وہ مسلمانوں کو ایک رکعت نماز فجر پڑھا چکے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ساتھ صف کے اندر شمولیت اختیار فرمالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں دوسری رکعت ادا فرمائی پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تاکہ بقیہ نماز ادا فرمائیں اور مسلمان فارغ ہو گئے تھے تو انہوں نے کثرت سے تسبیح کرنا شروع فرمادی اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ پہلے نماز ادا کر چکے تھے پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا۔ تو ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے ٹھیک کیا یا تم لوگوں نے اچھا کیا ہے۔

(صحیح ابن حبان: جز ۵' ص ۶۰۳)

129 – حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنِ التَّيْمِيِّ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ نَاصِيَتَهُ وَذَكَرَ فَوْقَ الْعِمَامَةِ قَالَ عَنِ الْمُعْتَمِرِ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَعَلَى نَاصِيَتِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ قَالَ بَكْرٌ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنی مقدس پیشانی پر مسح فرمایا اور عمامہ کے اوپر کا ذکر کیا۔ ابن مغیرہ بن شعبہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر، اپنی پیشانی مقدسہ پر اور اپنے عمامہ پر مسح فرماتے تھے۔ بکر نے فرمایا کہ میں نے اس کو ابن مغیرہ سے سماعت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، جز:۱، ص۷۰۲۸۷، المعجم الکبیر، جز:۲۰، ص۴۲۸)

130 – حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يَذْكُرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْبِهِ وَمَعِي إِدَاوَةٌ فَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ فَتَلَقَّيْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ مِنْ جِبَابِ الرُّومِ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَضَاقَتْ فَادَّرَعَهُمَا ادِّرَاعًا ثُمَّ أَهْوَيْتُ إِلَى الْخُفَّيْنِ لِأَنْزِعَهُمَا فَقَالَ لِي دَعِ الْخُفَّيْنِ فَإِنِّي أَدْخَلْتُ الْقَدَمَيْنِ الْخُفَّيْنِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا قَالَ أَبِي قَالَ الشَّعْبِيُّ شَهِدَ لِي عُرْوَةُ عَلَى أَبِيهِ وَشَهِدَ أَبُوهُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ هٰذِهِ الْقِصَّةَ قَالَ فَأَتَيْنَا النَّاسَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يُصَلِّي بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ يَمْضِيَ قَالَ فَصَلَّيْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ رَكْعَةً فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى الرَّكْعَةَ الَّتِي سُبِقَ بِهَا وَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ عُمَرَ يَقُولُونَ مَنْ أَدْرَكَ الْفَرْدَ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ

حضرت عروہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے اور میرے پاس ایک چھاگل بھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے پھر واپس تشریف لائے تو میں چھاگل کو لے کر پاس ہوا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی ڈالنے لگ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو دھویا اور اپنے چہرہ انور کو بھی دھویا۔ پھر اپنی کلائیوں مبارکہ کو نکالنے کا قصد فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے جبوں میں سے ایک صدف کا جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا جن کی آستینیں بہت تنگ والی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نیچے کی طرف سے باہر نکال لیا پھر میں موزے مبارکہ کو اتارنے کے لئے جھکنے لگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: موزوں کو اسی طرح رہنے دو اس لیے کہ میں نے ان کو طہارت کے وقت پہنا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مسح کیا۔ میرے والد محترم سے شعبی نے فرمایا کہ عروہ نے اپنے والد محترم کی گواہی دی اور ان کے والد محترم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دی۔ زرارہ بن اوفی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے تھے تو آگے اسی طرح قصہ ذکر فرماتے ارشاد فرمایا: ہم لوگوں کے پاس اس وقت پہنچے جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے پس جب آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح پڑھانے کا اشارہ فرمایا پس آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت ادا فرمائی جب سلام پھیرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر بقیہ رہی ہوئی نماز ادا فرمائی اور اس پر کوئی اضافہ بھی نہ فرمایا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ جو نماز کی طاق رکعتیں پائے تو اس پر سہو کے دو سجدے ہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز۲ ص۴۱۹)

131 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ يَعْنِیْ ابْنَ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ اَنَّهُ شَهِدَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ يَسْاَلُ بِلَالًا عَنْ وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يَخْرُجُ يَقْضِیْ حَاجَتَهُ فَاٰتِيْهِ بِالْمَاءِ فَيَتَوَضَّاُ وَيَمْسَحُ عَلٰى عِمَامَتِهِ وَمُوْقَيْهِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هُوَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلٰى بَنِیْ تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ

عبدالرحمن بن اسلمی سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے تو وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو (کا طریقہ) پوچھ رہے تھے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں پانی حاضر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے اور اپنے عمامہ پر اور موزوں پر

مسح فرماتے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہ ابوعبداللہ بنی تمیم بنی مرہ کے مولیٰ ہیں۔ (مستدرک جز ۱ ص ۲۷۶)

132 - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ الدِّرْهَمِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ دَاوُدَ عَنْ بُكَیْرِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِی زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِیْرٍ اَنَّ جَرِیْرًا بَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ فَمَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَقَالَ مَا یَمْنَعُنِی اَنْ اَمْسَحَ وَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ قَالُوْا اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ قَالَ مَا اَسْلَمْتُ اِلَّا بَعْدَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ

ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے روایت ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کے بعد وضو فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے موزوں پر مسح فرمایا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: مجھے مسح کرنے میں کیا چیز روکتی ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا ہے۔ عرض کیا: (کیا) یہ نزول مائدہ سے قبل تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نزول مائدہ کے بعد اسلام لایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جز ۱ ص ۲۷۰ مستدرک جز ۱ ص ۲۷۵)

133 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّاَحْمَدُ بْنُ اَبِی شُعَیْبٍ الْحَرَّانِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ حَدَّثَنَا دَلْهَمُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ حُجَیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّجَاشِیَّ اَهْدٰی اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُفَّیْنِ اَسْوَدَیْنِ سَاذَجَیْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَیْهِمَا قَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهٖ اَهْلُ الْبَصْرَةِ

ابن بریدہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نجاشی نے دو کالے اور سادے موزے تحفتاً بھیجے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فیض عطا فرمائیں (یعنی پہنیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہن لیا پھر وضو کیا اور ان دونوں پر مسح فرمایا۔ مسدد نے دلھم بن صالح فرمایا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو اہل بصرہ روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(شرح السنۃ جز ۱ ۳۹ ۷ مسند احمد جز ۴۶ ص ۴۵۵ السنن الکبریٰ للبیہقی جز ۱ ص ۲۸۲ سنن ابن ماجہ جز ۲ ص ۱۷۵ سنن ترمذی جز ۱۰ ص ۲۳)

134 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ حَیٍّ هُوَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ بُكَیْرِ بْنِ عَامِرٍ الْبَجَلِیِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی نُعْمٍ عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِیْتَ قَالَ بَلْ اَنْتَ نَسِیْتَ بِهٰذَا اَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلکہ تو بھول گیا ہے میرے رب عزوجل نے مجھے اسی طرح حکم ارشاد فرمایا ہے۔

(معجم الکبیر' جز ۲۰' ۴۱۶)

تشریح:

علماء کرام نے لکھا ہے کہ

موزوں پر مسح کرنا اس امت کے خصائص میں ہے جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے۔

صلوا فی خفافکم فان الیھود لایصلون فی خفافھم

موزوں پر مسح کی مشروعیت 9 ہجری غزوہ تبوک میں ہوئی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اجماع میں جن لوگوں کا قول معتبر ہو سکتا ہے ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ موزوں پر مسح مطلقاً جائز ہے اگرچہ سفر میں یا حضر میں ہو۔ کسی ضرورت کی بنا پر ہو یا بغیر ضرورت کے ہو اور اس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں مگر شیعہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے مگر ان کا اختلاف قابل شمار نہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ان احادیث مبارکہ سے موزوں پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوا اور سوا گمراہ بدعتی کے اور کوئی آدمی اس کا انکار نہیں کرتا۔

خارجیوں نے کہا: موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

اور صاحب البدائع نے فرمایا ہے کہ

موزوں پر مسح کرنا عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک جائز ہے مگر یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

اور یہ روافض کا قول ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بدری ہیں ان کو دیکھا ہے کہ وہ سب موزوں پر مسح کرنے کے معتقد تھے۔

اسی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ

ہم شیخین کو فضیلت دیتے ہیں اور داماد وں سے محبت کرتے ہیں اور موزوں پر مسح کرنے کو جائز کہتے ہیں۔ اور گھڑے میں تیار کردہ نبیذ کو حرام نہیں کہتے۔

نیز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا قول نہیں کیا جب تک یہ مجھ پر نصف النہار

کی طرح روشن نہیں ہوگیا اور موزوں پر مسح کا انکار کرنا کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ردّ کرنا اور ان کو خطاء پر قرار دینا ہے لہٰذا موزوں پر مسح کا انکار کرنا بدعت ہے۔

اسی وجہ سے علامہ کرخی نے فرمایا کہ

موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر میں کفر کا خدشہ کرتا ہوں اور امت کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اس کی کراہت منقول ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کراہت کا جواب یہ ہے کہ

سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے اور کراہت کی روایت اس درجہ کی نہیں ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا جواب یہ ہے کہ

انہوں نے اس مسئلہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تھا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت مکروہ کہا جب ان کے نزدیک سورہ مائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح ثابت نہیں ہوا تھا۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا۔

تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔

امام جوزقانی نے کتاب الموضوعات میں لکھا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار کرنا ثابت نہیں ہے۔

اور علامہ کاشانی نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے انکار کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا مدار عکرمہ پر ہے اور جب عطاء کے پاس یہ روایت پہنچی۔

تو اس نے کہا: عکرمہ نے جھوٹ بولا۔

اور عطاء سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما موزوں پر مسح میں لوگوں کی مخالفت کرتے تھے اور موت سے پہلے انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا۔

اور علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: موزوں پر مسح کے متعلق میرے دل میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ میں چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع احادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پیر دھونے سے موزوں پر مسح کرنا افضل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب افضل عمل کیا کرتے تھے۔

یہ امام شعبی، حکم اور اسحاق کا مذہب ہے۔

اور علامہ مرغینانی نے ہدایہ میں لکھا ہے کہ

موزوں پر مسح کے متعلق احادیث مشہور ہیں اور جو شخص اس کو جائز نہ کہے وہ بدعتی ہے لیکن جس نے موزوں پر مسح کو جائز کہا اور مسح کے بجائے پیروں کو دھویا اس نے عزیمت پر عمل کیا اور اس کو اجر ملے گا۔

علامہ قرطبی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اور بھی کئی قول روایت ہیں۔

1-موزوں پر مسح کرنا اصلاً جائز نہیں ہے۔

2-موزوں پر مسح کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

3-موزوں پر مسح کرنا بلا تعیین مدت کے ہمیشہ جائز ہے۔

4-تعیین مدت کے ساتھ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

5-مسافر کے لئے جائز ہے اور مقیم کے لئے جائز نہیں ہے۔

6-اس کے برعکس قول ہے۔

اسحاق، حکم اور حماد نے فرمایا ہے کہ

پیر دھونے سے مسح کرنا افضل ہے۔

یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

حضرت ابن منذر نے کہا: دونوں مساوی ہیں۔

امام احمد سے یہ بھی ایک روایت ہے۔

اصحاب شوافع نے کہا: پیروں کو دھونا مسح کرنے سے افضل ہے بہ شرطیکہ سنت سے اعراض کی وجہ سے مسح کو ترک نہ کرے، اور اس کے جواز میں شک نہ کرے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا: امام کے سواء میرے علم میں اور کوئی فقیہ نہیں ہے جس نے مسح کا انکار کیا ہو اور امام مالک سے صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔

علامہ ابن عبد البر کے اس کلام پر یہ اعتراض ہے کہ

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ

مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ نے موزوں پر مسح کو مکروہ کہا اور محمد بن علی بن الحسین، ابو اسحاق السبیعی اور قیس ابن الربیع سے بھی یہی منقول ہے اور ابو بکر بن ابی داؤد، خوارج اور روافض کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد نے کہا کہ

سینتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے۔ حسن بن محمد نے چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے۔ امام بزار نے اپنی مسند میں بھی یہی ذکر کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے اکتالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے۔

اشراف بن حسن کی روایت سے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا: تمام اہل بدر اور اصحاب حدیبیہ اور دیگر مہاجرین و انصار اور باقی مہاجرین اور انصار اور تابعین اور فقہاء مسلمین موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے۔

ہم نے شرح معانی الآثار کی شرح میں موزوں پر مسح کے متعلق چھتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کا بیان کیا ہے۔

موزوں پر مسح کے منسوخ نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ

سورہ مائدہ جس میں آیت وضو ہے وہ مدنی ہے اور سورہ مائدہ نازل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح فرماتے رہے ہیں کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا اور سورہ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی روایت بہت پسند تھی۔

علامہ نووی نے فرمایا ہے کہ

جبکہ حضرت جریر کا اسلام لانا متاخر ہے تو معلوم ہوا ان کی حدیث معمول بہ ہے اور ان کی حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آیت وضو میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو موزہ پہنے ہوئے نہ ہو اس لیے یہ حدیث اس آیت کی مخصص ہے۔

علامہ خطابی نے فرمایا کہ

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ موقف تھا کہ سنت سے قرآن کا نسخ ہو سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:3، ص:97 تا 98)

سنن ابو داؤد کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تسبیح پڑھنا نماز سے فراغت پانے کے بعد ہوا اور موطا کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تسبیح پڑھنا اس وقت ہوا جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے اور ظاہر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نمازیوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے پر اپنے امام کو متوجہ کرنے کے لئے نماز ہی میں یہ تسبیح پڑھی تا کہ وہ پیچھے ہٹ جائے۔

چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پیچھے آنے کا قصد کر لیا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر انہوں نے اپنا قصد ترک کر دیا اور نماز بدستور پڑھاتے رہے۔ یہاں پر جمع بین الروایتین بھی ممکن ہے۔

ہوسکتا ہے کہ

دونوں وقت میں تسبیح پڑھی ہو، شروع میں تو امام کو آگاہ کرنے کے لئے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اظہار افسوس کے طور پر پڑھی ہو۔

سوال

یہاں پر سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو تو آپ رضی اللہ عنہ نماز بدستور پڑھاتے رہے اور مکمل کرا دی۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے نماز پڑھی اور باب التصفیق فی الصلوٰۃ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ آئے حالانکہ ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھاتے رہنے کا ارشاد فرمایا تھا۔

فاشار الیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان امکث مکانك

تو ایک کا بدستور نماز پڑھاتے رہنا اور ایک کا واپس لوٹ آنا اس میں فرق کی وجہ کیا ہے؟

جواب

اس کی درج ذیل توجیہات ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ دوسری رکعت پڑھا رہے تھے اگر پیچھے ہٹتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت پڑھاتے قوم کی نماز مکمل ہو جاتی تو آپ پیچھے آجاتے اور سلام پھیرنے کے لئے دوسرا امام بنانا پڑتا اس میں کافی تکلف تھا اس وجہ سے انہوں نے نماز مکمل کرا دی برخلاف امامت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آپ پہلی رکعت پڑھا رہے تھے ان کے پیچھے آنے میں تکلف نہیں تھا آپ پیچھے آگئے۔

دوسری توجیہہ یہ ہے کہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ادب کا اتنا زیادہ غلبہ ہوا کہ قرأت نہ کر سکے مجبوراً ہٹنا پڑا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر اس طرح غلبہ نہیں ہوا انہوں نے نماز مکمل کرا دی۔

تیسری توجیہہ یہ ہے کہ

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے الامر فوق الادب کے تحت نماز پڑھا دی جبکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تحقیق یہ تھی کہ اگر امر وجوبی ہو تو ادب پر فائق ہوتا ہے اگر امر استحبابی ہو تو ادب امر پر فائق ہوتا ہے۔ یہ امر استحبابی تھا اس وجہ سے ادب پر عمل کرنا اولیٰ سمجھا واپس پلٹ آئے۔

☆ **قال ابو داؤد ابو سعید خدری و ابن زبیر ۔**

حضرت ابو سعید خدری، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ کسی امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ملے تو وہ اپنی نماز مکمل کر کے سجدہ سہو بھی کرے۔

اور جمہور نے کہا ہے کہ

سجدہ سہو نہ کرے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ

روایت مغیرہ جس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت جماعت کے ساتھ ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رکعت مکمل کر کے سجدہ سہو نہ کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ سہو یہاں نہیں ہے۔

☆ **قولہ و یمسع علی عمامتہ......**

حدیث میں عمامہ پر مسح کرنے کے الفاظ آئے ہیں۔

علامہ بدرالدین حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

عمامہ پر مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ

اگر کامل وضو کر کے عمامہ پہنا ہو تو عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے جس طرح موزوں پر مسح کرنا جائز ہے جو فقہاء عمامہ پر مسح کرنے کا انکار کرتے ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

قرآن مجید میں ہے: وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ (مائدہ:6)

اور اپنے سروں پر مسح کرو۔

اور جو شخص عمامہ پر مسح کرے گا وہ سر پر مسح نہیں کرے گا۔

اور اس پر اجماع ہے کہ

چہرے پر کوئی کپڑا لپیٹ کر اگر اس کپڑے پر مسح کیا جائے تو تیمم میں کافی نہیں ہوگا۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ

جس عضو پر مسح کرنا ہے اس عضو پر کپڑا رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہوگا اسی طرح سر پر عمامہ رکھ کر عمامہ پر مسح کیا جائے تو وہ سر کے مسح سے کفایت نہیں کرے گا۔

علامہ خطابی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کو فرض کیا ہے اور عمامہ پر مسح کرنے والی حدیث تاویل کی محتمل ہے تو

محتمل چیز کی وجہ سے یقینی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن منذر نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمامہ پر مسح کیا، حضرت انس، حضرت عمر اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم سے بھی یہی روایت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز حضرت حسن حضرت قتادہ حضرت مکحول حضرت اوزاعی

اور حضرت ابوذر کا بھی یہی نظریہ ہے۔

اور حضرت عروہ حضرت نخعی حضرت شعبی حضرت قاسم حضرت امام مالک

حضرت امام شافعی

اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے کہا: عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

ٹوپی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

اور عورت کے لئے دوپٹہ پر مسح کرنے میں دو روایتیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ

یہ جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:3، ص:101)

☆ **حدثنا مسدد الخ قوله ان النجاشی اهدی**

نجاشی تخفیف جیم کے ساتھ اور یاء مشدد و مخفف دونوں طرح منقول ہے ان کا نام ہے۔

اصحمہ بن بحر

اور نجاشی لقب ہے۔

اور ہر شاہ حبشہ کا لقب نجاشی ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر

شاہ فارس کا کسریٰ

شاہ روم کا قیصر

یہ نجاشی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں اسلام لے آئے تھے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری نہ دے سکا اور وقت اسلام انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا جس طرح کہ سنن ابوداؤد کی کتاب الجنائز میں ہے۔

ولولا ما انا فيه من الملك لاتيته حتى احمل نعليه

یعنی اگر میں اپنے امور سلطنت میں مشغول نہ ہوتا تو البتہ ضرور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کے نعلین شریفین مطہرین اٹھا کر فخر حاصل کرتا۔

قولہ ح و حدثنا مسدد

اس حدیث مبارکہ میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے دو استاذ دونوں سندوں میں مسدد ہیں۔

اور مسدد کے دو استاد ہیں:

1-یحییٰ بن سعید 2-معتمر بن سلیمان

اور یحییٰ اور معتمر دونوں کے استاد ایک ہی ہیں۔

اور وہ سلیمان تیمی ہیں۔

مگر فرق یہ ہے کہ

یحییٰ نے جب اس حدیث کو اپنے استاد سے نقل کیا تو کہا۔

عن التیمی

جس سے مراد سلیمان تیمی ہے۔

اور معتمر نے جب اس روایت کو نقل کیا تھا تو بجائے عن التیمی کے سمعت ابی کہا۔ ابی کا مصداق بھی وہی سلیمان تیمی ہیں۔

سلیمان تیمی چونکہ معتمر کے والد تھے اس لیے انہوں نے اس طرح تعبیر کیا پھر آگے اخیر تک سند ایک ہی ہے۔

قولۃ قال ابی قال شعبی شھدلی عدوۃ

یہ عیسیٰ بن یونس کا مقولہ ہے کہ مجھ سے میرے باپ یونس نے بیان کیا۔

وہ کہتے ہیں کہ

مجھ سے میرے استاد شعبی نے بیان کیا کہ یہ حدیث مجھ سے میرے استاد عروہ نے بلفظ شہادت بیان کی تھی اور آگے عروہ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث میرے استاد مغیرہ بن شعبہ نے بلفظ شہادت بیان کی تھی۔

قال ابو داؤد ھذا مما تفرد بہ اھل البصرۃ

یعنی اس حدیث کے تمام روات بصری ہیں مگر یہ باعتبار اکثر کے صحیح ہے ورنہ بعض روات اس میں غیر بصری بھی ہیں۔

جس طرح کہ دلہم بن صالح کوفی ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب التَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ
مسح کی مدت کے متعلق

یہ باب مسح کی مدت کے متعلق ہے۔

---

135 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ وَحَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ

قَالَ أَبُو دَاوُد رَوَاهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ بِإِسْنَادِهِ قَالَ فِيهِ وَلَوْ اسْتَزَدْنَاهُ لَزَادَنَا

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے واسطے تین روز اور مقیم کے واسطے ایک دن اور رات ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: منصور بن معتمر نے ابراہیم تیمی کی سند سے روایت کیا ہے اس میں فرمایا ہے کہ اگر ہم زیادہ مدت طلب کرتے تو عطا فرمائی جاتی۔

(معجم الاوسط جز ۷ ص ۱۵۳ معجم الصغیر جز ۲ ص ۲۷۳ معجم الکبیر جز ۴ ص ۹۲)

136 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَزِينٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ قَطَنٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ عِمَارَةَ قَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَكَانَ قَدْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْقِبْلَتَيْنِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَوْمًا قَالَ يَوْمًا قَالَ وَيَوْمَيْنِ قَالَ وَيَوْمَيْنِ قَالَ وَثَلَاثَةً قَالَ نَعَمْ وَمَا شِئْتَ

قَالَ أَبُو دَاوُد رَوَاهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْمِصْرِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَزِينٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ أُبَيِّ بْنِ عِمَارَةَ قَالَ فِيهِ حَتَّى بَلَغَ سَبْعًا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَمَا بَدَا لَكَ

قَالَ أَبُو دَاوُد وَقَدْ اخْتُلِفَ فِي إِسْنَادِهِ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنُ إِسْحَقَ السَّيْلَحِينِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ وَقَدْ اخْتُلِفَ فِي إِسْنَادِهِ

حضرت یحییٰ بن ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں قبلتین کی طرف نماز ادا کی تھی۔ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا میں موزوں پر مسح کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ عرض کیا کہ ایک روز۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوروز۔ عرض کیا: تین روز۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! اور جو تو چاہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: ابن ابی مریم مصری، یحییٰ بن ایوب، عبدالرحمٰن بن رزین، محمد بن یزید بن ابوزیاد، عبادہ بن نسی نے ابو بن عمارہ سے جس کو روایت کیا ہے۔ اس میں فرمایا: حتیٰ کہ سات تک پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! جو تیرا دل پسند کرے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان کی اسناد میں اختلاف کیا گیا لہٰذا قوی نہیں۔ اس کو یحییٰ بن اسحاق سلیحینی نے یحییٰ بن ایوب سے روایت فرمایا ہے اور ان کی اسناد میں (بھی) اختلاف فرمایا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جز ا ص ۱۷۸)

تشریح:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسح کی مدت کے متعلق کوئی روایت نہیں فرمائی مگر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ذکر فرمائی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صفوان بن عسال کی حدیث مرفوع میں بھی مسح کی مدت بیان ہوئی ہے۔

بہرحال خزیمہ بن ثابت کی حدیث جس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے باب کے شروع میں ذکر کیا ہے اس کی تصحیح و تضعیف میں محدثین کا شدید اختلاف ہے ایک جماعت نے جس میں ابن حبان، ابن معین اور ابن دقیق العبد ہیں اس کی مطلقاً تصحیح کی ہے اور ایک جماعت نے جس میں امام بخاری، امام بیہقی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہم ہیں اس کی مطلقاً تضعیف فرمائی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ

اتفقوا علی ضعفه

مگر حافظ ابن حجر نے اس پر اشکال وارد کیا ہے کہ یہ اتفاق نقل کرنا صحیح نہیں ہے اور تیسری رائے اس میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ انہوں نے اس حدیث مبارکہ کو دو طریق سے روایت کیا ہے۔ ایک طریق نخعی سے اور دوسرا طریق تیمی سے، طریق اول سے تضعیف کی اور تصحیح ثانی سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء یہ ہے کہ ابراہیم نخعی کے طریق میں انقطاع ہے اس لیے کہ وہ براہ راست ابوعبداللہ جدلی سے روایت کرتے ہیں، حالانکہ ان کا ان سے سماع ثابت نہیں اور ابراہیم تیمی نے اس حدیث کو ابوعبداللہ الجدلی سے بواسطہ عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے اس لیے وہ طریق انقطاع سے محفوظ ہے اس لیے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس کی مطلقاً تضعیف کی ہے خواہ بطریق تیمی ہو یا بطریق نخعی ہو۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ
ان دونوں طریق میں اس حدیث کو ابو عبد اللہ جدلی، خزیمہ بن ثابت سے روایت کرتے ہیں۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ
جدلی کا سماع خزیمہ سے ثابت نہیں لہٰذا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث دونوں طریق کے اعتبار سے ضعیف ہوئی۔
اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو اگرچہ دو طریق سے ذکر کیا ہے مگر ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ طریق نخعی و تیمی دونوں میں کوئی فرق نہیں دونوں کی سند ایک ہی ہے۔
اب سوال یہ ہے کہ
حدیث خزیمہ کس کی دلیل ہے؟
حدیث خزیمہ بطریق نخعی تو یقیناً مسح کی مدت میں جمہور کے مسلک کے مطابق ہے مگر حدیث خزیمہ بطریق تیمی میں ایک خلجان کی بات پیدا ہوگئی ہے۔
وہ یہ ہے کہ
اس میں ایک کا اضافہ ہے اور وہ یہ ہے۔
ولو استزدناه لزادنا
یعنی راوی یہ فرماتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ مسح کی مدت موقت فرمائی مگر اگر ہم اس مدت میں زیادتی طلب کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اضافہ فرماتے اس جملہ کی بناء پر یہ حدیث فی الجملہ مسلک جمہور کے خلاف ہو رہی ہے۔
تو اس کے تین جواب ہیں۔
پہلا جواب یہ ہے کہ
طریق تیمی میں یہ اضافہ جو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے سنن ترمذی میں نہیں ہے وہاں دونوں روایتوں کے الفاظ ایک ہیں لہٰذا اس کے ثبوت میں تردد ہو گیا۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ
حرف لو تو نفی ہی کے لئے آتا ہے۔
لو جئتني لا كرمتك
اس میں مجئی اور اکرام کی سراسر نفی ہے۔

اس طرح یہاں یہ بھی ہے کہ

اگر ہم زیادتی طلب کرتے تو آپ ﷺ زیادہ فرما دیتے۔

واذا لیس فلیس

تیسرا جواب یہ ہے کہ

ظن راوی ہے جواز قبیل حسبان وتخمین ہے **فلا یعتبر**

اب رہا مسح کی مدت میں اختلاف تو اس بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ سفر میں تین دن اور تین رات اور حضر میں ایک دن اور ایک رات مسح کی مدت ہے۔ اور یہی صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا نظریہ ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔

انہوں نے ابو عمارہ کی اس حدیث سے مدت ترک کرنے پر استدلال کیا ہے جو کہ روایت کی گئی ہے۔ مگر یہ حدیث ابی بن عمارہ بالاتفاق ضعیف ہے خود امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی سند میں شدید اختلاف واضطراب ثابت کیا ہے۔

امام بیہقی اور دار قطنی اور حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ

اسنادہ غیر قائم

بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تو لکھا ہے کہ

اتفقوا علی ضعفہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

و بالغ الجوزقانی فذکرہ فی الموضوعات

اور اس حدیث مبارکہ ابی بن عمارہ کی جس میں یہ ہے کہ

جب تک چاہے مسح کرتے رہو کوئی تحدید نہیں۔ اس کی ایک توجیہہ اور تاویل بھی کی گئی ہے۔

وہ یہ کہ مطلب یہ ہے کہ

موزوں پر مسح حسب قاعدہ وضابطہ جب تک چاہے کرتے رہو۔

اور وہ ضابطہ وقاعدہ یہ ہے کہ

مقیم ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات کے بعد موزے اتار کر پاؤں دھوئے اور پہن لے اور پھر ہمیشہ اسی طرح کرتا رہے اتارتا رہے اور پہنتا رہے۔

جس طرح کہ دوسری حدیث میں ہے۔

الصید الطیب وضوء المسلم و لو الی عشر سنتین

یعنی پاک مٹی مسلمان شخص کے لئے وضو ہے اگر چہ دس سال تک ہو یعنی دس سال تک حسب ضابطہ وقاعدہ عند الحاجات تیمم کرتا رہے۔

یہ مطلب نہیں کہ

ایک ہی تیمم دس سال تک چلتا رہے گا۔

اب رہا یہ سوال کہ

موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کی شرط ہے یا نہیں۔

تو اس میں اختلاف ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ

موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ ہونا شرط نہیں ہے۔

بلکہ شرط یہ ہے کہ

حدث لاحق ہونے سے پہلے طہارت کاملہ ہو اور یہی ہمارا مذہب ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے پیر دھوئے اور موزے پہن لے اور پھر باقی وضو کیا اور اس کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا تو اس کے لئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

موزے پیروں میں حدث کے حلول کرنے سے مانع ہیں اس لیے ممانعت کے وقت کامل طہارت ہونی چاہئے اور وہ حدث کا وقت ہے حتیٰ کہ اس وقت اگر طہارت ناقص ہو تو موزے حدیث کے لئے رافع بن جائیں گے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں کہ)

طہارت کاملہ کے وقت موزے پہننے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اختلاف اس میں ہے کہ

موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط ہے یا حدث کے وقت، سو ہمارے نزدیک حدث کے وقت شرط ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہننے کے وقت شرط ہے۔ اور اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا جب کوئی شخص پہلے پیروں کو دھولے اور موزے پہن لے پھر حدث لاحق ہونے سے پہلے باقی وضو کرلے پھر اس کے بعد جب اس کو حدث لاحق ہو تو اس کے لئے موزوں پر مسح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:3، ص:102)

جن موزوں پر مسح کیا جائے علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ چند شرائط لکھتے ہیں:

1- موزوں نے ٹخنوں کو تمام جانبوں سے چھپایا ہوا ہو۔

2- موزوں کو پہن کر (مثلاً تین چار میل تک) چلنا ممکن ہو۔

3-کوئی موزہ قدم کے سامنے کی جانب سے تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو۔
4-کسی چیز سے باندھے بغیر وہ موزہ ٹانگوں سے چمٹا رہے۔
5-جب موزوں پر مسح کیا جائے تو اس کی تری موزے کے جرم تک پہنچے۔ (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی: ص: 77)
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ

جرابوں پر مسح کرنا

اس باب میں جرابوں پر مسح کے متعلق روایات ذکر کی گئی ہیں۔

137 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ عَنْ وَكِيْعٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِیْ قَيْسٍ الْاَوْدِيِّ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَرْوَانَ عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ لَا يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لِاَنَّ الْمَعْرُوْفَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرُوِیَ هٰذَا اَيْضًا عَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَلَيْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِالْقَوِيِّ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ عَلِيُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَاَبُوْ اُمَامَةَ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَعَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ وَرُوِیَ ذٰلِكَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں مبارکہ اور نعلین مبارکہ پر مسح فرمایا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے اس لیے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہی معروف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسی طرح موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح

فرمایا۔ یہ نہ متصل ہے اور نہ قوی ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: ان بزرگوں نے جرابوں پر مسح فرمایا۔

حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت براء بن عازب حضرت انس بن مالک

حضرت ابوامامہ حضرت سہل بن سعد حضرت عمرو بن حریث یہ حضرت عمر بن خطاب

اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔

(سنن الترمذی' جز ۱' ص ۱۶۷' سنن النسائی' جز ۱' ۲۲۴' السنن الکبریٰ للنسائی' جز ۱' ص ۹۲' سنن ابن ماجہ' جز ۲' ص ۱۸۹)

138 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَعَبَّادُ بْنُ مُوسٰى قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَبَّادٌ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَوْسُ بْنُ اَبِیْ اَوْسٍ الثَّقَفِیُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى نَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ وَقَالَ عَبَّادٌ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى كِظَامَةَ قَوْمٍ يَعْنِیْ الْمِيضَاةَ وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ الْمِيضَاةَ وَالْكِظَامَةَ ثُمَّ اتَّفَقَا فَتَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى نَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ

حضرت عباد نے فرمایا کہ مجھے حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنے جوتوں مبارکہ اور پاؤں مبارکہ پر مسح فرمایا۔ حضرت عباد نے فرمایا کہ میں نے ملاحظہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کی ایک میضاۃ پر جلوہ افروز ہوئے۔ مسدد نے میضاۃ کا ذکر نہیں فرمایا پھر دونوں کا اس پر اتفاق ہو گیا اور اپنے دونوں جوتوں مبارکہ اور دونوں پاؤں مبارکہ پر مسح فرمایا۔

(معجم الکبیر' جز ۱' ص ۲۲۱' مسند احمد' جز ۳۲' ص ۳۸۳)

تشریح:

خفین کہا جاتا ہے چمڑے کے موزوں کو، جوربین کہا جاتا ہے اونی یا سوتی موزوں کو۔ ان پر مسح تین صورتوں میں جائز ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ

اس کے صرف تلے میں چمڑا سلا ہو جس کو منعل کہتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ

بہت موٹے ہوں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہر جائیں چلنے پھرنے سے ڈھلک نہ جائیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ

اس کے ظاہری قدم پر بھی چمڑا سلا ہو جسے مجلد کہتے ہیں۔

یہاں پہلی صورت کی جرابیں مراد ہیں یعنی موٹی نعلین سوتی یا تابے کہلاتے ہیں جو جرابوں پر ان کی حفاظت کے لئے پہنے جاتے ہیں اگر یہ باریک ہوں کہ مسح کی تری جراب تک پہنچ جائے تو ان پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔ (مراۃ المناجیح: ج:1، ص:317)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: اگر بغیر جوتوں کے اون کے موزے پہن کر تین یا چار میل سفر کرنا ممکن ہو تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔ نائلون کے موزے پہن کر بھی اگر بغیر جوتوں کے تین چار میل سفر کیا جا سکے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا لیکن بظاہر یہ مشکل ہے اور اس شرط کے اعتبار سے صرف چمڑے کے موزوں پر ہی مسح ہو سکتا ہے۔

(ردالمحتار: ج:1، ص:242)

☆ **قولہ حدثنا مسدد الخ قال عباد قال اخبرنی**

اس حدیث مبارکہ میں مصنف کے دو استاذ ہیں:

1-مسدد 2-عباد

عن یعلی بن عطا عن ابیہ تک دونوں کی سند مشترک اور موافق ہے۔ **عن ابیہ** کے بعد سند کے الفاظ کیا ہیں اس میں مسدد اور عباد کا اختلاف ہو گیا۔

عباد کے الفاظ تو یہ ہیں۔

قال اخبرنی اوس بن ابی اوس الثقفی ۔

قال کی ضمیر عطاء کی طرف راجع ہے یعنی کہا عطاء نے **اخبرنی اوس بن ابی اوس الثقفی** عباد کا مقولہ **الثقفی** پر آ کر ختم ہو گیا۔

رہی یہ بات کہ

مسدد کے الفاظ کیا ہیں۔

انہوں نے **عن یعلیٰ بن عطاء عن ابیہ** کے بعد سند کس طرح بیان کی؟

اس سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تعرض نہیں کیا۔

ہو سکتا ہے کہ

مسدد کی روایت میں **اخبرنی اوس** کے بجائے **حدثنی اوس** ہو یا **عن اوس بن ابی اوس** ہو۔

قولہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ متن حدیث ہے اور یہ مسدد کے الفاظ ہیں، عباد کے الفاظ آگے آ رہے ہیں چنانچہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقال عباد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولہ ولم یذکر مسدد المیضاۃ والکظامۃ .

اب مسدد کی روایت کے یہ الفاظ ہوئے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضا ومسح على نعليه وقدميه

اور عباد کی روایت کے یہ الفاظ ہوئے۔

رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم اتى على كظامة قوم فتوضا و مسح على نعليه و قدميه

حاصل یہ ہوا کہ

مسدد کی روایت میں کظامۃ اور میضاۃ کا ذکر نہیں بلکہ وہ صرف عباد کی روایت میں ہے اور مسح علی النعلین والقدمین دونوں کی روایت میں مشترک ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَيْفَ الْمَسْحُ

مسح کس طرح کرے؟

یہ باب مسح کی کیفیت کے متعلق ہے۔

139 – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِى الزِّنَادِ قَالَ ذَكَرَهُ اَبِى عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ و قَالَ غَيْرُ مُحَمَّدٍ عَلٰى ظَهْرِ الْخُفَّيْنِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح فرماتے تھے۔

اور محمد کے علاوہ والوں نے کہا: موزوں کی پشت پر مسح فرماتے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی، جز۱، ص۹۱، معجم الاوسط، جز۴، ص۶۴)

140 – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ يَعْنِىْ ابْنَ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهم قَالَ لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالرَّاْىِ لَكَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ اَوْلٰى بِالْمَسْحِ مِنْ اَعْلَاهُ وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلٰى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنِ الْاَعْمَشِ بِاِسْنَادِهٖ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ مَا كُنْتُ اَرٰى بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ اِلَّا اَحَقَّ بِالْغَسْلِ حَتّٰى رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلٰى ظَهْرِ خُفَّيْهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالرَّاْىِ لَكَانَ بَاطِنُ

الْقَدَمَيْنِ اَحَقَّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِمَا وَقَدْ مَسَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ظَهْرِ خُفَّيْهِ وَرَوَاهُ وَكِيعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ بِاِسْنَادِهِ قَالَ كُنْتُ اَرٰى اَنَّ بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ اَحَقُّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِمَا حَتّٰى رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلٰى ظَاهِرِهِمَا قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي الْخُفَّيْنِ وَرَوَاهُ عِيسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ كَمَا رَوَاهُ وَكِيعٌ وَرَوَاهُ اَبُو السَّوْدَاءِ عَنِ ابْنِ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّاَ فَغَسَلَ ظَاهِرَ قَدَمَيْهِ وَقَالَ لَوْلَا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر دین میں رائے ہوتی تو ضرور اوپر جانب کی بدولت نچلی جانب کا مسح کرنا اولیٰ ہوتا جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے ظاہر پر مسح کرتے۔ اس حدیث کو یزید بن عبدالعزیز نے اعمش کے طریق سے اپنی اسناد سے روایت کر کے فرمایا۔ میں پاؤں کے باطن حصے کو دھونے کو مقدم گردانتا تھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے موزوں کے ظاہری جانب مسح فرماتے ملاحظہ کیا۔ اسی حدیث کو اعمش نے روایت کر کے فرمایا کہ اگر دین رائے کے ساتھ ہوتا تو پاؤں کا باطن مسح کے ظاہری جانب کے زیادہ مستحق تھے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کے ظاہری جانب پر مسح فرمایا۔ اعمش سے وکیع نے اپنی اسناد سے روایت کر کے فرمایا کہ میری رائے تھی کہ مسح کرنے میں ظاہری جانب سے باطنی جانب والے مقدم ہیں حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ظاہری جانب پر مسح کرتے ہوئے ملاحظہ کیا۔ وکیع نے فرمایا کہ موزوں پر عیسیٰ بن یونس نے اعمش سے وکیع کی مانند روایت کیا ہے۔ ابوالسوداء نے ابن عبد خیر کے والد سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ملاحظہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں قدموں کے ظاہری جانب کو دھویا۔ اور ارشاد فرمایا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے نہ دیکھا ہوتا۔ اور بقیہ حدیث ذکر کی۔

(السنن الصغیر للبیہقی' جزا' ص ۱۰۸' السنن البیہقی الکبریٰ' جزا' ص ۲۹۲' سنن دارقطنی' جز۲' ص ۱۴۷' ۳' شرح السنۃ للبغوی' جزا' ص ۱۹۵)

141 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ مَرْوَانَ وَمَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ مَحْمُوْدٌ اَخْبَرَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ عَنْ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّاْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَمَسَحَ اَعْلَى الْخُفَّيْنِ وَاَسْفَلَهُمَا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَبَلَغَنِيْ اَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ ثَوْرٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَجَاءٍ

رجاء بن حیوۃ سے روایت ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کاتب سے ارشاد فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں وضو کیا تو موزوں پر اور دونوں کے نیچے مسح فرمایا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے کہ اس حدیث کو ثور نے رجاء سے نہیں سنا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:۱۴۱)

تشریح:

موزوں پر مسح کی کیفیت میں اختلاف ہے۔

احناف اور حنابلہ کے نزدیک صرف بالائی حصہ پر ہوگا۔

امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اعلیٰ واسفل دونوں حصوں پر ہوگا۔ اعلیٰ پر بطریق وجوب اور اسفل پر بطریق سنت ہو گا۔

اور امام زہری نے کہا: مسح علی الاسفل کافی ہو جائے گا۔

پھر دوسرا اختلاف یہ ہے کہ

مسح علی الخفین کی مقدار واجب کیا ہے؟

احناف کے نزدیک تین انگلیوں کی مقدار واجب ہے۔

شوافع کے نزدیک ادنیٰ ما یطلق علیه اسم المسح

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اعلیٰ الخف کا استیعاب اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقدم الخف کا اکثر حصہ واجب ہے۔

☆ قوله عن علی لو کان الدین .

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

ایک یہ کہ

موزوں کے صرف ظاہر مسح ہوگا نہ کہ تلے پر جس طرح کہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے۔

دوسرے یہ کہ

اگر عقل حکم شرعی کے خلاف ہو تو عقل مردود ہے اور حکم شرع مقبول۔

دیکھو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقل کہتی تھی کہ

موزے کے نیچے مسح ہونا چاہئے کیونکہ زمین سے وہی لگتا ہے اور گندگی سے وہی قریب رہتا ہے مگر حکم شرعی مقابل آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر دین رائے سے ہوتا تو میں پیشاب سے غسل واجب کرتا اور منی سے وضو کیونکہ پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور منی بعض علماء کے ہاں پاک بھی ہے اور میں لڑکی کو لڑکے سے دگنی میراث دیتا کیونکہ لڑکی کمزور ہے۔ (مراۃ المناجیح: ج:1، ص:318)

قوله عن ثور عن رجاء...... الخ

اس میں صحابی یعنی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مذکور نہیں۔ نیز اس حدیث مبارکہ میں ایک اور جرح ہے وہ یہ ہے کہ کاتب مغیرہ مجہول ہیں مگر ابن ماجہ کی روایت میں کاتب مغیرہ تعیین کے ساتھ مذکور ہے۔

اس طرح عن وراد کاتب المغیرة

لہٰذا یہ اشکال تو رفع ہو جائے گا اور دوسرے اشکالات علی حالہا باقی ہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب فِي الِانْتِضَاحِ

پانی کے چھینٹے مارنا

142 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هُوَ الثَّوْرِيُّ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ الْحَكَمِ الثَّقَفِيِّ أَوِ الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ الثَّقَفِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ يَتَوَضَّأُ وَيَنْتَضِحُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَافَقَ سُفْيَانَ جَمَاعَةٌ عَلَى هَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحَكَمُ أَوِ ابْنُ الْحَكَمِ

حضرت سفیان بن حکم ثقفی یا حضرت حکم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے تو وضو فرماتے اور پانی کے چھینٹے شرم گاہ کے مقابل کپڑے پر مارتے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: ایک جماعت نے اس اسناد کی سفیان کے لئے موافقت کی۔ بعض نے حکم یا ابن حکم کہا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز ۱ ص ۱۶۱)

143 - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ نَضَحَ فَرْجَهُ

مجاہد نے ثقیف کے مرد سے انہوں نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا پھر اپنی شرم گاہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

(المستدرک: جز ۱ ص ۲۷۷، مسند احمد جز ۳۰، ص: ۲۰۱)

144 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ الْحَكَمِ اَوِ ابْنِ الْحَكَمِ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَنَضَحَ فَرْجَهُ

مجاہد نے حکم یا ابن حکم سے انہوں نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنی شرم گاہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

(معجم الکبیر، ج:۳، ص ۲۹۶، سنن البیہقی الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۶۱، مسند احمد: ج ۳۰۷، ص: ۴۰۰)

تشریح:

انتضاع کے کئی معنیٰ ہیں۔

1- ارسلان نے کہا ہے کہ

الانتصاح عند الجمهور رش الفرج بالماء بعد الوضوء

یعنی وضو سے فارغ ہونے کے بعد دفع وساوس کے لئے شرم گاہ کے مقابل کپڑے پر پانی کا چھینٹا دینا۔

2- امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال لمحققون هو الاستنجاء بالماء

3- صب الماء على الاعضاء

4- استنجاء بالماء کے وقت شرم گاہ پر پانی ٹپکانا تاکہ تقاطر بالکلیہ انقطاع ہو جائے۔

اس باب میں تین احادیث مبارکہ ذکر فرمائی گئی ہیں۔

پہلی صورت اور تیسری صورت میں نضح کے ان معانی ذکر کردہ میں سے بظاہر اول معنیٰ مراد ہیں اور دوسری حدیث میں ظاہر یہ ہے کہ دوسرے معنیٰ مراد ہیں اور تاویل کے بعد اس کو بھی اول معنیٰ پر محمول کر سکتے ہیں۔

اور ترمذی کی روایت میں من حدیث ابی ہریرہ مرفوعا اس طرح ہے۔

جاء نی جبرائیل فقال یا محمد اذا توا ضات فانتضح

یہاں پر انتصاح کے تینوں معنیٰ بلا تکلف مراد ہو سکتے ہیں۔

1- اے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ! جب آپ ﷺ وضو سے فراغت حاصل کر لیں تو کپڑے پر چھینٹے دے لیا کریں۔

2- جب آپ ﷺ وضو کا ارادہ فرمائیں تو اس سے پہلے استنجاء بالماء فرما لیا کریں۔

3- جب آپ ﷺ وضو فرمائیں تو اعضاء پر اچھی طرح پانی بہائیں اور صرف مسح اعضاء پر اکتفاء نہ کریں۔

حدثنا محمد بن کثیر الخ قوله عن عن سفیان بن الحکم الثقفی:

اس راوی کے نام میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: سفیان بن الحکم ہیں۔

اور بعض نے کہا: حکم بن سفیان ہیں۔

امام ابو حاتم رازی علی بن مدینی اور امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم بن سفیان صحیح ہے۔

قال ابو داؤد وافق سفیان جماعة

اسی حدیث کو سند میں روایت کا جو اختلاف ہے اس پر مصنف رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ فرما رہے ہیں وہ یہ کہ سند کے جو آخری راوی ہیں یعنی سفیان بن حکم یا حکم بن سفیان بعض روایت نے اس کے بعد سند میں عن ابیہ کا اضافہ فرمایا ہے جس طرح کہ بعد کی دونوں سندوں میں آ رہا ہے اور بعض نے عن ابیہ نہیں ذکر کیا۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جس طرح سفیان سے اس سند میں عن ابیہ ذکر نہیں کیا اسی طرح ایک جماعت نے اس بات میں سفیان کی موافقت کی ہے۔

حدثنا اسحاق بن اسمعیل الخ قوله ثنا سفیان

پہلی سند میں سفیان سے سفیان ثوری مراد ہیں اور دوسری سند میں سفیان جو ابن ابی نجیح سے روایت کر رہے ہیں اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا تَوَضَّاَ

جب وضو کر لے تو کیا کہے؟

اس باب میں وضو کے بعد دعا پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

145 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُدَّامَ اَنْفُسِنَا نَتَنَاوَبُ الرِّعَايَةَ رِعَايَةَ اِبِلِنَا فَكَانَتْ عَلَيَّ رِعَايَةُ الْاِبِلِ فَرَوَّحْتُهَا بِالْعَشِيِّ فَاَدْرَكْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَخْطُبُ النَّاسَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ

يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُومُ فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ يُقْبِلُ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ اِلَّا قَدْ اَوْجَبَ فَقُلْتُ بَخٍ بَخٍ مَا اَجْوَدَ هٰذِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ الَّتِي قَبْلَهَا يَا عُقْبَةُ اَجْوَدُ مِنْهَا فَنَظَرْتُ فَاِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ مَا هِيَ يَا اَبَا حَفْصٍ قَالَ اِنَّهُ قَالَ اٰنِفًا قَبْلَ اَنْ تَجِيءَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ حِيْنَ يَفْرُغُ مِنْ وُضُوئِهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اِلَّا فُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ قَالَ مُعَاوِيَةُ وَحَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ اَبِي اِدْرِيسَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ عَنْ حَيْوَةَ وَهُوَ ابْنُ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِي عَقِيْلٍ عَنِ ابْنِ عَمِّهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ اَمْرَ الرِّعَايَةِ قَالَ عِنْدَ قَوْلِهِ فَاَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ رَفَعَ بَصَرَهُ اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے اور باری کے لحاظ سے اپنے رفقاء کی خدمت کرتے اور اونٹوں کو چراتے۔ ایک دن اونٹ چرانے کی میری باری آ گئی تو میں سہ پہر کو لے کر چرانے کے لئے گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے پایا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ تم میں سے کوئی نہیں جو وضو کرے تو احسن انداز سے کرے پھر دو رکعات ادا کرنے کے لئے قیام کرے تو ان دونوں کے اندر اپنے دل اور نظر سے توجہ کے ساتھ رہے مگر جنت واجب ہو جائے۔ میں نے کہا: واہ واہ! یہ کس قدر اچھی بات ہے۔ میرے روبرو کھڑے آدمی نے کہا: اے عقبہ! تمہارے (آنے سے) پہلے جو فرمائی گئی وہ اس سے زیادہ اچھی تھی۔ پس میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے عرض کیا: اے ابوحفص! (رضی اللہ عنہ) وہ کیا (بات) ہے۔ پھر ارشاد فرمانے لگے کہ تمہارے آنے سے قبل ابھی ارشاد فرمایا کہ تمہارے اندر کوئی (شخص) بھی اس طرح نہیں کہ وضو کرے تو احسن انداز سے کرے۔ پھر جب وضو سے فارغ ہو جائے تو کہے:

اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله ۔

مگر اس واسطے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے وہ جس دروازے سے جانا چاہے چلا جائے۔

معاویہ نے فرمایا: مجھے ربیع بن یزید، ابی ادریس، عقبہ بن عامر نے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ حسین بن عیسیٰ، عبداللہ بن یزید مقری، حیوٰۃ اور وہ شریح ہیں۔ ابوعقیل، ان کے چچازاد بھائی، حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم

ﷺ سے یہی حدیث اسی طرح بیان کی ہے۔ اور اونٹ چرانے کا ذکر نہیں کیا۔ بیان کرتے ہوئے فرمایا: احسن طریقے سے وضو کرو پھر اپنی نگاہ آسمان کی جانب اٹھا کر کہے۔ بقیہ حدیث کو معاویہ کے معنیٰ کے ساتھ روایت کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۱۴۵)

تشریح:

یہاں پر باب میں توضا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

توضا تین معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

1- ارادالوضوء 2- شرع فی الوضوء 3- فرغ عن الوضوء

یہاں پر آخری معنیٰ مراد ہیں۔

اصل میں بیان یہ کرنا چاہتے ہیں کہ وضو کے بعد جو دعا منقول ہے اس کو پڑھنا چاہئے۔

اب وضو کی دعائیں دو طرح کی ہیں:

1- جو بعد الفراغ پڑھی جائیں۔ 2- جو اثناء وضو میں پڑھی جائیں اور ہر ہر عضو پر پڑھی جائیں۔

بعد الفراغ کی دعا یعنی شہادتین احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

سنن ابوداؤد اور ترمذی کے علاوہ صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اور ترمذی کی دعا میں یہ زیادتی ہے۔

اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين

دوسری وہ دعائیں جو وضو کرتے وقت پڑھی جائیں ان کو مفتی امجد علی اعظمی نے بھی تحریر فرمایا ہے۔

وہ یہ ہیں:

کلی کے وقت:

اللهم اعني على تلاوة القرآن و ذكرك و شكرك و حسن عبادتك

ناک میں پانی ڈالتے وقت:

اللهم ارحني رائحة الجنة ولا ترحني رائحة النار

منہ دھوتے وقت:

اللهم بيض وجهي يوم تبيض وجوه و تسود وجوه

داہنا ہاتھ دھوتے وقت:

اللهم اعطني كتابي بيميني وحاسبني حسابا يسيرا

بایاں ہاتھ دھوتے وقت:

اللهم لا تعطنی كتابی بشمالی ولامن وراء ظهری
سر کا مسح کرتے وقت:

اللهم اظلنی تحت عرشك يوم لاظل الا ظل عرشك
کانوں کا مسح کرتے وقت:

اللهم اجعلنی من الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه
گردن کا مسح کرتے وقت:

اللهم اعتقارقبتی من النار
داہنا پاؤں دھوتے وقت:

اللهم ثبت قدمی علی الصراط يوم تزل الاقدام
بایاں پاؤں دھوتے وقت:

اللهم اجعل ذنبی مغفوراً وسعيی مشكوراً و تجارتی لن تبور (بہار شریعت: ج:1،ص:299)
بعض کتب احناف وشوافع میں اعضاء کے وقت کی دعائیں ہر ہر عضو کی الگ الگ لکھی ہیں۔

☆ قوله فتحت له ابواب الجنة الثمانية

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں حالانکہ دوسری حدیث میں جنت کے دروازوں کی تعداد اس سے بہت زائد آئی ہے۔

اس کے دو جواب ہیں:

ایک جواب یہ ہے کہ یہاں پر من مقدر ہے۔

ای من ابواب الجنة الثمانية

جس طرح کہ ترمذی میں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ دروازے دو طرح کے ہوتے ہیں۔

1-ایک داخلی واندرونی 2-بیرونی

یعنی صدر دروازے اور پھاٹک تو یہاں پر صدر دروازے مراد ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ

وہ صرف آٹھ ہی ہوں۔

علماء کرام نے ان آٹھ دروازوں کے نام بھی تحریر کیے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

1-باب الایمان 2-باب الصلوٰۃ 3-باب الصیام، اس کو باب الریان بھی کہا جاتا ہے
4-باب الصدقہ 5-باب الکاظمین 6-باب الراضین
7-باب الجہاد 8-باب التوبہ

مطلب یہ ہے کہ

ان اعمال میں سے جو عمل کرے گا اس میں داخل ہوگا۔

فضائل میں آیا ہے کہ

جو شخص تحیۃ الوضو کی دو رکعت خشوع وخضوع سے پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

اور فقہاء کرام نے تحیۃ الوضو پڑھنے کی تلقین فرمائی جب وضو کرلیا۔

غنية المستملي میں ہے۔

مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھے اس کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں۔ (غنیۃ المستملی، ص:37)

والله و رسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب الرَّجُلِ يُصَلِّ الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق

یہ باب ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کے متعلق ہے۔

146 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ الْبَجَلِيِّ قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ اَبُو اَسَدِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْوُضُوءِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَكُنَّا نُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

محمد وہ ابو اسد بن عمرو ہیں سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وضو کے بارے میں پوچھا: تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وضو کے واسطے نیا وضو فرماتے تھے اور ہم ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ، جز۲، ص۱۲۳، مسند احمد، جز۲۶، ص۲۳۲، شرح معانی الآثار، جز۱، ص۴۵)

147 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ

بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ إِنِّي رَأَيْتُكَ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ قَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ

حضرت سلیمان بن برید کے والد محترم سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے پانچ نمازوں کو ایک وضو سے پڑھا اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا کہ میں نے آج آپ کو ایک ایسا کام کرتے ملاحظہ کیا جو پہلے نہیں کرتے تھے۔ فرمایا: میں نے اس کو خود کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ' جز۱' ص۱۱۸' سنن دارمی' جز۱' ص۱۷۶' شرح السنۃ' جز۱' ص۶۵' شرح معانی الآثار' جز۱' ص۴۱)

تشریح:

بعض صحابہ کرام اور تابعین جس طرح کہ

عبداللہ بن عمر، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عبیدہ سلیمانی اور سعید بن المسیب سے منقول ہے کہ

ہر نماز کے لئے وضو کرنا مطلقاً واجب ہے۔

ظاہریہ وشیعہ نے کہا ہے کہ

ہر نماز کے لئے وضو کرنا صرف مقیم حضرات کے لئے واجب ہے۔

اور ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ

ایک وضو سے صرف پانچ نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔

اس کے بعد اعادہ وضو ضروری ہے۔

اور جمہوری علماء آئمہ اربعہ فرماتے ہیں۔

ایک وضو سے جتنی چاہیں نمازیں پڑھ سکتے ہیں جب تک حدث لاحق نہ ہو۔

علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جب تک انسان بے وضو نہ ہو وہ متعدد فرائض اور نوافل ایک وضو کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

بعض علماء کرام نے آیت وضو سے استدلال کیا ہے کہ

ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا ضروری ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو چہرہ، ہاتھ اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہاں بے وضو ہونے کی قید مراد ہے یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو در آں حالیکہ تم بے وضو ہو تو چہرہ، ہاتھ اور پیر دھوؤ

اور سر کا مسح کرو۔

اس باب کی حدیث کے علاوہ جمہور فقہاء کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص جب تک بے وضو نہ ہو اس کو وضو کافی ہوتا تھا۔

امام بخاری نے سوید بن نعمان سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی پھر وضو کے بغیر مغرب کی نماز پڑھی اسی طرح جن احادیث میں عرفہ اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے اور یوم خندق میں قضا نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں اور سفر کے موقع پر نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں۔

تاہم نیا وضو کر کے نماز پڑھنا بالاتفاق مستحب ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل طریقہ پر عمل کرنے کے لئے ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے اور بیان جواز کے لئے فتح مکہ کے موقع پر ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔

اور امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کئی نمازیں ایک وضو کے ساتھ پڑھیں اور موزوں پر مسح فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا کام کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے عمداً کیا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 277)

اور ترمذی کی روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے جس سال فتح مکہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کام کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نہیں کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے عمداً کیا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 61)

یہاں پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے ہر نماز کے لئے وضو فرماتے تھے۔

وہ وجوباً تھا یا استحباباً تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ
امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں دونوں احتمال ہیں۔
ایک احتمال یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو لکل صلوٰۃ بطریق وجوب فرماتے ہوں اور پھر یہ وجوب فتح مکہ کے دن منسوخ ہو گیا۔
اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو لکل استحبابا فرماتے ہوں اور پھر فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لئے اس کو ترک فرمایا۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احتمال ثانی اقرب الی الصواب ہے۔
اس پر علامہ شوکانی نے اضافہ فرمایا کہ
عبداللہ حنظلہ کی حدیث جو ابوداؤد میں باب السواک میں گزر چکی ہے اس سے احتمال اول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضو لکل صلوٰۃ واجب تھی۔ مگر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا اس کا نسخ فتح کے روز ہوا صحیح نہیں بلکہ نسخ اس سے پہلے غزوہ خیبر کے سفر میں ماننا پڑے گا جس طرح کہ سوید بن نعمان کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔
جو کہ یہ ہے: سوید بن نعمان سے روایت ہے کہ
ہم غزوہ خیبر کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام صہباء پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب طعام منگوایا تو صرف ستو لائے گئے ہم نے ان کو کھایا اور پیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے لئے اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی اور ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 215)
غزوہ خیبر، غزوہ فتح مکہ سے قبل سات ہجری میں ہوا ہے۔

قوله حدثنا محمد بن عیسیٰ الخ قوله عن عمرو بن عامر البجلی

عمرو بن عامر دو ہیں۔
1- البجلی 2- الانصاری
یہاں پر البجلی کی تصریح ہے اور اس کے بالمقابل ترمذی میں الانصاری کی تصریح ہے مگر یہاں ابوداؤد میں آگے آرہا ہے۔

هو ابو اسد بن عمرو

مطلب یہ ہے کہ
یہ عمرو بن عامر وہ ہیں جن کے بیٹے کا نام اسد ہے۔
اس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ
یہ بجلی ہوں کیونکہ اسد بن عمرو بن عامر بجلی ہی کے بیٹے ہیں نہ انصاری کے بیٹے ہیں۔ **واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و**

صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تَفْرِيْقِ الْوُضُوءِ

وضو میں کمی بیشی ہو جانا

اس باب میں وضو میں کمی بیشی رہ جائے تو دوبارہ دھونے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

148 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ اَنَّهُ سَمِعَ قَتَادَةَ بْنَ دِعَامَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَوَضَّاَ وَتَرَكَ عَلٰى قَدَمِهٖ مِثْلَ مَوْضِعِ الظُّفُرِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْئَكَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ وَلَمْ يَرْوِهٖ اِلَّا ابْنُ وَهْبٍ وَحْدَهٗ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْجَزَرِيِّ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ قَالَ ارْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْئَكَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ وَحُمَيْدٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى قَتَادَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص وضو کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مقدسہ میں حاضر ہوا اور ناخن کے برابر جگہ خشک رکھی ہوئی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: لوٹ جاؤ! احسن وضو کرو۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہ حدیث مبارکہ جریر بن حازم سے معروف نہیں اور اس کو روایت کرنے والے ابن وہب کے سوا کوئی نہیں اور معقل بن عبید اللہ جزری، ابوزبیر، جابر، عمر رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: لوٹ جاؤ اپنے وضو کو اچھے طریقے سے کرو۔ موسیٰ بن اسمٰعیل، حماد، یونس، حمید، حسن رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معنیٰ قتادہ جیسا روایت کیا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ' جز ۱' ص ۸۴' سنن دار قطنی' جز ۱' ص ۱۳۱' ۴' سنن البیہقی الکبریٰ' جز ۱' ص ۸۳' سنن ابن ماجہ' جز ۲' ص ۳۴۵)

149 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بُجَيْرٍ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا يُصَلِّیْ

وَفِیْ ظَهْرِ قَدَمِهٖ لُمْعَةٌ قَدْرُ الدِّرْهَمِ لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ فَاَمَرَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعِيْدَ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوةَ

خالد نے اصحاب نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کونماز ادا کرتے ملاحظہ فرمایا اوراس کے قدم پر درہم کی مقدار کے برابر پانی نہیں پہنچا تھا تو نبی کریم ﷺ نے ان کوحکم فرمایا کہ وضو کا اعادہ کرے اور نماز پڑھے۔

(السنن الصغیر للبیہقی' جز ا' ص ۹۱' سنن البیہقی الکبریٰ' جز ا' ص ۸۳' معرفۃ السنن والآثار للبیہقی' جز ا' ص ۲۴۰' مسند احمد' جز ۳۱' ص ۶۲)

تشریح:

اعضاء وضوکوتفریق سے دھونا جائز ہے اس مقصد کی خاطر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے دوطرح کی احادیث نقل فرمائی ہیں پہلی روایت میں تفریق کا جواز ملتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے وضو کیا مگر تھوڑی جگہ خشک رہ گئی ہے آپ ﷺ نے اس کوصرف وہی جگہ دھونے کا حکم فرمایا حالانکہ اس نے وضو پہلے کیا ہوا تھا تو معلوم ہوا تفریق جائز ہے اور آخری حدیث میں ہے کہ ایک نے وضو کیا ایک درہم کے برابر جگہ خشک تھی تو آپ ﷺ نے اس کو دوبارہ وضو کرنے کا حکم فرمایا تو پتہ چلا کہ موالات اولیٰ ہے یا کہ آپ ﷺ کو کسی قرینے سے معلوم ہو گیا کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے اس وجہ سے اس کو دوبارہ وضو کرنے کا حکم فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی توجیہ راجح ہے۔

مگر علامہ یحییٰ شرف نووی متوفی 676ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان میں سے اگر تھوڑی سی جگہ بھی رہ گئی تو وہ وضو صحیح نہیں ہوگا اس پر سب کا اتفاق ہے اور اگر تیمم میں تھوڑی سی جگہ رہ گئی تو اس میں اختلاف ہے۔

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ
یہ تیمم بھی وضو کی طرح صحیح نہیں ہے۔
اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں تین روایات ہیں:
1- اگر نصف سے کم عضو پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ 2- اگر ایک درہم سے کم مقدار پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔
3- اگر چوتھائی یا اس سے کم عضو کو ترک کر دیا تو جائز ہے۔
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ
اگر کسی شخص نے مسئلہ سے ناواقفیت کی بناء پر طہارت کی جگہ طہارت نہیں کی تو اس کی طہارت صحیح ہوگی اور یہ کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو اس کو ملائمت سے مسئلہ کی تیمم دینی چاہئے۔ علماء کرام کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ وضو میں پیروں کو دھونا فرض ہے اور مسح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جس شخص کا وضو میں ایک ناخن کے برابر خشک رہ گیا تھا اس کو نبی

کریم ﷺ نے دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا۔

جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان پر پانی بہہ جانا شرط ہے یہ ضروری نہیں کہ قصداً پانی بہائے اگر چہ بلاقصد واختیار بھی ان پر پانی بہہ جائے۔(بہارشریعت،ج:1،ص:292)واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِذَا شَكَّ فِي الْحَدَثِ

جب حدث کا شک ہو

اس باب میں وضو میں ریح خارج ہونے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

150 – حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِيّ بْنِ خَلَفٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ شُكِيَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلٰوةِ حَتّٰى يُخَيَّلَ اِلَيْهِ فَقَالَ لَا يَنْفَتِلُ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيحًا

سعید بن میتب اور عباد بن تمیم کے چچا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی کہ کسی شخص کو نماز میں ریح نکلنے کا شک ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کو نہ توڑے حتی کہ آواز سن لے یا ریح پائے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۵۰)

151 – حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَوَجَدَ حَرَكَةً فِي دُبُرِهٖ اَحْدَثَ اَوْ لَمْ يُحْدِثْ فَاَشْكَلَ عَلَيْهِ فَلَا يَنْصَرِفْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيحًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو اور اپنی دبر میں حرکت پائے تو اس پر یہ اشکال ہو کہ حدث لاحق ہوا یا نہیں تو نماز سے نہ پھرے حتی کہ آواز سنے یا ریح سنے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی، جز ۱ص ۱۱۷، سنن دارمی، جز ۱ص ۱۹۸، صحیح ابن خزیمہ، جز ۱ص ۱۶، مسند احمد، جز ۱۹ص ۳۰)

تشریح:

جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ

اگر کسی شخص کو پہلے سے بالیقین طہارت حاصل ہے اور اس کے بعد زوال طہارت میں تردد اور شک واقع ہو رہا تو یہ کچھ مضر نہیں کیونکہ

الیقین لایزول الا بمثله

الیقین لایزول بالشك بل یزول بالیقین

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس میں مختلف روایات ہیں۔

ایک مثل جمہور کے روایت ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ

شک فی الحدث مطلقاً ناقض ہے۔

تیسری روایت یہ ہے کہ

اگر خارج صلوٰۃ شک واقع ہو تب تو ناقض ہے لہٰذا بغیر وضو کئے نماز نہ شروع کرے اور اگر داخل صلوٰۃ شک ہو تو پھر ناقض نہیں اور یہی مذہب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

نماز میں اور خارج نماز میں فرق کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں فی الصلوٰۃ کی قید مذکور ہے۔

اور دوسری وجہ اس کی یہ ہے کہ

اگر داخل نماز شک فی الحدث کو ناقض قرار دیا جائے تو اس سے ابطال عمل کا لزوم ہے اور یہ لاتبطلوا اعمالکم کے خلاف ہے اور خارج نماز میں یہ خرابی لازم نہیں آتی لہٰذا وہاں شک فی الحدث کو ناقض قرار دیا جائے گا مگر حافظ ابن حجر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے مالکیہ کے اس استدلال پر اعتراض کیا ہے کہ ابطال عمل تو اس وقت لازم آئے گا جب شک فی الحدث کی حالت میں صحت نماز کو مان لیا جائے اور صحت نماز اس وقت ہو سکتی ہے جب شک فی الحدث ناقض وضو نہ ہو لہٰذا اگر شک فی الحدث فی الواقع ناقض نہیں تو خارج بھی ناقض نہ ہونا چاہئے اور اگر فی الواقع ناقض وضو ہے تو ابطال عمل کہاں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ میں اسلام کے اصول اور قواعد میں سے ایک عظیم اصل اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اشیاء کو ان کی اصل پر باقی رکھنے کا حکم کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کے خلاف یقین حاصل ہو جائے اور اگر اس کی اصلی حالت کے خلاف شک پیدا ہو تو وہ شک اس میں کوئی ضرر نہیں دے گا۔ جمہور صحابہ کرام، تابعین عظام اور فقہاء کرام کا یہی مسلک ہے۔

البتہ امام مالک کا قول یہ ہے کہ

اگر اس کو خارج از نماز شک واقع ہوا تو وضو کرے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

اس پر ہر حال میں وضو لازم ہے۔
اب رہا مسئلہ یہ کہ ریح القبل ناقض وضو ہے یا نہیں تو اس میں اختلاف ہے۔
شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ناقض ہے اور مالکیہ کے نزدیک ناقض نہیں اور احناف کے نزدیک دو روایتیں ہیں اگر شک ہے تو ناقض وضو نہیں اگر یقین ہے تو ناقض وضو ہے۔
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ناقض ہے۔
اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ناقض نہیں۔
خلاصہ کلام یہ کہ اگر کوئی شخص بو بھی نہ محسوس کرے آواز بھی نہ سنے مگر اس کو کامل یقین ہو گیا ہے کہ ہوا خارج ہوئی ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔

☆ **حدثنا قتيبة بن سعيد الخ قوله عن عمه**
یعنی سعید بن مسیب اور عبادہ بن تمیم دونوں اپنے چچا عبداللہ بن زید بن عاصم سے روایت کرتے ہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب الْوُضُوءِ مِنَ الْقُبْلَةِ

بوسہ دینے سے وضو کے متعلق حکم

اس باب میں بیوی کو بوسہ دینے سے وضو کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

152 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى رَوْقٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ كَذَا رَوَاهُ الْفِرْيَابِيُّ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهُوَ مُرْسَلٌ اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَائِشَةَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ وَلَمْ يَبْلُغْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَكَانَ يُكْنٰى اَبَا اَسْمَاءَ

ابراہیم تیمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو بوسہ دیا اور وضو نہ فرمایا۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ مرسل ہے اور ابراہیم تیمی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسے ہی اس کو فریابی نے روایت کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابراہیم چالیس ہجری تک نہ پہنچ سکا اور وہ فوت ہو گیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۵۳)

153 – حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِیعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ حَبِیْبٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ امْرَاَةً مِنْ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ وَلَمْ یَتَوَضَّأْ قَالَ عُرْوَةُ مَنْ هِیَ اِلَّا اَنْتِ فَضَحِكَتْ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰكَذَا رَوَاهُ زَائِدَةُ وَعَبْدُ الْحَمِیْدِ الْحِمَّانِیُّ عَنْ سُلَیْمَانَ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مَخْلَدٍ الطَّالْقَانِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یَعْنِیْ ابْنَ مَغْرَاءَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ اَخْبَرَنَا اَصْحَابٌ لَنَا عَنْ عُرْوَةَ الْمُزَنِیِّ عَنْ عَآئِشَةَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ الْقَطَّانُ لِرَجُلٍ احْكِ عَنِّیْ اَنَّ هٰذَیْنِ یَعْنِیْ حَدِیْثَ الْاَعْمَشِ هٰذَا عَنْ حَبِیْبٍ وَحَدِیْثَهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِی الْمُسْتَحَاضَةِ اَنَّهَا تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ قَالَ یَحْیَی احْكِ عَنِّیْ اَنَّهُمَا شِبْهُ لَا شَیْءَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرُوِیَ عَنِ الثَّوْرِیِّ قَالَ مَا حَدَّثَنَا حَبِیْبٌ اِلَّا عَنْ عُرْوَةَ الْمُزَنِیِّ یَعْنِیْ لَمْ یُحَدِّثْهُمْ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ بِشَیْءٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَقَدْ رَوٰی حَمْزَةُ الزَّیَّاتُ عَنْ حَبِیْبٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَآئِشَةَ حَدِیْثًا صَحِیْحًا

حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی ایک کو بوسہ دیا پھر نماز کے لئے تشریف لے گئے اور وضو نہ کیا۔ عروہ نے کہا کہ میں نے ان کو کہا: وہ آپ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی نہیں ہوگا؟ تو آپ رضی اللہ عنہا ہنس دیں۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: زائدہ، عبدالحمید حمانی نے سلیمان اعمش سے ایسے ہی روایت کیا۔ ابراہیم بن مخلد طالقانی، عبدالرحمٰن بن مغراء، اعمش ان کے رفقاء عروہ مزنی نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یحییٰ بن سعید قطان نے ایک شخص کو فرمایا کہ ان دونوں احادیث کو مجھ سے حکایت کرو یعنی حدیث اعمش حبیب سے اور ان کی حدیث کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے وضو کرے۔ یحییٰ نے فرمایا کہ مجھ سے حکایت کرنے میں شبہ ہو گیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سفیان ثوری سے روایت ہے کہ ہم سے حبیب نے روایت نہیں کیا لیکن عروہ مزنی سے روایت کیا ہے یعنی انہوں نے عروہ بن زبیر سے حدیث روایت نہیں کی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حمزہ زیات، حبیب، عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث روایت کی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز۱، ص۱۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ، جز۱، ص۴۴، مسند اسحاق بن راہویہ، جز۲، ص۹۹، سنن دار قطنی، جز۲، ص۶۲)

تشریح:

قبلہ یعنی قبلۃ المرأۃ سے مراد عورت کو چھونا یا بوسہ دینا اب عورت کو چھونا حالت وضو میں وضو کو توڑتا ہے یا نہیں اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

شوافع کے نزدیک وضو کو توڑ دیتا ہے۔

احناف کے نزدیک مطلقاً ناقض نہیں۔

مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔

دراصل یہ مسئلہ قرآن مجید میں آیت تیمم

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (النساء:43)

میں ذکر کیا گیا ہے اس میں دو قرائتیں ہیں۔

1-ایک قرأت تو یہ ہے کہ

لَمَسْتُمُ النِّسَآءَ باب مجرد ہے۔

2-دوسری قرأت یہ ہے کہ

لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ باب مفاعلہ سے ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لمس اپنے معنی حقیقی یعنی لمس بالید پر محمول ہے۔

اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ

عورت کو چھونا وضو کو توڑ دیتا ہے۔

احناف فرماتے ہیں کہ

لمس سے جماع مراد ہے کیونکہ رئیس المفسر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر جماع ہی کے ساتھ کی ہے۔

اور علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر دوسروں پر راجح ہے نیز اس آیت کریمہ میں دوسری قرأت لامستم والی ہے اس سے احناف کے معنی کی تائید ہوتی ہے لہٰذا اگر لمستم والی قرأت لمس بالید کے معنی کے زیادہ قریب ہے تو لامستم والی قرأت اقرب الی معنی الجماع ہے جس طرح کہ حضرت ابوبکر حصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ نیز احناف نے آیت کو جس

معنیٰ پر محمول کیا ہے اس میں زائد افادیت ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حدث اصغر میں تیمم مشروع ہے اسی طرح حدث اکبر میں بھی مشروع ہے برخلاف شوافع کی تفسیر کے کہ اس سے تیمم جنب کا حکم معلوم نہیں ہوتا نیز احناف کی تائید حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کیونکہ ان احادیث مبارکہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو چھونا وضو کو نہیں توڑتا۔ احناف کے مسلک میں حدیث مبارکہ اور آیت مبارکہ کے درمیان تعارض سے سلامتی ہے اور شوافع کی تفسیر حدیث کے معارض پر رہی ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ نے اس آیت اور احادیث کے تعارض کو دور کرنے کے لئے ایک دوسری شکل اختیار فرمائی وہ یہ کہ عورت کو چھونا اگر شہوت کی وجہ سے ہے تب تو ناقض ہے اگر نہیں تو نہیں۔ لہٰذا آیت مبارکہ میں لمس سے شہوت کے ساتھ چھونا مراد ہے۔ اسی لیے اس کو ناقض وضو قرار دیا ہے اور حدیث میں مس سے مس بلا شہوت مراد ہے اسی لیے وہ ناقض وضو نہیں ہوا۔

سوال

اس حدیث کی اہم ترین سند حبیب عن عروہ عن عائشہ ہے۔

عروہ دو ہیں۔

ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ تم عروہ بن زبیر مراد لیتے ہو یا عروہ مزنی، جو بھی مراد لو روایت ضعیف ہے۔ اگر عروہ مزنی مراد لو تو وہ ضعیف ہے اور اس کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں۔ منقطع اور ضعیف روایت قابل استدلال نہیں ہوتی۔ اگر عروہ بن زبیر مراد لو تو حبیب کا سماع عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں تو پھر روایت منقطع ہو جائے گی۔

اس روایت کے آخر میں ہے۔

روی عن ثوری انه قال ماحدثنا حبیب الاعن عروۃ المزنی

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حبیب عروہ بن زبیر سے روایت نقل نہیں کرتے ان سے سماع ثابت نہیں ہے۔

جواب

یہاں عروہ بن زبیر مراد ہیں کیونکہ دار قطنی و مسند احمد و ابن ماجہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تصریح موجود ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

محدثین کا اصول ہے کہ ایک نام کے دو راوی ہوں ایک مشہور اور دوسرا غیر مشہور ہو کسی موقعہ پر یہ نام آجائے اور ان میں سے کسی کی تعیین پر کوئی اشارہ کنایہ بھی نہ ہو تو وہاں مشہور راوی مراد ہوتا ہے اس حدیث میں بھی ایسے ہی آیا ہے۔ اس اصول کے مطابق یہاں عروہ بن زبیر مراد ہوگا کیونکہ وہ مشہور ہیں تعیین غیر پر اشارہ نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں بالمشافہ گفتگو منقول ہے، عروہ مزنی کا سماع تو ثابت نہیں لامحالہ عروہ بن زبیر مراد ہیں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ

حدیث میں گفتگو اس انداز میں ہے کہ اگر محرم کرے تو خوش طبعی شمار ہوتی ہے، غیر محرم کرے تو گستاخی شمار ہوتی ہے، عروہ بن زبیر بھانجے ہیں وہی مراد ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

چار دلائل سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں عروہ مزنی نہیں ہیں۔

قول سفیان ثوری کے جواب میں یہ ہے کہ

محدثین کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ حبیب کا سماع حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور دوسری منکر ہے۔

قائلین سماع فرماتے ہیں کہ

چار روایتوں میں حبیب کا سماع حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

1-یہی زیر بحث روایت ہے۔ 2-باب المستحاضہ میں آئے گی۔ 3-تیسری دعا کے باب میں ہے۔

عافني في جسدي

4-چوتھی عمرے کے بارے میں آئی ہے۔

ان دونوں قولوں میں سماع والا قول راجح ہے کیونکہ علم پر مبنی ہے مثبت زیادت ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے تو قول سفیان کی خود تردید کردی ہے کیونکہ وہ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ

رواه حمرة الزيات من حبيب عن عروة الزبير عن عائشه حديثاً صحيحاً

تیسرا جواب یہ ہے کہ

روایت سفیان بغیر سند کے ہے کیونکہ امام ابوداؤد اور سفیان ثوری کے درمیان یقینی طور پر واسطہ ہے جو مذکور نہیں ہے روایت منقطع ہوگئی اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

اگر روایت مسلم ہوجائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ

حضرت سفیان ثوری فرمارہے ہیں کہ

ہمارے پاس حبیب کی روایتیں عروہ مزنی سے آئی ہیں اس سے عروہ بن زبیر سے حبیب کے سماع کی نفی نہیں ہوجاتی

کیونکہ اصل عبارت سے تو نہیں نکلتا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ

ذکر کو چھونے سے وضو کرنا

اس باب میں ذکر کو چھونے سے وضو کرنے کے متعلق حدیث ذکر کی گئی ہے۔

154 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِى بَكْرٍ اَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَذَكَرْنَا مَا يَكُوْنُ مِنْهُ الْوُضُوْءُ فَقَالَ مَرْوَانُ وَمِنْ مَسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ عُرْوَةُ مَا عَلِمْتُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَرْوَانُ اَخْبَرَتْنِىْ بُسْرَةُ بِنْتُ صَفْوَانَ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّاْ

حضرت عبداللہ بن ابوبکر نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں مروان بن حکم کے پاس گیا ہم نے وضو کے لازم کرنے والی چیزوں کا ذکر کیا مروان نے کہا اور ذکر کو چھونے سے بھی عروہ نے کہا یہ میں نہیں جانتا۔ مروان نے کہا: مجھے بسرہ بنت صفوان نے خبر دی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اپنے ذکر کو چھوئے تو چاہئے کہ وہ وضو کرے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی' جز۱' ص ۱۲۸' معجم اکبیر' جز: ۲۴' ص ۱۹۴' الموطا' جز۱' ص ۴۲' سنن النسائی' جز۱' ص ۲۸۳)

تشریح:

ذکر کو چھونے سے ناقض وضو میں اختلاف ہے۔

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مس ذکر ناقض وضو ہے۔

امام احمد کے نزدیک مطلق اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک **اذا کان المس بباطن الکف** ۔

اور احناف کے نزدیک مطلقاً ناقض نہیں ہے۔

اس باب میں حدیث بسرہ بنت صفوان ذکر کی گئی ہے، جس سے مس ذکر کا ناقض وضو ہونا معلوم ہوتا ہے ہماری طرف سے اس حدیث کے دو جواب دیئے گئے۔

1- تضعیف 2- تاویل یا ترجیح۔

تضعیف کی وجہ یہ ہے کہ

اس روایت میں عروہ اور بسرہ کے درمیان یا مروان کا واسطہ ہے یا اس کے شرطی کا واسطہ ہے اور مروان غیر ثقہ ہیں ان کی روایت قابل استدلال نہیں۔

جمہور نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

بعض نے یہ کہا کہ

مروان حجت اور قابل استدلال ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی روایت کو اپنی صحیح میں لیا ہے۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ

یہ صحیح ہے کہ مروان حجت نہیں مگر یہ روایت بغیر مروان کے بھی ثابت ہے یعنی عروہ براہ راست بسرہ سے روایت کرتے ہیں۔

چنانچہ ابن حبان فرماتے ہیں کہ

ومعاذ الله ان نحتج بمروان لكن لم يقنع عروة بقول مروان

یعنی عروہ نے مروان کے قول پر قناعت نہیں کی بلکہ انہوں نے براہ راست بسرہ سے جا کر اس مسئلہ کو پوچھا لہٰذا مروان سند کے درمیان سے نکل گئے۔

ہماری طرف سے پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ

یہ صحیح ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی روایت کو لیا ہے اور یہ رجال بخاری میں سے ہیں مگر بخاری کے ان رجال میں سے ہیں جن پر نقد اور طعن کیا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مروان کو مقدمہ فتح الباری میں اس فعل کو ذکر کیا ہے جس میں بخاری کے متکلم فیہ رواۃ کو ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی روایات کو متابعات میں لیا ہے نہ کہ اصول میں۔

اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مروان کی ان روایات کو لیا ہے جس کو انہوں نے اپنی امارت سے پہلے بیان کیا ہے اور امارت کے بعد کی روایات کو نہیں لیا ہے اور دوسری بات کا جواب وہ ہے جو خود امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ حدیث بسرہ کی تخریج شیخین نے اس وجہ سے نہیں کی کہ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اس روایت کو عروہ براہ راست بسرہ سے روایت کرتے ہیں یا بواسطہ مروان اور اس کے شرطی کے۔

معلوم ہوا کہ مروان کا واسطہ نہ ہونا امر محقق نہیں۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے مروان کے واسطہ والی روایت کو لیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں طریق کو ذکر کیا ہے اور نسائی میں ایک روایت بلا واسطہ ہے اور ایک بواسطہ مروان اور ایک بواسطہ حرسی (شرطی)

یہ تو تھا تضعیف کا جواب، اب ترجیح یا تاویل کا جواب ملاحظہ ہو۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ

اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک دوسرے باب کی حدیث مبارکہ یعنی حدیث طلق راجح ہے کیونکہ وہ روایت الرجال کے قبیل سے ہے۔

دوسرے اس لیے کہ اس کی سند میں کوئی اختلاف و اضطراب نہیں ہے۔

علی بن مدینی نے کہا ہے کہ

هو عندی احسن من حديث بسره

اور اگر تاویل کی جائے تو اس کا دروازہ بھی مفتوح ہے۔

اس کی متعدد تاویلیں ہیں۔

1- حدیث بسرہ استحباب پر محمول ہے۔

2- وضو لغوی پر محمول ہے اور یہ اس لیے تاکہ روایات میں تعارض پیدا نہ ہو۔

3- محمول علی ما اذا خرج من الذكر شی لاجل المس

4- مس ذکر سے مراد مس الذكر بفرج المراة ہے جس کو مباشرت فاحشہ کہتے ہیں اور یہ ہمارے ہاں بھی ناقض وضو ہے۔

5- مس سے مراد مس عند الاستنجاء ہے لہٰذا استنجاء ناقض ہوا نہ کہ مس۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

اس میں رخصت

155 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَدْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَدِمْنَا عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ كَاَنَّهُ بَدَوِيٌّ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا تَرٰى فِيْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهُ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ فَقَالَ هَلْ هُوَ اِلَّا مُضْغَةٌ مِنْهُ اَوْ

قَالَ بَضْعَةٌ مِّنْهُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَجَرِيْرٌ الرَّازِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ اَبِيْهِ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ وَقَالَ فِي الصَّلٰوةِ

قیس بن طلق نے اپنے والدمحترم سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو ایک بدوی آدمی نے آکر عرض کیا: یا نبی اللہ! وضو کے بعد کوئی اپنے ذکر کو ہاتھ لگالے تو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ بھی جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو ہشام بن حسان، سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ جریر رازی اور محمد بن جابر نے حضرت قیس بن طلق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ مسدد، محمد بن جابر نے حضرت قیس بن طلق سے یہی اسی اسناد کیساتھ معناً روایت کر کے فرمایا: نماز میں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، جز ا ص ۱۳۴)

تشریح:

حدیث بسرہ اور حدیث طلق دونوں سنن اربعہ کی روایات ہیں۔

مگر صحیحین میں نہیں ہیں۔ ہاں حدیث بسرہ موطا امام مالک، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ میں ہے اور حدیث طلق سنن اربعہ کے علاوہ صحیح ابن حبان، بیہقی اور طحاوی وغیرہ میں ہے۔ جمہور نے حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اول یہ ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ہیں قیس بن طلق ان کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قد سالنا عن قیس بن طلق فلم نجد من یعرفه

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو فرما رہے ہیں کہ ہم نے ان کے متعلق معلومات کیں مگر پتہ نہیں چل سکا کہ یہ کون ہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ

جن حضرات محدثین نے اس حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے ظاہر بات ہے کہ ان کو قیس بن طلق کے متعلق معلومات حاصل ہوں گی اور من عرف حجت ہوتا ہے من لم یعرف پر۔

دوسرا جواب جمہور نے اس حدیث مبارکہ کا یہ دیا کہ

یہ حدیث طلق منسوخ ہے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جس سے مس ذکر کا ناقض ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حدیث طلق مقدم ہے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اس لیے قدوم طلق مدینہ منورہ میں ہجرت کے پہلے سال ہوا تھا جس وقت مسجد نبوی کی تاسیس ہو رہی تھی

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسلام 7ھ میں ہے۔

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ

دعویٰ نسخ کا ثبوت دو باتوں پر موقوف ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ

مسجد نبوی کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف ایک ہی بار ہوئی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ

قدوم طلق صرف ایک بار ہی ہوا جس وقت مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی اس کے بعد پھر دوبارہ مدینہ منورہ آنے کی نوبت نہیں آئی۔

اور حال یہ ہے کہ

یہ دونوں باتیں ثابت نہیں کیونکہ مسجد نبوی کی تعمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بار ہوئی جس طرح کہ وفاء الوفاء میں تصریح ہے۔

۱- پہلی بار 1 ہجری میں۔ ۲- دوسری بار فتح خیبر کے بعد 7 ہجری میں۔

نیز دوسری بات بھی ثابت نہیں اس لیے کہ واقدی اور ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ قدوم طلق وفد بنو حنیفہ میں ہوا تھا اور اس وفد کا قدوم سنة الوفود 9 ہجری میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ قدوم طلق دو بار ہوا۔

۱- 1 ہجری میں ۲- 9 ہجری میں

تو ہوسکتا ہے کہ

سماع طلق دوسری بار میں ہوا ہو لہٰذا نسخ کا دعویٰ ثابت نہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْوُضُوءِ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ

اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کے متعلق

یہ باب اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کے متعلق ہے۔

156 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِیِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوُضُوءِ مِنْ لُّحُومِ الْإِبِلِ فَقَالَ تَوَضَّئُوا مِنْهَا وَسُئِلَ عَنْ لُّحُومِ الْغَنَمِ فَقَالَ لَا تَوَضَّئُوا مِنْهَا وَسُئِلَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَقَالَ لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِينِ وَسُئِلَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ فَقَالَ صَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنے کے متعلق پوچھا گیا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:اس سے وضو کیا کرو۔بکری کے گوشت بارے عرض کیا:تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:اس سے وضو نہ کرو۔اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا:تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز نہ پڑھو اس لیے کہ یہاں شیطان ہوتا ہے۔بکریوں کے ریوڑ میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا:تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:یہاں نماز پڑھ لو اس لیے کہ یہاں برکت ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی'جز۱'۱۵۹'الموطا'جز۱'ص۲۷۳'مسند احمد'جز۳۸'ص۱۴۱)

تشریح:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔

جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

شافعیہ میں سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور اس کی وجہ انہوں نے یہ لکھی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

ان اصح حدیث الوضو من لحوم الابل قلت به

یعنی اگر وضو من لحوم الابل کی حدیث ثابت ہو جائے تو پھر میں اس کا قائل ہوں۔

اس پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس مسئلہ میں دو احادیث صحیح اور ثابت ہیں۔

1-ایک حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ جو ابوداؤد اور ترمذی میں ہے۔

2-دوسری حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ جو صحیح مسلم میں ہے۔

ابن العربی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ

ھذ المذھب اقوی وان کان الجمھور علی خلافه

مگر خلفاء اربعہ اور آئمہ ثلاثہ اس کے قائل نہیں۔

یہ حدیث مبارکہ حنابلہ وغیرہ کی دلیل ہے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بھی حنبلی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا میلان بھی اسی جانب ہے۔
جمہور علماء، آئمہ ثلاثہ جو اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کے قائل نہیں انہوں نے اس حدیث مبارکہ کے دو جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ
احادیث مبارکہ میں وضو سے وضو شرعی نہیں بلکہ وضو لغوی مراد ہے کیونکہ اونٹ کے گوشت میں دسومۃ زائد ہوتی ہے۔
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

لان اتوضا من الكلمة المنتنة احب الی من ان اتوضا من اللقمة الطيبة ۔

اس کے علاوہ بھی بعض دوسرے آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کی تخریج امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ
اگر ان احادیث مبارکہ کو وضو شرعی پر محمول کیا جائے تو پھر یہ منسوخ ہیں اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے جس کی تخریج اصحاب السنن نے کی ہے۔
جس کے الفاظ ہیں۔

کان اٰخر الامرين من رسول الله صلی الله عليه وسلم ترك الوضوء مما مست النار

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے قول نسخ پر اعتراض کیا ہے کہ
وہ یہ ہے کہ
جس حدیث مبارکہ کو آپ ناسخ مان رہے ہیں یعنی **ترك الوضوء مما مست النار** وہ عام ہے اور اونٹ کے گوشت سے وضو والی حدیث خاص ہے عام خاص کے لئے ناسخ نہیں ہوسکتا بلکہ خاص عام پر راجح اور مقدم ہوتا ہے۔
ہماری طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ
ہم اونٹ کے گوشت سے وضو کو منسوخ اس حیثیت سے نہیں مان رہے کہ وہ خاص ہے اور دوسری حدیث عام ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ خاص عام کے افراد میں سے ایک فرد ہے پس جب عام منسوخ ہوگیا تو وہ بجمیع افرادہ منسوخ ہوگا۔

☆ **قوله لا تصلوا فی مبارك الابل...... الخ**

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مبارک اونٹ میں نماز نہیں ہوتی اور جمہور کے نزدیک ہوجاتی ہے۔ منشاء اختلاف

لا تصلوا فی مبارك الابل والی روایت ہے۔

امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ نہی تعبدی ہے۔
اور جمہور کے نزدیک یہ حکم معلول بالعلت ہے۔ جمہور کے قول کو ترجیح ہے کیونکہ نہی کے ساتھ علت منصوص ہے۔

فانها من الشيطن

شیطان کی تعریف ہے۔

كل متمرد من دابة او انسان اوجن هو شيطان

اونٹ بھی متمرد ہے اس کو شیطان فرمایا اس سے نماز میں خشوع نہیں رہتا کیونکہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں کاٹ نہ لے کہیں روند نہ ڈالے اگر یہ ڈر نہ ہو اونٹ مانوس ہے یا کوئی انتظام کرلیا ہے تو نماز جائز ہے بشرطیکہ جگہ بھی پاک ہو۔

قوله فانها بركة

غنم کو برکت ابل کے مقابلہ میں کہا گیا ہے یعنی ابل ایک موذی جانور ہے بخلاف غنم کے کہ اس سے اذیت نہیں پہنچتی۔

اور بعض نے کہا: یہ حقیقت پر محمول ہے اس لیے کہ روایت میں ہے۔

الغنم بركة

اور ایک روایت میں ہے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اتخذى غنماً فان فيها بركة**

نیز ایک روایت میں ہے۔

الغنم من دواب الجنة

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ اللَّحْمِ النِّيءِ وَغَسْلِهِ

کچا گوشت چھونے اور دھونے سے وضو کے متعلق

اس باب میں کچا گوشت چھونے یا دھونے سے وضو کے متعلق حدیث ذکر کی گئی ہے۔

157 – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ الْمَعْنٰى قَالُوْا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ اَخْبَرَنَا هِلَالُ بْنُ مَيْمُوْنٍ الْجُهَنِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ قَالَ هِلَالٌ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ وَقَالَ اَيُّوْبُ وَعَمْرٌو اُرَاهُ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِغُلَامٍ وَهُوَ يَسْلُخُ شَاةً فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَحَّ حَتّٰى اُرِيَكَ فَاَدْخَلَ يَدَهُ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ فَدَحَسَ بِهَا حَتّٰى تَوَارَتْ اِلَى الْاِبِطِ

ثُمَّ مَضَى فَصَلَّى لِلنَّاسِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ زَادَ عَمْرٌو فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي لَمْ يَمَسَّ مَاءً وَقَالَ عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ الرَّمْلِيِّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا لَمْ يَذْكُرْ أَبَا سَعِيدٍ

ہلال بن میمون نے عطاء بن یزید لیثی سے روایت کیا ہے کہ ہلال نے فرمایا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے علاوہ میں اس کو نہیں جانتا۔ ایوب اور عمرو نے اس کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کے پاس سے گزر ہوا جو کہ بکری کی کھال کو اتار رہا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: ادھر ہٹو جاؤ میں اتار کر تمہیں دکھاتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ہاتھ کو کھال اور گوشت کے درمیان اندر داخل فرمادیا حتیٰ کہ بغل تک چلا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے ہی لوگوں کو نماز پڑھادی اور وضو نہ فرمایا۔ عمرو نے اپنی حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ پانی کو ہاتھ نہ لگایا۔ اور ہلال بن میمون رملی سے روایت کیا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: اس کو عبدالواحد بن زیاد، ابومعاویہ، ہلال اور عطاء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً روایت فرمایا ہے اور ابوسعید کا ذکر نہ فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی' جز ۱' ص ۲۲' سنن ابن ماجہ' جز ۹' ص ۳۵۴' صحیح ابن حبان' جز ۳' ص ۴۳۸)

تشریح:

کچے گوشت کے چھونے سے جمہور علماء اور آئمہ اربعہ کے نزدیک وضو واجب نہیں۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ

جب وضو جمہور علماء اور آئمہ اربعہ کے نزدیک واجب نہیں تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کو کیوں قائم فرمایا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

بعض تابعین جیسے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں وضو منقول ہے۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

عن سعيد بن مسيب انه قال من مسه يتوضا

اور حضرت حسن بصری اور حضرت عطاء رحمہما اللہ سے منقول ہے کہ

انه يغسل يده

تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات پر رد کرنے کے لئے اس باب کو قائم فرمایا ہے۔

☆ **قال هلال لا اعلمه**

اس سند میں ہلال کے استاد عطاء اور عطاء کے استاد حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں مگر ہلال نے یوں کہا ہے کہ مجھے اس میں تردد ہے کہ عطاء اس حدیث مبارکہ کو ابو سعید ہی سے روایت کرتے ہیں یا کسی اور صحابی سے باقی ظن غالب یہی ہے کہ وہ اس کو ابو سعید ہی سے روایت کرتے ہیں۔ ہلال کا یہ کلام نقل کرنے میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کے الفاظ مختلف ہیں چنانچہ ایک استاد (ابن الغلاء) نے تو اس طرح نقل کیا۔

لا اعلم الاعن ابی سعید

اور مصنف کے دوسرے دو استاد (ایوب وعمرو) نے اس طرح نقل کیا۔

اراه عن ابی سعید صرف لفظوں کے فرق سے حاصل سب کا یہی ہے کہ ہلال اس میں تردد ظاہر کر رہے ہیں کہ عطاء کے استاد اس میں ابو سعید ہیں یا کوئی اور صحابی ظن غالب یہی ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الْمَيْتَةِ
مردار کو چھونے سے وضو ترک کرنا

158 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هَذَا لَهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستیوں میں سے ایک بستی کے بازار سے گزرے جو دونوں اطراف سے تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری کا مردہ بچہ ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کان سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون محبوب جانتا ہے کہ یہ اس کا ہو؟ اور آگے حدیث نقل کی۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی' جز ۱' ص ۱۳۹' مسند احمد' جز ۲۹' ص ۲۵۱' شعب الایمان' جز ۱۳' ص ۸۰)

تشریح:

جس طرح ذبح کیے ہوئے گوشت کو چھونے سے وضو واجب نہیں ہوتا اسی طرح مردے کو چھونے سے وضو واجب نہیں ہوتا۔

سنن ابوداؤد کی حدیث مبارکہ کے الفاظ تھے وہ تو اوپر گزر چکے مگر صحیح مسلم کی روایت میں ان الفاظ کی زیادتی ہے۔

ایکم ایحب ان هذا له بدرهم

یعنی آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم میں سے کوئی اس کو ایک درہم کے بدلے خریدنا محبوب جانے گا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اس کو تو کوئی مفت میں بھی نہ لے گا چہ جائیکہ قیمت دے کر تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فو اللہ للدنیا اھون علی اللہ من ھذا علیکم .

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جتنا یہ بکری کا بچہ تمہارے نزدیک ذلیل ہے۔

دنیا دنی سے بنی ہے اور دنی کا معنی ذلیل اور گھٹیا ہے اور دنیا آخرت کے مقابلہ میں ذلیل اور گھٹیا ہے۔

دنیا کے گھٹیا ہونے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے جس کو اس کے گھر والوں نے پھینک دیا تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا زوال اس سے زیادہ آسان ہے جتنا اس مردار بکری کے گھر والوں کے نزدیک اس کو پھینکنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج:13، ص:245)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کا کوئی گھر نہ ہو دنیا اس کا گھر ہے اور جس کا کوئی مال نہ ہو دنیا اس کا مال ہے اور جس کے پاس عقل نہ ہو وہ دنیا کے مال کو جمع کرتا ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:10638)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ

اے داؤد (علیہ السلام)! دنیا کی مثال اس مردار کی طرح ہے جس پر کتے جمع ہو کر اس کو گھسیٹ رہے ہوں!

(اے مخاطب) کیا تو پسند کرتا ہے کہ تو بھی ان کی طرح کتا بن کر دنیا کو ان کے ساتھ گھسیٹے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث:6215)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

دنیا پر لعنت کی گئی ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے اس پر بھی لعنت کی گئی ہے سوا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس کے جو اس کے ذکر کے قائم مقام ہے یا عالم یا متعلم کے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:4112)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

دنیا مردار ہے سو جو شخص دنیا کا ارادہ کرے اس کو کتوں کے ساتھ مخلوط ہونے پر صبر کرنا چاہئے۔
(الدرالمنتثر للسیوطی: رقم الحدیث:242)

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی 1162ھ لکھتے ہیں: دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔
ان کا معنیٰ صحیح ہے مگر یہ حدیث مبارکہ نہیں ہے۔
امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
ہر روز ایک منادی تین بار یہ ندا کرتا ہے۔
دنیا کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ دو جس نے ضرورت سے زیادہ دنیا کو لیا اس نے بے خبری میں اپنی موت کو لیا ہے۔
اس معنیٰ میں اور متعدد احادیث مبارکہ ہیں۔
ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں دنیا کو مردار کہا ہے۔
اور خوب فرمایا ہے کہ

ومن یامن الدنیا فانی طعمتها — وسیق الینا عذبها وعذابها
فما هی الا جیفة مستحیلة — علیها کلاب همهن اجتذابها
فان تجتنبها کنت سلما لاهلها — وان تجتذبها نازعتك کلابها

ترجمہ:--اور دنیا سے کون بچے گا میں اس کو چکھ چکا ہوں
اس کی مٹھاس اور اس کا عذاب ہم تک پہنچ چکا ہے
دنیا تو صرف ایک متغیر مردار ہے
جس پر کتے ہیں جو اس کو کھینچنا چاہ رہے ہیں
اگر تم دنیا سے اجتناب کرو گے تو دنیا داروں
اگر تم دنیا کو کھینچو گے تو اس کے کتے تم سے جھگڑا کریں گے۔ (الکشف الخفاء ومزیل الالباس: ج:1،ص:410)

دنیا کی کوئی وقعت نہیں مومن اس کو ترجیح نہیں دیتا۔ دنیا کے بے وقعت ہونے پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں چند درج ذیل ہیں:

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواروں کی ایک جماعت میں جا رہا تھا اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ سے گزرے جہاں بکری کا بچہ پڑا ہوا تھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ جب اس کے مالکوں نے اس کو پھینکا ہوگا تو یہ ان کے نزدیک بے

وقعت ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اس کے بے وقعت ہونے کی وجہ سے ہی انہوں نے اس کو پھینک دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جس قدر یہ بکری کا مردہ بچہ اپنے مالکوں کے نزدیک بے وقعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2328)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے گا اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا سو تم باقی رہنے والی چیز کو فانی ہونے والی چیز پر ترجیح دو۔

(المستدرک: ج: 4، ص: 308)

ایک اور روایت میں ہے: محمد بن منکدر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا ملعونہ ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے ماسوا اس کے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

ماسوا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور ذکر کرنے والوں کے اور ماسوا عالم یا متعلم کے۔

(ذم الدنیا: رقم الحدیث: 7، سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2329، سنن ابن ماجہ: 4112)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو جس طرح مسافر ہو یا راستہ پار کرنے والے ہو اور اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6416)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: 2331)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے۔ (ذم الدنیا: رقم الحدیث: 9)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہ خدا مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ہے مگر مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا اس طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کر دی گئی تھی تو تم دنیا میں اس طرح رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی اور تم اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح وہ ہلاک ہو گئے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3158)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو اس سے ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2327)

ایک اور روایت میں ہے: مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ
لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوالحسن! ہمارے لیے دنیا کی حقیقت بیان فرمائیں۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا کی جو چیزیں حلال ہوں گی ان کا حساب لیا جائے گا اور جو چیزیں حرام ہوں گی ان پر دوزخ کا عذاب ہوگا۔ (ذم الدنیا: رقم الحدیث: 17)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے تمام تفکرات کو صرف آخرت کا حصہ بنا دیا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے افکار سے کافی ہوگا اور جس شخص کے تمام افکار دنیا کے حالات کے متعلق ہوں اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4106)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کرو جس طرح حیاء کرنے کا حق ہے۔
ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! الحمدللہ ہم حیاء کرتے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ بات نہیں ہے کہ مگر اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا حق یہ ہے کہ تم اور اس کے نچلے حصہ کی حفاظت کرو اور پیٹ اور اس کے نچلے حصہ کی حفاظت کرو اور موت اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے اور جس نے ایسا کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کی جو حیاء کرنے کا حق ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2466)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک دن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور قیامت تک واقع ہونے والی کسی چیز کو نہیں چھوڑا مگر اس کی ہم کو خبر دی۔ اس کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور اس کو بھلا دیا جس نے بھلا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ دنیا سرسبز اور میٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے پھر وہ دیکھنے والا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔
سنو!

تم دنیا سے پرہیز کرو اور عورتوں سے پرہیز کرو۔ کیونکہ بنو اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں برپا ہوا تھا اور آپ ﷺ کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ جس شخص کو حق کا علم ہو جائے تو لوگوں کا دباؤ اس کو حق بیان کرنے سے باز نہ رکھے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا۔

ہم نے کئی چیزوں کو دیکھا اور ہم دباؤ میں آ گئے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2198، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6814)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا مقصود دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے حالات دگرگوں کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر کر دیتا ہے اور دنیا سے اس کو وہی چیز ملتی ہے جو اس کے لئے مقدر ہوتی ہے اور جس شخص کی نیت آخرت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے حالات مجتمع کر دیتا ہے اور اس کا دل مستغنی کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4105)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت مقدسہ میں حاضر ہو کر عرض کی۔

یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس کو میں کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے گا اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دنیا میں بے رغبتی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں ان سے بے رغبتی کرو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4102)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے نشان آپ ﷺ کی جلد پر نقش ہو گئے تھے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں اگر آپ ﷺ ہم کو اجازت دیں تو ہم چٹائی کے اوپر کوئی چیز بچھا دیں جس سے آپ ﷺ کی جلد محفوظ رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے دنیا سے کیا مطلب ہے! میری اور دنیا کی مثال یہ ہے جس طرح کوئی سوار کسی درخت کے سائے میں بیٹھے پھر سائے کو ترک کر کے سفر شروع کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2384)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا جانے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے اور ان میں ہر ایک کے فرزند ہیں سو تم آخرت کے فرزند بنو دنیا کے فرزند نہ بنو۔ آج عمل ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہوگا اور عمل نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری: کتاب الرقاق)

لمبی امید رکھنا نفسیاتی بیماری ہے اور جب یہ بیماری دل میں جگہ پکڑ لے تو اس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے لمبی امید کی حقیقت

دنیا کی محبت اور اس پر اوندھے منہ گر جانا ہے اور آخرت سے اعراض کرنا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں۔

1-آنکھوں کا خشک ہو جانا 2-دل کا سخت ہو جانا

3-لمبی امید رکھنا 4-اور دنیا کی حرص

(مسند البزار: رقم الحدیث:3230)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں میں ہمیشہ جوان رہتا ہے۔

1-دنیا کی محبت 2-اور لمبی امید۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:6420)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں دو چیزیں بڑھ جاتی ہیں۔

1-مال 2-اور لمبی عمر کی محبت

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:6421)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چوکور خط کھینچا اور اس چوکور کے وسط میں ایک خط کھینچا جو اس چوکور سے باہر نکلا ہوا تھا اس کے وسط میں چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے جو اس متوسط خط کی جانب تھے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جس نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور یہ خط جو اس چوکور سے باہر نکلا ہوا ہے یہ اس کی امیدیں ہیں اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط اس کو عارض ہونے والے مصائب ہیں اگر اس مصیبت سے بچ نکلا تو یہ مصیبت اس کو ڈس لے گی اور اگر اس سے بچ نکلا تو یہ مصیبت اس کو ڈس لے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:6417)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اپنی گدی پر رکھا پھر اس کو پھیلا دیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر اس کی امید ہے اور پھر اس کی امید ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:2334)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اس امت کے پہلے لوگوں کی نیکی اور زہد اور یقین کی وجہ سے تھی اور اس امت کے آخر کی ہلاکت بخل اور امید کی وجہ سے ہو گی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7646)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام الولید بنت عمر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تم حیا نہیں کرتے۔

مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کس چیز سے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان چیزوں کو جمع کرتے ہو جن کو کھا نہیں سکتے اور ان مکانوں کو بناتے ہو جن میں تم نہیں رہو گے اور تم ان چیزوں کی امید رکھتے ہو جن کو تم پا نہیں سکتے۔ کیا تم اس سے حیاء نہیں کرتے۔ (معجم الکبیر: ج:25، ص:172)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں کندھوں کو پکڑ کر ارشاد فرمایا:

دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم مسافر ہو یا راستہ عبور کرنے والے ہو۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے تھے کہ

جب شام ہو تو تم صبح کا انتظار نہ کرو اور صبح ہو تو تم شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت سے بیماری کا حصہ لو (یعنی صحت کے ایام میں وہ عبادت کر لو جو تم بیماری کے ایام میں نہیں کر سکو گے) اور اپنی زندگی سے اپنی موت کا حصہ لو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6416)

انسان اپنی زندگی میں لمبی لمبی امیدیں رکھتا ہے اور طویل منصوبے بناتا ہے میں یہ کام کروں گا پھر یہ کام کروں گا پھر یہ کام کروں گا یہی دنیا کی محبت ہے اور یہ سب سارے منصوبے اور تمام پروگرام دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور موت اچانک آ پکڑے گی بس آخرت کی فکر ہی دنیا سے بچاؤ کا ذریعہ ہے سچ ہے مومن آخرت کی فکر کرتا ہے اور دنیا کو ٹھوکر مارتا ہے۔

دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔

جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیا کو حلال طریقہ سے سوال سے بچتے ہوئے طلب کیا اور اپنے اہل و عیال کی کفالت اور اپنے پڑوسی پر شفقت کرنے کے لئے حاصل کیا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہو گا اور جس نے دنیا کو حرام طریقہ سے طلب کیا تاکہ وہ مالدار ہو اور لوگوں پر فخر کرے اور ان کو اپنی شان دکھائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے غضب ناک ہو گا۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 10375)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور دنیا کو وہی شخص جمع کرتا ہے جس میں کوئی عقل نہ ہو۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 10638)

جو شخص دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے اور آخرت کی طرف رغبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو آسان فرما دیتا ہے جس طرح کہ احادیث میں ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

جو شخص دنیا کی فکر میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو پراگندہ کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر اور تنگ دستی کر دیتا ہے اور اس کو دنیا سے صرف اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا حصہ اس کے لئے پہلے سے مقدر کر دیا گیا ہے اور جو آخرت کا قصد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو مجتمع کر دیتا ہے اور اس کے دل میں غناء رکھ دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس خاک آلود ہو کر آتی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے ابن آدم! میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے دل کو غناء سے بھر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دل کو مشغولیات سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو دور نہیں کروں گا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4107)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

جس شخص نے اپنے تمام افکار کو صرف ایک فکر بنا دیا اور وہ آخرت کی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کی فکر کے لئے کافی ہے اور جس کے افکار دنیا کے احوال میں مشغول رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں ہو گی کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو رہے ہیں۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4106)

اور جو شخص دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف فرمائی ہے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم کسی شخص میں دنیا سے بے رغبتی اور قلت کلام دیکھو تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ اس کو حکمت عطا فرمائی گئی ہے۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 10552)

تو کلام چلا تھا اس حدیث مبارکہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جتنا یہ بکری کا بچہ تمہارے لیے تمہارے نزدیک ذلیل ہے۔ یہ صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ ہے اور کتاب الزہد میں ذکر کیا گیا ہے۔

قوله قال ایکم یحب ان هذاله

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ یہ اس کا ہو اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

ایکم یحب ان هذاله بدرهم

یعنی کوئی تم میں سے اس کو ایک درہم کے بدلہ لے لے گا تو اس پر سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا مردار کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

مردار کی بیع حرام ہے اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صراحت فرمان ہے کہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں فتح مکہ کے سال یہ ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر، مردار اور بتوں کو حرام کردیا ہے۔

عرض کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مردار کی چربی کا کیا حکم ہے کیونکہ اس کو کشتیوں پر ملا جاتا ہے اور وہ کھالوں پر لگائی جاتی ہے اور لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! وہ حرام ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کردے جب اللہ تعالیٰ نے ان پر مردار کی چربیوں کو حرام کیا تو انہوں نے اس کو پگھلا کر بیچ دیا اور اس کی قیمت کھالی۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 3936)

اب سوال یہ ہے کہ

مردار کا گوشت کھانا کیسا اور اس کے اعضاء کو استعمال کیسا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

مردار جانور کو کھانا بالاتفاق حرام ہے البتہ فقہاء احناف کے نزدیک اس کے بال اور اس کی ہڈیاں پاک ہیں اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے جبکہ امام احمد، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک مردار کی ہڈی نجس ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مردار کے پر اور بال بھی نجس ہیں اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مردار کے پر اور بال پاک ہیں۔

علامہ ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: جو جانور طبعی موت مر جائے نہ اس کو ذبح کیا گیا ہو نہ شکار کیا گیا ہو اس کو مردار کہتے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں جو جانور بغیر ذبح کے مر جائے اس کو مردار کہتے ہیں۔ اس کو شریعت میں حرام کردیا گیا ہے

کیونکہ رگوں میں خون کے رک جانے یا کسی بیماری کی وجہ سے جسم میں زہریلے مادے پیدا ہو جاتے ہیں جو انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں اور اگر اس جانور کو ذبح کر لیا جائے تو اس کے جسم سے سارا خون بہہ جاتا ہے اور خون کے ساتھ زہریلے اور نقصان دہ اجزاء جسم سے نکل جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں طبائع سلیمہ مردار جانور کا گوشت کھانے سے متنفر ہوتی ہیں سو مردار جانور صحت کے اعتبار سے بھی مضر ہے اور دین کے اعتبار سے بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کی جان نہیں نکلی لہٰذا مردار جانور کو کھانا بالاتفاق حرام ہے۔

البتہ فقہاء احناف کے نزدیک اس کے بال اور اس کی ہڈیاں پاک ہیں اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔

مزید لکھتے ہیں کہ امام احمد، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مردار کی ہڈی نجس ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مردار کے پر اور بال بھی نجس ہیں کیونکہ حیوان کی نشوونما سے وہ بڑھتے ہیں اور باقی اعضاء کی طرح اس کی موت سے نجس ہو جاتے ہیں اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مردار کے پر اور بال پاک ہیں کیونکہ امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مردار کی مشک میں کوئی حرج نہیں ہے جب اسے رنگ لیا جائے اور اس کے اون اور بالوں میں کوئی حرج نہیں ہے جب انہیں دھولیا جائے۔ نیز! اس پر موت طاری نہیں ہوتی اس لیے جانور کی موت سے نجس نہیں ہوں گے جیسے انڈا نجس نہیں ہوتا۔ (المغنی: ج:1، ص:60)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا نظریہ یہ ہے کہ مردار کا گوشت اور اس کے بال، ناخن، کھال اور ہڈی تمام اجزاء نجس ہیں۔

اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا نظریہ یہ ہے کہ

جن اجزاء میں حیات نہیں ہوتی وہ موت سے نجس نہیں ہوتے۔

مثال کے طور پر

بال ناخن سینگ کھر

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہاتھی دانت کی کنگھی تھی اور ہاتھی کا دانت اور اس کی ہڈی اور ہاتھی کا گوشت چونکہ کھایا نہیں جاتا اس لیے وہ مردار ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ

مردار کی ہڈی پاک ہوتی ہے۔

نیز سنن دارقطنی میں حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے مردار کے صرف گوشت کو حرام کیا ہے اس کی کھال، بال اور اون میں کوئی حرج نہیں ہے نیز سنن دار قطنی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مردار کی مشک کو جب رنگ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور اس کے اون، بال اور سینگوں کو جب پانی سے دھولیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پہلی روایت کی سند میں ایک راوی عبدالجبار بن مسلم ہے اس کو دار قطنی نے ضعیف کہا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام ابن حبان نے عبدالجبار کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور دوسری روایت میں ایک راوی یوسف بن اسفر ہے اس کو دار قطنی نے متروک الحدیث کہا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ جرح مبہم ہے جو اصولیین کے نزدیک غیر مقبول ہے۔ (عمدة القاری: ج:12، ص:56)

قوله بالسوق داخلا من بعض العالية

عالیہ عوالی کا مفرد ہے عوالی مدینہ منورہ میں وہ محلے اور بستیاں جو مدینہ منورہ کی مشرقی جانب میں واقع ہیں۔

قوله عن جعفر عن ابيه

یہ جعفر وہی ہیں جو حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشہور ہیں۔ ان کے والد کا نام محمد ہے جن کا لقب باقر ہے اور وہ بیٹے ہیں علی بن حسین کے جن کا لقب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہے جو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

واللہ ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب فِيْ تَرْكِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

آگ کو چھوئی ہوئی چیز سے وضو کو ترک کرنا

159 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کی دستی تناول فرمائی پھر نماز ادا فرمائی اور وضو نہ کیا۔

(معجم الاوسط' جز ۶' ص ۳۷۱' معجم الکبیر' جز ۱۰' ص ۳۱۴' سنن الکبریٰ للبیہقی' جز ۱' ص ۱۵۳' السنن الصغیر للبیہقی' جز ۱' ص ۳۲)

160 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِی شَیْبَۃَ وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَیْمَانَ الْاَنْبَارِیُّ الْمَعْنٰی قَالَا حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ اَبِی صَخْرَۃَ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ ضِفْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَاَمَرَ بِجَنْبٍ فَشُوِیَ وَاَخَذَ الشَّفْرَۃَ فَجَعَلَ یَحُزُّ لِیْ بِہَا مِنْہُ قَالَ فَجَاءَ بِلَالٌ فَاٰذَنَہُ بِالصَّلٰوۃِ قَالَ فَاَلْقَی الشَّفْرَۃَ وَقَالَ مَا لَہُ تَرِبَتْ یَدَاہُ وَقَامَ یُصَلِّ زَادَ الْاَنْبَارِیُّ وَکَانَ شَارِبِیْ وَفٰی فَقَصَّہُ لِیْ عَلٰی سِوَاکٍ اَوْ قَالَ اَقُصُّہُ لَکَ عَلٰی سِوَاکٍ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مہمانی کا شرف حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی ران کا حکم ارشاد فرمایا جس کو بھونا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھری لے کر میرے واسطے کاٹنے لگ گئے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے واسطے بلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری کو پھینک دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں انہیں کیا ہوا ہے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے لئے قیام فرمایا۔ اور الانباری نے (یہ) زیادتی کی۔ میری مونچھیں بڑی تھیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کے اوپر رکھ کر کاٹا۔ یا ارشاد فرمایا: میں تمہارے بالوں کو مسواک کے اوپر رکھ کر کاٹتا ہوں۔

(مسند احمد' جز ۳۷' ص ۱۵۸' المعجم الکبیر' جز ۲۰' ص ۴۳۵' شرح السنۃ للبغوی' جز ۱' ص ۷۰۰)

161 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ حَدَّثَنَا سِمَاکٌ عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَکَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتِفًا ثُمَّ مَسَحَ یَدَہُ بِمِسْحٍ کَانَ تَحْتَہُ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے کندھے کا گوشت کھایا پھر اپنے مقدس ہاتھ کو فرش سے صاف فرمایا جو نیچے بچھا ہوا تھا پھر نماز کے لئے قیام فرمایا۔

(معجم الکبیر' جز ۱۱' ص ۲۸۱' سنن ابن ماجہ' جز ۲' ص ۹۶' صحیح ابن حبان' جز ۳' ص ۴۳۸' مسند ابی یعلی' جز ۴' ص ۲۳۹)

162 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِیُّ حَدَّثَنَا ہَمَّامٌ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ یَحْیَی بْنِ یَعْمَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انْتَہَشَ مِنْ کَتِفٍ ثُمَّ صَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّاْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی دستی تناول فرمائی پھر نماز ادا فرمائی اور وضو نہ فرمایا۔

(المعجم الکبیر' جز ۱۲' ص ۱۶۹)

163 - حَدَّثَنَا اِبْرَاہِیْمُ بْنُ الْحَسَنِ الْخَثْعَمِیُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْکَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ قَرَّبْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ خُبْزًا وَّلَحْمًا فَاَكَلَ ثُمَّ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّاَ بِهِ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ طَعَامِهِ فَاَكَلَ ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَتَوَضَّاْ

محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں روٹی اور گوشت حاضر کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا پھر وضو کے واسطے پانی منگوایا اور اس کے ساتھ وضو فرمایا پھر ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر بچا ہوا کھانا طلب فرمایا تو تناول فرمایا پھر نماز کے واسطے قیام فرمایا اور وضو نہ کیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۶۳)

164 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ سَهْلٍ اَبُوْ عِمْرَانَ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ اٰخِرَ الْاَمْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا اخْتِصَارٌ مِّنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں امروں میں سے آخری امر یہ تھا کہ آگ پر پکی چیز تناول فرما کر وضو نہ فرماتے تھے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہ پہلی حدیث کا اختصار ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۴)

165 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ كَرِيمَةَ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ بْنُ اَبِيْ كَرِيمَةَ مِنْ خِيَارِ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ ثُمَامَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا مِصْرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ فِيْ مَسْجِدِ مِصْرَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ اَوْ سَادِسَ سِتَّةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَارِ رَجُلٍ فَمَرَّ بِلَالٌ فَنَادَاهُ بِالصَّلٰوةِ فَخَرَجْنَا فَمَرَرْنَا بِرَجُلٍ وَبُرْمَتُهُ عَلَى النَّارِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطَابَتْ بُرْمَتُكَ قَالَ نَعَمْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ فَتَنَاوَلَ مِنْهَا بَضْعَةً فَلَمْ يَزَلْ يَعْلُكُهَا حَتّٰى اَحْرَمَ بِالصَّلٰوةِ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ

عبید بن ثمامہ مرادی سے روایت ہے کہ ہمارے پاس مصر کے اندر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے ان کو مصر کی مسجد میں حدیث مبارکہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں ایک شخص کے گھر میں سات یا چھ لوگوں کو دیکھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ نے نماز کی صدا لگائی تو ہم باہر نکل گئے اور ایسے شخص کے پاس

سے گزرے جن کی ہانڈی آگ پر تھی تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا آپ کی ہانڈی تیار ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں۔ تو آپ ﷺ اس سے بوٹی اٹھا کر چبانے لگے حتیٰ کہ نماز کی تکبیر ہوئی اور میں نے آپ ﷺ کی اپنی نظروں سے زیارت کی۔

(سنن ابوداؤد)

تشریح:

آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے ساتھ وضو ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے میں شروع زمانہ میں اختلاف رہا پھر نہ ٹوٹنے پر اتفاق ہو گیا۔ بعض صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم جس طرح کہ

1- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
2- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
3- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
4- حضرت عمر بن عبدالعزیز ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ
5- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ

ما مست النار سے وجوب وضو کے قائل تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صدر اول کے بعد اختلاف مرتفع ہو گیا اور اب علماء کا ترک وضو پر اجماع ہو گیا ہے۔

حدثنا موسیٰ بن سهل الخ قوله عن جابر

كان آخر الامرين من رسول الله ﷺ

ترك الوضوء مما غيرت النار......

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ اس بارے میں صریح ہے کہ نبی کریم ﷺ کا آخری فعل ترك الوضوء ممامست النار ہے چنانچہ جمہور علماء کرام نے اس حدیث مبارکہ سے وضو میں ممامست النار کے نسخ پر استدلال کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی میں اس کی تصریح فرمائی۔

حضرت عثمان بن ابی شيبة الخ قال ضفت النبی صلی الله عليه وسلم

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ایک رات میں حضور ﷺ کا مہمان ہوا۔

یہ روایت شمائل ترمذی میں بھی ہے اور اس کے یہ لفظ ہیں۔

ضفت مع النبی صلی الله عليه وسلم

ان دونوں احادیث میں تعارض ہے۔

ایک میں یہ ہے کہ

ایک رات میں حضور ﷺ کا مہمان ہوا۔

دوسری میں یہ ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مہمان ہوا۔

تو اس کی توجیہہ یہ بیان کی گئی ہے کہ

دراصل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مہمان تو حضور ﷺ کے ہی کے تھے مگر اس دن نبی کریم ﷺ مع اپنے مہمانوں کے دوسری جگہ مدعو تھے لہذا دونوں طرح کہنا صحیح ہے۔

قوله واخذ الشفرة

اس میں ہے کہ چھری سے کاٹنے لگے۔

اور ابوداؤد کی کتاب الاطعمہ میں ایک حدیث ہے۔

لا تقطعوا اللحم بالسكين

ان دونوں احادیث مبارکہ میں تعارض ہے ایک میں کاٹنے کا ذکر اور ایک میں کاٹنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

کتاب الاطعمۃ والی حدیث ضعیف ہے بلکہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے اور اگر اس کو صحیح مانا جائے تو یہ توجیہہ ہوسکتی ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ گوشت کو چھری سے کاٹ کر پھر اسی سے کھایا جائے اور اگر چھری سے کاٹ کر پھر ہاتھ سے اس کو منہ میں رکھے تو جائز ہے یا یہ کہا جائے کہ اس کا مدار حاجت اور ضرورت پر ہے منع اس صورت میں ہے جب بلاضرورت تکلفاً استعمال کی جائے۔

قوله وكان شاربي وفاء فقصه لي على سواك الخ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اتفاق سے اس دن میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے میری مونچھوں کے نیچے مسواک رکھ کر اوپر کے بالوں کو کاٹ دیا یا یہ فرمایا کہ میں تمہارے بالوں کو مسواک کے اوپر رکھ کر کاٹتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ

مہمان کے مصالح اور اس کے احوال کو مدنظر رکھنا چاہیے اور اس کی خاطر مدارات کرنی چاہیے ہر لحاظ سے اس کے ساتھ خدمت میں پیش پیش ہو۔

قال ابوداؤد هذا اختصار من الحديث الاول

یہ قال ابوداؤد ذراہتم بالشان ہے محتاج توضیح ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ کوئی مستقل حدیث نہیں بلکہ حدیث سابق کا اختصار ہے، حدیث سابق کے راوی بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

اس کا مضمون یہ ہے کہ

ایک دن میں نے حضور انور ﷺ کی خدمت مقدس میں خبز ولحم پیش کیا آپ ﷺ نے اس کو تھوڑا سا تناول فرمایا اور اس کے بعد وضو فرما کر ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ نماز چونکہ درمیان میں پڑھی تھی اسی لیے نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے باقی کھانا منگوایا اور اس کو تناول فرمایا اس کے بعد جب دوسری نماز پڑھی تو اس کے لئے آپ ﷺ نے وضو نہیں فرمایا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ

جب اصل حدیث یہ ہے جس کا مضمون ہم نے ابھی بیان کیا ہے تو اس کا اعتبار ہوگا۔ اب اگر اصل حدیث مبارکہ سے وضو مما مست النار کے نسخ پر استدلال صحیح ہے تو اس کان اخر الامرین الخ سے بھی صحیح ہے اور اگر اس سے نسخ پر استدلال صحیح نہیں تو اس حدیث سے بھی صحیح نہیں۔ لہٰذا دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حدیث طویل سے نسخ پر استدلال صحیح ہے یا نہیں، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث سابق سے نسخ پر استدلال صحیح نہیں اس لیے آپ ﷺ نے تناول لحم کے بعد ظہر کی نماز کے لئے جو وضو فرمایا۔

اس میں دو احتمال ہیں: ایک یہ ہے کہ

یہ وضو مما مست النار کے اکل کی وجہ سے تھی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ: یہ وضو کرنا اس لیے تھا کہ پہلے سے آپ ﷺ کا وضو نہ تھا اور وضو مما مست النار کا اس وقت حکم ہی نہیں ہوا تھا وہ اس قصہ کے بعد ہوا لہٰذا احتمال ثانی کی صورت میں نسخ پر استدلال صحیح نہیں۔ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ ہاں اگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کان اخر الامرین الخ مستقل حدیث ہوتی تب بے شک اس سے نسخ پر استدلال صحیح تھا یہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی تشریح ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہی مطلب سمجھا اور اسی غرض کو بیان فرمایا ہے۔

دوسرے لفظوں میں اس کی مزید وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ان دونوں احادیث مبارکہ کا مدار محمد بن المنکدر پر ہے ان کے دو شاگرد ہیں:

1-ابن جریج 2-شعیب بن ابی حمزہ

ابن جریج نے تو محمد بن المنکدر سے اصل حدیث بلا کسی اختصار اور تفسیر کے نقل کی اور شعیب بن ابی حمزہ نے خود اس

حدیث کا ایک مفہوم متعین کر کے اس کو مختصر روایت کیا اور مفہوم سمجھنے میں ان سے غلطی ہوئی۔

اور کہہ دیا کہ

کان آخر الامرین من رسول اللہ ترك الوضوء ممامست النار قوله وانا انظر اليه

اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

ایک مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور چشم دید واقعہ نقل کر رہا ہوں۔

دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ

یہ گزشتہ واقعہ اس وقت میری نظروں میں پھر گیا اور اس واقعہ کے بیان کے وقت نقشہ بالکل میرے سامنے آ گیا۔

یہ دراصل تعلق و محبت کی بات ہوتی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو کہنا ہی کیا ان کے عشق کا عالم عروج پر ہوتا تھا ہر وقت جلوہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں گم رہتے تھے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب التَّشْدِيْدِ فِيْ ذٰلِكَ

اس بارے میں وضو کرنے کی تاکید

یہ باب گزشتہ باب سے منسلک ہے اور اس میں وضو کرنے کا ذکر ہے۔

166 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ عَنِ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُضُوْءُ مِمَّا اَنْضَجَتِ النَّارُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگ سے پکی چیز کھا کر وضو ہوتا ہے۔

(الموطا، جز ۱، ص ۸۲، مسند ابی یعلی جز ۱۱، ص ۲۱، مسند احمد جز ۲۰، ص ۷۰، مسند البزار جز ۲، ص ۲۲۳)

167 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبَانُ عَنْ يَحْيَى يَعْنِيْ ابْنَ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ بْنَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَهُ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ فَسَقَتْهُ قَدَحًا مِنْ سَوِيْقٍ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ فَقَالَتْ يَا ابْنَ اُخْتِيْ اَلَا تَوَضَّاُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَوَضَّئُوْا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ اَوْ قَالَ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ فِيْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ يَا ابْنَ اَخِيْ

ابوسلمہ نے ابوسفیان بن سعید بن مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو پیالہ ستو کا پلایا پس پانی منگوا کر کلی کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! وضو کیوں نہیں کر رہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگ سے پکی چیز کھا کر وضو کرو۔ آپ نے فرمایا: جس کو آگ چھوئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زہری کی حدیث مبارکہ میں یا ابن اخی ہے۔

(معجم الکبیر، جز: ۲۳، ص ۲۳۹)

تشریح:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ پہلے آگ پر چھوئی چیز سے وضو کرنے پر باب باندھ چکے تھے اب اس پر مزید دوبارہ تشدید کی ہے اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ آگ سے چھوئی ہوئی سے وضو کرنے کے قائل ہیں۔

☆ **حدثنا مسلم بن ابراهيم الخ قوله ان ابا سفيان بن سعيد بن مغيره انه دخل على ام حبيبة:**

یعنی ابوسفیان بن سعید ام المومنین ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا رشتہ میں ان کی خالہ محترمہ تھیں۔ اسی وجہ سے یا ابن اختی کا لفظ استعمال فرمایا۔

☆ **قال ابو داؤد فى حديث الزهرى يا ابن اخى**

اس سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ روایت میں اختلاف بیان فرما رہے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ کو ابوسلمہ سے روایت کرنے والے دو ہیں۔

1- یحییٰ بن ابی کثیر 2- زہری

یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت میں تھا کہ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ابوسفیان بن سعید کو یا ابن اختی کہہ کر خطاب کیا۔

اور زہری کی روایت میں ہے کہ

بجائے اس کے یا ابن اخی کہہ کر خطاب فرمایا یا ابن اختی کہنا تو واقعہ کے مطابق ہے اس لیے کہ یہ دونوں خالہ بھانجے ہیں اور یا ابن اخی کہنا مجازاً ہے۔

طحاوی اور نسائی کی روایت سے معاملہ اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے یعنی اس زہری کی روایت میں یا ابن اختی ہے اور یحییٰ کی روایت میں یا ابن اخی ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب فِي الْوُضُوءِ مِنَ اللَّبَنِ

دودھ پی کر وضو کرنے کا بیان

اس باب میں دودھ پی کر وضو کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

168 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ لَهُ دَسَمًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمانے کے بعد پانی طلب فرما کر کلی فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چکناہٹ رکھتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز۲، ص ۱۰۸، سنن البیہقی الکبریٰ، جز۱، ص ۱۵۹، سنن ترمذی، جز۱، ص ۱۴۹، شرح السنۃ للبغوی)

تشریح:

اگر یہاں وضو سے مراد وضو لغوی ہے پھر تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس کے استحباب کو ثابت کرنا ہے اور اگر وضو سے وضو شرعی مراد ہو تو اس کی نفی مقصود ہے اس لیے کہ حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا اور اس کے بعد کلی فرمائی۔ دودھ پینے کے بعد نماز سے قبل وضو لغوی یعنی کلی کرنا جمہور علماء کے نزدیک اور آئمہ اربعہ کے نزدیک یہاں مستحب ہے۔

البتہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ
اونٹنی کا دودھ پینے سے وضو شرعی واجب ہے کیونکہ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے۔
توضؤا من البان الابل

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ دودھ سے وضو شرعی واجب نہیں۔ مگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اس میں اختلاف معلوم ہوتا ہے گویا کہ یہاں تین مذہب ہو سکتے ہیں۔
پہلا مسلک آئمہ اربعہ کا جو کہ پیچھے نقل کر دیا یعنی مستحب کے قائل ہیں جب وضو لغوی مراد ہو۔
دوسرا مسلک بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں یہ بزرگ اس سے وجوب وضو کے قائل تھے۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان دونوں سے روایت ہے کہ

لا وضوء الامن اللبن

اور تیسرا مسلک اس میں ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن کا ہے وہ استحباب کے بھی قائل نہیں تھے۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ

جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔

توانہوں نے فرمایا: امن شراب سائغ للشاربین

کیا ایسی خوشگوار شراب سے وضو کیا جاتا ہے۔

یہاں پر ایک نئی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔

وہ یہ ہے کہ مویشیوں میں دودھ کا استقراء کہاں ہوتا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ اس آیت کریمہ

''اور بے شک مویشیوں میں بھی تمہارے لیے غور کا مقام ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے درمیان اور وہ خالص دودھ ہے جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔'' (النحل:66)

کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مِمَّا فِي بُطُوْنِهٖ میں مذکر کی ضمیر ہے اور دودھ مذکر میں نہیں مؤنث میں ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ضمیر مذکور کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی جن مویشیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بعض کی یہ صفت ہے کہ ہم تمہیں اس چیز سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے درمیان ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ جانور گھاس کھاتا ہے وہ گھاس اس کے معدہ میں مستقر رہتی ہے پھر وہ گھاس پکتی ہے پھر اس کا نچلا حصہ گوبر بن جاتا ہے اور اس کے درمیان دودھ ہوتا ہے اور اس کے اوپر خون ہوتا ہے اور ان اقسام پر جگر مسلط رہتا ہے وہ خون کو تمیز کر کے رگوں میں جاری کرتا ہے اور دودھ کو تھنوں میں جاری کرتا ہے اور گوبر اسی طرح اوجھڑی میں باقی رہتا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:10،ص:112)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ

خون اور دودھ یقینی طور پر اوجھڑی میں نہیں پیدا ہوتے اور اس کی دلیل مشاہدہ ہے کیونکہ ان حیوانات کو تواتر اور تسلسل کے ساتھ ذبح کیا جاتا ہے اور ذبح کے بعد جب اوجھڑی کو چیرا جاتا ہے تو کسی شخص نے بھی اس میں خون کا مشاہدہ کیا نہ دودھ کا۔ اگر خون اور دودھ اوجھڑی میں پیدا ہوتا تو ضروری تھا کہ کسی نہ کسی موقع پر وہ دکھائی دیتا اور جس چیز کے فساد اور بطلان پر مشاہدہ دلالت کرتا ہے اس سے استدلال کرنا اور اس پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔

بلکہ صحیح یہ ہے کہ جب کوئی جان دار غذا کھاتا ہے تو اگر وہ جاندار انسان ہو تو غذا اس کے معدہ میں پہنچ جاتی ہے اور اگر وہ

جاندار مویشی ہوں تو پھر وہ غذا اس کی اوجھڑی میں پہنچ جاتی ہے اور مویشیوں میں سے جب مادہ غذا کھاتی ہے اور وہ غذا یا چارہ اس کی اوجھڑی میں پہنچتا ہے اور چارہ وہاں پک جاتا ہے تو ہضم اول حاصل ہوتا ہے پس اس میں سے جو صاف جوہر ہوتا ہے اس کو جگر جذب کر لیتا ہے اور جو کثیف مادہ ہوتا ہے وہ انتڑیوں کی طرف اتر جاتا ہے پھر جس صاف جوہر کو جذب کرتا ہے وہ جگر میں پکتا ہے اور وہ خون بن جاتا ہے اور یہ ہضم ثانی ہے اور یہ خون صفراء اور سوداء سے مخلوط ہوتا ہے اور اس میں پانی کے اجزاء بھی ہوتے ہیں پھر صفراء پتہ کی طرف چلا جاتا ہے اور سوداء تلی کی طرف چلا جاتا ہے اور پانی گردوں کی طرف چلا جاتا ہے اور گردوں سے مثانہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور خون رگوں میں چلا جاتا ہے اور یہ وہ رگیں ہیں جو جگر میں پیدا کی گئی ہیں اور یہاں ہضم ثالث حاصل ہوتا ہے اور جگر اور تھنوں کے درمیان بھی بہت باریک باریک رگیں ہیں جگر سے خون ان رگوں میں آتا ہے اور ان رگوں سے تھنوں میں آ جاتا ہے اور تھنوں میں سفید رنگ کے نرم غدود ہیں اور جب وہ خون رگوں سے تھنوں میں پہنچتا ہے اور ان سفید غدود میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے خون کی صورت کو دودھ میں منتقل کر دیتا ہے اور تھنوں میں دودھ کے پیدا ہونے کی صحیح کیفیت یہی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مویشیوں میں جو نر ہیں ان کی اوجھڑیوں میں بھی غذا اور چارہ ان ہی مراحل سے گزرتا ہے پھر ان میں دودھ کیوں نہیں پیدا ہوتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تدابیر اس طرح کی ہے جو اس کے لائق اور مناسب ہو اور جس میں اس کی مصلحت ہو ہر حیوان میں مذکر کا مزاج گرم خشک ہوتا ہے اور مؤنث کا مزاج سرد تر ہوتا ہے۔

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ مؤنث کے بدن کے اندر بچہ تیار ہوتا ہے اور خلقت کے مراحل طے کرتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ مؤنث کے بدن میں زیادہ رطوبات ہوں۔

اور اس کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ بچہ رطوبتوں میں پیدا ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ مؤنث کے بدن میں زیادہ رطوبات ہوں تا کہ وہ رطوبتیں بچہ کے تولد کا مادہ بن جائیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب بچہ بتدریج بڑا ہوتا ہے تو ماں کے جسم میں پھیلنے اور بڑھنے کی صلاحیت ہوتا کہ بچہ بہ تدریج بڑھتا رہے اور جب کہ ماں کے بدن میں رطوبتیں غالب ہوتی ہیں تو اس کا بدن پھیلنے اور بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے حتیٰ کہ بچہ بھی بڑھتا رہتا ہے۔

پس ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ

ہر جان دار مؤنث کے جسم میں خصوصیت کے ساتھ رطوبت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر یہ رطوبتیں پیٹ کے بچہ کے بدن بڑھنے اور زیادہ ہونے کا مادہ بن جاتی ہیں جب وہ بچہ ماں کے رحم میں ہوتا ہے اور جب بچہ ماں کے رحم سے منفصل ہو کر پیدا ہو جاتا ہے

تو وہ رطوبتیں رحم سے منتقل ہو کر ماں کے پستانوں اور تھنوں میں پہنچ جاتی ہیں تا کہ وہ اس نومولود بچہ کی غذا کا مادہ بن جائیں اور جب تم نے اس کی تفصیل کو جانا تو تم کو معلوم ہو گیا کہ کس سبب کے خون مادہ اور مؤنث میں دودھ کی شکل میں متشکل ہوتا ہے اور مذکر اور نر میں خون دودھ کی صورت نہیں اختیار کرتا پس دونوں کا فرق واضح ہو گیا۔

جب تم نے دودھ پیدا ہونے کی اس تصویر کو جان لیا۔

تو مفسرین کہتے ہیں کہ یہ تین چیزیں ایک جگہ سے پیدا ہوتی ہیں گوبر اوجھڑی کے نچلے حصہ میں ہوتا ہے اور خون اوپر کے حصہ میں ہوتا ہے اور دودھ درمیانی حصہ میں ہوتا ہے اور ہم دلائل سے واضح کر چکے ہیں کہ یہ قول مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہے اس لیے کہ اگر خون معدہ کے اوپر کے حصہ میں ہو تو ضروری ہے کہ جب انسان یا حیوان کو قے آئے تو اس کو خون کی قے آئے اور یہ قطعاً باطل ہے۔

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ خون کے بعض اجزاء سے دودھ پیدا ہوتا ہے اور خون ان لطیف اجزاء سے پیدا ہوتا ہے جو گوبر میں ہوتے ہیں اور یہ وہ کھائی ہوئی اشیاء میں جو اوجھڑی میں ہوتی ہیں اور یہ دودھ ان اجزاء لطیفہ سے پیدا ہوتا ہے جو پہلے گوبر میں تھے پھر وہ اجزاء لطیفہ دوسری بار خون میں آئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان اجزاء کثیفہ اور غلیظہ سے خون کو مصفّٰی کر لیا اور اس میں وہ صفات پیدا کر دیں کہ وہ ایسا دودھ بن گیا جو بچہ کے بدن کے موافق تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ گوبر اور خون کے درمیان سے دودھ پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جانور جو غذا کھاتے ہیں اس سے ایک طرف تو خون بنتا ہے اور دوسری طرف گوبر بنتا ہے مگر ان ہی جانوروں کی مادہ صنف میں اسی غذا سے ایک تیسری چیز بھی پیدا ہو جاتی ہے جو خاصیت، رنگ، بو اور مقاصد میں ان دونوں سے بالکل مختلف ہوتی ہیں پھر خصوصاً مویشیوں میں اس چیز کی پیداوار اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ وہ ان کے اپنے بچوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے علاوہ انسانوں کے لئے بھی اس چیز کو کثیر مقدار میں فراہم کرتے رہتے ہیں۔

مادہ کے تھنوں اور پستانوں میں جو دودھ پیدا ہوتا ہے وہ ایسی خصوصیات سے متصف ہوتا ہے کہ جن کی وجہ سے وہ دودھ بچہ کی غذا کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کے موافق ہوتا ہے اور اس دودھ کی خلقت ایسی عجیب و غریب حکمتوں اور ایسے دقیق اسرار پر مشتمل ہے جس سے عقل سلیم یہ شہادت دیتی ہے کہ دودھ کی یہ خلقت کسی عظیم مدبر اور زبردست قادر و قیوم کی تدبیر اور اس کے فعل کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ ان اسرار اور حکمتوں میں سے ہم چند کا یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ نے معدہ اور اوجھڑی کے نچلے حصہ میں ایک منفذ اور سوراخ پیدا کیا ہے جس سے غذا کا تلچھٹ اور فضلہ دوسری طرف بڑی آنت میں نکل جاتا ہے اور جب انسان کوئی چیز کھاتا ہے یا پیتا ہے تو وہ منفذ کلی طور پر بند ہو جاتا ہے کہ اس کھائی ہوئی اور پی ہوئی چیز میں سے کوئی ذرہ یا کوئی قطرہ اس منفذ سے نہیں نکلتا حتیٰ کہ معدہ میں ہضم کے مراحل مکمل ہو جائیں اس وقت اس غذا کے صاف جوہر کو جگر جذب کر لیتا ہے اور تلچھٹ وہاں باقی رہ جاتا ہے پھر اس منفذ کا منہ کھلتا ہے

اور وہ تلچھٹ معدہ سے نکل کر بڑی آنت میں چلا جاتا ہے اور یہ عجیب وغریب کاروائی فاعل حکیم کی تدبیر کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

2- اللہ تعالیٰ نے جگر میں ایسی قوت رکھی ہے جو کھائی ہوئی اور پی ہوئی چیز میں جو اجزاء لطیف ہوتے ہیں ان کو جذب کر لیتا ہے اور اجزاء کثیفہ کو جذب نہیں کرتا اور انتڑیوں میں ایسی قوت رکھی ہے جو کھائی ہوئی یا پی ہوئی چیز میں جو اجزاء کثیفہ ہوتے ہیں ان کو وہ جذب کر لیتی ہے اور وہ اجزاء لطیفہ کو جذب نہیں کرتی اور اگر معاملہ اس کے الٹ اور برعکس ہوتا تو انسان کے بدن کی مصلحت اور اس کے بدن کا نظام فاسد ہو جاتا ہے۔

3- اللہ تعالیٰ نے جگر میں غذا کے لطیف اجزاء کو پکانے اور ان کو ہضم کرنے کی قوت رکھی ہے کہ وہ صفراء کو جذب کر لیتا ہے اور تلی میں یہ قوت رکھی ہے کہ وہ سوداء کو جذب کر لیت ہے اور گردہ میں یہ قوت رکھی ہے کہ وہ ان اجزاء میں سے زائد پانی کو جذب کر لیتا ہے پھر صاف خون باقی رہ جاتا ہے جو بدن کی غذا کے لئے کافی ہے۔

4- جس وقت ماں کے رحم میں بچہ ہوتا ہے تو خون کی وافر مقدار ماں کے رحم میں پہنچتی ہے تا کہ وہ خون بچہ کی نشو ونما کے لئے مادہ بن جائے اور بچہ ماں کے رحم میں منتقل ہو جاتا ہے یعنی پیدا ہو جاتا ہے تو خون جو پہلے رحم میں پہنچتا تھا اب وہ خون مادہ کے تھنوں اور پستانوں میں پہنچنے لگتا ہے تا کہ وہ خون دودھ کی صورت اختیار کر لے اور وہ دودھ بچہ کی غذا بن جائے اور جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے اور اس کا دودھ چھوٹ جاتا ہے تو اب خون ماں کے رحم میں جاتا ہے نہ ماں کے پستانوں اور تھنوں میں بلکہ غذا کھانے والی کے بدن میں پہنچتا رہتا ہے پس خون کا کبھی رحم میں پہنچنا کبھی پستانوں میں پہنچنا اور کبھی کسی جگہ نہ پہنچنا اور صرف ماں کے بدن میں رہنا اور جس وقت جس جگہ خون کی ضرورت ہو وہاں خون کا پہنچنا اور مصلحت اور حکمت کے مطابق اپنا رول ادا کرنا کیا کسی حکمت اور قدرت والے فاعل مختار کی تدبیر کے بغیر ہو سکتا ہے۔

5- جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تھنوں اور پستانوں کے سروں میں باریک باریک سوراخ اور تنگ مسام پیدا کر دیتا ہے اور جب کہ وہ مسام نہایت تنگ اور باریک ہوتے ہیں تو ان سے وہی چیز نکل سکتی ہے جو نہایت صاف اور بہت لطیف ہو اور رہے اجزاء کثیفہ تو ان کا ان تنگ اور باریک منافذ سے نکلنا ممکن نہیں ہے لہٰذا وہ چیز تھنوں کے اندر ہی رہے گی اس طرح تھنوں سے وہ دودھ نکلے گا جو خالص بچہ کے مزاج کے موافق ہوگا اور پینے والوں کے لئے خوشگوار ہوگا۔

6- اللہ تعالیٰ نے بچہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جب بھی ماں اپنے پستان کا سر بچہ کے منہ میں داخل کرتی ہے وہ اس کو چوسنے لگتا ہے اسی طرح جانور کا بچہ خود اچھل کر اپنی ماں کے تھنوں کے پاس پہنچتا ہے اور ان تھنوں کو چوسنے لگتا ہے پس اگر وہ قادر قیوم بچوں کے دلوں میں یہ عمل مخصوص نہ ڈالتا تو پستانوں اور تھنوں میں دودھ پیدا کرنے کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

7- ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے خون کے مصفّٰی جوہر سے دودھ پیدا کیا اور حیوان جو غذا کھاتا ہے اس کے لطیف اجزاء سے خون پیدا کیا پس بکری جو گھاس کھاتی ہے اور پانی پیتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس گھاس اور پانی کے لطیف اجزاء سے خون پیدا کیا پھر اس خون کے بعض اجزاء سے دودھ کو پیدا کیا پھر دودھ میں تین متضاد کیفیات اور تاثیرات پیدا فرمائیں۔ دودھ میں چکنائی ہے وہ گرم تر ہے اور اس میں جو پانی کا عنصر ہے وہ سرد تر ہے اور اس میں جو پنیر کا عنصر ہے وہ گرم خشک ہے اور جس گھاس کو بکری نے کھایا تھا اس میں یہ مختلف اور متضاد تاثیرات نہیں تھیں۔

اس تفصیل سے یہ ظاہر ہوا کہ

یہ اجسام ایک رنگ سے دوسرے رنگ کی طرف اور ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف اور ایک تاثیر سے دوسری تاثیر کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں بکری نے جو گھاس کھائی تھی اس کی صورت اس کا رنگ اور اس کی صفت اور اس کی تاثیر اور تھی پھر اس سے خون، دودھ اور فضلہ بنا ان کی صورت ان کا رنگ ان کی صفت اور ان کی تاثیر اور ہے اور آپس میں مختلف اور الگ الگ ہے ان احوال سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ مختلف صورتیں اور متضاد تاثیرات اس قادر و قیوم اور حکیم مطلق کے پیدا کرنے سے حاصل ہوئی ہیں۔ جو اپنے بندوں کی مصلحتوں کے موافق چیزوں کی تدبیر فرماتا ہے پس سبحان ہے وہ ذات جو ہر عالم کے ہر ہر ذرہ کی خبر رکھتا ہے اور اپنی تمام مخلوق کی ضرورتوں اور ان کی مصلحتوں کو جاننے والا ہے اور ان کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے موافق عالم کے ذرہ ذرہ میں تدبیر اور تصرف فرماتا ہے۔

محققین نے کہا ہے کہ

جس طرح دودھ کے پیدا کرنے کے نظام میں غور و فکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی واحدانیت کا پتا چلتا ہے اسی طرح اس میں غور و فکر کرنے سے حشر و نشر کا امکان بھی معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ گھاس جس کو حیوان کھاتے ہیں یہ زمین اور پانی سے پیدا ہوتی ہیں اس قادر و قیوم اور حکیم مطلق نے اس زمین کی مٹی کو سبزہ اور گھاس بنا دیا پھر جب اس گھاس کو حیوان کھا لیتے ہیں تو اس نے ایک اور تدبیر سے اس گھاس کو خون بنا دیا پھر ایک اور تدبیر سے اس خون کو دودھ بنا دیا پھر اس دودھ میں چکنائی کا عنصر پیدا کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ

وہ قادر و قیوم اور حکیم مطلق اس پر قادر ہے کہ وہ اجسام کو ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف منتقل کرتا رہے اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کرتا رہے اور جب وہ اس پر قادر ہے تو اس پر بھی قادر ہے کہ وہ مردہ بدنوں کے اجزاء میں حیات منتقل کر دے اور ان میں عقل اور شعور کو پیدا کر دے جس طرح موت سے پہلے ان اجزاء میں حیات اور عقل و شعور کو پیدا فرمایا تھا اور ان چیزوں پر غور و فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کو قائم کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا ایک ممکن امر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت قائم کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا جو وقت مقرر ہے اس وقت میں اللہ تعالیٰ قیامت کو قائم فرمائے گا

اور مردوں کو زندہ فرمائے گا۔ (تفسیر کبیر: ج: 7، ص: 232 تا 234) واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

اس بارے میں رخصت

یہ باب دودھ پی کر کلی وضو نہ کرنے کے ثبوت میں ہے۔

169 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْحُبَابِ عَنْ مُطِيعِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَلَمْ يُمَضْمِضْ وَلَمْ يَتَوَضَّاْ وَصَلّٰى قَالَ زَيْدٌ دَلَّنِيْ شُعْبَةُ عَلٰى هٰذَا الشَّيْخِ

توبہ عنبری نے حضرت بن مالک رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرما کر کلی نہ فرمائی اور نہ ہی وضو کیا اور نماز ادا فرمائی۔ زید نے کہا کہ یہ اس شیخ کو شعبہ نے بیان کیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۹)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے دودھ پینے کے بعد کلی اور وضو نہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ یہاں سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے کہ دودھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ غذا تھی جس طرح کہ کثیر احادیث مبارکہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ پینے کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے لوگ دو بھنی ہوئی گوہ دو لکڑیوں پر رکھ کر لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوکا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے گھن آ رہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں!

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پی لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو یہ دعا کرے۔

اے اللہ عزوجل! اس میں ہمیں برکت دے اور دودھ عطا فرما کیونکہ کھانے پینے کی چیزوں میں دودھ کا بدل کوئی چیز نہیں ہے۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: 3455)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ جا رہے تھے تو ہم ایک چرواہے کے پاس سے گزرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ دودھ دوھا پھر میں وہ دودھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2439)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل نے جو بیماری رکھی ہے اس کے لئے شفاء بھی رکھی ہے۔ تم گائے کے دودھ کو لازم رکھو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 19036)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے اس سے دودھ پیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میں اس قدر سیر ہو گیا کہ اس کی سیری میرے ناخنوں سے نکلنے لگی۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 82)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں بھوک کی شدت سے اپنے جگر کو زمین سے ٹکائے ہوئے تھا اور میں نے بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ میں اس راستہ پر بیٹھ گیا جس راستے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گزرتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ گزرے میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت پوچھی میں نے صرف اس لیے پوچھا تھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں وہ چلے گئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھلایا۔ پھر میرے پاس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے میں نے ان سے بھی کتاب اللہ کی ایک آیت پوچھی میں نے ان سے صرف اس لیے سوال کیا تھا کہ وہ مجھے سیر ہو کر کھانا کھلا دیں وہ بھی چلے گئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھلایا۔ پھر میرے پاس سے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے دیکھا تو مسکرائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ میرے دل میں کیا ہے اور میرے چہرے میں کیا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اے) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)

میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے ساتھ چلو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلتا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گئے

اوراجازت طلب کی تو میرے لیے اجازت دی گئی۔آپ ﷺ داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک پیالے میں دودھ دیکھا۔

آپ ﷺ نے پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا؟

گھر والوں نے کہا: فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ ﷺ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: اے اباھر! (رضی اللہ عنہ)

میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ (ﷺ)!

آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اوران کو بلا کر لاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اوراہل صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ان کے بیوی بچے تھے نہ ان کے پاس سامان وغیرہ تھا اور جب بھی آپ ﷺ کے پاس صدقہ آتا تو آپ ﷺ ان کے پاس بھیج دیتے تھے اوراس میں سے خودنہیں کھاتے تھے اور جب آپ ﷺ کے پاس ہدیہ آتا تو آپ ﷺ اس میں سے خود بھی لیتے تھے اوران کو بھی کھلاتے تھے۔مجھے آپ ﷺ کی اس بات سے بہت رنج ہوا۔

اور میں نے دل میں کہا: اہل صفہ کے مقابلہ میں اس ایک پیالہ کی کیا حیثیت ہے۔اس پیالہ کے دودھ پینے کا میں حقدار تھا تا کہ اس سے قوت حاصل کرتا۔جب وہ لوگ آجائیں گے تو آپ ﷺ مجھے حکم دیں گے کہ میں ان کو وہ دودھ پلاؤں پھر کیا توقع ہے کہ اس دودھ میں سے میرے لیے بھی کچھ بچے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی اطاعت اوررسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے پھر میں اہل الصفہ کے پاس گیا اوران کو بلایا وہ آگئے اورانہوں نے اجازت طلب کی۔آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی اوروہ گھر میں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: یا اباھر! (رضی اللہ عنہ)

میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ ﷺ

آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: ان سب کو دودھ کا پیالہ دو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دودھ کا پیالہ لیا اوران میں سے ایک شخص کو دیا وہ اس پیالے سے دودھ پیتا رہا حتیٰ کہ سیر ہو گیا۔پھر میں ایک ایک کر کے سب کو اس پیالے سے دودھ پلاتا رہا حتیٰ کہ آخر میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اوراس وقت تمام اصحاب الصفہ سیر ہو چکے تھے۔آپ ﷺ نے پیالہ لیا اوراس کو اپنے مقدس ہاتھ پر رکھا پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔

پھر ارشادفرمایا: یا اباھر (رضی اللہ عنہ)!

میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ (ﷺ)!

آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: اب میں اورتم باقی بچ گئے ہیں۔

میں نے عرض کیا: آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چلو بیٹھ کر پیو۔ میں نے بیٹھ کر پیا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اور) پیو میں نے (اور) پیا۔ آپ ﷺ مسلسل فرماتے رہے (اور) پیو۔
حتیٰ کہ میں نے عرض کیا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں اب اس کے لئے راستہ نہیں پاتا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پیالہ دکھاؤ میں نے آپ ﷺ کو پیالہ حاضر کیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی بسم اللہ پڑھی اور باقی دودھ نوش فرمالیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6452)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے سدرہ کی طرف بلندی پر لے جایا گیا وہاں چار دریا تھے دو دریا ظاہر تھے اور دو دریا باطن تھے جو دریا ظاہر تھے وہ نیل اور فرات تھے اور جو دریا باطن تھے وہ جنت میں ہیں پھر میرے پاس تین پیالے لائے گئے۔ ایک پیالہ میں دودھ تھا دوسرے پیالہ میں شہد تھا اور تیسرے پیالے میں شراب تھی۔ میں نے وہ پیالہ لے لیا جس میں دودھ تھا میں نے اس کو پی لیا۔
مجھ سے کہا گیا۔
آپ (ﷺ) نے اور آپ (ﷺ) کی امت نے فطرت کو پالیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5610)
دودھ انسان کے لئے بہترین غذا ہے اور نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ غذاؤں میں سے ہے۔ دودھ میں گوشت، خون اور ہڈی پیدا کرنے کے تمام اجزاء توازن کے ساتھ موجود ہیں۔

سو گرام گائے کے دودھ میں
پینسٹھ (65) گرام حرارے

پروٹین	3.8 گرام
چکنائی	3.8 گرام
کیلشیم	120 ملی گرام
فولاد	0.05 ملی گرام
وٹامن بی	0.04 ملی گرام
وٹامن سی	0.04 ملی گرام
وٹامن اے	1.5 ملی گرام

35 ملی گرام فو لک ایسڈ

5 مائیکروگرام

یہ دودھ کے کیمیائی تجزیہ ہیں اور انسان کے لئے بہت فائدہ مند ہیں خاص کر بچوں کی نشوونما میں بہت زیادہ مفید ہیں کیونکہ ان کی ہڈیوں میں جلد سرایت کرتا ہے اور خون بناتا ہے جس سے بچوں میں تقویت پہنچتی ہے اور دماغ قوی ہوتا ہے۔

قوله حدثنا عثمان بن ابی شيبة الخ قوله قال زيد دلنی شعبة علی هذ الشيخ

اس حدیث کی سند میں زید بن الحباب کے استاد مطیع بن راشد ہیں۔

زید بن حباب نے کہا ہے کہ

سماع حدیث کے لیے مطیع بن راشد کی نشاندہی اور ان کی طرف رہنمائی مجھے شعبہ نے کی تھی غالباً زید کا مقصود اس سے اپنے شیخ کی توثیق ہے۔

اور یہ دو طرح سے ہو رہی ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ

ان کو شیخ سے تعبیر کر رہے ہیں اور شیخ الفاظ توثیق سے ہے گو ادنیٰ درجہ ہی کی سہی۔

دوسری صورت یہ کہ

شعبہ جیسے بڑے محدث نے جب ان کی طرف رہنمائی کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ راوی ہوں گے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل ﷺ

بَاب الْوُضُوءِ مِنَ الدَّمِ

خروج خون سے وضو کرنا

اس باب میں خروج خون سے وضو کرنے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

170 – حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِىْ صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ عَقِيْلِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِىْ فِىْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَاَصَابَ رَجُلٌ امْرَاَةَ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَحَلَفَ اَنْ لَّا اَنْتَهِىَ حَتّٰى اُهَرِيْقَ دَمًا فِىْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ فَخَرَجَ يَتْبَعُ اَثَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَقَالَ مَنْ رَجُلٌ يَكْلَؤُنَا فَانْتَدَبَ رَجُلٌ مِنَ

الْمُهَاجِرِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ كُونَا بِفَمِ الشِّعْبِ قَالَ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ إِلَى فَمِ الشِّعْبِ اضْطَجَعَ الْمُهَاجِرِيُّ وَقَامَ الْأَنْصَارِيُّ يُصَلِّ وَأَتَى الرَّجُلُ فَلَمَّا رَأَى شَخْصَهُ عَرَفَ أَنَّهُ رَبِيئَةٌ لِلْقَوْمِ فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ فَوَضَعَهُ فِيهِ فَنَزَعَهُ حَتَّى رَمَاهُ بِثَلَاثَةِ أَسْهُمٍ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ انْتَبَهَ صَاحِبُهُ فَلَمَّا عَرَفَ أَنَّهُمْ قَدْ نَذِرُوا بِهِ هَرَبَ وَلَمَّا رَأَى الْمُهَاجِرِيُّ مَا بِالْأَنْصَارِيِّ مِنَ الدَّمِ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ أَلَا أَنْبَهْتَنِي أَوَّلَ مَا رَمَى قَالَ كُنْتُ فِي سُورَةٍ أَقْرَؤُهَا فَلَمْ أُحِبَّ أَنْ أَقْطَعَهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خروج کیا یعنی غزوہ ذات الرقاع میں ایک شخص نے مشرکین سے کسی کی بیوی کو مارا پس قسم کھائی اس نے کہ جب تک اصحاب (سیدنا) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک کا نہ خون بہاؤں سکون سے نہیں بیٹھوں گا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کے نشان دیکھ کر چل پڑا۔ ایک جگہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اترے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم پر کون پہرہ دے گا۔ تو انصار و مہاجرین میں سے ایک ایک نے ذمہ اٹھالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھاٹی کے عین پاس جاؤ جب دونوں مرد گھاٹی کے عین پاس پہنچے تو مہاجر سو گیا اور انصاری نے قیام کر کے نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ پس ایک شخص آیا اس نے پہچان لیا کہ یہی قوم کے پہرے دار ہیں تو اس نے تیر مار جوان کو لگا تو اس نے باہر نکال دیا حتیٰ کہ اس نے تین تیر مارے پھر اس نے رکوع وسجدہ کر کے اپنے صاحب کو خبر دی۔ پس جب اس نے دیکھا کہ جاگ گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا۔ پس جب مہاجر نے انصاری کا خون ملاحظہ کیا۔ تو کہا: مجھے پہلے تیر پر کیوں نہ خبردار کیا۔ کہا: میں ایک سورت میں تھا جس کو قطع کرنا محبوب نہ سمجھتا تھا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۰)

تشریح:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ بدن سے خون نکلنا ناقض وضو کس صورت میں ہے۔

احناف اور حنابلہ کے نزدیک مطلقاً بدن سے دم سائل کا خروج ناقض وضو ہے خواہ سبیلین سے ہو یا غیر سبیلین سے ہو۔

شوافع کے نزدیک جو خون خارج من السبیلین ہو وہ ناقض ہے اور اس کے علاوہ ناقض نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

سبیلین سے خارج ہونے والا خون اگر بالکل خالص ہو کوئی اور نجاست پیشاب، پاخانہ اس کو لگا ہوا نہ ہو تو ناقض نہیں ہے۔ البتہ اگر اس کے ساتھ دوسری نجاست مخلوط ہو تو یہ دوسرا امر ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم فرمایا ہے جس کا نام ہے۔

باب من لم یر الوضوء الا من المخرجين .

احناف اور حنابلہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ

بدن کے کسی بھی حصے سے نجاست کا خارج ہونا ناقض وضو ہے۔

شوافع اور مالکیہ فرماتے ہیں کہ

اگر نجاست کا خروج غیر سبیلین سے ہو تو وہ ناقض نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

بدن سے اس نجاست کا خروج ناقض ہے جو مخرج معتاد یعنی سبیلین سے ہو اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مخرج معتاد کے ساتھ ایک اور بھی قید لگاتے ہیں وہ یہ ہے کہ خروج بھی معتاد ہو لہذا اگر کسی عارض یا بیماری کی وجہ سے سبیلین سے نجاست خارج ہوگی تو وہ ناقض طہارت نہ ہوگی مثلاً کسی شخص کے سبیلین سے خون کا خروج ہو یا کوئی کنکری یا کپڑا وغیرہ خارج ہو تو ان کے نزدیک ناقض وضو نہیں اس لئے کہ ان کا خروج معتاد نہیں بلکہ خلاف عادت مرض کی وجہ سے ہے اس لیے وہ ان کے نزدیک ناقض نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہاں مخرج معتاد سے کسی شے کا نکلنا ناقض طہارت ہونے کے لئے کافی ہے خروج کا معتاد ہونا ضروری نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا باب میں اسی اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ

شوافع نے اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ

جو خون خارج من غیر السبیلین ہو وہ ناقض وضو نہیں ہوتا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی یہی ہے انہوں نے صحیح بخاری میں اس سلسلہ میں کئی آثار ذکر کیے ہیں۔

احناف کی طرف سے اس کے کئی جواب دیے گئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ

ہم نے مانا کہ خروج دم من غیر السبیلین ناقض وضو نہیں مگر فی نفسہ دم کثیر تو بالاتفاق نجس ہے اس کثرت دم کے باوجود نماز کس طرح صحیح ہوگی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ فعل صحابی ہے ہوسکتا ہے کہ ان کا مسلک یہی ہو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

یہ صحابی مناجات کی حالت میں تھے ہوسکتا ہے کہ ان کو خروج دم کا پتہ ہی نہ چلا ہو۔

احناف کے مسلک کی بہت سی دلیلیں ہیں من جملہ استحاضہ والی روایت ہے جو صحاح ستہ میں موجود ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ
استحاضہ تو خارج من السبیلین ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
استحاضہ کے ناقض ہونے کی علت یہ نہیں بیان کی گئی کہ وہ خارج من السبیلین ہے۔
بلکہ آپ نے ارشاد فرمایا: **فانها دم عرق**
معلوم ہوا کہ نقض وضو کا مدار استحاضہ اور خارج من السبیلین ہونے پر نہیں بلکہ صرف دم عرق ہونے پر ہے اور بدن کے جس حصہ سے بھی خون نکلے گا وہ دم عرق ہی ہوگا۔
احناف نے حدیث الرعاف سے استدلال کیا ہے جو ابن ماجہ اور دار قطنی میں متعدد طرق سے ہے جس کے لفظ یہ ہیں۔
من اصابه قئی او رعاف او قلس فلينصرف ويستوضا ثم ليبن على صلوته
اب سوال یہ ہے کہ
(خون) دم کتنی مقدار معاف ہے۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ
احناف کے نزدیک درہم کی مقدار معاف ہے۔
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو روایتیں ہیں۔
1- احدهما لا يعفى مطلق **2- ثانيهما مادون الكف وهو مذهب احمد**
اور مالکیہ کے نزدیک دو روایتی ہیں۔
1- قدر الدرهم **2- مادون الدرهم**
اب سوال یہ ہے کہ خون ایک نجس چیز ہے کیونکہ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے تو آیا اگر کسی شخص کے کپڑوں پر نجس چیز لگ جائے تو اس کو زائل کرنے کا کیا حکم ہے اور اگر زائل کریں گے تو عدد کی شرط ہے یا نہیں؟
اس کا جواب یہ ہے کہ
نجاست کو زائل کرنے کے لئے عدد کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کو صاف کرنا کافی ہے۔ نجاست کو زائل کرنے کے لئے اس نجاست کو صاف کرنا واجب ہے اگر نجاست حکمی ہو اور نظر نہ آتی ہو جس طرح کہ پیشاب وغیرہ تو اس کو ایک بار دھونا واجب ہے اور زیادہ دفعہ دھونا واجب نہیں ہے لیکن دوسری اور تیسری بار دھونا مستحب ہے۔
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار دھونے سے پہلے اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈالے اور اگر وہ نجاست عینیہ ہو اور نظر آتی ہو مثلاً خون وغیرہ تو اس کا بعینہ ازالہ کرنا ضروری ہے اور اس کو دو اور تین

بار دھونا مستحب ہے آیا کپڑے کو دھونے کے بعد اس کو نچوڑنا بھی شرط ہے۔

اس میں دو قول ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے اگر نجاست عینیہ کو دھو دیا اور اس کا رنگ نظر آتا رہا تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ طہارت حاصل ہوگئی اور اگر اس کا ذائقہ باقی رہا تو کپڑا نجس ہے اور ذائقہ کو زائل کرنا ضروری ہے اور اگر نجاست کی بو باقی رہی تو اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ

وہ طاہر ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

وہ طاہر نہیں ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: نجاست کی دو قسمیں ہیں:

1- دکھائی دینے والی 2- نہ دکھائی دینے والی

جو نجاست دکھائی دینے والی ہو اس کی طہارت بعینہٖ اس نجاست کے زائل ہونے سے ہوگی کیونکہ نجاست کا بعینہٖ اس چیز میں حلول ہو گیا اس لیے اس کا زوال ضروری ہے۔ ہاں اگر اس کا کچھ اثر باقی رہ جائے جس کا زائل کرنا دشوار ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک بار دھونے سے وہ نجاست زائل ہوگئی تو اس کو مزید دھونا ضروری نہیں ہے۔ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور جو نجاست نہ دکھائی دینے والی ہو اس کو اس وقت تک دھونا چاہیے جب تک دھونے والے کو اس کی طہارت کا ظن غالب نہ ہو جائے۔ اس میں مشائخ نے تین بار دھونے کا اندازہ کیا ہے کیونکہ تین بار دھونے سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے والے شخص کو تین بار ہاتھ دھونے کا حکم فرمایا ہے اور ظاہر الروایہ کے مطابق ہر بار نچوڑنا بھی ضروری ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 61 تا 62)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ

سونے سے وضو کے متعلق

اس باب میں سونے سے وضو کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

171 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي

نَافِعٌ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَاَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِى الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ لَيْسَ اَحَدٌ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات کو عشاء کی نماز میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم جاگے پھر سو گئے پھر ہم جاگے پھر سو گئے پھر ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ کے علاوہ کوئی بھی نماز کے انتظار میں نہیں ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ' جز ۱' ص ۴۵۰' صحیح ابن حبان' جز ۳' ص ۳۸۰' صحیح البخاری' جز ۲' ص ۴۱۳)

172 – حَدَّثَنَا شَاذُّ بْنُ فَيَّاضٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ حَتّٰى تَخْفِقَ رُءُوْسُهُمْ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ وَلَا يَتَوَضَّئُوْنَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ زَادَ فِيْهِ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ كُنَّا نَخْفِقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ بِلَفْظٍ اٰخَرَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر عشاء کی نماز کے منتظر رہتے حتیٰ کہ ان کے سر مبارک جھک جاتے پھر نماز ادا فرماتے اور وضو نہ فرماتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شعبہ نے قتادہ کی روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ ہمارے سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں جھک جاتے۔ اس کو ابن ابوعروبہ نے قتادہ سے دوسرے الفاظ میں روایت کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ' جز ۱' ص ۱۱۹' شرح السنۃ للبغوی' جز ۱' ص ۱۴۳' معرفۃ السنن والآثار للبیہقی' جز ۱' ص ۳۰۴)

173 – حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ وَدَاوُدُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اُقِيْمَتْ صَلٰوةُ الْعِشَاءِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِىْ حَاجَةً فَقَامَ يُنَاجِيْهِ حَتّٰى نَعَسَ الْقَوْمُ اَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ ثُمَّ صَلّٰى بِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ وُضُوْءًا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عشاء کی نماز کی اقامت کہی گئی تو ایک شخص نے قیام کر کے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حاجت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے قیام فرما کر سرگوشی فرماتے رہے حتیٰ کہ قوم کو اونگھ آنے لگ گئی یا بعض قوم کو (اونگھ آنے لگ گئی) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ اور وضو کا ذکر نہ فرمایا۔

(سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۱۷۳)

174 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْجُدُ وَيَنَامُ وَيَنْفُخُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ صَلَّيْتَ وَلَمْ تَتَوَضَّأْ وَقَدْ نِمْتَ فَقَالَ إِنَّمَا الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا زَادَ عُثْمَانُ وَهَنَّادٌ فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَوْلُهُ الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا هُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا يَزِيدُ أَبُو خَالِدٍ الدَّالَانِيُّ عَنْ قَتَادَةَ وَرَوَى أَوَّلَهُ جَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَمْ يَذْكُرُوا شَيْئًا مِنْ هَذَا وَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحْفُوظًا وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي وَقَالَ شُعْبَةُ إِنَّمَا سَمِعَ قَتَادَةُ مِنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَرْبَعَةَ أَحَادِيثَ حَدِيثَ يُونُسَ بْنِ مَتَّى وَحَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ فِي الصَّلَاةِ وَحَدِيثَ الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ وَحَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ مِنْهُمْ عُمَرُ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَذَكَرْتُ حَدِيثَ يَزِيدَ الدَّالَانِيِّ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَانْتَهَرَنِي اسْتِعْظَامًا لَهُ وَقَالَ مَا لِيَزِيدَ الدَّالَانِيِّ يُدْخِلُ عَلَى أَصْحَابِ قَتَادَةَ وَلَمْ يَعْبَأْ بِالْحَدِيثِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے اور آرام فرماتے اور خراٹے لیتے رہتے پھر قیام فرما کر نماز ادا فرماتے اور وضو نہ فرماتے۔ میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیے بغیر نماز پڑھا دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وضو اس کے لئے ہے جو ٹیک لگا کر سوئے۔ عثمان اور ہناد نے یہ زیادتی کی ہے کہ جب ٹیک لگائے گا تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جائیں گے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اور یہ قول کہ وضو ٹیک لگا کر سونے والے کے لئے ہے یہ منکر حدیث ہے اس لیے کہ اس کو یزید دالانی کے علاوہ قتادہ سے کسی نے روایت نہیں کیا۔ ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہلے ٹکڑے کو روایت کیا ہے اور انہوں نے اس کو کچھ ذکر نہیں کیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری آنکھیں آرام کرتی ہیں میرا دل نہیں آرام کرتا (یعنی نہیں سوتا) اور حضرت شعبہ نے فرمایا کہ حضرت قتادہ نے ابوالعالیہ سے چار احادیث مبارکہ کا سماع فرمایا۔ حدیث یونس بن متیٰ حدیث ابن عمر نماز کے

بارے میں۔ حدیث قضاۃ ثلاثۃ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ کئی مجھ سے اچھے بزرگوں نے حدیث بیان فرمائی ہے ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور میرے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ پسندیدہ ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے حضرت یزید دالانی، احمد بن حنبل کو بیان کی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۷۴)

175 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ فِي آخَرِينَ قَالُوا حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ مَحْفُوظِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِذٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ

حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سرین کا بندھن دو آنکھیں ہیں پس جو سو جائے اسے چاہئے کہ وضو کرے۔

(سنن دارقطنی' جز۲' ص ۱۷۴' مسند احمد' جز۲' ص ۳۵۱' سنن البیہقی الکبریٰ' جز۱' ص ۱۱۸' سنن ابن ماجہ' جز۲' ص ۸۱)

تشریح:

اگر ایک جماعت کی موجودگی میں ایک شخص کسی دوسرے شخص سے سرگوشی کرے تو وہ جائز ہے اور ایک شخص کی موجودگی میں دو اشخاص کی ایک دوسرے سے سرگوشی منع ہے۔ نماز کی اقامت کے بعد کسی اہم معاملہ میں گفتگو کرنا جائز ہے اور کسی غیر اہم معاملہ میں اقامت کے بعد گفتگو کرنا منع ہے اور جب کئی امور مجتمع ہوں تو ان میں سے اہم امر کو مقدم کیا جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی اقامت کے بعد اس شخص سے دین کے کسی ایسے اہم معاملہ میں سرگوشی کی جو جماعت شروع کرانے پر مقدم تھی اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص بیٹھا ہوا اس کا وضو نہیں ٹوٹتا اور اس باب میں یہی مسئلہ مقصود ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کرام کے حسب ذیل مذاہب ہیں۔

1- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ — حضرت سعید بن ابی مسیب

اور حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ

کسی حال میں بھی نیند وضو کو نہیں توڑتی۔

2- حضرت حسن بصری — حضرت مزنی

حضرت ابوعبید قاسم بن سلام — حضرت اسحاق بن راہویہ

اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ

نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے۔

3- حضرت زہری — حضرت ربیعہ

حضرت اوزاعی — حضرت امام مالک

اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ
گہری نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے اور ہلکی نیند کسی حالت میں وضو نہیں توڑتی۔
4- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ   حضرت داؤد ظاہری
اور حضرت امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ
جب انسان کی نماز کی ہیئت
مثال کے طور پر
قیام   رکوع   سجود
اور قعدہ میں نیند آئے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز میں نہ ہو۔ اور اگر انسان چت لیٹا ہو یا کروٹ کے بل لیٹا ہو تو اس حالت سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔
5- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ
صرف رکوع اور سجود کی حالت میں نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔
6- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ
صرف سجدہ کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔
7- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ضعیف قول یہ ہے کہ
نماز کی کسی حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا اور خارج از نماز نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔
8- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ
جب انسان اپنی مقعد کو زمین پر جما کر بیٹھا ہو تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ اس کی نیند گہری ہو یا ہلکی اور خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیند فی نفسہ حدث نہیں ہے البتہ وہ خروج ریح کی علامت ہے اس لیے جب وہ مقعد کو جمائے بغیر بیٹھے گا تو خروج ریح کا ظن غالب نہیں ہوگا اور اصل میں طہارت باقی ہے اس لیے اس حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔
اس پر اتفاق ہے کہ
جب جنون سے عقل زائل ہو   بے ہوشی ہو   شراب   بھنگ   نبیذ
یا کسی دوا کا نشہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا خواہ کم ہو یا زیادہ اور خواہ مقعد زمین پر جمی ہو یا نہیں اور یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نیند سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔
حدثنا احمد بن حنبل قوله حتى قدنا فى المسجد

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہر نیند وضو کو توڑنے والی نہیں جس طرح کہ جمہور کا مسلک ہے اور ظاہر ہے کہ ان کی نیند قاعداً تھی علی ہیئت الصلوٰۃ اس لیے کہ نماز کا انتظار بیٹھ کر ہی کرنا مستحب ہے اس لیے وضو کو توڑنے والی نہیں ہوگی۔

قوله ليس احد ينتظر الصلاة غيركم

آپ ﷺ کا مقصود اس فرمان سے ان نماز کا انتظار کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تسلی اور ہمت افزائی ہے۔

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ

تمہیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی نماز کے انتظار کرنے کی بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ وہ نماز پڑھ کر سو گئے یعنی بچے، عورتیں، معذورین وغیرہ۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ

دوسرے اہل مساجد مراد ہوں کہ دوسری مساجد والے نماز پڑھ کر سو گئے اور تم ہو کہ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہو۔

اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ

غیرکم سے مراد دوسرے لوگ اہل کتاب یہود وغیرہ مراد ہوں کیونکہ وہ عشاء کی نماز پڑھتے ہی نہ تھے۔

حدثنا يحيىٰ بن معين قوله عن ابى خالد الدالانى .

ان کا نام یزید بن عبدالرحمٰن ہے جس طرح کہ آگے مصنف رحمۃ اللہ علیہ میں آ رہا ہے بہت سے آئمہ رجال نے ان کی تضعیف کی ہے۔

قوله كان يسجد و ينام وينفخ

ترمذی کی روایت میں ہے۔

وهو ساجد حتى غط ونفخ

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے سے مراد نماز میں سجدہ کی حالت میں سونا ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ نیند نماز کی ہیئت میں ناقض نہیں۔

قوله ولم تتوضأ وقد نمت فقال انما الوضوء

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کو نماز کے درمیان نیند آ گئی تھی آپ ﷺ نے اسی حالت میں نماز کو پورا فرما لیا درمیان میں وضو نہیں فرمایا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا وضو اس شخص پر واجب ہے جس کی نیند مضطجعاً ہو ہر قسم کی نیند وضو کو نہیں توڑتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا سوال تو ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں مگر آپ ﷺ جو یہاں مذکور ہے اس پر ایک اشکال ہے۔

وہ یہ ہے کہ

اس سے بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی نیند اگر مضطجعاً ہوگی تو ناقض وضو ہوگی حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نیندیں ناقض نہیں مشہور مسئلہ یہی ہے اس لیے ایک دوسری حدیث مبارکہ کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ ﷺ سے اسی نوع کا سوال کیا تو اس وقت آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا تھا۔

تنام عینای ولا ینام قلبی

جس سے آپ ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ نبی کی نیند ناقض وضو نہیں ہے تو اب دونوں جوابوں میں تعارض ظاہر ہے اسی اشکال کی بناء پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ آگے چل کر اس روایت پر کلام فرما رہے ہیں۔

☆ قال ابوداؤد قوله الوضوء علی من نام مضطجعاً هو حدیث منکر

اس حدیث مبارکہ کا جو آخری ٹکڑا ہے یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا آپ ﷺ سے سوال کرنا اور پھر اس پر آپ ﷺ کا جواب

انما الوضوء علی من نام مضطجعاً

یہ ثابت نہیں اس کے ساتھ ابوخالد دالانی منفرد ہیں جو کہ ضعیف ہیں ابوخالد کے علاوہ دوسے رواۃ نے اس حدیث کے صرف اول حصہ کو ذکر کیا ہے آخری حصہ کو ذکر نہیں کیا لہٰذا ایک جواب تو اوپر اشکال کا یہ ہوگیا کہ حدیث ثابت ہی نہیں۔

آگے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اور بھی بعض دلائل حدیث مبارکہ کے اس ٹکڑے کے عدم ثبوت کے پیش کر رہے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ

وقال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم محفوظاً

یعنی حضور انور ﷺ اس بات سے محفوظ اور بری تھے کہ حالت نیند میں آپ ﷺ کو حدث لاحق ہو اور آپ ﷺ کو اس کا احساس نہ ہو یعنی نیند فی نفسہ تو ناقض نہیں بلکہ اس وجہ سے ناقض ہے کہ وہ مظنہ خروج ریح ہے اور عام لوگوں کو حالت نیند میں خروج ریح کا پتہ چلتا نہیں اس لیے عام لوگوں کے حق میں نوم ہی کو خروج ریح کے قائم مقام کر دیا گیا اور آپ ﷺ کی یہ شان نہیں کہ آپ ﷺ کو خروج ریح کا پتہ نہ چلے لہٰذا آپ ﷺ کے حق میں نیند ناقض بھی نہیں خواہ مضطجعا ہو یا کسی اور طرح ہو۔

☆ وقال شعبة انما سمع قتادة

یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے دعویٰ مذکور پر چوتھی دلیل ہے وہ یہ کہ شعبہ فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ نے ابوالعالیہ سے صرف چار احادیث مبارکہ سنی ہیں آگے ان چاروں احادیث مبارکہ کی تعیین ہے۔

مطلب یہ ہے کہ

حدیث کو قتادہ ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت قتادہ نے ابوالعالیہ سے صرف چار احادیث مبارکہ سنی ہیں اور یہ

احادیث مبارکہ ان چار میں سے نہیں لہٰذا حدیث منقطع ہوئی۔

سوال

اسی باب میں روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ ہے جس میں یہ الفظ ہیں۔

حتی تخفق رؤسھم ثم یصلون ولا یتوضون

یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لوگوں کے سر نیند کی وجہ سے حرکت کر رہے تھے پھر انہوں نے نماز پڑھی نیا وضو نہیں کیا تو معلوم ہوا نیند قلیل ناقض وضو نہیں ہے۔

جواب

اس کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ

اس حدیث میں اونگھ کا ذکر ہے یہ مبحث سے خارج ہے کیونکہ اختلاف نیند کے بارے میں ہے اونگھ سے تو ہمارے نزدیک بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ نیند تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قلت نیند علت نکالی ہے یہ علت مستنبط ہے اور ہماری علت منصوصہ ہے تعارض کے وقت ترجیح علت منصوصہ کو ہوتی ہے۔

سوال

تنام عینای ولا ینام قلبی والی حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نہیں سوتا تھا تو پھر لیلۃ التعریس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز صبح کیوں قضا ہوئی جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی تھی کہ صبح کی نماز کے لئے جگا دیں وہ مشرق کی طرف منہ کر کے صبح صادق کے انتظار میں پلان کے سہارے بیٹھ گئے اور نیند آ گئی سارے سوئے رہے حتی کہ سورج طلوع ہو گیا۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا جگایا کیوں نہیں انہوں نے جواب دیا جس نے سب کی روح قبض کر لی اسی رب عزوجل نے میری روح بھی قبض کر لی۔ نماز بعد میں قضا کی گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بیدار رہتا ہے تو نماز کیسے قضاء ہو گئی۔

جواب

اس کے تین جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ
یہ قاعدہ کلیہ نہیں اکثر یہ ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ
قاعدہ تو کلیہ ہے مگر روشنی کا دیکھنا آنکھوں کا کام ہے وہ تو سو جاتی تھی دل سے طلوع آفتاب نہیں دیکھا جاتا نہ طلوع صبح کا پتہ چلتا ہے اس لیے سوئے رہے۔
تیسرا جواب یہ ہے کہ
امت کے لئے وہ احکام نکالنے تھے کہ میری امت سے بھی اگر نماز قضاء ہو جائے تو وہ پریشان نہ ہوں بلکہ بعد میں سورج کے طلوع ہونے کے 20 منٹ بعد ادا کریں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يَطَأُ الْأَذَى بِرِجْلِهِ
گندگی والی چیزوں پر پیدل چلنے والے کے متعلق

176 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح و حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنِي شَرِيكٌ وَجَرِيرٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا لَا نَتَوَضَّأُ مِنْ مَوْطِئٍ وَلَا نَكُفُّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا
قَالَ أَبُو دَاوُد قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي مُعَاوِيَةَ فِيهِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ أَوْ حَدَّثَهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَقَالَ هَنَّادٌ عَنْ شَقِيقٍ أَوْ حَدَّثَهُ عَنْهُ
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم پیدل چلنے کے بعد پاؤں کو دھوتے نہیں تھے اور نہ نماز میں بالوں اور کپڑوں کو سمیٹتے تھے۔

(صحیح ابن خزیمہ' جز ۱ص ۲۵' مستدرک' جز ۱ص ۱۷۸)

تشریح:

مَوْطِئٍ میں دو احتمال ہیں یا یہ مصدر میمی ہے وطئ کے معنیٰ میں یعنی روندنا یا اسم مفعول ہے اصل میں موطوء تھا یعنی وہ چیز جو روندی گئی ہو نجاست وغیرہ یعنی نہیں وضو کرتے تھے ہم روندنے کی بناء پر۔
اس حدیث مبارکہ میں دو احتمال ہیں:

ایک احتمال تو یہ ہے کہ
وہ وضو جس کی نفی کی جارہی ہے اس سے وضو شرعی مراد ہو یعنی روندنے کی بناء پر باقاعدہ وضو نہیں کرتے تھے۔
دوسرا احتمال یہ ہے کہ
وضو سے وضو لغوی مراد یعنی غسل رجلین یعنی ہم وہاں پہنچ کر غسل رجلین نہیں کرتے تھے اگر روندنے سے مراد یہاں راستے کا گارا، کیچڑ اور گھناؤنی چیزوں کا روندنا مراد ہو جیسے تھوک، بلغم وغیرہ تو وضو شرعی ولغوی ہر دو کی نفی کرنا صحیح ہے ایسے ہی اگر نجاست یابسہ مراد ہو تب بھی مگر اگر تر نجاست کو روندنا مراد ہو تو اس صورت میں متعین ہے کہ نفی وضو شرعی کی ہوگی وضو لغوی کی نفی اس وقت مراد لینا صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں غسل رجلین ضروری ہے۔

ولا نكف شعراً ولا ثوباً

یعنی نماز میں سجدہ میں جاتے وقت ہم اپنے سر کے بالوں اور کپڑوں کو سمیٹتے نہیں تھے کیونکہ یہ چیز خشوع فی الصلوٰۃ کے خلاف ہے۔
سوال: اب سوال یہ ہے کہ
اگر کوئی شخص نماز میں کپڑا موڑے یا بال سنوارے تو اس کا کیا حکم ہے۔

جواب

نماز کی حالت میں کپڑے موڑنے یا بالوں کو سنوارنے سے منع کیا گیا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس شخص نے کپڑے موڑ کر نماز پڑھی اس کی نماز ہو جائے ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بالوں کو کھول دیا اور نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔
اس سے معلوم ہوا کہ یہ نہی تنزیہی ہے۔ (المغنی: ج:1، ص:670)
احناف کی کتب میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ فقہاء احناف کا کپڑا موڑنے میں اختلاف ہے بعض فقہاء کے نزدیک اگر نمازی کہنیوں تک آستین چڑھائے تو مکروہ ہے اور اگر کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائے تو مکروہ نہیں ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔
علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: خلاصہ میں مذکور ہے کہ نمازی کا کپڑا موڑنا مکروہ نہیں ہے اسی طرح شرح منقیۃ المصلی میں ہے اور کپڑا موڑنے میں آستینوں کا اڑسنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور یہ بظاہر مطلق ہے مگر خلاصۃ اور منیۃ المصلی میں ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک چڑھایا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائی ہیں تو مکروہ نہیں ہوگا۔

مگر تحقیق یہ ہے کہ

ہر حال میں مکروہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ہر صورت پر آتا ہے اور مجتبیٰ میں آستین چڑھانے کی کراہت کے بارے میں دو قول ذکر کیے گئے ہیں۔(البحرالرائق:ج:2،ص:24)

بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ

جن فقہاء کرام نے نمازی کے کپڑے موڑنے کو مکروہ قرار دیا ہے اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے اور جن فقہاء کرام نے کراہت کی نفی کی ہے اسے نفی سے مراد بھی مکروہ تحریمی کی نفی ہے اور مکروہ تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے اسی طرح کپڑے لٹکانے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کہ

کراہت ثابت کرنے والوں کی مراد کراہت تحریمہ ہے اور نفی کرنے والے بھی کراہت تحریمہ کی نفی کرتے ہیں کراہت تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے۔(منحۃ الخالق علی حاشیۃ البحرالرائق:ج:2،ص:24)

کپڑا موڑنے میں آستینوں کو چڑھانا، پائینچوں کو موڑنا اور نیفے کے قریب شلوار یا پاجامہ کو اڑس میں لینا یہ سب شامل ہیں اور یہ فعل مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کیا یا کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اس پر واجب ہے کہ وقت میں نماز کا اعادہ کرے اگر وقت نکل گیا تو وہ گنہگار ہوگا اور وقت نکلنے کے بعد اعادہ کرنا افضل ہے اعادہ کے وجوب میں اختلاف ہے۔

شرح اصول بزدوی میں تصریح ہے کہ

اگر کسی غیر فاسد کی وجہ سے خلل ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے۔

اور جامع تمرتاشی میں ہے۔

اگر اسی نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے۔

اور مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ

اعادہ کرنا مستحب ہے۔

تاہم اعادہ کو وجوب پر محمول کرنا چاہیے جس طرح کہ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

(ردالمحتار:ج:1،ص:677)

☆ قال ابراهيم بن ابى معاوية فيه

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے اس حدیث مبارکہ میں تین اساتذہ کرام ہیں۔

1-حضرت ہناد 2-حضرت ابراہیم 3-حضرت عثمان

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اساتذہ کا اختلاف فی السند بیان کر رہے ہیں اصل سند جو شروع میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی وہ تو الفاظ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ عثمان بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ اب آگے مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے اپنے باقی دو اساتذہ کے سند کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔

1-ایک حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ 2-دوسرے ہناد

حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے الفاظ جو شروع میں مذکور ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعمش اور شقیق کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے اور ایسے ہی شقیق اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان بھی واسطہ نہیں اور ابراہیم کی روایت میں اعمش اور شقیق کے درمیان تو کوئی واسطہ نہیں ہے مگر شقیق اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان مسروق کا واسطہ ہے۔

☆ قوله او حدثه عنه

اس صورت میں دو واسطے ہو جائیں گے مسروق اور ایک اس کے علاوہ مبہم ہے سند میں مذکور نہیں اور یہ دوسرا مبہم واسطہ شقیق اور مسروق کے درمیان ہوگا۔

تقدیر عبارت یہ ہے۔

او حدث شقيق عن مسروق

یعنی یا تو شقیق براہ راست مسروق سے روایت کرتے ہیں یا کسی راوی کے واسطے سے اور پھر آگے مسروق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ يُّحْدِثُ فِي الصَّلٰوةِ
نماز میں حدث لاحق ہونے کے متعلق

اس باب میں نماز میں حدث لاحق ہونے کی وجہ سے وضو کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

177 – حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ عَنْ عَاصِمِ الْاَحْوَلِ عَنْ عِیْسٰی بْنِ حِطَّانَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ طَلْقٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَا اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَتَوَضَّاْ وَلْیُعِدِ الصَّلٰوةَ

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کی نماز میں ریح خارج ہو تو اس کو چاہیے کہ لوٹ جائے اور وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے۔

(صحیح ابن حبان' جز ۶' ص ۸' شرح السنۃ للبغوی' جز ۲' ص ۴' سنن دار قطنی' جز ۲' ص ۱۴۴' السنن الصغیر للبیہقی' جز ۱' ص ۲۶)

تشریح:

اگر نماز کے درمیان حدث لاحق ہو جائے تو کیا کیا جائے وضو کر کے اسی نماز پر بناء کی جاسکتی ہے یا اعادہ نماز کیا جائے اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اگر حدث عمداً ہو تب تو استیناف بالاتفاق ضروری ہے اور اگر بغیر عمد کے ہو تو جمہور علماء اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس وقت بھی استیناف ضروری ہے اور احناف کے نزدیک اس صورت میں بناء بھی جائز ہے مگر اولیٰ استیناف ہے۔

احناف کا استدلال ان متعدد روایات سے ہے جو سنن ابن ماجہ اور دار قطنی میں مروی ہیں۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں:

من اصابه قئی اور عاف اوقلس اومذی فلینصرف فلیتوضا ولیبن علی صلوته

یہ حدیث مبارکہ تقریباً انہی الفاظ سے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے ان میں سے یہ بھی بزرگ ہیں۔

1- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
2- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
3- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
4- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہم

عن مسلم بن سلام

یہ سلام تشدید لام کے ساتھ ہے بلکہ تمام جگہ سلام مشدد ہے سوائے دو جگہ کے۔

1- حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحابی

2- حضرت محمد بن سلام رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم۔

یہی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم کے مقدمہ میں فرمایا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْمَذْيِ
مذی کے متعلق

اس باب میں مذی کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

178 – حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ الْحَذَّاءُ عَنِ الرَّكِينِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهم قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَجَعَلْتُ اَغْتَسِلُ حَتَّى تَشَقَّقَ ظَهْرِى فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ ذُكِرَ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْعَلْ اِذَا رَاَيْتَ الْمَذْىَ فَاغْسِلْ ذَكَرَكَ وَتَوَضَّاْ وُضُوئَكَ لِلصَّلٰوةِ فَاِذَا فَضَخْتَ الْمَاءَ فَاغْتَسِلْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے مذی بہت آتی تھی تو مجھے غسل کرنا پڑ جاتا تھا کہ مجھ پر شاق گزرا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کروایا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کرو جب تم مذی دیکھو تو اپنے ذکر کو دھو کر وضو کرو جس طرح نماز کے واسطے کرتے ہیں اور جب تم پانی بہاؤ تو غسل کیا کرو۔

(معجم الاوسط' جز ۷' ص ۲۶۲' سنن البیہقی الکبریٰ' ج ۱' ص ۱۶۹' سنن النسائی' ج ۱' ص ۳۲۵' شرح السنۃ للبغوی' ج ۱' ص ۱۴۰)

179 – حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِى النَّضْرِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِى طَالِبٍ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهم اَمَرَهُ اَنْ يَّسْاَلَ لَهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ اِذَا دَنَا مِنْ اَهْلِهِ فَخَرَجَ مِنْهُ الْمَذْىُ مَاذَا عَلَيْهِ فَاِنَّ عِنْدِى ابْنَتَهُ وَاَنَا اَسْتَحْيِى اَنْ اَسْاَلَهُ قَالَ الْمِقْدَادُ فَسَاَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَنْضَحْ فَرْجَهُ وَلْيَتَوَضَّاْ وُضُوئَهُ لِلصَّلٰوةِ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِى طَالِبٍ قَالَ لِلْمِقْدَادِ وَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا قَالَ فَسَاَلَهُ الْمِقْدَادُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَغْسِلْ ذَكَرَهُ وَاُنْثَيَيْهِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الثَّوْرِىُّ وَجَمَاعَةٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ الْمِقْدَادِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِىُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ حَدِيثٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِى طَالِبٍ قَالَ قُلْتُ لِلْمِقْدَادِ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ وَجَمَاعَةٌ وَالثَّوْرِىُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِى طَالِبٍ وَرَوَاهُ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ الْمِقْدَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرْ اُنْثَيَيْهِ

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے آدمی کے بارے میں استفسار کیجئے جو کہ اپنی زوجہ کے پاس جائے اور اس کی مذی نکل آئے تو اس پر کیا ہے؟ میری زوجیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی ہے اسی وجہ سے میں حیاء کرتا ہوں۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق عرض کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی یہ دیکھے تو چاہئے کہ اپنی فرج کو دھولے اور ویسے ہی وضو کرے جس طرح نماز کے واسطے کرتے ہیں۔ حضرت ہشام بن عروہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ پھر آگے وہی حدیث ذکر کر کے کہا کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے ذکر اور انثیین کو دھولینا چاہئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سفیان ثوری اور ایک جماعت حضرت ہشام' حضرت عروہ' حضرت مقداد' حضرت علی رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا ہے۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو فرمایا آگے وہی معنیٰ حدیث ذکر فرمایا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو مفضل بن فضالہ ایک جماعت حضرت ثوری' حضرت ابن عیینہ' حضرت ہشام اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہم سے فرمایا ہے۔ اور حضرت ابن اسحاق' حضرت ہشام بن عروہ' حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو روایت کیا ہے اور انثیین کا ذکر نہ فرمایا۔

(سنن النسائی' جز ۱' ص ۱۰۷' الموطا' جز ۱' ص ۴۰' المعجم الکبیر' جز ۲۰' ص ۲۳۸)

180 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ يَعْنِى ابْنَ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ كُنْتُ اَلْقَى مِنَ الْمَذْىِ شِدَّةً وَّكُنْتُ اُكْثِرُ مِنَ الْاِغْتِسَالِ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّمَا يُجْزِيْكَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ بِمَا يُصِيْبُ ثَوْبِىْ مِنْهُ قَالَ يَكْفِيْكَ بِاَنْ تَاْخُذَ كَفًّا مِّنْ مَّاءٍ فَتَنْضَحَ بِهَا مِنْ ثَوْبِكَ حَيْثُ تَرٰى اَنَّهٗ اَصَابَهٗ

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شدت سے میری مذی نکلتی تھی جس کی وجہ سے کافی دفعہ غسل کرنا پڑ جاتا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے واسطے آپ کو وضو کفایت کرے گا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! جو میرے کپڑوں کو لگتی ہے اس کا کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس جگہ آپ کپڑوں پر لگی ہوئی دیکھو تو اس کے اوپر ایک پانی کا چلو ڈال دیا کرو یہی تمہیں کفایت کرے گا۔

(صحیح ابن حبان' جز ۳' ص ۳۸۷' سنن ترمذی' جز ۱' ص ۱۹۳' سنن البیہقی الکبریٰ' جز ۲' ص ۴۱۰' المعجم الکبیر' جز ۶' ص ۸۷)

181 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِىْ ابْنَ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ عَمِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يُوجِبُ الْغُسْلَ وَعَنِ الْمَاءِ يَكُونُ بَعْدَ الْمَاءِ فَقَالَ ذَاكَ الْمَذْىُ وَكُلُّ فَحْلٍ يَمْذِىْ فَتَغْسِلُ مِنْ ذٰلِكَ فَرْجَكَ وَاُنْثَيَيْكَ وَتَوَضَّاْ وُضُوئَكَ لِلصَّلٰوةِ

حضرت علاء بن حارث نے حرام بن حکیم سے روایت کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عبداللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں عرض کیا کہ اگر غسل کے بعد پانی نکلے تو غسل کا وجوب کن سے ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ مذی ہے اور ہر نر کی مذی نکلتی ہے تو اپنی فرج اور انثیین کو دھو لیا کرو اور نماز جیسا وضو کیا کرو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۸۱)

182 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِىْ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّهٗ سَاَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحِلُّ لِىْ مِنِ امْرَاَتِىْ وَهِىَ حَائِضٌ قَالَ لَكَ مَا فَوْقَ الْاِزَارِ وَذَكَرَ مُؤَاكَلَةَ الْحَائِضِ اَيْضًا وَّسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت علاء بن حارث نے حرام بن حکیم سے روایت کیا ہے کہ آپ کے چچا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے لیے اپنی اہلیہ کے ساتھ کیا حلال ہے حالانکہ حائضہ والی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ کے واسطے آزار سے اوپر تمام جائز ہے اور حائضہ کے ساتھ مل کر کھانے کا بھی تذکرہ فرمایا اور آگے حدیث بیان فرمائی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۸۲)

183 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْيَزَنِىُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ سَعْدٍ الْاَغْطَشِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَائِذٍ الْاَزْدِىِّ قَالَ هِشَامٌ وَّهُوَ ابْنُ قُرْطٍ اَمِيرُ حِمْصَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ مِنِ امْرَاَتِهٖ وَهِىَ حَائِضٌ قَالَ فَقَالَ مَا فَوْقَ الْاِزَارِ وَالتَّعَفُّفُ عَنْ ذٰلِكَ اَفْضَلُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَلَيْسَ هُوَ يَعْنِىْ الْحَدِيثَ بِالْقَوِىِّ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص کے واسطے اپنی اہلی کے ساتھ کیا کیا حلال ہے حالانکہ حائضہ والی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آزاو سے اوپر حلال اور اس سے بچنا

افضل ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث قوی نہیں ہے۔ (الموطا: ج۱ص۱۳۷)

تشریح:

مذی نجس ہے مگر اس سے غسل واجب نہیں ہوتا صرف وضو واجب ہے۔ پتھر کے ساتھ صرف بول و براز میں استنجاء کیا جا سکتا ہے باقی خون، منی اور مذی وغیرہ کی نجاست کو پانی سے دھونا ضروری ہے۔ فتویٰ حاصل کرنے کے لئے کسی کو نائب بنانا جائز ہے اور جب یقینی اور قطعی خبر کو حاصل کرنا ممکن ہو تب بھی ظنی چیز پر اعتماد کرنا جائز ہے کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سوال کرتے تو ان کو قطعی خبر حاصل ہوتی اس کے باوجود انہوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے معلوم کرایا۔

سسرال والوں کے ساتھ حسن ادب کے ساتھ رہنا چاہئے اور ان کے سامنے بیوی سے استمتاع کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔

یہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

مذی آئمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک نجس ہے بخلاف فرقہ امامیہ کے روافض میں سے کہ وہ اس کو طاہر کہتے ہیں لفظ نضح سے استدلال کرتے ہوئے۔

مگر ہم کہتے ہیں کہ لفظ نضح تو دم حیض اور بول صبی کے متعلق بھی آیا ہے حالانکہ دم حیض بالاتفاق نجس ہے۔

☆ **قوله قال لك مافوق الازار وذكر مواكلة الحائض ايضاً**

سوال یہ ہے کہ حائضہ عورت سے مباشرت کب جائز ہے اور کب نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اصل میں حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنے یا نہ کرنے کی تین اقسام ہیں۔

پہلی قسم تو یہ ہے کہ

حائضہ عورت کی فرج میں جماع کے ساتھ مباشرت کی جائے یہ قرآن مجید کی نص صریح، سنت صحیحہ اور اجماع مسلمین سے حرام ہے۔

ہمارے اصحاب کرام نے فرمایا ہے کہ

اگر کوئی شخص حائضہ عورت کی فرج میں جماع کو حلال سمجھے تو وہ کافر مرتد ہو جائے گا اور اگر کوئی انسان اس کو حلال سمجھے بغیر بھول یا جہالت سے حائضہ سے جماع کرے تو اس کا کوئی گناہ ہے نہ کفارہ ہے۔ اور اگر کسی شخص کو حیض اور مسئلہ کا علم ہو اور وہ عملاً حائضہ سے فرج میں وطی کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس پر توبہ واجب ہے اور کفارہ کے وجوب کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ صحیح قول جدید، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور سلف کا یہ قول ہے کہ اس پر کفارہ

واجب نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ثانی جو قول قدیم اور قول ضعیف ہے کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے۔

حضرت ابن عباس حضرت حسن بصری حضرت سعید بن جبیر

حضرت قتادہ حضرت اوزاعی حضرت اسحاق

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔

کفارہ کی مقدار میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: ایک غلام آزاد کرنا کفارہ ہے۔

اور بعض نے کہا: ایک دینار ہے۔

بعض نے کہا: نصف دینار ہے۔

ان کا استدلال اسی حدیث مبارکہ سے ہے۔

حضرت ابن العباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں مقاربت کی وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔

یہ حدیث مبارکہ آئمہ حفاظ کے اتفاق سے ضعیف ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ

ناف سے اوپر گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کے ساتھ مباشرت کی جائے اس کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹائے یا بوسہ دے یا اس کو مس کرے یہ قسم تمام علماء کے اتفاق سے حلال ہے۔

اور شیخ ابو حامد السفرائنی اور ایک جماعت کثیرہ نے نقل کیا ہے کہ

اس پر اجماع۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند کے اوپر سے مباشرت کی تھی۔

تیسری قسم یہ ہے کہ

قبل اور دبر کے سوا ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کے ساتھ مباشرت کی جائے ہمارے اصحاب کے اس میں تین قول ہیں۔

1- یہ حرام ہے۔

2- حرام نہیں ہے مکروہ تنزیہی ہے۔

3- اگر کسی شخص کو یہ اعتماد ہو کہ وہ فرج تک تجاوز نہیں کرے گا خواہ اس کی وجہ ضعف شہوت ہو یا شدت تقویٰ اس کے لئے یہ جائز ہے اور جس کو یہ اعتماد نہ ہو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے۔ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مطلقاً حرام

ہے۔

اور حضرت عکرمہ حضرت مجاہد حضرت شعبی حضرت نخعی
حضرت حکم حضرت ثوری حضرت اوزاعی حضرت امام احمد بن حنبل
حضرت محمد بن الحسن حضرت اسحاق بن راہویہ حضرت ابوثور حضرت ابن المنذر

اور داؤد ظاہری کے نزدیک یہ جائز ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جماع کے علاوہ ہر کام کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف تہبند کے اوپر سے مباشرت کرنا استحباب پر محمول ہے۔

اس تمام بحث کو علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

اگر حائض کے ایام مقرر ہیں اور اس سے کم وقت میں حیض منقطع ہو گیا تو اس کے شوہر کے لئے اس سے مباشرت جائز نہیں ہے۔

اگر حیض کم مدت میں منقطع ہو گیا تو شوہر کا اس سے اس وقت تک وطی کرنا جائز نہیں ہے جب تک وہ غسل نہ کرے۔

جو شخص حائضہ عورت سے حلال سمجھ کر مباشرت کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

جب اکثر مدت پوری ہونے کے بعد حیض منقطع ہو (یعنی دس دن کے بعد) تو شوہر کا اس کے ساتھ بغیر اس کے غسل کے وطی کرنا جائز ہے اور غسل کرنے کے بعد وطی کرنا مستحب ہے۔ (ردالمحتار: ج:1،ص:200)

قوله سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم عما يوجب الغسل الخ

سوال یہ ہے کہ غسل کب اور کن صورتوں میں واجب ہوتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

امت کا اس پر اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ انزال ہو یا نہ ہو۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ قول تھا کہ

غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے پھر ان میں سے بعض نے رجوع کر لیا اور بعد میں سب کا اس پر اجماع ہو گیا کہ غسل صرف دخول سے واجب ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح احتلام سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے یا اگر کوئی شخص فرج میں دخول کیے بغیر مباشرت کرے تو صرف انزال کے بعد غسل واجب ہوگا۔ اگر کوئی شخص عورت کی فرج یا دبر یا مرد کی دبر یا کسی جانور کی فرج میں حشفہ (آلہ تناسل کا سر) غائب کر دے تو اس پر غسل واجب ہوگا خواہ جس میں دخول کیا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ چھوٹا ہو یا

بڑا، خواہ عمداً ہو یا نسیاناً اور اختیاراً ہو یا جبراً ان صورتوں میں فاعل اور مفعول پر غسل واجب ہے مگر یہ کہ مفعول بہ غیر مکلف ہو اگر سمجھ دار بچہ یا بچی ہو تو وہ بچی ہوگا اور اس کے ولی کو اسے غسل کرنے کا حکم دینا چاہئے۔ یہ امام نووی رحمۃ اللہ کا کلام ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اگر اپنے ظرف سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر اس شخص نے اپنے آلہ کو زور سے پکڑ لیا کہ باہر نہ ہو سکی پھر جب شہوت جاتی رہی چھوڑ دیا اب منی باہر ہوئی تو اگرچہ باہر نکلنا شہوت سے نہ ہوا مگر چونکہ اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی لہٰذا غسل واجب ہوا اسی پر عمل ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:10)

درمختار میں ہے: منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا سبب فرضیت غسل ہے۔

(درمختار: ج:1، ص:325)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: احتلام یعنی سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے منی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ منی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے تو اگرچہ احتلام یاد ہو اور لذت انزل خیال ہو غسل واجب نہیں اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں تو غسل نہیں ورنہ ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:14،15)

اور درمختار میں ہے: اگر سونے سے پہلے شہوت تھی آلہ قائم تھا اب جاگا اور اس کا اثر پایا اور مذی ہونا غالب گمان ہے اور احتلام یاد نہیں تو غسل واجب نہیں جب تک اس کے منی ہونے کا ظن غالب نہ ہو اور اگر سونے سے پہلے شہوت ہی نہ تھی یا تھی مگر سونے سے قبل دب چکی تھی اور جو خارج ہوا تھا صاف کر چکا تھا تو منی کے ظن غالب کی ضرورت نہیں بلکہ محض احتمال منی سے غسل واجب ہو جائے گا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں اس کا خیال ضروری ہے۔

(درمختار و ردالمحتار: ج:1، ص:331 تا 333)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: کسی کو خواب ہوا اور منی باہر نہ نکلی تھی کہ آنکھ کھل گئی اور آلہ کو پکڑ لیا کہ منی باہر نہ ہو پھر جب تندی جاتی رہی چھوڑ دیا اب نکلی تو غسل واجب ہو گیا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:1، ص:517)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: حشفہ یعنی سر ذکر کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں پر غسل واجب کرتا ہے۔ شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت، انزل ہو یا نہ ہو بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ایک بالغ ہے تو اس بالغ پر فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر غسل کا حکم دیا جائے گا مثلاً مرد بالغ ہے اور لڑکی نابالغ تو مرد پر فرض ہے اور لڑکی نابالغہ کو بھی نہانے کا حکم ہے اور لڑکا نابالغ ہے اور عورت بالغہ ہے تو عورت پر فرض ہے اور لڑکے کو بھی حکم دیا جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:15)

درمختار میں ہے: عورت نے اپنی فرج میں انگلی یا جانور یا مردے کا ذکر یا کوئی چیز ربڑ یا مٹی وغیرہ کی مثل ذکر کے بنا کر داخل کی تو جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں اگر جن آدمی کی شکل بن کر آیا اور عورت سے جماع کیا تو حشفہ کے غائب ہونے سے غسل واجب ہو گیا آدمی کی شکل پر نہ ہو تو جب تک عورت کو انزال نہ ہو غسل واجب نہیں یونہی اگر مرد نے پری سے جماع کیا اور

وہ انسانی شکل میں نہیں بغیر انزال وجوب غسل نہ ہوگا اور شکل انسانی میں ہے تو صرف غیبت حشفہ سے واجب ہو جائے گا۔

(درمختار ورد المحتار: ج:1،ص:328 تا 335)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: کھڑے یا بیٹھے یا چلتے ہوئے سو گیا آنکھ کھلی تو مذی پائی غسل واجب ہے۔ (فتاوی ہندیہ: ج:1،ص:15)

قوله قال ابو داؤد رواه مفضل بن فضاله

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ حضرت ہشام کے شاگردوں کا اختلاف بیان فرما رہے ہیں اوپر حضرت زہیر کی روایت میں انثیین کا ذکر تھا مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس کو بیان فرما رہے ہیں جس طرح حضرت زہیر نے حضرت ہشام سے اس حدیث کو انثیین کے ساتھ ذکر کیا ہے اسی طرح مفضل اور سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ نے بھی ذکر کیا ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں بخلاف محمد بن اسحاق کے کہ انہوں نے بھی ہشام سے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے مگر انہوں نے انثیین کا ذکر نہیں کیا۔

قوله قال هشام وهو ابن قرط امير حمص

یہ ضمیر عائذ کی طرف راجع ہے یعنی عائذ بیٹے ہیں قرط کے اور آگے چل کر امیر حمص میں دونوں احتمال ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ عبد الرحمٰن کی صفت ہو اور ہو سکتا ہے کہ عائذ کی ہو۔

قال ابو داؤد وليس هو بالقوى

ھو ضمیر اسعد اغطش کی طرف راجع ہے جو سند میں مذکور ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس راوی کی تضعیف ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب فِي الْإِكْسَالِ
دخول کے متعلق

پہلے وضو کے ٹوٹنے کے مسائل ذکر کیے جا رہے تھے اب یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ غسل کے وجوب ذکر فرما رہے ہیں۔

184 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِىْ عَمْرٌو يَعْنِىْ ابْنَ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِىْ بَعْضُ مَنْ اَرْضَى اَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِىَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ اُبَىَّ بْنَ كَعْبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ ذٰلِكَ رُخْصَةً لِلنَّاسِ فِىْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ لِقِلَّةِ الثِّيَابِ ثُمَّ اَمَرَ بِالْغُسْلِ وَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ يَعْنِىْ الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے اسلام کی ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کپڑوں کے کم

ہونے کی وجہ سے اس سے (دخول) رخصت مرحمت فرمائی تھی پھر غسل کرنے کا حکم دیا اور اس سے منع فرما دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پانی سے پانی (یعنی غسل لازم) ہوگا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۴)

185 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الْبَزَّازُ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ الْحَلَبِيُّ عَنْ مُحَمَّدٍ اَبِي غَسَّانَ عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِي اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَنَّ الْفُتْيَا الَّتِي كَانُوا يُفْتُونَ اَنَّ الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ كَانَتْ رُخْصَةً رَخَّصَهَا رَسُولُ اللّٰهِ فِي بَدْءِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ اَمَرَ بِالْاِغْتِسَالِ بَعْدُ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو لوگ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ پانی نکلنے سے غسل لازم ہے تو یہ رخصت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی ابتداء رخصت عنایت فرمائی تھی پھر اس کے بعد غسل کا حکم فرما دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۸۵)

186 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْفَرَاهِيدِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَّشُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِي رَافِعٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَعَدَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ وَاَلْزَقَ الْخِتَانَ بِالْخِتَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مرد عورتوں کی چاروں شعبوں کے درمیان بیٹھ جائے اور ختنہ سے ختنہ مل جائے تو غسل واجب ہو گیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ جز ۱ ص ۱۶۳ سنن ابن ماجہ جز ۲ ص ۲۶۲ سنن الصغیر للبیہقی جز ۱ ص ۱۱۱ معجم الاوسط جز ۳ ص ۳۶۳)

187 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَكَانَ اَبُو سَلَمَةَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی نکلنے سے غسل ہے اور ابوسلمہ اس طرح کرتے تھے۔

(المؤطا جز ۱ ص ۱۴۰)

تشریح:

اسلام کی ابتداء میں یہ حکم تھا کہ انزال ہونے سے غسل لازم آتا ہے مگر کچھ عرصے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا اور حکم فرما دیا گیا کہ جب مرد اور عورت کے ختنے مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے اگر انزال ہو یا نہ ہو جس طرح کہ اس مسئلہ کی بحث آئے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ

جماع بغیر انزال کے موجب غسل ہے یا نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

جمہور علماء، سلفاً، خلفاً، خلفائے اربعہ، حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آئمہ اربعہ کے نزدیک موجب غسل ہے۔ اور داؤد ظاہری کے نزدیک نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انصار کی ایک جماعت الماء من الماء کے پیش نظر دخول میں غسل کی قائل نہ تھی۔

جیسا کہ

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

مگر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے رجوع ثابت ہے اور مہاجرین کی ایک جماعت نسل کی قائل تھی ان کے پیش نظر اذا لتقی الختانان الخ والی حدیث مبارکہ تھی۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں اس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی یہ دونوں جماعتیں آپس میں اختلاف کر رہی تھیں۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **انتم اهل بدر الاخيار فكيف بمن بعدكم**

تم اتنے بڑے بڑے اہل بدر جب اس مسئلہ میں اختلاف کر رہے ہو تو بعد والوں کا کیا حال ہوگا۔

تو اس پر انہوں نے عرض کیا:

اے امیر المومنین! اگر آپ رضی اللہ عنہ اس مسئلہ کی صحیح تحقیق چاہتے ہیں تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے معلوم فرمالیں۔ پھر انہوں نے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک شخص بھیجا مگر انہوں نے لاعلمی کا اظہار فرمایا اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں قاصد بھیجا۔

تو انہوں نے فرمایا: **اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل**

یعنی جب ختنے سے ختنہ مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق فیصلہ فرما دیا اس واقعہ کی تخریج امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں کی ہے۔

قوله الماء من الماء الخ

جمہور کی طرف سے الماء من الماء کے کئی جواب دیئے گئے ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ

یہ حدیث منسوخ ہے جس طرح کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آ رہا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ
یہ حدیث محمول ہے مباشرت فی غیر الفرج پر اور اس صورت میں غسل سب کے نزدیک انزال ہی پر موقوف ہے۔
تیسرا جواب یہ ہے کہ
الماء من الماء کو عام رکھا جائے حقیقی یا حکمی پر پس ایلاج ماء حکمی ہے یعنی انزال کے حکم میں ہے۔
چوتھا جواب یہ ہے کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی توجیہہ جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ احتلام پر محمول ہے۔
یعنی جماع کی دو قسمیں ہیں:
1- جماع فی الیقظہ 2- جماع فی النوم
پہلی صورت میں اذا لتقی الختان الختان والی حدیث پر عمل ہوگا۔
دوسری صورت میں الماء من الماء پر عمل ہوگا۔
لہٰذا احتلام میں بغیر انزال کے بالاتفاق غسل واجب نہیں ہوتا یہ ایک بہت اچھی توجیہہ ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو اختیار فرمایا ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں یہ باب قائم فرمایا ہے۔
باب الذی یحتلم ولا یر الماء
☆ **قولہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الماء من الماء**
ترمذی کی حدیث میں ہے کہ
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: **الماء الماء فی الاحتلام**
یعنی یہ حکم احتلام کے بارے میں ہے۔ لہٰذا جب احتلام ہو گیا اور تری دیکھی تو غسل واجب ہو جائے گا اور اگر خواب میں احتلام دیکھا اور جاگنے پر اس کا اثر نہ پایا تو اب غسل واجب نہیں۔
فتاویٰ ہندیہ میں ہے: احتلام یعنی سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے منی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ منی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے تو اگرچہ احتلام یاد ہو اور لذت انزال خیال میں ہو غسل واجب نہیں اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں تو غسل نہیں ورنہ ہے اگر احتلام یاد ہے مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں غسل واجب نہیں۔
(فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:14، 15)
رات کو احتلام ہوا جاگا تو کوئی اثر نہ پایا وضو کر کے نماز پڑھ لی اب اس کے بعد منی نکلی غسل اب واجب ہوا اور وہ نماز ہو

گئی۔ (فتاویٰ ہندیہ:ج:1،ص:15)

عورت کوخواب ہوا تو جب تک منی فرج داخل سے نہ نکلے غسل واجب نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ:ج:1،ص:15)

مرد وعورت ایک چارپائی پر سوئے بعد بیداری بستر پر منی پائی گئی اور ان میں ہر ایک احتلام کا منکر ہے احتیاط یہ ہے کہ بہر حال دونوں غسل کریں اور یہی صحیح ہے۔ (درمختار ورد المحتار:ج:1،ص:333)

قولہ قال اذا قعدبین شعبھا الاربع والزق الختان بالختان فقد وجب الغسل

جب مرد عورت کی دونوں رانوں اور دونوں پنڈلیوں کے درمیان میں بیٹھ جائے اور ختنہ سے ختنہ مل جائے تو غسل واجب ہو جائے گا۔

اس سے مراد حشفہ داخل کرنا ہے چاہے انزال ہو یا نہ ہو غسل واجب ہو جائے گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

حشفہ یعنی سر ذکر کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں غسل واجب کرتا ہے، شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے ہوانزال ہو یا نہ ہو بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ایک بالغ ہے تو اس بالغ پر فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر غسل کا حکم دیا جائے گا مثلاً مرد بالغ ہے اور لڑکی نابالغ ہو تو مرد پر فرض ہے اور لڑکی نابالغہ کو بھی نہانے کا حکم ہے اور لڑکا نابالغ اور عورت بالغہ ہے تو عورت پر فرض ہے اور لڑکے کو بھی حکم دیا جائے گا۔ اگر حشفہ کاٹ ڈالا ہو تو باقی عضو تناسل میں اگر حشفہ کی قدر داخل ہو گیا جب بھی وہی حکم ہے جو حشفہ داخل ہونے کا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ:ج:1،ص:15)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْجُنُبِ يَعُوْدُ

جنبی کے دوبارہ مباشرت کرنے کے متعلق

یہ باب جنبی کے دوبارہ مباشرت کے احکام کے بارے میں ہے۔

188 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى نِسَائِهٖ فِيْ غُسْلٍ وَّاحِدٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَهٰكَذَا رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ وَمَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ وَصَالِحُ بْنُ اَبِي الْاَخْضَرِ عَنِ الزُّهْرِيِّ كُلُّهُمْ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دن اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایک ہی غسل

میں ہوآتے تھے۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہشام بن زید نے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ اور معمر، قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور صالح بن ابی الاخضر نے زہری سے ان تمام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۸۸)

تشریح:

اگر کوئی شخص ایک بار جماع کرنے کے بعد دوبارہ جماع کرنا چاہے تو درمیان میں غسل کرنا ضروری ہے یا نہیں۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ
بالاتفاق ضروری نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اولیٰ ہے البتہ درمیان میں وضو کرنا جس طرح کہ اگلے باب میں آرہا ہے اس میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء اربعہ کے نزدیک دوبارہ جماع کرنے پر وضو کرنا یعنی وضو بین الجماعین مستحب ہے۔ داؤد ظاہری ابن حبیب مالکی کے نزدیک واجب ہے اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے عدم استحباب منقول ہے انہوں نے اس سلسلے میں جو امر وارد کیا ہے اس کو اباحت پر محمول کیا ہے کیونکہ وضو عبادت کے لئے مشروع ہے نہ کہ قضاء شہوت کے لئے مگر ان کی یہ تعلیل حدیث مبارکہ کے خلاف ہے۔

قولہ عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاف ذات یوم علی نسائہ فی غسل واحد

یعنی ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے گئے تو تمام سے مقاربت فرمائی اور ایک بار غسل فرمایا۔
اور بعض روایات میں ہے۔

وھن تسع

اور بعض روایات میں گیارہ کا ذکر بھی ہے جس طرح کہ بخاری شریف میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن کے کسی ایک حصہ میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے تھے اور وہ گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔
راوی نے فرمایا ہے کہ
میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

کیا رسول اللہ ﷺ اس کی طاقت رکھتے تھے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم یہ کہتے تھے کہ

آپ ﷺ کو تیس مردوں کی قوت عطا فرمائی گئی ہے۔ (صحیح بخاری: ج:1،ص:41)

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے حسب ترتیب نکاح درج ذیل ہیں:

1-حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

2-حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

3-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

4-حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

5-حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

6-حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

7-حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

8-حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

9-حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

10-حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا

11-حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

یہ کل گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہوئیں جن سے آپ ﷺ کا استمتاع ثابت ہے اور بعض علماء کرام نے حضرت ریحانہ بنت عمر رضی اللہ عنہا یا بنت زید کو بھی ازواج میں شمار کیا ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

یہ ازواج میں سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی سریہ یعنی کنیز تھیں چنانچہ دو کنیزیں آپ ﷺ کی مشہور ہیں۔

1-حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا 2-حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

ان گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے دو یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی اور باقی نو آپ ﷺ کی وفات کے وقت میں بھی موجود تھیں۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت جو ذکر کی ہے اسی میں نو ازواج کا ذکر ہے ان میں تطبیق یوں ہے کہ

اس وقت نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں اور دو باندیاں تھیں۔

1-حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا 2-حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

یہ فعل صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں متصور ہوسکتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں نو ازواج اور دو باندیاں تھیں اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جمع بھی ہوئی ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

یہ وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مبارک بھی ہوا۔ اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شب زفاف گزارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ تفصیل قول مشہور کے مطابق ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد، ان کی ترتیب اور ان میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں جن سے دخول فرمایا اور جن سے دخول نہیں فرمایا اور جن کو پیغام دیا اور نکاح نہیں فرمایا اور جنہوں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا ان کے متعلق کافی اختلاف ہے۔

جن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اور رخصتی ہوئی ان کی ترتیب اور اسماء درج ذیل ہیں۔

1-حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

2-حضرت سودا بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

3-حضرت عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا

4-حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا

5-حضرت ام سلمہ ہند بنت امیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہا

6-حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

7-حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

8-حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

9-حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا

یہ بنو قریظہ سے تھیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

بنو نضیر سے تھیں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس 6ھ میں قید ہو کر آئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو یہ وصال فرمائی گئیں اور آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

10-حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا

11-حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا

یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیا۔

12-حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ذوالقعدہ 7 ہجری میں عمرۃ القضاۃ کے موقع پر مکہ مکرمہ سے دس میل دور سرف کے مقام سے نکاح فرمایا اور رخصتی بھی ہوئی اور جن سے صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی اور جن کو نکاح کا پیغام دیا اور نکاح نہیں ہوا۔

1-حضرت ریحانہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

ان کا ذکر ہو گیا ہے۔

2-حضرت کلابیہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام عمرہ بنت زید یا عالیہ بنت ظبیان ہے۔

حضرت زہری نے فرمایا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عالیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا رخصتی بھی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ رخصتی کے بغیر طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ فاطمہ بنت الضحاک ہیں۔

زہری نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دے دی۔

3-اسماء بنت النعمان
آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اوران کو طلاق دے دی۔
ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے پناہ مانگی تھی۔
4-قیلہ بنت قیس۔
ان کے بھائی نے ان کا آپ ﷺ سے نکاح کیا۔آپ ﷺ کے بعد یہ اوران کا بھائی دونوں مرتد ہو گئے۔
5-ملکیہ بن کعب
ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی تھی۔
6-حضرت اسماء بنت الصلت اسلمیہ۔
نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اور رخصتی سے پہلے یہ فوت ہوگئیں۔
7-ام شریک ازدیہ۔
نبی کریم ﷺ نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دی تھی۔
انہوں نے خود کو نبی کریم ﷺ کے لئے ہبہ کیا تھا اور یہ ایک نیک خاتون تھیں۔
8-خولہ بنت ہذیل۔
نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا تھا مگر یہ آپ ﷺ تک پہنچنے سے قبل فوت ہوگئیں۔
9-شراف بنت الخالد۔
یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اور رخصتی نہیں ہوئی یہ آپ ﷺ سے پہلے فوت ہوگئیں۔
10-لیلیٰ بنت الخطیم
نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا پھر انہوں نے علیحدگی طلب کی آپ ﷺ نے ان کو الگ کر دیا۔
11-عمرۃ بنت معاویہ الکندیہ
ان تک پہنچنے سے قبل نبی کریم ﷺ دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے۔
12-جندعیہ بنت جندب
نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی۔
13-غفاریہ
نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا پھر ان کے پہلو میں سفیدی دیکھی اوران کو الگ کر دیا۔

14-ہند بنت یزید

ان کے ساتھ رخصتی نہیں ہوئی۔

15 صفیہ بنت بشامہ

یہ نبی کریم ﷺ کی قید میں تھیں۔آپ ﷺ نے ان کو اختیار عطا فرمایا تو انہوں نے اپنے خاوند کو اختیار کرلیا۔

16-حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب

نبی کریم ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا۔

انہوں نے کہا: میں مصیبت زدہ ہوں اور اپنا عذر پیش کیا آپ ﷺ نے ان کا عذر قبول کرلیا۔

17-ضباعہ بنت عامر

آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر آپ ﷺ کو معلوم ہوا یہ متکبرہ ہیں تو آپ ﷺ نے ارادہ ترک کردیا۔

18-حمزہ بنت عون مزنی

آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا۔

ان کے والد نے کہا: ان میں عیب ہے حالانکہ عیب نہ تھا۔

پھر جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کو برص ہوگیا۔

19-سودہ قرشیہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ اس وقت مصیبت زدہ تھیں انہوں نے معذرت کرلی آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور رشتہ ترک کردیا۔

20-امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب

ان کو آپ ﷺ پر پیش کیا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

21-عزہ بنت ابوسفیان بن حرب

ان کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ان کو پیش کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان کی بہن یعنی حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) میرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں۔

22-کلبیہ

نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا انہوں نے ناپسند کیا تو آپ ﷺ نے ارادہ ترک کر دیا۔

23-عرب کی ایک خاتون ان کا نام معلوم نہیں ہوا آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا۔

24-درۃ بنت ام سلمہ

آپ ﷺ کو ان کی پیش کش کی گئی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں۔

25-امیمہ بنت شراحیل۔

صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے۔

26-حبیبہ بنت سہل الانصاریہ

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کا ارادہ فرمایا پھر ترک فرما دیا۔

27-فاطمہ بنت شریح

ابوعبیدہ نے ان کا نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں ذکر کیا ہے۔

28-حضرت عالیہ بنت ظبیان

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا یہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

(عمدۃ القاری: ج:3، ص:215 تا 217)

بہر حال جو امہات المومنین رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے پاس تھیں آپ ﷺ ایک ہی رات میں ان سب کے پاس تشریف لے گئے اور سب سے مقاربت فرمائی۔

آپ ﷺ کو دوسرے مردوں سے زیادہ طاقت عطا فرمائی گئی بلکہ

ایک روایت میں ہے۔

آپ ﷺ کو تیس مردوں کی طاقت عطا فرمائی گئی تھی۔

اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اعطی قوۃ اربعین رجلا

یعنی آپ ﷺ کو چالیس مردوں کی قوت عطا فرمائی گئی۔

اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ کو رجال جنت میں سے چالیس مردوں کی طاقت ہوئی تھی۔

ترمذی میں حضرت زید بن ارقم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رجال جنت میں سے ہر شخص کو سو مردوں کی

طاقت عطا کی جائے گی اور چالیس کو سو میں ضرب دینے سے چار ہزار بن جاتے ہیں گویا کہ آپ ﷺ کو چار ہزار مردوں کی طاقت عطا فرمائی گئی تھی۔

یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ

اقل قسمة ایک شب ہے تو پھر ایک شب میں ہر ایک کے پاس آپ ﷺ کی طرح تشریف لے گئے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

پہلے تو یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ آپ ﷺ پر قسم یعنی عدل بین الزوجات واجب تھا یا نہیں اگر واجب نہیں تھا پھر تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر واجب تھا تو پھر مختلف جواب دیئے گئے ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ

کان ذالك برضاهن

یعنی صاحبة النوبة (جس کی باری تھی) اس کی رضامندی سے آپ ﷺ نے اس طرح کیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

کہا گیا ہے کہ

یہ واقعہ سفر حجۃ الوداع کا ہے چنانچہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اسی سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں آپ ﷺ ظہر کی نماز ادا فرما کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور عصر ذوالحلیفہ میں پہنچ کر ادا فرمائی جو میقات اہل مدینہ منورہ ہے اور وہاں ایک رات قیام فرمایا اگلے روز بعد الظہر احرام باندھ کر وہاں سے روانہ ہوئے تو اس شب میں آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے مقاربت فرمائی اور صبح کی نماز سے پہلے غسل جنابت فرمایا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

کان ذالك عند قدومه من سفر

یعنی کسی سفر سے واپسی میں ابتداء دور سے پہلے آپ ﷺ نے اس طرح کیا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

علامہ ابن البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دن اور رات میں ایک ساعت ایسی عطا فرمائی تھی جس میں کسی زوجہ کا حق نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کو اس میں اختیار تھا جس کے پاس چاہیں جا سکتے ہیں اور صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساعت بعد العصر تھی

اور اگر اس میں موقعہ نہ ملتا تو بعد المغرب۔

باقی رہا یہ کہ آپ ﷺ ایک غسل سے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے تھے تو اس میں کئی احتمال ہیں۔

ایک احتمال تو یہ ہے کہ

آپ ﷺ درمیان میں وضو کرلیا کرتے تھے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

بیان جواز کے لئے وضو کو ترک فرمادیا کرتے تھے۔

☆ قال ابو داؤد وهكذا رواه هشام

مصنف رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ حدیث کی تقویت کے لئے اس کے چند طرق اور ذکر فرمارہے ہیں۔ متن میں جو روایت مذکور ہے اس کو روایت کرنے والے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حمید طویل ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اس حدیث مبارکہ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے حمید کے علاوہ ہشام بن زید، قتادہ اور زہری رضی اللہ عنہم بھی ہیں چونکہ یہ سب طرق مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل سند سے بیان نہیں فرمائے اس لیے ان سب کو تعلیقات کہا جائے گا اب یہ کہ یہ روایات موصولاً کس کتاب میں ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ ہشام کی روایت مسلم میں اور ابن ماجہ میں حضرت قتادہ، زہری کی روایات موجود ہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل وصلى الله عليه وسلم

بَاب الْوُضُوءِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّعُوْدَ

جو دوبارہ مباشرت کا ارادہ رکھے وضو کرے

اس باب میں جماع کرنے کے بعد دوسری باری جماع کرنے کے متعلق حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

189 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ رَافِعٍ عَنْ عَمَّتِهٖ سَلْمٰى عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى نِسَائِهٖ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هٰذِهٖ وَعِنْدَ هٰذِهٖ قَالَ قُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَجْعَلُهٗ غُسْلًا وَّاحِدًا قَالَ هٰذَا اَزْكٰى وَاَطْيَبُ وَاَطْهَرُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَحَدِيْثُ اَنَسٍ اَصَحُّ مِنْ هٰذَا

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن اپنی جملہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف

لے گئے، اس ایک سے فراغت کے بعد غسل فرماتے۔ اس طرح دوسری سے (فراغت کے بعد غسل فرماتے) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ایک ہی دفعہ غسل کیوں نہیں فرما لیتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ از کیٰ، اطیب اور اطہر ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: حدیث انس رضی اللہ عنہ اس سے اصح ہے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ جز ۱ ص ۲۰۴)

190 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَى اَحَدُكُمْ اَهْلَهُ ثُمَّ بَدَا لَهُ اَنْ يُّعَاوِدَ فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وُضُوْءًا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے پاس چلا گیا پھر دوبارہ جانا چاہے تو دونوں کے درمیان وضو کر لے۔

(صحیح مسلم جز ۲ ص ۱۸۱)

تشریح:

☆ قال ابو داؤد حدیث اصح من هذا

اس عبارت میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ حدیث حضرت انس کو ترجیح دے رہے ہیں جس میں ایک غسل کا بیان ہے اور حضرت ابورافع میں ہر جماع کے ساتھ الگ الگ غسل کا بیان ہے۔ اس طرح اس تعارض کو دفع کیا مگر اکثر علماء کے نزدیک یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں ایک واقعہ میں ایک غسل آخر میں کیا جس طرح کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ میں اور دوسرے واقعہ میں الگ الگ غسل کیا جس طرح حدیث ابورافع میں ہے۔ تو یہاں پر تعدد غسل زیادہ ثواب والا ہے اور اس میں ظاہر و باطن کی طہارت ہے۔

اور یہ بات بھی ہے کہ جو حدیث انس رضی اللہ عنہ گزری ہے وہ اس ثانی حدیث کے مقابلے میں واضح ہے لہٰذا یہ ثانی حدیث مرجوح اور پہلی حدیث راجح ہوئی۔

قوله فليتوضا بينهما وضوءًا

اس حدیث مبارکہ میں دو جماع کے درمیان وضو کرنے کا حکم ہے ظاہر یہ اور ابن حبیب مالکی کے نزدیک وجوب کے لئے اور جمہور کے نزدیک استحباب کے لئے ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ

طحاوی شریف میں ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

كان النبي صلى الله عليه وسلم يجامع ثم يعود ولا يتوضا

داؤد ظاہری کی دلیل یہ ہے کہ

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اذا اتی احکم اهله ثم بداله ان یعاد فلیتوضا بینهما وضوءًا

اور یہ امر وجوب کے لئے ہے۔

تو ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ

مستدرک حاکم میں اس روایت میں یہ زیادتی بھی ہے۔

انه انشط للعود

یہ علت کا بیان ہے لہذا حکم استحبابی ہے۔

اس میں کوئی شرعی مصلحت نہیں بلکہ آدمی کی اپنی ذاتی اور طبعی مصلحت کے واسطے ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْجُنُبِ يَنَامُ

جنبی کی حالت میں سونا

اس باب میں جنبی کے سونے میں وضو کرنے اور شرم گاہ کو دھونے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

191 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں عرض کیا کہ رات کو جنبی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: وضو کرو اور اپنے ذکر کو دھوؤ پھر سو جایا کرو۔

(سنن الکبریٰ للنسائی' جز ۱' ص ۱۲۰' الموطا' جز ۱' ص ۴۷' سنن البیہقی الکبریٰ' جز ۱' ص ۱۹۹' سنن النسائی' جز ۱' ص ۴۲۹)

تشریح:

جنبی کے لئے سونے سے پہلے جمہور علماء آئمہ اربعہ کے نزدیک وضو مستحب ہے اور داؤد ظاہری اور ابن حبیب مالکی کے نزدیک واجب ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ

باب الجنب یؤخر الغسل میں روایت ہے کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیام وھو جنب من غیران یمس ماءً

اگر وضو واجب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کو ہاتھ لگائے بغیر کیسے سو جاتے؟

داؤد ظاہری کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنب کی حالت میں مسئلہ پوچھا:

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

توضا و اغسل ذکر ثم نم

اس میں امر ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے۔

تو ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ

یہاں امر استحبابی ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ

ابن حبان میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔

میں نے پوچھا کہ

جنبی آدمی بغیر غسل کے سو سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نعم ویتوضا ان شاء

جس سے ثابت ہوا کہ امر استحبابی ہے وجوبی نہیں لہٰذا وضو کرنا سونے سے پہلے مستحب ہے۔

جنابت کے بعد سونے سے پہلے جو غسل کیا جاتا ہے اس کی حکمت کے بیان میں بعض علماء شافعیہ نے کہا ہے کہ تا کہ حدث میں تخفیف ہو۔

علامہ مازری مالکی نے کہا: تا کہ وہ طہارت پر سوئے اگر اس دوران موت آجائے تو طہارت پر موت آئے۔

مازری نے کہا: اس قیاس پر حائضہ کو بھی سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہئے۔

اور علماء شافعیہ نے کہا کہ

حائضہ کے وضو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْجُنُبِ يَأْكُلُ

جنبی ہونے کی حالت میں کھانا

اس باب میں جنبی ہونے کی حالت میں کھانا کھانے کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

192 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّاَ وُضُوْئَهُ لِلصَّلٰوةِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ زَادَ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ يَدَيْهِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُّوْنُسَ فَجَعَلَ قِصَّةَ الْاَكْلِ قَوْلَ عَائِشَةَ مَقْصُوْرًا وَّرَوَاهُ صَالِحُ بْنُ اَبِي الْاَخْضَرِ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ عَنْ عُرْوَةَ اَوْ اَبِي سَلَمَةَ وَرَوَاهُ الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب جنبی ہونے کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمانا چاہتے تو نماز جیسا وضوفرماتے تھے۔ یونس بن زہری سے اسی معنیٰ اور اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہونے کی حالت میں کھانا تناول فرمانے کا قصد فرماتے تو اپنے مقدس ہاتھوں کو دھوتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت یونس رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے جو ابن وہب نے کھانے کے بارے میں فرمایا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے اور اس کو صالح بن ابی الاخضر نے زہری سے ابن مبارک کی طرح روایت کیا مگر انہوں نے عروہ یا ابوسلمہ سے روایت فرمایا۔ اوزاعی، یونس اور زہری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن مبارک کی طرح روایت کیا ہے۔

(معجم الاوسط جز ۵ ۱۶۹ السنن الکبریٰ للنسائی جز ۴ ص ۱۹۸)

تشریح:

ہمارے اصحاب نے اس کی تصریح کی ہے کہ جنبی کا وضو سے پہلے کھانا پینا اور جماع کرنا مکروہ ہے اور یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ وضو واجب نہیں ہے امام مالک اور جمہور کا بھی یہی قول ہے مگر مالکیہ اور داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ

یہ وضو واجب ہے۔

☆ **حدثنا محمد بن الصباح قوله زاد و اذا اراد ان یاکل**

زاد کی ضمیر یونس کی جانب راجع ہے پہلی سند میں زہری کے شاگرد سفیان تھے اور اس میں یونس ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کو سفیان نے جب زہری سے نقل کیا تو انہوں نے صرف وضو سونے کے وقت کا ذکر کیا اور یونس نے جب اس کو ان سے نقل کیا تو انہوں نے کھانے کا بھی ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے پہلے صرف غسل یدین فرماتے تھے۔

☆ **قال ابوداؤد و رواه ابن وهب عن يونس فجعل قصه الاكل قول عائشة مقصورا۔**

یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ یونس کے شاگردوں کا اختلاف بیان کر رہے ہیں۔ یونس کے شاگرد پہلی سند میں ابن المبارک تھے اس دوسری سند میں ابن وہب ہیں ان دونوں کی روایت میں فرق یہ ہے کہ ابن المبارک نے یونس سے مسئلہ کھانا کھانے اور سونے دونوں کو مرفوعاً روایت کیا اور ابن وہب نے مسئلہ سونے کو تو مرفوعاً ہی ذکر کیا اور مسئلہ کھانا کھانے کو موقوفاً حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔

☆ **و رواه الاوزاعی عن یونس عن الزهری عن النبی صلی الله علیه وسلم**

اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ زہری براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کو زہری بسندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس سے بھی ابن المبارک ہی کی تائید ہے۔

واللہ ورسوله اعلم عزوجل وصلی اللہ علیه وسلم

بَاب مَنْ قَالَ يَتَوَضَّأُ الْجُنُبُ

جنبی کے وضو کے متعلق

یہ باب جنبی کے سونے سے پہلے وضو کرنے کے متعلق ہے۔

193 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ تَعْنِي وَهُوَ جُنُبٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام فرماتے یا کھانے کا قصد کرتے تو وضو فرما لیتے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہوتے۔

(سنن النسائی' جز۱' ص۲۲۰' صحیح ابن خزیمہ' جز۱' ص۱۰۷' سنن دارمی' جز۲' ص۴۷۱' السنن الکبریٰ للنسائی' جز۱' ص۱۲۰)

194 - حَدَّثَنَا مُوسٰی يَعْنِي ابْنَ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ اَخْبَرَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلْجُنُبِ اِذَا اَكَلَ اَوْ شَرِبَ اَوْ نَامَ اَنْ يَتَوَضَّاَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ بَيْنَ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ رَجُلٌ و قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ وَابْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو الْجُنُبُ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَاْكُلَ تَوَضَّاَ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی کو رخصت عطا فرمائی کہ جس وقت کھائے یا پیے یا سوئے تو وضو کر لے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یحیٰی بن یعمر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے درمیان اس حدیث میں کوئی شخص ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمرو بن عاص اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جنبی جس وقت کھانے کا قصد کرے تو وضو کر لے۔

(شرح السنۃ للبغوی' جز ۱' ص ۲۱۴' سنن ترمذی' جز ۲' ص ۵۱۱)

تشریح:

☆ ایک ہی سلسلے میں تین باب ذکر کیے گئے اور یہ تیسرا باب ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے باب اور اس کی حدیث مبارکہ سے سونے کے وقت جنبی کے وضو کو ثابت کیا ہے اس کے بعد دو باب کھانے کے وقت وضو سے متعلق ہیں۔ جن میں پہلے سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے وقت ہاتھوں کے دھونے پر اکتفا فرمایا اور اس دوسرے باب سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانے کے وقت حالت جنابت میں وضو کرنا بھی ثابت ہے جس طرح کہ اس باب کی حدیث مبارکہ سے معلوم ہو رہا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يُؤَخِّرُ الْغُسْلَ
جنبی کا غسل دیر سے کرنے کے متعلق

یہ باب جنبی کے غسل دیر سے کرنے کے احکام میں ہے۔

195 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَا حَدَّثَنَا بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قُلْتُ

لِعَآئِشَةَ اَرَاَيْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فِيْ اَوَّلِ اللَّيْلِ اَوْ فِيْ اٰخِرِهٖ قَالَتْ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِيْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِيْ اٰخِرِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ اَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ اَرَاَيْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ اَوَّلَ اللَّيْلِ اَمْ فِيْ اٰخِرِهٖ قَالَتْ رُبَّمَا اَوْتَرَ فِيْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اَوْتَرَ فِيْ اٰخِرِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ اَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ اَرَاَيْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقُرْاٰنِ اَمْ يَخْفُتُ بِهٖ قَالَتْ رُبَّمَا جَهَرَ بِهٖ وَرُبَّمَا خَفَتَ قُلْتُ اللّٰهُ اَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً

عفیف بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے اول پہر میں غسل فرماتے ہوئے دیکھا ہے یا آخری پہر میں دیکھا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کبھی رات کے اول پہر کبھی آخری پہر میں غسل فرمالیتے۔ میں نے اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی کہ جس نے اس معاملے میں آسانی پیدا فرمائی۔ میں نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہا نے رات کے اول پہر یا آخری پہر وتر پڑھتے ملاحظہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کبھی رات کے اول پہر پڑھتے کبھی آخری پہر پڑھتے۔ میں نے اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی کہ جس نے اس معاملہ میں آسانی فرمائی۔ میں نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا یا آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کبھی بلند آواز سے تلاوت فرماتے اور کبھی آہستہ آواز سے تلاوت فرماتے۔ میں نے اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی کہ جس نے اس معاملہ میں آسانی پیدا فرمائی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۹۵)

196 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُجَيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّلَا كَلْبٌ وَّلَا جُنُبٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رحمت کے فرشتے تصویر، کتا اور جنبی کے گھر میں داخل نہیں ہوں گے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی' جز ۳' ص ۱۴۸' مستدرک' جز ۱' ص ۲۷۸)

197 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ

قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ غَيْرِ اَنْ يَّمَسَّ مَاءً
قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْوَاسِطِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ يَقُوْلُ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَهْمٌ يَعْنِىْ حَدِيْثَ اَبِىْ اِسْحٰقَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پانی کو ہاتھ لگائے بنا جنبی کی صورت میں آرام فرما لیتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یزید بن ہارون کو حسن بن علی واسطی نے بیان کرتے ہوئے سنا کہ ابواسحاق کی یہ حدیث وہم ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹۷)

تشریح:

قوله حفص بن عمر رضی اللہ عنہ قوله لاتدخل الملائكة بيتاً فيه صورة ولا كلب ولا جنب

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ بظاہر باب کی پہلی حدیث مبارکہ کے خلاف ہے کیونکہ پہلی حدیث سے تاخیر غسل کا جواز ثابت ہو رہا تھا اور اس میں یہ ہے کہ جس گھر میں جنبی ہوتا ہے اس میں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں جنبی سے وہ جنبی مراد نہیں ہے جو غسل کو مؤخر کرے نماز کے وقت اور نماز کا وقت آنے پر غسل کر لے بلکہ اس سے وہ جنبی مراد ہے جو غسل کے بارے میں ہمیشہ تہاون اور تکاسل برتتا ہو ورنہ نبی کریم ﷺ سے تاخیر غسل ثابت ہی ہے نفس تاخیر میں کیا اشکال ہے۔

اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی توجیہہ فرمائی ہے کہ

اور انہوں نے اس توجیہہ کی جانب اشارہ فرما کر مستقل باب قائم فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے مراد جنبی ہے جو رات میں جنابت پیش آنے پر بغیر وضو سو جائے یہ توجیہہ ان کی بڑی اچھی ہے اور احادیث مبارکہ سے عموماً یہی مفہوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حالت جنابت میں وضو کے بعد ہی آرام فرماتے تھے۔

علامہ بدرالدین عینی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں کوئی فرشتہ داخل نہیں ہوتا لیکن اس عموم سے کراماً کاتبین مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ انسان سے کسی حال میں الگ نہیں ہوتے۔

علامہ ابن وضاح، علامہ خطابی اور علامہ داؤدی اور دوسرے علماء نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

اور یہ کہا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں ملائکہ سے مراد وحی لانے والے ملائکہ ہیں مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام اور

کراماً کاتبین وہ بیت الخلاء اور جماع کے علاوہ انسان سے کسی وقت جدا نہیں ہوتے۔ جس طرح کہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے۔

اگرچہ اس کی سند ضعیف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ملائکہ سے رحمت اور استغفار کے ملائکہ مراد ہیں اور بیت سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں کوئی شخص سکونت پذیر ہو خواہ وہ بیت ہو یا خیمہ ہو۔

بعض علماء کرام نے کہا: کتے سے بھی عموم مراد ہے یعنی کسی قسم کا بھی کتا ہو فرشتے نہیں آتے۔

علامہ قرطبی اور علامہ نووی کا اس طرف میلان ہے۔

اور علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ

اس سے وہ کتے مستثنیٰ ہیں جن کو رکھنے کی اجازت ہے مثلاً شکار کا کتا اور کھیت اور مویشیوں کی حفاظت کا کتا۔

کتے کے سبب سے فرشتے کیوں داخل نہیں ہوتے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اکثر نجاست کھاتا ہے مگر ان میں سے کوئی وجہ بھی صحیح نہیں کیونکہ خنزیر کے نجس ہونے کے متعلق قرآن مجید میں تصریح ہے اور بعض دیگر حیوانات بھی نجس ہیں مگر کتے کے علاوہ اور کسی کی وجہ سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے اس سے مراد جاندار کی وہ تصویر ہے جس کا سر نہ کاٹا گیا ہو یا وہ تصاویر ذلت کے ساتھ زمین پر پڑی ہوئی نہ ہوں۔

(فتح الباری: ج:22، ص:69)

اب سوال یہ ہے کہ

تصویر بنانے اور رکھنے کے متعلق کیا حکم ہے تو اس میں اختلاف ہے۔

حنابلہ کا نظریہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے درختوں کی تصویریں اور بے جان چیزوں کے نقوش دیکھے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ نقوش کپڑوں میں نقش ونگار کے حکم میں ہیں اور اور اگر جاندار چیزوں کی تصویریں کسی ایسی جگہ ہوں جو پیروں کے نیچے روندی جاتی ہوں یا ان پر ٹیک لگائی جاتی ہو جیسے چادر اور گدے میں تو کوئی حرج نہیں ہے اگر ان کے علاوہ کسی اور جگہ تصویریں ہوں مثلاً پردوں اور دیواروں پر تو اگر ان کو مٹا سکتا ہو تو مٹا کر بیٹھ جائے ورنہ اٹھ کر چلا جائے اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا: حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت سالم' حضرت عروہ' حضرت ابن سیرین' حضرت عطاء'

حضرت عکرمہ بن خالد اور حضرت سعید بن جبیر کا یہی نظریہ ہے۔

امام شافعی کا بھی یہ نظریہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نصب کی ہوئی اور بچھائی ہوئی تصویروں کو مکروہ کہتے تھے۔ اسی طرح امام مالک بھی ان کو مکروہ کہتے ہیں مگر وہ ان کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں اور ان کو حرام نہیں کہتے اور جو حرام کہتے ہیں شاید ان کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔

اور روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی ایک گھر پر دعوت کی گئی جب ان کو معلوم ہوا کہ اس گھر میں مورتیں ہیں تو انہوں نے ان مورتوں کو توڑنے سے پہلے اس گھر میں جانے سے انکار کر دیا۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ

ہماری دلیل یہ ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے اس حال میں کہ میں نے ایک تصویر والا پردہ لٹکایا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو پھاڑ دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس کے دو تکیے بنا لیے اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک تکیے پر بیٹھتے تھے نیز جب تکیے کو بطور ذلت سے استعمال کیا گیا تو وہ معزز اور معظم نہیں رہا اور ان بتوں کے مشابہ نہ ہوا لیکن جن کی تعظیم اور عبادت کی جاتی ہے اور ہم نے جس حدیث مبارکہ کو بیان کیا ہے وہ مانعین کی روایت سے زیادہ خاص ہے۔

نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کا استثناء بیان کیا۔

اور یہ اس پر محمول ہے کہ

اگر تصویر والا کپڑا بچھایا ہوا ہو تو وہ مباح ہے اور اگر اس کو لٹکایا ہوا ہو تو مکروہ ہے جس طرح کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے اگر تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تصویر سر ہے جب سر کاٹ دیا جائے تو پھر وہ تصویر نہیں ہے اگر تصویر کا اتنا حصہ کاٹ دیا جائے جتنا حصہ کاٹ دینے سے کوئی جاندار زندہ نہ رہ سکے مثلاً سینہ یا پیٹ یا سر کو باقی بدن سے الگ کر دیا جائے تو پھر یہ تصویر ممانعت کے تحت داخل نہیں ہے اگر تصویر سے اتنا حصہ کاٹ دیا جائے جس کے نہ ہونے سے جاندار زندہ رہتا ہے مثلاً آنکھ، ہاتھ اور پیر وغیرہ تو یہ تصویر ممانعت کے تحت داخل ہے۔ اسی طرح جب ابتداءً بغیر سر کے صرف بدن کی تصویر بنائی جائے یا بغیر

بدن کے صرف سر کی تصویر بنائی جائے یا سر اور بدن کے اتنے حصہ کی تصویر بنائی جائے جس کے ساتھ آدمی زندہ نہیں رہتا تو یہ صورتیں ممانعت کے تحت داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ جاندار کی تصویر نہیں ہیں۔ تصویر بنانا حرام ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جن کو تم نے بنایا تھا ان کو زندہ کرو اور تصویر بنانے کا حکم دینا بھی تصویر بنانے کی طرح حرام ہے۔ (المغنی: ج:7، ص:215 تا 216)

شوافع اور مالکیہ کا نظریہ ہے۔

ہمارے فقہاء کرام اور دیگر مذاہب کے فقہاء کرام نے یہ کہا ہے کہ

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے اور احادیث مبارکہ میں اس پر بہت سخت وعید فرمائی گئی ہے۔ عام ازیں کہ تصویر کو عزت کے ساتھ رکھنے کے لئے بنایا جائے یا اس کو بے قدری اور ذلت کے ساتھ رکھنے کے لئے بنایا جائے۔ تصویر کا بنانا ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے ساتھ مشابہت ہے عام ازیں کہ یہ تصویر کپڑے میں ہو۔

چادر میں ہو۔ دینار میں ہو۔ کسی برتن میں ہو۔ یا کسی کاغذ میں ہو۔

البتہ درختوں، پالانوں اور بے جان چیزوں کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے یہ تو نفس تصویر کا حکم ہے اور تصویر رکھنے کا حکم یہ ہے کہ اگر تصویر کسی دیوار پر لٹکی ہوئی ہو یا کسی پہنے ہوئے کپڑے میں ہو تو یہ حرام ہے۔

اور اگر کسی بستر یا تکیہ وغیرہ پر ہو جس کو عزت اور احترام سے نہیں رکھا جاتا تو یہ حرام نہیں ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ذلت کے ساتھ تصاویر کو رکھنا فرشتوں کے دخول کے لئے مانع ہے یا نہیں۔

اور راجح یہ ہے کہ

اس صورت میں بھی رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ تصویر بنانے کی ممانعت میں اس سے کوئی فرق واضح نہیں ہوتا کہ وہ تصویر مجسم ہو یا وہ تصویر کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی ہو۔ یہ اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے اور جمہور صحابہ کرام اور فقہاء تابعین اور بعد کے فقہاء مثلاً سفیان ثوری، امام مالک اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

اور بعض متقدمین نے کہا ہے کہ

ممانعت اس تصویر کی ہے جو مجسم ہو اور جو تصاویر غیر مجسم ہوں ان کی ممانعت نہیں ہے اور یہ مذہب باطل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پردہ کی تصویروں پر اعتراض کیا تھا وہ غیر مجسم تصویریں تھیں نیز احادیث مبارکہ میں مطلقاً تصویر بنانے سے منع کیا ہے۔

بعض فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ

جو تصویریں کپڑے پر بنائی جائیں وہ جائز ہیں۔ عام ازیں کہ ان کو عزت سے رکھا جائے یا ذلت سے، خواہ ان کو دیوار پر لٹکایا جائے یا نہیں اور جو تصاویر مجسم ہوں ان کو مکروہ کہا ہے اور جو تصویر دیوار وغیرہ پر بنائی جائے ان کو بھی مکروہ کہا ہے خواہ منقوش

ہوں یا نہ ہوں ان کا استدلال حضرت زید بن خالد جہنی کی اس روایت سے ہے کہ کپڑے پر بنی ہوئی تصویر حرمت کے حکم سے مستثنیٰ ہے اور جو تصاویر مجسم ہوں۔ ان کی ممانعت پر اجماع ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ

چھوٹی لڑکیوں کا گڑیوں سے کھیلنا جائز ہے۔

البتہ امام مالک نے کہا ہے کہ

کسی شخص کا اپنی لڑکیوں کے لئے گڑیاں خریدنا مکروہ ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ

گڑیوں کے ساتھ کھیلنے کا حکم بھی ان احادیث سے منسوخ ہے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی نے بھی فقہاء مالکیہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے تقریباً یہی لکھا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:5،ص:394)

تصویر کے بارے میں فقہاء احناف کا موقف یہ ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: اگر گھر میں قبلہ کی جانب ایسی تصاویر ہوں جن کے سر کٹے ہوئے ہوں تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ سر کے ساتھ ہوتی ہے اور سر کٹنے سے وہ تصویر نہیں رہتی۔

کیونکہ روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی خدمت مقدسہ میں ایک کپڑا ہدیہ کیا گیا جس میں ایک پرندے کی تصویر تھی صبح کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا اس کا سر مٹا دیا گیا تھا۔

اور روایت ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے آنے کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے اجازت عطا فرما دی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: میں کیسے آسکتا ہوں جبکہ گھر میں ایک ایسا پردہ ہے جس پر گھوڑوں اور مردوں کی تصویریں ہیں آپ ﷺ یا تو ان تصویروں کے سر کاٹ دیں یا ان پردوں کے بچھانے والے گدے بنا دیں۔ نیز سر کاٹ دینے کے بعد تصویر درخت کی طرح ہو جاتی ہے اور یہ مکروہ نہیں ہے۔ مکروہ، جاندار کی تصویر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے ایک شخص کو تصویر بنانے سے منع کیا۔

اس نے کہا: میرے کمانے کا یہی طریق ہے پھر میں کیا کروں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تصویر بنانے کے سوا تمہارے لیے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے تو درختوں کی تصویر بنایا کرو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے کسی جاندار کی تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن اس میں روح پھونکنے کے لئے کہا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا اگر تصویر کا سر کٹا ہوا نہ ہو تو پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں تصویر کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ مشابہت ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب تصویر بڑی ہے اور دیکھنے والوں کو دور سے نظر آتی ہو۔ اگر تصویر چھوٹی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ تصویروں کی عبادت کرنے والے بہت چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کرتے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی انگوٹھی پر دو مکھیوں کی تصویریں تھیں اور حضرت دانیال علیہ السلام کی انگوٹھی ملی تو اس کے نگینوں پر دو شیروں کی تصویریں تھیں اور ان شیروں کے درمیان ایک شخص کی تصویر تھی جس کو وہ شیر چاٹ رہے تھے یا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم سے پہلی شریعت میں تصویر حلال تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ (سبا:13)

حضرت سلیمان جو کچھ چاہتے تھے وہ جن ان کے لئے بنا دیتے تھے اونچے قلعے اور مجسمے۔

تصویر جس طرح قبلہ کی جانب مکروہ ہے اسی طرح چھت پر یا قبلہ کی دائیں یا بائیں جانب بھی مکروہ ہے۔

کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

اس لیے نماز کی جگہوں کو تصویر سے منزہ کرنا واجب ہے، ہاں اگر نمازی کے پیچھے تصویر ہو تو اس میں کم درجہ کی کراہت ہے کیونکہ اس موقع پر تصویر کی تعظیم یا تصویر کی عبادت سے مشابہت نہیں ہے اسی طرح اگر تصویر زمین یا تہبند یا پردوں پر ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے بستر پر تصویر مکروہ ہے لیکن ایسے بستر پر سونے یا بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ بستر کو روندا جاتا ہے اور اس میں تصویر کی تعظیم نہیں ہے، گدے کا بھی یہی حکم ہے۔

کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا تھا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا گدا بنا لیں جس کو روندا جائے۔

اگر نمازی بستر پر نماز پڑھے اور اس کی پیشانی کی جگہ یا اس کے سامنے ہو تو یہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے اور اگر اس کے قدموں کی جگہ تصویر ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اب تصویر کی تعظیم نہیں ہے۔ (المبسوط: ج:1، ص:210 تا 211)

علامہ ابوالحسن المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: جب تصویر بہت چھوٹی ہو بایں طور کہ دور سے دیکھنے والے کو دکھائی نہ دے تو یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ بہت چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی اور اگر تصویر کا سر کٹا ہوا ہو یا مٹایا ہوا ہو تو یہ تصویر نہیں ہے کیونکہ بغیر سر کے تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی اور یہ شمع یا چراغ کی طرف نماز پڑھنے کی مثل ہے جیسا کہ فقہاء کرام نے کہا اور اگر بچھے ہوئے تکیے پر تصویر ہو یا بچھی ہوئی چادر پر تصویر ہو تو یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ چادر یا گدے کو روندا جاتا ہے اس کے برخلاف اگر گدے کو نصب کیا ہوا ہو یا چادر لٹکی ہوئی ہو تو (پھر مکروہ ہے) کیونکہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے۔ (ہدایہ اولین: ص:122)

علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر تصویر قدموں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ ذلت کی جگہ ہے یا اس کے ہاتھ میں ہو یا بدن میں ہو تب بھی مکروہ نہیں کیونکہ کپڑوں میں چھپی ہوئی ہے یا اس کی انگوٹھی میں تصویر منقش ہو اور غیر ظاہر ہو۔

البحر الرائق میں ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو تصویر ظاہر ہو وہ مکروہ ہے اور جو تصویر جیب یا تھیلی یا کپڑے میں چھپی ہوئی ہو وہ مکروہ نہیں ہے یا وہ تصویر اس قدر چھوٹی ہو کہ اگر وہ زمین پر ہو اور اس کو دیکھنے والا کھڑا ہو تو اس کو تصویر کے اعضاء کی تفصیل دکھائی نہ دے اس کو علامہ حلبی نے ذکر کیا ہے یا تصویر کا سر اور چہرہ کٹا ہوا ہو یا اس کا ایسا عضو مٹا ہوا ہو جس کے بغیر کوئی جاندار زندہ نہ رہ سکے یا وہ تصویر غیر جاندار کی ہو تو یہ تمام صورتیں مکروہ نہیں ہیں کیونکہ ایسی تصویروں کی عبادت نہیں کی جاتی۔

(درمختار: ج:1،ص:606)

علامہ امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: تصویر حرام ہے خواہ چھوٹی تصویر ہو جیسی درہم پر تصویر ہوتی ہے یا تصویر ہاتھ میں ہو یا کپڑوں میں چھپی ہوئی ہو یا ذلت کے ساتھ رکھی ہو ان صورتوں میں نماز حرام نہیں ہے کیونکہ تصویر کی حرمت کی علت اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے ساتھ مشابہت ہے اور یہ ان تمام صورتوں میں موجود ہے اور نماز کے مکروہ ہونے کی علت کفار کے ساتھ تشبہ ہے جو بتوں کے سامنے کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ (ردالمحتار: ج:1،ص:606)

علامہ بدرالدین حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان تصویروں کے بنانے والے کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔

یہ تصویر عموم پر دلالت کرتی ہے خواہ وہ تصویر مجسم ہو یا نہ ہو خواہ وہ تصویر کسی چیز میں کھود کر بنائی جائے یا نقش سے بنائی جائے جس چیز پر بھی تصویر کا اطلاق ہوگا وہ حرام ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:22،ص:73)

علامہ عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: امام طحاوی نے فرمایا ہے کہ

کپڑے پر بنی ہوئی جس تصویر کا حدیث میں استثناء ہے اس سے مراد چادریں اور گدے ہیں جن کو عزت اور احترام سے نہیں رکھا جاتا چادروں کو بچھا کر بیٹھتے ہیں اور گدے کے اوپر بیٹھتے ہیں۔

فقہاء کرام نے کہا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے تصویر والے پردہ کو ناپسند کیا اور جس تصویر والی چادر پر بیٹھا جائے اس کو ناپسند نہیں کیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص — حضرت سالم — حضرت عروہ — حضرت ابن سیرین

حضرت عطاء

اور حضرت عکرمہ کا یہی قول ہے اور یہ متوسط مذہب ہے۔

امام شافعی — امام مالک — اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

شارع علیہ السلام نے ابتداءً مطلقاً تصویر سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ لوگوں نے تازہ تازہ تصویروں کی عبادت کو چھوڑا تھا اس لیے تمام تصویروں سے منع کر دیا خواہ وہ کپڑے پر بنی ہوئی ہوں پھر جب لوگوں کے دلوں میں ممانعت راسخ ہوگئی تو کپڑے پر بنی ہوئی تصویروں کو مباح کر دیا تاکہ کپڑے بنانے کا کام چلتا رہے اور ان کپڑوں کے استعمال کو بطور ذلت جائز کر دیا اور بطور عزت ان کی ممانعت باقی رکھی کیونکہ جب کوئی شخص تصویر والے کپڑے کو زمین پر بچھا ہوا دیکھے گا اور اس پر لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھے گا تو وہ اس تصویر کی تعظیم کا اعتقاد نہیں کرے گا۔ (عمدۃ القاری: ج:22،ص:74)

اب رہا سوال یہ کہ گھر میں کتا رکھنا کیسا حالانکہ حدیث مبارکہ میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ جس گھر میں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا گھر کی حفاظت کے لئے کتا رکھ سکتے ہیں یا نہیں۔

فقہاء حنابلہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں تین چیزوں کے لئے کتا رکھنے کی اجازت ہے۔

1-شکار کے لئے 2-کھیت کی حفاظت کے لئے 3-اور جانوروں کی حفاظت کے لئے

اس پر قیاس کر کے گھر کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں: گھر کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا حدیث مبارکہ کی ممانعت کی بناء پر جائز نہیں ہے اور اباحت کا بھی احتمال ہے فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کیونکہ گھر کی حفاظت بھی مذکورہ تین چیزوں کے حکم میں ہے سو اس پر قیاس کیا جائے گا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ کسی اور چیز کو ان تین چیزوں پر قیاس کرنا اس چیز کی اباحت کو مستلزم ہے جس کو حدیث مبارکہ نے حرام کیا ہے۔ (المغنی: ج:4،ص:173)

فقہاء مالکیہ نے گھر کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: گھر کی چوکیداری کے لئے کتوں کو رکھنے میں اختلاف ہے سو کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے پر قیاس کرتے ہوئے اس کو بھی جائز کہا گیا ہے۔

اور بعض فقہاء کرام نے کہا ہے کہ

کھیت کی حفاظت کے لئے کتا رکھنے میں اس پر دلیل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کی قوت منفعت کی وجہ سے اس پر متنبہ کیا ہے کہ ہر جس چیز میں کتا رکھنے سے فائدہ ہو اس میں کتا رکھنا جائز ہے اور جہاں کتا رکھنے سے کوئی منفعت نہ ہو وہاں ناجائز ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:4،ص:253)

فقہاء شافعیہ کے بھی اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ

جائز ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: فقہاء شافعیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ محلہ کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا جائز ہے اور اس کی وجہ اشتراک علت کی بناء پر حدیث میں مذکورہ تین صورتوں پر قیاس ہے جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری: ج:5،ص:7)

اور فقہاء احناف کے نزدیک دشمن یا چور کے خطرہ سے گھر کی حفاظت کے لئے گھر میں کتا رکھنا جائز ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: شکار کے لئے، مویشیوں، گھروں اور کھیتوں کی حفاظت کے لئے کتا رکھنا بالاجماع جائز ہے مگر گھر میں کتا نہیں رکھنا چاہئے البتہ اگر چوروں اور دشمنوں کا خوف ہو پھر جائز ہے۔

(فتح القدیر: ج:6،ص:346)

اور ملا نظام الدین متوفی 1157ھ لکھتے ہیں: اجناس میں ہے کہ

کتا نہیں رکھنا چاہئے البتہ اگر چوروں وغیرہ کا خوف ہو پھر جائز ہے۔ (عالمگیری: ج:5،ص:361)

قال ابو داؤد هذا الحديث وهم

اس حدیث مبارکہ کے متعلق محدثین کے دو گروہ ہیں۔

ایک گروہ میں

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ

اور شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ اس کو قبول نہیں کرتے۔ وہم قرار دیتے ہیں۔

دوسرے گروہ میں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ اس کو قبول کرتے ہیں۔

قبول نہ کرنے والے یہ اشکال کرتے ہیں کہ

طحاوی میں یہ روایت طویل ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

اس میں یہ عبارت بھی ہے۔

ثم ان كان له حاجة قضى حاجته ثم ينام قبل ان يمس ماءً ا

اور اس حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے۔

وان كان جنبا فتوضا وضوء ه للصلوٰة

اور ابو داؤد والی روایت اسی سے مختصر ہے۔ ابو اسحاق سے اختصار میں غلطی ہوگئی ہے اس لیے یہ روایت قبول نہیں ہے۔

اختصار میں غلطی کی تقریر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ یہ کرتے ہیں کہ
شروع میں جو ان کان لہ حاجۃ ہے اس سے بول و براز کی حاجت مراد ہے کیونکہ آخر میں ان کان جنباً اس کے مقابلہ میں آیا ہے جنابت کے مقابلے میں بول و براز کی حاجت ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت دو قسم کی حاجتیں پیش آتی تھیں۔ اگر بول و براز کی حاجت پیش آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈھیلا وغیرہ استعمال کر لیتے اور پانی کو مس نہیں کرتے تھے۔ اگر جماع کی حاجت پیش آتی تو وضو کر کے سوتے تھے۔ ابواسحاق نے قضاء سے جماع مراد لے لیا یہ اس سے غلطی ہو گئی۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غالباً اسی غلطی کی وجہ سے حدیث کو وہم قرار دیا۔
غلطی کی دوسری تقریر ابن عربی نے یہ کی ہے کہ
ثم ان کان لہ حاجۃ میں دو احتمال تھے۔
1- حاجت الی اھلہ 2- اجت الی البول والبراز
اگر حاجت الی الاھل ہوتی تو قبل ان یمس ماءً سے مراد غسل ہے یعنی غسل کے لئے پانی کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے مطلق پانی استعمال کرنے کی نفی نہیں تھی اور حاجت الی البول ہوتی تو قبل ان یمس سے مراد عام ہے یعنی بالکل پانی استعمال نہ کرتے، ڈھیلے پر اکتفاء کر لیتے۔
ابواسحاق سے یہ غلطی ہوئی کہ
حاجت سے مراد حاجت الی الاھل مراد لے لی اور قبل ان یمس ماءً ا کو عام چھوڑ دیا۔
اور کہہ دیا۔
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینام وھو جنب من غیر ان یمس ماءً ا
قبول کرنے والے کہتے ہیں کہ
ابواسحاق سے اختصار میں غلطی نہیں ہوئی کیونکہ دونوں مقام پر شروع اور آخر میں حاجت الی الاھل مراد ہے۔ تقابل وقت میں ہے۔ اگر حاجت الی الاھل شروع رات میں پیش آتی تو زیادہ دیر سونے کے لئے وضو کر کے سوتے، غسل رات کے آخر میں کرتے۔ اگر حاجت الی الاھل رات کے آخر میں پیش آتی تو پانی کو استعمال کئے بغیر کچھ دیر لیٹ جاتے پھر اٹھ کر غسل کر لیتے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث مبارکہ کو قبول کیا ہے اور حاجت الی الاھل مراد لی ہے اور قبل ان یمس ماء کو عموم پر رکھا ہے۔
انہوں نے شرح مسلم میں فرمایا: ان کان لہ حاجۃ الی اھلہ
ترجیح کی دوسری وجہ یہ ہے کہ
جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ جنبی کے لئے سونے سے قبل وضو واجب نہیں بلکہ مستحب ہے ان کا یہ مسلک اس حدیث مبارکہ

سے ثابت ہے۔

معلوم ہوا جمہور نے اسی حدیث مبارکہ کی تلقی کی ہے اور تلقی صحت حدیث کی دلیل ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْجُنُبِ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ

جنبی کا قرآن مجید تلاوت کرنے کے متعلق

یہ باب جنبی کے قرآن مجید پڑھنے یا نہ پڑھنے کے احکام کے متعلق ہے۔

198 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم اَنَا وَرَجُلَانِ رَجُلٌ مِّنَّا وَرَجُلٌ مِّنْ بَنِي اَسَدٍ اَحْسَبُ فَبَعَثَهُمَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم وَجْهًا وَّقَالَ اِنَّكُمَا عِلْجَانِ فَعَالِجَا عَنْ دِينِكُمَا ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ الْمَخْرَجَ ثُمَّ خَرَجَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَخَذَ مِنْهُ حَفْنَةً فَتَمَسَّحَ بِهَا ثُمَّ جَعَلَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَاَنْكَرُوْا ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيُقْرِئُنَا الْقُرْآنَ وَيَاْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ اَوْ قَالَ يَحْجِزُهُ عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةَ

حضرت عبداللہ بن سلمہ سے روایت ہے کہ میں دو اشخاص کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ہم میں سے اور بنی اسد میں سے مجھے لگتا ہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو ایک اور پر کر کے فرمایا: بے شک تم دونوں قوی ہو۔ دین متین کی خدمت جان قربان کر کے کرنا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ قیام فرما کر بیت الخلاء میں تشریف لے گئے پھر آئے اور پانی طلب فرمایا اس میں ایک چلو پانی لے کر منہ پر پھیرا اور قرآن مجید کی تلاوت فرمانے لگ گئے تو یہ لوگوں کو اچھا نہ لگا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر آ کر ہم کو قرآن مجید پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت تناول فرماتے اور اس میں کوئی حجب نہ کرے۔ یا ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابت کے علاوہ قرآن مجید کے علاوہ کوئی چیز منع نہ کرتی۔

(سنن البیہقی، جز ۱، ص ۸۸، مستدرک، جز ۱، ص ۲۵۲)

تشریح:

فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا جنبی اور حائض کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں، علامہ نووی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جمہور فقہاء کرام کے نزدیک دونوں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے۔

ہمارے نزدیک اس میں ایک آیت یا آیت کے جز میں کوئی فرق نہیں ہے ان سب کا پڑھنا جنبی اور حائض پر حرام ہے اگر جنبی نے بسم اللہ یا الحمد للہ کہا اور اس سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد کیا تو یہ حرام ہے اور اگر اس سے ذکر کا قصد کیا یا کسی چیز کا قصد نہیں کیا تو حرام نہیں ہے اور جنبی اور حائض کے لئے دل میں قرآن مجید کی آیات کو پڑھنا اور مصحف کریم کو دیکھنا جائز ہے اور ان کے لئے مستحب ہے کہ غسل کے وقت ذکر کے قصد سے بسم اللہ پڑھ لیں۔ بول و براز کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مکروہ ہے۔

داؤد ظاہری کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور یہی

حضرت ابن عباس حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً حرام ہے اگرچہ ایک حرف ہی کیوں نہ ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک مثل شافعیہ کے دوسری روایت مادون الآیت کے جواز کی ہے۔ اسی طرح ہمارے نزدیک بھی دو روایتیں ہیں۔

چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مادون الآیت کی اباحت نقل فرمائی ہے اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے عدم جواز کی۔

اور امام مالک کے نزدیک آیت یا آیتین پڑھنے کی گنجائش ہے۔

درمختار میں ہے:

جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس کو مسجد میں جانا، طواف کرنا، قرآن مجید کو چھونا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی چھوئے یا بے چھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویز لکھنا ایسا تعویز چھونا یا ایسی انگوٹھی چھونا یا پہننا جیسے مقطعات کی انگوٹھی حرام ہے۔ (درمختار ورد المحتار: ج:1 ص:348)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اگر قرآن مجید کی آیت دعا کی نیت سے یا تبرک حاصل کرنے کے لئے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یا ادائے شکر کو یا چھینک کے بعد اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ یا خبر پریشان پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا یا بہ نیت ثنا پوری سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی یا سورہ حشر کی پچھلی تین آیتیں:

هو الله الذی لا اله الا هو

سے آخر سورۃ تک پڑھیں اور ان سب صورتوں میں قرآن مجید کی نیت نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ یونہی تینوں قل بلا لفظ قل بہ نیت ثنا پڑھ سکتا ہے اور لفظ قل کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا اگرچہ بہ نیت ثنا ہی ہو کہ اس صورت میں ان کا قرآن ہونا متعین ہے نیت کو

کچھ دخل نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:1،ص:795،819)

قولہ قام فدخل المخرج...... ثم جعل یقرأ القرآن فانکروا ذلک ۔

یہاں پر سوال یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بیت الخلاء سے واپس آگئے تو پانی منگوا کر ایک چلو پانی کا منہ پر پھیرا اور قرآن مجید پڑھنے لگ گئے جبکہ انہوں نے وضو کی طرح وضو نہ کیا۔ کیا بے وضو شخص کا قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بالفرض وضو نہ فرمایا تو اس میں تلاوت کرنا حرج نہیں کیونکہ بے وضو شخص قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے مگر اس کا چھونا حرام ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے۔

بے وضو کو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

(درمختار ورد المختار: ج:1،ص:348)

اور قرآن مجید کو چھونے کی ممانعت پر تو باقاعدہ نص موجود ہے۔

جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے۔

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ o (الواقعہ:79)

اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔

اور حدیث مبارکہ میں بھی بے وضو شخص کو قرآن مجید چھونے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت ہے کہ

جس مکتوب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے لئے لکھا تھا اس میں یہ بھی مرقوم تھا کہ

طاہر کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے۔ (مؤطا امام مالک، رقم الحدیث:478)

عبدالرحمن بن یزید روایت کرتے ہیں کہ

ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے وہ رفع حاجت کے لئے گئے جب وہ قضاء حاجت کے بعد واپس آئے۔

تو ہم نے ان سے کہا:

اے ابو عبداللہ! آپ رضی اللہ عنہ وضو فرمالیں۔ ہم آپ رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں سوال کریں گے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مجھ سے سوال کرو کیونکہ میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں بے شک قرآن مجید کو طہارت کے بغیر کوئی شخص نہیں چھو سکتا پھر ہم نے ان سے سوال کیا اور انہوں نے وضو کیے بغیر ہمارے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:1100)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت جابر بیان فرماتے ہیں کہ
شعبی، طاؤس اور قاسم بن محمد بغیر وضو کے مصحف کے چھونے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 1338)
معمر کہتے ہیں کہ
زہری نے کہا: جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بغیر وضو کے نہ چھوا جائے۔
معمر نے کہا کہ
حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہما اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔
وہ کہتے تھے کہ
یہ لوگوں کی قدیم عادت ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: 1338)
بے وضو کا قرآن مجید کو نہ چھونے کے متعلق آئمہ اربعہ کے اقوال ہیں۔
حنابلہ کے مسلک کی تائید یوں ہے۔
علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عمر، حضرت حسن بصری، حضرت عطاء، حضرت شعبی اور حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ جو شخص بے وضو ہو اس کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے اور یہی آئمہ اربعہ کا مذہب ہے اور ہمارے علم میں داؤد ظاہری کے علاوہ اور کسی کا اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔
اس نے کہا: جنبی اور بے وضو کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قیصر روم کی طرف ایک آیت لکھ کر بھیجی (وہ آیت آل عمران 64)
ہماری دلیل یہ ہے کہ
قرآن مجید میں ہے: لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ٥ (الواقعہ: 79)
اور نبی کریم ﷺ نے عمرو بن حزم کے مکتوب میں لکھا کہ
غیر طاہر قرآن مجید کو نہ چھوئے۔
اور نبی کریم ﷺ نے قیصر روم کو جو مکتوب لکھا تھا اس سے مقصود پیغام بھیجنا تھا اور اگر کسی رسالہ یا فقہ کی کتاب میں کوئی آیت ہو تو اس رسالہ یا کتاب کو چھونا ممنوع نہیں ہے اور اس کتاب میں اس آیت کی وجہ سے وہ کتاب مصحف یا قرآن مجید نہیں ہوگی اور اس کی حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

حضرت امام ابوحنیفہ حضرت حسن بصری حضرت شعبی حضرت عطاء

حضرت طاؤس　حضرت قاسم　حضرت ابووائل　حضرت حکم

اور حضرت حماد کے نزدیک بے وضو کے لئے قرآن مجید کو لٹکانے والی ڈوری کے ساتھ پکڑ کر اٹھانا جائز ہے۔

اور حضرت اوزاعی　حضرت امام مالک

اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ناجائز کہا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

وہ قرآن مجید کو چھو نہیں رہا اور یہ ایسا ہے جیسے اس نے رحل میں قرآن مجید کو اٹھایا ہو۔ نیز ممنوع قرآن مجید کو چھونا ہے اور قرآن مجید کو اٹھانا اس کو چھونا نہیں ہے اور اٹھانے کو چھونے پر قیاس کرنا، قیاس فاسد ہے۔

تفسیر اور فقہ کی کتابوں اور رسالوں کو بے وضو اٹھانا جائز ہے خواہ ان میں قرآن مجید کی آیات ہوں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کی طرف لکھا اور اس میں قرآن مجید کی آیت تھی۔ نیز تفسیر اور فقہ کی کتابیں قرآن مجید یا مصحف نہیں ہیں اور ممنوع ان کو بے وضو مس کرنا ہے اور ان کتابوں کے لئے قرآن مجید کی طرح حرمت ثابت نہیں ہے۔

بے وضو بچوں کے لئے قرآن مجید اٹھانے میں دو قول ہیں۔

اس آیت کے عموم کی وجہ سے منع ہے۔

اور ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔

جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات نقش ہوں ان کو بے وضو چھونے میں دو قول ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ وہ اوراق قرآن مجید کے مشابہ ہیں۔

دوسرا جواز کا قول ہے کیونکہ ان پر مصحف اور قرآن مجید کا اطلاق نہیں ہوتا اور وہ فقہ کی کتابوں کے مشابہ ہے اور ان کو بے وضو نہ چھونے میں مشقت اور حرج ہے جس طرح بچوں پر وضو لازم کرنے میں حرج ہے اگر بے وضو کو قرآن مجید چھونے کی ضرورت ہو تو وہ تیمم کر کے چھو سکتا ہے۔

مصحف کو لے کر دار الحرب کی طرف سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نافع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید کے ساتھ دشمن کے علاقہ میں سفر نہ کرو کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ دشمن قرآن مجید کی بے ادبی کرے گا۔

(حلیۃ الاولیاء: ج:8، ص:265، المغنی والشرح الکبیر: ج:1، ص:168 تا 170)

فقہاء شافعیہ کے مذہب کی تائید یوں ہوتی ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: بے وضو شخص پر قرآن مجید کو چھونا حرام ہے۔

کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ (الواقعہ:79) طاہر کے علاوہ اس کتاب کو کوئی نہ چھوئے۔

اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بغیر طہارت کے قرآن مجید کو مت چھوؤ اور بے وضو بچوں کے لئے قرآن مجید کو اٹھانا جائز ہے یا نہیں۔

اس میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

جس طرح بڑوں کے لئے جائز نہیں ہے ان کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

ان کے لئے جائز ہے کیونکہ وہ طہارت کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ان کو قرآن مجید پڑھانے کی ضرورت ہے۔

(المجموع من شرح المہذب: ج:2،ص:293)

اور فقہاء مالکیہ کے مسلک کی تائید یوں ہے۔

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: مدینہ، شام اور مصر کے تمام فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ بے وضو شخص قرآن مجید کو نہ چھوئے اور یہ حکم صرف اس آیت کی وجہ سے نہیں ہے۔

لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ (الواقعہ:79)

اس کتاب کو مطہرین کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے ہے کہ قرآن مجید کو طاہر کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

قرآن مجید کو بغیر وضو کے لٹکانے والی ڈوری یا غلاف کے ساتھ بھی نہ چھوئے البتہ اگر قرآن مجید کسی بکس یا ڈبہ میں ہو تو اسے بغیر وضو کے چھو سکتا ہے۔

الحکم بن عتیبہ اور حماد بن سلیمان نے کہا کہ

قرآن مجید کو بے وضو شخص لٹکانے والی ڈوری کے ساتھ اٹھا سکتا ہے اور میرے نزدیک ان کا قول شاذ ہے۔

داؤد بن علی ظاہری نے بھی ان کے قول کو اختیار کیا ہے۔

اس نے کہا کہ

قرآن مجید اور جن دراہم اور دینار پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو اس کو جنبی اور حائض چھو سکتے ہیں۔ (تمہید: ج:7،ص:164 تا 165)

فقہاء احناف کی اس مسئلے کے متعلق یوں تائید ہے۔

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک بغیر غلاف کے بے وضو مصحف کو چھونا جائز نہیں ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ

بے وضو کے لئے مصحف کو بغیر غلاف کے چھونا جائز ہے۔ انہوں نے چھونے کو قرأت کی قیاس کیا ہے یعنی جب بے وضو قرآن مجید پڑھ سکتا ہے تو اس کو چھو بھی سکتا ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ

قرآن مجید میں ہے: لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ‎○ (الواقعہ:79)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غیر طاہر قرآن مجید کو نہ چھوئے۔

اور جن دراہم پر قرآن مجید کی آیات مبارکہ لکھی ہوں ان کو بھی بے وضو چھونا جائز نہیں ہے اور نہ تفسیر کی کتابوں کو بے وضو چھونا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں وہ قرآن مجید کو چھونے والا ہو جائے گا۔ رہا فقہ کی کتابوں کو بے وضو چھونا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔ (بدائع الصنائع: ج:1 ص:265)

اب سوال یہ ہے کہ قرآن مجید کو تو چلو بے وضو شخص کا چھونا حرام ہوا تو کیا بے وضو کتب تفسیر اور کتب فقہ کو چھو سکتا ہے حالانکہ اس میں بھی قرآنی آیات لکھی ہوتی ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

علماء کرام کے اس میں کئی اقوال ہیں۔

علامہ طاہر بن عبد الرشید البخاری حنفی متوفی 542ھ لکھتے ہیں: الجامع الصغیر میں مذکور ہے کہ

جنبی شخص جب کسی تھیلی کو پکڑے جس میں ایسے دراہم ہوں جن پر قرآن مجید کی سورت نقش ہو یا مصحف کو غلاف کے ساتھ پکڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور بغیر تھیلی کے ایسے دراہم کو اور بغیر غلاف کے مصحف کو نہ پکڑے اور جنبی شخص قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے۔ پوری آیت کا پڑھنا منع ہے۔ اس سے کم پڑھ سکتے ہیں اور تلاوت کے قصد سے نہ پڑھیں۔ دعا اور افتتاح کے قصد سے پڑھ سکتے ہیں۔

نیز علامہ بخاری دہلوی لکھتے ہیں: بے وضو کا مصحف کو مس کرنا اور چھونا مکروہ ہے جس طرح کہ جنبی کے لئے مکروہ ہے۔ اسی طرح امام یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک احادیث مبارکہ، تقاریر اور فقہ کی کتابوں کو بھی بغیر وضو کے چھونا مکروہ ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔

اور الجامع الصغیر میں اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔

لیکن اس میں مذکور ہے کہ

فقہ کی کتابیں مصحف کی طرح ہیں مگر جب ان کو آستین سے پکڑے تو مکروہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ: ج:1، ص:104)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تفاسیر، حدیث مبارکہ اور فقہ کی کتابوں کو بے وضو چھونا مکروہ نہیں ہے۔ علامہ ابراہیم حنفی نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی توجیہہ یہ کی ہے کہ کتب تفسیر وغیرہ کے چھونے والے کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ قرآن مجید کو چھورہا ہے کیونکہ ان کتابوں میں جو آیتیں مذکور ہیں وہ تبعاً ہیں اور ان کتابوں کو قرآن مجید نہیں کہا جاتا۔

علامہ ابن ہمام نے کتب تفسیر وغیرہ کو بے وضو چھونے سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ کہا ہے مگر علامہ حموی حنفی نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ بے وضو تفسیر کی کتابوں کو چھونا جائز ہے کیونکہ وہ بھی باقی کتب شرعیہ کی طرح ہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ہمارے تمام اصحاب احناف کا یہی قول ہے۔ شرح دار البحار میں بھی اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔

اور السراج میں الایضاح سے منقول ہے کہ

تفسیر کی کتابوں میں جہاں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوں ان کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے اور دوسری عبارات کو ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اسی طرح فقہ کی کتابوں میں بھی قرآن مجید کی آیات کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے اور فقہی عبارات کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ

کتب تفسیر اور دیگر کتب شرعیہ کو بے وضو چھونے کے مکروہ ہونے یا نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

خلاصہ کی عبارت کا یہی تقاضہ ہے کہ

علامہ طحطاوی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں: جو کچھ السراج میں مذکور ہے وہ قواعد شرع کے زیادہ موافق ہے یعنی کتب تفسیر میں بے وضو قرآن مجید کی آیات کو ہاتھ نہ لگائے باقی عبارات کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ (رد المحتار: ج:1، ص:286)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی 1005ھ لکھتے ہیں: جو شخص بے وضو ہو اس کو صرف قرآن مجید کو چھونے سے منع کیا جائے گا کیونکہ بغیر وضو کے کتب حدیث مبارکہ اور فقہ کو چھونے میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مکروہ ہے۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے اور یہ اختلاف مطلقاً ہے یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتب تفسیر اور دیگر کتب شرعیہ کو بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں کو بے وضو ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔

(النہر الفائق: ج:1، ص:134)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْجُنُبِ يُصَافِحُ

جنبی کے مصافحہ کرنے کے متعلق

اس باب میں جنبی کے مصافحہ کرنے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

199 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ فَأَهْوَى إِلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي جُنُبٌ فَقَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ جھک گئے۔ عرض کیا: میں جنبی کی حالت میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلم نجس نہیں ہوتا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی' جز ا' ص ۱۲۲)

200 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَبِشْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَأَنَا جُنُبٌ فَاخْتَنَسْتُ فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ وَقَالَ فِي حَدِيثِ بِشْرٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنِي بَكْرٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات مدینہ منورہ کے ایک راستے پر ہوئی حالانکہ میں جنبی تھا تو میں ایک طرف ہو کر دور چلا گیا پس میں نے غسل کیا پھر میں آگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ)! تم کہاں تھے؟

میں نے عرض کیا: میں جنبی کی حالت میں تھا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں طہارت کے علاوہ بیٹھنا پسند نہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے! مسلمان کبھی ناپاک نہیں ہوا کرتا۔

اور حدیث بشر میں فرمایا کہ

حمید نے بکر سے روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۰)

تشریح:

جنابت ایک معنوی نجاست ہے اور جنبی کا ظاہر جسم پاک ہے لہٰذا جنبی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، مصافحہ کرنا سب جائز ہے۔ اور

مصافحہ کرنا تو سنت ہے۔ مصافحہ کرنے اور اس کے فضائل میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان مل کر مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ہی ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2736)

اور اسی ابوداؤد کی روایت میں ہے۔

جب مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ عزوجل کی حمد کریں اور استغفار کریں تو دونوں کی مغفرت ہو جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 5211)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص دوپہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے تو گویا اس نے شب قدر میں پڑھیں اور دو مسلمان مصافحہ کریں تو کوئی گناہ باقی نہ رہے گا مگر جھڑ جائے گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 8955)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مصافحہ کا دستور تھا۔

تو فرمایا کہ

ہاں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6263)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپس میں مصافحہ کرو دل کی لپٹ جاتی رہے گی اور باہم ہدیہ کرو محبت پیدا ہو گی اور عداوت نکل جائے گی۔ (مؤطا امام مالک: 1731)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان اپنے بھائی سے مصافحہ کرے اور کسی کے دل میں دوسرے سے عداوت نہ ہو تو ہاتھ جدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ دونوں کے گزشتہ گناہوں کو بخش دے گا اور جو شخص اپنے بھائی کی طرف نظر محبت سے دیکھے اس کے دل یا سینے میں عداوت نہ ہو تو نگاہ لوٹنے سے پہلے دونوں کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 25358)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرے تو کیا اس کے لئے جھک

جائے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

اس نے عرض کیا: تو کیا اس سے چپٹ جائے اور بوسہ لے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

اس نے عرض کیا: تو کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔(سنن ترمذی: رقم الحدیث:2737)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے اور ہاتھ پکڑے (یعنی مصافحہ کرے) تو ان دونوں کے گناہ ایسے گرتے ہیں جیسے تیز آندھی کے دن میں خشک درخت کے پتے اور ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ برابر ہوں۔(معجم الکبیر: رقم الحدیث:6150)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمانوں نے ملاقات کی اور ایک نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا (یعنی مصافحہ کیا) تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں یہ حق ہے کہ ان کی دعا کو حاضر کر دے اور ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں گے کہ ان کی مغفرت ہو جائے گی۔ اور جو لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور سوا رضائے الٰہی عزوجل کے ان کا کوئی مقصد نہیں ہے تو آسمان سے منادی ندا دیتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ۔ تمہاری مغفرت ہو گئی تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا گیا ہے۔(مسند احمد: رقم الحدیث:12454)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان اپنے بھائی سے مصافحہ کرے اور کسی کے دل میں دوسرے سے عداوت نہ ہو تو ہاتھ جدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ دونوں کے گزشتہ گناہوں کو بخش دے گا اور جو شخص اپنے بھائی کی طرف نظر محبت سے دیکھے اس کے دل یا سینے میں عداوت نہ ہو تو نگاہ لوٹنے سے پہلے دونوں کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث:25358)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اصحاب نبی کریم ﷺ جب ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔

(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث:97)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی درآں حالیکہ میری دونوں ہتھیلیاں آپ ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں میں تھیں۔(صحیح

البخاری: رقم الحدیث:6265)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ مصافحہ کرنا سنت ہے۔

اور درمختار میں ہے: مصافحہ سنت ہے اور اس کا ثبوت تواتر سے ثابت ہے اور احادیث مبارکہ میں اس کی بڑی فضیلت آئی۔

ایک حدیث مبارکہ یہ ہے: جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو حرکت دی اس کے تمام گناہ گر جائیں گے۔

جتنی بار ملاقات ہو ہر بار مصافحہ کرنا مستحب ہے مطلقاً مصافحہ کا جواز یہ بتاتا ہے کہ نماز فجر و عصر کے بعد جو اکثر جگہ مصافحہ کرنے کا مسلمانوں میں رواج ہے یہ بھی جائز ہے اور بعض کتابوں میں جو اس کو بدعت کہا گیا ہے اس سے مراد بدعت حسنہ ہے۔(درمختار: ج:9،ص:628)

اور ردّ المحتار میں ہے: جس طرح فجر و عصر کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے دوسری نمازوں کے بعد بھی مصافحہ کرنا جائز ہے کیونکہ اصل مصافحہ کرنا جائز ہے تو کسی وقت بھی کیا جائے جائز ہی ہے جب تک شرع مطہر سے ممانعت ثابت نہ ہو۔

(ردالمحتار: ج:9،ص:628)

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْجُنُبِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ
جنبی کا مسجد میں داخل ہونے کے متعلق

یہ باب جنبی کا مسجد میں داخل ہونے کے احکام میں ہے۔

201 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَفْلَتُ بْنُ خَلِيفَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي جَسْرَةُ بِنْتُ دَجَاجَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُجُوهُ بُيُوتِ أَصْحَابِهِ شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ وَجِّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَصْنَعِ الْقَوْمُ شَيْئًا رَجَاءَ أَنْ تَنْزِلَ فِيهِمْ رُخْصَةٌ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ بَعْدُ فَقَالَ وَجِّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ هُوَ فُلَيْتٌ الْعَامِرِيُّ

جسرہ بنت دجاجۃ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گھروں کے دروازے آنے اور جانے کے واسطے مسجد میں سے بنا لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد کی جانب سے ان کے دروازے بند کر دو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور لوگوں نے کچھ بھی نہ کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو رخصت عنایت فرما دیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان کے پاس تشریف لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسجد کی جانب ان کے دروازے بند کر دو اس لیے میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو جائز نہیں ٹھہراتا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ فلیت عامری ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ، جز ۲، ص ۲۸۴)

تشریح:

یہاں پر دو چیزیں ہیں:

1۔ مسجد سے گزرنا　　　　2۔ مسجد میں ٹھہرنا

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک جنبی اور حائض کے لئے مطلقاً کوئی خاص ضرورت ہو یا نہ ہو مسجد میں داخل ہونا اور مسجد سے گزرنا جائز ہے البتہ حائض کے لئے شرط ہے کہ تلویث مسجد کا خوف نہ ہو احناف اور مالکیہ کے نزدیک جنبی اور حائضہ کے لئے مسجد سے گزرنا جائز نہیں مگر کسی مجبوری کی بناء پر۔

اب رہا مسجد میں ٹھہرنا، اٹھنا، بیٹھنا، تو یہ جمہور علماء کے نزدیک اور آئمہ ثلاثہ حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ حنابلہ اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جائز ہے مگر وضو کے بعد داؤد ظاہر اور مزنی وغیرہ کے نزدیک جنبی اور حائضہ دونوں کے لئے گزرنا اور ٹھہرنا دونوں مطلقاً جائز ہیں۔

احناف کی اس مقام پر دلیل یہی حدیث دلیل ہے کہ جس کے آخر میں ہے۔

انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ

قرآن مجید کی آیت ہے:

وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ (النساء:43)

اس آیت کریمہ میں وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنبی آدمی مسجد سے گزر سکتا ہے کیونکہ یہاں لفظ مواضع محذوف ہے۔

اصل میں ہے: لا تقربو مواضع الصلوٰۃ
اس کا معنیٰ ہوگا نشے اور جنابت کی حالت میں نماز کی جگہ کے قریب نہ جاؤ مگر گزر سکتے ہو۔
تو ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الصلوٰۃ سے نماز مراد لی ہے مواضع الصلوٰۃ مراد نہیں لی اور عابری سبیل سے مراد مسافر ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر راجح ہے۔
یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے علماء غیر مقلدین کے نزدیک حائضہ عورت کا مسجد میں جانا اور وہاں رہنا اور مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔ یہاں پر ان کے دلائل اور ان کا رد پیش کیا جاتا ہے۔
شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی 456ھ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مجھے مسجد سے جائے نماز دو۔
آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے عرض کیا: میں حائضہ ہوں۔
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ (المحلی بالآثار: ج:1، ص:399)
علماء غیر مقلدین کا اس حدیث مبارکہ سے استدلال اس وقت صحیح ہوگا جب اس حدیث مبارکہ کا مطلب ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حجرہ سے نکل کر مسجد میں جائیں اور وہاں سے مصلیٰ لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں جبکہ اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ سے ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلیٰ اٹھا کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں۔
اور اس معنیٰ پر قرینہ یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں۔
ورنہ ارشاد فرماتے: تمہارا حیض تمہارے پیروں میں تو نہیں ہے۔
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے متصل تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے تو اپنا سر مبارک حجرہ میں داخل فرما دیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھوتی تھیں اور اس وقت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ تھیں۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 2031)
اور اگر حائضہ کا مسجد میں آنا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مسجد میں بلا لیتے اور حجرہ میں سر مبارک داخل نہ فرماتے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

جس حدیث مبارکہ سے شیخ ابن حزم نے استدلال کیا ہے اس میں مسجد سے مراد مسجد نبوی نہ ہو بلکہ مسجد بیت ہو۔ یعنی حجرہ کی وہ جگہ جس کو نبی کریم ﷺ نے نماز کے لئے مخصوص فرمالیا تھا۔

اس کے بعد شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: جو آئمہ کرام حائضہ عورت کا مسجد میں جانا ناجائز کہتے ہیں۔

ان کی دلیل درج ذیل حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام سے فرمایا: ان گھروں کا رخ مسجد سے پھیر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 232)

شیخ ابن حزم نے اس حدیث مبارکہ کو مسترد کر کے لکھا ہے کہ اس کی سند میں افلت بن خلیفہ ہے یہ راوی غیر مشہور ہے اور ثقاہت میں معروف نہیں ہے۔ (المحلی بالآثار، ج: 1، ص: 401)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی 1255ھ نے شیخ ابن حزم کے اس کلام پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

یہ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ افلت کو امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔

اور امام ابو حاتم نے کہا: وہ شیخ ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ

اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور الکاشف میں مذکور ہے کہ

یہ بہت زیادہ سچا ہے۔

اور البدر المنیر میں مذکور ہے کہ

وہ مشہور ثقہ ہے۔ (نیل الاوطار، ج: 1، ص: 325)

اس کے بعد شیخ ابن حزم نے مانعین کی دوسری حدیث نقل کی ہے کہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے بہ آواز بلند ندا فرمائی۔

سنو! یہ مسجد نہ جنبی کے لیے حلال ہے نہ حائضہ کے لئے مگر نبی کریم ﷺ اور ان کی ازواج کے لئے اور علی کے لئے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہم) کے لئے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 645)

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں محدوج الہذلی ہے جو جسرہ بنت خارجہ سے روایت کرتے ہیں۔ محدوج

ساقط ہے وہ جسرہ سے معضلات روایت کرتا ہے نیز اس روایت کی سند میں ابوالخطاب الہجری ہے وہ مجہول ہے وغیرہ۔
(المحلی بالآثار: ج: 1، ص: 401)

شیخ شوکانی نے شیخ ابن حزم کی اسی عبارت کا رڈ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
امام بخاری نے کہا ہے کہ
جسرہ کے پاس عجائب ہیں۔
امام ابن القطان نے کہا کہ
امام بخاری کا یہ قول جسرہ کی احادیث کو رڈ کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔
اور العجلی نے کہا ہے کہ
وہ ثقہ تابعیہ ہیں۔
امام ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔
اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں جسرہ کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔
ابن سید الناس نے کہا: اگر اس حدیث مبارکہ کو حسن کہا جائے تو یہ اس کا بہت کم مرتبہ ہے کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور اس کی صحت پر خارجی شواہد ہیں لہٰذا شیخ ابن حزم کے پاس اس حدیث کو رڈ کرنے کے لئے کوئی حجت نہیں ہے۔
آگے چل کر شیخ شوکانی نے لکھا ہے کہ
افلت کو مردود کہنا مردود ہے کیونکہ آئمہ حدیث میں سے کسی نے اس کو مردود نہیں کہا۔
اس کے شیخ شوکانی لکھتے ہیں: یہ دونوں احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنبی اور حائض کا مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے اور یہی اکثرین کا مذہب ہے اور جمہور نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے اور اس حدیث سے بھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض میں بیت اللہ کا طواف کرنے سے منع فرمایا تھا اور داؤد ظاہری اور مزنی وغیرہم نے کہا کہ جنبی اور حائضہ کا مسجد میں ٹھہرنا مطلقاً جائز ہے۔ (نیل الاوطار: ج: 1، ص: 326)
اس کے بعد شیخ ابن حزم نے حائضہ عورت کے مسجد میں ٹھہرنے پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے۔
حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
ایک سیاہ فام لڑکی عرب کے کسی قبیلہ کی تھی۔ انہوں نے اس کو آزاد کیا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر مسلمان ہو گئی اس کے لئے مسجد میں خیمہ تھا۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 439)
شیخ ابن حزم کہتے ہیں کہ
یہ عورت نبی کریم ﷺ کی مسجد میں رہتی تھی اور عورتوں کے متعلق معلوم ہے کہ ان کو حیض آتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس

کو منع نہیں فرمایا اور ہر وہ کام جس سے نبی کریم ﷺ منع نہ فرمائیں وہ مباح ہے۔ (المحلی بالآثار: ج:1 ص:401)

شیخ ابن حزم کی دلیل پر ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تاحیات اس لڑکی کو مسجد میں رہنے کی اجازت دی تھی نہ یہ مذکور ہے کہ ایک لمبے عرصے تک رہنے کی اجازت دی تھی ورنہ دیگر احادیث مبارکہ میں اس کا ذکر ہوتا۔ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے وقتی اور عارضی طور پر اس کو مسجد میں ٹھہرایا تھا جب تک کہ اس کی رہائش کا کوئی اور معقول بندوبست نہیں ہو گیا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بالغہ ہونے میں کوئی صداقت نہیں ہے' کیونکہ حیض تو بالغہ کو آتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ نابالغہ ہوں اور نابالغہ کو حیض نہیں آتا' لہٰذا آپ کا کلام بے فائدہ ہے۔

اس کے بعد شیخ ابن حزم اپنے موقف پر اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 335)

شیخ ابن حزم اس حدیث مبارکہ سے اس طرح کرتے ہیں کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حائضہ اور جنبی کے لیے تمام روئے زمین پر رہنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو پھر کسی مسجد میں رہنے سے منع کرنا اور کسی مسجد میں جائز قرار دینا یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور اگر حائضہ کے لئے مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیتے جب انہیں حیض آیا حالانکہ آپ ﷺ نے انہیں صرف بیت اللہ کے طواف سے منع فرمایا تھا۔ (المحلی: ج:1 ص:401، 402)

شیخ ابن حزم کا یہ استدلال انتہائی عجیب وغریب ہے اس طرح تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ تمام روئے زمین میں لوگوں کا خرید وفروخت کرنا، بیویوں سے مجامعت کرنا، قضائے حاجت کرنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو ثابت ہوا کہ مسجد میں بھی یہ سب کام جائز ہیں اور بعض مساجد کو ان کاموں سے خاص کر لینا یہ جائز نہیں ہے ظاہر ہے کہ ایسی بات کوئی فاتر العقل ہی کرسکتا ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ

زمین کے جس ٹکڑے کو اپنی ملکیت سے خارج کر کے اسے مسجد کے لئے وقف کر دیا اور وہاں مسجد کی عمارت بنا دی۔

اس کا حکم یہ ہے کہ

وہاں باجماعت نماز پڑھنے سے 27 درجہ ثواب ہوگا اور جمعہ پڑھنے سے پانچ سو گنا ثواب ہوگا اور اس مسجد میں خرید و فروخت کرنا اور حائضہ اور جنبی کا اس میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اس کے علاوہ زمین کے جس ٹکڑے پر نماز پڑھی جائے جہاں عرفاً مسجد قائم نہ ہو وہاں نماز پڑھنے سے نماز تو ہو جائے گی مگر اس جگہ نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ہوگا اور نہ اس جگہ خرید و فروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے منع کیا جائے گا۔

باقی رہا شیخ ابن حزم کا یہ کہنا کہ

اگر یہ ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتاتے۔ سو رسول اللہ ﷺ نے تو بتایا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی احادیث مبارکہ بیان کر چکے ہیں۔

طواف بالبیت سے ممانعت کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ذکر کیا تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور اس میں بیت اللہ کا طواف کرنا ہوتا ہے اور طواف کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیت اللہ میں داخل ہونا پڑتا اور وہ حائضہ تھیں جس کی وجہ سے وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی تھیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طواف بالبیت سے منع فرمایا یعنی طواف بالبیت سے منع کرنے کی علت یہی ہے کہ اس میں مسجد میں داخل ہونا لازم آتا ہے جو کہ حائضہ کے لئے جائز نہیں۔

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی 788ھ لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ

تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

اس حدیث مبارکہ کا تقاضہ یہ ہے کہ

حائضہ کا مسجد میں جانا اور مسجد میں رہنا مطلقاً جائز ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد یہ ہے کہ

میں مسجد کو جنبی اور حائضہ کے لئے حلال نہیں کرتا۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں تطبیق دینا ضروری ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسری کی ناسخ نہیں ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ضرورت کی بناء پر جنبی اور حائضہ کا مسجد میں رہنا اور جانا جائز ہے اور بلا ضرورت جائز نہیں ہے جیسا کہ خون اور خنزیر کا گوشت حرام ہے لیکن ضرورت کے وقت مباح ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ: ج:26، ص:109)

قال ابو داؤد هو فليت العامری.

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

سند میں جو افلت بن خلیفہ راوی آئے ہیں یہ وہی ہیں جو فلیت عامری سے مشہور ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِي الْجُنُبِ يُصَلِّ بِالْقَوْمِ وَهُوَ نَاسٍ
جنبی کا بھول کر نماز پڑھانے کے متعلق

یہ باب جنبی کا بھول کر نماز پڑھانے کے حکم کے متعلق ہے۔

202 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ زِيَادٍ الْاَعْلَمِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فِىْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ اَنْ مَكَانَكُمْ ثُمَّ جَاءَ وَرَاْسُهٗ يَقْطُرُ فَصَلّٰى بِهِمْ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ وَقَالَ فِىْ اَوَّلِهٖ فَكَبَّرَ وَقَالَ فِىْ اٰخِرِهٖ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنِّىْ كُنْتُ جُنُبًا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ الزُّهْرِىُّ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ فَلَمَّا قَامَ فِىْ مُصَلَّاهُ وَانْتَظَرْنَا اَنْ يُّكَبِّرَ انْصَرَفَ ثُمَّ قَالَ كَمَا اَنْتُمْ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ اَيُّوْبُ وَابْنُ عَوْنٍ وَهِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ مُرْسَلًا عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَبَّرَ ثُمَّ اَوْمَاَ بِيَدِهٖ اِلَى الْقَوْمِ اَنِ اجْلِسُوا فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ حَكِيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِىْ صَلٰوةٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ حَدَّثَنَاهُ مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَبَّرَ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھانے کے واسطے مسجد میں تشریف لائے تو اپنے مقدس ہاتھ سے اپنی جگہ پر بیٹھے رہنے کا اشارہ فرمایا پھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی۔ حماد بن سلمہ نے اسی حدیث کو معنوی طور پر اپنی اسناد سے بیان کیا اور اس کی ابتداء میں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر فرما لی۔ اور اس کے آخر میں فرمایا جب نماز مکمل فرما چکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ایک بشر ہوں اور میں جنبی تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زہری، ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصلّی پر تشریف فرما ہوئے اور ہم منتظر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر فرمائیں تو اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس جگہ پر رہو۔ اور اس کو روایت کر کے کہا کہ ایوب، ابن عوف، ہشام، محمد نے مرسلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی تکبیر فرمائی پھر لوگوں کی جانب اشارہ فرمایا کہ بیٹھو پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو غسل فرمایا۔ اسی طرح مالک، اسماعیل بن ابوحکیم، عطاء بن یسار نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے واسطے تکبیر فرمائی۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ اسی طرح ہمیں معلم بن ابراہیم، ابان، یحیٰ، ربیع بن محمد نے نبی کریم ﷺ سے بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے تکبیر فرمائی۔

(السنن الصغیر للبیہقی ج:1،ص450، سنن الکبریٰ للبیہقی ج:2،ص397، مسند احمد:ج:34،ص72، مشکل الآثار للطحاوی:ج:2،ص104)

203 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ ح و حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْاَزْرَقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ ح و حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ اِمَامُ مَسْجِدِ صَنْعَاءَ حَدَّثَنَا رَبَاحٌ عَنْ مَعْمَرٍ ح و حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَصَفَّ النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِهٖ ذَكَرَ اَنَّهٗ لَمْ يَغْتَسِلْ فَقَالَ لِلنَّاسِ مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهٖ فَخَرَجَ عَلَيْنَا يَنْطُفُ رَاْسُهٗ وَقَدِ اغْتَسَلَ وَنَحْنُ صُفُوْفٌ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ حَرْبٍ وَقَالَ عَيَّاشٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَلَمْ نَزَلْ قِيَامًا نَنْتَظِرُهٗ حَتّٰى خَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدِ اغْتَسَلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور لوگوں نے اپنی صفوں کو درست فرمالیا پس رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے حتیٰ کہ اپنی جگہ پر تشریف فرما ہوئے تو بات یاد آ گئی کہ غسل تو کیا نہیں تو آپ ﷺ نے لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو پھر آپ ﷺ اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے پھر گھر سے ہمارے پاس تشریف لے آئے کہ آپ ﷺ کے مقدس سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے (اور وہ) غسل کرنے کی وجہ سے تھے اور ہم صفوں میں تھے۔ یہ روایت لفظ ابن حرب سے ہے۔ عیاش نے اپنی حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ ہم کھڑے ہو کر آپ ﷺ کے منتظر تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ غسل فرما کر ہمارے پاس تشریف لائے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی:ج:2،ص398، سنن نسائی:ج:3،ص275، صحیح ابن حبان:ج:6،ص7، صحیح البخاری:ج:3،ص21)

تشریح:

ان دونوں احادیث مبارکہ میں تعارض ہے کہ ایک میں ہے نماز شروع کرنے سے پہلے یاد آ گیا اور دوسری میں نماز شروع کر چکے کے الفاظ ہیں مطلب بات کا یہ ہے کہ احادیث میں تعارض ہو گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

چونکہ روایتیں دونوں طرح کی ہیں اس لیے ہم قوی سند والی روایت کو لیتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت قوی سند والی ہے کہ آپ ﷺ تکبیر فرمانے سے قبل غسل کے لئے تشریف لے گئے۔

اب جب قوی سند والی حدیث آ گئی تو باقیوں کو چھوڑ دیں گے۔

یا تو یہ ہے کہ دونوں طرح کی روایات میں تطبیق دیں گے وہ اس طرح کہ جس روایت میں تکبیر کا ذکر ہے وہاں ارادۂ تکبیر مراد لیں گے یعنی آپ ﷺ تکبیر کہنے کا ارادہ فرما چکے تھے جماعت کھڑی ہوگئی تھی اس وقت یاد آ گیا تو غسل کرنے تشریف لے گئے اس لیے کہ ارادہ فعل پر بھی فعل کا اطلاق ہو جایا کرتا ہے۔

جس طرح کہ اذا قم الی الصلٰوۃ میں اردتم الصلٰوۃ مراد ہے۔

یا کہ اس کی یہ توجیہ کردیں گے کہ آپ ﷺ نے تکبیر فرمائی تھی بعد میں غسل یاد آ گیا اور جن روایات میں تکبیر سے قبل چلے جانے کے الفاظ ہیں ان کے راویوں کے پیچھے دور ہونے کی بناء پر تکبیر نہیں سنی تھی اسی وجہ سے نفی کردی۔

سوال: ☆ قولہ انما انا بشر

یہاں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود کو بشر کہا اور تم نبی کریم ﷺ کو نور کہتے ہو لہٰذا تمہارا نور کہنا درست نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ بشر ہیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ کا بہ لحاظ ظاہر انما انا بشر فرمانا حکمت وارشاد کے لئے بہ طریق تواضع ہے اور جو کلمات تواضع کے لئے کہے جائیں وہ تواضع کرنے والے کے علو منصب کی دلیل ہوتے ہیں چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں یا اس سے برابری ڈھونڈنا ترک ادب اور گستاخی ہوتا ہے تو کسی امتی کو روا نہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ سے مماثل ہونے کا دعویٰ کرے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ

زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور ﷺ ہماری مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن عظیم میں ارشاد ہے کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اور خصائص بشریت بھی حضور انور ﷺ میں بلاشبہ موجود تھے کیا کھانا پینا، جماع کرنا، بیٹا ہونا، باپ ہونا، کفو ہونا، سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں جو حضور انور ﷺ میں موجود تھے اگر کوئی بشریت کی بناء پر حضور انور ﷺ سے مساوات کا دعویٰ کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ لوائی ارفع من لواء محمد ﷺ (یعنی میرا جھنڈا سیدنا محمد ﷺ کے جھنڈے سے بلند ہے)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس روز سے علیل اور مسئلہ ظاہر و بین غیر محتاج دلیل لہٰذا صرف ان اجمالی کلمات پر اختصار ہوتا ہے

عمرو کا قول مسلمان کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے۔

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا

کافر بولے۔

تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنا سا بشر

مانتے تھے اس لیے کہ ان کی رسالت سے منکر تھے کہ

ما انتم الابشر مثلنا وما انزل الرحمن من شیء ان انتم الا تکذبون ۔

تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو واقعی جب ان خبثا کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا مگر ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا ہی سا بشر جانیں۔ زید کو قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سوجھا اور یُوْحٰٓی اِلَیَّ نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا۔ زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت جبرائیل علیہ السلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا۔

ولہٰذا ارشاد فرماتا ہے۔

ولو جعلناہ ملکا لجعلنہ رجلاً و للبسنا علیھم ما یلبسون

''اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں''۔

ظاہر ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کو رباطنوں کا دھوکہ ہے، شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

همسری با اولیاء بر داشتند ۔۔۔ انبیاء راہچو خود پند اشتند

ان کا کھانا پینا یہ افعال بشری اس لیے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں۔ **حاشا لست کا حدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی** ۔ ان کے یہ افعال بھی اقامت و سنت و تعلیم امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں سکھائیں جیسے ان کا سہو و نسیان۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔

انی لا انسی ولکن انسی لیستن بی

میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تا کہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو۔

امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اموال بشری کھانا پینا، سونا، جماع اپنے نفس کریم کے لئے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لئے ان افعال میں حضور کی اقتدا کریں۔ کیا نہیں دیکھتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے تمہاری دنیا میں سے خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی۔

یہ نہ فرمایا کہ

میں نے انہیں دوست رکھا۔

اور ارشاد فرمایا کہ

تمہاری دنیا میں سے تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف، ﷺ

معلوم ہوا کہ

حضور اقدس ﷺ کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی، تو حضور اقدس ﷺ کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے تو حضور اقدس ﷺ کے یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لئے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور ﷺ کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔انہیں اوصاف جلیلہ وفضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بے چارے جاہل یعنی کافر نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس ﷺ نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم تواضع وتانیس امت وسد غلو نصرانیت ہے۔اول، دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ السلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا پھر فضائل محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے یہاں اس غلو کے سد باب کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو کہ میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہاں یُوْحٰی اِلَیَّ رسول ہوں دفع افراط نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیت کے لئے دوسرا کلمہ۔اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا قل سبحن ربی ھل کنت الا بشرا رسولاً

تم فرمادو کہ پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے۔

اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ

بندے ہیں خدا نہیں رسول ہیں خدا سے جدا نہیں شیطنت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اختصار کرے۔اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے دعویٰ مساوات کو صرف نالائق حرکت کہا۔نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلاوجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر وضلال نہ بکے ہوں پھر کہاں یہ اور کہاں وہ دعویٰ مساوات کہ کفر خالص ہے اور اس کا اولیاء رضی اللہ عنہم کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس ﷺ سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض اختراء اور کج فہمی ہے حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔اکابر انبیاء تو دعویٰ مساوات کر نہیں سکتے۔ شیخ الانبیاء خلیل کبریاء علیہ الصلوٰۃ والثناء نے شب معراج حضور اقدس ﷺ کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ و التسلیم سے فرمایا: بھذا فضلکم محمد ﷺ

ان وجوہ سے محمد ﷺ تم سب سے افضل ہوئے۔ ولی کس منہ سے دعویٰ ارفعیت کرے گا اور جو کرے حاشا ولی نہ ہوگا شیطان ہوگا۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی اوران کے امثال ونظائر رضی اللہ عنہ وقت ورود تجلی خاص شجرۂ موسیٰ ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا۔

یٰموسی ان انا اللہ رب العلمین

اے موسیٰ! بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا۔

کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا اللہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔ کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا۔

اسی نے وہاں فرمایا: یٰموسی انی انا اللہ رب العلمین

اسی نے یہاں بھی فرمایا: سبحانی ما اعظم شانی

اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ لوائی ارفع من لواء محمد ﷺ

بے شک لواء الٰہی لواء محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔

(اعلیٰ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت بایزید نے بظاہر لوائی ارفع من لواء محمد کہا تھا تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام تھا اور اللہ تعالیٰ فرمارہا تھا میرا جھنڈا احمد کے جھنڈے سے بلند ہے جیسے شجر موسیٰ سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا گیا تھا اسی طرح یہاں بایزید سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا گیا) (فتاویٰ رضویہ ج:6،ص 143 تا 145)

شیخ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی متوفی 1346ھ لکھتے ہیں: کوئی ادنیٰ مسلمان بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" اور بعد اس کے یُوْحٰٓی اِلَیَّ کی قید سے پھر وہی شرف تقرب بعد اثبات مماثلت بشریت فرمایا پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔

نیز لکھتے ہیں: لاریب اخوت نفس بشریت میں اور اولاد آدم ہونے میں ہے اور اس میں مساوات بنص قرآن ثابت ہے اور کمالات تقرب میں نہ کوئی بھائی کہے نہ مثل جانے۔ (براہین قاطعہ ص:3)

شیخ سہارنپوری کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ

نفس بشریت میں تمام انسان آپ ﷺ کے مماثل اور مساوی ہیں جبکہ ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے انبیاء کرام علیہم السلام میں عام انسانوں کی بہ نسبت ایک وصف زائد ہوتا ہے جو نبوت ہے وہ حامل وحی ہوتے ہیں۔ فرشتوں کو دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں اس لیے نبی کی بشریت اور عام انسانوں کی بشریت مماثل اور مساوی نہیں ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ

نبوت سے قطع نظر تو نفس بشریت میں مساوات ہے تو میں کہوں گا کہ اس طرح تو نفس حیوانیت میں نطق سے قطع نظر انسان گدھوں، کتوں اور خنزیروں کے مماثل اور مساوی ہے اور ایسا کہنا انسان کی توہین ہے اسی طرح نفس بشریت میں رسول اللہ ﷺ کو تمام انسانوں کے مماثل اور مساوی کہنا رسول اللہ ﷺ کی توہین ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ

قرآن مجید میں ہے: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکہف:110)

تو اس کے دو جواب ہیں۔

ایک جواب یہ ہے کہ

قرآن مجید میں ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (الانعام:38)

ہر وہ جاندار جو زمین پر چلتا ہے اور ہر وہ پرندہ جو اپنے پروں کے ساتھ اڑتا ہے وہ تمہاری ہی مثل گروہ ہیں۔

اس آیت کا تقاضہ یہ ہے کہ

زمین اور فضا کے تمام جاندار اور تمام پرندے انسانوں کی مثل ہیں تو اس طریقہ سے کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ انسان گدھ، چیل اور بندر اور خنزیر کی مثل ہے تو کیا یہ انسان کی توہین نہیں ہے لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں کے مساوی اور ان کی مثل ہیں تو یہ بھی آپ ﷺ کی توہین ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کس چیز میں عام انسانوں کی مثل ہیں۔ کسی وجودی وصف میں کوئی انسان آپ ﷺ کی مثل نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کے ساتھ مماثلت عدمی وصف میں ہے نہ ہم خدا ہیں نہ آپ خدا ہیں نہ ہم واجب اور قدیم ہیں نہ آپ واجب اور قدیم ہیں نہ ہم مستحق عبادت ہیں نہ آپ مستحق عبادت ہیں۔

اور جس کسی معزز اور اہم شخص کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے عام اوصاف کا ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ان خصوصی اوصاف کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممیز اور ممتاز ہوتا ہے مثلاً آپ ملک کے صدر اور وزیر اعظم کا ذکر کریں تو یوں نہیں کہیں گے کہ یہ انسان اور بشر ہیں یا مرد ہیں آپ یوں نہیں کہیں گے کہ یہ ایک پاکستانی ہیں بلکہ آپ کہیں گے یہ ملک کے صدر ہیں یا ملک کے وزیر اعظم ہیں تو رسول اللہ ﷺ کو یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ آپ انسان اور بشر ہیں یا مرد ہیں کیونکہ ان الفاظ میں آپ ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے۔ انسان اور بشر ہونے میں مسلمانوں کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے یہ اوصاف تو مومن، کافر، مرتد سب میں مشترک ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ قبرستان میں تشریف لے گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: **السلام علیکم دار قوم مومنین**

بے شک ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:

یارسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم آپ ﷺ کے بھائی نہیں ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انتم صحابی

تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4306)

رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے اس سے آپ ﷺ کی مراد دینی بھائی تھے اور دینی بھائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے پھر کیا وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے اس کی وجہ یہی ہے کہ دینی بھائی ہونے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی امتیاز اور ان کی کوئی خصوصیت نہیں تھی کیونکہ قیامت تک کے تمام مسلمان آپ کے دینی بھائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امتیاز اور ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ آپ کے اصحاب ہیں اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس وصف کے ساتھ ذکر پسند نہیں کیا جو ان میں اور دوسرے مسلمانوں میں بھی مشترک تھا جس وصف میں صحابہ کرام کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔

قاضی عیاض مالکی متوفی 544ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں: علامہ باجی نے کہا: نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دینی بھائی ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ ان کا وہ مرتبہ ذکر کیا جو اس پر زائد ہے اور جو ان کے ساتھ مختص ہے اور جو بعد میں آنے والے مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے اس لیے ان کا ذکر دینی اخوت کے ساتھ کیا۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا: تمام اہل ایمان آپ کے دینی بھائی ہیں اور آپ ﷺ کے صحابہ وہ ہیں جو آپ ﷺ کی صحبت میں رہے ہوں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم: ج:2، ص:48)

قرآن مجید میں کہیں یہ مذکور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بشر کہا ہو نہ کسی حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ کسی صحابی نے آپ ﷺ کو صرف بشر کہا ہو اور سورہ کہف کی آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کو بشر نہیں کہا بلکہ یہ فرمایا کہ آپ فرما دیجئے کہ میں محض تمہاری طرح بشر ہوں (خدا نہیں ہوں)

اس کی وجہ یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے علم اور قدرت کے چند معجزات دکھائے مثلاً یہ بتایا کہ تم کیا کھا کر آئے ہو اور گھر میں کیا رکھ کر آئے ہو

اور چند مردے زندہ کیے اور مٹی سے پرندے بنا کر اڑا دیے تو لوگوں نے ان کو خدا عزوجل اور خدا عزوجل کا بیٹا کہہ دیا اور سیدنا محمد مصطفیٰ نے توما کان و مایکون کی خبریں دی تھیں اور آپ ﷺ کی توجہ سے درخت میں جان پڑ گئی اور اس نے آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی اور کھجور کا ستون آپ ﷺ کے فراق میں رو دیا اور مکہ کے ایک پتھر نے کہا:

السلام علیك یارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

اور گوہ اور ہرنی نے آپ کا کلمہ پڑھا۔ اونٹ نے آپ ﷺ سے کلام کیا اسی طرح کے بے حد وحساب معجزات ہیں۔ اس لیے یہ خطرہ تھا کہ فرط عقیدت میں آپ ﷺ کی امت بھی آپ ﷺ کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہہ دے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اپنی زبان سے خود فرما دیں کہ میں تو صرف تمہاری مثل بشر ہوں (خدا نہیں ہوں)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يَجِدُ الْبِلَّةَ فِي مَنَامِهٖ

مرد کا خواب میں تری دیکھنے کے متعلق

اس باب میں احتلام کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

204 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا قَالَ يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ يَرٰى اَنَّهٗ قَدِ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ الْبَلَلَ قَالَ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ الْمَرْاَةُ تَرٰى ذٰلِكَ اَعَلَيْهَا غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ اِنَّمَا النِّسَآءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مرد کے احتلام کے بارے میں پوچھا گیا کہ جس کو احتلام یاد نہیں رہا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ غسل کر لے۔ اور احتلام دیکھنے والے کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ تری نہیں پاتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس پر غسل نہیں ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: عورت اس طرح دیکھے تو کیا اس پر غسل ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! کیونکہ عورتیں مردوں کی مانند ہیں۔

(السنن الصغیر للبیہقی ج:1،ص:115، سنن الکبریٰ للبیہقی ج:1،ص:167، سنن ترمذی: ج:1،ص:189، مسند احمد: ج:53،ص:157)

تشریح:

انسان سو کر اٹھے اور اپنے کپڑے پر تری دیکھے تو کیا اس پر غسل واجب ہے یا نہیں اور احتلام کی کن کن صورتوں میں غسل

واجب ہوتا ہے اور کن میں نہیں ہوتا۔اس میں اختلاف بھی ہے اور کافی تفصیل بھی ہے۔
علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی چودہ صورتیں ذکر فرمائی ہیں۔
جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1-تیقن منی　　2-تیقن مذی　　3-تیقن ودی

یہ تو ہوئیں تین صورتیں تیقن کی اور پھر چار صورتیں عدم تیقن کی بھی اور شک کی بھی ہیں۔

1-الشک بین الاولین یعنی منی ومذی

2-الشک بین الاخیرین یعنی مذی وودی

3-الشک بین الاول والثالث منی وودی

4-الشک فی الثلاث یعنی تری کے متعلق تینوں خیال ہو جائیں۔

1-ہوسکتا ہے منی ہو　　2-ہوسکتا ہے ودی ہو　　3-ہوسکتا ہے مذی ہو

یہ کل سات صورتیں ہوئیں۔ان میں سے ہر ایک کی پھر دو صورتیں ہیں۔

1-تذکر احتلام　　2-عدم تذکر احتلام

لہٰذا یہ کل چودہ صورتیں ہوئیں جو کہ بالتفصیل ذکر کی ہیں اب ان کا حکم بھی سن لیں۔
تذکر احتلام یعنی احتلام کے یاد ہونے کی سات صورتوں میں سے ایک کے علاوہ کے باقی تمام صورتوں میں غسل واجب ہے اور وہ ایک صورت ایسی ہے جو تیقن ودی کی ہے اس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین متفق ہیں اور عدم تذکر احتلام میں اس طرح تفصیل ہے کہ ایک صورت یعنی تیقن منی کی صورت میں بالاتفاق غسل واجب ہے اور تیقن غیر منی کی صورتوں میں بالاتفاق غسل واجب نہیں اور وہ تین صورتیں ہیں۔

1-تیقن مذی　　2-تیقن ودی　　3-شک بین المذی والودی اور احتمال منی

(جس کی تین صورتیں ہیں) میں طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے۔
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب نہیں ہے اور وہ تین صورتیں یہ ہیں:

1-شک بین الاولین　　2-شک بین الاول والثالث　　3-شک فی الثلاث

کلام کا حاصل یہ ہے کہ
عدم تذکر کی سات صورتوں میں سے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ایک صورت یعنی تیقن منی میں غسل ہے باقی چھ میں نہیں اور طرفین کے نزدیک تیقن منی اور احتمال منی جس کی تین صورتیں ہیں ان چار صورتوں میں بھی غسل واجب ہے یہ تفصیل تو احناف کے مسلک کی ہے۔

شوافع کے نزدیک ٹوٹل تین صورتیں ہیں:

1-تیقن منی 2-تیقن غیر منی 3-احتمال منی

پہلی دونوں صورتوں کا حکم ظاہر ہے اور تیسری صورت میں ان کے نزدیک اختیار ہے غسل اور عدم غسل میں اور اسی طرح حنابلہ کے نزدیک بھی ہے مگر وہ شک اور احتمال کی صورت میں یہ فرماتے ہیں کہ اگر سونے سے پہلے منی کے نکلنے کے اسباب میں سے کوئی سبب پایا گیا ہو تب تو غسل واجب نہیں اور اگر سبب خروج مذی نہ پایا گیا ہو تو غسل واجب ہے اور مالکیہ کے نزدیک احتمال منی کی صورت میں یہ ہے کہ اگر شک ہو منی اور باقی دو مذی اور ودی میں سے کسی ایک میں تب تو غسل واجب ہے اور اگر شک ایک ساتھ تینوں میں ہو تو اب چونکہ احتمال منی ضعیف ہو گیا اس لیے غسل واجب نہیں ہوگا۔

فتاوئ ہندیہ میں ہے: احتلام یعنی سوتے وقت سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے منی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے اگر چہ خواب یاد نہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ منی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے تو اگر چہ احتلام یاد ہو اور لذت انزال خیال میں ہو غسل واجب نہیں اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں تو غسل نہیں ورنہ ہے۔

اگر احتلام یاد ہے مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں غسل واجب نہیں۔ (فتاوئ ہندیہ ج:1 ص14، 15)

اور درمختار میں ہے: اگر سونے سے قبل شہوت تھی آلہ قائم تھا اب جاگا اور اس کا اثر پایا اور مذی ہونا غالب گمان ہے اور احتلام یاد نہیں تو غسل واجب نہیں جب تک اس کے منی ہونے کا ظن غالب نہ ہو اور اگر سونے سے قبل شہوت ہی نہ تھی یا تھی مگر سونے سے قبل دب چکی تھی اور جو خارج ہوا تھا صاف کر چکا تھا تو منی کے ظن غالب کی ضرورت نہیں بلکہ محض احتمال منی سے غسل واجب ہو جائے گا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں اس کا خیال ضرور چاہیے۔ (درمختار ورد المحتار: ج:1 ص:333)

فتاوئ ہندیہ میں ہے: عورت کو خواب ہوا تو جب تک منی فرج داخل سے نہ نکلے غسل واجب نہیں۔

(فتاوئ ہندیہ: ج:1 ص:15)

کھڑے یا بیٹھے یا چلتے ہوئے سو گیا آنکھ کھلی تو مذی پائی غسل واجب ہے۔ (فتاوئ ہندیہ: ج:1 ص:15)

سوال: اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کی منی پاک یا نجس؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

آدمی کی منی نجس ہے اس لیے تو کپڑوں کو دھونے کا حکم فرمایا گیا اگر منی نجس نہ ہوتی تو پھر غسل کیوں واجب کیا جاتا اور کپڑوں کو دھونا کیوں واجب کیا جاتا۔ اب یہاں پر آئمہ کرام کا اختلاف بھی ہے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک آدمی کی منی نجس ہے البتہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر منی خشک ہو تو اس کی تطہیر کے لئے اس کو کھرچنا کافی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔
اور امام مالک یہ فرماتے ہیں کہ
منی خشک ہو یا تر منی آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ — حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ — حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

داؤد ظاہری اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ منی پاک ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔
جو فقہاء منی کی نجاست کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں منی آلود کپڑوں کے دھونے کا بیان ہے
اور جو فقہاء کرام منی کی طہارت کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں منی کو کھرچنے کا ذکر ہے۔
علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: منی کی طہارت کے قائلین کا یہ کہنا کہ ہم نے منی کھرچنے کی احادیث کو منی کی طہارت پر اور منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث مبارکہ کو اختیار نظافت پر محمول کیا ہے اس وقت صحیح ہوتا جب ان احادیث میں تعارض ہوتا حالانکہ ان احادیث مبارکہ میں تعارض نہیں ہے منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث مبارکہ سے صراحۃً ثابت ہے کہ منی نجس ہے اور منی کھرچنے کی احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔ شریعت میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور امر میں اصل وجوب ہے مگر یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ ہو اور یہاں اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی اپنے کپڑوں پر منی لگے رہنے نہیں دی اور بطور عبادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اور کبھی ترک نہ کرنا اس کے وجوب کا مؤید ہے۔
بعض علماء کرام نے کہا: جس چیز کو خشک حالت میں دھونا واجب نہیں اس کو تر حالت میں دھونا بھی واجب نہیں جیسے رینٹ (ناک)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ رینٹ نکلنے سے بالکل حدث (وضو ٹوٹنا) لاحق نہیں ہوتا جبکہ اگر منی شہوت اور تیزی سے نکلے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ورنہ وضو۔
اسی طرح بعض علماء کرام نے فرمایا کہ
اگر منی نجس ہوتی تو اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جمے ہوئے خون کو کھرچنا کافی نہیں ہے یہ بھی دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ جمے ہوئے خون کو کھرچنے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے جبکہ خشک منی کو کھرچنے کے متعلق بہ کثرت احادیث مبارکہ ہیں اور یہ احادیث مبارکہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔

بعض علماء کرام نے یہ کہا کہ

منی انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت کی اصل ہے اس لیے پاک ہونی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

منی دشمنان خدا مثلاً فرعون، ہامان اور ابوجہل کی ولادت کی بھی اصل ہے اس لیے نجس ہونی چاہیے نیز علقہ (جما ہوا خون) انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے پھر خون بھی پاک ہونا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج:3،ص:144، 145)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْمَرْاَةِ تَرٰى مَا يَرَى الرَّجُلُ

عورت مرد جیسی تری دیکھے

اس باب میں عورت کے احتلام کے بارے میں حکم ہے۔

205 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ الْاَنْصَارِيَّةَ هِيَ اُمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ اَرَاَيْتَ الْمَرْاَةَ اِذَا رَاَتْ فِي النَّوْمِ مَا يَرَى الرَّجُلُ اَتَغْتَسِلُ اَمْ لَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَلْتَغْتَسِلْ اِذَا وَجَدَتِ الْمَاءَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاَقْبَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ اُفٍّ لَكِ وَهَلْ تَرٰى ذٰلِكَ الْمَرْاَةُ فَاَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ يَا عَائِشَةُ وَمِنْ اَيْنَ يَكُوْنُ الشَّبَهُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ رَوٰى عُقَيْلٌ وَّالزُّبَيْدِيُّ وَيُوْنُسُ وَابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِي الْوَزِيْرِ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَوَافَقَ الزُّهْرِيُّ مُسَافِعًا الْحَجَبِيَّ قَالَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَاَمَّا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَقَالَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ جَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ حق سے حیاء نہیں فرماتا عورت اگر نیند میں

مرد کی طرح دیکھے تو کیا اس کو غسل کرنا ہے یا نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اس کو غسل کرنا چاہئے جب پانی دیکھ لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ان کی طرف گئی اور انہیں کہا تم پر اف ہے کیا عورتوں کو احتلام ہوا کرتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف چہرہ اقدس فرما کر ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تیرے سیدھے ہاتھ میں مٹی لگ جائے اور وہ مشابہت کدھر سے آتی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زبیدی، عقیل، یونس، زہری کے بھتیجے اور ابوالوزیر نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:1، ص:168، سنن نسائی: ج:1، ص:329، صحیح ابن حبان: ج:3، ص:441، مسند ابی یعلی: ج:7، ص:360)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں عورت کے لئے اثبات منی ہے اور جمہور علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے۔ بعض فلاسفہ کا اس میں اختلاف ہے چنانچہ ارسطاطالیس نے کہا ہے کہ عورت کے منی نہیں ہوتی ہے بلکہ عورت خون حیض ہی میں قوت تولید ہوتی ہے۔

اور ابو علی سینا نے کہا ہے کہ

عورت کی رطوبت ہوتی ہے جو منی کے مشابہ ہوتی ہے اور فی الواقع وہ منی نہیں ہوتی۔

بہر حال اگر عورت کو خواب ہوا اور جاگنے کے بعد منی دیکھی تو غسل واجب ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

عورت کو خواب ہوا تو جب تک منی فرج داخل سے نہ نکلے غسل واجب نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:15)

☆ قولہ ان اللہ عزوجل لا یستحی من الحق

حیاء انفعال اور تاثر کے قبیل سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔

اس لیے علماء کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

یہاں پر استحیاء سے اس کے لازم معنیٰ مراد ہیں یعنی ترک اور امتناع اس لیے کہ جس چیز سے آدمی شرماتا ہے اس کو ترک کر دیتا ہے لہٰذا یہاں پر لازمی معنیٰ مراد ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ حق بات ظاہر کرنے سے یا حق بات کے سوال کرنے سے منع نہیں فرماتا۔

☆ قولہ قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا و ھل تریٰ ذالک المراہ۔

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعجب کیوں کیا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

پہلی بات تو یہ ہے کہ عورتوں میں احتلام نادر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نوعمر تھیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کو تعجب ہوا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام احتلام سے محفوظ ہوتے ہیں اسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن احتلام سے محفوظ تھیں اور یہ ان کے خصائص میں سے ہے۔

اس کو علامہ زرقانی اور حافظ عراقی نے یہ کہہ کر رد کیا۔

الخصائص لا تنبت بالاحتمال

☆ **قوله و وافق الزهری مسافع الحجبی**

یہاں پر روایات میں اختلاف ہو رہا ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے سوال پر رد کرنے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں یا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

زہری کی روایت میں یہ ہے کہ

رد کرنے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور اس کے بالمقابل ہشام بن عروہ کی روایت میں یہ ہے کہ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ زہری کی روایت کو ہشام کی روایت پر ترجیح دے رہے ہیں اس لیے کہ مسافع حجبی نے زہری کی موافقت کی ہے لہٰذا زہری کی روایت مؤید و مؤکد ہوگئی۔

ان دونوں روایتوں میں جو تعارض ہے اس کے جواب میں محدثین کی مختلف آراء ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے زہری کی روایت کو ترجیح دی ہے جس میں رد کرنے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام کی روایت کو ترجیح دی ہے جس میں رد کرنے والی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بجائے مسلک ترجیح کے جمع بین الروایتین کو اختیار فرمایا ہے۔

ان کی رائے یہ ہے کہ

دونوں روایتیں صحیح ہیں گویا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے سوال کے وقت حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں موجود تھیں دونوں ہی نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا پر نکیر کی اب یہ رواۃ کا اختصار ہے کہ بعض نے ان کو ذکر کیا بعض نے ان کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو پسند کیا ہے۔

☆ **قال ابوداؤد و کذا رواى والزبيدى عقيل**

یہاں پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ یونس کے علاوہ ابن شہاب کے دوسرے شاگردوں کو بیان فرما رہے ہیں کہ جس طرح ابن شہاب سے یونس روایت کرتے ہیں اسی طرح اور بہت سے رواۃ بھی اس کو ان سے روایت کرتے ہیں جس سے یونس کی روایت کو تقویت ہوگئی اور وہ رواۃ یہ ہیں۔

زبیدی عقیل یونس۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِیْ مِقْدَارِ الْمَاءِ الَّذِیْ یُجْزِیُ فِی الْغُسْلِ

غسل کے لئے جتنی مقدار پانی کفایت کرے گا

اس باب میں غسل کے لئے پانی کی مقدار استعمال کرنے کا حکم ہے۔

206 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ هُوَ الْفَرَقُ مِنَ الْجَنَابَةِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوٰى ابْنُ عُيَيْنَةَ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ فِيْهِ قَدْرُ الْفَرَقِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ الْفَرَقُ سِتَّةَ عَشَرَ رِطْلًا وَّسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ صَاعُ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ خَمْسَةُ اَرْطَالٍ وَّثُلُثٌ قَالَ فَمَنْ قَالَ ثَمَانِيَةُ اَرْطَالٍ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ بِمَحْفُوْظٍ قَالَ وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ يَقُوْلُ مَنْ اَعْطٰى فِیْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ بِرِطْلِنَا هٰذَا خَمْسَةَ اَرْطَالٍ وَّثُلُثًا فَقَدْ اَوْفٰى قِيْلَ الصَّيْحَانِیُّ ثَقِيْلٌ قَالَ الصَّيْحَانِیُّ اَطْيَبُ قَالَ لَا اَدْرِیْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے جنابت کا غسل فرماتے تھے: وہ فرق ہے۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: معمر نے زہری سے اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے جس میں فرق کی مقدار پانی ہوتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابن عیینہ نے مالک کی حدیث کی طرح روایت کیا ہے۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بیان فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک فرق سولہ رطل کا ہوتا ہے۔اورمیں نے ابن ابی ذئب کوصاع کے متعلق فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ رطل اور ثلث فرمایا کہ جس نے آٹھ رطل کہے ہیں اس کی یہ بات محفوظ نہیں۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے صدقہ فطر میں ہمارے اس پانچ رطل اور ثلث سے دیئے تو اس نے پورا صدقہ فطر دے دیا۔ انہیں کہا گیا کہ صیحانی کھجور ثقیل ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ صیحانی بہت عمدہ ہے۔ اس نے کہا: میں نہیں جانتا۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: جز:1،ص:116،معجم الاوسط: جز:1،ص:120،(سنن ابن ماجہ: جز:1،ص:454،سنن الدارمی: جز:1،ص:209)

تشریح:

غسل کے لئے پانی کی مقدار معین نہیں ہاں اس قدر پانی ہو کہ جس سے غسل پورا ہو جائے اور کوئی جگہ خشک نہ رہ سکے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ گئی تو غسل ادا نہ ہوا۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

سب کے لئے غسل یا وضو میں پانی کی ایک مقدار معین نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:1،ص:626)

☆ قال سمعت احمد يقول من اعطى فى صدقة الفطر

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع کھجور ہے اور صاع ایک مشہور پیمانہ ہے اب اگر کوئی شخص اس پیمانے کے ذریعے صدقہ فطر ادا کرے تب تو اس میں کوئی شبہ کی بات ہی نہیں مگر اگر کوئی شخص صدقہ فطر بجائے پیمانے کے وزن کے ذریعہ پانچ رطل وثلث رطل ادا کر دے جو کہ وزن صاع ہے تو اس سے بھی صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔

سوال: اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدقہ فطر کا حکم کیا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

صدقہ فطر واجب ہے مگر آئمہ اربعہ میں صدقہ فطر کے حکم کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

جمہور شافعیہ، جمہور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے، بعض شوافع اور بعض مالکیہ کے نزدیک صدقہ فطر سنت ہے۔ داؤد ظاہری کا بھی یہی آخری قول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

آئمہ ثلاثہ چونکہ فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے اس لیے وہ صدقہ فطر پر فرض اور واجب دونوں کا اطلاق کرتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر دقیق ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ

جس چیز کا لزوم قرآن مجید سے دلالت قطعیہ کے ساتھ ثابت ہو وہ فرض ہے اور جس چیز کا لزوم احادیث مبارکہ اور اخبار احاد سے ثابت ہو وہ واجب ہے اور صدقہ فطر کا لزوم چونکہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اس لیے وہ واجب ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقہ فطر کے وجوب کا سبب رمضان ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے وجوب کا

سبب عید کا دن ہے حتیٰ کہ جو شخص عید کی صبح کو پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

بعض علماء کرام نے کہا:

چونکہ روزے میں کچھ کمی رہ جاتی ہے اور بحیثیت کمال روزہ نہیں رکھا جا سکتا اس کی تلافی کے لئے صدقہ فطر واجب ہے مگر یہ وجہ جامع نہیں ہے کیونکہ صدقہ فطر بچوں کی طرف سے بھی ادا کرنا واجب ہے حالانکہ وہ روزے کے مکلف نہیں ہیں آئمہ ثلاثہ کے نزدیک عورت کی طرف سے اس کے خاوند پر صدقہ فطر واجب ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خود عورت پر واجب ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

احادیث مبارکہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: ہر مرد اور عورت پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صدقہ فطر ادا کرنا اس شخص پر واجب ہے جو عید کے دن صاحب نصاب ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس شخص پر واجب ہے جو عید کے دن کے علاوہ دوسرے دن بھی اپنے اہل وعیال کے کھانے پینے کی وسعت رکھتا ہو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے۔

صدقہ فطر کے وجوب پر یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ مکرمہ کے کوچوں میں اعلان کردے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔

(جامع ترمذی: ج:2، ص:151)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے لہٰذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:192)

درمختار میں ہے: صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جس کی نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔ (درمختار: ج:3، ص:365)

اسی میں ہے: صدقہ فطر واجب ہے عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کردے ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگرچہ مسنون قبل نماز عید ادا کر دینا ہے۔ (درمختار: ج:3، ص:362)

ردالمحتار میں ہے: صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں اگر کسی عذر، سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔ (ردالمحتار: ج:3، ص:367)

جوہرہ نیرہ میں ہے: صدقہ فطر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں لہٰذا مر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا ہاں اگر

ورثاء بطور احسان اپنی طرف سے ادا کریں تو ہو سکتا ہے کچھ ان پر جبر نہیں اور اگر وصیت کر گیا ہے تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا اگرچہ ورثاء اجازت نہ دیں۔(الجوہرۃ النیرۃ:ص:174)

درمختار میں ہے: صدقہ فطر ادا کرنے کے لئے مال کا باقی رہنا بھی شرط نہیں مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا ساقط نہ ہوگا بخلاف زکوٰۃ وعشر کے کہ یہ دونوں مال ہلاک ہو جانے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔(درمختار:ج:3،ص:366)

☆ **قوله قيل له الصيحانی ثقيل قال الصيحانی اطيب قال لا ادری**

صیحانی ایک خاص قسم کی کھجور کا نام ہے جو عرب میں مشہور ہے اور اس کی وجہ تسمیہ کچھ یوں ہے کہ دراصل صیحان ایک مینڈھے کا نام ہے جو کھجور کی اس قسم کے درخت کے ساتھ باندھا جاتا تھا اس مناسبت سے اس درخت کو صیحانی کہنے لگ گئے۔

اور یہ بھی وجہ بیان کی گئی ہے کہ صیحانی کھجور کو صیحانی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ صیاح سے ہے جس کے معنیٰ بولنے اور چیخنے کے ہیں۔ اصل واقعہ یوں تھا کہ ایک بار نبی کریم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک کھجور کے درخت کے پاس موجود تھے تو اس درخت نے دوسرے درخت کو پکار کر کہا۔

☆ **هذا لنبی المصطفیٰ وعلی المرتضیٰ (صلی الله عليه وسلم و رضی اللہ عنہ)**

گویا اصل مادہ اس کا صیاح ہے نسبت کے وقت تغیر کر کے صیحانی کہنے لگے۔

☆ **قوله قال ابو داؤد**

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب یہ اندازہ ہو گیا کہ صاع پانچ رطل اور ثلث رطل کا ہوتا ہے تو اگر کوئی شخص صاع ناپنے کے بغیر تول کر پانچ رطل اور ثلث رطل دے تو بھی صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔ شاگرد نے سوال اٹھایا صیحانی کھجور تو بھاری ہوتی ہے امام صاحب پہلے تو سوال کا منشاء نہ سمجھ سکے فرمایا صیحانی کھجور تو بہت اچھی ہوتی ہے صدقہ میں دینی چاہئے جب سوال کا منشاء سمجھ گئے کہ سائل کا مقصد یہ ہے کہ صیحانی کھجور بھاری ہے وزن تو پورا ہو جائے گا مگر صاع نہیں بھرے گا حکم صاع ادا کرنے کا ہے۔

تو ارشاد فرمایا: لا ادری یعنی اس وقت مجھے اس سوال کا جواب مستحضر نہیں۔ احناف کے نزدیک ایسی صورت میں اگر وزن کے ساتھ صدقہ ادا کرے تو کچھ زیادہ دے تا کہ وزن کے ساتھ صاع بھی پورا ہو جائے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله عليه وسلم

بَاب فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ
جنابت کے غسل کے متعلق

یہ باب جنابت کے غسل کے متعلق ہے۔

207 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّهُمْ ذَكَرُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُسْلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَاُفِيْضُ عَلٰى رَاْسِيْ ثَلَاثًا وَّاَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا

سلیمان بن صرد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں جنابت کے غسل کے متعلق ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے سر اقدس پر تین چلو پانی کے ڈال دیتا ہوں اور اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کے ساتھ اشارہ فرمایا۔

(معجم الکبیر: ج:2،ص:112، سنن ابن ماجہ: ج:2،ص:212، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:176، سنن نسائی: ج:1،ص:410)

208 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ مِنْ نَحْوِ الْحِلَابِ فَاَخَذَ بِكَفَّيْهِ فَبَدَاَ بِشِقِّ رَاْسِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ الْاَيْسَرِ ثُمَّ اَخَذَ بِكَفَّيْهِ فَقَالَ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل فرماتے تو برتن میں پانی طلب فرماتے وہ دودھ کی قدر ہوتا پھر اپنے مقدس چلو میں پانی لے کر سر کی سیدھی طرف ڈال دیتے پھر الٹی طرف ڈال دیتے پھر سر کے اوپر دونوں مقدس ہتھیلیوں سے ڈال دیتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:184، سنن نسائی: ج:2،ص:189، صحیح البخاری: ج:1،ص:430، صحیح مسلم: ج:2،ص:196)

209 حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِيْ ابْنَ مَهْدِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ بْنِ قُدَامَةَ عَنْ صَدَقَةَ حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَيْرٍ اَحَدُ بَنِيْ تَيْمِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اُمِّيْ وَخَالَتِيْ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَاَلَتْهَا اِحْدَاهُمَا كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ عِنْدَ الْغُسْلِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ وُضُوْئَهُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُفِيْضُ عَلٰى رَاْسِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَنَحْنُ نُفِيْضُ عَلٰى رُءُوْسِنَا خَمْسًا مِنْ اَجْلِ الضُّفُرِ

بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کے شخص جمیع بن عمیر سے روایت ہے کہ میں اپنی والدہ محترمہ اور خالہ کی معیت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں میں سے ایک نے سوال کیا کہ آپ غسل کے دوران کیا کرتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جیسا وضو فرماتے پھر اپنے مقدس سر پر تین بار پانی ڈال دیتے اور ہم سر پر چوٹیوں کی وجہ سے پانچ بار پانی ڈالتی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ج:2،ص:210، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:180، سنن الدارمی: ج:1،ص:278، مسند ابی یعلیٰ: ج:8،ص:289)

210 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاشِحِيُّ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ قَالَ سُلَيْمَانُ يَبْدَاُ فَيُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلٰى شِمَالِهِ وَقَالَ مُسَدَّدٌ غَسَلَ يَدَيْهِ يَصُبُّ الْاِنَاءَ عَلٰى يَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ اتَّفَقَا فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ وَقَالَ مُسَدَّدٌ يُفْرِغُ عَلٰى شِمَالِهِ وَرُبَّمَا كَنَتْ عَنِ الْفَرْجِ ثُمَّ يَتَوَضَّاُ وُضُوئَهُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْاِنَاءِ فَيُخَلِّلُ شَعْرَهُ حَتّٰى اِذَا رَاٰى اَنَّهُ قَدْ اَصَابَ الْبَشْرَةَ اَوْ اَنْقَى الْبَشْرَةَ اَفْرَغَ عَلٰى رَاْسِهِ ثَلَاثًا فَاِذَا فَضَلَ فَضْلَةً صَبَّهَا عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کا غسل فرماتے۔ سلیمان نے فرمایا کہ سیدھے ہاتھ سے آغاز فرماتے۔ مسدد نے فرمایا کہ برتن سے سیدھے ہاتھ پر پانی ڈال کر دونوں مقدس ہاتھوں کو دھوتے۔ پھر دونوں متفق ہو گئے کہ اپنی فرج کو بھی دھوتے۔ مسدد نے فرمایا کہ الٹے ہاتھ اقدس پر ڈالتے اور بعض اوقات فرج سے کہا تھا پھر نماز جیسے وضو کی طرح وضو فرماتے پھر برتن میں دونوں مقدس ہاتھ ڈالتے اور بالوں کا خلال کرتے حتیٰ کہ جب ملاحظہ فرماتے کہ پانی بالوں کی جڑ تک چلا گیا ہے یا جلد صاف ہو گئی ہے تو تین بار سر پر پانی ڈالتے تھے تو جس قدر پانی بچ جاتا اس کو اپنے اوپر ڈال دیتے۔

(صحیح ابن خزیمہ: جز:1،ص:121)

211 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَنِي سَعِيدٌ عَنْ اَبِي مَعْشَرٍ عَنِ النَّخَعِيِّ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَاَ بِكَفَّيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ مَرَافِغَهُ وَاَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ فَاِذَا اَنْقَاهُمَا اَهْوٰى بِهِمَا اِلٰى حَائِطٍ ثُمَّ يَسْتَقْبِلُ الْوُضُوءَ وَيُفِيضُ الْمَاءَ عَلٰى رَاْسِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل کے جنابت کا ارادہ فرماتے تو اپنی ہتھیلیوں سے ابتداء فرماتے ان دونوں کو دھو کر پھر جوڑوں کو دھوتے اور ان تک پانی پہنچاتے پس جب دونوں صاف ہو جاتیں تو دیوار سے رگڑ لیتے پھر وضو فرماتے اور اپنے سر پر پانی ڈالتے۔

(مسند ابی یعلی: جز:8،ص:268)

212 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَوْكَرٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عُرْوَةَ الْهَمْدَانِيِّ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَئِنْ شِئْتُمْ لَاُرِيَنَّكُمْ اَثَرَ يَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَائِطِ حَيْثُ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر تم چاہو تو میں تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے نشان دیوار پر لگے دکھا دیتی ہوں

جس جگہ آپ ﷺ جنابت کا غسل فرماتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1، ص:173)

213 حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ وَضَعْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنَّبِيِّ غُسْلًا يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَأَكْفَأَ الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى فَغَسَلَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ صَبَّ عَلَى فَرْجِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِشِمَالِهِ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَغَسَلَهَا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَجَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى نَاحِيَةً فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ الْمِنْدِيلَ فَلَمْ يَأْخُذْهُ وَجَعَلَ يَنْفُضُ الْمَاءَ عَنْ جَسَدِهِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ كَانُوا لَا يَرَوْنَ بِالْمِنْدِيلِ بَأْسًا وَلَكِنْ كَانُوا يَكْرَهُونَ الْعَادَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ مُسَدَّدٌ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ دَاوُدَ كَانُوا يَكْرَهُونَهُ لِلْعَادَةِ فَقَالَ هَكَذَا هُوَ وَلَكِنْ وَجَدْتُهُ فِي كِتَابِي هَكَذَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ جان حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے جنابت کے غسل کے لئے پانی رکھا تو آپ ﷺ نے سیدھے ہاتھ پر برتن سے پانی ڈالا اس کو دویا تین بار دھویا پھر اپنی فرج پر پانی چھڑکا اس کو الٹے ہاتھ سے دھویا پھر اپنے مقدس ہاتھ کو زمین پر مار کر اس کو دھولیا پھر کلی فرمائی، ناک میں پانی ڈالا، اپنے چہرہ مقدسہ کو دھویا اور اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو بھی دھویا اپنے سر مقدس اور جسم انور پر پانی بہایا پھر اس جگہ سے ہٹ گئے پھر اپنے دونوں مقدس پاؤں مبارکہ کو دھویا۔ میں نے رومال حاضر خدمت اقدس کیا جس کو آپ ﷺ نے قبول نہ فرمایا اور آپ ﷺ کے مقدس جسم سے پانی کے قطرے گرتے رہے۔ میں نے اس کو ابراہیم کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رومال میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے مگر عادت کو مکروہ جانتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مسدد نے عبداللہ بن داؤد سے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادت کو مکروہ جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اصل مسئلہ تو یہی ہے مگر میں نے اپنی کتاب میں اسی طرح پایا ہے۔

(معجم الکبیر: جز:23، ص:423، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1، ص:177، سنن دارقطنی: جز:1، ص:458، مسند ابی یعلیٰ: جز:13، ص:13)

214 حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْخُرَاسَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يُفْرِغُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى سَبْعَ مِرَارٍ ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ فَنَسِيَ مَرَّةً كَمْ أَفْرَغَ فَسَأَلَنِي كَمْ أَفْرَغْتُ فَقُلْتُ لَا أَدْرِي فَقَالَ

لَا اُمَّ لَكَ وَمَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَدْرِيَ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوئَهُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُفِيضُ عَلٰى جِلْدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ يَقُولُ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَطَهَّرُ

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب جنابت کا غسل فرماتے تو سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ پر پانی کو سات بار ڈالتے پھر اپنی فرج کو دھوتے ایک بار بھول گئے کہ کتنی بار ڈالنا ہے تو انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ میں نے کتنی بار پانی ڈالا ہے۔ میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے لیے تیری ماں نہ رہے آپ کو جاننے کے لئے کس نے منع کیا ہے؟ پھر نماز کے وضو جیسا وضو کرتے پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہاتے۔ پھر ارشاد فرماتے: اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طہارت فرماتے تھے۔

(مسند احمد: جز:6، ص:195)

215 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُصْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتِ الصَّلٰوةُ خَمْسِينَ وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعَ مِرَارٍ وَغَسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ سَبْعَ مِرَارٍ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُ حَتّٰى جُعِلَتِ الصَّلٰوةُ خَمْسًا وَّالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ مَرَّةً وَغَسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ مَرَّةً

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پچاس نمازیں تھیں اور جنابت کا غسل سات بار کیا جاتا اور پیشاب والے کپڑوں کو سات بار دھویا جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں عطا فرمائی گئیں، جنابت سے ایک بار غسل کیا جاتا اور پیشاب لگے کپڑوں کو ایک بار دھولیا جاتا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1، ص:179، معجم صغیر: جز:1، ص:123، مسند احمد: جز:2، ص:155)

216 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَاَنْقُوا الْبَشَرَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ حَدِيثُهُ مُنْكَرٌ وَّهُوَ ضَعِيفٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک ہر بال کے تحت جنابت ہے پس تم بال کو دھویا کرو اور جسم کو صاف کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث حارث بن وجیہ منکر ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1، ص:175، تہذیب الآثار للطبری: جز:4، ص:476، سنن ابن ماجہ: جز:2، ص:244)

217 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ زَاذَانَ عَنْ عَلِيٍّ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَاْسِي ثَلَاثًا وَّكَانَ يَجُزُّ شَعْرَهُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جنابت کے غسل میں ایک بال برابر جگہ چھوڑی کہ اس کو نہ دھویا تو اس کو اس طرح آگ کا عذاب دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی وجہ سے میں اپنے سر کا دشمن ہوں اور اپنے بالوں کو منڈوا دیتا ہوں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:1، ص:175، معجم الاوسط: ج:7، ص:120، تہذیب الآثار للطبری: ج:4، ص:472، سنن ابن ماجہ: ج:2، ص:246)

تشریح:

☆ **قوله فقالت عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضا وضوء ه للصلوة**

غسل سے پہلے وضو کرنے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ وضو سنت ہے یا واجب ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ وضو سنت ہے۔

اور داؤد ظاہری کے نزدیک یہ وضو واجب ہے۔

☆ **قوله فيخلل شعره**

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

غسل میں سر کے بالوں کا خلال کرنا بالاتفاق غیر واجب ہے مگر یہ کہ سر کے بال کسی چیز کے ساتھ ملے ہوئے ہوں یعنی کوئی چکناہٹ والی چیز لگ گئی ہو جس سے خلال کے علاوہ پانی بالوں کی تہہ تک نہ پہنچ سکے۔

☆ **قوله فنا ولته المنديل فلم ياخذه**

بدن کو خشک کرنے کے لئے رومال کے استعمال میں اختلاف ہے۔

علامہ کرمانی نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے شوافع کے نزدیک اس مسئلہ پر پانچ قول نقل فرماتے ہیں۔

1- اصح یہ ہے کہ ترک تنشیف اولیٰ ہے۔ 2- تنشیف مکروہ ہے۔

3- مباح ہے۔ 4- مستحب ہے۔

5- مکروہ فی الصیف دون الشتاء۔

اور باقی آئمہ ثلاثہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک تنشیف مباح ہے۔ اور یہی قول راجح ہے جس کی تصریح علامہ قاضی خان نے فرمائی ہے مگر صاحب منیہ نے نشف کو مستحب لکھا ہے۔

☆ **قوله فذكرت ذالك لابراهيم**

یہاں پر یہ معلوم نہیں کہ حضرت ابراہیم کو کہنے والا کون ہے اور مسند احمد کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے کہنے والے راوی اعمش ہیں جو یہاں پر سند میں مذکور ہیں۔ اعمش نے کہا ہے کہ سالم سے جو حدیث مبارکہ میں نے سنی تھی اس کا میں نے ابراہیم نخعی سے ذکر کیا تو انہوں نے اس حدیث مبارکہ کو سننے کے بعد فرمایا فقال کانو الایرون بالمنديل بأساً ۔

☆ قوله كانت الصلوٰة خمسين یعنی شروع میں نمازیں پچاس تھیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پچاس نمازیں فرض کیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بار بار سفارش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکتی اپنے رب عزوجل کے پاس دوبارہ جایئے اور نمازیں کم کرایئے حتیٰ کہ یہ نمازیں پانچ ہو گئیں۔

سوال: اگر یہ سوال کیا جائے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا یہ علم نہیں تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے بالآخر پانچ نمازیں فرض کرنی تھیں تو ابتداءً پچاس نمازیں کیوں فرض کیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کو بھی یہ علم تھا اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم تھا کہ نمازیں صرف پانچ فرض کی جائیں گی مگر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار اپنے پاس بلانا چاہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں بار بار جانا چاہتے تھے اور لذت دیدار کو پھر تازہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے کلام کی سماعت سے پھر شاد ہونا چاہتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس رمز سے آگاہ تھے آپ علیہ السلام بار بار نمازیں کم کرانے کے طریق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج رہے تھے حسن لایزال کی تجلیاں طالب دیدار کو بار بار بلا رہی تھیں اور مشتاق دید سر تا پا نیاز بن کر بار بار حریم ناز میں جا رہا تھا۔ یہ حسن اور عشق اور ناز و نیاز کا معاملہ تھا ورنہ نمازیں تو ابتداءً پانچ فرض کی جا سکتی تھیں۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْوُضُوءِ بَعْدَ الْغُسْلِ

غسل کے بعد وضو کرنا

یہ باب غسل کے بعد وضو کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ہے۔

218 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ وَصَلٰوةَ الْغَدَاةِ وَلَا اَرَاهُ يُحْدِثُ وُضُوْءًا بَعْدَ الْغُسْلِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما کر دو رکعات ادا فرماتے اور صبح کی نماز ادا فرماتے اور میں نے غسل کے بعد نیا وضو کرتے ملاحظہ نہ کیا۔ (المستدرک: ج: 1، ص: 255)

تشریح:

غسل سے فارغ ہونے کے بعد وضو کرنے کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ جس شخص کو حدث اصغر و اکبر دونوں لاحق ہو جائیں تو اس پر وضو اور غسل دونوں واجب ہیں اگر غسل سے پہلے وضو نہ کیا تو غسل کے بعد کرے۔

دوسری روایت ان سے یہ ہے کہ

اگر غسل ہی میں جنابت اور حدث دونوں سے طہارت کی نیت کر لے تو غسل کے ضمن میں وضو بھی ادا ہو جائے گا اور اگر نہ مستقلاً وضو کیا اور نہ غسل میں حدث سے طہارت کی نیت کی تو پھر ان کا موقف یہ ہے کہ ایسے شخص کے ذمہ وضو واجب ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْمَرْاَةِ هَلْ تَنْقُضُ شَعْرَهَا عِنْدَ الْغُسْلِ

عورت غسل کرتے کیا اپنے بالوں کو کھولے؟

اس باب میں عورت کا غسل کے وقت اپنے بالوں کو کھولنے یا نہ کھولنے کا حکم ہے۔

219 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ امْرَاَةً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَالَ زُهَيْرٌ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ امْرَاَةٌ اَشُدُّ ضُفُرَ رَاْسِيْ اَفَاَنْقُضُهُ لِلْجَنَابَةِ قَالَ اِنَّمَا يَكْفِيْكِ اَنْ تَحْفِنِيْ عَلَيْهِ ثَلَاثًا وَقَالَ زُهَيْرٌ تُحْثِيْ عَلَيْهِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ مِنْ مَاءٍ ثُمَّ تُفِيْضِيْ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِكِ فَاِذَا اَنْتِ قَدْ طَهُرْتِ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ نَافِعٍ يَعْنِي الصَّائِغَ عَنْ اُسَامَةَ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ امْرَاَةً جَائَتْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَتْ فَسَاَلْتُ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ فِيْهِ وَاغْمِزِيْ قُرُوْنَكِ عِنْدَ كُلِّ حَفْنَةٍ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مسلمانوں سے ایک عورت نے زہیر سے کہا کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اپنے سر کے بالوں کو شدت سے باندھتی ہوں تو کیا جنابت کے غسل کے لئے ان کو کھولوں۔ آپ

ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ کے لئے تین چلو سر پر پانی ڈالنا کفایت کرے گا۔ زہیر نے کہا: تین چلو پانی سر پر ڈال کر اس کو تمام جسم پر بہا دو تو تم طاہر ہو جاؤ گی۔ مقبری نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی پچھلی حدیث کی طرح روایت کر کے فرمایا کہ اسی کے لئے میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اسی معنیٰ کے ساتھ اس میں بیان کیا کہ ہر چلو کے ساتھ اپنی لٹوں کو نچوڑا کرو۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:126، السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1،ص:178 '(سنن ترمذی: جز:1،ص:176، معجم الاوسط: جز:2،ص:227، سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:252)

220 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَبِیْ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِیَّةَ بِنْتِ شَیْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَتْ اِحْدَانَا اِذَا اَصَابَتْهَا جَنَابَةٌ اَخَذَتْ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ هٰکَذَا تَعْنِیْ بِکَفَّیْهَا جَمِیْعًا فَتَصُبُّ عَلٰی رَاْسِهَا وَاَخَذَتْ بِیَدٍ وَاحِدَةٍ فَصَبَّتْهَا عَلٰی هٰذَا الشِّقِّ وَالْاُخْرٰی عَلَی الشِّقِّ الْاٰخَرِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے کسی ایک کو بھی جنابت کے غسل کی ضرورت پیش آتی تو تین چلو پانی کے حاصل کرتے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ اس طرح۔ تو اپنے سر پر پانی ڈالتے۔ ایک پانی کا چلو لے کر ایک طرف اور دوسرا چلو دوسری طرف ڈالتے۔

221 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُوَیْدٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کُنَّا نَغْتَسِلُ وَعَلَیْنَا الضِّمَادُ وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُحِلَّاتٌ وَّمُحْرِمَاتٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم غسل کرتے اس حال میں کہ ہم نے سر کو جمایا ہوتا اور ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حالت احرام اور حالت احرام کے بغیر ہوتیں۔

(سنن البیہقی: جز:1،ص:18، مسند احمد: جز:51،ص:68)

222 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ قَالَ قَرَاْتُ فِیْ اَصْلِ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ عَیَّاشٍ قَالَ ابْنُ عَوْفٍ وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ اَبِیْهِ حَدَّثَنِیْ ضَمْضَمُ بْنُ زُرْعَةَ عَنْ شُرَیْحِ بْنِ عُبَیْدٍ قَالَ اَفْتَانِیْ جُبَیْرُ بْنُ نُفَیْرٍ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ اَنَّ ثَوْبَانَ حَدَّثَهُمْ اَنَّهُمْ اسْتَفْتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَمَّا الرَّجُلُ فَلْیَنْشُرْ رَاْسَهٗ فَلْیَغْسِلْهُ حَتّٰی یَبْلُغَ اُصُوْلَ الشَّعْرِ وَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَلَا عَلَیْهَا اَنْ لَّا تَنْقُضَهٗ لِتَغْرِفْ عَلٰی رَاْسِهَا ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ بِکَفَّیْهَا

حضرت شریح بن عبید سے روایت ہے کہ جبیر بن نضیر نے مجھے جنابت کے غسل کے بارے میں فتویٰ عطا فرمایا کہ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث روایت کی کہ انہوں نے اسی کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار فرمایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرد اپنے سر کو کھول کر دھوئے حتیٰ کہ پانی بالوں کی تہہ تک پہنچے اور رہی عورت تو اس پر ضروری نہیں ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تین چلو پانی اپنے سر پر نہ ڈالے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۲)

شرح:

☆ قوله انی امراة اشد صغر راسی افانقضه الخ

جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جب غسل کرنے والی عورت کے سر کے بالوں میں بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ جائے تو اس کے لئے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر بالوں کو کھولے بغیر اس کے سر میں پانی نہ پہنچے تو پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر محمول ہے کہ ان کے سر کے بالوں میں پانی پہنچ جاتا تھا۔

بہار شریعت میں ہے۔

سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بغیر کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 317)

☆ حدثنا زهير بن حرب قوله وقال زهير انها قالت

اس حدیث مبارکہ کی سند میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے دو اساتذہ کرام ہیں۔

1- زہیر 2- ابن السرح جن کا نام احمد بن عمرو بن السرح ہے۔

ان دونوں کی روایت میں فرق یہ ہے کہ

ابن السرح کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والی عورت مسلمانوں میں سے ہے اور زہیر کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سوال کرنے والی خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْجُنُبِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِخِطْمِيٍّ أَيُجْزِئُهُ ذٰلِكَ

جنبی کا اپنے سر کو خطمی سے دھونا کیا یہ اس کو کافی ہوگا

اس باب میں خطمی سے سر کو دھونے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

223 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُوَائَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِالْخِطْمِيِّ وَهُوَ جُنُبٌ يَجْتَزِئُ بِذَلِكَ وَلَا يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کے غسل کے دوران اپنے مقدس سر کو خطمی سے دھوتے تو اس کو کفایت کرنے والا جانتے اور سر پر پانی نہ پہنچاتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:1،ص:182)

تشریح:

☆ قوله يغسل بالخطمى

خطمی ایک خوشبودار گھاس ہے جو دواؤں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اس میں خاص چیز یہ ہے کہ اس کو پانی میں بھگونے سے پانی میں جھاگ بن جاتی ہے پھر اس سے داڑھی اور سر کے بالوں وغیرہ کو دھویا جاتا ہے جس کی وجہ سے بال ملائم اور جلد صاف ہو جاتی ہے۔

سوال: اب سوال یہ ہے کہ

ماء مخلوط بشیء طاهر سے وضو یا غسل جائز ہے یا نہیں۔

جمہور کے نزدیک ماء مخلوط بشیء طاهر سے وضو یا غسل جائز نہیں۔ احناف کے نزدیک جائز ہے۔ یہ حدیث مبارکہ احناف کی دلیل ہے اور اسی طرح ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا بماء فيه اثر العجين جس طرح کہ نسائی کی روایت میں ہے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر مستقل ترجمہ قائم فرمایا ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم .

بَاب فِيمَا يَفِيضُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنَ الْمَاءِ

مرد اور عورت کے مابین بہنے والا پانی

224 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُوَائَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عَائِشَةَ فِيمَا يَفِيضُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنَ الْمَاءِ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ كَفًّا مِنْ مَاءٍ يَصُبُّ عَلَيَّ الْمَاءَ ثُمَّ يَأْخُذُ كَفًّا

مِنْ مَاءٍ ثُمَّ يَصُبُّهُ عَلَيْهِ

بنی سواءۃ بن عامر کے ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرد اور عورت کے مابین بہنے والے پانی کے بارے میں روایت کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چلو پانی لے کر اس کو پانی پر (یعنی منی) پر ڈالتے پھر چلو پانی کا لے کر خود پر ڈالتے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:2، ص:411)

تشریح:

☆ قوله يا خذكفا من مآء يصب على الماء الخ

اس پانی کا مصداق اگر تو ہے مذی تب تو کپڑے کو دھونا بالاتفاق طہارت کے لئے تھا اور اگر منی ہے تو پھر کپڑوں کو دھونا احناف اور مالکیہ کے نزدیک طہارت کے لئے تھا اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک تنظیف کے لئے تھا کیونکہ ان کے نزدیک منی طاہر ہے۔ واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِيْ مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ وَمُجَامَعَتِهَا

حائضہ کے ساتھ کھانا اور مجامعت کرنا

یہ باب حائضہ کے ساتھ کھانے اور مجامعت کے متعلق ہے۔

225 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ الْيَهُوْدَ كَانَتْ اِذَا حَاضَتْ مِنْهُمُ الْمَرْاَةُ اَخْرَجُوهَا مِنَ الْبَيْتِ وَلَمْ يُؤَاكِلُوْهَا وَلَمْ يُشَارِبُوْهَا وَلَمْ يُجَامِعُوْهَا فِي الْبَيْتِ فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ (وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَامِعُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ وَاصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرَ النِّكَاحِ فَقَالَتِ الْيَهُوْدُ مَا يُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلُ اَنْ يَدَعَ شَيْئًا مِنْ اَمْرِنَا اِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ فَجَاءَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ ابْنُ بِشْرٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا اَفَلَا نَنْكِحُهُنَّ فِي الْمَحِيْضِ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ فِيْ اٰثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَظَنَنَّا اَنَّهُ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہود کی کسی عورت کو حیض آتا تھا تو اس کو گھر سے نکال دیتے نہ تو وہ اس کو اپنے ساتھ گھر میں رکھتے اور نہ ہی اس کے ساتھ کھاتے پیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر آیت کریمہ نازل فرمائی۔ اور آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ گندگی ہے پس عورتوں سے جدا رہو حیض میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو گھروں میں اپنے ساتھ رکھ لو اور مباشرت کے علاوہ سب کرو۔ تو یہود نے کہا: یہ شخص ہمارے معاملہ میں کچھ بھی ترک نہیں کر رہا کہ جس میں ہماری مخالفت نہ کرے۔ تو حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہودی تو اس طرح اس طرح کہتے ہیں تو پھر ہم کیوں نہ حیض کی حالت میں جماع کر لیں تو یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس متغیر ہو گیا حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ ان دونوں پر غصہ فرمایا ہے تو وہ دونوں چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں دودھ حاضر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلایا اور دودھ پلایا پس ہم نے جان لیا کہ ان پر غصہ نہیں تھا۔

(الموطا: ج:1، ص:137، سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:1، ص:313، سنن ترمذی: ج:10، ص:237، سنن دارمی: ج:1، ص:361)

226 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَتَعَرَّقُ الْعَظْمَ وَاَنَا حَائِضٌ فَاُعْطِيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَمَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ فِيْهِ وَضَعْتُهُ وَاَشْرَبُ الشَّرَابَ فَاُنَاوِلُهُ فَيَضَعُ فَمَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ كُنْتُ اَشْرَبُ مِنْهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حیض میں ہڈی کو چوس رہی تھی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مقدس منہ اسی مقام پر رکھا جس پر میرا منہ رکھا ہوا تھا اور میں پانی پی کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقام پر اپنا مقدس منہ رکھتے جہاں سے میں پی رہی ہوتی تھی۔

(سنن ابن ماجہ: ج:2، ص:359، سنن نسائی: ج:1، ص:126، سنن نسائی بشرح للسیوطی: ج:1، ص:59، مسند احمد: ج:50، ص:462)

227 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ رَاْسَهُ فِيْ حِجْرِيْ فَيَقْرَاُ وَاَنَا حَائِضٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جھولی میں اپنے مقدس سر کو رکھ کر تلاوت کرتے اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی (تھی)

(سنن ابن ماجہ: ج:2، ص:295، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:312، شرح السنہ للبغوی: ج:1، ص:249، صحیح البخاری: ج:1، ص:495)

تشریح:

حائضہ عورت نجس العین نہیں ہے وہ کھانا پکا سکتی ہے گھر کے کام کاج کر سکتی اور جسم کو چھو سکتی ہے یہاں پر مجامعت سے مراد مساکنت فی البیوت ہے نہ کہ جماع مراد ہے۔

☆ قوله افلا ننكحهن في المحيض

مسلم شریف کی روایت میں افلا ننكحهن کے بجائے افلا نجامعهن آیا ہے اور اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں مجامعت فی البیوت سے کی ہے اور مطلب یہ لکھا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے ہو تو ہم عورتوں کے ساتھ حالت حیض میں مجامعت یعنی مساکنت ترک کر دیں تا کہ کلهم یہود سے موافقت ہو اور ان کے طعن و تشنیع سے محفوظ ہو جائیں۔

☆ قوله كنت اتعرق العظيم وانا حائض

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں ہڈی پر گوشت کو کھاتی حالانکہ میں حالت حیض میں ہوتی تھی پھر یہ ہڈی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاص اس جگہ سے اس کو تناول فرماتے جس جگہ سے میں کھاتی تھی۔

اس سے ایک تو یہود کی مخالفت ہوئی اور دوسرا میاں بیوی کے درمیان محبت کی تعلیم ثابت ہوئی اور تیسرا حائضہ عورت کا بچا ہوا کھانے کا جواز ثابت ہوا۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب فِي الْحَائِضِ تُنَاوِلُ مِنَ الْمَسْجِدِ

حائضہ کا مسجد سے کچھ اٹھانا

یہ باب حائضہ عورت کا مسجد سے کچھ اٹھانے یا نہ اٹھانے کے متعلق ہے۔

228 حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مسجد سے بوریا اٹھا دو۔ میں نے عرض

کیا: میں تو حائضہ ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں نہ۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 2، ص: 293، سنن البیہقی الکبری: جز: 1، ص: 186، سنن ترمذی: جز: 1، ص: 227، سنن دارمی: جز: 1، ص: 278)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ حائضہ مسجد میں ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز دوسرے سے لے بھی سکتی ہے اور دے بھی سکتی ہے کیونکہ ممانعت تو دخول کے متعلق ہے نہ کہ ہاتھ داخل کرنے کے متعلق اور ہاتھ کو داخل کرنے میں عرفاً دخول نہیں سمجھا جاتا۔

☆ قوله نا ولینی الخمرة من المسجد

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں احتمال ہیں۔

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ

من المسجد حال واقع ہے الخمرہ سے یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ بوریا جو مسجد میں وہ اٹھا کر مجھے دے دیں اس صورت میں آپ ﷺ ہوں گے خارج مسجد اور حصیر مسجد میں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

من المسجد حال واقع ہے رسول اللہ ﷺ سے اور معنیٰ یہ ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا جبکہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرماتے کہ مجھے بوریا دے دو۔ اس صورت میں حضور ﷺ تو ہوں گے مسجد میں اور حصیر ہوگا خارج مسجد میں۔

صاحب مجمع البحار نے لکھا ہے کہ

من المسجد یا تو متعلق ہے ناولینی سے یا قال سے۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔

یہ بورا مسجد سے اٹھا کر مجھے دے دو۔

دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔

آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ بورا مجھے اٹھا دو۔

قوله ان حیضتك لیت فی یدك ۔

یہاں پر اختلاف یہ ہے کہ

یہ لفظ حیضہ بکسر الحاء ہے یا بفتح الحاء ہے۔

خطابی نے کہا ہے کہ یہ بکسر الحاء ہے اس کے معنیٰ ہیں وہ حالت جو حائضہ کو حیض کی وجہ سے عارض ہوتی ہے جیسے جنابت جو آدمی کو خروج منی سے عارض ہوتی ہے اور حیضہ بفتح الحاء کے معنیٰ دم حیض کے ہیں۔ خطابی نے ان محدثین پر رد کیا ہے جو اس کو

بالفتح پڑھتے ہیں اس کے بالمقابل قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے خطابی کا رد کیا ہے اور کہا ہے درست وہی ہے جو محدثین نے کہا ہے یعنی بالفتح اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ دم حیض جس سے مسجد کو بچانا ضروری ہے وہ ہاتھ پر کہاں ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ کی رائے کو ترجیح دی ہے۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الْحَائِضِ لَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ

حائضہ قضاء نماز نہ پڑھے گی

یہ باب حائضہ کے لئے قضاء نماز نہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

---

229 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مُعَاذَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلٰوةَ فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ لَقَدْ كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نَقْضِي وَلَا نُؤْمَرُ بِالْقَضَاءِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ عَنْ عَائِشَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَزَادَ فِيهِ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ

حضرت معاذہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا حائضہ عورت قضاء نماز پڑھے گی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تو حروریہ ہے ہم کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حیض آتا تو ہم قضاء نہ پڑھتے اور نہ قضاء کی ادائیگی کا حکم فرمایا۔ معاذہ عدویہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح حدیث بیان کرتی ہیں۔ اس میں زیادتی یہ ہے کہ ہم کو روزے کی قضاء کرنے کا حکم فرمایا گیا اور نماز کی قضاء پڑھنے کا حکم نہ فرمایا گیا۔

(سنن ابن ماجہ: ج:2، ص:291، سنن ترمذی: ج:1، ص:219، سنن دارمی: ج:1، ص:250، سنن نسائی: ج:2، ص:118)

تشریح:

حیض کے ایام میں نمازیں معاف ہیں حائضہ عورت پر قضاء نماز نہیں ہے ہاں روزوں کی قضاء دوسرے ایام میں کرے گی۔

درمختار میں ہے: ان دنوں (یعنی ایام حیض) میں نمازیں معاف ہیں ان کی قضاء بھی نہیں اور روزوں کی قضاء اور دنوں میں

رکھنا فرض ہے۔(درمختار،ج:1،ص:532)

روزے کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جاتا رہا اس کی قضاء رکھے فرض تو قضاء فرض ہے اور نفل تھا تو قضاء واجب ہے۔(درمختار،ج:1،ص:533)

☆ **قوله فقالت احرورية انت**

یہاں پر حروریہ نسبت ہے حروراء کی جانب جو کوفہ کے قریب ایک بستی ہے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف وہاں خوارج کا اجماع ہوا تھا اس سے خوارج کو اس بستی کی طرف منسوب کر کے حروری کہا جاتا ہے۔

سوال: یہاں پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سائلہ کو اس کے سوال پر ایک ہی دفعہ فرقۂ خوارج کی جانب کس طرح منسوب کر دیا جو کہ یقیناً ایک بددین فرقہ ہے۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بظاہر یہ شبہ ہوا کہ سائلہ کو اس حکم شرعی کے ثبوت میں تردد ہے جس طرح کہ مسلم کی روایت کے الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے۔

مسلم کی روایت میں یوں الفاظ ہیں کہ

ایک عورت نے کہا: ما بال الحائض تقضی الصوم ولا تقضی الصلوٰة

اس وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں یہ صورت اختیار فرمائی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا بطور خوش طبعی کے ہو حقیقت کلام مراد نہ ہو۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِیْ اِتْیَانِ الْحَائِضِ

حائضہ سے وطی کا کفارہ

یہ باب حائضہ سے وطی کے کفارے کے متعلق ہے۔

230 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي يَأْتِي امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ أَوْ نِصْفِ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰكَذَا الرِّوَايَةُ الصَّحِيحَةُ قَالَ دِينَارٌ أَوْ نِصْفُ دِينَارٍ وَرُبَّمَا لَمْ يَرْفَعْهُ شُعْبَةُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص حیض کی صورت میں اپنی زوجہ سے وطی کر لے تو اس پر ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ ہے۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: ایسے ہی روایت صحیح ہے کہ ایک دینار یا آدھا دینار، اور بعض دفعہ شعبہ اس کو مرفوعاً روایت نہیں فرماتے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج:1،ص:131، مستدرک: ج:1،ص:278، معجم الکبیر: ج:11،ص:269، سنن ابن ماجہ: ج:2،ص:304)

231 حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْجَزَرِيِّ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا أَصَابَهَا فِي أَوَّلِ الدَّمِ فَدِينَارٌ وَإِذَا أَصَابَهَا فِي انْقِطَاعِ الدَّمِ فَنِصْفُ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ مِقْسَمٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا: جب حیض کے آغاز میں وطی کر لی تو ایک دینار اور انقطاع حیض پر وطی کر لی تو آدھا دینار صدقہ کرے۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: ابن جریج، عبدالکریم نے مقسم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(مستدرک: ج:1،ص:279، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:317، سنن دارمی: ج:1،ص:270، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج:11،ص:401)

232 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِأَهْلِهِ وَهِيَ حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ بَذِيمَةَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَرَوَى الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آمُرُهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِخُمْسَيْ دِينَارٍ وَهٰذَا مُعْضَلٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص حیض میں اپنی زوجہ سے وطی کر لے تو اس کو چاہیے کہ آدھا دینار صدقہ کرے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: علی بن بذیمہ اور مقسم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً اسی طرح روایت کیا ہے۔ اوزاعی، یزید

بن ابو مالک، عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے نبی کریم ﷺ سے روایت کر کے فرمایا کہ دوخمس دینار کا حصہ صدقہ کرے اور یہ معضل ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1،ص:316،سنن دارقطنی: ج:9،ص:60،مسند البزار: ج:2،ص:164)

یہاں پر دو مسئلے ہیں:

1- حالت حیض میں وطی کرنا کیسا؟ 2- کفارہ کی شرعی حیثیت

اب حالت حیض میں عورت سے وطی کرنے کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم تو یہ ہے کہ

حائضہ عورت کی فرج میں جماع کے ساتھ مباشرت کی جائے یہ قرآن مجید کی نص صریح، سنت صحیحہ اور اجماع مسلمین سے حرام ہے۔

ہمارے اصحاب نے یہاں تک فرمایا ہے کہ

اگر کوئی شخص حائضہ عورت کی فرج میں جماع کو حلال سمجھے تو وہ کافر مرتد ہو جائے گا اور اگر کوئی انسان اس کو حلال سمجھے بغیر بھول یا جہالت سے حائضہ سے جماع کرے تو اس کا کوئی گناہ ہے نہ کفارہ ہے اور اگر کسی شخص کو حیض اور مسئلہ کا علم ہو اور وہ عملاً حائضہ سے فرج میں وطی کر لے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس پر توبہ واجب ہے اور کفارہ کے وجوب کے متعلق امام شافعی کا زیادہ صحیح قول جدید، امام احمد کا ایک قول اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اور جمہور سلف کا یہ قول ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ثانی جو قول قدیم اور قول ضعیف ہے کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے۔

حضرت ابن عباس حضرت حسن بصری حضرت سعید بن جبیر

حضرت قتادہ حضرت اوزاعی حضرت اسحاق

اور حضرت امام احمد کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔

کفارہ کی مقدار میں ان کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: ایک غلام آزاد کرنا ہے۔

اور بعض نے کہا:

ایک دینار ہے۔

بعض نے کہا: نصف دینار ہے۔

ان کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے، جو کہ اسی باب کی ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں جماع کیا وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ یہ حدیث آئمہ حفاظ کے اتفاق سے ضعیف ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ

ناف سے اوپر یا گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کے ساتھ مباشرت کی جائے اس کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹائے یا بوسہ دے یا اس کو مس کرے یہ قسم تمام علماء کرام کے اتفاق سے حلال ہے۔

اور شیخ ابو حامد السفر ائنی اور ایک جماعت کثیرہ نے نقل کیا ہے کہ

اس پر اجماع ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تہبند کے اوپر سے مباشرت کی تھی۔

تیسری قسم یہ ہے کہ

قبل اور دبر کے علاوہ ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کے ساتھ مباشرت کی جائے۔

اس میں تین قول ہیں:

1- یہ حرام ہے۔

2- حرام نہیں ہے مکروہ تنزیہی ہے۔

3- اگر کسی شخص کو یہ اعتماد ہو کہ وہ فرج تک تجاوز نہیں کرے گا خواہ اس کی وجہ ضعف شہوت ہو یا شدت تقویٰ اس کے لئے یہ جائز ہے اور جس کو یہ اعتماد نہ ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

امام مالک، امام ابو حنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مطلقاً حرام ہے۔

اور حضرت عکرمہ	حضرت مجاہد	حضرت شعبی	حضرت نخعی
حضرت حکم	حضرت ثوری	حضرت اوزاعی	حضرت امام احمد بن حنبل
حضرت محمد بن الحسن	حضرت اسحاق بن راہویہ	حضرت ابو ثور	حضرت ابن المنذر

اور حضرت داؤد ظاہری کے نزدیک یہ جائز ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

جماع کے علاوہ ہر کام کرو اور نبی کریم ﷺ کا صرف تہبند کے اوپر سے مباشرت کرنا استحباب پر محمول ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ہم بستری یعنی جماع اس حالت میں حرام ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، ج:1، ص:39)

ردالمحتار میں ہے: جو شخص حائضہ عورت سے حلال سمجھ کر مباشرت کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ (ردالمحتار، ج:1، ص:195)

☆ حدثنا محمد بن الصباح قوله وهذا معضل

اس باب کے آخر پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ معضل ہونے کا حکم لگا رہے ہیں۔ معضل وہ حدیث مبارکہ ہے جس کی سند سے دو راوی مسلسل ساقط ہوں یہاں پر جو دوراوی ساقط ہیں وہ عبدالحمید کے بعد کے ہیں وہ دوراوی کون ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے تعرض نہیں کیا البتہ بیہقی کی روایت جو آگے آرہی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں مگر یاد رہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن داسہ کے نسخہ سے نقل فرمایا ہے جس کی سند اس طرح ہے۔

عن عبدالحمید بن عبدالرحمن اظنه عن عمر

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ حدیث منقطع ہے عبدالحمید اور عمر کے درمیان انقطاع ہے لہٰذا یہ روایت نسخہ ابن داسہ کے لحاظ سے صرف منقطع ہے ہمارا نسخہ جو ابوعلی لؤلوی کی طرف منسوب ہے اس کے لحاظ سے معضل ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں متن میں امره ان یتصدق میں ضمیر کا مرجع حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بجائے دینار یا نصف دینار کے دو خمس دینار تصدق کا جو حکم فرمایا اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ جس طرح بیہقی میں اس عورت کے بارے میں ہے۔

انها كانت تكره الرجل

یہ عورت مرد کی خواہش نہ رکھتی تھی۔

اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے وطی اس حالت میں یہ سمجھ کر کی یہ ویسے ہی بہانہ بنا رہی ہے قصداً نہیں کی تھی اس لیے کفارہ میں تخفیف کی گئی۔

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم ۔

بَاب فِي الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنْهَا مَا دُوْنَ الْجِمَاعِ
اس شخص کے متعلق جو حائضہ سے جماع کے علاوہ تمام کرے

یہ باب حائضہ عورت سے جماع کے علاوہ افعال کرنے کے متعلق ہے۔

233 حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَبِيْبٍ مَوْلٰى عُرْوَةَ عَنْ نُدْبَةَ مَوْلَاةِ مَيْمُوْنَةَ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُبَاشِرُ الْمَرْاَةَ مِنْ نِسَائِهٖ وَهِيَ حَائِضٌ اِذَا كَانَ عَلَيْهَا اِزَارٌ اِلٰى اَنْصَافِ الْفَخِذَيْنِ اَوِ الرُّكْبَتَيْنِ تَحْتَجِزُ بِهٖ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے حالت حیض میں مباشرت کرتے اور وہ ازار سے آدھی رانوں یا گھٹنوں تک پردہ کی ہوئی ہوتیں۔

(سنن نسائی: ج:2،ص:108، سنن نسائی بشرح السیوطی: ج:1،ص:207)

234 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ اِحْدَانَا اِذَا كَانَتْ حَائِضًا اَنْ تَتَّزِرَ ثُمَّ يُضَاجِعُهَا زَوْجُهَا وَقَالَ مَرَّةً يُبَاشِرُهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے کوئی جب حائضہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ازار باندھنے کا حکم ارشاد فرماتے، پھر اس کے ساتھ آرام فرماتے۔ اور ایک بار فرمایا کہ ان سے مباشرت فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:310، سنن نسائی: ج:1،ص:466، شرح معانی الآثار: ج:3،ص:36، صحیح ابن حبان: ج:4،ص:199)

235 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ جَابِرِ بْنِ صُبْحٍ سَمِعْتُ خِلَاسًا الْهَجَرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ كُنْتُ اَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيتُ فِي الشِّعَارِ الْوَاحِدِ وَاَنَا حَائِضٌ طَامِثٌ فَاِنْ اَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ ثُمَّ صَلَّى فِيهِ وَاِنْ اَصَابَ تَعْنِي ثَوْبَهُ مِنْهُ شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ ثُمَّ صَلَّى فِيهِ

خلاس ہجری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رضائی میں شب بسری کرتے اس حال میں کہ میں حیض کی حالت میں ہوتی پس اگر مجھ سے کچھ لگ بھی جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو دھو کر نماز ادا فرماتے اور اگر میرا خون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر لگتا تو اسی جگہ کو دھوتے اور زیادہ نہ دھوتے پھر اسی میں نماز ادا فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:313، سنن نسائی: ج:1،ص:463، مسند ابی یعلیٰ: ج:8،ص:230، سنن نسائی بشرح السیوطی: ج:1،ص:165)

236 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ عَنْ عُمَارَةَ ابْنِ غُرَابٍ قَالَ اِنَّ عَمَّةً لَهُ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِحْدَانَا تَحِيضُ وَلَيْسَ لَهَا وَلِزَوْجِهَا اِلَّا فِرَاشٌ وَاحِدٌ قَالَتْ اُخْبِرُكِ بِمَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فَمَضَى اِلَى مَسْجِدِهِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ تَعْنِي مَسْجِدَ بَيْتِهِ فَلَمْ يَنْصَرِفْ حَتّٰى غَلَبَتْنِي عَيْنِي وَاَوْجَعَهُ الْبَرْدُ فَقَالَ اُدْنِي مِنِّي فَقُلْتُ اِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ وَاِنْ اكْشِفِي عَنْ فَخِذَيْكِ فَكَشَفْتُ فَخِذَيَّ فَوَضَعَ خَدَّهُ وَصَدْرَهُ عَلَى فَخِذِي وَحَنَيْتُ عَلَيْهِ حَتّٰى دَفِئَ وَنَامَ

عمارہ ابن غراب کو ان کی پھوپھی نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ ہم میں سے کسی عورت کو جب حیض آئے حالانکہ ان کے پاس ایک ہی لحاف ہو تو (وہ کیا کرے) آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں آپ کو بیان کرتی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ ایک شب میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حالانکہ میں حیض کی حالت میں تھی تو آتے ہی مسجد میں تشریف لے گئے جو گھر کی تھی پھر واپس تشریف نہ لائے حتیٰ کہ میری آنکھوں پر نیند غالب آگئی۔ آپ کو سردی لگی تو مجھے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس آؤ۔ میں نے عرض کیا: میں تو حیض کی حالت میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی رانوں کو کھولو تو میں نے رانیں کھول دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخسار مقدس اور سینہ اقدس میری رانوں پر رکھا اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہوگئی حتیٰ کہ سردی دور ہوئی اور سو گئے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1 ص: 313)

237 حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِيْ ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِي الْيَمَانِ عَنْ اُمِّ ذَرَّةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اِذَا حِضْتُ نَزَلْتُ عَنِ الْمِثَالِ عَلَى الْحَصِيْرِ فَلَمْ نَقْرُبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ نَدْنُ مِنْهُ حَتّٰى نَطْهُرَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس وقت مجھے حیض آتا تو میں بستر سے چٹائی پر آجاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت تک نہ جاتی جب تک حیض سے منزہ نہ ہو جاتی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 237)

238 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ مِنَ الْحَائِضِ شَيْئًا اَلْقٰى عَلٰى فَرْجِهَا ثَوْبًا

حضرت عکرمہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ نے روایت کیا ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ مطہرہ سے مباشرت کا ارادہ فرماتے تو وہ حیض کی حالت میں ہوتیں ان کی فرج پر کپڑے ڈالتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1 ص: 314، کنز العمال: جز: 7 ص: 130)

239 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا فِيْ فَوْحِ حَيْضَتِنَا اَنْ نَتَّزِرَ ثُمَّ يُبَاشِرُنَا وَاَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیض کی سختی کے ایام میں ہم کو ازار باندھنے کا حکم ارشاد

فرماتے پھر ہم سے مباشرت فرماتے اور تم میں سے اس قدر اپنی شہوت پر اختیار کن کو ہے جس قدر رسول اللہ ﷺ کو اختیار حاصل تھا۔

(المستدرک: ج:1، ص:279، مسند اسحاق بن راہویہ: ج:2، ص:839)

تشریح:

☆ **حدثنا سعید**

سوال: یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے یہ روایت آئی ہے کہ۔

ان تتزر ثم یضاجعها زوجها گزری ہے اب اس روایت میں ہے۔

فلم تقرب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم . ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے کیونکہ پہلی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حیض والی عورت کے ساتھ لیٹنا جائز ہے دوسری سے پتہ چلتا ہے کہ جائز نہیں اس وجہ سے قریب نہ جاتی تھیں۔

جواب: اس کی چند توجیہات ہیں۔

پہلی توجیہ تو یہ ہے کہ

پہلے لیٹنا جائز نہیں تھا پھر جائز ہو گیا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

ہم جماع کے لئے قریب نہیں جاتی تھیں ساتھ لیٹنے کی نفی نہیں ہے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ

حالت حیض میں ہم ادبا آپ ﷺ کے قریب نہیں جاتی تھیں کہ کہیں کپڑا وغیرہ ملوث نہ ہو جائے اگر آپ ﷺ خود بلا لیتے تو ہم چلی جاتی تھیں یا خود آکر لیٹ جاتے تو لپٹ جاتے۔

☆ **قوله ایکم یملك اربه**

ارب کا معنیٰ ہے خواہش نفس۔ اس جملے کی چند توجیہات ہیں۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کو تو اپنے نفس پر قابو تھا آپ ﷺ حیض والی بیوی کے ساتھ لپٹ کر جماع سے بچ جاتے تھے اس واسطے سے لیٹ جاتے تھے تمہیں اپنے نفس پر قابو نہیں اگر ساتھ لیٹ گئے تو حرام کے مرتکب ہو سکتے ہو لہٰذا اس حالت میں بیوی کے ساتھ نہ لپٹا کرو۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

آپ ﷺ کو تو اپنے نفس پر قابو تھا آپ ﷺ زوجہ محترمہ سے دور رہ کر پریشان نہیں ہوتے تھے اس کے باوجود آپ ﷺ

حیض کی حالت میں زوجہ محترمہ کے ساتھ لیٹ جاتے تھے اور تمہیں اپنے نفس پر قابو نہیں کہ آٹھ دس دن بیوی سے دور رہ سکو اور پریشان نہ ہو لہٰذا تم اپنی بیوی کے ساتھ لیٹ جایا کرو صرف جماع سے بچو۔

☆ قوله يامر احدانا اذا كانت حائضا ان تتزر

یہاں پر قواعد صرفیہ کی رو سے اشکال ہوتا ہے۔

قاعدہ کی رو سے ان تاتزر ہونا چاہئے تھا اس لیے کہ اس کا مصدر ائتزار ہے اور فاء افتعال کو تاء سے بدل کرتاء میں ادغام کرنا قاعدہ کے خلاف ہے اور اتخاذ میں اگرچہ اسی طرح ہوا ہے مگر اہل صرف نے اس کو شاذ کہا ہے روایات حدیثیہ میں کہیں تو قاعدہ کے مطابق آتا ہے اور کہیں ادغام کے ساتھ خلاف قیاس وارد ہے اب بہت سے شراح نے جن میں ابن ہشام، زمخشری اور صاحب قاموس وغیرہ ہیں انہوں نے اس کو خطا اور تحریف کہا ہے البتہ ابن مالک نے یہ فرمایا ہے کہ اس کا مدار سماع پر ہے۔ باب افتعال کے بعض مصادر میں یہ تغیر ہوا ہے اس کی نظائر موجود ہیں جیسے اتکل اور اتمن کما فی قراء ۃ فلیود الذی اتمن۔ لہٰذا یہ بھی اسی قبیل سے ہو سکتا ہے اور اگر اس کو خطا ہی قرار دیا جائے تو اس صورت میں ہو سکتا ہے جب یہ مانا جائے کہ یہ روایات کا تصرف ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لفظ نہیں لیکن اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہو جائے تو پھر کلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بذات خود حجت ہے لانها من فصحاء العرب۔ علامہ کرمانی نے بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ کلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حجت ہے اور بعض علماء کرام نے جواز ادغام کو کوفیین کا مذہب لکھا ہے لہٰذا اس صورت میں تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم .

باب فِي الْمَرْاَةِ تُسْتَحَاضُ وَمَنْ قَالَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ فِي عِدَّةِ الْاَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ

اس حائضہ عورت کے متعلق کہ جس نے کہا کہ جتنے ایام حیض آتا تھا اتنے ایام نماز ترک کر دے

یہ باب مستحاضہ عورت کے احکام کے متعلق ہے۔

240 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدِّمَاءَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا اُمُّ سَلَمَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِتَنْظُرْ عِدَّةَ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ الَّتِيْ كَانَتْ تَحِيْضُهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ اَنْ يُّصِيْبَهَا الَّذِيْ اَصَابَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلٰوةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَاِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ فِيْهِ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَيَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَا

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَجُلًا اَخْبَرَهُ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ قَالَ فَاِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْتَغْتَسِلْ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ يَعْنِيْ ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدِّمَاءَ فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ اللَّيْثِ قَالَ فَاِذَا خَلَّفَتْهُنَّ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْتَغْتَسِلْ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ بِاِسْنَادِ اللَّيْثِ وَبِمَعْنَاهُ قَالَ فَلْتَتْرُكِ الصَّلٰوةَ قَدْرَ ذٰلِكَ ثُمَّ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْتَغْتَسِلْ وَلْتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ تُصَلِّي حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيْهِ تَدَعُ الصَّلٰوةَ وَتَغْتَسِلُ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ وَتَسْتَثْفِرُ بِثَوْبٍ وَتُصَلِّي

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ سَمَّى الْمَرْاَةَ الَّتِيْ كَانَتِ اسْتُحِيْضَتْ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خون جاری ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں استفسار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلے جتنے ایام حیض آتا تھا انہی کا لحاظ رکھے حالانکہ ان کو تو یہ اذیت ہی نہ ہوئی تھی اسی وجہ سے اتنے ایام کی نماز چھوڑ دے اور جب وہ ایام گزر جائیں تو غسل کرے اور لنگوٹ کو باندھے پھر نماز ادا کرے۔ سلیمان بن یسار نے ایک شخص سے روایت کیا اور انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت کا خون جاری ہو گیا اس کا معنیٰ ذکر کر کے فرمایا کہ جب یہ گزر جائیں اور نماز کا وقت آ جائے تو غسل کرے۔ اسی معنیٰ کے ساتھ روایت ہے۔ سلیمان بن یسار نے ایک انصاری مرد سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت جس کا خون جاری رہتا آگے لیث کی حدیث کی طرح حدیث کا معنیٰ بیان کر کے فرمایا کہ جب حیض کے دن گزر جائیں اور نماز کا وقت ہو جائے تو غسل کرے اور اسی معنیٰ سے آگے بیان کیا۔ صخر بن جویریہ نے نافع سے لیث کی اسناد کے ساتھ معناً روایت کر کے فرمایا کہ اس قدر نمازوں کو ترک کر دے پھر جب نماز کا وقت آئے تو غسل کرنا چاہئے اور لنگوٹ باندھے پھر نماز ادا کرے۔ سلیمان بن یسار نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح قصہ بیان کر کے فرمایا کہ ان ایام کی نماز ترک کر دے اور ان کے علاوہ میں غسل کرے اور کپڑے کا لنگوٹ باندھے اور نماز ادا کرے۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: اس عورت کا نام جن کو استحاضہ تھا،

حماد بن زید نے ایوب سے روایت کر کے اس حدیث مبارکہ میں فاطمہ بنت ابوجیش بیان کیا ہے۔

(معجم الکبیر: ج:23،ص:272،الموطا: ج:1،ص:147،سنن اللبیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:332،سنن دار قطنی: ج:2،ص:434)

241 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَرَأَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلْآنَ دَمًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ قُتَيْبَةُ بَيْنَ أَضْعَافِ حَدِيثِ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ فِي آخِرِهَا وَرَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ وَيُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ اللَّيْثِ فَقَالَا جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں خون کے بارے میں استفسار کیا اور میں نے ان کے برتن کو خون سے بھرا ہوا دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا: جن ایام میں تم حیض کی وجہ سے نماز ادا نہ کرتی تھیں ان ایام میں نہ ادا کیا کرو۔ پھر غسل کیا کرو۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: جعفر بن ربیعہ کی حدیث کو قتیبہ نے درمیان اور آخر سے بیان کیا ہے اور اس کو علی بن عیاش اور یونس بن محمد نے لیث سے روایت کیا ہے۔ دونوں نے کہا: جعفر بن ربیعہ۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:330،سنن نسائی: ج:1،ص:343،صحیح مسلم: ج:2،ص:227،مسند احمد: ج:52،ص:332)

242 حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَتْ إِلَيْهِ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ فَانْظُرِي إِذَا أَتَى قَرْؤُكِ فَلَا تُصَلِّي فَإِذَا مَرَّ قَرْؤُكِ فَتَطَهَّرِي ثُمَّ صَلِّي مَا بَيْنَ الْقَرْءِ إِلَى الْقَرْءِ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت فاطمہ بن جیش رضی اللہ عنہا نے ان کو بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خون کا شکوہ کر کے سوال کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: یہ رگ ہے تم نظر رکھو کہ جب یہ ایام آئیں تو نماز نہ پڑھو جب حیض کے ایام گزر جائیں تو طاہر ہو کر ایک حیض سے دوسرے حیض تک نماز ادا کرو۔

(سنن ابن ماجہ: ج:2،ص:276،سنن نسائی: ج:2،ص:81،سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:331،مسند احمد: ج:55،ص:362)

243 حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِي حُبَيْشٍ اَنَّهَا اَمَرَتْ اَسْمَاءَ اَوْ اَسْمَاءُ حَدَّثَتْنِي اَنَّهَا اَمَرَتْهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِي حُبَيْشٍ اَنْ تَسَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَقْعُدَ الْاَيَّامَ الَّتِي كَانَتْ تَقْعُدُ ثُمَّ تَغْتَسِلُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ قَتَادَةُ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيْضَتْ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَدَعَ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلَ وَتُصَلِّيَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ عُرْوَةَ شَيْئًا وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَسَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَدَعَ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا وَهْمٌ مِّنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ لَيْسَ هٰذَا فِي حَدِيْثِ الْحُفَّاظِ عَنِ الزُّهْرِيِّ اِلَّا مَا ذَكَرَ سُهَيْلُ ابْنُ اَبِي صَالِحٍ وَقَدْ رَوَى الْحُمَيْدِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا وَرَوَتْ قَمِيرُ بِنْتُ عَمْرٍو زَوْجُ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَتْرُكُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا اَنْ تَتْرُكَ الصَّلٰوةَ قَدْرَ اَقْرَائِهَا وَرَوَى اَبُوْ بِشْرٍ جَعْفَرُ بْنُ اَبِي وَحْشِيَّةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيْضَتْ فَذَكَرَ مِثْلَهُ وَرَوَى شَرِيْكٌ عَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَرَوَى الْعَلَاءُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ اَنَّ سَوْدَةَ اسْتُحِيْضَتْ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضَتْ اَيَّامُهَا اغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ وَرَوَى سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ الْمُسْتَحَاضَةُ تَجْلِسُ اَيَّامَ قُرْئِهَا وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ عَمَّارٌ مَوْلٰى بَنِي هَاشِمٍ وَطَلْقُ بْنُ حَبِيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ مَعْقِلٌ الْخَثْعَمِيُّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم وَكَذٰلِكَ رَوَى الشَّعْبِيُّ عَنْ قَمِيرَ امْرَاَةِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءٍ وَمَكْحُوْلٍ وَاِبْرَاهِيْمَ وَسَالِمٍ وَالْقَاسِمِ اَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ عُرْوَةَ شَيْئًا

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت جیش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا یا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مجھ سے حدیث بیان کر کے فرمایا کہ مجھے فاطمہ بنت جیش رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ استفسار کرنے کا فرمایا۔ پس ان کو حکم فرمایا کہ جتنے ایام تم نے بیٹھا تھا اتنے دن بیٹھا کرو پھر غسل کیا کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو قتادہ، عروہ بن زبیر نے حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا اپنے حیض کے دنوں میں نماز کو ترک کرو پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔ امام ابوداؤد نے فرمایا: حدیث زہری میں ابن عیینہ نے عمر زائد بیان کیا ہے۔ عمرہ کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو استحاضہ ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ اپنے حیض کے ایام کی نماز کو ترک کر دو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ابن عیینہ کا وہم زہری کے طریق سے یہ حدیث مبارکہ حفاظ کی روایتوں میں نہیں ہے علاوہ ازیں اس کے کہ سہیل ابن ابو صالح کے اور حمید نے اس حدیث کو ابن عیینہ سے روایت کیا ہے اور اس میں حیض کے ایام کی نماز ترک کرنے کا تذکرہ نہیں کیا۔ قمیر بنت عمرو زوج مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ مستحاضہ اپنے حیض کے ایام کی نماز ترک کر دے پھر غسل کرے۔ عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اپنے حیض کے ایام کے مطابق نماز کو ترک کر دیا کرو۔ عکرمہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کا مسئلہ ہوا پھر آگے ویسے ہی روایت کیا۔ شریک، ابو یقظان، عدی بن ثابت، ان کے والد ماجد و دادا محترم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مستحاضہ اپنے حیض کے دنوں کی نماز ترک کر دے پھر غسل کرے اور نماز پڑھے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کا شکوہ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ جب حیض کے دن گزر جائیں تو غسل کرے اور نماز پڑھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مستحاضہ اپنے حیض کے دنوں میں بیٹھی رہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ عروہ سے قتادہ نے کچھ سماع نہیں کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 331)

تشریح:

سب سے پہلے استحاضہ کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: استحاضہ اس خون کو کہا جاتا ہے جو رگ سے نکلتا ہے عورت کی ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد جو خون جاری رہے وہ استحاضہ ہے۔ استحاضہ میں نماز اور روزہ دونوں لازم

ہیں۔ (لسان العرب:ج:7،ص:143)

احناف کے نزدیک مستحاضہ کی تین اقسام ہیں ہر ایک کا الگ حکم ہے۔

تین اقسام درج ذیل ہیں:

1-متبدیہ 2-معتادہ 3-متحیرہ

متبدیہ

وہ عورت ہے جس کو بالغ ہونے کے لئے پہلا خون شروع ہوا اور دس دن سے تجاوز کر گیا روزانہ کچھ نہ کچھ خون آجاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ دس دن مہینہ میں حیض شمار کرے اور نماز ترک کردے باقی بیس دن اس کا استحاضہ ہے وہ معذور کی طرح نماز پڑھتی رہے جب تک صحت مند نہ ہو جائے اسی پر عمل کرتی رہے۔

معتادہ

وہ عورت ہے جو صحت مند تھی اور اس کے حیض کی عادت مقرر تھی مثلاً پانچ یا سات دن، بعد میں بیمار ہوگئی استحاضہ شروع ہو گیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ عادت کے دن جو پانچ یا سات دن ہیں حیض شمار کرے باقی پورا مہینہ اس کا استحاضہ ہے۔

متحیرہ

یہ وہ عورت ہے جو پہلے صحت مند تھی اور اس کے حیض کی عادت مقرر تھی بعد میں بیمار ہوگئی اور اپنی عادت بھی بھول گئی کہ مجھے کتنے دن حیض آتا تھا اس کا حکم یہ ہے کہ یہ تحری کر کے غلبہ ظن متعین کرے، تحری کے ساتھ جتنے دن متعین ہو جائیں وہ حیض شمار کرے باقی استحاضہ ہوگا۔ اگر تحری کر کے غلبہ ظن متعین نہیں کر سکتی تو پھر اس کے دو حال ہو سکتے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ

اسے مکان ایام حیض یاد ہیں یعنی اسے یہ یاد ہے کہ مجھے مہینہ کے شروع میں حیض آتا تھا یا درمیان میں یا آخری میں اگر مکان ایام حیض یاد ہو اور گنتی ایام یاد نہ ہو تو جن دنوں میں اسے شک ہے ان میں غسل لکل صلوٰۃ کرے۔

یہ زیادہ سے زیادہ سات دن ہو سکتے ہیں کیونکہ تین دن تو حیض کے یقینی ہوتے ہیں دن پورے کرنے کے لئے سات دن غسل لکل صلوٰۃ کرے باقی مہینہ معذور کی طرح وضو لکل صلوٰۃ کرے۔ اگر کوئی عورت ایسی ہو کہ بیماری نے اسے اتنا کمزور کر دیا کہ دماغ پر اثر ہو گیا جس کی وجہ سے اسے مکان ایام حیض بھی یاد نہیں تو یہ عورت ہمیشہ غسل لکل صلوٰۃ کرے جب تک بیمار رہے غسل لکل صلوٰۃ کرتی رہے۔ اگر اس کو وقفہ ملتا ہے کچھ دیر تک خون بند رہتا ہے تو دو نمازوں کے لئے ایک غسل کرے اور نمازوں کو صوری طور پر ملا کر پڑھے مثلاً ظہر کو اس کے آخری وقت تک مؤخر کرے اور عصر شروع وقت میں پڑھے دونوں کے لئے ایک غسل کرے۔ اسی طرح مغرب کو مؤخر کر کے اور عشاء کو مقدم کر کے شروع وقت میں پڑھے دونوں کے لئے ایک غسل کرے اور صبح کے لئے ایک غسل کرے۔ اس طرح تین غسل سے پانچ نمازیں پڑھ لے۔ اگر کوئی عورت ایسی بیمار ہوگئی کہ اسے پانی

نقصان دیتا ہے تو تیمّم کر کے نماز پڑھے۔

عطاء بن ابی رباح اور روافض کے نزدیک ہر مستحاضہ دائما غسل لکل صلوٰۃ کرے۔

جمہور کے نزدیک مستحاضہ اولاً تمیز بالالوان کرے، گاڑھے رنگ، سرخ وسیاہ کو حیض شمار کرے اور ہلکے رنگوں کو استحاضہ شمار کرے اور عام عورتوں کی طرح ایک غسل کرلے پھر وضو لکل صلوٰۃ کرے اگر رنگوں سے امتیاز نہ ہو سکے تو عادۃ پر عمل کرے۔

جمہور کے دلائل یہ ہیں۔

باب من قال اذا اقبلت الحیضۃ میں روایت حضرت فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا ہے "**اذا کان دم الحیضۃ فانہ دم السود یعرف**" اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمیز بالالوان پر مدار ہے اور گاڑھے رنگ حیض کے ہوتے ہیں۔

تو ہم نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

اس روایت کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا لہٰذا استدلال درست نہیں۔

عطاء بن ابی رباح اور روافض کی دلیل یہ ہے کہ

اسی باب میں ہے **فامرھا بالغسل لک صلوٰۃ**

ہم نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

مستحاضہ کے بارے میں کئی قسم کی روایات آچکی ہیں سب کو اس پر محمول کرنا مناسب نہیں بلکہ ہر ایک حدیث کا الگ محل متعین کر کے تعارض اٹھانا چاہئے تو اس روایت کا محل متحیرہ ہے۔ امام خطابی نے بھی اس روایت کو متحیرہ پر محمول کیا ہے۔

اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام زہری کے حفاظ شاگرد روایت کو اس طرح نقل نہیں کرتے اس لیے اس روایت کا اعتبار نہیں۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امر استحبابی ہے وجوبی نہیں۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابیہ عورت کو غسل کرنے کا حکم دیا تھا وہ ایک بار غسل کرنا تھا مگر اس صحابیہ نے غسل لکل صلوٰۃ سمجھ لیا یہ سمجھ کا قصور ہے لہٰذا استدلال درست نہیں ہے۔

پانچویں توجیہ یہ ہے کہ

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

کان فنسخ

چھٹی توجیہ یہ ہے کہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غسل کا حکم دیا اور اس نے بھی ایک غسل سمجھا مگر استحبابا غسل لکل صلوٰۃ کرتی تھیں بعض دیکھنے والوں نے غسل لکل صلوٰۃ نقل کرنا شروع کر دیا۔

اب آئیں احناف کے دلائل کی جانب۔ احناف کی سات دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ

استحاضہ کا مدار تمیز بالالوان پر نہیں ہے۔ دلیل بخاری میں تعلیقاً اور موطین میں اسناداً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جب عورتیں دم حیض سے آلودہ کر کے روئی ڈبیہ میں بند کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجتیں کہ ہمارے حیض کا یہ رنگ ہے آیا ہم حیض سے نکل چکی ہیں نماز شروع کر دیں یا ابھی نہیں نکلیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہا فرماتیں۔

جب تک خالص سفید پانی نہ دیکھو تمہارا حیض جاری ہے۔

معلوم ہوا ہر رنگ میں حیض آسکتا ہے رنگوں سے امتیاز ممکن نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ

معتادہ عادت کے دن حیض شمار کرے باقی استحاضہ سمجھے۔

دلیل اس کی زیر بحث روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہے کہ جس میں ہے۔

فلتترك الصلوٰة قدر ذالك من الشهر

اس روایت میں **قدر ذالك** سے مراد عادت ہے۔

دوسری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جس میں ہے۔

فاذا اقبلت الحيضة فدعى الصلوٰة فاذا ادبرت فاغسلى عنك الدم ثم صلى

اس سے معلوم ہوا جن روایات اقبال ادبار عنوان سے اس سے عادت مراد ہے کیونکہ قدر کا لفظ مقدار پر دال ہے الوان پر نہیں۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ

جس مستحاضہ کو غسل لکل صلوٰۃ کا حکم ہے اگر وہ وقفہ پائے تو دو نمازوں کو ایک غسل سے پڑھ لے جمع صوری کی شکل میں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جس میں صراحۃً موجود ہے کہ ظہر وعصر کو جمع کرے اور مغرب وعشاء کو جمع کر کے ایک ایک غسل کرے اور صبح کے لئے ایک غسل کرے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ

عام حالات میں مستحاضہ کو غسل لکل صلوٰۃ نہیں کرنا پڑتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مستحاضہ سے ارشاد فرمایا:

انما ذاق عرق

اور اسی باب میں یہ روایت بھی ہے کہ استحاضہ رگ پھٹنے سے آتا ہے اور رگ پھٹنے سے غسل واجب نہیں ہوتا صرف وضو ٹوٹتا ہے لہٰذا مستحاضہ غسل لکل صلوٰۃ نہ کرے۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ

متبدءہ دس دن حیض اور باقی استحاضہ شمار کرے دلیل اس کی الکامل لابن عدی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے۔

الحیض ثلاثة واربعة و خمسة وستة و سبعة و ثمانية و تسعة و عشرة فاذا جاوزت العشرة فهي مستحاضة ۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ حیض کی اقل مدت تین دن اور اکثر مدت دس دن ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دس دن سے زائد خون آنا استحاضہ ہے۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ

اگر عادت بھول گئی ہو تو تحری کر کے غلبہ ظن متعین کرے۔

دلیل اس کی حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔

فتحيضي ستة ايام او سبعة ايام في علم الله تعالىٰ ذكره ۔

یعنی اگر عادت بھول گئی تو تحری کر کے چھ یا سات دن حیض کے مقرر کر لو باقی استحاضہ ہو گا۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ

زیر بحث روایت ہے اور کثیر روایات میں ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستحاضہ کا حکم پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کبھی نہیں پوچھا کہ تمیز بالالوان کر سکتی ہو یا نہیں بلکہ عادت پر عمل کرنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ تمیز بالالوان پر مدار نہیں ہے۔

نیز یہ بھی جان لیں کہ

حیض کی اقل مدت و اکثر مدت میں اختلاف ہے۔

احناف کے نزدیک اقل مدت تین دن تین رات ہے اور اکثر مدت دس دن ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقل مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اکثر مدت پندرہ یا سترہ دن ہے۔

اورامام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لا حد لاقلہ اور اکثر مدت سترہ یا اٹھارہ دن ہیں۔

☆ حدثنا قتیبة بن سعید قوله عن عائشة انها قالت ان ام حبیبة سالت ۔

اس سے پہلی روایت جس کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد طریق سے ذکر کیا ہے وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی تھیں۔ حضرت فاطمہ بنت ابی جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں اور یہ حدیث مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ حدیث ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق جو عبدالرحمن بن عوف کی زوجہ ہیں جس طرح کہ صحیح مسلم اور نسائی کی روایت میں مصرح ہے۔

☆ قال ابوداؤد و رواه قتیبة بین اضعاف حدیث جعفر بن ربیعة فی آخرها

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ کو میرے استاد قتیبہ نے جعفر بن ربیعہ کی حدیث کے سلسلہ اور اس کے اثناء میں ذکر کیا۔ اضعاف اور تضاعیف کا استعمال اثناء اور درمیان کے معنیٰ میں آتا ہے۔ اصل میں یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اوپر سند میں جو جعفر مذکور ہیں ان سے مراد جعفر بن ربیعہ ہیں اور قرینہ اس کا یہ بیان کیا کہ میرے استاد قتیبہ نے اس حدیث مبارکہ کو جعفر بن ربیعہ کی احادیث مبارکہ کے اثناء میں ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ جعفر جعفر بن ربیعہ ہیں ایک ہی نام کے بہت سے راوی ہوتے ہیں نسب سے تعین ہو جاتی ہے۔ واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم ۔

بَاب مَنْ رَوٰی اَنَّ الْحَیْضَةَ اِذَا اَدْبَرَتْ لَا تَدَعُ الصَّلٰوةَ

جب حیض کے ایام گزر جائیں تو نماز کو ترک نہ کرے

اس باب میں حیض کے ایام میں نماز کو ترک کرنے کا حکم اور ایام حیض گزرنے کے بعد نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

---

244 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَیْلِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِیْ حُبَیْشٍ جَائَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّیْ امْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ وَّلَیْسَتْ بِالْحَیْضَةِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَیْضَةُ فَدَعِی الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِیْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّیْ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامٍ بِاِسْنَادِ زُهَیْرٍ وَمَعْنَاهُ وَقَالَ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَیْضَةُ فَاتْرُکِیْ الصَّلٰوةَ فَاِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِی الدَّمَ عَنْكِ وَصَلِّیْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا آئیں تو عرض کیا کہ میں استحاضہ والی عورت ہوں طاہر نہیں ہوتی تو کیا میں نماز کو ترک کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ رگ کا

خون ہے حیض نہیں ہے۔ جب حیض کے ایام آئیں تو نماز کو ترک کر دو جب یہ گزر جائیں تو خود سے خون دھو کر نماز پڑھو۔ ہشام نے زہیر کی اسناد سے معناً روایت کر کے فرمایا کہ جب حیض کے ایام آئیں تو نماز کو ترک کر دو پس جب اس کی مقدار کے ایام گزر جائیں تو خود سے خون دھو کر نماز پڑھو۔

(معجم الاوسط: ج:4، ص:307، معجم الکبیر: ج:24، ص:357، سنن ابن ماجہ: ج:2، ص:277، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:116)

تشریح:

☆ حدثنا القعنبی قوله فاذا ذهب قدرها

اس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ جب حیض کے دن آجائیں تو عورت نماز کو ترک کر دے اور جب اس کی مقدار گزر جائے تو غسل کر کے نماز شروع کر دے۔ ایک بات جان لیں کہ اقبال کی روایات محدثین لون دم پر محمول کرتے ہیں اور احناف ایام عادت پر۔ اس حدیث مبارکہ میں ذکر اقبال کے بعد فرمایا جا رہا ہے فاذا ذهب قدرها ۔ یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ اقبال حیض باعتبار ایام عادت کے مراد ہے نہ کہ باعتبار الوان کے اس لیے کہ لون مقدار کے قبیل سے نہیں بلکہ کیف کے قبیل سے ہے۔

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم ۔

بَاب مَنْ قَالَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ تَدَعُ الصَّلٰوةَ

جب ایام حیض آئیں تو نماز کو ترک کرے

اس باب میں حیض کے ایام میں نماز ترک کرنے اور ایام مستحاضہ میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

245 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَقِيلٍ عَنْ بُهَيَّةَ قَالَتْ سَمِعْتُ امْرَأَةً تَسْأَلُ عَائِشَةَ عَنِ امْرَأَةٍ فَسَدَ حَيْضُهَا وَأُهْرِيقَتْ دَمًا فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ اٰمُرَهَا فَلْتَنْظُرْ قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحِيضُ فِي كُلِّ شَهْرٍ وَحَيْضُهَا مُسْتَقِيمٌ فَلْتَعْتَدَّ بِقَدْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَيَّامِ ثُمَّ لِتَدَعِ الصَّلٰوةَ فِيهِنَّ أَوْ بِقَدْرِهِنَّ ثُمَّ لِتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ

حضرت بہیہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت کے متعلق پوچھتے ہوئے کہ جس کا حیض خراب ہو جائے اور خون جاری رہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم ارشاد فرمایا کہ ان کو کہو کہ ان کے منتظر رہیں جن میں ان کو صحت یابی میں حیض آیا کرتا تھا ان کو شمار کریں اور اس قدر ایام کی نمازیں ترک کر دیں پھر چاہیے کہ غسل کریں پھر کپڑے کا لنگوٹ باندھیں پھر نماز پڑھیں۔

(معجم الاوسط: ج:4، ص:307، معجم الکبیر: ج:24، ص:357، سنن ابن ماجہ: ج:2، ص:277، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:116)

246 حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَقِيلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمِصْرِيَّانِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنْ هٰذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ زَادَ الْأَوْزَاعِيُّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اسْتُحِيضَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ وَهِيَ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ سَبْعَ سِنِينَ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَلَمْ يَذْكُرْ هٰذَا الْكَلَامَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ غَيْرُ الْأَوْزَاعِيِّ وَرَوَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَاللَّيْثُ وَيُونُسُ وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ وَمَعْمَرٌ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَابْنُ إِسْحٰقَ وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَلَمْ يَذْكُرُوا هٰذَا الْكَلَامَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَإِنَّمَا هٰذَا لَفْظُ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيهِ أَيْضًا أَمَرَهَا أَنْ تَدَعَ الصَّلٰوةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا وَهُوَ وَهْمٌ مِنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيهِ شَيْءٌ يَقْرُبُ مِنَ الَّذِي زَادَ الْأَوْزَاعِيُّ فِي حَدِيثِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو سات سال استحاضہ کا خون جاری رہا اور وہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں تو انہوں نے اس کا فتویٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حیض نہیں لیکن یہ رگ کا خون ہے تو غسل کرو اور نماز پڑھو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اوزاعی نے اس حدیث مبارکہ میں زیادہ بیان کیا ہے کہ زہری عروہ، عمرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں ان کو سات سال استحاضہ رہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ حیض کے دنوں میں نماز ترک کر دو اور جب یہ گزر جائیں تو غسل کر کے نماز پڑھو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو زہری کے ساتھیوں میں سے اوزاعی کے علاوہ کسی نے بھی ذکر نہیں کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ لفظ ہشام بن عروہ، عروہ بن زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابن عیینہ نے یہ زیادتی کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حیض کے دنوں میں نماز کو ترک کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور وہ ابن عیینہ کا وہم ہے اور محمد بن عمرو نے زہری سے جو روایت کی ہے اس میں کچھ اوزاعی کی حدیث کی زیادتی کے قریب ہے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج:1، ص:132، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:1، ص:113، سنن دارقطنی: ج:2، ص:382، سنن ترمذی: ج:1، ص:355)

247 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ مُحَمَّدٍ یَعْنِیْ ابْنَ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَبِیْ حُبَیْشٍ اَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ دَمُ الْحَیْضَةِ فَاِنَّهٗ اَسْوَدُ یُعْرَفُ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَاَمْسِكِیْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِذَا كَانَ الْاٰخَرُ فَتَوَضَّئِیْ وَصَلِّیْ فَاِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا بِهٖ ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ مِنْ كِتَابِهٖ هٰكَذَا ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهٖ بَعْدُ حِفْظًا قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَقَدْ رَوٰى اَنَسُ بْنُ سِیْرِیْنَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِی الْمُسْتَحَاضَةِ قَالَ اِذَا رَاَتِ الدَّمَ الْبَحْرَانِیَّ فَلَا تُصَلِّیْ وَاِذَا رَاَتِ الطُّهْرَ وَلَوْ سَاعَةً فَلْتَغْتَسِلْ وَتُصَلِّیْ و قَالَ مَكْحُوْلٌ اِنَّ النِّسَآءَ لَا تَخْفٰى عَلَیْهِنَّ الْحَیْضَةُ اِنَّ دَمَهَا اَسْوَدُ غَلِیْظٌ فَاِذَا ذَهَبَ ذٰلِكَ وَصَارَتْ صُفْرَةً رَقِیْقَةً فَاِنَّهَا مُسْتَحَاضَةٌ فَلْتَغْتَسِلْ وَلْتُصَلِّ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ یَحْیَى بْنِ سَعِیْدٍ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِیْمٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ فِی الْمُسْتَحَاضَةِ اِذَا اَقْبَلَتِ الْحَیْضَةُ تَرَكَتِ الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتِ اغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ وَرَوٰى سُمَیٌّ وَّغَیْرُهٗ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ تَجْلِسُ اَیَّامَ اَقْرَائِهَا وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ یَحْیَى بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوٰى یُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ الْحَائِضُ اِذَا مَدَّ بِهَا الدَّمُ تُمْسِكُ بَعْدَ حَیْضَتِهَا یَوْمًا اَوْ یَوْمَیْنِ فَهِیَ مُسْتَحَاضَةٌ و قَالَ التَّیْمِیُّ عَنْ قَتَادَةَ اِذَا زَادَ عَلٰى اَیَّامِ حَیْضِهَا خَمْسَةَ اَیَّامٍ فَلْتُصَلِّ و قَالَ التَّیْمِیُّ فَجَعَلْتُ اَنْقُصُ حَتّٰى بَلَغْتُ یَوْمَیْنِ فَقَالَ اِذَا كَانَ یَوْمَیْنِ فَهُوَ مِنْ حَیْضِهَا و سُئِلَ ابْنُ سِیْرِیْنَ عَنْهُ فَقَالَ النِّسَآءُ اَعْلَمُ بِذٰلِكَ

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ بن جحش رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ استحاضہ کی حالت میں تھیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا: جب حیض کا کالا خون آئے تو ان میں نماز ترک کرنا اور جب دوسرے رنگ کا آئے وضو کر کے نماز پڑھتی رہو اس لیے کہ وہ ایک رگ کا خون ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ بن جحش رضی اللہ عنہا استحاضہ کی حالت میں تھیں آگے اسی معنیٰ کے ساتھ روایت کی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: انس بن سیرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مستحاضہ کے متعلق فرمایا کہ جب کالا گاڑھا خون دیکھے تو نماز نہ پڑھے اور جب پاکی دیکھ لے اگرچہ ایک بھی لحہ ہو تو غسل کر کے نماز ادا کرے۔ اور مکحول نے کہا ہے کہ حیض عورتوں سے پوشیدہ نہیں ہوا کرتا اس کا کالا خون اور غلیظ ہوا کرتا ہے جب یہ رنگ ختم ہو جائے اور زرد خون اور پیلا خون ہو جائے تو یہ استحاضہ کا خون ہے اس کو چاہیے کہ غسل کرے اور نماز پڑھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سعید بن مسیّب سے مستحاضہ کے متعلق ہے کہ جب حیض کے ایام آئیں تو نماز ترک کر دے اور جب گزر جائیں تو غسل کرے اور نماز پڑھے۔ اور سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ وہ اپنے حیض کے دنوں میں بیٹھی رہیں۔ اور اسی کی مثل روایت کیا ہے۔ حماد بن سلمہ، یحییٰ بن سعید نے سعید بن مسیّب سے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یونس نے حسن سے روایت کیا ہے کہ جب حائضہ کا خون زیادہ ایام جاری رہے تو حیض کے بعد ایک یا دو دن نماز سے رک جائے اس لیے وہ مستحاضہ ہے۔ تیمی نے قتادہ سے کہا۔ جب حیض کے ایام سے پانچ یوم زیادہ ہو جائیں تو کیا نماز پڑھنی چاہیے۔ تیمی نے کہا کہ میں اس میں کمی کر کے دو یوم تک پہنچ چکا ہوں۔ اور کہا۔ دو یوم تک حیض کے ایام ہیں۔ ابن سیرین سے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو کہا۔ عورتیں اس کو جانتی ہیں۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج:1، ص:136، مستدرک: ج:1، ص:279، معجم الکبیر: ج:24، ص:218، سنن ترمذی: ج:1، ص:215)

248 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَغَيْرُهُ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَقِيلٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَمِّهِ عِمْرَانَ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اُمِّهِ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ كُنْتُ اُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيْرَةً شَدِيْدَةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَفْتِيهِ وَاُخْبِرُهُ فَوَجَدْتُهُ فِيْ بَيْتِ اُخْتِيْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ امْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيْرَةً شَدِيْدَةً فَمَا تَرٰى فِيْهَا قَدْ مَنَعَتْنِي الصَّلٰوةَ وَالصَّوْمَ فَقَالَ اَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ فَاِنَّهُ يُذْهِبُ الدَّمَ قَالَتْ هُوَ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاتَّخِذِيْ ثَوْبًا فَقَالَتْ هُوَ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ اِنَّمَا اَثُجُّ ثَجًّا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاٰمُرُكِ بِاَمْرَيْنِ اَيَّهُمَا فَعَلْتِ اَجْزَاَ عَنْكِ مِنَ الْاٰخَرِ وَاِنْ قَوِيْتِ عَلَيْهِمَا فَاَنْتِ

اَعْلَمُ قَالَ لَهَا اِنَّمَا هٰذِهٖ رَكْضَةٌ مِّنْ رَكْضَاتِ الشَّيْطٰنِ فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ اَيَّامٍ اَوْ سَبْعَةَ اَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللّٰهِ ثُمَّ اغْتَسِلِي حَتّٰى اِذَا رَاَيْتِ اَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ وَاسْتَنْقَاْتِ فَصَلِّي ثَلَاثًا وَّعِشْرِينَ لَيْلَةً اَوْ اَرْبَعًا وَّعِشْرِينَ لَيْلَةً وَاَيَّامَهَا وَصُومِي فَاِنَّ ذٰلِكَ يَجْزِيكِ وَكَذٰلِكَ فَافْعَلِي فِي كُلِّ شَهْرٍ كَمَا تَحِيضُ النِّسَآءُ وَكَمَا يَطْهُرْنَ مِيقَاتُ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ وَاِنْ قَوِيتِ عَلٰى اَنْ تُؤَخِّرِي الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِي الْعَصْرَ فَتَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَتُؤَخِّرِينَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِينَ الْعِشَآءَ ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فَافْعَلِي وَتَغْتَسِلِينَ مَعَ الْفَجْرِ فَافْعَلِي وَصُومِي اِنْ قَدَرْتِ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا اَعْجَبُ الْاَمْرَيْنِ اِلَيَّ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ قَالَ فَقَالَتْ حَمْنَةُ فَقُلْتُ هٰذَا اَعْجَبُ الْاَمْرَيْنِ اِلَيَّ لَمْ يَجْعَلْهُ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَهُ كَلَامَ حَمْنَةَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَعَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ رَافِضِيٌّ رَجُلُ سُوءٍ وَلٰكِنَّهُ كَانَ صَدُوقًا فِي الْحَدِيثِ وَثَابِتُ بْنُ الْمِقْدَامِ رَجُلٌ ثِقَةٌ وَّذَكَرَهُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ مَعِينٍ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ يَقُولُ حَدِيثُ ابْنِ عَقِيلٍ فِي نَفْسِي مِنْهُ شَيْءٌ

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں استحاضہ میں لاچار تھی اور بہت زیادہ استحاضہ کا خون جاری رہتا تھا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں فتویٰ لینے کے لئے آئی اور ساری خبر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری بہن حضرت زینب بن جحش کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں استحاضہ والی عورت ہوں اور بہت زیادہ خون بہتا رہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے اس بارے میں کہ جس نے نماز اور روزے سے مجھے منع کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ لنگوٹ باندھو۔ عرض کیا: وہ اس سے زیادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (پھر) کپڑا رکھ دیا کرو۔ عرض کیا کہ وہ تو اس سے بھی زائد ہے وہ حد سے زیادہ جاری رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں آپ کو دو حکم دیتا ہوں ان میں ایک پر عمل کرنا تمہارے لیے کفایت کرے گا اگر دونوں پر کر لیا تو خود ہی جان لو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ شیطان کی رکضات میں سے ایک رکض ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ کو چھ دن حیض آتا تھا اور سات دن آیا ان ایام کے خون کو حیض والا جانو حتیٰ کہ جب تم خود کو حیض سے طاہر جان لو تو تیئیس (23) یا چوبیس (24) دن نماز پڑھو اور روزے رکھو یہی تیرے لیے کفایت کرے گا اور اسی طرح ہر ماہ کرتے رہنا جس طرح حائضہ عورتیں کیا کرتی ہیں اور جس طرح ان کے حیض اور طاہر ہونے کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور اگر تم کر لو تو ظہر کی نماز کو موخر کر لینا اور عصر کی نماز کو جلد پڑھ لینا

اورایک ہی غسل سے دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا اور ایک بار فجر کی نماز کے لئے غسل کرنا اور اگر تم سے اس طرح ہو جائے تو روزے بھی رکھنا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دونوں باتوں میں سے یہی بات مجھے اچھی لگتی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عمرو بن ثابت نے عقیل سے روایت کیا ہے کہ دونوں باتوں میں سے یہی مجھے اچھی لگتی ہے۔ اس قول کو حمنہ کا قول ٹھہرایا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان نہیں کہا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عمرو بن ثابت رافضی تھا اور اس کو یحییٰ بن معین نے بیان کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے امام احمد سے سنا کہ ابن ثابت نے ابن عقیل سے جو بیان کیا ہے میرا نفس اس سے کچھ اطمینان نہیں رکھتا۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۲۸۸)

تشریح:

یہاں پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ گزشتہ باب میں عادت کا بیان تھا اس باب میں بھی عادت کا بیان ہے یہ تو محض تکرار ہے اس باب کی تمام روایات پہلے باب کے تحت نقل کرنی چاہیے تھیں الگ باب باندھنا مفید نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

عموم خصوص کا فرق ہے پہلے باب میں صرف عادت کا بیان تھا اس باب میں عادت اور الوان دونوں کا بیان ہے لہٰذا دوسرا باب بھی مفید ہے محض تکرار نہیں۔

☆ **قولہ سامرک بامرین**

حدیث مبارکہ کے شروع میں امرین اور آخر میں **ھذا اعجب الامرین** ہے اور درمیان میں **غسل لصلوتین** آیا ہے امرین کی تعیین میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو امر وضو لکل صلوٰۃ اور غسل لصلوٰتین ہیں ان میں غسل لصلوٰتین اچھا ہے کیونکہ اس میں احتیاط ہے اور امام طحاوی اور ملا علی قاری کی تفسیر میں امرین سے مراد غسل لکل صلوٰۃ اور غسل لصلوتین ہے مگر غسل لصلوتین زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس میں آسانی ہے آسانی والے کام آپ ﷺ کو بہت زیادہ پسند تھے امت پر شفقت کی وجہ سے۔ امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ بھی اسی مذہب کی جانب ہے۔

☆ **قولہ انما ھذہ رکضۃ من رکضات الشیطٰن رکضۃ**

اس میں دو احتمال ہیں۔

حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

بچہ کی پیدائش کے بعد شیطان اس کو چھوتا ہے یعنی چونکا مارتا ہے جس سے وہ چلاتا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ خون کی کثرت شیطان کے ایڑ مارنے کی وجہ سے ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

ایڑ مارنے سے مراد وسوسہ ڈالنا ہے کہ وہ مستحاضہ کو شک میں مبتلا کر کے پریشان کر دیتا ہے اور اس کے ذہن میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ وہ حائضہ ہے نماز کے قابل نہ رہی حالانکہ استحاضہ نماز اور روزے سے مانع نہیں ہے۔

قوله فتحيضى ستة ايام او سبعة ايام

اس جملے کے کئی معانی ہیں۔

دراصل یہ معتادہ تھیں جو اپنی عادت کو بھول گئی تھیں کہ چھ دن یا سات دن گویا یہ متحیرہ ہوئیں لہذا آپ ﷺ نے ان کو تحری کا حکم فرمایا کہ جس عدد پر تحری واقع ہو جائے اس کو اختیار کرلے اور خطابی کی رائے یہ ہے کہ یہ متبدیہ تھیں اور متبدہ کا حکم یہ ہے کہ وہ غالب حیض کا اعتبار کرے گی اور وہ چھ یا سات دن ہے اس لیے آپ ﷺ نے چھ یا سات دن کا حکم فرمایا۔

اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

یہاں پر او تخییر کے لئے ہے۔ حضور ﷺ نے خود اندازہ لگایا کہ اس عورت کو چھ یا سات دن حیض آتا تھا کیونکہ ان کی بہن آپ ﷺ کے مبارک نکاح میں تھیں عموماً بہنوں کی عادت ایک جیسی ہوتی ہے تو فرمایا کہ تم سوچ کر چھ یا سات میں سے ایک پر عمل کرو۔

ایک معنیٰ یہ ہے کہ

یہاں پر او شک کے لئے ہے اور شک راوی کو ہو گیا یعنی آپ ﷺ نے تو سوچ کر چھ یا سات دن مقرر فرما دیئے مگر راوی کو شک پڑ گیا کہ آپ ﷺ نے چھ دن فرمائے یا سات فرمائے۔

ایک معنیٰ یہ ہے کہ

اس میں عادت کا ذکر ہے مطلب یہ ہے کہ تجھے عادت یاد ہے اس پر عمل کرو اگر عادت چھ دن حیض کی تھی تو چھ دن اگر عادت سات دن تھی تو سات دن حیض کے نکالو باقی استحاضہ ہے اس میں نمازیں پڑھتی رہو۔

قوله فى علم الله

یعنی میں تمہیں حکم شرعی بتاتا ہوں اب آگے تو جانے اور تیرا خدا کہ تم اس پر صحیح طریقے سے عمل کرتی ہو یا نہیں یا علم اللہ بمعنی حکم اللہ یعنی جو بات میں آپ کو بتا رہا ہوں استحاضہ کے سلسلے میں وہ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے یعنی حکم شرعی ہے۔

قوله فان قويت على ان تؤخرى

یہاں دوسرے امر کا بیان ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں آپ کو دو باتوں کا حکم فرماؤں گا جن میں سے ایک

بات تو گزر گئی وہ یہ کہ چھ یا سات دن کی تحری کے بعد مہینہ میں ایک بار غسل کر کے نمازیں شروع کر دے اور دوسرا امر جس کو یہاں پر بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ چھ یا سات دن حیض کے مستثنیٰ کر کے پھر روزانہ جمع بین الصلوتین بغسل کرے اور فجر کی نماز کے لئے مستقل غسل، اس صورت میں روزانہ تین بار غسل ہوگا۔

☆ قوله وهذا اعجب الامرين الى

دوسرے امر یعنی جمع بین الصلوتین بغسل کا حکم فرمانے کے بعد آپ فرما رہے ہیں کہ یہ دوسرا امر میرے نزدیک دونوں میں زیادہ پسندیدہ ہے۔

☆ قال ابو داؤد وقال ابن المثنیٰ ثنا به الخ

پہلی سند میں ابن المثنیٰ کے استاد ابن ابی عدی ہیں ابن المثنیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے استاد ابن ابی عدی نے مجھے یہ حدیث مبارکہ جب اپنی کتاب سے سنائی تو اسی سند کے ساتھ سنائی جو اوپر مذکور ہے مگر پھر اس کے کچھ دن بعد انہوں نے جب مجھے یہ حدیث مبارکہ اپنے حفظ سے سنائی تو سند میں فرق کر دیا۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی سند میں عروہ ابن الزبیر روایت کر رہے ہیں جو فاطمہ سے اور دوسری میں عائشہ سے یہ کلام بعینہ اسی طرح نسائی شریف کی روایت میں بھی ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب مَنْ رَوٰى اَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ

مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل کرے

یہ باب مستحاضہ کے لیے ہر نماز کے وقت غسل کرنے کے حکم میں ہے۔

249 حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَقِيْلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتُحِيْضَتْ سَبْعَ سِنِيْنَ فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهٖ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنْ هٰذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِیْ وَصَلِّیْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِیْ مِرْكَنٍ فِیْ حُجْرَةِ اُخْتِهَا زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حَتّٰى تَعْلُوَ حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَتْنِیْ عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ بِهٰذَا

الْحَدِيْثِ قَالَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فِيْهِ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ الْقَاسِمُ بْنُ مَبْرُوْرٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ جَحْشٍ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ وَرُبَّمَا قَالَ مَعْمَرٌ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ بِمَعْنَاهُ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَلَمْ يَقُلْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا اَنْ تَغْتَسِلَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ الْاَوْزَاعِيُّ اَيْضًا قَالَ فِيْهِ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ مبارکہ تھیں ان کو سات سال مستحاضہ کا خون رہا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں فتویٰ لیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ حیض نہیں مگر یہ رگ کا خون ہے لہٰذا غسل کرو اور نماز پڑھو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ اپنی بہن حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بڑے برتن سے غسل کرتیں حتیٰ کہ خون پانی پر غلبہ پا جاتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔ عروہ بن زبیر نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا میں فرمایا ہے کہ ان کو ہر نماز کے لئے غسل کرنا چاہیے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: متعدد طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ام حبیبہ بن جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح معمر، زہری، عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور بعض دفعہ معمر نے عمرہ عن ام حبیبہ معناً بیان کیا۔ اسی طرح ابراہیم بن سعد اور ابن عیینہ نے زہری، عمرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ابن عیینہ نے اپنی حدیث میں اسی طرح کہا اور انہوں نے یہ نہیں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غسل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اسی طرح اس کو اوزاعی نے بھی روایت کیا ہے اس میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتی تھیں۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: جز:1، ص:111، سنن ابن ماجہ: جز:2، ص:283، السنن الکبریٰ: جز:1، ص:170، سنن دارمی: جز:1، ص:216)

250 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ اسْتُحِيْضَتْ سَبْعَ سِنِيْنَ فَاَمَرَهَا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَغْتَسِلَ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدَةَ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيْضَتْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا بِالْغُسْلِ لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ وَلَمْ اَسْمَعْهُ مِنْهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اسْتُحِيْضَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسِلِيْ لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيْرٍ قَالَ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلٰوةٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا وَهْمٌ مِّنْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْقَوْلُ فِيْهِ قَوْلُ اَبِي الْوَلِيْدِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو سات سال حیض کی شکایت رہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ غسل کرے تو وہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم فرمایا۔ اور آگے ویسے ہی حدیث بیان کی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابوداؤد الطیالسی نے اس کو روایت کیا اور میں نے ان کو نہیں سنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا: ہر نماز کے واسطے غسل کرو اور آگے حدیث روایت فرمائی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو عبدالصمد نے سلیمان بن کثیر سے روایت کیا ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ عبدالصمد کا وہم ہے اور اس میں قول ابوالولید کا قول ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1 ص:350 سنن دارمی: جز:1 ص:219 شرح السنۃ: جز:1 ص:88 صحیح البخاری: جز:1 ص:124)

251 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ اَبِي الْحَجَّاجِ اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ يَحْيَی بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ زَيْنَبُ بِنْتُ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدَّمَ وَكَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا اَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَتُصَلِّيْ وَ اَخْبَرَنِيْ اَنَّ اُمَّ بَكْرٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمَرْاَةِ تَرٰی مَا يُرِيْبُهَا بَعْدَ

الطُّهْرِ اِنَّمَا هِيَ عِرْقٌ اَوْ قَالَ عُرُوقٌ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عَقِيْلٍ الْاَمْرَانِ جَمِيعًا وَّقَالَ اِنْ قَوِيتِ فَاغْتَسِلِيْ لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَاِلَّا فَاجْمَعِي كَمَا قَالَ الْقَاسِمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْقَوْلُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

ابوسلمہ نے زینب بنت ابوسلمہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت کا خون بہتا رہتا تھا اور وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھیں۔ مجھے ام بکر نے خبر دی اور ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دے کر ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت کے بارے میں فرمایا: جو حیض سے طاہر ہونے کے بعد کچھ دیکھے تو رگ کا خون ہے یا فرمایا کہ وہ رگوں کا خون ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث ابن عقیل میں دونوں امر جمع ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر تم قوی ہو تو غسل کرو ہر نماز کے لئے ورنہ جمع کرو۔ جس طرح کہ قاسم نے اپنی حدیث مبارکہ میں فرمایا ہے۔ اس قول کو حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1 ص: 351، مسند اسحاق بن راہویہ: جز: 4، ص: 244، مصنف عبدالرزاق: جز: 1 ص 307)

تشریح:

مرقاۃ میں رقم ہے کہ ہر نماز کے لئے غسل کے وجوب کے قائل بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود، ابن الزبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام بھی رقم کیا ہے۔

اس باب میں ایک روایت جو بطریق ابن اسحاق عن الزہری ہے اس میں البتہ غسل لکل صلوٰۃ مرفوعاً مذکور ہے لہٰذا اس روایت کو مسلک جمہور کے خلاف کہہ سکتے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ

دراصل یہ حدیث مبارکہ ایک ہی ہے جس کے طرق مختلف ہیں اکثر روات نے ہر غسل لکل صلوٰۃ کو مرفوعاً ذکر نہیں کیا صرف ابن اسحاق کے طریق میں ہے اور وہ متکلم فیہ ہیں اور اگر اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ استحباب یا علاج پر محمول ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے نسخ کی ہے یہ جو کچھ کہا گیا ہے کہ یہ جمہور کی طرف سے ہے مگر مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ حدیث الغسل لکل صلوٰۃ مرفوعاً ثابت ہے جس طرح کہ ابن اسحاق کی پہلی روایت میں ہے پھر آگے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس کی تائید پیش کر رہے ہیں۔

☆ قال ابوداؤد ابو الولید الطیالسی ولم اسمعه منه

مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ ابن اسحاق کی روایت بلکہ باب کی تمام روایات تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں ہیں اور یہ روایت جس کو آپ تائید میں پیش کر رہے ہیں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے قصہ میں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کے بارے میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ خود فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ روایت ابوالولید الطیالسی سے نہیں سنی لہٰذا یہ روایت تو منقطع ہوئی حدیث منقطع سے کیا تائید ہوگی۔

☆ قال ابو داؤد ورواه عبدالصمد وهذا وهم من عبدالصمد

یہ ابن اسحاق کی روایت کی تائید ہے اس کا ما حاصل یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی جو روایت تائیداً پیش کی تھی اس کو سلیمان سے روایت کرنے والے ابوالولید تھے اس میں تو بے شک غسل لکل صلوٰۃ مذکور تھا مگر اس روایت کو سلیمان سے عبدالصمد بھی روایت کرتے ہیں اور انہوں نے بجائے غسل لکل صلوٰۃ کے وضو لکل صلوٰۃ ذکر کیا اس سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ختم ہوگئی اس لیے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب پیش کر رہے ہیں کہ عبدالصمد کی روایت وہم ہے اور ابوالولید کی روایت صحیح ہے۔

مگر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ابوالولید کی روایت بھی غیر محفوظ ہے۔

قوله اخبرنی ......الخ

اشکال

اخبرنی کی ضمیر ابو سلمہ کی طرف لوٹتی ہے تو یہ مستقل روایت ہے اس میں غسل لکل صلوٰۃ کا ذکر ہی نہیں تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو اس باب میں کیوں لائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ روایت اس باب میں اس لیے لائے کہ یہ پتہ چل جائے کہ غسل لکل صلوٰۃ امر شرعی نہیں ہے بلکہ کوئی اور مقصد ہے علاج وغیرہ کیونکہ استحاضہ رگ پھٹنے سے آتا ہے اور رگ پھٹنے سے جو خون جاری ہو اس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اس روایت سے یہ وضاحت مقصود تھی اس لیے اس باب میں لائے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب مَنْ قَالَ تَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ وَتَغْتَسِلُ لَهُمَا غُسْلًا

جس نے کہا دو نمازوں کے لئے ایک غسل کرے

اس باب میں ایک غسل سے دو نمازیں پڑھنے کے متعلق احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

252 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اسْتُحِيْضَتِ امْرَاَةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُمِرَتْ اَنْ تُعَجِّلَ الْعَصْرَ وَتُؤَخِّرَ الظُّهْرَ وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا وَّاَنْ تُؤَخِّرَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلَ الْعِشَاۤءَ وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا وَّتَغْتَسِلَ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ غُسْلًا فَقُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَیْءٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں استحاضہ ہوگیا تو ان کو حکم دیا گیا کہ عصر کو جلدی اور ظہر کو مؤخر کر کے پڑھے اور دونوں کے واسطے ایک ہی غسل کرے اور عشاء کو جلدی اور مغرب کو مؤخر کر کے ان کے لئے ایک غسل کرو اور فجر کی نماز کے لئے ایک غسل کرو۔ میں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ تو انہوں نے کہا: میں تمہیں کچھ نہیں بیان کرتا مگر جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔

(شرح السنۃ: جز:1، ص:88)

253 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ سَهْلَةَ بِنْتَ سُهَيْلٍ اسْتُحِيْضَتْ فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ فَلَمَّا جَهَدَهَا ذٰلِكَ اَمَرَهَا اَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِغُسْلٍ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِغُسْلٍ وَتَغْتَسِلَ لِلصُّبْحِ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ امْرَاَةً اسْتُحِيْضَتْ فَسَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا بِمَعْنَاهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کو استحاضہ ہوگیا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے واسطے غسل کرے پس جب اس کی کوشش ناکام ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم ارشاد فرمایا کہ ظہر اور عصر کو ایک غسل میں جمع کر دو اور مغرب اور عشاء کو دوسرے غسل میں جمع کر دو اور نماز صبح کے لئے اور غسل کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو ابن عیینہ، عبدالرحمٰن بن قاسم اور قاسم بن محمد نے معناً روایت کیا ہے۔ ایک عورت کو استحاضہ ہوگیا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: پس اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔

(السنن البیہقی الکبریٰ: جز:1، ص:352، سنن دارمی: جز:1، ص:222، شرح السنۃ: جز:1، ص:88، شرح معانی الآثار: جز:1، ص:101)

254 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِیْ ابْنَ اَبِیْ صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِیْ

حُبَيْشٍ اسْتُحِيضَتْ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ تُصَلِّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذَا مِنَ الشَّيْطٰنِ لِتَجْلِسْ فِي مِرْكَنٍ فَإِذَا رَأَتْ صُفْرَةً فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَغْتَسِلْ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا وَّاحِدًا وَّتَغْتَسِلْ لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَّاحِدًا وَّتَغْتَسِلْ لِلْفَجْرِ غُسْلًا وَّاحِدًا وَّتَتَوَضَّأُ فِيمَا بَيْنَ ذٰلِكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ مُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا اشْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُسْلُ أَمَرَهَا أَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ قَوْلُ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ بنت ابوجیش کو اس اس عرصہ سے استحاضہ ہے۔ جس کی وجہ سے اس نے نماز نہیں پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ یہ تو شیطان سے ہے ان کو تو برتن میں بیٹھنا چاہیے پس جب پانی پر زردی دیکھو تو ظہر اور عصر کے لئے غسل کیا کرے مغرب وعشاء کے لئے اور غسل کیا کرے اور فجر کے لئے اور غسل کیا کرے اور اس کے درمیان میں وضو کیا کرے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ان کو ہر نماز کے واسطے غسل کرنا شدید ہوا تو ان کو حکم فرمایا کہ دو نمازیں جمع کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو ابراہیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور وہ ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن شداد کا قول ہے۔

(مستدرک: جز:1،ص:281، معجم الکبیر: جز:24،ص:139، سنن البیہقی الکبری: جز:1،ص:353، شرح معانی الآثار: جز:1،ص:100)

تشریح:

جمع بین الصلوتین بغسل والی روایات پر عمل کرنے میں جمہور کے مسلک کے پیش نظر تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ ان کے نزدیک جمع حقیقی جائز ہے جس طرح کہ احناف کے نزدیک جمع حقیقی نہ وہاں جائز ہے نہ یہاں۔ اب اگر ہم اس کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں تو مستحاضہ کے معذور ہونے کی بناء پر نقض وضو بخروج الوقت کا اشکال وارد ہوگا اس لیے کہ خروج وقت سے معذور کی طہارت زائل ہو جاتی ہے اس کا جواب لمعات میں یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے یوں کہا جائے عام معذور ہی کا حکم تو یہی ہے کہ خروج وقت ان کے حق میں ناقض ہے مگر اس حدیث مبارکہ کی رو سے مستحاضہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

اس باب کی آخری حدیث مبارک میں ایک لفظ کی زیادتی آرہی ہے جس سے مسلک احناف کا اعتراض دور ہو جائے گا وہ یہ کہ آپ نے فرمایا:

وتوضا فيما بين ذالك ۔

اب اس حدیث مبارکہ پر عمل کرنے کی صورت یہ ہوگی کہ ظہر کے آخر وقت میں غسل کر کے ظہر پڑھے پھر جب عصر کا وقت داخل ہو تو وضو کر کے عصر کی نماز پڑھ لے اسی طرح آخر وقت مغرب میں غسل کر کے نماز پڑھ لے پھر دخول وقت عشاء کے بعد وضو کر کے عشاء کی نماز پڑھ لے۔

مگر واضح رہے کہ اس جملہ کے دوسرے معنیٰ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

وہ اس طرح کہ وتوضا فيما بين ذالك اى لاحداث اخر غير الاستحاضة یعنی استحاضہ کی وجہ سے ظہر اور عصر کی نماز کے لئے ایک غسل کافی ہو گیا اس سے ان دونوں نمازوں کو ادا کرے گی مگر ان اوقات کے درمیان اگر استحاضہ کے علاوہ کوئی اور حدث پایا جائے تو اس کے لئے وضو کرنا ہوگا چنانچہ مالکیہ کے نزدیک اس جملہ کے یہی معنیٰ متعین ہیں اس لیے کہ استحاضہ ان کے نزدیک مطلقاً ناقض ہی نہیں ہے نہ وقت کے اندر نہ بعد میں اور شافعیہ چونکہ جمع بین الصلوتین میں جمع حقیقی کے قائل ہیں اس لیے ان کے نزدیک خروج وقت کا تو اشکال ہوگا ہی نہیں لہٰذا وہ اپنے مسلک کے پیش نظر وتوضا فيما بين ذالك کے معنیٰ یہ کہتے ہیں "اى لفرض اخر" یعنی ایک غسل تو ظہر وعصر کے لئے کافی ہوگا اب اگر مستحاضہ کو اس دوران میں کوئی اور فرض قضاء نماز پڑھنی ہو تو اس کے لئے وضو کرے اس لیے کہ شوافع کے نزدیک معذور کے حق میں وضو لکل صلوٰۃ واجب ہے۔

☆ قوله فقال لا احدثك الا عن النبى صلى الله عليه وسلم بشىء

یہ عبارت جواب ہے امام شعبہ کے سوال کا جو انہوں نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ یہ حدیث مبارکہ آپ نبی کریم ﷺ سے نقل کر رہے ہیں۔

تو اس جواب میں تین نسخے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ

لا احدثك عن النبى صلى الله عليه وسلم بشىء

شروع میں ہمزہ استفہام کا محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ کیا میں کوئی حدیث آپ کو نبی کریم ﷺ سے نہیں بیان کرتا یعنی ہمیشہ کرتا ہوں یہ بھی انہی میں سے مرفوع روایت ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ

لا احدثك الا عن النبى صلى الله عليه وسلم ۔

معنیٰ ظاہر ہے کہ میں ہمیشہ آپ کو نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ سناتا ہوں۔

تیسرا نسخہ متن میں ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ

بشیء کا لفظ آخر میں آیا ہے مگر حقیقت میں یہ الا سے مقدم ہے اگر مقدم تسلیم کر کے ترجمہ کریں تو معنیٰ ٹھیک ہو جاتا ہے۔

اصل عبارت اس طرح ہوگی۔

لا احدثك بشيء الا عن النبي صلى الله عليه وسلم

حدثنا وهب بن بقية قوله ان فاطمة بنت ابی جیش استحیضت منذ کذا و کذا ۔

ملاعلی قاری نے کذا و کذا کی شرح میں شہر کا لفظ لکھا ہے اور یہ صحیح بھی لگتا ہے کیونکہ طحاوی کی ایک روایت میں ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: احیض الشھر والشھرین

کہ میں ایک اور دو مہینے تک مستحاضہ کی حالت میں رہتی تھی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ مِنْ طُهْرٍ اِلٰى طُهْرٍ

جس نے کہا کہ مستحاضہ کو طہر سے طہر تک غسل کرنا چاہئے

یعنی ایک ہی غسل جو ابتداء طہر میں کیا گیا وہ انتہاء طہر تک کافی ہے جس طرح کہ جمہور کا مسلک ہے۔ اس سے پہلے جو ابواب قائم کیے گئے ہیں وہ تعدد غسل کے متعلق تھے۔

255 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ وَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَالْوُضُوْءُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ زَادَ عُثْمَانُ وَتَصُوْمُ وَتُصَلِّي

عدی بن ثابت نے والد محترم سے انہوں نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے حیض کے ایام میں نماز ترک کردے پھر غسل کرے اور نماز پڑھے اور ہر نماز کے وقت وضو کرے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عثمان نے یہ زیادتی کی ہے کہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 2، ص: 281، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1، ص: 116، سنن ترمذی: جز: 1، ص: 213، سنن دارمی: جز: 2، ص: 463)

256 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَائَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ خَبَرَهَا وَقَالَ ثُمَّ اغْتَسِلِيْ ثُمَّ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَصَلِّي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت جیش رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہوئیں تو اس نے اپنی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر غسل کرنا پھر نماز پڑھنا ہر وضو کے ساتھ ہر نماز کے لئے۔

(سنن دار قطنی: جز:2،ص:410،مسند احمد: جز:49،ص:172، مصنف ابن شیبہ: جز:1،ص:125)

257 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ اَيُّوبَ بْنِ اَبِي مِسْكِينٍ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ اُمِّ كُلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَغْتَسِلُ تَعْنِي مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ تَوَضَّأُ اِلَى اَيَّامِ اَقْرَائِهَا حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ اَيُّوبَ اَبِي الْعَلَاءِ عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ عَنِ امْرَاَةِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ وَالْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيبٍ وَاَيُّوبَ اَبِي الْعَلَاءِ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ لَا تَصِحُّ وَدَلَّ عَلَى ضُعْفِ حَدِيثِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيبٍ هٰذَا الْحَدِيثُ اَوْقَفَهُ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ وَاَنْكَرَ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ اَنْ يَكُونَ حَدِيثُ حَبِيبٍ مَرْفُوعًا وَاَوْقَفَهُ اَيْضًا اَسْبَاطٌ عَنِ الْاَعْمَشِ مَوْقُوفٌ عَنْ عَائِشَةَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ دَاوُدَ عَنِ الْاَعْمَشِ مَرْفُوعًا اَوَّلُهُ وَاَنْكَرَ اَنْ يَكُونَ فِيهِ الْوُضُوءُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَدَلَّ عَلَى ضُعْفِ حَدِيثِ حَبِيبٍ هٰذَا اَنَّ رِوَايَةَ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ فِي حَدِيثِ الْمُسْتَحَاضَةِ وَرَوَى اَبُو الْيَقْظَانِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم وَعَمَّارٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَى عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ وَبَيَانٌ وَالْمُغِيرَةُ وَفِرَاسٌ وَمُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ حَدِيثِ قَمِيرَ عَنْ عَائِشَةَ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَرِوَايَةَ دَاوُدَ وَعَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ قَمِيرَ عَنْ عَائِشَةَ تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً وَرَوَى هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ الْمُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَهٰذِهِ الْاَحَادِيثُ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ اِلَّا حَدِيثَ قَمِيرَ وَحَدِيثَ عَمَّارٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ وَحَدِيثَ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ وَالْمَعْرُوفُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْغُسْلُ

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مستحاضہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ ایک بار غسل کرے پھر اپنے حیض کے دنوں تک وضو کیا کرے۔ مسروق کی زوجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث عدی بن ثابت اور اعمش کی حبیب سے اور ایوب ابوالعلاء یہ تمام ضعیف ہیں

صحیح نہیں ہیں اور اعمش نے حبیب سے جو روایت کی ہے وہ اس ضعف پر یہ حدیث دال ہے اور حفص بن غیاث نے حبیب کی حدیث کے مرفوع ہونے کے انکاری ہوئے اور اسباط نے اعمش سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوفاً روایت کی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابن داؤد نے اعمش سے روایت کیا ہے کہ جس کا اول حصہ ہے اور اس میں ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا انکاری ہے اور حدیث حبیب کے ضعف پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مستحاضہ کی حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ وہ ہر نماز کے واسطے غسل کرے۔ متعدد طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ روزانہ ایک بار غسل کرے۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے واسطے وضو کرے یہ تمام احادیث ضعیف ہیں مگر حدیث قمیر اور حدیث عمار مولیٰ بن ہاشم اور حدیث ہشام بن عروہ کے جو کہ انہوں نے والد محترم سے روایت کی ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا معروف قول غسل کے بارے میں ہے۔

(سنن دارمی: ج:2،ص:470)

تشریح:

یہ باب غسل واحد کا ہے جس کے آئمہ اربعہ قائل ہیں یہ پہلے آچکا ہے کہ آئمہ اربعہ کے نزدیک صرف ایک بار غسل کرے پھر اس کے بعد احناف، حنابلہ کے نزدیک لوقت کل صلوٰۃ واجب ہے اور شوافع کے نزدیک لکل صلوٰۃ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جمہور علماء سلف وخلف اور آئمہ اربعہ کے نزدیک مستحاضہ پر صرف ایک بار غسل واجب ہے اور ابن عمر وابن الزبیر وعطا بن ابی رباح سے روایت ہے کہ غسل لکل صلوٰۃ واجب ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہر روز ایک بار غسل کرنا واجب ہے اور ابن المسیب اور حضرت حسن بصری کے نزدیک روزانہ ایک بار ظہر کے وقت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دونوں روایتیں غسل مرۃ واحدۃ اور غسل لکل صلوٰۃ۔

☆ حدثنا محمد بن جعفر قوله عن عدی بن ثابت عن ابیه عن جده

جد عدی کا نام عبداللہ بن یزید الخطمی ہے یہ جد لامہ یعنی نانا ہیں ویسے ان کے نام میں اختلاف ہے حافظ کا راجح قول اس طرح ہے۔

☆ قال ابو داؤد...... کلها ضعیفة لاتصح

خیر کی دونوں احادیث کی سند میں ایوب مذکور ہیں لہٰذا حدیث ایوب سے اخیر کی دونوں احادیث مبارکہ مراد ہیں گویا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چاروں احادیث پر ضعیف کا حکم لگایا۔

قال ابو داؤد ورواه ابن داؤد عن الاعمش مرفوعاً اوله

یہ دفع دخل مقدر ہے وہ یہ کہ کسی نے کہا کہ آپ نے کہا تھا کہ اس روایت کو مرفوعاً صرف وکیع روایت کرتے ہیں اور موقوفاً روایت کرنے والے دو شخص ہیں گویا موقوفاً نقل کرنے والوں میں تعدد ہے۔ معترض کہتا ہے کہ مرفوعاً نقل کرنے والے بھی دو ہیں ایک وکیع دوسرے ابن داؤد۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ وہ یہ کہ ابن داؤد نے بے شک اس کو اعمش سے مرفوعاً نقل کیا مگر اس حدیث کے صرف پہلے جز یعنی غسل مرۃ کو اور حدیث کا جز ثانی یعنی وضو لکل صلوٰۃ جو دراصل ہمارا مدار ہے اس کو انہوں نے مطلقاً ذکر ہی نہیں کیا نہ مرفوعاً نہ موقوفاً لہٰذا ابن داؤد کی روایت کان لم یکن ہوئی۔

☆ ورواى عبدالملك بن ميسرة

بظاہر یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے ضعف کی دلیل بیان کر رہے ہیں وہ اس طرح کہ شروع میں امراۃ مسروق یعنی قمیر عن عائشہ کی جو روایات گزریں وہ مرفوعاً تھیں اور یہاں ان کی یہ روایت جس کو قمیر سے شعبی روایت کر رہے ہیں موقوفاً ہے اور اس سے حدیث ام کلثوم عن عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تضعیف نکل آئے گی کیونکہ اس سند میں نیچے راوی ایوب ابو العلاء ہیں جو دو حدیث کے راوی ہیں اور دونوں کی سند میں مشترک ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ ایوب کبھی کسی طرح روایت کرتے ہیں اور کبھی کسی طرح لہٰذا اس اضطراب سے دونوں روایتیں متاثر ہوئیں۔

☆ ورواية داؤد و عاصم عن الشعبى

اس سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ مزید اختلاف ثابت کر رہے ہیں وہ اس طرح کہ حدیث قمیر جو بطریق شعبی ہے اس میں اکثر رواۃ نے وضو لکل صلوٰۃ کو ذکر کیا اور داؤد و عاصم نے شعبی سے اس حدیث مبارکہ میں بجائے وضو لکل صلوٰۃ کے غسل کل یوم کو ذکر کیا۔

قوله وهذه الاحاديث كلها ضعيفة

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں کل نو روایات ذکر کی ہیں جن میں تین مرفوع ہیں۔

1- حدیث جد عدی   2- حدیث عروہ عن عائشہ   3- حدیث قمیر عن عائشہ

اور چھ روایات موقوفہ ہیں۔

1- اثر ام کلثوم عن عائشہ

2- اثر علی

3- اثر عمار عن ابن عباس

4- اثر قمیر عن عائشہ جس میں وضو لکل صلوٰۃ ہے

5- اثر قمیر عن عائشہ جس میں غسل کل یوم مرۃ ہے

6-اثر عروہ

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے شروع میں احادیث مرفوعہ ثلثہ اور اثر ام کلثوم چاروں کو ذکر کرنے کے بعد ان پر ضعف کا حکم لگایا تھا اس کے بعد پانچ آثار اور ذکر کئے اب اخیر میں پھر فرما رہے ہیں ھذہ الاحادیث کلھا ضعیفۃ ۔اس میں آپ کو اختیار ہے کہ چاہے تو ھذہ الاحادیث سے جملہ روایات تسعہ مراد لے لیجئے اور چاہے اخیر کی پانچ روایات کیونکہ پہلی چار کی تضعیف تو شروع میں کر چکے ہیں مگر آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان نو روایات میں سے تین کا استثناء کر دیا کہ وہ ضعیف نہیں ہیں۔

1-اثر قمیر عن عائشہ اول　　2-اثر عمار عن ابن عباس　　3-اثر عروہ

پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

والمعروف عن ابن عباس والغسل

لہٰذا ان تین میں سے پھر ایک ساقط ہو گیا اب حکم ضعف سے صرف دو کا استثناء باقی رہا باقی سب ضعیف ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب مَنْ قَالَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَغْتَسِلُ مِنْ ظُهْرٍ اِلٰى ظُهْرٍ

جس نے کہا کہ مستحاضہ ایک ظہر سے دوسرے ظہر تک غسل کرے

یہ دونوں ظہر ظاء معجمہ کے ساتھ ہیں یعنی روزانہ ایک بار ظہر کے وقت غسل کرنا۔

258 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِي بَكْرٍ اَنَّ الْقَعْقَاعَ وَزَيْدَ بْنَ اَسْلَمَ اَرْسَلَاهُ اِلٰى سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ يَسْاَلُهُ كَيْفَ تَغْتَسِلُ الْمُسْتَحَاضَةُ فَقَالَ تَغْتَسِلُ مِنْ ظُهْرٍ اِلٰى ظُهْرٍ وَتَتَوَضَّاُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ فَاِنْ غَلَبَهَا الدَّمُ اسْتَثْفَرَتْ بِثَوْبٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ تَغْتَسِلُ مِنْ ظُهْرٍ اِلٰى ظُهْرٍ وَكَذٰلِكَ رَوٰى دَاوُدُ وَعَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ امْرَاَتِهٖ عَنْ قَمِيرَ عَنْ عَائِشَةَ اِلَّا اَنَّ دَاوُدَ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ وَفِيْ حَدِيْثِ عَاصِمٍ عِنْدَ الظُّهْرِ وَهُوَ قَوْلُ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ وَعَطَاءٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ مَالِكٌ اِنِّيْ لَاَظُنُّ حَدِيْثَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ مِنْ ظُهْرٍ اِلٰى ظُهْرٍ اِنَّمَا هُوَ مِنْ طُهْرٍ اِلٰى طُهْرٍ وَلٰكِنَّ الْوَهْمَ دَخَلَ فِيْهِ فَقَلَبَهَا النَّاسُ فَقَالُوْا مِنْ ظُهْرٍ اِلٰى ظُهْرٍ وَرَوَاهُ مِسْوَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوْعٍ قَالَ فِيْهِ مِنْ طُهْرٍ اِلٰى طُهْرٍ فَقَلَبَهَا

النَّاسُ مِنْ ظُهْرٍ اِلٰی ظُهْرٍ

قعقاع اور زید بن اسلم نے سمی مولیٰ ابوبکر کو سعید بن میتب کے پاس بھیجا کہ ان سے پوچھے کہ مستحاضہ کیسے غسل کرے گی؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک ظہر سے دوسری ظہر کے لئے غسل کرے اور ہر نماز کے لئے وضو کرے پس اگر خون کا غلبہ ہو جائے تو کپڑے کا لنگوٹ باندھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ نے فرمایا: حضرت ابن عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ایک ظہر سے دوسری ظہر تک غسل کرے۔ اسی طرح ابوداؤد اور عاصم نے شعبی، ایک عورت قمیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے مگر داؤد نے ہر روز کا کہا۔ اور حدیث عاصم میں ہے کہ ظہر کے وقت اور یہی قول سالم بن عبداللہ اور حسن اور عطاء کا ہے۔ مالک نے فرمایا کہ میرے خیال میں یہ طہر سے طہر تک ہوگا اور ابن میتب کی حدیث میں ظہر سے ظہر تک ہے مگر اس میں وہم داخل ہو گیا ہے۔ اس کو مسور بن عبدالملک بن سعید بن عبدالرحمٰن بن یربوع نے روایت کیا اور اس میں طہر سے طہر تک فرمایا جس کو تبدیل کر کے ظہر سے ظہر تک لوگوں نے کر دیا۔

(سنن دارمی: جز:1، ص:226، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: جز:2، ص:179، مؤطا مالک: جز:2، ص:35)

تشریح:

اس باب کی پہلی روایت کی سند میں عن الشعبی عن امراته کا لفظ ہے یہ درست نہیں دارمی میں سند اس طرح ہے۔

عن الشعبی عن قمیر امراۃ مسروق

اور یہی سند درست ہے۔

ابوداؤد میں کسی راوی کی غلطی سے سند میں غلطی واقع ہو گئی۔

امام مالک رحمۃ اللہ نے ظہر کی تاویل طہر سے کی ہے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ نے اس کی تائید مسور کی روایت سے کی ہے جس میں من طهر الی طهر منقول ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہر ماہ جب طہر شروع ہو تو غسل کر لے پھر اگلے طہر کے شروع میں غسل کرے درمیان میں غسل کی حاجت نہیں کسی کاتب کی غلطی سے طہر کو ظہر لکھا گیا۔

حضرت سعید کی روایت کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ من ظهر الی ظهر کا حکم امر شرعی نہیں ہے بلکہ بطور علاج کے ہے کہ دوپہر کے وقت گرمی کی وجہ سے زیادہ خون خارج ہونے کا خطرہ ہے اس وقت غسل کر لے جسم ٹھنڈا ہو جائے گا خون کم نکلے گا اور صفائی بھی ہو جائے گی اور شرعی حکم آ رہا ہے کہ مستحاضہ وضو لکل صلوٰۃ کرے۔

وقال مالك انی لاظن

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کی رائے یہ ہے کہ سعید بن المسیب کی روایت جس میں من ظهر الی ظهر ہے وہم ہے۔ صحیح من طهر الی طهر ہے۔ ایک نقطہ کی زیادتی سے کچھ کا کچھ ہو گیا اس لیے کہ نقطہ والی

روایت کا حاصل یہ ہے کہ روزانہ ایک بار غسل کرے اور حذف نقطہ والی روایت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ پورے ماہ میں صرف ایک بار غسل کرے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً وَلَمْ يَقُلْ عِنْدَ الظُّهْرِ

جس نے کہا مستحاضہ ہر روز ایک مرتبہ غسل کرے اور ظہر کے وقت کا نہیں کہا

یہ باب مستحاضہ کا روزانہ ایک بار غسل کرنے کے متعلق ہے۔

259 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِی اِسْمٰعِيْلَ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ مَعْقِلٍ الْخَثْعَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم قَالَ الْمُسْتَحَاضَةُ اِذَا انْقَضٰى حَيْضُهَا اغْتَسَلَتْ كُلَّ يَوْمٍ وَاتَّخَذَتْ صُوفَةً فِيْهَا سَمْنٌ اَوْ زَيْتٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مستحاضہ کا حیض منقطع ہو جائے تو ہر روز غسل کرے اور اس میں گھی یا زیتون لگا کر کپڑے کو استعمال کرے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 259)

تشریح:

مستحاضہ کا روزانہ ایک بار غسل کرنا یہ حضرت علی وابن عباس رضی اللہ عنہم سے ایک ہی روایت ہے۔

قولہ واتخذت صوفۃ فیھا لمن اوزیت

یہ علاج کی خاطر بتایا جا رہا ہے کہ کپڑا وغیرہ روغن زیتون یا گھی میں تر کر کے مخصوص جگہ پر رکھے کیونکہ یہ کپڑا عروق کو بہنے جو کہ سیلان خون کا سبب ہے اس کو دور کر کے عروق میں نرمی پیدا کرے گا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ بَيْنَ الْاَيَّامِ

جس نے کہا ایام میں غسل کرے

اس باب میں مستحاضہ کا انقطاع حیض میں ایک بار غسل کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

260 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ أَنَّهُ سَأَلَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ فَقَالَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ فَتُصَلِّي ثُمَّ تَغْتَسِلُ فِي الْأَيَّامِ

قعنبی، عبدالعزیز ابن محمد، محمد بن عثمان نے قاسم بن محمد سے مستحاضہ کے بارے میں سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ایام حیض میں نماز ترک کر دے پھر غسل کر کے نماز ادا کرے پھر ایام میں غسل کرے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:260)

تشریح:

اس کا مطلب یہ ہے کہ مستحاضہ ایک بار غسل تو عند الانقطاع الحیض کے کرے اور پھر ایک بار دوبارہ وجوباً زمانہ طہر کے اثناء میں کرے یہ قاسم بن محمد کا قول ہے جس میں وہ منفرد ہیں جبکہ جمہور کے نزدیک صرف ایک بار غسل واجب ہے اس سے زیادہ مستحب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنْ قَالَ تَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ

جس نے کہا ہر نماز کے لئے وضو کرے

اس باب میں ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم ہے۔

261 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ أَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلٰوةِ فَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى وَحَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ حِفْظًا فَقَالَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرُوِيَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَشُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ الْعَلَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَوْقَفَهُ شُعْبَةُ عَلٰى أَبِي جَعْفَرٍ تَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ

تشریح:

حضرت فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ مستحاضہ تھیں تو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حیض

کا خون آئے تو وہ خون دکھائی دینے میں کالا ہوتا ہے جب اس طرح ہو تو نماز سے رک جاؤ جب منقطع ہو جائے تو وضو کرو اور نماز پڑھو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابن المثنیٰ اور ابن ابو عدی نے حفظاً روایت کی ہے تو اس وقت کہا کہ عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علاء بن میتب اور شعبہ نے حکم اور ابو جعفر سے روایت کیا ہے۔ العلاء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور شعبہ نے موقوفاً روایت کیا ہے کہ ہر نماز کے واسطے وضو کرے۔

(مستدرک: ج:1، ص:281، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:325، سنن دار قطنی: ج:2، ص:382، سنن نسائی: ج:1، ص:123)

تشریح:

مستحاضہ کے لئے وضو لکل صلوٰۃ یعنی ہر فرض نماز کے لئے مستقل وضو کرنا اگر چہ وقت کے اندر ہو یہ شوافع کا مسلک ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اسی کو بیان کرنا ہے۔

یہاں پر اس روایت میں تین اضطراب ہیں۔

پہلا تو یہ ہے کہ

ابن عدی کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لیتے ہیں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہیں۔

دوسرا یہ ہے کہ

بعض راوی اس کو مسنداً نقل کرتے ہیں اور بعض مرسلاً نقل کرتے ہیں۔

تیسرا یہ ہے کہ

بعض مرفوع نقل کرتے ہیں اور بعض موقوف نقل کرتے ہیں۔

لہٰذا یہاں پر تین اضطراب ہوئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب مَنْ لَمْ یَذْکُرِ الْوُضُوءَ اِلَّا عِنْدَ الْحَدَثِ

جس نے وضو کا ذکر نہیں کیا مگر حدث کے وقت

اس باب میں حدث کے وقت وضو کرنے کا ذکر ہے۔

262 حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيْضَتْ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَنْتَظِرَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي فَاِنْ رَاَتْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ تَوَضَّاَتْ وَصَلَّتْ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ اپنے حیض کے ایام کی منتظر رہے پھر غسل کرے اور نماز پڑھے اگر اس کے بعد کچھ دیکھے تو وضو کرے اور نماز پڑھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1، ص: 351)

263 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ رَبِيْعَةَ اَنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى عَلَى الْمُسْتَحَاضَةِ وُضُوْءًا عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ اِلَّا اَنْ يُّصِيْبَهَا حَدَثٌ غَيْرُ الدَّمِ فَتَوَضَّأُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا قَوْلُ مَالِكٍ يَعْنِي ابْنَ اَنَسٍ

ربیعہ سے روایت ہے کہ وہ مستحاضہ کی حالت میں ہر نماز کے واسطے وضو کو لازم قرار نہ دیتے تھے مگر یہ کہ اس کو خون کے علاوہ حدث لاحق ہو تو وہ وضو کرے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: یہ قول مالک یعنی ابن انس رضی اللہ عنہما کا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 263)

تشریح:

حدثنا زیاد بن ایوب قوله فان رأت شیئاً من ذالك...... الخ

ذالک سے مراد دوسرے نواقض وضو ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مستحاضہ عند انقطاع الحیض ایک بار غسل کر کے اس غسل سے نمازیں پڑھتی رہے جس قدر چاہے خروج وقت کے بعد بھی جب تک استحاضہ کے علاوہ کوئی دوسرا حدیث نہ پایا جائے اور یہی مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اس مطلب کو لے کر یہ حدیث جمہور کے خلاف ہو جاتی ہے لہٰذا اس طرح کہا جائے کہ ذالک سے اشارہ استحاضہ کی طرف ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب تک استحاضہ کا سلسلہ قائم رہے مستحاضہ وضو کر کے نماز پڑھتی رہے ایک بار سے زیادہ کے غسل کی ضرورت نہیں اب یہ وضو کرنا عام ہے خواہ لکل صلوٰۃ ہو جس طرح کہ شوافع کے نزدیک ہے اگرچہ لوقت کل صلوٰۃ ہو جس طرح کہ احناف کے نزدیک ہے۔

قوله عن ربیعة انه کان لا یریٰ علی المستحاضة وضوءً ا

ربیعہ شیخ مالک اور خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دونوں کا مذہب ایک ہی ہے کہ مستحاضہ کو استحاضہ کی بناء پر وضو کی ضرورت نہیں نہ

وقت کے اندر اور نہ بعد خروج الوقت اور احناف کے نزدیک گو داخل وقت وضو کی حاجت نہیں مگر خروج وقت کے بعد ضروری ہے۔

سوال: باب کی پہلی روایت باب کے مناسب ہی نہیں ہے کیونکہ باب کا مقصد یہ ہے کہ مستحاضہ کا وضو نماز کے پورے وقت کے لئے ہوتا ہے درمیان میں اگر خون جاری ہو جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور یہی حکم تمام معذورین کا ہے مگر حدیث میں ہے کہ اگر خون دیکھے تو وضو کر کے نماز پڑھے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

شیئًا سے مراد استحاضہ کے خون کے علاوہ کوئی ناقض وضو پیش آجائے تو وضو دوبارہ کرے اس معنیٰ کا احتمال ہے اور یہی احتمال مراد لیا گیا ہے روایت باب کے مناسب ہوگئی۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِي الْمَرْاَةِ تَرَى الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ

وہ عورت جو طہر کے بعد زردی یا گندگی دیکھے

یہ باب طہر کے بعد زردی اور گندگی دیکھنے کے متعلق ہے۔

264 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ اَخْبَرَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اُمِّ الْهُذَيْلِ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ وَكَانَتْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ اَخْبَرَنَا اَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ بِمِثْلِهِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ اُمُّ الْهُذَيْلِ هِيَ حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ كَانَ ابْنُهَا اسْمُهُ هُذَيْلٌ وَاسْمُ زَوْجِهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

حضرت ام ہذیل رضی اللہ عنہا نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ فرماتی ہیں کہ طہر کے بعد ہم گندگی اور زردی کو کچھ شمار نہیں کرتے تھے۔

امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ام ہذیل وہ حفصہ بنت سیرین ہیں ان کے بیٹے کا نام ہذیل ہے اور شوہر کا نام عبدالرحمٰن ہے۔

(مستدرک: ج:1، ص:282، معجم الکبیر: ج:25، ص:64، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:337، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج:2، ص:171)

تشریح:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور اس میں علماء کرام کے تین اقوال ہیں۔ جمہور علماء کرام جس میں احناف بھی ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ عورت زردی اور گندگی اگر مدت حیض میں دیکھے تب تو وہ حیض ہے ورنہ استحاضہ ہے۔

دوسرا قول ابن حزم ظاہری کا ہے کہ یہ دونوں رنگ مطلقاً استحاضہ ہیں اگر مدت حیض کے اندر دیکھے۔

تیسرا قول وہ ہے کہ

جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت ہے کہ زردی اور گندگی مطلقاً حیض ہے اگرچہ عادت کے اندر دیکھے یا اس کے پورا ہونے کے بعد اور دوسری روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مثل جمہور کے ہے۔

اس میں مزید تفصیل یہ ہے کہ

عورت کی زردی اور گندگی کو مدت حیض میں دیکھنے کی دو صورتیں ہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ

یہ دیکھنا عادت سے متجاوز ہو کر اکثر مدت حیض پر آ کر منقطع ہو جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ

اکثر مدت پر آ کر منقطع نہ ہو بلکہ اس سے بھی متجاوز ہو جائے تو احناف کے نزدیک پہلی صورت میں سب حیض ہے اور دوسری صورت میں عادت سے زیادہ پر استحاضہ ہے اور یہی قول شافعہ کا بھی ہے مگر ان میں فرق یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اکثر مدت حیض دس دن ہے اور ان کے نزدیک پندرہ دن ہے اور دوسرا قول شوافع کا یہ ہے کہ زردی اور گندگی ایام عادت میں تو حیض ہے اور عادت سے زیادہ ہو جائے وہ مطلقاً استحاضہ ہے۔

☆ **عن ام عطیه كانت بايعت النبی صلى الله عليه وسلم**

اسلام میں چار طرح کی بیعت ثابت ہے۔

1- بیعت طریقت 2- بیعت اسلام 3- بیعت خلافت 4- بیعت جہاد

چاروں اقسام کی بیعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام و صحابیات رضی اللہ عنہم و رضی اللہ عنہن سے لی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں سے بیعت لینے کی کیفیت کا عالم یہ ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں کے ہاتھ کو مس بھی نہیں کرتے تھے جس طرح کہ بخاری کی حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جو عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا امتحان لیتے تھے جس طرح کہ الممتحنۃ:12 میں اس کا حکم ہے۔

اور جو عورتیں اس آیت کی شرائط کا اقرار کر لیتیں تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ میں نے تم کو بیعت کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم بیعت کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو صرف اپنے کلام سے بیعت کرتے تھے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث:4891)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام لانے والی خواتین سے احکام شرعیہ کی اطاعت پر بیعت لیتے تھے۔ جس طرح کہ تفسیر مقاتل میں ہے

کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بیعت کرنا شروع کیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ پر تشریف فرما تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسی پہاڑ کے نیچے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم سے اس پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گی۔ اس وقت ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نقاب ڈالے ہوئے خواتین کے ساتھ کھڑی تھی۔

اس نے سر اٹھا کر کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اسی چیز پر بیعت لے رہے ہیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے بیعت لی ہے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کر لی۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور تم چوری بھی نہیں کرو گی۔

ہند نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ابوسفیان کے مال سے خرچ کرتی ہوں مجھے معلوم نہیں کہ وہ مال میرے لیے حلال ہے یا نہیں۔

ابوسفیان نے کہا: ہاں! اس سے پہلے تم نے ماضی میں جو میرا مال لیا ہے وہ حلال ہے اور اس کے علاوہ بھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم ہند بنت عتبہ ہو۔

اس نے کہا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گزشتہ قصور معاف فرما دیں اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور تم زنا بھی نہیں کرو گی۔

ہند نے کہا: کیا آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور تم اپنی اولاد کو قتل بھی نہیں کرو گی۔

اس نے کہا: ہم نے اپنی اولاد کو بچپن میں پالا اور جب وہ بڑے ہو گئے تو تم نے ان کو قتل کر دیا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت ہنسے اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور نہ ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کسی پر بہتان لگاؤ گی۔

بہتان یہ ہے کہ عورت کسی اور کے بچے کو اپنے خاوند کی طرف منسوب کرے اور کہے کہ یہ تمہارا بچہ ہے حالانکہ وہ اس کا بچہ نہ ہو۔

ہند نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بہتان بہت بری چیز ہے اور آپ اچھے اخلاق اور اچھی خصلتوں کا حکم دیتے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور تم دستور کے موافق کسی کام میں نافرمانی نہیں کرو گی یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو نوحہ کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے اور بال نوچنے سے منع فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا: تم شہر میں کسی مسافر کے ساتھ خلوت میں نہیں رہو گی اور بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہیں کرو گی۔

ہند نے کہا: ہم ان چیزوں میں سے کسی کی مخالفت نہیں کریں گے۔

تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ان کو بیعت کر لیجئے اور اللہ سے ان کے لئے مغفرت طلب کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ بہت مغفرت فرمانے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (تفسیر مقاتل بن سلیمان: ج:3، ص:353 تا 354)

☆ **قوله عن ام عطيه**

یہاں پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا ام عطیہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہلکے رنگ حیض کے نہیں ہوتے اور پہلے بخاری اور موطین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت سے معلوم ہوا کہ ہر رنگ کا خون حیض کا خون ہوتا ہے جب تک قصة البیضاء یعنی خالص سفید پانی نہ دیکھ لیں حیض کا خون سمجھیں ان دو روایتوں میں تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہاں پر تعارض نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت کا تعلق قطعی طور پر حیض شروع ہونے کے بعد سے ہے تو مدت حیض میں ہر رنگ کا خون حیض کا خون ہوتا ہے اور ام عطیہ والی روایت کا تعلق مدت طہر کے ساتھ ہے یعنی طہر کا زمانہ ہوا ابھی حیض نہ شروع ہوا ہو تو کوئی میلا، گدلا، زرد رنگ کا پانی آجائے تو اس کی پرواہ نہ کریں ابھی حیض نہیں شروع ہوا۔ اليقين لايزول بالشك یہ ایک مسلم قاعدہ ہے دونوں میں روایتوں میں چلے گا طہر کی کم از کم مدت پندرہ دن ہوتی ہے پندرہ دن سے پہلے دوبارہ حیض نہیں آسکتا عام طور پر مہینے کے بعد آتا ہے۔ واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ يَغْشَاهَا زَوْجُهَا

مستحاضہ کا شوہر مباشرت کر سکتا ہے

اس باب میں مستحاضہ سے شوہر کے جماع کرنے یا نہ کرنے کے متعلق حکم ہے۔

265 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ كَانَتْ اُمُّ حَبِيبَةَ تُسْتَحَاضُ فَكَانَ زَوْجُهَا يَغْشَاهَا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَ قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ مُعَلَّى ثِقَةٌ وَّكَانَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَا يَرْوِى عَنْهُ لِاَنَّهُ كَانَ يَنْظُرُ فِي الرَّاْيِ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا استحاضہ کی حالت میں تھیں تو ان کا شوہر ان سے مباشرت کرتا تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: معلیٰ کو یحییٰ بن معین نے ثقہ راوی کہا ہے اور امام احمد بن حنبل اس سے روایت نہیں کرتے تھے اس لیے کہ وہ صاحب رائے تھے۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1، ص:329)

266 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ سُرَیْجِ الرَّازِیُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْجَھْمِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِیْ قَیْسٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنْ حَمْنَۃَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّھَا کَانَتْ مُسْتَحَاضَۃً وَکَانَ زَوْجُھَا یُجَامِعُھَا

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا استحاضہ کی حالت میں تھیں اور ان کا شوہر ان سے جماع کرتا تھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1ص:329)

تشریح:

جمہور کے نزدیک مستحاضہ سے وطی جائز ہے اور ایک جماعت کے نزدیک ناجائز ہے جن میں ابراہیم نخعی بھی ہیں اور یہی ایک روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے اور ابن سیرین سے کراہت منقول ہے۔

☆ قال ابو داؤد قال یحییٰ بن معین

امام ابوداؤد یحییٰ بن معین کے طریق سے فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ معلی بن منصور سے روایت نہیں لیتے تھے کیونکہ وہ صاحب رائے تھے۔

اس مضمون پر اشکال ہے وہ یہ کہ صاحب رائے کے دو معنیٰ مستعمل ہوتے ہیں۔

ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ

مدح والا کہ صاحب رائے اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اونچے درجے کا فقیہ ہو درست والا ہو، قرآن وحدیث میں گہرائی تک پہنچنے والا ہو، قرآن وحدیث کے سمندر کی گہرائی سے موتی نکال کرامت کو دینے والا ہو اس معنیٰ کے لحاظ سے احناف کو صاحب رائے کہا جاتا رہا۔

دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ

مذمت والا کہ جو شخص قرآن وحدیث کے مقابلے میں اپنی عقل پر عمل کرنے والا ہو اپنی مریض عقل کو سب کچھ سمجھتا ہو وہ صاحب رائے ہے۔

اشکال

اب یہاں پر اشکال یہ ہے کہ

یہاں صاحب رائے کے دونوں معنیٰ نہیں بنتے کیونکہ مذمت والا معنیٰ مراد لیں تو یہ اس وجہ سے غلط ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے معلی بن منصور کی خود توثیق کی ہے۔

جس طرح کہ ہے۔

معلی بن منصور من کبار اصحاب ابی یوسف و محمد و من ثقاتھم فی النقل والروایۃ

اور خود امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بھی توثیق کر رہے ہیں معلیٰ ثقہ ہے اگر مدح والا معنیٰ مراد لیا جائے تو بھی ٹھیک نہیں بنتا کیونکہ پھر معنیٰ ہوگا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس واسطے معلیٰ سے روایت نہیں لیتے تھے کہ وہ اونچے درجے کے فقیہ تھے۔ اونچے درجے کے فقیہ سے تو روایت لینی چاہیے لہٰذا امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا لانہ کان ینظر فی اسری کا جملہ لاکر علت بیان کرنے کی کوئی اور وجہ ہو سکتی ہے وہ ہے عدم ضرورت یا کوئی اور مانع ہو سکتا ہے۔

سوال: اس حدیث مبارکہ پر یہ سوال ہوتا ہے کہ

اس روایت میں ایک صحابی کا فعل ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنی بیوی سے حالت استحاضہ میں بھی جماع کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کوئی رہنمائی نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ جلیل القدر صحابی ہیں جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اس فعل پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر جرأت نہیں کر سکتے تھے خاص طور پر جبکہ قربان حائض سے ممانعت بھی وارد ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ

منع کے لئے دلیل کی حاجت ہے اور اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نہی ثابت نہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

فوائد زائدہ

اب ان تمام ابواب کے آخر میں مستحاضہ کے چند مسائل عرض کیے جاتے ہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

استحاضہ میں نہ نماز معاف ہے نہ روزہ نہ ایسی عورت سے صحبت حرام۔

استحاضہ اگر اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وضو کر کے فرض نماز ادا کر سکے تو نماز کا پورا ایک وقت شروع سے آخر تک اسی حالت میں گزر جانے پر اس کو معذور کہا جائے گا۔ ایک وضو سے اس وقت میں جتنی نمازیں چاہے پڑھے خون آنے سے اس کا وضو نہ جائے گا۔

اگر کپڑا وغیرہ رکھ کر اتنی دیر تک خون روک سکتی ہے کہ وضو کر کے فرض پڑھ لے تو عذر ثابت نہ ہوگا۔

نماز کا کچھ وقت ایسی حالت میں گزرا کہ عذر نہ تھا اور نماز نہ پڑھی اور اب پڑھنے کا ارادہ کیا تو استحاضہ یا بیماری سے وضو جاتا رہتا ہے غرض یہ باقی وقت یونہی گزر گیا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو اب اس کے بعد کا وقت بھی پورا اگر اسی استحاضہ یا بیماری میں گزر گیا تو وہ پہلی بھی ہوگئی اور اگر اس وقت اتنا موقع ملا کہ وضو کر کے فرض نماز پڑھ لے تو پہلی نماز کا اعادہ کرے۔

خون بہتے میں وضو کیا اور وضو کے بعد خون بند ہو گیا اور اسی وضو سے نماز پڑھی اور اس کے بعد دوسرا وقت آیا وہ بھی گزر گیا

کہ خون نہ آیا تو پہلی نماز کا اعادہ کرے یونہی اگر نماز میں بند ہوا اور اس کے بعد دوسرے میں بالکل نہ آیا جب بھی اعادہ کرے۔

فرض نماز کا وقت جانے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے جس طرح کہ کسی نے عصر کے وقت وضو کیا تھا تو آفتاب کے ڈوبتے ہی وضو جاتا رہا اور اگر کسی نے آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا تو جب تک ظہر کا وقت ختم نہ ہو وضو نہ جائے گا کہ ابھی تک کسی فرض نماز کا وقت نہیں گیا۔

معذور نے کسی حدث کے بعد وضو کیا اور وضو کرتے وقت وہ چیز نہیں ہے جس کے سبب معذور ہے پھر وضو کے بعد وہ عذر والی چیز پائی گئی تو وضو جاتا رہا جس طرح کہ استحاضہ والی نے پاخانہ پیشاب کے بعد وضو کیا اور وضو کرتے وقت خون بند تھا بعد وضو کے آیا تو وضو ٹوٹ گیا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1،ص:39 تا 41)

بحر الرائق میں ہے: جب عذر ثابت ہو گیا تو جب تک ہر وقت میں ایک ایک بار بھی وہ چیز پائی جائے معذور ہی رہے گا مثلاً عورت کو ایک وقت تو استحاضہ نے طہارت کی مہلت نہیں دی اب اتنا موقع ملتا ہے کہ وضو کر کے نماز پڑھ لے مگر اب بھی ایک آدھ دفعہ ہر وقت میں خون آ جاتا ہے تو اب بھی معذور ہے یونہی تمام بیماریوں میں اور جب پورا وقت گزر گیا اور خون نہیں آیا تو اب معذور نہ رہی جب پھر کبھی پہلی حالت پیدا ہو جائے تو پھر معذور ہے اس کے بعد پھر اگر پورا وقت خالی گیا تو عذر جاتا رہا۔
(البحر الرائق: ج:1،ص:376)

الحمد للہ عزوجل استحاضہ کا باب مکمل ہوا۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِي وَقْتِ النُّفَسَاءِ
نفاس کے وقت کے متعلق

یہ باب نفاس والی عورتوں کے متعلق ہے۔

267 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ مُسَّةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَتِ النُّفَسَاءُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْعُدُ بَعْدَ نِفَاسِهَا أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَكُنَّا نَطْلِي عَلَى وُجُوهِنَا الْوَرْسَ تَعْنِي مِنَ الْكَلَفِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نفاس والیاں اپنے نفاس کے بعد چالیس دن اور چالیس راتیں بیٹھتی تھیں اور ہم چہروں پر خشکی کو ختم کرنے کے لئے کلف ملتی تھیں۔

(مستدرک: جز:1،ص:283، سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:317، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:341، سنن ترمذی: جز:1،ص:236)

268 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ يَعْنِي حِبِّي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي الْأَزْدِيَّةُ يَعْنِي مُسَّةَ قَالَتْ حَجَجْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَأْمُرُ النِّسَاءَ يَقْضِينَ صَلَاةَ الْمَحِيضِ فَقَالَتْ لَا يَقْضِينَ كَانَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْعُدُ فِي النِّفَاسِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً لَا يَأْمُرُهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَضَاءِ صَلَاةِ النِّفَاسِ قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ حَاتِمٍ وَاسْمُهَا مُسَّةُ تُكْنَى أُمَّ بُسَّةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَثِيرُ بْنُ زِيَادٍ كُنْيَتُهُ أَبُو سَهْلٍ

ازدیہ یعنی مسہ نے کہا ہے کہ میں نے حج کیا پس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ اے ام المومنین سمرہ بن جندب عورتوں کو حیض میں قضاء نماز پڑھنے کا حکم فرماتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ قضا نہ کریں کیونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نفاس کی بناء پر چالیس دن اور چالیس راتیں بیٹھتی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نفاس کے ایام کی نمازیں قضا پڑھنے کا حکم نہ فرماتے۔ محمد یعنی ابن حاتم نے کہا: ان کا نام مسہ ہے اور کنیت ام بسہ ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کثیر بن زیاد کی کنیت ابوسہل ہے۔

(مستدرک: جز: 1 ص: 282، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1 ص: 341)

تشریح:

نفاس کی کم سے کم مدت کوئی مقرر نہیں اکثر مدت میں اختلاف ہے۔ احناف وحنابلہ کے نزدیک چالیس دن ہے اور امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ساٹھ دن ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے (70) ستر دن کی روایت بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہی لکھا ہے جو احناف اور حنابلہ کا ہے مگر کتب شوافع میں 60 دن ذکر ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: نفاس میں کمی کی جانب کوئی مدت مقرر نہیں نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد ایک آن بھی خون آیا تو وہ نفاس ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کا زمانہ چالیس دن رات ہے اور نفاس کی مدت کا شمار اس وقت سے ہوگا کہ آدھے سے زیادہ بچہ نکل آیا اور اس بیان میں جہاں بچہ ہونے کا لفظ آئے گا اس کا مطلب آدھے سے زیادہ باہر آ جانا ہے۔

کسی کو چالیس دن سے زیادہ خون آیا تو اگر اس کے پہلی بار بچہ پیدا ہوا یا یہ یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا تو چالیس دن رات نفاس ہے باقی استحاضہ اور جو پہلی عادت معلوم ہو تو عادت کے دنوں تک نفاس ہے اور جتنا زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے جیسے عادت تیس دن کی تھی اس بار پینتالیس دن آیا تو تیس دن نفاس کے ہیں اور پندرہ دن استحاضہ کے ہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1 ص: 37)

چالیس دن کے اندر کبھی خون آیا کبھی نہیں تو سب ہی نفاس ہی ہے اگرچہ پندرہ دن کا فاصلہ ہو جائے۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج: 1 ص: 37)

درمختار میں ہے: ان دنوں میں نمازیں معاف ہیں ان کی قضاء بھی نہیں اور روزوں کی قضاء اور دنوں میں رکھنا فرض ہے۔
(درمختار: ج:1،ص:532)

عادت کے دنوں سے خون متجاوز ہوگیا تو حیض میں دس دن اور نفاس میں چالیس دن تک انتظار کرے اگر اس مدت کے اندر بند ہوگیا تو اب سے نہا دھو کر نماز پڑھے اور جو اس مدت کے بعد بھی جاری رہا تو نہائے اور عادت کے بعد باقی دنوں کی قضاء کرے۔ (درمختار ورد المحتار: ج:1،ص:537)

حیض پورے دس دن پر اور نفاس پورے چالیس دن پر ختم ہوا اور نماز کے وقت میں اگر اتنا بھی باقی ہو کہ اللہ اکبر کا لفظ کہے تو اس وقت کی نماز اس پر فرض ہوگئی نہا کر اس کی قضاء پڑھے اور اگر اس سے کم میں بند ہوا اور اتنا وقت ہے کہ جلدی سے نہا کر اور کپڑے پہن کر ایک بار اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تو فرض ہوگئی قضاء کرے ورنہ نہیں۔ (درمختار ورد المحتار: ج:1،ص:542)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَاب الِاغْتِسَالِ مِنَ الْحَيْضِ
حیض کے خون کو دھونا

269 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنْ أُمَيَّةَ بِنْتِ أَبِي الصَّلْتِ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي غِفَارٍ قَدْ سَمَّاهَا لِي قَالَتْ أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَقِيبَةِ رَحْلِهِ قَالَتْ فَوَاللَّهِ لَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصُّبْحِ فَأَنَاخَ وَنَزَلْتُ عَنْ حَقِيبَةِ رَحْلِهِ فَإِذَا بِهَا دَمٌ مِنِّي فَكَانَتْ أَوَّلَ حَيْضَةٍ حِضْتُهَا قَالَتْ فَتَقَبَّضْتُ إِلَى النَّاقَةِ وَاسْتَحْيَيْتُ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بِي وَرَأَى الدَّمَ قَالَ مَا لَكِ لَعَلَّكِ نَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَأَصْلِحِي مِنْ نَفْسِكِ ثُمَّ خُذِي إِنَاءً مِنْ مَاءٍ فَاطْرَحِي فِيهِ مِلْحًا ثُمَّ اغْسِلِي مَا أَصَابَ الْحَقِيبَةَ مِنَ الدَّمِ ثُمَّ عُودِي لِمَرْكَبِكِ قَالَتْ فَلَمَّا فَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ رَضَخَ لَنَا مِنَ الْفَيْءِ قَالَتْ وَكَانَتْ لَا تَطَّهَّرُ مِنْ حَيْضَةٍ إِلَّا جَعَلَتْ فِي طَهُورِهَا مِلْحًا وَأَوْصَتْ بِهِ أَنْ يُجْعَلَ فِي غُسْلِهَا حِينَ مَاتَتْ

امیہ بنت ابوصلت سے روایت ہے کہ بنو غفار کی ایک عورت نے کہا کہ جس نے مجھے اپنا نام بتایا کہ رسول اللہ ﷺ

نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے رقیبہ پر بٹھایا۔اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے صبح کے وقت نزول فرمایا اور اپنے اونٹ کو بٹھایا تو میں آپ ﷺ کے حقیبہ سے اتر آئی پس جب وہاں دیکھا تو میرا خون لگا ہوا تھا اور وہ میرا پہلا حیض تھا۔فرماتی ہیں کہ میں اونٹنی کی طرف ہوگئی تو شرم کرنے لگ گئی۔پس جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے ملاحظہ فرمایا اور خون کو دیکھا۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ کو کیا ہوا لگتا ہے حیض آ گیا۔میں نے عرض کیا: ہاں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خود کو ٹھیک کرلو۔پھر ایک برتن میں پانی ڈالو اور نمک ڈال کر اس حقیبہ کو لگا ہوا خون دھوؤ۔پھر دوبارہ سوار ہو جاؤ۔فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس وقت خیبر کو فتح فرمالیا تو آپ ﷺ نے مال فئی سے ہم کو بھی عطا فرمایا۔فرماتی ہیں کہ وہ حیض سے طاہر نہ ہوتی لیکن طہارت کے پانی میں نمک ڈالتی اور وفات کے وقت بھی غسل کے پانی میں اس نمک کو ڈالنے کی وصیت فرمائی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 407، مسند احمد: جز: 45، ص: 108)

270 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ اَخْبَرَنَا سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ اَسْمَاءُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَغْتَسِلُ اِحْدَانَا اِذَا طَهُرَتْ مِنَ الْمَحِيْضِ قَالَ تَاْخُذُ سِدْرَهَا وَمَائَهَا فَتَوَضَّأُ ثُمَّ تَغْسِلُ رَاْسَهَا وَتَدْلُكُهُ حَتّٰى يَبْلُغَ الْمَاءُ اُصُوْلَ شَعْرِهَا ثُمَّ تُفِيْضُ عَلٰى جَسَدِهَا ثُمَّ تَاْخُذُ فِرْصَتَهَا فَتَطَّهَّرُ بِهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَعَرَفْتُ الَّذِيْ يَكْنِيْ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا تَتَبَّعِيْنَ بِهَا اٰثَارَ الدَّمِ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا ذَكَرَتْ نِسَاءَ الْاَنْصَارِ فَاَثْنَتْ عَلَيْهِنَّ وَقَالَتْ لَهُنَّ مَعْرُوْفًا وَّقَالَتْ دَخَلَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً قَالَ مُسَدَّدٌ كَانَ اَبُوْ عَوَانَةَ يَقُوْلُ فِرْصَةً وَكَانَ اَبُو الْاَحْوَصِ يَقُوْلُ قَرْصَةً حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ يَعْنِي ابْنَ مُهَاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَسْمَاءَ سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً قَالَتْ كَيْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِيْ بِهَا وَاسْتَتِرِيْ بِثَوْبٍ وَزَادَ وَسَاَلَتْهُ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ تَاْخُذِيْنَ مَائَكِ فَتَطَّهَّرِيْنَ اَحْسَنَ الطُّهُوْرِ وَاَبْلَغَهُ ثُمَّ تَصُبِّيْنَ عَلٰى رَاْسِكِ الْمَاءَ ثُمَّ تَدْلُكِيْنَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ شُؤُوْنَ رَاْسِكِ ثُمَّ تُفِيْضِيْنَ عَلَيْكِ الْمَاءَ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْاَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ اَنْ يَّسْاَلْنَ عَنِ الدِّيْنِ وَاَنْ يَّتَفَقَّهْنَ فِيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے حیض سے طاہر ہو کر کیسے غسل کیا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیری کے پتوں کے پانی سے وضو کیا کرے۔ پھر اپنے سر کو دھوئے اور اس کو ملے حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں کو پہنچ جائے پھر پانی کو اپنے جسم پر ڈالے پھر کپڑا اسے پاک کرے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس کے ساتھ کس طرح صفائی کروں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پس جو کفایہ کیا گیا میں اس کو جان گئی۔ تو میں نے ان کو کہا: خون کے آثار کو صاف کرنا ہے۔ صفیہ بنت شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ نے انصار کی عورتوں کا تذکرہ کیا تو ان کی مدح کی اور فرمایا ان عورتوں کی اچھائیاں ہیں۔ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئی آگے معناً ویسے ذکر کیا مگر فرمایا کہ کپڑے کو ممسک کیا۔ مسدد نے کہا: اس کو ابوعوانہ فرصہ کہا کرتے تھے اور ابوالاحوص قرصہ کہتے تھے۔ صفیہ بنت شیبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا پھر آگے اسی معنیٰ کے ساتھ بیان کر کے کہا کہ ممسک کیا ہوا فرصہ۔ انہوں نے عرض کیا: میں اس کے ساتھ کس طرح صاف کروں۔ ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! اسی سے صاف کرو اور اپنے مقدس چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ لیا اور زیادتی یہ بھی کی کہ اس نے جنابت کے غسل کے بارے میں پوچھا: ارشاد فرمایا: پانی لو پھر اپنے آپ کو پاک کر کے ملو اپنے سر پر ڈالو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انصار کی عورتیں کتنی ہی اچھی ہیں کہ دین کے بارے میں سوال کرنے سے اور ان کو سمجھنے سے شرم محسوس نہیں کرتیں۔

(شرح السنۃ: ج:1، ص:71)

تشریح:

☆ ثم تاخذها فرصتها فتطر بها

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حائضہ عورت کو چاہئے کہ غسل سے فراغت کے بعد مزید نظافت و طہارت کرے۔ فرصہ کا معنیٰ ہے روئی یا اون کا ٹکڑا یعنی پھایہ یہاں پر اس سے مراد مشک آلود پھایہ ہے جس طرح کہ اگلی روایت میں ہے فرصۃ ممسکۃ اور بعض روایات میں ہے من مسک۔ مراد یہ ہے کہ کسی پھایہ پر مشک لگا کر رائحہ کریہہ زائل کرنے کے لئے اس کو اپنی فرج میں رکھے اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ فرج کے علاوہ جہاں جہاں خون کے نشانات ہوں وہاں پر اس کو لگائے پھر اس کو فرج میں رکھ دے۔

اس میں اختلاف ہے کہ مشک کے استعمال میں کیا حکمت ہے اس میں دو اقوال ہیں۔

بعض نے کہا: رائحہ کریہہ کے ازالہ کے لئے۔

اور بعض نے کہا: اس وجہ سے کہ مشک کا استعمال فرج میں اسرع الی الحبل ہے اس سے استقرار حمل جلد ہوتا ہے مگر

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید فرمائی ہے۔

☆ قولہ اردفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سوار ہونے والی عورت کا نام لیلیٰ ہے اور یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں مگر اس وقت ہوسکتا ہے کہ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ بالغہ ابھی ہو رہی تھیں۔

یہ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ پلان پر ہم سفر بنایا تو اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ عورت نامحرم تھی اور یہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے بھی نہ تھی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر محرم عورت کو اپنے ساتھ کیوں سوار کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

غیر محرم سے خلوت کرنا اور مس کرنا جائز نہیں اور یہاں یہ دونوں چیزیں پائی ہی نہیں جاتیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حقیبہ کے پیچھے بٹھایا تھا درمیان میں لکڑی تھی بدن سے مس نہیں ہوتا تھا اور قافلہ کے ساتھ چل رہے تھے خلوت بھی نہیں تھی لہٰذا اعتراض بھی نہ ہوا عورت کی حاجت بھی پوری ہوگئی شریعت کے خلاف بھی کوئی کام نہ ہوا اور مزید یہ کہ جہاں پر محرم ہونا ثابت نہیں ہے تو وہاں غیر محرم بھی تو ثابت نہیں ہے اور وہ اس وقت تھی بھی نابالغہ کیونکہ وہ اس سفر میں بالغہ ہوئی ہیں اور ان کے بیٹھنے کا نظام یہ تھا کہ جس طرح بس کی سیٹوں پر آگے مرد بیٹھے ہوں اور پچھلی سیٹوں پر عورتیں بیٹھی ہوں۔

☆ قولہ دخلت اسماء

یہ اسماء بنت شکل ہیں جس طرح کہ مسلم شریف کی روایت میں ہے اور بخاری شریف میں بھی یہ حدیث مبارکہ ہے اس میں دخلت امرأۃ بلاتعیین ہے۔

حافظ فرماتے ہیں کہ خطیب نے مبہمات میں اس روایت کو ذکر کیا اس میں بجائے بنت شکل کے اسماء بنت یزید بن السکن ہے دمیاطی وغیرہ بعض محدثین نے مسلم کی روایت کو تصحیف قرار دیا ہے اس لیے کہ انصار میں کوئی شخص نہیں جس کا نام شکل ہو۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ ہوسکتا ہے شکل ان کا لقب ہو اور نام یزید ہو بلکہ حافظ نے کہا ہے کہ زیادہ مشہور کتابوں میں اسماء بنت شکل ہی ہے یا اسماء بغیر نسب کے ہے جس طرح کہ ابوداؤد میں ذکر ہے۔

☆ قولہ نعم النساء نسا والانصار

یعنی انصاری عورتیں کیسی اچھی ہیں ان کو دین سیکھنے اور مسائل معلوم کرنے سے حیاء مانع نہیں ہوتی تھی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ دینی مسائل سیکھنے کے لئے شرم محسوس نہیں کرنی چاہئے۔

والله و رسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب التَّيَمُّمِ

تیمّم

یہ باب تیمم کے متعلق ہے۔

271 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح و حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ الْمَعْنٰی وَاحِدٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَاُنَاسًا مَّعَهُ فِیْ طَلَبِ قِلَادَةٍ اَضَلَّتْهَا عَائِشَةُ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوْءٍ فَاَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهُ فَاُنْزِلَتْ اٰيَةُ التَّيَمُّمِ زَادَ ابْنُ نُفَيْلٍ فَقَالَ لَهَا اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ يَّرْحَمُكِ اللّٰهُ مَا نَزَلَ بِكِ اَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهُ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَلَكِ فِيْهِ فَرَجًا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسید بن حضیر اور ان کے ساتھ لوگوں کو ہار کے ڈھونڈنے کے لئے بھیجا جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ضائع کیا تھا۔ نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے نماز وضو کے بغیر ادا کی تو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے پس انہوں نے اس کا تذکرہ کیا تو آیت تیمم اتری۔ ابن نفیل نے یہ زیادہ کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جس وقت بھی آپ پر کوئی آزمائش ہوئی تو اس کے صدقے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اور آپ رضی اللہ عنہا کے لئے آسانی پیدا فرما دی۔

(سنن نسائی: جز: 2، ص: 27)

272 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ حَدَّثَهُ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ اَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّهُمْ تَمَسَّحُوْا وَهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّعِيْدِ لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوْا بِاَكُفِّهِمُ الصَّعِيْدَ ثُمَّ مَسَحُوْا وُجُوْهَهُمْ مَسْحَةً وَّاحِدَةً ثُمَّ عَادُوْا فَضَرَبُوْا بِاَكُفِّهِمُ الصَّعِيْدَ مَرَّةً اُخْرٰی فَمَسَحُوْا بِاَيْدِيْهِمْ كُلِّهَا اِلَى الْمَنَاكِبِ وَالْاٰبَاطِ مِنْ بُطُوْنِ اَيْدِيْهِمْ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الْمَهْرِیُّ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ قَامَ الْمُسْلِمُوْنَ فَضَرَبُوْا بِاَكُفِّهِمُ التُّرَابَ وَلَمْ يَقْبِضُوْا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرِ

الْمَنَاكِبَ وَالْآبَاطَ قَالَ ابْنُ اللَّيْثِ إِلَى مَا فَوْقَ الْمِرْفَقَيْنِ

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اس نے فجر کی نماز کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مٹی سے تیمّم فرمایا تو اپنی ہتھیلیوں کو مٹی پر مارا اور اپنے مقدس چہرے پر ایک بار پھیرا اور دوسری مرتبہ ہتھیلیوں کو مٹی پر مارا اور اپنے مقدس ہاتھوں پر پھیرا کندھوں تک اور بازوؤں کے نیچے بغلوں تک پھیرا۔ اسی طرح سلیمان بن داؤد مہری اور عبدالملک بن شعیب نے ابن وہب سے روایت کر کے کہا ہے کہ مسلمان تیمّم کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے پس انہوں نے اپنی ہتھیلیوں کو مٹی پر پھیرا اور مٹی سے کچھ بھی نہ لیا انہوں نے یہ ذکر کیا لیکن کندھوں اور بغلوں تک کا ذکر نہ کیا۔ ابن لیث نے کہا کہ کہنیوں کے اوپر تک گیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 272)

273 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ فِي آخَرِينَ قَالُوا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَّسَ بِأُولَاتِ الْجَيْشِ وَمَعَهُ عَائِشَةُ فَانْقَطَعَ عِقْدٌ لَهَا مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ فَحُبِسَ النَّاسُ ابْتِغَاءَ عِقْدِهَا ذَلِكَ حَتَّى أَضَاءَ الْفَجْرُ وَلَيْسَ مَعَ النَّاسِ مَاءٌ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ حَبَسْتِ النَّاسَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخْصَةَ التَّطَهُّرِ بِالصَّعِيدِ الطَّيِّبِ فَقَامَ الْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبُوا بِأَيْدِيهِمْ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ وَلَمْ يَقْبِضُوا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا فَمَسَحُوا بِهَا وُجُوهَهُمْ وَأَيْدِيَهُمْ إِلَى الْمَنَاكِبِ وَمِنْ بُطُونِ أَيْدِيهِمْ إِلَى الْآبَاطِ زَادَ ابْنُ يَحْيَى فِي حَدِيثِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فِي حَدِيثِهِ وَلَا يَعْتَبِرُ بِهَذَا النَّاسُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ ابْنُ إِسْحَقَ قَالَ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَذَكَرَ ضَرْبَتَيْنِ كَمَا ذَكَرَ يُونُسُ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ضَرْبَتَيْنِ وَ قَالَ مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمَّارٍ وَكَذَلِكَ قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَشَكَّ فِيهِ ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ مَرَّةً عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَوْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمَرَّةً قَالَ عَنْ أَبِيهِ وَمَرَّةً قَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اضْطَرَبَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيهِ وَفِي سَمَاعِهِ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ فِي هَذَا الْحَدِيثِ الضَّرْبَتَيْنِ إِلَّا مَنْ سَمَّيْتُ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولان الجیش میں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں آپ کا جزع ظفار کا ہار قطع ہو کر گم ہو گیا تو لوگ آپ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے رک گئے حتیٰ کہ فجر کا وقت ظاہر ہو گیا اور لوگوں کے پاس پانی بھی موجود نہ تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا پر غضب ہوئے۔ اور ارشاد فرمایا: تم نے تو لوگوں کو روک دیا حالانکہ ان کے پاس پانی بھی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرما کر پاک مٹی سے طہارت کی اجازت عطا فرمائی تو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیمم کرنے لگ گئے انہوں نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور اوپر اٹھا لیا تو مٹی کا کچھ نہ لگا پھر ان کو اپنے چہروں پر پھیرنے لگے اور اپنے ہاتھوں پر کندھوں تک پھیرنے لگے اور پھر اپنے ہاتھوں کے اندرونی طرف بغلوں تک پھیرنے لگے۔ ابن یحییٰ نے حدیث مبارکہ ابن شہاب میں یہ زیادتی کی ہے کہ ان لوگوں کا اعتبار نہیں ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسی طرح ابن اسحاق نے روایت کیا ہے اس میں کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دو ضربوں کا ذکر فرمایا۔ معمر نے زہری سے دو ضربوں کا ذکر کیا ہے۔ ابو اویس نے زہری سے ایسے ہی روایت کیا ہے اور ابن عیینہ نے اس میں شک یوں کیا کہ ایک بار کہا۔ عبید اللہ نے اپنے والد محترم سے یا عبید اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس میں اضطراب ہے کہ ایک بار کہا کہ اپنے والد محترم سے اور دوسری بار کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ زہری سے اس کے اندر سماع کا شک ہے اور کسی نے دو ضربوں کا تذکرہ نہ کیا مگر جن کے میں نے نام بیان کیے ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:208، سنن نسائی: جز:2،ص:10، مسند ابی یعلی: جز:3،ص:198، مسند احمد: جز:37،ص:280)

274 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ الضَّرِيْرُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا بَيْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا اَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا اَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ فَقَالَ لَا وَاِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَكَيْفَ تَصْنَعُوْنَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ الَّتِيْ فِيْ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ ﴿ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ﴾ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِيْ هٰذَا لَاَوْشَكُوْا اِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ اَنْ يَتَيَمَّمُوْا بِالصَّعِيْدِ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ مُوْسٰى وَاِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِهٰذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ مُوْسٰى اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ فَاَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَتَمَرَّغُ الدَّابَّةُ ثُمَّ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ اَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلَى الْاَرْضِ فَنَفَضَهَا ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهٖ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَبِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ عَلَى الْكَفَّيْنِ ثُمَّ مَسَحَ

وَجْهَهُ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ اَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ

حضرت شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کے مابین بیٹھا ہوا تھا۔ تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! اگر جنبی شخص ایک ماہ تک پانی کو نہ پاسکے تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ وہ تیمم کرے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں اگرچہ ایک ماہ تک پانی کو نہ پاسکے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اس آیت کا کیا کرو گے جو سورہ مائدہ میں ہے۔ اگر تم پانی کو نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ان کو اس میں رخصت دی جائے تو عنقریب جب ان کو پانی ٹھنڈا لگے گا تو یہ مٹی سے تیمم کرنے لگ جائیں گے۔ تو ان کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اسی بناء پر اسی کے لئے یہ کراہیت سمجھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے سماعت نہیں کیا جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کام کی غرض سے روانہ فرمایا تو مجھے جنابت لاحق ہوگئی اور پانی بھی نہ مل سکا اسی وجہ سے میں مٹی میں لوٹتا پھرتا رہا جس طرح جانور کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ کے واسطے یہ ہی کفایت کرتا تھا کہ اس طرح کرتے تو آپ نے زمین پر مقدس ہاتھ کو مارا اور پھونک ماری۔ اس کے بعد الٹے مقدس ہاتھ سے سیدھے ہاتھ اقدس پر اور سیدھے سے الٹے مقدس ہاتھ اور پہنچوں پر لگایا اس کے بعد اپنے مقدس چہرے پر مسح فرمایا۔ تو ان کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ ملاحظہ نہیں فرماتے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے فرمان پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ قانع ہوئے۔

(مسند احمد: ج:37، ص:284، سنن دارقطنی: ج:2، ص:263، صحیح البخاری: ج:2، ص:76)

275 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ اَبِي مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزَى قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ فَجَائَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّا نَكُوْنُ بِالْمَكَانِ الشَّهْرَ وَالشَّهْرَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ اَمَّا اَنَا فَلَمْ اَكُنْ اُصَلِّي حَتّٰى اَجِدَ الْمَاءَ قَالَ فَقَالَ عَمَّارٌ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَمَا تَذْكُرُ اِذْ كُنْتُ اَنَا وَاَنْتَ فِي الْاِبِلِ فَاَصَابَتْنَا جَنَابَةٌ فَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ اَنْ تَقُوْلَ هٰكَذَا وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ نَفَخَهُمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ اِلٰى نِصْفِ الذِّرَاعِ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَمَّارُ اتَّقِ اللّٰهَ فَقَالَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنْ شِئْتَ وَاللّٰهِ لَمْ اَذْكُرْهُ اَبَدًا فَقَالَ عُمَرُ كَلَّا وَاللّٰهِ لَنُوَلِّيَنَّكَ مِنْ ذٰلِكَ مَا تَوَلَّيْتَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ ابْنِ اَبْزَى عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ يَا

عَمَّارُ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْاَرْضَ ثُمَّ ضَرَبَ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَالذِّرَاعَيْنِ اِلٰى نِصْفِ السَّاعِدَيْنِ وَلَمْ يَبْلُغِ الْمِرْفَقَيْنِ ضَرْبَةً وَّاحِدَةً

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ وَكِيعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى وَرَوَاهُ جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى يَعْنِي عَنْ اَبِيْهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمَّارٍ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ وَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ نَفَخَ فِيْهَا وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ شَكَّ سَلَمَةُ وَقَالَ لَا اَدْرِيْ فِيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ يَعْنِي اَوْ اِلَى الْكَفَّيْنِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي الْاَعْوَرَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ بِاِسْنَادِهٖ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ ثُمَّ نَفَخَ فِيْهَا وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ اَوْ اِلَى الذِّرَاعَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ كَانَ سَلَمَةُ يَقُوْلُ الْكَفَّيْنِ وَالْوَجْهَ وَالذِّرَاعَيْنِ فَقَالَ لَهٗ مَنْصُوْرٌ ذَاتَ يَوْمٍ انْظُرْ مَا تَقُوْلُ فَاِنَّهٗ لَا يَذْكُرُ الذِّرَاعَيْنِ غَيْرُكَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمَّارٍ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ اَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ اِلَى الْاَرْضِ فَتَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارًا يَخْطُبُ بِمِثْلِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ لَمْ يَنْفُخْ وَذَكَرَ حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ ضَرَبَ بِكَفَّيْهِ اِلَى الْاَرْضِ وَنَفَخَ

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی معیت میں تھا کہ ایک شخص نے آتے ہی کہا کہ ہم اس مقام پر ہیں جہاں پر ایک یا دو ماہ رہائش رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں پانی کے نہ ملنے پر نماز نہیں پڑھتا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ رضی اللہ عنہ نہیں جانتے کہ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ اور میں اونٹوں میں تھے تو ہم جنابت کی حالت میں ہو گئے تو میں مٹی میں لیٹ گیا پس ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس کو ذکر کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہیں تو اس طرح کفایت کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان کو پھنکارا اور ان کو اپنے مقدس چہرے پر مسح کر لیا

اور نصف کلائیوں تک کیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمار رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھو، تو آپ نے کہا: اے امیر المومنین اگر آپ پسند فرمائیں تو اس کا میں ہمیشہ تذکرہ نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز اللہ تعالیٰ کی قسم اس طرح نہیں آپ کو اجازت ہے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ابن ابزیٰ نے اس کو روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا: اے حضرت عمار رضی اللہ عنہ! تمہیں یہ کفایت کرتا تھا پھر اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان دونوں کو دوسرے پر مار کر اپنے مقدس چہرے پر مسح فرمایا اور کلائیوں کو آدھے ٹکڑے کیا اور ایک ضرب سے کہنیوں تک نہ پہنچ سکے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے وکیع، اعمش، سلمہ بن کہیل نے روایت کیا ہے۔ اس کو جریر، اعمش، سلمہ، سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ نے اس قصہ کو روایت کیا۔ پس ارشاد فرمایا: تمہیں یہ کفایت کرتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان کو پھنکارا اور اپنے مقدس چہرے پر مسح فرمایا اور ہتھیلیوں کے اوپر پھیرنے لگے۔ سلمہ نے شک کر کے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کہنیوں تک ارشاد فرمایا تھا یا ہتھیلیوں تک کا ارشاد فرمایا۔ اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ شعبہ نے روایت فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ پھر ان کو پھنکارا اور اپنے مقدس چہرے پر مسح فرمایا اور ہتھیلیوں پہنچوں تک یا کلائیوں کا مسح فرمایا۔ شعبہ نے کہا: سلمہ کہتے رہتے تھے کہ دونوں ہتھیلیوں اور مقدس چہرے کو اور دونوں کلائیوں کو مسح فرماتے تھے۔ منصور نے ایک دن ان کو کہا: آپ کیا فرما رہے ہیں اس لیے کہ تمہارے سوا تو کلائیوں کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو بیان کیا۔ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ کے واسطے یہ ہی کفایت کرتا ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مار و انہی سے اپنے چہرے پر اور اپنی ہتھیلیوں پر مسح کرو اور آگے حدیث مبارکہ روایت کی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو شعبہ، حصین، ابو مالک نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو میں نے ایسے ہی خطبہ دیتے ہوئے سماعت کیا مگر یہ فرمایا کہ نہ پھنکارو۔ حسین بن محمد نے شعبہ اور حکم سے اس حدیث مبارکہ کو ذکر کر کے فرمایا: اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر مارا اور پھنکارا۔

(شرح السنۃ: جز: 1، ص: 83)

276 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّيَمُّمِ فَاَمَرَنِى ضَرْبَةً وَاحِدَةً لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ نے اپنے والد محترم حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے تیمم کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ اور ہتھیلیوں کے لئے ایک بار

مجھے ضرب کا حکم ارشاد فرمایا۔

(مسند ابو یعلی: جز:3،ص:204، السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:195، السنن الکبری للبیہقی: جز:1،ص:210، صحیح ابن حبان: جز:4،ص:127)

277 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَ سُئِلَ قَتَادَةُ عَنِ التَّيَمُّمِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ حَدَّثَنِي مُحَدِّثٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ

ابن سے روایت ہے۔سفر میں تیمم کے بارے میں حضرت قتادہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ محدث، شعبی، عبدالرحمن بن ابزیٰ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہنیوں تک۔

(السنن الکبری للبیہقی: جز:1،ص:210)

تشریح:

تیمم کتاب وسنت اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے۔تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے۔امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدث اصغر یا حدث اکبر، تیمم صرف چہرے اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے۔ہمارا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لئے دو ضربیں ضروری ہیں۔ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔

حضرت علی بن ابی طالب

حضرت عبداللہ بن عمر

حضرت حسن بصری

حضرت شعبی

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر

حضرت سفیان ثوری

حضرت امام مالک

حضرت امام ابوحنیفہ

اصحاب رائے

اور دوسرے تمام فقہاء کرام رضی اللہ عنہم و رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔

عطاء

مکحول

اوزاعی

امام احمد

اسحاق

ابن المنذر

اور عامۃ المحدثین کا مسلک یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے لئے صرف ایک ضرب واجب ہے۔

زہری نے یہ کہا ہے کہ

ہاتھوں پر بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

اس میں علماء کرام کا اختلاف نہیں ہے کہنیون سے ماوراء تیمم نہیں ہے۔

اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ

تیمم میں تین ضربات ہیں۔

ایک ضرب چہرے کے لئے

دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لئے

اور تیسری ضرب کلائیوں کے لئے

قوله فانزلت آية التيمم

آیت کے متعلق شروح میں اختلاف ہے۔

علامہ ابن العربی نے فرمایا: **هذا معضلة ما وجدت لدائها دواءً**

یعنی یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے کہ اس مرض کا میں نے کوئی علاج نہیں پایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد کون سی آیت ہے۔

حضرت ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

اس سے مراد آیت النساء ہے یا آیت مائدہ ہے۔

مگر پھر بھی انہوں نے کوئی تعیین نہیں کی۔

اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

اس سے مراد آیت النساء ہے کیونکہ آیت مائدہ آیت وضو کے نام سے مشہور ہے لہٰذا اس میں تیمم کا بھی ذکر ہے اور آیت نساء میں صرف تیمم ہی ہے وضو نہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت کی وجہ سے جو حمیدی کی جمع بین الصحیحین میں ہے جس میں یوں ہے۔
فنزلت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ
آیت کا متعین ہونا لکھا ہے۔

اور آیت تیمم کی تصریح سورہ مائدہ کے حوالے سے امام بخاری نے فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا اس وقت ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو بٹھایا اور اونٹنی سے اتر گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گود میں سر رکھا اور سو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے زور سے مجھے گھونسے مارے۔

اور فرمایا: تم نے تمام لوگوں کو ہار کی وجہ سے ٹھہرا دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل پڑنے سے مجھے موت کی طرح لگ رہا تھا حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی تھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اس وقت صبح ہو چکی تھی پانی کو تلاش کیا گیا تو پانی نہیں ملا۔

اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الآیۃ (المائدہ:6)
حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا:
اے آل ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے تم میں برکت رکھی ہے تمہارا وجود ان کے لئے محض برکت ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:4608)

اور حافظ ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے۔
پھر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کر دی۔

اس سے مراد وہ آیت وضو ہے جو سورۃ المائدہ میں ہے یا وہ آیت ہے جو سورہ النساء میں ہے۔ ان دو آیتوں کے سوا اور کسی آیت میں تیمم کا ذکر نہیں ہے اور یہ دونوں مدنی سورتیں ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ غسل جنابت وضو سے پہلے فرض نہیں ہوا تھا پس جس طرح مصنفین سیرت کے نزدیک یہ امر محقق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور غسل جنابت بھی مکہ مکرمہ میں فرض ہوا ہے اور یہ کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں کوئی نماز بھی بغیر وضو کے نہیں پڑھی اور آپ اسی طرح وضو کرتے تھے جس طرح مدینہ منورہ میں آپ نے وضو کیا یا جس طرح اب ہم وضو کرتے ہیں اور یہ وہ امر ہے کہ اس سے کوئی عالم بھی ناواقف نہیں ہے اور سوائے ہٹ دھرم کے اس کی کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا۔ (الاستذکار: ج:3، ص:155)

اور علامہ بدرالدین حنفی لکھتے ہیں: تیمم کی آیت سورۃ مائدہ میں ہے اور سورۃ النساء میں ہے اور یہ دونوں مدنی سورتیں ہیں اور اس سے پہلے کوئی نماز بغیر وضو کے مشروع نہیں تھی اس لیے جب تیمم کی آیت نازل ہوئی تو وضو کا ذکر نہیں کیا کیونکہ تیمم کا حکم وضو کے حکم کی فرع ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

پہلے اس آیت کریمہ کا وہ حصہ نازل ہوا جس میں وضو کا ذکر ہے اور پھر اس آیت کا دوسرا حصہ نازل ہوا جس میں تیمم کا ذکر ہے پھر یہ آیت کریمہ پوری ہوگئی۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ

وضو کا حکم پہلے سنت سے مشروع ہوا نہ کہ قرآن سے پھر بعد میں ان دونوں کا حکم اکٹھے نازل ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو تیمم سے اس لیے تعبیر کیا کہ اس موقع پر یہی مقصود تھا۔

میں کہتا ہوں کہ

اگر یہ لوگ امام حمیدی کی اس روایت پر مطلع ہو جاتے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔

پھر یہ آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ (المائدہ:6)

تو ان تاویلات میں نہ پڑتے۔ (عمدۃ القاری:ج:4،ص:5)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کی کوئی تصریح نہیں فرمائی مگر آیت کے نزول کا فرمایا ہے جس طرح کہ اس حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روای ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے جب مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہار کو تلاش کرنے کے لئے رک گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام قافلہ رک گیا اس جگہ نہ پانی تھا اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس پانی تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔

اور کہنے لگے کہ

تم نہیں دیکھ رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے۔ تمام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرا لیا اس جگہ نہ پانی ہے نہ لوگوں کے پاس پانی ہے تو (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانو پر سر رکھے ہوئے محو نیند تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹنا شروع کیا۔

اور فرمانے لگے کہ

تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پریشان کیا ہے اور ایسی جگہ روک لیا ہے جہاں بالکل پانی نہیں ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس پانی ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ناراض ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آیا کہتے رہے اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں اپنی انگلی چبھوتے رہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل آنے کے خیال سے اپنی جگہ سے مطلقاً نہیں

ہلی حتیٰ کہ اس حال میں یعنی جب کہ لوگوں کے پاس پانی نہ تھا صبح ہوگئی اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی۔
پھر نقباء میں سے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا:
اے آل ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ کوئی آپ رضی اللہ عنہ کی پہلی برکت نہیں ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
ہم نے اس اونٹ کو کھڑا کیا جس پر میں سوار تھی تو ہار اس کے نیچے سے نکل آیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 367)

☆ **قولہ مانزل بلك امر تكرهينه الآ جعل الله للمسلمين ولك فيه فرجا**

یہاں پر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دعا دے رہے ہیں کہ جب بھی ان کو کوئی ناگوار بات پیش آئی تو اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی بدولت خود ان کے واسطے اور تمام مسلمانوں کے لئے راحت و سہولت کا سامان مہیا فرمایا ہے۔

شروحات میں ہے کہ اس سے واقعہ افک کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس کا بھی امر مکروہ ہونا ظاہر ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ واقعۂ افک مقدم ہے واقعہ نزول تیمم پر اور واقعہ افک اس طرح ہے۔
حضرت عروہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی فرماتے پس جس کا قرعہ نکل آتا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کی تو میرا قرعہ نکل آیا سو میں حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی (ابو عبیدہ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ پردہ کا حکم ذوالقعدہ تین ہجری میں نازل ہوا اور الدمیاطی نے کہا صحیح یہ ہے کہ پردہ کا حکم چار ہجری میں نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنو المصطلق کے لئے شعبان پانچ ہجری میں نکلے تھے اور اسی میں یہ تہمت والا واقعہ پیش آیا تھا۔ فتح الباری: ج:9، ص:398) مجھے ہودج (کجاوہ) میں بٹھایا جاتا اور ہودج سے اتارا جاتا ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے اور ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا حکم فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا حکم ارشاد فرمایا تو میں قضاء حاجت کو گئی اور لشکر سے دور نکل گئی جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہوگئی تو میں اپنے کجاوہ کی طرف بڑھی اچانک مجھے معلوم ہوا کہ میرا سپیوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا میں نے وہ ہار تلاش کیا اور اس تلاش نے مجھے روک لیا اور وہ لوگ جو میرے ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے ہودج کو اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا ان کا یہ گمان تھا کہ میں ہودج میں بیٹھی ہوئی ہوں اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ

بہت تھوڑا کھانا کھاتی تھیں اس لیے جب لوگوں نے میرے ہودج کو اٹھایا تو وہ ان کو خلاف معمول نہیں لگا اور میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے ادھر لشکر کے چلے جانے کے بعد مجھے ہار مل گیا میں اپنے پڑاؤ میں پہنچی وہاں پر کوئی بلانے والا تھا نہ جواب دینے والا میں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں پر میں پہلے ٹھہری ہوئی تھی۔ میرا گمان یہ تھا کہ عنقریب وہ مجھے گم پائیں گے تو وہ واپس میری طرف آئیں گے میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی حتیٰ کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن المعطل اسلمی الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے تا کہ لشکر کی کوئی چیز پیچھے رہ جائے تو وہ اس کو ساتھ لے آئیں وہ رات کو چلتے رہے حتیٰ کہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے جہاں میں سوئی ہوئی تھی انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھے پہچان لیا پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا جب انہوں نے مجھے پہچانا۔

تو کہا: انا لله و انا اليه راجعون

یہ سن کر میں بیدار ہو گئی۔ میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور سوائے انا لله و انا اليه راجعون کہنے کے۔ میں نے ان سے کوئی بات نہیں سنی حتیٰ کہ انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور میں اس پر سوار ہو گئی وہ اونٹنی کو کھینچتے ہوئے آگے آگے چلے حتیٰ کہ ہم اس وقت لشکر کے پاس پہنچے جب وہ دوپہر کے وقت سائے میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے پس جو ہلاک ہوا وہ ہلاک ہو گیا اور جس نے تہمت کو پھیلانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا وہ عبد اللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ ہم مدینہ منورہ میں پہنچے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں اس تہمت کا چرچا رہا۔ مجھے اس میں سے کسی بات کا پتا نہیں تھا اور میری بیماری میں جس چیز سے زیادہ اضافہ ہوتا تھا وہ یہ تھی کہ میں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ توجہ نہیں دیکھتی تھی جیسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کے ایام میں مجھ پر توجہ کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور پوچھتے تمہارا کیا حال ہے اور پھر واپس تشریف لے جاتے اس سے مجھے رنج ہوتا تھا اور مجھے کسی خرابی کا پتا نہیں تھا حتیٰ کہ ایک دن میں کمزوری کی حالت میں نکلی میرے ساتھ مسطح کی ماں بھی میدان کی طرف گئی اور یہ میدان ہماری قضاء حاجت کی جگہ تھی اور ہم صرف رات کے وقت ہی وہاں جاتے تھے اس وقت تک ہمارے گھروں میں بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں تھے اور ہمارا معمول عرب کے پہلے لوگوں کی طرح تھا ہم رفع حاجت کے لئے میدان میں جاتے تھے اور گھروں میں بیت الخلاء بنانے سے ہمیں اذیت ہوتی تھی۔ حضرت مسطح کی ماں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں میں اور وہ میدان میں گئے اور فراغت کے بعد جب ہم لوٹ رہے تھے تو مسطح کی ماں چادر میں الجھ کر لڑکھڑا گئیں۔

انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے۔

میں نے ان سے کہا: آپ نے بری بات کہی ہے کیا آپ ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں جو مجاہدین بدر سے ہیں۔

انہوں نے کہا: کیا آپ رضی اللہ عنہا نے نہیں سنا وہ کیا کہتا ہے؟

میں نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے؟
تب انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی پھر میری بیماری کے اوپر مزید بیماری بڑھ گئی۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میں گھر لوٹی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا۔
اور پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟
میں نے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جا کر ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ میں اپنے ماں باپ کے پاس گئی۔
میں نے ماں سے پوچھا: اے امی جان! یہ لوگ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔
انہوں نے کہا: اے بیٹی! حوصلہ رکھو! کم ہی کوئی حسین عورت ہوگی جو اپنے شوہر کے نزدیک محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں۔
میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور میں نیند کو سرمہ نہیں بنا سکی۔ حتیٰ کہ مجھے روتے صبح ہوگئی۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن یزید رضی اللہ عنہ کو بلایا جبکہ وحی میں تاخیر ہوگئی تھی اور آپ ان سے اپنی اہلیہ کو الگ کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے تھے۔ رہے حضرت اسامہ بن یزید رضی اللہ عنہ تو انہوں نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کا ان کو علم نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں اور جس کا ان کو علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اہلیہ سے کس قدر محبت ہے۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ کے متعلق سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی بات نہیں جانتے۔ رہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی تنگی نہیں کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باندی سے پوچھیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچ سچ بتائیں گی۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بریرہ (رضی اللہ عنہا) کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تم کو شک میں ڈالے۔
حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے اس سے زیادہ ان کی کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں وہ آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کھڑے ہوئے اور اس دن آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کی شکایت کی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے مزید کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: اے مسلمانو! اس شخص کے خلاف میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت رسانی میرے گھر تک پہنچ گئی ہے۔ سو میں نے اپنی اہلیہ پر سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی اور جس شخص کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی میں نے سوائے خیر کے اور کوئی چیز نہیں جانی اور وہ میرے گھر میں صرف میرے ساتھ ہی گیا ہے۔

تب حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔

اور کہا: اس معاملہ میں، میں آپ ﷺ کی مدد کروں گا۔ اگر اُس میں سے کسی نے آپ ﷺ کو ضرر پہنچایا تو آپ ﷺ ان کے خلاف ہمیں حکم دیں ہم آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ پھر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور اس سے پہلے وہ ایک نیک شخص تھے لیکن عصبیت نے ان کو بھڑکا دیا۔

انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے تم اس کو قتل نہیں کر سکتے اور نہ تم اس کو قتل کرنے پر قادر ہو۔ پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے عم زاد حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔

اور انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے ہم اس کو ضرور قتل کریں گے۔ تم منافق ہو اور منافقین کی طرف سے جھگڑ رہے ہو۔ پھر دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آ گئے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی خاموش ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

اس پورے دن میری آنکھوں کے آنسو نہیں رکے اور میں نیند کو سرمہ نہیں بنا سکی۔ صبح کو میرے پاس میرے والدین کرام بیٹھے ہوئے تھے میں نے دو راتیں اور ایک دن رو رو کر گزارے تھے میں نے نیند کو سرمہ نہیں بنایا تھا نہ میرے آنسو رکے تھے۔ میرے والدین یہ گمان کر رہے تھے کہ میرا رونا میرے جگر کو پاش پاش کر دے گا۔ جس وقت میرے ماں باپ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی۔ انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت طلب کی میں نے اس کو اجازت دی۔ وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس وقت ہم اس کیفیت میں تھے ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ سلام کر کے بیٹھ گئے اور جب سے یہ تہمت لگائی گئی تھی آپ ﷺ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ تک آپ ﷺ کی طرف سے میرے بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) حمد و صلوٰۃ کے بعد مجھے تمہارے متعلق ایسی ایسی بات پہنچی ہے اگر تم بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری برأت نازل فرما دے گا اور اگر (بالفرض) تم گناہ کی مرتکب ہو گئی ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار طلب

کرو اور اس کی طرف توبہ کرو کیونکہ جب بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو ختم فرما لیا تو میرے آنسو خشک ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا۔

میں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں۔

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔

پھر میں نے اپنی والدہ محترمہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں۔

انہوں نے بھی کہا: میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ

میں نے کہا کہ

میں کم عمر لڑکی ہوں میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھتی بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ بات سن لی ہے اور یہ بات تمہارے دلوں میں جاگزین ہو گئی ہے اور تم نے اس کی تصدیق کی ہے۔ پس اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں اس سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم اس کی تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں کسی کام کا اعتراف کر لوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس کام سے بری ہوں تو تم ضرور میری تصدیق کرو گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہارے لیے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد محترم کی مثال دیکھتی ہوں۔

انہوں نے فرمایا تھا: فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝ (یوسف:18)

پس صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مطلوب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر میں اس مجلس سے اٹھ کر بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ اس وقت مجھے یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت کو ظاہر فرما دے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم میں یہ گمان نہیں کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق وحی نازل فرمائے گا اور میری حیثیت میرے نزدیک اس سے بھی بہت کم تھی کہ میرے متعلق وحی نازل کی جائے جس کی تلاوت ہو مگر میرا گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں ایسا خواب ضرور دکھا دے گا جس سے اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرما دے گا پس اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے کوئی نکلا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی گئی پھر جس طرح (نزول وحی کے وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پسینہ آتا تھا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پسینہ آ گیا۔ وہ بہت سخت سردی کا دن تھا پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے موتیوں کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگے۔ ان آیات کے ثقل کی وجہ سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل

ہو رہی تھیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ سے یہ کیفیت منقطع ہوئی تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے۔

پھر جو پہلی بات آپ ﷺ نے فرمائی تھی وہ یہ تھی۔

اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! بے شک اللہ عزوجل نے تم کو بری کر دیا ہے۔

میری ماں نے کہا: تم حضور ﷺ کی طرف کھڑی ہو۔

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں حضور ﷺ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی حمد نہیں کروں گی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دس آیات کریمہ نازل فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ (11 تا 20)

(امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے مرسلا روایت کیا ہے کہ یہ اٹھارہ مسلسل آیات کریمہ ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی تکذیب کی گئی ہے۔

حاکم نے الاکلیل میں اسی طرح روایت کیا ہے۔

یہ آیات کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ سے شروع ہوتی ہیں اور رِزْقٌ كَرِیْمٌ پر ختم ہوتی ہیں۔

الزمخشری نے کہا: کسی معصیت پر اتنی شدید تغلیظ نہیں کی گئی جتنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے پر کی گئی ہے کیونکہ اس میں وعید شدید ہے اور زجر عنیف ہے اور اس تہمت کو بہت سنگین قرار دیا ہے اور مختلف طریقوں اور اسلوبوں سے اس کی مذمت کی گئی ہے اور ان میں سے ہر طریقہ اور ہر اسلوب اپنے باب میں کافی ہے بلکہ ان کی بت پرستوں سے زیادہ مذمت کی گئی ہے اور یہ صرف رسول اللہ ﷺ کے بلند مرتبہ کی وجہ سے ہے۔ (فتح الباری: ج:9، ص:419)

جب اللہ تعالیٰ نے یہ دس آیات کریمہ نازل فرما دیں۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: مسطح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو کچھ کہا ہے میں اس کے بعد اس پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسطح کو خرچ دیا کرتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (النور:22)

اور تم میں سے جو صاحب فضل اور کشادہ دست ہیں وہ قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں پر خرچ نہ کرنے کی قسم نہ کھائیں ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

یہ آیت کریمہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ کہا۔

کیوں نہیں! بے شک میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر خرچ کرنے

لگے جس طرح پہلے خرچ کرتے تھے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر کبھی خرچ کو بند نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے میرے بارے میں استفسار فرماتے تھے۔

اے زینب (رضی اللہ عنہا) کیا تمہیں اس کی کسی بات کا علم ہے یا تم نے کوئی بات دیکھی ہے۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں میں نے ان میں سوا خیر اور نیکی کے اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے یہی وہ تھیں جو مجھ سے فائق اور برتر رہنا چاہتی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے محفوظ رکھا اور ان کی بہن حضرت حمنہ بن جحش رضی اللہ عنہا ان کی حمایت میں لڑتی تھیں پس وہ تہمت لگانے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گئیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4750، 2661 'سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3180 'سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2347 'مسند احمد: رقم الحدیث: 24821 'مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 4931 'صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7100 'مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 9811)

جس طرح افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی بناء پر ہار کا گم ہونا ہے اسی طرح مشروعیت تیمم کا سبب بھی یہی ہار کا گم ہونا ہے۔ افک کا واقعہ بالاتفاق غزوہ مریسیع میں پیش آیا جس کو غزوہ بنوالمصطلق بھی کہا جاتا ہے اور ایک بڑی جماعت جن میں حضرت ابن عبدالبر، حضرت ابن سعد اور حضرت ابن حبان رحمہم اللہ بھی ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ آیت تیمم کا نزول بھی اسی غزوہ میں ہوا۔

اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ

قصہ افک پیش آنے کے بعد ایک دوسرے سفر میں دوبارہ ہار گم ہوا اور اس پر آیت تیمم کا نزول ہوا چنانچہ طبرانی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

واقعہ افک پیش آنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دوسرے غزوہ میں شریک ہوئی اور اس میں تیمم کا نزول ہوا مگر اس روایت میں اس سفر کا نام مذکور نہیں ہے۔

حافظ ابن القیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ

وھذا ھو الظاھر

اور اسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ حافظ نے بعض علماء کرام سے آیت تیمم کا نزول

غزوہ ذات الرقاع میں ہونا نقل کیا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ دوسرا غزوہ یہی ہو جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں مگر یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ ذات الرقاع مقدم ہے یا بنوالمصطلق۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیت تیمّم کا نزول 5 ہجری یا 6 ہجری میں ہوا۔

حافظ ابوعمر ویوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ سفر غزوہ مریسیع میں ہوا تھا جو بنومصطلق بن خزاعہ کے خلاف تھا یہ واقعہ چھ (6) ہجری کا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ پانچ (5) ہجری کا واقعہ ہے۔ (الاستذکار: ج:3، ص:141)

سوال

تیمّم کس مٹی سے کیا جائے؟

جواب

تیمّم پاک مٹی سے کیا جائے جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے صعیداً طیباً لہٰذا صعید طیب سے بالاجماع جائز ہے مگر صعید طیب کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر صرف تراب یعنی مٹی کے ساتھ کی ہے لہٰذا ان کے نزدیک تیمّم صرف تراب سے کرسکتے ہیں مگر ان دونوں کے نزدیک تراب ذی غبار ہونی چاہئے تعلق الغبار بالید ضروری ہے۔ شوافع اور حنابلہ کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی علی القول الاصح تیمّم تراب کے ساتھ خاص ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک صعید کا مصداق روئے زمین ہے لہٰذا تیمّم تراب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کل ماکان من جنس الارض سے جائز ہے اور جنس الارض سے مراد یہ ہے کہ جو چیز آگ پر گرم کرنے سے نہ پگھلے اور جلانے سے راکھ نہ ہو جس طرح جص، نورہ حجر وغیرہ۔

اور جن سے تیمّم جائز ہے ان کی فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے۔

چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔

تیمّم اس چیز سے ہوسکتا ہے جو جنس زمین سے ہو اور جو چیز زمین کی جنس سے نہیں اس سے تیمّم جائز نہیں۔

(خلاصۃ الفتاویٰ: ج:1، ص:35)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: جس مٹی سے تیمّم کیا جائے اس کا پاک ہونا ضروری ہے یعنی نہ اس پر کسی نجاست کا اثر ہو نہ یہ ہو کہ محض خشک ہونے سے اثر نجاست جاتا رہا ہو جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوئی ہے نہ پگھلتی ہے نہ نرم ہوتی ہے وہ زمین کی جنس سے ہے اس سے تیمّم جائز ہے۔

ریتا چونا سرمہ ہرتال گندھک مردہ سنگ گیرو
پتھر زبرجد فیروزہ عقیق زمرد

وغیرہ جواہر سے تیمّم جائز ہے اگرچہ ان پر غبار نہ ہو۔

شورہ جو ہنوز پانی میں ڈال کر صاف نہ کیا گیا ہو اس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔

جو نمک پانی سے بنتا ہے اس سے تیمم جائز نہیں اور جو کان سے نکلتا ہے جیسے سیندھا نمک اس سے جائز ہے۔

جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہو جاتی ہے جیسے لکڑی، گھاس وغیرہ یا پگھل جاتی یا نرم ہو جاتی ہو جیسے چاندی، سونا، تانبا، پیتل، لوہا وغیرہ دھاتیں وہ زمین کی جنس سے نہیں اس سے تیمم جائز نہیں۔ ہاں یہ دھاتیں اگر کان سے نکال کر پگھلائی نہ گئیں کہ ان پر مٹی کے اجزاء ہنوز باقی ہیں تو ان سے تیمم جائز ہے اور اگر پگھلا کر صاف کر لی گئیں اور ان پر اتنا غبار ہے کہ ہاتھ مارنے سے اس کا اثر ہاتھ میں ظاہر ہوتا ہے تو اس غبار سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔

غلہ، گیہوں، جو وغیرہ اور لکڑی یا گھاس اور شیشہ پر غبار ہو تو اس غبار سے تیمم جائز ہے جب کہ اتنا ہو کہ ہاتھ میں لگ جاتا ہو ورنہ نہیں۔

مشک وعنبر، کافور، لوبان سے تیمم جائز نہیں۔

زمین یا پتھر جل کر سیاہ ہو جائے اس سے تیمم جائز ہے یونہی اگر پتھر جل کر راکھ ہو جائے اس سے بھی جائز ہے۔

اگر خاک میں راکھ مل جائے اور خاک زیادہ ہو تو تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔

زرد، سرخ، سبز، سیاہ رنگ کی مٹی سے تیمم جائز ہے۔

بھیگی مٹی سے تیمم جائز ہے جبکہ مٹی غالب ہو۔

نجس کپڑے میں غبار ہو اس سے تیمم جائز نہیں ہاں اگر اس کے سوکھنے کے بعد غبار پڑا تو جائز ہے۔

مکان بنانے یا گرانے میں یا کسی اور صورت سے منہ اور ہاتھوں پر گرد پڑی اور تیمم کی نیت سے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا تیمم ہو گیا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1 ص:26 تا 30)

درمختار میں ہے: گچ کی دیوار پر تیمم جائز ہے۔

مونگے یا اس کی راکھ سے تیمم جائز نہیں۔ (درمختار: ج:1 ص:452 تا 453)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: زمین یا پتھر جل کر سیاہ ہو جائے اس سے تیمم جائز ہے یونہی اگر پتھر جل کر راکھ ہو جائے اس سے بھی جائز ہے۔

گدے اور دری وغیرہ میں غبار ہے تو اس سے تیمم کر سکتا ہے اگرچہ وہاں مٹی موجود ہو جب کہ غبار اتنا ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کا نشان بن جائے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:3 ص:656، 302)

☆ **قوله فضربوا باكفهم الصعيد الخ**

سوال: یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ تیمّم کے فرائض کتنے ہیں اور تیمّم کی سنتیں کیا ہیں اور تیمّم کی کیفیت کیا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

تیمّم میں تین فرائض ہیں۔

1-نیت کرنا   2-سارے منہ پر ہاتھ پھیرنا   3-دونوں ہاتھ کا کہنیوں سمیت مسح کرنا

نیت کے متعلق یہ دلیل ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

اگر کسی نے ہاتھ مٹی پر مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا اور نیت نہ کی تیمّم نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:3، ص:373)

سارے منہ پر ہاتھ پھیرنے پر یہ دلائل ہیں۔

درمختار میں ہے: سارے منہ پر ہاتھ پھیرنا اس طرح کہ کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تیمّم نہ ہوا۔ (درمختار: ج:1، ص:448)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے: داڑھی اور مونچھوں اور بھوؤں کے بالوں پر ہاتھ پھر جانا ضروری ہے منہ کہاں سے کہاں تک ہے اس کو ہم نے وضو میں بیان کر دیا بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اور ناک کے حصہ زیریں کا خیال رکھیں کہ اگر خیال نہ رکھیں گے تو ان پر ہاتھ نہ پھرے گا اور تیمّم نہ ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:26)

ہونٹ کا وہ حصہ جو عادۃً منہ بند کرنے کی حالت میں دکھائی دیتا ہے اس پر بھی مسح ہو جانا ضروری ہے تو اگر کسی نے ہاتھ پھیرتے وقت ہونٹوں کو زور سے دبا لیا کچھ حصہ بھی باقی رہ گیا تیمّم نہ ہوا یونہی اگر زور سے آنکھیں بند کر لیں جب بھی تیمّم نہ ہوگا۔

مونچھ کے بال اتنے بڑھ گئے کہ ہونٹ چھپ گیا تو ان بالوں کو اٹھا کر ہونٹ پر ہاتھ پھیرے، بالوں پر ہاتھ پھیرنا کافی نہیں۔

دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنے کے یہ دلائل ہیں۔

دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح اس طرح کرنا کہ ذرہ برابر کوئی جگہ باقی نہ رہے ورنہ تیمّم نہ ہوگا۔

انگوٹھی، چھلے پہنے ہو تو انہیں اتار کر ان کے نیچے ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:26)

جس کے دونوں ہاتھ یا ایک پہنچے سے کٹا ہو تو کہنیوں تک جتنا باقی رہ گیا اس پر مسح کرے اور اگر کہنیوں سے اوپر تک کٹ گیا تو اسے بقیہ ہاتھ پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں پھر بھی اگر اس جگہ پر جہاں سے کٹ گیا ہے مسح کر لے تو بہتر ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:26)

اور تیمّم کی سنتیں یہ ہیں۔

1-بسم اللہ کہنا 2-ہاتھوں کوزمین پر مارنا 3-انگلیاں کھلی ہوئی رکھنا

4-ہاتھوں کوجھاڑ لینا یعنی ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر مارنا نہ اس طرح کہ تالی کی سی آواز نکلے

5-زمین پر ہاتھ مار کر لوٹ دینا

6-پہلے منہ پھر ہاتھ کا مسح کرنا

7-دونوں کا مسح پے درپے ہونا

8-پہلے داہنے ہاتھ پھر بائیں کا مسح کرنا

9-داڑھی کا خلال کرنا اور

10-انگلیوں کا خلال جبکہ غبار پہنچ گیا ہو اور اگر غبار نہ پہنچا مثلاً پتھر وغیرہ کسی ایسی چیز پر ہاتھ مارا جس پر غبار نہ ہو تو خلال فرض ہے۔

ہاتھوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ داہنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں کے سروں سے کہنی تک لے جائے اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے کے پیٹ کو مس کرتا ہوا گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پشت کا مسح کرے یونہی داہنے ہاتھ سے بائیں کا مسح کرے اور ایک دم سے پوری ہتھیلی اور انگلیوں سے مسح کر لیا تیمم ہو گیا خواہ کہنی سے انگلیوں کی طرف لایا یا انگلیوں سے کہنی کی طرف لے گیا مگر پہلی صورت میں خلاف سنت ہوا۔ (درمختار ورد المختار: ج:1،ص:437 تا 439)

☆ قولہ قال ابوداؤد رواہ ابن اسحاق الخ

یہاں پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے دو باتیں فرمائی ہیں۔

1-سند کے بارے میں 2-متن کے بارے میں

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں واسطے کے ذکر اور عدم ذکر میں شاگردوں کا اختلاف ہو رہا ہے یہاں پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح صالح بن کیسان نے سند میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واسطہ ذکر فرمایا اسی طرح ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا ہے مگر دونوں کے متن میں فرق ہے وہ اس طرح کہ حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ضربۃ واحدۃ تھا اور ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ضربتین ہے جس طرح کہ حضرت یونس رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں گزر گیا ہے۔

☆ وقال مالک عن الزھری

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے شاگرد ہیں انہوں نے عبید اللہ اور عمار کے درمیان واسطہ تو ذکر کیا مگر

بجائے عن ابن عباس کے عن ابیہ کہا۔

☆ قولہ وشلک فیہ ابن عیینۃ

ابن عیینہ بھی حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ہیں انہوں نے اپنی سند میں واسطہ تو ذکر کیا مگر اس واسطہ کی تعیین نہیں کی شک ظاہر کیا کہ وہ عن ابیہ یا عن ابن عباس اور وہ بغیر شک کے عن ابیہ اور کبھی عن ابن عباس کہتے تھے۔

☆ قولہ ولم یذکر احد منہم الضربتین الامن سمیت

من سمیت کا مصداق امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ روایات کے مطابق اصحاب زہری میں سے صرف تین ہیں۔

1-حضرت یونس　　2-حضرت ابن اسحاق　　3-حضرت معمر رحمہم اللہ

یاد رہے کہ تیمم کے متعلق پانچ واقعات گزرے ہیں۔

ایک واقعہ تو یہ ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوا تو آیات تیمم نازل ہوئیں جس کی تفصیل پہلی روایت میں موجود ہے اس واقعہ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کو تیمم کا پورا علم تھا کہ کس طرح کیا جاتا ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ ہوا جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ترتیب درست ہے۔

جو کہ یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص پانی سے دور ہو اور جنبی ہو جائے اسی حالت پر مہینہ رہے تو وہ تیمم کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں کر سکتا۔

تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ والا واقعہ یاد نہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واقعہ تو یاد ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رد کر دیا تھا۔

اس پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ اس آیت کا کیا جواب دیتے ہیں۔

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا

اس میں تو غسل کے لئے بھی تیمم کا حکم ہے۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بالکل ٹھیک ہے مگر میں بیان نہیں کرتا لوگ تھوڑی سی سردی لگنے پر بھی تیمم کرنے لگ جائیں گے۔

اس پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیمم مانتے تو ہیں صرف اس وجہ سے بیان نہیں کرتے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں مانتا ہوں۔

اس ترتیب سے واقعہ درست ہے۔

اور ابوداؤد اور دوسری کتابوں میں ترتیب بدلی ہوئی ہے وہ اس طرح کہ آیت کا حوالہ پہلے دیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ والے واقعہ کا حوالہ بعد میں دیا یہ ترتیب صحیح نہیں کیونکہ جب آیت کا حوالہ آگیا تو مسئلہ تسلیم کرلیا گیا بعد میں واقعہ کے حوالے کی ضرورت نہیں رہتی ہاں واقعہ کا حوالہ پہلے ہوجائے اور مکالمہ آیت پر ختم ہو یہ ٹھیک ہے۔

تیسرا واقعہ یہ ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا ہم جنگل میں ہوتے ہیں غسل کی حاجت پیش آجاتی ہے اور پانی نہیں ہوتا تو کیا کریں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اتنے دن نمازیں چھوڑ دیں کوئی حرج نہیں وہاں پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہما نے کہا: اے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ)! آپ رضی اللہ عنہ کو وہ واقعہ یاد نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو غسل کے لئے بھی وضو والا تیمم بتایا تھا۔

مقصد یہ تھا کہ اس کو بھی تیمم کا حکم دے دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واقعہ یاد نہ آیا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا۔

اور ارشاد فرمایا: **اتق اللہ یا عمار**

تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ رضی اللہ عنہ کا حکم ہو تو میں یہ واقعہ بیان نہ کروں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک بیان کرو مگر میں تمہاری تائید نہیں کروں گا کیونکہ مجھے واقعہ یاد نہیں آرہا آپ رضی اللہ عنہ اپنی ذمہ داری پر بیان کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔

چوتھا واقعہ یہ ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں سفر میں تھے۔ اتفاق سے دونوں کو غسل کی حاجت پیش آگئی دونوں مجتہد تھے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا اجتہاد یہ ہوا کہ وضو کے لئے تو صرف ہاتھوں اور منہ کا مسح ہوتا ہے غسل کے لئے سارے جسم کا مسح ہونا چاہئے لہٰذا علیحدگی میں جاکر سارے بدن پر مٹی مل کر تیمم کیا نماز پڑھی۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں **فاقد الماء** ہوں بغیر طہارت کے کس طرح نماز پڑھوں لہٰذا اس وقت نماز نہیں پڑھی۔

پانچواں واقعہ یہ ہے۔

جب واپس آئے تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ بیان فرمایا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **انما کان یکفیك ان تصنع هكذا**

جس میں وضو والے تیمم کی طرف اشارہ فرمایا یعنی وضو اور غسل کا تیمم ایک جیسا ہے وضو کا تیمم تو تجھے معلوم ہے غسل کا تیمم بھی ویسا کیا کرو یعنی غسل کے لئے بھی دو ضربیں کافی ہیں۔ **واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم** ۔

بَابُ التَّيَمُّمِ فِي الْحَضَرِ

مقیم ہونے کی صورت میں تیمّم کرنا

اس باب میں مقیم کے تیمّم کرنے کا حکم اور کیفیت بیان کی گئی ہے۔

278 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ اَخْبَرَنَا اَبِىْ عَنْ جَدِّىْ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ اَقْبَلْتُ اَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلٰى مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِى الْجُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِيِّ فَقَالَ اَبُو الْجُهَيْمِ اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ حَتّٰى اَتٰى عَلٰى جِدَارٍ فَمَسَحَ بِوَجْهِهٖ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

حضرت عبدالرحمٰن بن ہرمز رضی اللہ عنہ نے عمیر مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہم کو بیان کرتے سنا کہ میں اور عبداللہ بن یسار جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے ہم حضرت ابوجہیم انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئر جمل کی طرف قدم رنجہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب ارشاد نہ فرمایا حتیٰ کہ ایک دیوار آ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس چہرہ اور ہاتھوں کا مسح فرمایا پھر ان کو سلام کا جواب دیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:278)

279 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمَوْصِلِيُّ اَبُوْ عَلِيٍّ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ الْعَبْدِيُّ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِىْ حَاجَةٍ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَضَى ابْنُ عُمَرَ حَاجَتَهٗ فَكَانَ مِنْ حَدِيْثِهٖ يَوْمَئِذٍ اَنْ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سِكَّةٍ مِنَ السِّكَكِ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى اِذَا كَادَ الرَّجُلُ اَنْ يَّتَوَارٰى فِى السِّكَّةِ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْحَائِطِ وَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً اُخْرٰى فَمَسَحَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ وَقَالَ اِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِىْ اَنْ اَرُدَّ عَلَيْكَ السَّلَامَ اِلَّا اَنِّىْ لَمْ اَكُنْ عَلٰى طُهْرٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ حَدِيْثًا مُنْكَرًا فِى التَّيَمُّمِ

قَالَ ابْنُ دَاسَةَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ لَمْ يُتَابِعْ مُحَمَّدُ ابْنُ ثَابِتٍ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ عَلٰى ضَرْبَتَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَوْهُ فِعْلَ ابْنِ عُمَرَ

حضرت محمد بن ثابت عبدی نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس کسی حاجت کی وجہ سے گیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی حاجت کو پورا کرلیا اسی دن بات کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے کسی گلی میں گزرا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت یا پیشاب کرکے تشریف لائے تھے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب ارشاد نہ فرمایا حتیٰ کہ وہی شخص دوسری گلی کی طرف چل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں مقدسہ کو دیوار پر لگایا اور ان کو اپنے مقدس چہرہ پر پھیر لیا دوبارہ دوسری ضرب لگائی تو اپنی کلائیوں پر مسح فرمایا پھر اس شخص کے سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے تمہارے سلام کے جواب دینے میں کوئی چیز مانع نہ تھی مگر میں طہارت سے نہ تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے امام احمد بن حنبل کو بیان کرتے سنا کہ تیمم کے بارے میں محمد بن ثابت نے اس حدیث مبارکہ کو منکر بیان کیا ہے۔ ابن داسہ نے کہا ہے کہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ضربوں والے واقعہ کو سوائے محمد بن ثابت کے کسی نے بھی روایت نہ کیا اور انہوں نے فعل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو روایت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 215، سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 177، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 84)

280 حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيَى الْبُرُلُّسِيُّ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ اَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ عِنْدَ بِئْرِ جَمَلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَقْبَلَ عَلَى الْحَائِطِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْحَائِطِ ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت سے فراغت پا کر آرہے تھے کہ بئر جمل کے قریب ہی ایک شخص کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو ان کو سلام کا جواب عنایت نہ فرمایا حتیٰ کہ ایک دیوار کی جانب تشریف لائے پس اپنا مقدس ہاتھ دیوار پر رکھ دیا پھر اُس کو اپنے مقدس چہرے اور ہاتھوں پر مسح فرمایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی شخص کو سلام کا جواب عنایت فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1، ص: 206)

تشریح:

پانی کے موجود ہوتے ہوئے حالت حضر میں سلام کے جواب دینے کے لئے تیمّم کر سکتے ہیں کیونکہ سلام کا جواب دینا ایک فوری چیز ہوتی ہے جس میں تراخی کی گنجائش نہیں ہوتی لہٰذا اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں سلام کا جواب طہارت کے ساتھ دوں تو اب ظاہر ہے کہ وضو کرتا رہے گا رد کا وقت نکل جائے گا لہٰذا تیمّم کر کے جواب دے دے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ایک اور مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ نماز جنازہ اور نماز عیدین کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو پانی موجود ہونے کے باوجود تیمّم کر کے شرکت کر سکتے ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز جنازہ اور نماز عیدین کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو پانی کے ہوتے ہوئے تیمّم کرنا جائز ہے اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا کی رو سے تیمّم وضو کا خلیفہ ہے اصل کی موجودگی میں خلیفہ نہیں آ سکتا پانی کی موجودگی میں تیمّم نہیں ہو سکتا۔

ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ

فقد ماء دو قسم کا ہے۔

1- حقیقی 2- حکمی

جس طرح مریض کے لئے فقدان حکماً ہوتا ہے اس مسئلے میں بھی فقدان ماء حکماً ہوتا ہے لہٰذا تیمّم کر کے جنازہ اور عیدین ضرورت کے وقت ادا ہو سکتے ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ دلیل ہے کہ

حدیث عبداللہ بن یسار رضی اللہ عنہ ہے کہ اس میں فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بئر جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب عطا نہ فرمایا آگے دیوار تھی تو اس سے تیمّم فرما کر جواب عنایت فرمایا۔

استدلال یہ ہے کہ سلام کا کوئی خلیفہ نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں تھے شہر میں پانی موجود تھا اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمّم کر کے جواب دیا تو اصول معلوم ہو گیا کسی عبادت کے بلا خلف فوت ہونے کا ڈر ہو تو اسے تیمّم کر کے ادا کیا جا سکتا ہے۔ جنازہ اور عیدین ایسی عبادتیں ہیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کا خلیفہ نہیں کیونکہ قضاء نہیں کیے جاتے ان کو قیاس کیا سلام پر کیونکہ سلام کا بھی کوئی خلیفہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تیمّم کر کے جواب دیا حالانکہ اس کے لئے وضو شرط بھی نہیں جنازہ اور عیدین کے قضاء ہونے کا خطرہ ہو تو تیمّم کر کے ادا کئے جا سکتے ہیں وضو ان کے لئے شرط ہے اس لیے بطریق اولیٰ ان کے لئے تیمّم کا

جواز ہونا چاہئے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ تیمم فی الحضر لعدم وجدان الماء کی وجہ سے شہر میں کر سکتے ہیں یا نہیں۔

بعض متون احناف سے پتہ چلتا ہے کہ عدم وجدان الماء فی الحضر معتبر نہیں اس وجہ سے کہ یہ بہت نادر ہے صاحب ہدایہ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔

اور بعض فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ

یہ صحیح ہے کہ نادر ہے مگر اتفاقاً اس طرح ہو جائے تو راجح قول کی بناء پر ہمارے نزدیک جائز ہے درمختار میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

قوله دخلنا علی ابی الجهيم بن الحارث بن الصمة الانصاری

یہاں پر ابوالجہیم کنیت ہے ان کے نام میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا کہ

ان کا نام حارث بن الصمۃ ہے۔

بعض نے کہا: ان کا نام عبداللہ ہے۔

یہ نام اسی طرح مصغراً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بھی ہے اور صحیح مسلم میں مصغر کے بجائے مکبر یعنی ابوالجہیم رقم ہے۔

حافظ نے کہا ہے کہ

یہ تحریف ہے اور صحیح باالتصغیر ہے اوران کی روایت صحاح ستہ میں دو مقام پر آئی ہے ایک تو یہاں رد السلام میں اور دوسری مرور بین یدی المصلی میں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک اور شخص ہیں جن کی کنیت ابوالجہیم ہے اوران کا نام عامر بن حذیفہ ہے یہ ابوالجہیم وہی ہے جن کے متعلق حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔

التونی بانبجانیة ابی جهم

قوله قال ابوداؤد سمعت احمد بن حنبل الخ

یہاں پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد بن ثابت کی یہ حدیث منکر ہے پھر آگے فرماتے ہیں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہ محمد بن ثابت نافع سے اس کو مرفوعاً نقل کرتے ہیں متفرد ہیں اس میں کسی نے بھی ان کی متابعت نہیں کی۔ محمد بن ثابت کے علاوہ نافع کے دوسرے شاگردوں نے اس کو موقوفاً علی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا یعنی فعل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ قرار دیا۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب الْجُنُبِ يَتَيَمَّمُ
جنبی کے تیمّم کے متعلق

یہ باب جنبی کے تیمم کے احکام کے متعلق ہے۔

281 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْوَاسِطِيَّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ اجْتَمَعَتْ غُنَيْمَةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ ابْدُ فِيهَا فَبَدَوْتُ اِلَى الرَّبَذَةِ فَكَانَتْ تُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَاَمْكُثُ الْخَمْسَ وَالسِّتَّ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُو ذَرٍّ فَسَكَتُّ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ اَبَا ذَرٍّ لِاُمِّكَ الْوَيْلُ فَدَعَا لِي بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَجَاءَتْ بِعُسٍّ فِيهِ مَاءٌ فَسَتَرَتْنِي بِثَوْبٍ وَاسْتَتَرْتُ بِالرَّاحِلَةِ وَاغْتَسَلْتُ فَكَاَنِّي اَلْقَيْتُ عَنِّي جَبَلًا فَقَالَ الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ اِلَى عَشْرِ سِنِينَ فَاِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَاَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَاِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَقَالَ مُسَدَّدٌ غُنَيْمَةٌ مِنَ الصَّدَقَةِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ عَمْرٍو اَتَمُّ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کثیر بکریاں جمع ہو گئیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) ان کو چراؤ تو میں ان کو چرانے کے لئے ربذہ کی طرف لے گیا تو میں جنبی ہو گیا پس میں پانچ دن قیام پذیر رہا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)! پس میں نے خاموشی اختیار کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوذر (رضی اللہ عنہ) کی والدہ ان کو روئے تمہاری ماں کی خرابی ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سوداء لونڈی کو یاد فرمایا جو کہ ایک بالٹی لے کر حاضر ہوئی اور اس میں پانی موجود تھا تو میں نے یوں کیا کہ کپڑے سے ستر کو چھپایا اور سواری کی اوٹ میں غسل کیا گویا مجھ سے پہاڑ ختم ہو گیا۔ ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے لئے پاک مٹی وضو ہے اگرچہ دس سال بھی ہو جائیں پس جب تم پانی پاؤ تو اس کو اپنے جسم پر ڈال لو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور مسدد نے کہا: بکریاں صدقہ والی ہیں اور حدیث عمر اتم ہے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 284، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 1، ص: 220، صحیح ابن حبان: جز: 1، ص: 135، صحیح ابن خزیمہ: جز: 4، ص: 32)

282 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ اَخْبَرَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِى قِلَابَةَ عَنْ رَّجُلٍ مِنْ بَنِى عَامِرٍ قَالَ دَخَلْتُ فِى الْاِسْلَامِ فَاَهَمَّنِىْ دِيْنِىْ فَاَتَيْتُ اَبَا ذَرٍّ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ اِنِّى اجْتَوَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَاَمَرَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ وَبِغَنَمٍ فَقَالَ لِىْ اشْرَبْ مِنْ اَلْبَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ وَّاَشُكُّ فِىْ اَبْوَالِهَا هٰذَا قَوْلُ حَمَّادٍ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ فَكُنْتُ اَعْزُبُ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِى اَهْلِىْ فَتُصِيْبُنِى الْجَنَابَةُ فَاُصَلِّىْ بِغَيْرِ طَهُوْرٍ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِصْفِ النَّهَارِ وَهُوَ فِىْ رَهْطٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ وَهُوَ فِىْ ظِلِّ الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ فَقُلْتُ نَعَمْ هَلَكْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَمَا اَهْلَكَكَ قُلْتُ اِنِّىْ كُنْتُ اَعْزُبُ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِى اَهْلِىْ فَتُصِيْبُنِى الْجَنَابَةُ فَاُصَلِّىْ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ فَاَمَرَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ فَجَاءَتْ بِهٖ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ بِعُسٍّ يَّتَخَضْخَضُ مَا هُوَ بِمَلْاٰنَ فَتَسَتَّرْتُ اِلٰى بَعِيْرِىْ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّ الصَّعِيْدَ الطَّيِّبَ طَهُوْرٌ وَّاِنْ لَّمْ تَجِدِ الْمَاءَ اِلٰى عَشْرِ سِنِيْنَ فَاِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَاَمِسَّهُ جِلْدَكَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ لَمْ يَذْكُرْ اَبْوَالَهَا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا لَيْسَ بِصَحِيْحٍ وَلَيْسَ فِىْ اَبْوَالِهَا اِلَّا حَدِيْثُ اَنَسٍ تَفَرَّدَ بِهٖ اَهْلُ الْبَصْرَةِ

ابوقلابہ سے روایت ہے کہ بنی عامر کے آدمی نے کہا کہ میں اسلام لایا جس کی وجہ سے دین کو سیکھنے کا جذبہ ہوا اور میں ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مدینہ منورہ کی آب وہوا مجھے راس نہ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خاطر اونٹوں اور بکریوں کا حکم صادر فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ان کا دودھ پیتے رہو۔ مجھے پیشاب کے بارے میں فرمانے کا شک ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں پانی سے بچتا رہا اور میرے ساتھ میرے اہل بھی تھے تو میں جنبی ہو گیا۔ میں طہارت کے بغیر نماز ادا کرتا رہا۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دوپہر کے وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے سائے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوذر (رضی اللہ عنہ)! میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں تو ہلاک ہو گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ کو کون سی چیز نے ہلاک کر دیا۔ میں نے عرض کیا: میں پانی سے پرہیز کرتا رہا اور میری اہلیہ میری معیت میں تھی تو میں جنبی ہو گیا اور بغیر طہارت کے نماز ادا کرتا رہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خاطر پانی لانے کا حکم ارشاد فرمایا تو ایک سوداء لونڈی بالٹی میں ہلچل کرتا ہوا پانی لے آئی تو میں نے اونٹ کی اوٹ میں غسل کر لیا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں آیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک پاک مٹی پاک کرنے والی ہوتی ہے اگرچہ تم دس سال کے عرصہ تک پانی نہ پا سکو جب پانی کو پاؤ تو اپنے

جسم پر ڈال لو۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو حماد بن زید نے ایوب سے روایت کیا ہے اور انہوں نے پیشاب کا تذکرہ نہ کیا یہ صحیح نہیں ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے علاوہ کسی میں نہیں جس کو اہل بصرہ روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1،ص:217،مسند احمد: جز:43،ص:307،مسند الطیالسی: جز:1،ص:389)

تشریح:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تیمّم حدث اصغر کے لئے بھی ہے اور حدث اکبر کے لئے بھی ہے یعنی جنبی، حائض اور نفاس والیوں کے لئے۔ سلف اور خلف میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں ہے ماسوا حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ

ان دونوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ جنبی کے لئے تیمّم کے جواز کے ثبوت میں بہ کثرت احادیث مشہورہ مروی ہیں۔ جب جنبی تیمم سے نماز پڑھ لے تو اس پر غسل کرنا بالا جماع واجب ہے اس میں صرف ابوسلمہ عبدالرحمٰن تابعی کا قول مخالف ہے لیکن یہ قول بالا جماع متروک ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب پانی مل گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی کو غسل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو تو وہ پھر بھی اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے وہ اپنی شرم گاہوں کو دھو کر تیمّم کریں اور نماز پڑھ لیں اور اگر انہوں نے اپنی شرم گاہیں دھو لیں تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور اگر مرد نے اپنے آلہ تناسل کو نہ دھویا اور اس پر رطوبت فرج لگی ہوئی تھی تو جس قول کے مطابق رطوبت فرج نجس ہے اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہو گا ورنہ نہیں جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی بناء پر تیمم کیا تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمّم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر غالباً پانی نہیں ہوتا مثلاً سفر میں ہے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ ہے۔

یہ تمام کلام علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

قوله فقال الصعيد الطيب وضوء المسلم

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ سے احناف نے اس پر استدلال کیا ہے کہ تیمم وضو کے حکم میں ہے کہ جس طرح ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں اسی طرح تیمم سے بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کوفیین اور جمہور کے ساتھ ہیں۔

قوله هذا ليس بصحيح

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں ابوال کا ذکر صحیح نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو صرف شرف البان کا حکم دیا تھا۔

قوله وليس في ابو الها الاحديث

یعنی جس حدیث مبارکہ میں البان کے ساتھ شرب ابوال کا بھی ذکر ہے وہ دوسری حدیث مبارکہ ہے جس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ اس سے حدیث العرنیین کی جانب ہے جو کہ مشہور ہے اور صحیحین اور کتب صحاح میں موجود ہے۔ واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب اِذَا خَافَ الْجُنُبُ الْبَرْدَ اَيَتَيَمَّمُ

جب جنبی کو سردی کا خوف ہو تو کیا تیمّم کر سکتا ہے؟

اس باب میں جنبی کے خوف سردی کی وجہ سے تیمّم کا حکم ہے۔

283 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى اَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ اَخْبَرَنَا اَبِىْ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ اَيُّوْبَ يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ اَبِىْ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ الْمِصْرِىِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ احْتَلَمْتُ فِىْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِىْ غَزْوَةِ ذَاتِ السُّلَاسِلِ فَاَشْفَقْتُ اِنِ اغْتَسَلْتُ اَنْ اَهْلِكَ فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بِاَصْحَابِى الصُّبْحَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَمْرُو صَلَّيْتَ بِاَصْحَابِكَ وَاَنْتَ جُنُبٌ فَاَخْبَرْتُهُ بِالَّذِىْ مَنَعَنِىْ مِنَ الْاِغْتِسَالِ وَقُلْتُ اِنِّىْ سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ (وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا) فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرٍ مِصْرِىٌّ مَوْلٰى خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ وَلَيْسَ هُوَ ابْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِىُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ لَهِيْعَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ اَبِىْ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِىْ قَيْسٍ مَوْلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ كَانَ عَلٰى سَرِيَّةٍ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ نَحْوَهُ قَالَ فَغَسَلَ مَغَابِنَهُ وَتَوَضَّاَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ صَلّٰى بِهِمْ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرِ

التیمم

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرَوٰی هٰذِهِ الْقِصَّةَ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ فِيْهِ فَتَيَمَّمَ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ سلاسل کی ایک سرد رات میں مجھے احتلام ہو گیا تو میں نے تیمم کر کے اپنے صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا دی تو اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو نے اپنے صحابہ کرام کو جنبی کی حالت میں نماز پڑھا دی۔ تو میں نے وہ خبر دی جو کہ غسل سے مانع تھی۔ تو میں نے عرض کیا: میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر رحیم ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور پھر کچھ نہ ارشاد فرمایا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عبدالرحمٰن بن جبیر مصری مولی خارجہ بن حذافہ ہیں۔ وہ ابن جبیر بن نفیر نہیں ہیں۔

ابوقیس حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے غلام سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سریہ میں تھے۔ آگے اسی طرح حدیث ذکر کر کے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے سرین کو دھویا اور نماز کی خاطر وضو فرمایا پھر ان کو نماز پڑھائی تو اسی کا مثل ذکر کیا اور تیمم کا تذکرہ نہ فرمایا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس قصہ کو اوزاعی سے حسان بن عطیہ سے روایت کر کے اس میں فرمایا آپ رضی اللہ عنہ نے تیمم فرمایا۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:207، مستدرک: جز:1،ص:285، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:225، سنن دار قطنی: جز:2،ص:260)

تشریح:

سردی کی وجہ سے غسل کے بجائے تیمم کرنے میں اختلاف ہے۔

آئمہ اربعہ کے نزدیک ایسے آدمی کے لئے تیمم ہی ضروری ہے البتہ احناف میں سے صاحبین فرماتے ہیں کہ سردی کی بناء پر جنبی کا تیمم کرنا شہر میں جائز نہیں خارج شہر میں جائز ہے کیونکہ شہر میں گرم پانی کا انتظام ہو سکتا ہے بخلاف صحراء کے۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی نے سردی کی بناء پر غسل کے بجائے تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو پھر زوال عذر کے بعد غسل کر کے اعادہ صلوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔

عطا بن ابی رباح اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصل مسئلہ میں اختلاف ہے ان کے نزدیک تیمم سردی کی وجہ سے جنبی کے لئے تیمم جائز نہیں بلکہ غسل واجب ہے اگرچہ فوت ہو جائے۔

بہار شریعت میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ

اتنی سردی ہو کہ نہانے سے مر جانے یا بیمار ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز اس کے پاس نہیں جسے

نہانے کے بعد اوڑھے اور سردی کے ضرر سے بچے نہ آگ ہے جسے تاپ سکے تو تیمم جائز ہے۔ (بہار شریعت: ج:1، ص:348)

اور بیماری کا عالم ہے تو پھر یہ صورت ہے کہ جس کو فتاویٰ ہندیہ میں ذکر کیا ہے۔

چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے وضو اور غسل ضروری ہے تیمم جائز نہیں ہاں اگر ایسی جگہ ہو کہ گرم پانی نہ مل سکے تو تیمم کرے یونہی اگر ٹھنڈے وقت میں وضو یا غسل نقصان کرتا ہے اور گرم وقت میں نہیں تو ٹھنڈے وقت تیمم کرے پھر جب گرم وقت آئے تو آئندہ نماز کے لئے وضو کر لینا چاہئے جو نماز اس تیمم سے پڑھ لی اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:28)

☆ قوله في غزوة ذات السلاسل

اس کو غزوہ کہنا توسعاً ہے کیونکہ مشہور قول کی بناء پر غزوہ تو وہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ شریک ہوئے ہوں اور جس میں آپ ﷺ شریک نہ ہوئے ہوں وہ سریہ ہے اور اس میں آپ ﷺ شریک نہیں ہوئے تھے مگر یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ یہ سریہ سریئة ابن العاص رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے جو کہ جمادی الاولیٰ میں ہوا تھا اور اس کے امیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو تین سو مجاہدین کی قیادت میں امیر بنا کر مشرکین کے قبائل لخم وجذام وغیرہ کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا تھا یہ مقابلہ سلاسل کی جگہ واقع ہوا جو کہ سلاسل کنواں کا نام ہے اور یہ مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر واقع ہے اسی وجہ سے اس کو غزوہ ذات السلاسل کہا جاتا ہے۔

اور بعض نے لکھا ہے کہ سلاسل سین کے فتح کے ساتھ زنجیریں۔

کفار نے اس غزوہ میں فیصلہ کن لڑائی کے واسطے ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھا ہوا تھا تاکہ کوئی بھاگ کر واپس نہ جا سکے اسی وجہ سے اس کو غزوہ ذات السلاسل کہا جاتا ہے۔

قوله فغسل مغابنه و توضا وضوء ه للصلوة

یہاں پر دو روایتوں میں فرق ہے۔

پہلی روایت میں اس طرح تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تیمم کر کے نماز پڑھائی۔

اور دوسری روایت میں تیمم کا ذکر ہی نہیں بلکہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے استنجاء بالماء اور وضو کیا تو اس میں اشکال پیدا ہوتا ہے کیونکہ تیمم تو جنابت کے لئے کفایت کر سکتا ہے مگر وضو غسل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا یہ کسی کا بھی مذہب نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر تیمم کی روایت کو ترجیح دی ہے اور اسی کو صحیح بخاری میں تعلیقاً لیا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: یہ احتمال ہے کہ غسل مغابن کے ساتھ وضو اور تیمم دونوں ہی کیا ہو۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی توجیہ صحیح اور متعین ہے۔

قوله ولم يقل شيئاً

نبی کریم ﷺ کے خاموش ہونے اور تقریر سے جنبی کے لئے سردی کی وجہ سے تیمم جائز ہونا معلوم ہوا۔ مگر اس پر اشکال یہ ہے کہ اس سے پہلے آپ نے صليت باصحابك و انت جنب کیوں فرمایا۔

تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ

ہوسکتا ہے کہ آپ کا ان سے یہ فرمانا امتحاناً ہو کہ دیکھیں کہ کیا جواب دیتے ہیں چنانچہ ان کے جواب پر آپ ﷺ مسکرا دیئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب فِي الْمَجْرُوحِ يَتَيَمَّمُ
چیچک کا مریض تیمّم کرے

یہ باب چیچک کے مریض کے تیمّم کے متعلق ہے۔

284 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خُرَيْقٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِي سَفَرٍ فَاَصَابَ رَجُلًا مِنَّا حَجَرٌ فَشَجَّهُ فِي رَاْسِهِ ثُمَّ احْتَلَمَ فَسَاَلَ اَصْحَابَهُ فَقَالَ هَلْ تَجِدُوْنَ لِي رُخْصَةً فِي التَّيَمُّمِ فَقَالُوْا مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَاَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُخْبِرَ بِذٰلِكَ فَقَالَ قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَلَا سَاَلُوْا اِذْ لَمْ يَعْلَمُوْا فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ اَنْ يَتَيَمَّمَ وَيَعْصِرَ اَوْ يَعْصِبَ شَكَّ مُوسٰى عَلٰى جُرْحِهِ خِرْقَةً ثُمَّ يَمْسَحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سفر کی طرف چل پڑے تو ہم میں ایک شخص کے سر پر پتھر آ لگا پس اس کا سر پھٹ گیا پھر احتلام ہو گیا۔ اس نے اپنے اصحاب سے کہا۔ کیا تم میرے لیے تیمّم کی رخصت پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم تیرے لیے رخصت نہیں پاتے کیونکہ تم پانی پر قادر ہو۔ تو انہوں نے غسل کیا اور فوت ہو گیا۔ پس جب ہم نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اس کی خبر دی۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے تو اس کو قتل کر دیا اللہ تعالیٰ تم کو مارے جب تم جانتے نہیں تھے تو پوچھ لیتے کیونکہ بے خبری کی شفا سوال کرنا ہے بے شک ان کو تیمّم

کفایت کرتا اور پٹی کو باندھتا۔موسیٰ نے زخم پر کپڑا باندھ کر مسح کرنے اور سارے جسم کو دھونے پر شک کیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۸۴)

285 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْاَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ اَخْبَرَنِي الْاَوْزَاعِيُّ اَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اَصَابَ رَجُلًا جُرْحٌ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ احْتَلَمَ فَاُمِرَ بِالْاِغْتِسَالِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَلَمْ يَكُنْ شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالَ

حضرت عطاء بن رباح سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص کو زخم ہو گیا پھر احتلام ہو گیا تو اس کو غسل کا حکم فرمایا گیا پس اس نے غسل کیا تو وفات پا گیا۔یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو قتل کر دیا اللہ تعالیٰ ان کو مارے کیا سوال کرنا بے خبری کے لئے شفاء نہیں ہے۔

(مستدرک:جز:1،ص:285،سنن ابن ماجہ:جز:2،ص:207،سنن البیہقی الکبریٰ:جز:1،ص:227،سنن دارقطنی)

تشریح:

ایسا معذور شخص جس کے کچھ بدن پر زخم ہوں پانی نقصان دیتا ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک ایک کام کرے غسل کرے یا تیمم کرے دونوں ملا نہیں سکتا۔

اس کا ضابطہ یہ ہے کہ

اگر اس کا اکثر بدن زخمی ہے پانی برداشت نہیں کرتا تو صرف تیمم کرے اور اگر اکثر بدن دھویا جا سکتا ہے تو غسل کرے زخمی جگہ پر مسح کرے اگر مسح بھی ہو سکتا ہو تو چھوڑ دے اس کا غسل ہو گیا جو چاہے عبادت کرے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک غسل اور تیمم دونوں کو جمع کرے جتنی جگہ دھو سکتا ہے اسے دھوئے جو نہیں دھو سکتا اس کی جگہ تیمم کرے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کی دلیل یہ ہے کہ

یہی روایت جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جس میں تیمم اور غسل دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔ایک صحابی کے سر میں زخم تھا اس کو غسل کی ضرورت پیش ہوئی اس نے اپنے اصحاب سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے غسل کرنے کا حکم دیا انہوں نے غسل کا حکم دیا تو موت کی وجہ بن گئی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ جب ان کو مسئلہ کا پتا نہیں تھا تو کیوں بتایا انہوں نے تو اس کو قتل کر دیا ہے۔اس کو تو صرف اتنا کرنا تھا زخم پر پٹی باندھ دیتا اور تیمم کر لیتا باقی جسم کو دھو دیتا۔تو یہاں پر غسل اور تیمم دونوں جمع ہیں۔

احناف اور مالکیہ کی دلیل یہ ہے کہ
قرآن مجید میں تیمم کو وضو اور غسل کا بدل قرار دیا گیا ہے۔
قرآن مجید میں ہے: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا
اور بدل و مبدل منہ جمع نہیں ہو سکتے۔
اور دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ
للاکثر حکم الکل
دونوں کو ملانے سے معلوم ہو گیا کہ غسل اور تیمم دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور حکم اکثر پر لگے گا جس طرح کہ میت کا اکثر بدن مل جائے تو جنازہ پڑھا جاتا ہے ورنہ نہیں۔
شوافع اور حنابلہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ
جو روایت پر انہوں نے استدلال کیا ہے یہ روایت مختلف طرق سے منقول ہے اس میں غسل اور تیمم کو جمع کرنے والا فقط زبیر ہے اور وہ ضعیف ہے یہ روایت اس میں آئی ہے اس میں صرف ایک چیز کا ذکر ہے۔
اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ
یہ روایت معلول ہے کیونکہ اصول ثابتة في الدين کے خلاف ہے وہ یہ کہ شریعت میں اصل اور خلف کا جمع ہونا ثابت نہیں ہے اور اس روایت میں ثابت ہو رہا ہے اور حدیث مبارکہ معلول ضعیف ہوتی ہے قابل استدلال نہیں ہوتی۔ اور دار قطنی اور بیہقی نے بھی تضعیف کی ہے۔ بیہقی نے متعدد طرق سے تخریج کے باوجود اس کی تضعیف کی ہے۔
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ
☆ اتفقوا علی ضعفه
دراصل اس حدیث مبارکہ کے متن میں رواۃ کا اختلاف و اضطراب ہے بعض رواۃ نے اس میں جمع بین الغسل و التیمم ذکر کیا ہے اور بعض نے صرف غسل چنانچہ زبیر بن خریق نے جب اس حدیث کو عطاء سے نقل کیا تو جمع بین الغسل والتیمم ذکر کیا مگر اول تو زبیر بن خریق ضعیف ہیں دوسرا یہ کہ عطاء کے دوسرے شاگرد نے ان کی مخالفت کی ہے چنانچہ اوزاعی اس حدیث مبارکہ کو عطاء سے بلاغاً روایت کرتے ہیں اور اس میں صرف غسل کا ذکر ہے تیمم کا ہے ہی نہیں۔
اور اس کا ایک احسن جواب بھی دیا گیا ہے وہ اس طرح کہ اس حدیث مبارکہ کی تاویل کی جائے کہ ان تیمم ولعصر میں واؤ بمعنی او لیا جائے اور اس صورت کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے اس شخص کے لئے حصول طہارت کے دو طریقے ذکر فرمائے۔
ایک تو یہ کہ صرف تیمم کرے۔

دوسرا یہ کہ سر پر پٹی باندھنے کے بعد اس پر مسح کرے اور باقی بدن کو دھوئے یعنی آپ ﷺ کی مراد یہ نہیں کہ دونوں کو جمع کیا جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ جب اس طرح کی صورت پیش آجائے تو یا صرف تیمم کیا جائے یا صرف غسل و مسح کیا جائے جس طرح کہ احناف کے نزدیک ہے ایک صورت میں تیمم کیا جائے اور ایک صورت میں غسل کیا جائے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: بے وضو کے اکثر اعضائے وضو میں یا جنب کے اکثر بدن میں زخم ہو یا چیچک نکلی ہو تو تیمم کرے ورنہ جو حصہ عضو یا بدن کا اچھا ہو اس کو دھوئے اور زخم کی جگہ اور بوقت ضرر اس کے آس پاس بھی مسح کرے اور مسح بھی ضرر کرے تو اس عضو پر کپڑا ڈال کر اس پر مسح کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1،ص:28)

☆ **قوله قتلوه قتلهم الله الم يكن شفاء العى السوال**

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو شخص مجتہد نہ ہو وہ نئے پیش آنے والے اپنی عقل سے نہ بتائے بلکہ مجتہد کی تقلید کرے۔

یہاں پر یہ بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجتہاد کی تعریف و شرائط اور اختلاف بیان کروں۔

اجتہاد کی تعریف

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی 685ھ لکھتے ہیں: احکام شرعیہ کو حاصل کرنے میں پوری طاقت کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔ (منہاج الوصول الی علم الاصول: ج:3،ص:284)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ قاضی عیاض مالکی سے اجتہاد کی یہ تعریف نقل کی ہے۔
پیش آمدہ مسئلہ میں حق اور صواب کو طلب کرنے کے لئے اپنی علمی صلاحیت کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔
(اکمال اکمال المعلم: ج:5،ص:15)

علامہ جمال الدین اسنوی متوفی 1372ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن حاجب نے اجتہاد کی تعریف یہ کی ہے۔
کسی حکم شرعی کے ظن کو حاصل کرنے کے لئے فقیہ کا اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔
(نہایت السول علی ہامش التقریر والتحبیر: ج:3،ص:286)

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اجتہاد کا لغوی معنیٰ ہے کسی مشقت طلب کام کو حاصل کرنے کے لئے طاقت صرف کرنا اور اصطلاحی معنیٰ ہے کسی حکم شرعی ظنی کو حاصل کرنے کے لئے فقیہ کا اپنی علمی صلاحیتوں کو صرف کرنا۔
(التحریر: ج:3،ص:291)

اجتہاد کے شرائط درج ذیل ہیں۔
امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں: مجتہد کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ
اس کا علم تمام علوم شرعیہ کو محیط ہو اور وہ غور و فکر سے حکم شرعی معلوم کرسکتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ استنباط مسائل میں کون سے علوم

مقدم ہیں اور کون سے علوم مؤخر ہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ

وہ نیک اور پرہیزگار ہو اور گناہوں سے مجتنب ہو جو اس کی بدنامی کا باعث اور اس کی پرہیزگاری کے خلاف ہوں۔ علوم شرعیہ میں کتاب، سنت، اجماع اور وہ علوم عقلیہ ہیں جن کی مدد سے استدلال کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ علم بالکتاب سے قرآن مجید کی تمام آیات کا علم مراد نہیں ہے بلکہ ان آیات کا علم ضروری ہے جن کا تعلق احکام سے ہے اور وہ پانچ سو آیات کریمہ ہیں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ پانچ سو آیات کریمہ حفظ ہوں بلکہ اس کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ آیات کریمہ قرآن مجید میں کہاں کہاں ہیں تاکہ ضرورت کے وقت ان آیات کو تلاش کر سکے۔ اسی طرح علم بالسنۃ سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ تمام احادیث مبارکہ مرویہ کا حافظ ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق احادیث کا اس کو علم ہو مثلاً سنن ابوداؤد یا سنن بیہقی میں کن احکام سے متعلق احادیث مبارکہ ہیں اور مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ اسے معلوم ہو کہ کس حکم سے متعلق حدیث سنن ابوداؤد یا سنن بیہقی میں کس جگہ مذکور ہے تاکہ ضرورت کے وقت وہ حدیث تلاش کر سکے۔ علم بالاجماع سے مراد یہ ہے کہ مجتہد کو اس کا علم ہو کہ اس سے پہلے کن کن مسائل پر اجماع ہو چکا ہے تاکہ اس کا حکم اجماع نہ ہو یا اس کو یہ علم ہو کہ یہ مسئلہ اس زمانہ میں پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے اس مسئلہ پر اجماع نہیں ہوا تھا۔

علوم عقلیہ سے مراد یہ ہے کہ

مثلاً ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرط ہے۔ اسی طرح باقی اشکال ثلاثہ کی بھی شرائط ہیں وہ ان شرائط کو جانتا ہو تاکہ مطلوب پر استدلال کرنے میں غلطی نہ کر سکے۔

کتاب وسنت کے علم کے لئے کچھ علوم مشترک ہیں جن کا مجتہد کو جاننا ضروری ہے ان میں سے لغت، نحو، صرف اور علم بلاغت ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ مجتہد ان علوم میں زمخشری، اصمعی، خلیل اور سیبویہ کی مانند ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کو ان علوم میں اس قدر مہارت ہو کہ وہ قرآن مجید اور حدیث کے معانی کو اسلوب عرب کے مطابق صحیح طور پر سمجھ سکے۔

مجتہد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ

وہ عقائد کے دلائل سے واقف ہو حتیٰ کہ وہ عقلی دلائل سے عالم کا حدوث، اللہ تعالیٰ کا وجود، وجوب اور وحدانیت کو ثابت کر سکے اور ضرورت نبوت قرآن مجید کی وجہ اعجاز اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور ختم نبوت کو دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کر سکے تاکہ مسائل کلامیہ میں اس کا علم مقلد سے ممتاز ہو۔ لغت، صرف ونحو، علم بلاغت اور علم کلام کے علاوہ مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلام صریح، کلام مجمل، حقیقت، مجاز، عام، خاص، محکم، متشابہ، مطلق، مقید وغیرہ کا علم بھی حاصل کرے۔ ان علوم کے علاوہ مجتہد کے لئے کتاب وسنت کے ناسخ اور منسوخ کا علم بھی ضروری ہے کیونکہ وہ کہیں ایسا حکم نہ بیان کر دے جو قرآن و حدیث میں منسوخ ہو چکا ہو۔

یہ ان علوم کا بیان تھا جو کتاب وسنت میں مشترک ہیں اور کچھ علوم وہ ہیں جو سنت کے ساتھ خاص ہیں جن کی وجہ سے اس کو روایت صحیحہ اور فاسدہ اور حدیث مقبول اور مردود میں تمیز حاصل ہو سکے اسی طرح اس کے لئے حدیث کا علم درایت اور رجال حدیث کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اس کو حدیث مبارکہ کے راویوں کی معرفت اور ان کی عدالت کا علم ہو سکے۔ البتہ جو احادیث ان کتابوں میں ہیں جن کی صحت پر امت کا اجماع ہو چکا ہے جس طرح کہ صحیحین کی احادیث۔ ان میں اس کے لئے امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کی تقلید کافی ہے۔ اسی طرح رجال حدیث کی تضعیف اور تقویت میں بھی آئمہ جرح وتعدیل کی تقلید کافی ہے جبکہ ان اماموں کی اس فن میں کافی شہرت ہو اور جمہور امت کو ان کی تحقیق پر اعتماد ہو ان علوم مذکورہ کو حاصل کرنا مجتہد کے لئے ضروری ہے البتہ علم کلام کی تفصیلات اور علم فقہ کی تفریعات کو جاننا اس کے لئے ضروری نہیں ہے کیونکہ فقہ کی جزئیات اور تفریعات دوسرے مجتہدین کے اجتہاد کا ثمرہ ہیں اور ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں کہ

ہم نے اجتہاد کی شرائط میں جو علم قرآن

علم حدیث　علم اصول قرآن　علم اصول حدیث　علم رجال حدیث　علم اجماع

علم استدلال　علم لغت ونحو

اور عقائد کے ضروری مسائل کے علم کا ذکر کیا ہے یہ شرط مجتہد مطلق کے لئے ہے جو تمام احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتا ہے اور میرے نزدیک اجتہاد ایسا منصب نہیں ہے جس میں تجزی اور تقسیم نہ ہو سکے کیونکہ جو عالم دین بعض احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتا ہے اور فتاویٰ جاری کرتا ہے وہ بھی ایک قسم کا مجتہد ہے اور اس کے لئے ان تمام علوم وفنون میں ماہر ہونا شرط نہیں ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ شخص فقیہ النفس ہو اور فرائض اور ان کے اصول کو جانتا ہو اگرچہ اس کو مسائل فقہیہ جزئیہ سے متعلق احادیث کا علم نہ ہو۔

مجتہد کے لئے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ

وہ ہر مسئلہ کا جواب دے سکے۔ کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے چالیس مسائل پوچھے گئے جن میں سے چھتیس کے متعلق انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بہت سے مسائل میں توقف کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بہت سے مسائل میں توقف کیا پس جس چیز کا اسے علم ہو اس میں وہ فتویٰ دے اور جس کا علم نہ ہو اس میں وہ توقف کرے اور اسے یہ علم ہو کہ وہ کن مسائل کو جانتا ہے اور جس کا علم ہے اور جس کا علم نہیں ہے ان کے درمیان اس کو تمیز حاصل ہو اس لیے جس چیز کا اسے علم ہو اس میں فتویٰ دے اور جس کا علم نہیں اس میں توقف کرے۔ (المستصفی: ج:2،ص:350 تا 354)

فقہاء حنابلہ کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط درج ذیل ہیں۔

علامہ شمس الدین مغربی حنبلی متوفی 763ھ لکھتے ہیں: مجتہد وہ شخص ہے جو کتاب اور سنت کے حقیقت اور مجاز کی معرفت

رکھتا ہو اور

امر نہی مجمل محکم متشابہ عام خاص مطلق مقید ناسخ
منسوخ مستثنیٰ

اور مستثنیٰ منہ کا علم رکھتا ہو اور احکام سے متعلق صحیح اور ضعیف اور متواتر اور احادیث مبارکہ کو جانتا ہو اور قیاس اور اس کی شرائط اور استنباط کے طریقہ کو جانتا ہو اور حجاز اور شام اور عراق میں متداول عربیت کو جانتا ہو سو جو شخص اکثر فقہ کو جانتا ہو وہ فتویٰ دینے اور قضاء کا اہل ہے۔

ابومحمد جوزی نے کہا:

جو شخص فقہ کے اصول اور فروع کو جانتا ہو وہ مجتہد ہے اور وہ کسی شخص کی تقلید نہ کرے۔ (کتاب الفروع: ج:6، ص:425)

فقہاء شوافع کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط یہ ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: اہلیت اجتہاد چند امور کو جاننے سے حاصل ہوتی ہے ان میں سے ایک کتاب اللہ کا علم ہے اور تمام قرآن مجید کا جاننا شرط نہیں ہے بلکہ احکام سے متعلق آیات کا جاننا ضروری ہے اور ان آیات کو یاد کرنا ضروری نہیں بعض اصحاب کا کلام بظاہر اس کے خلاف ہے۔ دوسرا امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا علم ہے اور اس میں بھی جمیع احادیث کو جاننا ضروری نہیں بلکہ احکام سے متعلق احادیث کو جاننا کافی ہے۔

اور ان میں

عام خاص مطلق مقید مجمل مبین ناسخ منسوخ خبر متواتر خبر واحد
مرسل متصل

اور راویوں کے احوال کی جرحاً اور تعدیلاً معرفت ہونی چاہئے۔

اور تیسرا امر یہ ہے کہ

فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے فقہاء کی معرفت ہونی چاہئے اور یہ جاننا چاہئے کہ کس مسئلہ میں ان کا اتفاق ہے اور کس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

اور چوتھا امر قیاس ہے۔

پس قیاس جلی اور قیاس فاسد کی معرفت ہونی چاہئے اور قیاس صحیح اور قیاس فاسد میں تمیز ہونی چاہئے۔

اور پانچواں امر لغت عرب ہے۔

پس لغت عرب اور صرف اور نحو وغیرہ کو جاننا چاہئے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ

اہلیت اجتہاد کے لئے ان علوم میں تبحر اور مہارت کی شرط نہیں ہے بلکہ اجمالی طور پر ان علوم کی معرفت کافی ہے۔

امام غزالی نے اس میں تخفیفات کا ذکر کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ تمام متفرق اور منتشر احادیث کے تتبع کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ کافی ہے کہ مجتہد کے پاس احکام سے متعلق جمیع احادیث صحیحہ کا کوئی مجموعہ ہو جس طرح کہ سنن ابوداؤد ہے اور یہ کافی ہے کہ اس کو ہر باب کے عنوان کی معرفت ہو اور جب کسی مسئلہ میں اجتہاد کی ضرورت ہو تو اس حدیث کو متعلقہ باب میں تلاش کرے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنن ابوداؤد کی مثال دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں احکام سے متعلق کل احادیث ہیں نہ کہ اکثر احادیث ہیں اور جس شخص کو علم حدیث میں معمولی درک بھی ہو اس کے لئے یہ بالکل ظاہر بات ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں احکام سے متعلق اتنی احادیث ہیں جو سنن ابوداؤد میں نہیں ہیں اور جامع ترمذی اور سنن نسائی اور دوسری کتب معتمدہ میں جو احکام سے متعلق احادیث مبارکہ ہیں ان کی کثرت اور شہرت کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ

صحاح ستہ　　موطا امام مالک　　مسند امام اعظم　　سنن کبریٰ للبیہقی

مصنف عبدالرزاق　　مصنف ابن ابی شیبہ

اور مجمع الزوائد میں احکام سے متعلق تمام احادیث اور آثار موجود ہیں پس اگر مجتہد کسی مسئلہ میں اجتہاد کے وقت ان کتابوں کے متعلقہ ابواب میں احادیث و آثار کو تلاش کرے تو اس کو تسلی اور اطمینان ہو جائے گا کیونکہ ان کتب احادیث سے خارج حکم شرعی سے متعلق کوئی حدیث اور اثر نہیں ہے۔ مسائل کے تتبع اور چھان بین کے دوران مصنف کو اس کا بارہا تجربہ ہوا ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تمام اجماعی مسائل اور تمام اختلافی مسائل کا جاننا بھی مجتہد کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لئے یہ کافی ہے کہ جس مسئلہ میں وہ فتویٰ دے رہا ہے اس میں اس کا قول اجماع کے خلاف نہ ہو بایں طور کہ اس کو یہ علم ہو کہ اس کا یہ قول بعض متقدمین کے موافق ہے یا اس کو اس پر ظن غالب ہو کہ یہ مسئلہ متقدمین کے سامنے پیش نہیں آیا بلکہ یہ مسئلہ اس کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے۔

ناسخ اور منسوخ کی معرفت کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے اور جس حدیث کے قبول کرنے پر سلف کا اجماع ہو یا جس راوی کی عدالت تواتر سے ثابت ہو اس کی عدالت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس کے علاوہ راویوں کی عدالت کے لئے جرح اور تعدیل کے کسی مشہور امام کی تصریح کافی ہے۔ ان علوم کا مجتمع ہونا مجتہد مطلق میں شرط ہے جو تمام ابواب شرعیہ میں فتویٰ دیتا ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ عالم کے لئے صرف کسی ایک باب میں منصب اجتہاد ہو۔ ہمارے اصحاب نے اہلیت اجتہاد میں اصول اعتقاد کی معرفت کی شرط بھی عائد کی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ

مجتہد کے لئے متکلمین کے طریقہ پر اعتقاد کے دلائل کو جاننا ضروری نہیں ہے۔ (روضۃ الطالبین: ج:11،ص:95،96)

فقہاء احناف کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط درج ذیل ہیں۔

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اصولیین نے مجتہد کی جو تعریف کی ہے اس کے لحاظ سے مجتہد کو احکام شرعیہ سے متعلق کتاب اور سنت کی تصریحات کا عالم ہونا چاہئے اور اس کے لئے یہ ضروری شرط نہیں ہے کہ وہ تمام کتاب اور سنت کا عالم ہو کیونکہ یہ ایک نادر امر ہے اور اس میں رخصت یہ ہے کہ

وہ پیش آمدہ مسئلہ کی احکام شرعیہ سے متعلق تصریحات کو تلاش کر سکے۔ (بنایہ شرح الہدایہ: جز ثالث: ص:268)

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اجتہاد میں حدیث اور فقہ دونوں میں مہارت کی ضرورت ہے تاکہ اس کا قیاس نص حدیث کے معارض ہو نہ اقاویل فقہاء کے خلاف ہو۔

خلاصہ یہ کہ

مجتہد وہ شخص ہے جو کتاب اور سنت کی

عبارت النص　　　　اشارۃ النص　　　　دلالت النص

اور اقتضاء النص کا عالم ہو اور کتاب وسنت کے ناسخ اور منسوخ کو جاننے والا ہو اور شرائط قیاس اور مسائل اجماعیہ اور اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جاننے والا ہو تا کہ وہ اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اجماع پر قیاس کو مقدم نہ کرے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ذہین اور طباع ہو اور لوگوں کے عرف اور عادت کو جانتا ہو جو شخص ان تمام شرائط کا جامع ہو وہ اجتہاد کرنے کا اہل ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے۔ ان مذکور الصدر دلائل سے کسی حکم شرعی کو حاصل کرنے کے لئے کوشش سے غور وفکر کرنا حتی کہ اس حکم پر غلبہ ظن ہو جائے اور اس حکم شرعی میں وہ کسی کی تقلید نہ کرے۔ (فتح القدیر: ج:5،ص:362)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں: مجتہد کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تمام یا بعض قرآن کا حافظ ہو بلکہ یہ کافی ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ پیش آمدہ مسائل کن ابواب میں ہیں اور بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کر سکے اور اس کے لئے ان علوم میں ماہر اور متبحر ہونا بھی ضروری نہیں۔

مزید آپ نے اجتہاد کی چودہ شرائط لکھی ہیں:

1-اسلام

2-بلوغ

3-عقل

4-فقیہ النفس ہونا یعنی طباع اور ذہین ہو اور اس کو استدلال اور استنباط کا ملکہ ہو۔

5-لغت عربیہ کا علم ہو۔

6-صرف کا علم ہو۔

7-نحو کا علم ہو۔

8-علم معانی کا علم ہو۔

9-علم بیان کا علم ہو۔

10-وجوہ قیاس کا علم ہو۔

11-احکام سے متعلق کتاب اللہ کی آیات کا علم ہو۔

12-احکام سے متعلق احادیث کا متناً اور سنداً علم ہو اور کتاب اور سنت کے ناسخ اور منسوخ کو جانتا ہو۔

13-اجماع کی معرفت ہو۔

14-لوگوں کے عرف اور عادت کو جانتا ہو۔ (البحر الرائق: ج:6،ص:265)

علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی لکھتے ہیں:

مجتہد کے لئے واجب ہے کہ وہ کتاب وسنت کی تصریحات اور اجماع اور قیاس کا جاننے والا ہو۔ سلف صالحین نے مجتہد کے لئے صرف اسی شرط کا ذکر کیا ہے اور آئمہ کرام اور مجتہدین نے اپنے اجتہاد سے جن مسائل فرعیہ کا استخراج کیا ہے ان کو جاننے کی اس میں شرط نہیں لگائی اور بعض علماء کرام نے یہ شرط بھی لگائی۔

اور کہا ہے کہ

اجتہاد کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو مثلاً ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے مسائل فرعیہ کا علم ہو کیونکہ جس شخص کو ان مسائل پر عبور ہوگا وہ اجتہاد کا اہل ہوگا۔

شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ

جس شخص نے امام محمد کی مبسوط اور مذہب متقدمین کو حفظ کر لیا وہ اجتہاد کا اہل ہے اور جو شخص اس حد تک پہنچ جائے اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے اور اس پر دوسرے شخص کی تقلید کرنا حرام ہے۔ (معین الاحکام:ص:29)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں: جو شخص امام شافعی، امام ابوحنیفہ یا امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کے مذہب کی طرف منسوب ہو اس کی تین قسمیں ہیں۔

1-عوام، ان کا مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ کی تقلید کرنا میت کی تقلید پر مبنی ہے۔

2-وہ علماء جو درجہ اجتہاد تک پہنچ چکے ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا اور یہ علماء مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ کی طرف اس لئے منسوب ہیں کہ یہ اپنے اجتہاد اور دلائل کی ترتیب میں امام شافعی رحمۃ اللہ کے طریقہ پر عمل کرتے

ہیں اور اکثر اوقات ان کا اجتہاد اپنے امام کے اجتہاد کے موافق ہوتا ہے اور اگر بعض اوقات ان کا اجتہاد اپنے امام کے مخالف ہو تو یہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

3-متوسطین۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اصول شرع میں درجہ تک تو نہیں پہنچے مگر تمام ابواب فقیہ میں اپنے امام کے اصول سے واقف ہوتے ہیں اور غیر منصوص مسائل کو منصوص مسائل پر قیاس کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور یہ علماء کرام بھی عوام کی طرح امام کے مقلد ہوتے ہیں اور عوام بھی ان کے اقوال پر عمل کر کے امام ہی کے مقلد ہوتے ہیں اور یہ بھی میت کی تقلید پر مبنی ہے اور جب حکم اور علت میں امام کی نص موجود ہو تو یہ اس علت کی وجہ سے غیر منصوص کو منصوص کے ساتھ لاحق کر دیتے ہیں اور اگر امام نے صرف حکم بیان کرنے پر اختصار کیا ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس حکم کی علت کو مستنبط کر کے غیر منصوص مسئلہ کو اس حکم کی طرف لاحق کرنا جائز ہے یا نہیں اور اشبہ بالحق یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔(روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین: ج:11،ص:101،102)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

جو لوگ کسی امام مجتہد کی طرف منسوب ہوتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں:

1-ایک عوام ہیں جو محض مقلد ہوتے ہیں۔

2-دوسرے وہ علماء جو خود بھی مجتہد ہوتے ہیں اگر ان کا اجتہاد امام کے موافق ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ان کا اجتہاد امام کے اجتہاد کے خلاف ہو تو یہ اپنے اجتہاد پر عمل کریں گے۔

3-تیسری قسم ان علماء کرام کی ہے جو غیر منصوص مسائل کو منصوص مسائل پر قیاس کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں مگر رتبہ اجتہاد پر فائز نہیں ہوتے اگر کسی حکم کے بارے میں امام کی نص صریح ہو تو یہ اس حکم کی علت کا استنباط کرتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ امام کے مذہب کے مطابق یہ حکم اسی طرح ہے اور اگر امام کی نص نہ ہو تو اس کے مشابہ حکم سے تخریج کرتے ہیں۔(البحر الرائق: ج:6،ص:267)

اجتہاد کا ایک دائرہ ہے اور جو چیزیں دائرہ اجتہاد میں نہیں آتیں ان پر اجتہاد نہیں کیا جاتا۔

امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

اعتقادی مسائل میں اجتہاد نہیں کیا جاتا کیونکہ ان میں نظریاتی اختلاف جائز نہیں ہے نہ تمام نظریات حق ہیں صرف ایک نظریہ حق اور صحیح ہے اور باقی باطل اور غلط ہیں اور صحیح نظریہ کا حامل ہی فکر صحیح کا حامل ہے اور باقی گنہگار ہیں۔ جس طرح کہ پانچ نمازیں اور زکوٰۃ کی فرضیت یا وہ ضروریات دینیہ جو عقائد قطعیہ سے ثابت ہیں اور جن پر تمام امت کا اتفاق ہے یہ چیزیں دائرہ اجتہاد میں نہیں ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز میں اختلاف کرے گا وہ گنہگار ہوگا اس لیے اجتہاد کے دائرہ میں مسائل فرعیہ عملیہ ہیں جن میں اختلاف کرنے والا گنہگار نہیں ہے اگر اس کی فکر صحیح نتیجہ پر پہنچی تو اس کے لئے دو اجر ہیں ورنہ ایک اجر ہے۔
(المستصفی: ج:2،ص:354)

مجتہدین کے طبقات کو چھ حصوں پر منقسم کیا گیا ہے۔

1-مجتہد فی الشرع

یہ آئمہ مذاہب ہیں جو اصول اجتہاد وضع کرتے ہیں۔

2-مجتہد فی المذہب

یہ آئمہ کے تلامذہ ہیں جو اصول اجتہاد میں اپنے استاد کی پیروی کرتے ہیں اور احکام فرعیہ میں اپنے استاد سے دلائل کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں۔

3-مجتہد فی المسائل

یہ اصول اور فروع میں آئمہ مجتہدین کے پیروکار ہیں اور جن مسائل میں امام سے صریح روایت منقول نہ ہو ان میں اجتہاد کرتے ہیں۔

4-اصحاب تخریج

یہ قول مجمل کی تفصیل کرتے ہیں۔

5-اصحاب ترجیح

یہ فقہاء کرام کے مختلف اقوال میں سے ایک کو ترجیح دیتے ہیں۔

6-اصحاب تمیز

یہ لوگ فقہی روایات میں مفتیٰ بہ اور غیر مفتیٰ بہ قول اور قوی اور ضعیف کی تمیز رکھتے ہیں۔(ردالمحتار،ج:1،ص:72)

پیش آنے والے مسائل میں اہل فتویٰ کا اجتہاد کس طرح ہونا چاہئے اس کے متعلق علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص کا علم، اجتہاد اور عدالت معروف ہو اور لوگ اس کی تعظیم کرتے ہوں اور اس سے مسائل دریافت کرتے ہوں اس سے فتویٰ طلب کرنا اور اس کا منصب افتاء پر فائز ہونا جائز ہے اور جس شخص میں یہ شرائط نہ ہوں اس سے فتویٰ طلب کرنا جائز نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مجتہد کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دے اور اس کے پاس اس مجتہد کا مذہب منقول نہ ہو لیکن وہ اس مجتہد کے احکام کے ماٰخذ پر مطلع ہو اور اس مجتہد کے قواعد کے مطابق احکام مآخذ سے مستنبط کر سکتا ہو تو اس کا اس مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا جائز ہے ورنہ نہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ مفتی اس کے مآخذ پر مطلع ہو یا نہ ہو۔

یہ قول مسترد کیے جانے کے لائق ہے۔

اور ابوالحسین نے کہا ہے کہ

غیر مجتہد کا مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

غیر مجتہد کا کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا بلانکیر واقع ہے کیونکہ اصحاب مذاہب کے متبحر علماء ہمیشہ دوسرے آئمہ کے مذاہب پر فتویٰ دیتے رہے ہیں اگر چہ وہ اجتہاد مطلق کے درجہ پر فائز نہیں ہوتے تھے اور ان فتووں کا کبھی انکار نہیں کیا گیا اور جو شخص کسی مذہب کا غیر متبحر عالم ہو تو اس کے فتویٰ کا انکار کیا جاتا ہے پس کسی مذہب کے مقلد اور متبحر عالم کے فتویٰ کے قبول کرنے اور غیر متبحر عالم کے فتویٰ کے نہ قبول کرنے پر اجماع ہو گیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

یہ اجماع تو غیر مجتہدین کا ہے اور غیر مجتہدین کا اجماع حجت نہیں ہوتا اس لیے اس فتویٰ کا جواز ضرورت کی بناء پر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہر چند کہ یہ علماء کرام مجتہد مطلق تو نہیں ہیں لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ پیش آمدہ مسائل میں جزوی اجتہاد بھی ختم ہو چکا ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ ارباب افتاء اگر چہ مجتہد مطلق نہیں ہوتے لیکن ان کا پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کرنا جائز ہے اس بناء پر مفتی بھی مجتہد ہوتے ہیں اور کسی غیر مجتہد مطلق مفتی کا کسی مجتہد مطلق کے مذہب پر فتویٰ دینا ان مجتہدین کے اجماع سے بھی ثابت ہے اور یہ ضرورت کا بھی تقاضہ ہے۔ (التحریر والتقریر: ج:3،ص:346، 347)

اب آخری بحث یہ رہ گئی ہے کہ اجتہاد کا اصل طریقہ کیا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب مجتہد کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا جائے تو پہلے وہ اس کے حل کے لئے نص قرآن تلاش کرے اگر قرآن مجید میں اس کا حکم تلاش نہ کر سکے تو پھر اس کا حکم اخبار متواترہ میں تلاش کرے اگر اخبار متواترہ میں اس کا حکم نہ مل سکے تو پھر اخبار آماد میں اس کا حکم تلاش کرے اور اگر قرآن اور سنت میں اس کا حکم نہ مل سکے تو پھر مذاہب مجتہدین میں اس کا حکم تلاش کرے اگر اس حکم کے متعلق علماء کا اجماع مل جائے تو اس اجماع پر عمل کرے ورنہ قیاس سے اس مسئلہ کا حکم معلوم کرے۔

علامہ وشتانی، امام غزالی اور علامہ ابن عبدالسلام سے نقل کر کے لکھتے ہیں: اجتہاد کے لئے قرآن مجید کی صرف ان آیات کو جان لینا کافی ہے جن کا تعلق احکام سے ہے اور علم حدیث تو اب بہت آسان ہو چکا ہے کیونکہ ہر حدیث کی صحت اور ضعف کے بارے میں محققین نے تحقیق کر دی ہے اور اب احادیث کی اس قدر تصنیفات شائع ہو چکی ہیں جن کے بارے میں اندازہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی اس قدر احادیث نہیں تھیں اور جن مسائل پر اجماع ہے ان کی بھی کتابوں میں تصریح موجود ہے اس لیے اب اجتہاد کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:5،ص:15، 16)

قوله انما كان يكفيه ان يتيمم ولعصر او يعصب

آپ ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا کہ اسے اس طرح کرنا چاہئے تھا کہ تیمم کرتا اور زخمی سر پر پٹی باندھ کر اس پر مسح اور باقی بدن کا غسل کرتا۔

اس میں اس چیز کا بیان ہے مگر حدیث نصر بن عاصم میں واقعہ کا ذکر تو ہے مگر تیمم اور غسل کا ذکر نہیں۔ جس طرح کہ ہے۔

حدثنا نصر بن عاصم قوله فبلغ ذالك رسول الله ﷺ

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب فِي الْمُتَيَمِّمِ يَجِدُ الْمَاءَ بَعْدَ مَا يُصَلِّ فِي الْوَقْتِ

متیمم کا پانی پانا بعد جس کے وقت میں نماز پڑھ لے

متیمم نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور وقت کے اندر اندر پانی مل گیا اس بارے میں حکم کے متعلق باب ہے

286 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَجُلَانِ فِيْ سَفَرٍ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ فَتَيَمَّمَا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا الصَّلٰوةَ وَالْوُضُوْءَ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ ثُمَّ أَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لِلَّذِيْ لَمْ يُعِدْ أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ وَقَالَ لِلَّذِيْ تَوَضَّأَ وَأَعَادَ لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَغَيْرُ ابْنِ نَافِعٍ يَرْوِيْهِ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عُمَيْرَةَ بْنِ أَبِيْ نَاجِيَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَذِكْرُ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ لَيْسَ بِمَحْفُوْظٍ وَهُوَ مُرْسَلٌ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلٰى إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخص سفر میں نکلے تو نماز کا وقت ہو گیا اور ان کے پاس پانی بھی نہیں

تھا تو ان دونوں نے پاک مٹی سے تیمّم کر کے نماز ادا کی پھر وقت میں پانی میسر ہوگیا تو ایک شخص نے تو وضو کر کے نماز ادا کی مگر دوسرے نے اعادہ نہ کیا پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اس کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے اعادہ کرنے والے کو ارشاد فرمایا تو نے سنت کو پالیا اور تمہاری نماز تمہیں کافی ہے اور وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھنے والے کو ارشاد فرمایا کہ آپ کے لئے دو مرتبہ اجر ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو ابن رافع کے علاوہ لیث، عمیرہ بن ابوناجیہ، بکر بن سوادہ، عطاء بن یسار نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث مبارکہ میں ابوسعید کا ذکر محفوظ نہیں یہ مرسل ہے۔ ابوعبداللہ اسماعیل بن عبید کے مولیٰ سے روایت ہے کہ عطاء بن یسار نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دو اشخاص، اس معنی کے ساتھ آگے بھی ہے۔

(مستدرک: جز:1، ص:286، معجم الاوسط: جز:2، ص:234، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1، ص:231، سنن دارقطنی)

یہاں پر تین صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ

پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کر کے نماز ادا کر لی اس کے بعد نماز کے وقت میں پانی میسر ہوگیا تو کیا اس صورت میں نماز کا اعادہ ہے یا نہیں؟

آئمہ اربعہ کے نزدیک نماز کا اعادہ نہیں مگر بعض تابعین جیسے عطاء، طاؤس اور زہری وغیرہم کے نزدیک اعادہ واجب ہے اگر پانی حاصل ہو خروج وقت کے بعد تو پھر بلا خلاف اعادہ واجب نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ

تیمم کے بعد نماز شروع کرنے سے قبل پانی مل جائے تو اس صورت میں باتفاق آئمہ اربعہ و جمہور علماء تیمم باطل ہو جائے گا۔ وضو سے نماز پڑھنا ضروری ہے البتہ داؤد ظاہری اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کا اس بارے میں اختلاف ہے انہوں نے کہا ہے کہ وضو کی ضرورت ہی نہیں اسی تیمم سے نماز پڑھے کیونکہ تیمم اس کی صحت کے شرائط پائے جانے کے بعد کیا گیا تھا جو کہ ایک عمل ہے اور ابطال عمل جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **لا تبطلوا اعمالکم**

تیسری صورت یہ ہے کہ

نماز کی حالت میں پانی مل جائے تو اس صورت میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک تیمم باطل ہو جائے گا اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک تیمم باطل نہ ہو گا۔

یہ تو تھا آئمہ کے درمیان اختلاف اب اس سے ملتے جلتے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

نماز پڑھتے میں کسی کے پاس پانی دیکھا اور گمان غالب ہے کہ دے دیگا تو چاہئے کہ نماز توڑ دے اور اس سے پانی مانگے اور اگر نہیں مانگا اور پوری کر لی اب اس نے خود یا اس کے مانگنے پر دے دیا تو اعادہ لازم ہے اور نہ دے تو ہوگئی اور اگر دینے کا گمان نہ تھا اور نماز کے بعد اس نے خود دے دیا مانگنے سے دیا جب بھی اعادہ کرے اور اگر اس نے نہ خود دیا نہ اس نے مانگا کہ حال معلوم ہوتا تو نماز ہوگئی اور اگر نماز پڑھتے میں اس نے خود کہا کہ پانی لو وضو کر لو اور وہ کہنے والا مسلمان ہے تو نماز جاتی رہی توڑ دینا فرض ہے اور کہنے والا کافر ہے تو نہ توڑے پھر نماز کے بعد اگر اس نے پانی دے دیا تو وضو کر کے اعادہ کر لے۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:33)

اور اسی میں ہے: اگر اپنے ساتھی کے پاس پانی ہے اور یہ گمان ہے کہ مانگنے سے دے دے گا تو مانگنے سے پہلے تیمم جائز نہیں پھر اگر نہیں مانگا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور بعد نماز مانگا اور اس نے دے دیا یا بے مانگے اس نے خود دے دیا تو وضو کر کے نماز کا اعادہ لازم ہے اور اگر مانگا اور نہ دیا تو نماز ہوگئی اور اگر بعد کو بھی نہ مانگا جس سے دینے نہ دینے کا حال کھلتا اور نہ اس نے خود دیا تو نماز ہوگئی اور اگر دینے کا غالب گمان نہیں اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی جب بھی یہی صورتیں ہیں کہ بعد کو پانی دے دیا تو وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے ورنہ ہوگئی۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:29)

اسی میں ہے: چند اشخاص تیمم کیے ہوئے تھے کسی نے ان کے پاس ایک وضو کے لائق پانی لا کر کہا جس کا جی چاہے اس سے وضو کر لے سب کا تیمم جاتا رہے گا اور اگر وہ سب نماز میں تھے تو نماز بھی سب کی گئی اور اگر یہ کہا کہ تم سب اس سے وضو کر لو تو کسی کا بھی تیمم نہ ٹوٹے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:30)

قال ابو داؤد وغیر ابن نافع یرویہ

یہاں سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سند میں اختلاف بیان کر رہے ہیں وہ اس طرح کہ لیث کے بعض شاگردوں نے اس حدیث مبارکہ کو لیث سے مرسلاً اور بعض نے مسنداً ذکر کیا۔

اس میں دوسرا اختلاف یہ ہے کہ

ابن نافع نے لیث و بکر بن سوادہ کے درمیان واسطہ ذکر نہیں کیا اور بعض رواۃ نے درمیان میں عمیرہ بن ناجیہ کا واسطہ ذکر کیا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن غسل کرنا

یہ باب جمعہ کے دن غسل کے احکام کے متعلق ہے۔

287 حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ اَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيَى اَخْبَرَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ اَتَحْتَبِسُونَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ فَتَوَضَّاْتُ فَقَالَ عُمَرُ وَالْوُضُوءُ اَيْضًا اَوَ لَمْ تَسْمَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے دن حضرت ابوعمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے وقت ایک شخص حاضر ہوا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نماز سے روکے جاتے ہو۔ اس شخص نے عرض کیا: میں نے اذان سنی تو وضو کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس وضو کیا؟ کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کے لئے حاضر ہو تو اسے چاہئے غسل کرے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 287)

288 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل واجب ہے۔

(معجم الاوسط: ج: 1، ص: 100، معجم الصغیر: ج: 2، ص: 273، الموطا: ج: 1، ص: 117، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 391)

289 حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ اَخْبَرَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِيْ ابْنَ فَضَالَةَ عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ رَوَاحُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَعَلٰى كُلِّ مَنْ رَاحَ اِلَى الْجُمُعَةِ الْغُسْلُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ اِذَا اغْتَسَلَ الرَّجُلُ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اَجْزَاَهُ مِنْ غُسْلِ الْجُمُعَةِ وَاِنْ اَجْنَبَ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بالغ کو جمعہ کے لئے جانا چاہئے اور جو جمعہ کے

لئے جائے تو غسل کرے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب کسی شخص نے طلوع فجر کے بعد غسل کیا تو وہ غسل جمعہ کو کفایت کرے گا اگر چہ وہ جنبی ہو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:172، المعجم الاوسط: جز:5، ص:108، سنن نسائی: جز:5، ص:202، شرح معانی الآثار: جز:1، ص:116)

290 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ الْهَمْدَانِيُّ ح حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ ح حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهَذَا حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ يَزِيدُ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ فِي حَدِيثِهِمَا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ وَمَسَّ مِنْ طِيبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ أَعْنَاقَ النَّاسِ ثُمَّ صَلَّى مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ جُمُعَتِهِ الَّتِي قَبْلَهَا قَالَ وَيَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَيَقُولُ إِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ أَتَمُّ وَلَمْ يَذْكُرْ حَمَّادٌ كَلَامَ أَبِي هُرَيْرَةَ

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اچھے کپڑے کے سوائے کچھ نہ پہنا اور اگر اس کے پاس اچھی خوشبو ہے تو لگائی پھر جمعہ کے لئے آیا اور لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے نہ پھلانگا پھر نماز ادا کی جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے پھر خاموشی اختیار کی جب امام خروج کر آئے حتیٰ کہ اپنی نماز سے فراغت پالے تو یہ اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان کفارہ بن جائے گا۔ کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تین دن کے گناہ۔ اور فرماتے ہیں کہ بے شک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث محمد بن سلمہ اتم ہے اور حماد نے کلام ابوہریرہ کو ذکر نہ کیا۔

(مستدرک: جز:1، ص:419، سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1، ص:379، شرح السنۃ: جز:1، ص:255، شرح معانی الآثار: جز:1، ص:368)

291 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي هِلَالٍ وَبُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَالسِّوَاكُ وَيَمَسُّ مِنَ الطِّيبِ مَا قُدِّرَ

لَهُ إِلَّا أَنَّ بُكَيْرًا لَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَقَالَ فِي الطِّيبِ وَلَوْ مِنْ طِيبِ الْمَرْأَةِ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوسعید خدری اپنے والد محترم رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا ہے اور مسواک کرنا اور خوشبو مقدر ہو تو لگانا مگر کبیر نے عبدالرحمٰن کا ذکر نہ کیا اور خوشبو کے بارے میں کہا کہ اگرچہ عورت کی خوشبو کیوں نہ ہو۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ج:1،ص:519،سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:242،سنن النسائی: ج:5،ص:210)

292 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَرْجَرَائِيُّ حُبِّي حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنِي أَوْسُ بْنُ أَوْسٍ الثَّقَفِيُّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ ثُمَّ بَكَّرَ وَابْتَكَرَ وَمَشَى وَلَمْ يَرْكَبْ وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ غَسَلَ رَأْسَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ

حضرت ابوالاشعث صنعانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت اوس بن ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور غسل کروایا پھر جلدی گیا اور جلدی لے گیا اور سوار ہو کر نہ جائے اور امام کے پاس ہو کر سنے اور لغو کلام نہ کرے تو ہر قدم کے عوض ایک سال کے روزے اور قیام کرنے کا اجر پائے گا۔ عبادہ بن نسی حضرت اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کو اپنے سر کو دھویا اور غسل کیا۔ آگے اسی حدیث مبارکہ جیسا روایت کیا۔

(معجم الکبیر: ج:1،ص:215،سنن ابن ماجہ: ج:3،ص:389،سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:229،سنن ترمذی: ج:2،ص:320)

293 حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَقِيلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمِصْرِيَّانِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ ابْنُ أَبِي عَقِيلٍ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ طِيبِ امْرَأَتِهِ إِنْ كَانَ لَهَا وَلَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهِ ثُمَّ لَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ وَلَمْ يَلْغُ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهُمَا وَمَنْ لَغَا وَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ كَانَتْ لَهُ ظُهْرًا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے بروز جمعہ غسل کیا اور اپنی زوجہ کی خوشبو سے لگایا اگر اس کی ہو تو؟ اور اپنے اچھے کپڑے پہنے پھر لوگوں کی گردنوں سے نہ پھلانگا اور تقریر

کے وقت لغو کلام نہ کیا تو وہ دونوں جمعہ کے مابین کفارہ بن جائے گا اور جس نے لغو کلام کیا اور لوگوں کی گردنوں سے پھلانگا تو یہ ظہر ہو جائے گی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:231)

294 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ شَيْبَةَ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ الْعَنَزِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ مِنَ الْجَنَابَةِ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمِنَ الْحِجَامَةِ وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روای ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں کی بناء پر غسل فرماتے تھے۔

1- جنابت سے 2- بروز جمعہ 3- پچھنے لگوانے سے 4- غسل میت سے

(مستدرک: جز:1، ص:267، موطا: جز:1، ص:120)

295 حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَوْشَبٍ قَالَ سَأَلْتُ مَكْحُولًا عَنْ هَذَا الْقَوْلِ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ فَقَالَ غَسَّلَ رَأْسَهُ وَغَسَلَ جَسَدَهُ

علی بن حوشب نے مکحول سے غسل کرنے اور کروانے کے بارے میں استفسار کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: اپنے سر کو دھونا اور اپنے جسم کو دھونا ہے۔

(شعب الایمان: جز:3، ص:97)

296 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ قَالَ قَالَ سَعِيدٌ غَسَّلَ رَأْسَهُ وَغَسَلَ جَسَدَهُ

علی بن حوشب نے مکحول سے غسل کرنے اور کروانے کے بارے میں استفسار کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: اپنے سر اور جسم کو دھونا ہے۔

(شعب الایمان: جز:3، ص:97)

297 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ

الْمَلائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے بروز جمعہ جنابت کا غسل کیا پھر چلا گیا تو گویا اونٹ کی قربانی کا ثواب پایا جو دوسری گھڑی میں پہنچا تو گویا گائے کی قربانی کا ثواب پایا جو تیسری گھڑی پہنچا تو گویا مینڈھے کی قربانی کا ثواب پایا جو چوتھی گھڑی پہنچا تو گویا مرغ کا ثواب پایا جو پانچویں گھڑی پہنچا تو گویا انڈے کا ثواب پایا اور جب امام خطبہ کے لئے نکلتا ہے تو ملائکہ ذکر کی سماعت کے لئے آتے ہیں۔

(الموطا: جز: 1،ص: 101، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3،ص: 226، سنن ترمذی: جز: 2،ص: 325، سنن نسائی: جز: 5،ص: 331)

تشریح:

یہاں پر چند ابحاث ہیں۔

پہلی بحث تو یہ ہے کہ جمعہ کا لغت میں کیا شمار ہے اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔

لفظ جمعہ میں دو لغات تو بہت زیادہ مشہور ہیں۔

پہلی لغت تو یہ ہے: بضم المیم

دوسری لغت یہ ہے: بسکون المیم

اور تیسرا قول یہ ہے کہ بفتح المیم

تو اس صورت میں بمعنی الجامع ہوگا۔

اس کی وجہ تسمیہ میں تفصیل ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: اللہ عزوجل اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

پھر دوسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے۔

میں نے کہا: نہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری یا چوتھی بار میں ارشاد فرمایا:

یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے باپ آدم (علیہ السلام کی تخلیق) کو جمع فرمایا گیا۔ اس دن جو مسلمان بھی وضو کر کے مسجد میں جائے پھر اس وقت تک خاموش بیٹھا رہے حتیٰ کہ امام اپنی نماز پڑھ لے تو یہ عمل اس جمعہ اور اس کے بعد کے جمعہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا بہ شرطیکہ اس نے خون ریزی سے اجتناب کیا ہو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 23729)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں: ابو سلمہ نے کہا: پہلے جمعہ کے دن کو العروبۃ کہا جاتا تھا اور

سب سے پہلے جس نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا وہ کعب بن لوی ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

سب سے پہلے انصار نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔

امام ابن سیرین نے کہا: نبی کریم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے اور جمعہ کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔

انہوں نے کہا: یہود کا بھی ایک دن ہے جس میں وہ عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ہر سات دنوں میں ان کا ایک مقدس دن ہے اور وہ السبت (سنیچر) ہے اور نصاریٰ کے لئے بھی اس کی مثل ایک دن ہے اور وہ اتوار کا دن ہے پس آؤ ہم بھی ہفتہ میں ایک دن معین کریں جس میں ہم سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اس دن خصوصی نماز پڑھیں۔

پھر انہوں نے کہا: یہود نے ہفتہ کا دن معین کیا اور نصاریٰ نے اتوار کا دن معین کیا ہے۔

پھر ہم یوم العروبۃ کا دن معین کرتے ہیں پھر وہ سب حضرت اسعد بن زرارہ (ابوامامہ) رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہوں نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان کو وعظ کیا پھر جس دن وہ جمع ہوئے تھے اس دن کا نام انہوں نے یوم الجمعہ رکھا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:18،ص:88)

علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں: امام حاکم اور امام ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن فوت ہوئے اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن قیامت ہوگی اسی دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ پر درود شریف کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ وصال فرما چکے ہوں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجسام انبیاء کرام علیہم السلام کا کھانا حرام کردیا ہے۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ

اس دن کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس دن تمہارے والد محترم حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیار کیا گیا اسی دن صور ہوگا اسی دن حشر ہوگا

اسی دن حساب ہوگا اسی دن کے آخر میں تین ساعات ہیں جن میں سے ایک ساعت وہ ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے قبول ہو جاتی ہے۔ (زاد المعاد: ج:2، ص:98)

علامہ ابن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں: جس دن کو زمانہ جاہلیت میں عروبہ کہا جاتا ہے وہی دن زمانہ اسلام میں جمعہ قرار پایا ہے اس دن کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن عبادت کے لیے بہت زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں جس طرح بہت زیادہ لعنت کرنے والے شخص کو لغت میں لعنۃ کہا جاتا ہے۔

علامہ ثعلب نے کہا ہے کہ

جس شخص نے سب سے پہلے اس دن کو جمعہ کا نام دیا وہ رسول اللہ ﷺ کے جد امجد کعب بن لوی تھے اس سے پہلے اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔

علامہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ

ہر چند کہ کعب بن لوی نے سب سے پہلے عروبہ کو جمعہ کا نام دیا مگر عروبہ کا یہ نام زمانۂ اسلام میں مشہور رہا ہے۔

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ

کعب بن لوی اس دن لوگوں کو جمع کرتے اور ان کے سامنے تقریر کرتے جس میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں خبر دیتے اور یہ بتلاتے کہ آپ ان کی اولاد میں سے مبعوث ہوں گے اور انہیں آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کی نصیحت کرتے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں پڑھا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جمعہ کو جمعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے خلقت آدم (علیہ السلام) کو جمع کیا۔

علامہ ثعلب نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ

اس دن قریش دار الندوہ میں جمع ہوتے تھے اس لیے یہ دن جمعہ کہلایا۔

بہر حال اکثر علماء کا نظریہ یہی ہے کہ

اس دن کو زمانہ اسلام میں جمعہ کہا گیا۔ (لسان العرب: ج:8، ص:59)

دوسری بحث یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے۔

قولہ قال الغسل یوم الجمعۃ علی کل محتلم

فرمایا کہ ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور فقہاء کا مؤقف یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت مستحبہ ہے اوران احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کا حکم استحباب پر محمول ہے اور جس حدیث مبارکہ میں ہے۔

قال غسل یوم الجمعۃ واجب علی کل محتلم

اس حدیث مبارکہ میں واجب، ثابت اور متاکد کے معنیٰ میں ہے۔

اس سے وجوب اصطلاحی مراد نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں:

1-واجب 2-سنت 3-مستحب

مدونہ میں یہی ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے اور اس کا ترک جائز نہیں مگر اصحاب مالک کا نظریہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

امام مالک کا استدلال بعض احادیث مبارکہ کے ظاہری الفاظ سے ہے۔ جوکہ یہ ہے غسل یوم الجمعۃ واجب علی کل محتلم

ہم نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

یہ امر استحبابی ہے اور واجب کا معنیٰ ثابت ہے تاکہ تمام روایات میں تطبیق ہو جائے تعارض نہ رہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ہر حکم وجوب معلول بالعلت ہے یعنی اگر ایسا موقعہ ہو کہ لوگوں کے پسینے نکلنے کی وجہ سے بو آرہی ہو جس سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف پہنچے تو غسل واجب ہوگا اگر یہ علت نہ ہو تو واجب نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

کان فنسخ

جمہور کا استدلال ان احادیث مبارکہ سے ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو اچھی بات ہے اور جس نے غسل کیا تو اس میں زیادہ فضیلت ہے۔ (جامع ترمذی: ص:98)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لئے آیا اور خاموش بیٹھ کر (خطبہ) سنا اس کے ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اور اسی باب کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک صحابی صرف وضو کر کے دوران خطبہ جمعہ کے لئے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیر سے آنے اور غسل نہ کرنے پر ملامت کی۔

دیکھیں اگر غسل واجب ہوتا تو صحابی اس کو ترک نہ کرتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو حکم دیتے کہ غسل کر کے آئیں اور جب انہوں نے حکم نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ ان دونوں کے نزدیک غسل جمعہ واجب نہیں ہے۔

سوال: رہا یہ سوال کہ

جواب: مستحب کے تارک پر ملامت نہیں کی جاتی تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابی کو کیوں ملامت کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس کو ملامت کی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملامت کر کے اس بات پر متنبہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسے آدمی ہیں جو لوگوں کے لئے مقتدی ہیں لہٰذا ان کو غسل ترک نہیں کرنا چاہئے تھا۔ یہاں پر وجوباً نہیں فرمایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ غسل سنت مستحبہ ہوا۔

تنویر الابصار میں ہے: جمعہ، عید، بقر عید، عرفہ کے دن اور احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے اور وقوف عرفات وقوف مزدلفہ و حاضری حرم و حاضری سرکار اعظم و طواف و دخول منیٰ اور جمروں پر کنکریاں مارنے کے لئے تینوں دن اور شب برات اور شب قدر اور عرفہ کی رات اور مجلس میلاد شریف اور دیگر مجالس خیر کی حاضری کے لئے اور مردہ نہلانے کے بعد اور مجنون کو جنون جانے کے بعد اور غشی سے افاقہ کے بعد اور نشہ جاتے رہنے کے بعد اور گناہ سے توبہ کرنے اور نیا کپڑا پہننے کے لئے اور سفر سے آنے والے کے لئے، استحاضہ کا خون بند ہونے کے بعد، نماز کسوف و خسوف و استسقاء اور خوف و تاریکی اور سخت آندھی کے لئے اور بدن پر نجاست لگی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کس جگہ ہے ان سب کے لئے غسل مستحب ہے۔

(تنویر الابصار و در مختار: ج:1 ص:339 تا 342)

تیسری بحث

تیسری بحث یہاں پر یہ ہے کہ

جمعہ کے دن غسل نماز کے لئے ہے یا جمعہ کے دن کے لئے ہے۔

آئمہ اربعہ اور جمہور علماء کرام کے نزدیک یہ غسل جمعہ کی نماز کے لئے ہے اور امام محمد، حسن بن زیاد اور داؤد ظاہری کے نزدیک جمعہ کے دن کے لئے ہے۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ

صحیح یہ ہے کہ یہ غسل نماز جمعہ کے لئے ہے اور یہی ظاھر الروایۃ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

چوتھی بحث

چوتھی بحث یہ ہے کہ

غسل جنابت غسل جمعہ کے لئے کافی ہو جاتا ہے یا نہیں ہے۔
تو علامہ شعرانی نے آئمہ ثلاثہ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ غسل جنابت غسل جمعہ کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا خلاف نقل کیا یعنی غسل جنابت غسل جمعہ کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ مگر علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے احناف کا مسلک مطلقاً کفایت کرنے کا قول نقل کیا ہے خواہ غسل جمعہ کی نیت کرے یا نہ کرے اور باقی آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کفایت کے لئے نیت ضروری ہے۔

پانچویں بحث

پانچویں بحث یہ ہے کہ
نماز جمعہ پڑھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ
علامہ کمال ابن الہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:
نماز جمعہ پڑھنا فرض قطعی ہے اس کی فرضیت کتاب، سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (الجمعہ:9)
جب جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔
اور سنن ابوداؤد میں طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے سوا چار اشخاص کے۔
1-غلام 2-عورت 3-بچہ 4اور مریض۔
اور سنن بیہقی میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بچہ، غلام اور مسافر کے سوا ہر شخص پر نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے۔
اور امام احمد بن حنبل نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تین بار نماز جمعہ بغیر عذر (شرعی) کے ترک کیا اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط یہ ہیں:
1-آزادی 2-مرد ہونا
3-مقیم ہونا 4-تندرست ہونا

5-آنکھوں اور ٹانگوں کا سلامت ہونا 6-شہر

7-جماعت 8-خطبہ

9-سلطان 10-جمعہ کا وقت

11-اذن عام۔(فتح القدیر:ج:2،ص:21تا22)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی محمد حصکفی متوفی 1038ھ لکھتے ہیں:

نماز جمعہ فرض عین ہے اور اس کا انکار کفر ہے کیونکہ اس کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے۔

نماز جمعہ پڑھنے کے جواز کی سات شرائط ہیں۔

1-پہلی شرط یہ ہے کہ

جمعہ صرف شہر میں فرض ہے گاؤں اور دیہات میں جمعہ فرض نہیں ہے اور شہر کا ثبوت اس حدیث مبارکہ سے ہے۔

حارث بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ جمعہ جامع شہر کے بغیر ہوگا نہ تشریق۔(مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:5189)

ابوعبدالرحمان سلمی سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ جمعہ جامع شہر کے بغیر ہوگا نہ تشریق اور وہ بصرہ

کوفہ مدینہ منورہ مصر شام جزیرہ یمن

اور یمامہ کو شہر میں شمار کرتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:5191)

شہر کی معتمد تعریف جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ

وہ بڑا شہر ہو جس میں گلیاں اور بازار ہوں اور اس کے مضافات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کا حق ظالم سے لینے پر قادر ہو اور اس میں ایسا عالم دین ہو جو پیش آمدہ مسائل میں شرعی رہنمائی کر سکتا ہو۔(ردالمحتار:ج:3،ص:7)

2-دوسری شرط یہ ہے کہ

جمعہ کی نماز سلطان پڑھائے یا وہ شخص جو سلطان کی طرف سے مقرر ہو تاہم مسلمان جس کے نماز جمعہ پڑھانے پر راضی ہوں وہ نماز جمعہ پڑھا سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اقامت سلطان بمعنی ضرور شرط جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تعذر تعیین مسلمین قائم مقام تعیین سلطان ہے۔

(فتاویٰ رضویہ:ج:3،ص:740)

3-تیسری شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے ظہر کا وقت ہو۔

4-چوتھی شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ دیا جائے دوخطبے دینا اوران کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔
5-پانچویں شرط یہ ہے کہ جماعت کے سامنے خطبہ دیا جائے۔
خلاصہ میں تصریح ہے کہ
ایک شخص کا ہونا بھی کافی ہے۔
6-چھٹی شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے امام کے سوا جماعت ہواوراس میں کم ازکم تین آدمی ضروری ہیں۔
7-ساتویں شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے اذن عام ہو، مسجد کے دروازے آنے والوں کے لئے کھلے ہوں۔ہاں!اگر دشمن کے خطرہ کی بناء پر یا عادت قدیمہ کی بناء پر قلعہ کے دروازے بند کردیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔
(الدرالمختار مع ردالمحتار: ج:3،ص:5 تا24)

چھٹی بحث

قولہ فاستمع ولم یلغ
یہاں پر چھٹی بحث یہ ہے کہ خطبہ کے دوران خاموش رہنا واجب ہے یا مکروہ۔
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اورامام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خاموش رہنا واجب اور بات کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دوقول ہیں۔
1-مکروہ تحریمی　　　2-مکروہ تنزیہی
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
اگر اس تک آواز آرہی ہے تو خاموش رہنا واجب ہے ورنہ نہیں۔
درمختار میں ہے۔
خطبہ جمعہ کے علاوہ اور خطبوں کو سننا بھی واجب ہے مثلاً
خطبہ عیدین ونکاح وغیرہما۔(درالمختار: ج:3،ص:40)

ساتویں بحث

قولہ ثم راح
جو شخص جمعہ کے دن پہلی ساعت میں جائے گا اس کو اونٹ کے صدقہ کا ثواب ہوگا اور جو دوسری ساعت میں جائے گا اس کو گائے کے صدقہ کا ثواب ہوگا۔علی ھذا القیاس جمہور فقہاء اور آئمہ کے نزدیک اس ساعت سے مراد زوال کے بعد پہلا لمحہ پھر دوسرا لمحہ ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے مراد جمعہ کی صبح کے بعد پہلی ساعت پھر دوسری ساعت ہے۔

آٹھویں بحث

قوله ومن راح في الساعة الخ

یہاں پر ساعت جمعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
ساعت کی تعیین میں اختلاف ہے۔
بعض علماء کرام نے اس حدیث مبارکہ میں نماز کو لغوی معنیٰ پر محمول کیا ہے۔
وہ کہتے ہیں کہ
اس سے مراد دعا ہے اور یہ ساعت جمعہ کے دن عصر کے بعد سے لے کر مغرب تک ہوتی ہے۔
بعض علماء کرام نے کہا کہ
امام کے آنے سے لے کر نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک یہ ساعت ہے۔
بعض لوگوں نے کہا: امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر فراغت نماز تک یہ ساعت ہے۔
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کی فراغت تک ہے۔
اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ
یہ ساعت جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔
علامہ ابن عابدین شامی متوفی 1272ھ لکھتے ہیں: اس ساعت کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں۔
زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ
امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر فراغت نماز تک یہ ساعت ہے۔
معراج میں ہے کہ
خطبہ کے دوران دل میں دعا مانگے کیونکہ خطبہ کے دوران سکوت کا حکم دیا گیا ہے۔
ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ
یہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔
اس حدیث مبارکہ کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔
علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ
علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ساعت جمعہ کے بیالیس اقوال میں سے یہ دو قول زیادہ صحیح ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ

ساعت جمعہ ان دو وقتوں میں گھومتی رہتی ہو۔ لہٰذا ان دو وقتوں میں دعا کرنی چاہئے۔

ظاہر یہ ہے کہ

یہ ایک لطیف ساعت ہے اور ہر شہر اور ہر خطیب کے اعتبار سے اس کا وقت بدلتا رہتا ہے کیونکہ جس وقت ایک شہر میں دن ہوتا ہے دوسرے شہر میں رات ہوتی ہے اور جس وقت ایک شہر میں ظہر ہوتی ہے دوسرے شہر میں عصر ہوتی ہے۔ بہر حال سورج جس درجہ پر بھی حرکت کرتا ہے اس کی حرکت سے یہ ساعت کسی قوم پر طلوع ہوتی ہے اور کسی قوم پر غروب ہو جاتی ہے۔

(ردالمحتار، ج:1، ص:772 تا 773)

نویں بحث

قولہ ومشی ولم یرلک

اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کے لئے سعی ماشیا افضل ہے نہ کہ راکبا چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر مستقل باب قائم کیا ہے۔

باب المشی الی الجمعۃ

دسویں بحث

جمعہ کا وقت کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اور جمہور فقہاء کرام کا مسلک یہ ہے کہ زوال آفتاب کے بعد نماز جمعہ جلد پڑھنی چاہئے۔

اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زوال آفتاب سے پہلے نماز جمعہ جائز ہے۔

قولہ ثم بکر و ابتکر

یہاں پر سوال یہ ہے کہ جمعہ کی تحریف سعی کرنا کس وقت واجب ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: زیادہ صحیح یہ ہے کہ پہلی اذان کے ساتھ جمعہ کی طرف سعی کرنا واجب ہے اگر چہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھی۔

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: شرح المنیر میں مذکور ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس اذان پر سعی واجب ہے جو منبر کے سامنے دی جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہی اذان اول تھی حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اذان ثانی شروع کی جب زیادہ لوگ ہو گئے تو مقام زوراء پر یہ اذان دی جاتی تھی۔

اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ

وقت کے اعتبار سے یہی اذان اول ہے جو کہ زوال کے بعد منارہ پر دی جاتی تھی۔ (درمختار ورد المختار: ج:3، ص:35)

گیارہویں بحث

گیارہویں بحث فضائل نماز جمعہ کے متعلق ہے کہ نماز جمعہ کی تاکید کے ساتھ نماز جمعہ کے فضائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔
چنانچہ حصول رضا الٰہی عزوجل کے لئے فضائل نماز جمعہ پر چند احادیث مبارکہ نقل کرتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کو آیا اور (خطبہ) سنا اور چپ رہا اس کے لئے مغفرت ہو جائے گی ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں اور تین دن اور جس نے کنکری چھوئی اس نے لغو کیا یعنی خطبہ سننے کی حالت میں اتنا کام بھی لغو میں داخل ہے کہ کنکری پڑی ہو اسے ہٹا دے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 857)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کفارہ ہے ان گناہوں کے لئے جو اس جمعہ اور اس کے بعد والے جمعہ کے درمیان ہیں اور تین دن زیادہ اور یہ اس وجہ سے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو ایک نیکی کرے اس کے لئے دس مثل ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 3459)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو پانچ چیزیں ایک دن میں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنتی لکھ دے گا۔

1- جو مریض کو پوچھنے جائے 2- جنازے میں حاضر ہو

3- روزہ رکھے

4- جمعہ کو جائے

5- اور غلام کو آزاد کرے۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 2760)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت صدیق اکبر و عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

فرماتے ہیں کہ

جو جمعہ کے دن نہائے اس کے گناہ اور خطائیں مٹا دی جاتی ہیں اور جب چلنا شروع کیا تو ہر قدم پر بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اور دوسری روایت میں ہے۔

ہر قدم پر بیس سال کا عمل لکھا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہوتو اسے دو سو برس کے عمل کا اجر ملتا ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 292، معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3397)

☆ قوله اذ دخل رجل

یہ آنے والے شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے جس طرح کہ مسلم شریف کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اذان کے بعد تاخیر سے آتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! اذان کے بعد میں نے بلا تاخیر وضو کیا اور پھر مسجد میں آ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور وضو پر اختصار کرنا۔ کیا تم لوگوں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا جب تم میں سے کوئی شخص نماز جمعہ کے لئے آئے تو غسل کرے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1852)

☆ قوله ويقول ابوهريرة و زيادة ثلاثة

اس حدیث مبارکہ کے راوی حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں ہیں اب تک جو الفاظ حدیث آئے وہ دونوں کے مشترک تھے اور زیادہ ثلاثۃ ایام کے الفاظ صرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں نہیں ہیں۔

☆ قوله و يمس من الطيب ماقدر له

یہ تو سنن ابوداؤد کے الفاظ ہیں مگر صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

ماقدر عليه ۔

اس میں دو احتمال ہیں۔

1- یا اس سے مراد تکثیر ہے کہ جتنی بھی لگا سکے لگائے۔ 2- یا تاکید ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو لگانی چاہیے۔

☆ قوله من غسل يوم الجمعة و اغتسل

غسل تخفیف اور تشدید دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور دونوں صورتوں میں دو معانی کا احتمال ہوگا۔

1- یا اس سے مراد راس با لخطمی وغیرہ ہے۔ 2- یا اس سے مراد جماع ہے۔

اس صورت میں اس کا مفعول محذوف ہوگا۔

ای من غسل امراته

عرب کے محاورہ میں غسل امراته جماع کے معنیٰ میں مستعمل ہے اس لیے جو اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے گویا وہ اپنے کو

غسل پر آمادہ کرتا ہے۔

☆ قوله ثم بكر و ابتكر

ان دونوں کو بعض علماء کرام نے تاکید پر محمول کیا ہے اور ان سے ایک ہی معنیٰ مراد لیے ہیں یعنی نماز کے لئے سویرے جانا۔

اور کہا گیا ہے کہ

اول کا تعلق نماز سے ہے اور ثانی کا تعلق خطبہ یعنی گیا نماز کے لئے سویرے اور اول خطبہ کو پایا یہ ابتکر باکورۃ سے ماخوذ ہے ہر چیز کے اول کو باکورہ کہا جاتا ہے۔

باكورة كل شي اوله

☆ قوله ودنامن الامام

اس سے پتہ چلتا ہے کہ خطبہ کے وقت امام کا قرب افضل ہے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجمعہ میں اس پر مستقل باب باندھا ہے جو کہ موسوم ہے۔

باب الدنو من الامام عند الموعظة

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب فِي الرُّخْصَةِ فِيْ تَرْكِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن غسل ترک کرنے میں رخصت

اس باب میں غسل ترک کرنے میں رخصت عطا فرمائی گئی ہے۔

298 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ مُهَّانَ اَنْفُسِهِمْ فَيَرُوحُونَ اِلَى الْجُمُعَةِ بِهَيْئَتِهِمْ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ مزدوری کی حالت میں جمعہ کی نماز کے لئے جاتے تو ان سے فرمایا جاتا اگر تم غسل کرتے۔

(موطا: جز:1، ص:127، شرح معانی الآثار: جز:1، ص:117)

299 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِى ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِى عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ اُنَاسًا مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ جَائُوْا فَقَالُوْا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ لَا وَلٰكِنَّهُ أَطْهَرُ وَخَيْرٌ لِمَنِ اغْتَسَلَ وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ وَسَأُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدْءُ الْغُسْلِ كَانَ النَّاسُ مَجْهُودِينَ يَلْبَسُونَ الصُّوفَ وَيَعْمَلُونَ عَلَى ظُهُورِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَيِّقًا مُقَارِبَ السَّقْفِ إِنَّمَا هُوَ عَرِيشٌ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ حَارٍّ وَعَرِقَ النَّاسُ فِي ذٰلِكَ الصُّوفِ حَتّٰى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاحٌ آذٰى بِذٰلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الرِّيحَ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هٰذَا الْيَوْمَ فَاغْتَسِلُوا وَلْيَمَسَّ أَحَدُكُمْ أَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُهْنِهِ وَطِيبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ جَاءَ اللّٰهُ بِالْخَيْرِ وَلَبِسُوا غَيْرَ الصُّوفِ وَكُفُوا الْعَمَلَ وَوُسِّعَ مَسْجِدُهُمْ وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِي كَانَ يُؤْذِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا مِنَ الْعَرَقِ

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ اہل عراق کے چند لوگ آ کر کہنے لگے کہ اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کیا آپ رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کے غسل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! اور جو غسل کرے گا تو اس میں پاکی اور خیر ہے اور جو غسل نہ کرے تو اس پر واجب نہیں ہے اور میں آپ لوگوں کو خبر دیتا ہوں کہ غسل کا آغاز کس طرح ہوا۔ لوگ مفلس ہوتے تھے اون کا لباس زیب تن کرتے تھے اور اپنی پشت پر وزن اٹھاتے تھے اور ان لوگوں کی مسجد تنگ ہوتی تھی چھت نیچے ہوتی تھی گویا کہ جھونپڑا ہے۔ ایک گرمی کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے اور لوگوں نے موٹے اونی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے حتیٰ کہ بعض کی بو بعض کو اذیت پہنچا رہی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بو کو محسوس کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جب یہ دن ہو تو غسل کیا کرو اور جو تم میں سے کسی کو افضل تیل اور خوشبو ملے تو لگا لیا کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے احوال کو درست فرما دیا اور وہ اونی موٹے لباس کے علاوہ زیب تن کرنے لگ گئے، کام تقسیم ہو گیا ان کی مسجد وسیع ہو گئی اور بعض لوگوں کی جو بو بعض کو اذیت دیتی تھی وہ ختم ہو گئی۔

(مستدرک: جز:1،ص:416، معجم الکبیر: جز:11،ص:219)

300 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ أَفْضَلُ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے وضو کیا تو فبہا اور اچھا کیا اور جس نے غسل کیا تو وہ افضل ہے۔

(معجم الاوسط: جز:7،ص:374، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:295، سنن ترمذی: جز:2،ص:322، سنن ترمذی: جز:5،ص:218)

تشریح:

جمعہ کے دن غسل کے سلسلہ میں دو قسم کی روایات ہیں بعض سے وجوب مستفاد ہوتا ہے اور بعض سے عدم وجوب مگر جن سے وجوب ثابت ہوتا ہے اس میں واجب، ثابت اور متاکد کے معنیٰ میں ہے اس سے وجوب اصطلاحی مراد نہیں ہے اور جن سے عدم وجوب مستفاد ہوتا ہے تو ان سے سنت مستحبہ مراد ہے جس طرح کہ امام ابوحنیفہ

امام شافعی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم

اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں:

1-واجب 2-سنت 3-مستحب

مدونہ میں یہی ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے اور اس کا ترک جائز نہیں ہے مگر اصحاب مالکیہ کا نظریہ یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

☆ قولہ کان الناس مهان انفسهم

مھان جمع ماھن کی بمعنی خادم یعنی اسلام کے شروع میں فتوحات سے پہلے لوگ اپنے خادم خود ہی ہوتے تھے ان کے غلام یا نوکر نہیں تھے اپنی مزدوریاں اور کام خود کرتے تھے جس کی وجہ سے بدن اور کپڑوں سے بو پیدا ہو جاتی تھی اس سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا حکم نہیں دیا تھا اسی وجہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اسی حال میں جمعہ کی نماز پڑھنے چلے جاتے تھے تو جب یہ بو کا عالم دیکھا تو ان کو ارشاد فرمایا کہ غسل کر لیا کرو تو بہتر ہے۔

☆ قولہ من توضا فبها و نعمت

ای بالسنة و نعمت السنة هی

یہاں پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ سنت تو غسل ہے نہ کہ وضو۔

تو تقدیر عبارت یہ اولیٰ ہے۔

فبالرخصة اخذ و نعمت الرخصة نعمت کو دو طرح پڑھ سکتے ہیں۔

1-نعمت کسر نون اور سکون عین کے ساتھ 2-فتح نون اور کسر عین کے ساتھ اور اصل یہی ہے۔

اس باب کا حاصل کلام یہ ہے۔

جمعہ کے دن غسل کرنا سنت مستحبہ ہے واجب نہیں اگر کسی مجبوری کے بغیر غسل نہ کیا تو ثواب کو ضائع کیا۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ فَيُؤْمَرُ بِالْغُسْلِ

اسلام لانے والے شخص کو غسل کا حکم دیا جائے

اس باب میں اسلام لانے والے شخص کے غسل کے متعلق حکم فرمایا گیا ہے۔

301 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْاَغَرُّ عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ جَدِّهِ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْدُ الْاِسْلَامَ فَاَمَرَنِي اَنْ اَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ

حضرت خلیفہ بن حصین کے جدامجد حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اسلام لانے کا ارادہ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم ارشاد فرمایا کہ بیری کے پتوں والے پانی سے غسل کروں۔

(معجم الاوسط: جز:7، ص:122، معجم الکبیر: جز:18، ص:338، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1، ص:171، سنن ترمذی: جز:2، ص:485)

302 حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اُخْبِرْتُ عَنْ عُثَيْمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ اَنَّهُ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَدْ اَسْلَمْتُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ يَقُولُ احْلِقْ قَالَ وَ اَخْبَرَنِي اٰخَرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاٰخَرَ مَعَهُ اَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَتِنْ

عثیم بن کلیب نے اپنے والد محترم اور دادا محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ میں مسلمان ہو گیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ کفر کے زمانہ والے بال منڈواؤ فرماتے حلق کرواؤ۔ اور کہا۔ مجھے دوسرے شخص نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ جانے والے دوسرے شخص سے فرمایا اپنے کفر کے زمانہ کے بال اتروادو اور ختنہ کرواؤ۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:7، ص:304، مسند احمد: جز:30، ص:463، مصنف عبدالرزاق: جز:6، ص:10، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: جز:1، ص:444)

تشریح:

اسلام لانے کے بعد یا ارادۂ اسلام کے وقت غسل کرنے میں اختلاف ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً واجب ہے۔

آئمہ ثلاثہ جن میں احناف بھی ہیں ان کے نزدیک بوقت اسلام اگر کوئی شخص جنبی ہو تو اس پر غسل واجب ہے ورنہ صرف

مستحب ہے مگر اختلاف اس میں ہے کہ اگر اسلام لانے سے قبل جنبی تھا اور اس نے غسل کر لیا تھا اس کے بعد اسلام لایا تو یہ غسل جو بحالت کفر کیا آیا یہ معتبر ہوگا یا نہیں؟

احناف کے نزدیک غسل کافر معتبر ہے جمہور کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ ان کے نزدیک صحت غسل کے لئے نیت شرط ہے اور کافر کی نیت معتبر نہیں۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر زمانہ کفر میں وہ جنابت کی حالت میں تھا تو اس پر غسل واجب ہوگا خواہ اس نے غسل کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

بعض مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ

اسلام کی وجہ سے اس سے غسل ساقط ہو گیا جس طرح کہ دوسرے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں مگر یہ قول ضعیف ہے اور اگر اسلام سے پہلے وہ جنبی نہ تھا تو پھر اس کا غسل کرنا مستحب ہے یہ ہمارا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اور دوسرے فقہاء کرام کا مذہب ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے فقہاء کرام نے کہا ہے کہ

اس پر غسل کرنا واجب ہے۔

مزید راقم ہیں۔

جب کوئی کافر اسلام لانے کا ارادہ کرے تو فوراً اسلام لائے اور غسل کی بناء پر اس کو مؤخر نہ کرے اور نہ کسی شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس کو غسل کی اجازت دے بلکہ اس کو فوراً اسلام لانے کا حکم دے اس کے بعد وہ شخص غسل کرے۔

بہار شریعت میں ہے۔

کافر مرد یا عورت جنب ہے یا حیض و نفاس والی کافرہ عورت اب مسلمان ہوئی اگرچہ اسلام سے پہلے حیض و نفاس سے فراغت ہو چکی۔ صحیح یہ ہے کہ ان پر غسل واجب ہے۔ ہاں اگر اسلام لانے سے پہلے غسل کر چکے ہوں یا کسی طرح تمام بدن پر پانی بہہ گیا ہو تو صرف ناک میں نرم بانسے تک پانی چڑھانا کافی ہوگا کہ یہی وہ چیز ہے جو کفار سے ادا نہیں ہوتی۔ پانی کے بڑے بڑے گھونٹ پینے سے کلی کا فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر یہ بھی باقی رہ گیا ہو تو اسے بھی بجالائیں غرض جتنے اعضاء کا دھلنا غسل میں فرض ہے جماع وغیرہ اسباب کے بعد اگر وہ سب بحالت کفر ہی دھل چکے تھے تو بعد اسلام اعادہ غسل ضروری نہیں ورنہ جتنا حصہ باقی ہو اتنے کا دھولینا فرض ہے اور مستحب تو یہ ہے کہ بعد اسلام پورا غسل کرے۔ (بہار شریعت: ج:1 ص:324)

قوله شعر الكفر واختتن

یہاں پر زمانہ کفر کے بالوں کو حلق کروانے کا حکم ہے اور شعر الکفر سے مراد وہ بال ہیں جو کفر کی علامت اور اس کا شعار

ہیں۔

اور آپ ﷺ نے ختنہ کا بھی حکم ارشاد فرمایا: اب یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ختنہ کا حکم کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور کثیر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا واجب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ختنہ کرنا مردوں اور عورتوں پر واجب ہے۔ مرد پر واجب ہے کہ وہ اس پوری کھال کو کاٹ دے جس نے حشفہ کو چھپایا ہوتا ہے حتیٰ کہ پورا حشفہ ظاہر ہو جائے اور عورت پر واجب ہے کہ فرج کے اوپر جو کھال ہے اس کا نچلا حصہ کاٹ دے۔

ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ بچپن میں ان دونوں ختنوں کو کرنا جائز ہے واجب نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ولی پر واجب ہے کہ بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا ختنہ کرادے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

دس سال پہلے ختنہ کرانا حرام ہے۔

اور صحیح قول یہ ہے کہ

ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے۔

یہ تمام قول امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 680ھ لکھتے ہیں: مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مردوں پر یہ حکم شدید ہے کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی اور عورتوں کا معاملہ آسان ہے۔

ابوعبداللہ نے کہا: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ

جو مرد ختنہ نہ کرائے اس کا حج ہے نہ نماز۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ یہ رخصت دیتے تھے کہ جو شخص اسلام لائے وہ اگر ختنہ نہ کرائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

وہ کہتے تھے کہ

کئی سیاہ فام اسلام لائے اور ان میں سے کسی کی تفتیش نہیں کی گئی اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا۔
اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ
شرم گاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا تو ختنہ کرنے کے لئے مختون کی شرم گاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا۔ نیز یہ مسلمانوں کے شعار میں سے ہے اس لیے دیگر شعائر کی طرح یہ بھی واجب ہوگا اور اگر کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا جس طرح کہ غسل وضو وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔
حنبل نے کہا: میں نے ابوعبداللہ سے ذمی کے بارے میں سوال کیا جب وہ مسلمان ہو تو آیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟
انہوں نے کہا: اس کے لئے ختنہ ضروری ہے۔
میں نے پوچھا: اگر وہ بوڑھا یا بوڑھی ہو؟
انہوں نے کہا: ان کے لئے ختنہ کرانا مستحب ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا۔
اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مِلَّةَ اَبِیۡكُمۡ اِبۡرٰهِیۡمَ ؕ (حج:78)
(تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)
اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھو لے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔
اس حدیث مبارکہ میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں۔
اور فلاں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے تکریم ہے۔
(المغنی: ج:1، ص:63، 64)
علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے۔ حصاص نے کتاب ادب القضاء میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے تکریم ہے۔
(عمدۃ القاری: ج:5، ص:357)

ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں: ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ
ختنہ کرنا سنت ہے۔
غرائب میں مذکور ہے کہ یہی صحیح قول ہے۔
ختنہ کرنے کے لئے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے۔
سراجیہ میں ہے۔ یہی قول مختار ہے۔
بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے۔
اسی طرح جواہر الفتاویٰ میں ہے۔
عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں۔
بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ سنت ہے۔
شمس الائمہ الحلوانی نے خصف کی ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ
عورتوں کا ختنہ کرنا تکریم ہے۔ کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پوری کھال نہیں کٹی تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے تو یہ ختنہ ہے اور اگر نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے تو یہ ختنہ نہیں ہے۔
صلوٰۃ النوازل میں مذکور ہے کہ
ایک بچہ کا ختنہ کیا گیا اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جاسکتا اور اس کا حشفہ ظاہر ہو اور دیکھنے میں وہ مختون لگتا ہو تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے اگر وہ کہیں کہ اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ بوڑھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ عذر کی وجہ سے واجب بھی ترک کر دیا جاتا ہے تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ جب بوڑھا شخص خود ختنہ کرسکتا ہو تو کرلے ورنہ چھوڑ دے۔ ہاں اگر اس کے لئے ممکن ہو تو وہ شادی کر لے یا ختنہ کرنے والی باندی کو خرید لے اور وہ اس کا ختنہ کر دیں۔ بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر کھال بڑھ گئی اگر اس کھال نے حشفہ کو ڈھانپ لیا ہے تو اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے ورنہ نہیں۔ (عالم گیری: ج:5،ص:357)
علامہ ابو البرکات سید احمد دردیر مالکی متوفی 1197ھ لکھتے ہیں: ولادت کے بعد ختنہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ یہود کے افعال سے ہے یہ اس وقت کرنا مستحب ہے جب بچہ کو نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔ مردوں کا ختنہ کرنا سنت ہے اور عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے اور مستحب یہ ہے کہ عورت کی کھال کاٹنے میں مبالغہ نہ کرے۔ (الشرح الکبیر: ج:1،ص:126)
یہ تو تھا وہ کلام جو مطلقاً ختنہ کے متعلق تھا اب رہا وہ شخص جو اسلام لے آئے تو کیا اس کا ختنہ کرایا جائے گا یا نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: بوڑھا آدمی مشرف با اسلام ہوا جس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں تو ختنہ کرانے کی حاجت نہیں۔ بالغ شخص مشرف با اسلام ہوا اگر وہ خود ہی اپنی مسلمانی کر سکتا ہے تو اپنے ہاتھ سے کر لے ورنہ نہیں۔ ہاں اگر ممکن ہو کہ کوئی عورت جو ختنہ کرنا جانتی ہو اس سے نکاح کرے تو نکاح کر کے اس سے ختنہ کرا لے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:5،ص:357)

قوله قيس بن عاصم قال اتيت النبى صلى الله عليه وسلم اريد الاسلام

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ 9 ہجری میں بنو تمیم وفد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسی دوران اسلام لے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

هذا سيد اهل الوبر

کسی شخص نے آپ کے تلمیذ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

کیا تو حلم قیس کو جانتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات پر کسی نے یہ اشعار کہے تھے۔

عليك سلام الله قيس بن عاصم — ورحمة ما شاء ان يترحما

وما كان قيس هلكه هلك واحد — ولكنه نبيان قوم تهدما

قوله عن عثيم بن كليب

یہ عثیم، عثیم بن کثیر بن کلیب ہیں۔ واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْمَرْأَةُ تَغْسِلُ ثَوْبَهَا الَّذِیْ تَلْبَسُهُ فِیْ حَیْضِهَا

عورت کا حیض والے کپڑوں کا دھونا

یہ باب عورت کا حیض والے کپڑوں کو دھونے کے حکم میں ہے۔

303 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَتْنِیْ اُمُّ الْحَسَنِ یَعْنِیْ جَدَّةَ اَبِیْ بَکْرٍ الْعَدَوِیِّ عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ الْحَائِضِ یُصِیْبُ ثَوْبَهَا الدَّمُ قَالَتْ تَغْسِلُهُ فَاِنْ لَمْ یَذْهَبْ اَثَرُهُ فَلْتُغَیِّرْهُ بِشَیْءٍ مِنْ صُفْرَةٍ قَالَتْ وَلَقَدْ کُنْتُ اَحِیْضُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ حِیَضٍ جَمِیْعًا لَا اَغْسِلُ لِیْ ثَوْبًا

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حیض سے لگے خون کے کپڑوں کے بارے میں

پوچھا گیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کو دھوؤ اگر اس کے اثرات نہ ہٹیں تو کوئی زرد کر والو۔ ارشاد فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حائض لاحق ہوجاتا مسلسل تین حیض میں اپنے واسطے کپڑے کو دھوتی نہیں تھی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:408)

304 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ يَذْكُرُ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ لِاِحْدَانَا اِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيهِ فَاِنْ اَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ بَلَّتْهُ بِرِيقِهَا ثُمَّ قَصَعَتْهُ بِرِيقِهَا

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم میں سے کسی ایک کے پاس بھی ایک سے زائد کپڑے نہیں ہوتے تھے اس میں حیض آتا جب اسے خون لگتا تو اس پر تھوک کر تھوک سے زائل کرتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:13)

305 حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَسَاَلَتْهَا امْرَاَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي ثَوْبِ الْحَائِضِ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قَدْ كَانَ يُصِيبُنَا الْحَيْضُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلْبَثُ اِحْدَانَا اَيَّامَ حَيْضِهَا ثُمَّ تَطَّهَّرُ فَتَنْظُرُ الثَّوْبَ الَّذِي كَانَتْ تَقْلِبُ فِيهِ فَاِنْ اَصَابَهُ دَمٌ غَسَلْنَاهُ وَصَلَّيْنَا فِيهِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ اَصَابَهُ شَيْءٌ تَرَكْنَاهُ وَلَمْ يَمْنَعْنَا ذٰلِكَ مِنْ اَنْ نُصَلِّيَ فِيهِ وَاَمَّا الْمُمْتَشِطَةُ فَكَانَتْ اِحْدَانَا تَكُونُ مُمْتَشِطَةً فَاِذَا اغْتَسَلَتْ لَمْ تَنْقُضْ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّهَا تَحْفِنُ عَلٰى رَاْسِهَا ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ فَاِذَا رَاَتِ الْبَلَلَ فِي اُصُولِ الشَّعْرِ دَلَكَتْهُ ثُمَّ اَفَاضَتْ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهَا

بکار بن یحییٰ نے فرمایا کہ مجھے میری دادی نے بیان کیا کہ میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو آپ رضی اللہ عنہا سے قریش کی عورت نے حیض کے کپڑوں سے نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں حیض لاحق ہوجاتا تو اسی میں رہتی تھیں پھر پاک ہوتیں تو ان کپڑوں کی طرف نظر کرتیں جن کے ساتھ حیض کے دن گزارے اگر تو ان میں خون ہوتا تو اس کو دھودیتیں اور اسی میں نماز ادا کرتیں۔ اگر ان کو کچھ نہ ہوا ہوتا تو ہم اس کو ترک کردیتیں اور ہمیں اس میں نماز پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہ ہوتی۔ جب کسی ایک کی چوٹی بندھی ہوئی ہوتی تھی تو ویسے ہی رکھتیں اور غسل کے دوران نہ کھولتیں سر پر تین چلو پانی کے ڈال لیتیں جب پک ہوجاتا کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ گیا ہے تو سر کو ملتیں پھر تمام جسم پر پانی پہنچاتیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:407)

306 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ امْرَاَةً تَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَصْنَعُ اِحْدَانَا بِثَوْبِهَا اِذَا رَاَتِ الطُّهْرَ اَتُصَلِّي فِيْهِ قَالَ تَنْظُرُ فَاِنْ رَاَتْ فِيْهِ دَمًا فَلْتَقْرُصْهُ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ وَلْتَنْضَحْ مَا لَمْ تَرَ وَلْتُصَلِّ فِيْهِ

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت استفسار کر رہی تھی کہ ہم کپڑوں کا کیا کریں کہ جب ہم نماز کا ارادہ کریں ہم میں سے کوئی خود کو حیض سے مطہر دیکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اس میں خون دکھائی دے تو کچھ پانی ڈال کر اس کو کھرچ ڈالو۔ جب کچھ نہ ہو تو اسی میں نماز پڑھو۔

(سنن ابوداود: رقم الحدیث: 306)

307 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهَا قَالَتْ سَاَلَتِ امْرَاَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِحْدَانَا اِذَا اَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ قَالَ اِذَا اَصَابَ اِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ لِتُصَلِّ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح و حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْمَعْنٰى قَالَ حُتِّيهِ ثُمَّ اقْرُصِيهِ بِالْمَاءِ ثُمَّ انْضَحِيهِ

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے پوچھا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے کوئی اپنے کپڑوں میں خون حیض لگا ہوا دیکھے تو کس طرح کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو خون حیض لگ جائے تو اس کو کھرچ دے پھر اس کو پانی سے دھوئے پھر نماز پڑھے۔ مسدد، حماد، مسدد، عیسیٰ بن یونس، موسیٰ بن اسمٰعیل، حماد یعنی ابن سلمہ نے ہشام سے اسی معنیٰ کے ساتھ روایت کر کے دونوں نے کہا کہ پھر اس کو کھرچ دو پھر پانی ڈال کر پھر پانی کے ساتھ دھوؤ۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج:1،ص:143، معجم الکبیر: ج:24،ص:109، الموطا: ج:1،ص:60، صحیح البخاری: ج:2،ص:9)

308 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْحَدَّادُ حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ اُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ تَقُوْلُ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يَكُوْنُ فِي الثَّوْبِ قَالَ حُكِّيهِ بِضِلْعٍ وَاغْسِلِيهِ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ

عدی بن دینار نے حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خون

حیض کپڑوں پر لگنے کے متعلق پوچھا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو لکڑی کے ساتھ کھرچو اور بیری کے پتوں والے پانی سے دھوؤ۔

(معجم الکبیر: ج: 25، ص: 182، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 287، سنن البیہقی الکبری: ج: 2، ص: 407، سنن دارمی: ج: 1، ص: 256)

309 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدْ كَانَ يَكُونُ لِإِحْدَانَا الدِّرْعُ فِيهِ تَحِيضُ قَدْ تُصِيبُهَا الْجَنَابَةُ ثُمَّ تَرٰى فِيهِ قَطْرَةً مِنْ دَمٍ فَتَقْصَعُهُ بِرِيقِهَا

عطاء سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم میں ہر ایک کے پاس ایک کرتہ ہوا کرتا تھا جو حیض اور جنبی ہونے میں پہنتی تھیں پھر اس میں خون کا قطرہ دیکھتیں تو اپنے تھوک سے ملتیں۔

(سنن البیہقی الکبری: ج: 1، ص: 14، سنن دارمی: ج: 1، ص: 254)

310 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ يَسَارٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّهُ لَيْسَ لِي اِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ وَّاَنَا اَحِيضُ فِيهِ فَكَيْفَ اَصْنَعُ قَالَ اِذَا طَهُرْتِ فَاغْسِلِيهِ ثُمَّ صَلِّي فِيهِ فَقَالَتْ فَاِنْ لَمْ يَخْرُجِ الدَّمُ قَالَ يَكْفِيكِ غَسْلُ الدَّمِ وَلَا يَضُرُّكِ اَثَرُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خولہ بن بنت یسار نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ تو اس نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میرے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا ہے اور اسی میں حیض آتا ہے تو میں کس طرح کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب پاک ہو تو دھولیا کرو پھر اس میں نماز پڑھا کرو۔ تو اس نے عرض کیا: اگر خون نہ نکلے تو؟ ارشاد فرمایا: خون کو دھونا کافی ہوگا اور اس کا نشان ضرر نہیں دے گا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 310)

تشریح:

☆ قوله سالت عائشة عن الحائض يصيب ثوبها الدم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ اگر حائضہ عورت کے کپڑوں میں خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کو دھو ڈالے پھر رگ خون کے نشان یا رنگت باقی رہ جائے اس کو زرد رنگ کے ذریعے زائل کرے۔ یہاں پر صفرہ سے زعفران ہے یا ورس ہے۔

☆ قوله فاذا اصابه شيء من دم بلته بريقها

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث مبارکہ میں فرماتی ہیں کہ اگر ان کپڑوں پر خون لگ جاتا تو اس کو اپنی تھوک سے تر کر کے

رگڑتی تھیں۔

اس کی تین وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

1-خون کے مقدار قلیل ہونے کی وجہ سے کرتی تھیں جو شرعاً معاف ہے۔

2-تھوک سے ان کو تر کرنا اور رگڑنا زمانہ حیض میں حیض کے ختم ہونے کے بعد نہیں لہٰذا کپڑے کو پاک کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ اس سے نماز ہی نہیں پڑھنی چاہیے۔

3-اگرچہ اس روایت میں غسل کا ذکر نہیں مگر مراد ہے دم معفو کی مقدار یعنی نجاست قلیل مراد ہے جس کو دھوئے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے۔

یہاں پر اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ

طہارت نجاست کے لئے پانی متعین ہے یا نہیں۔

جمہور اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک طہارت نجاست کے لئے پانی متعین ہے پانی کے علاوہ دوسرے مائعات سے طہارت حاصل نہیں ہوتی اور احناف کے نزدیک حدث کے ازالہ کے لئے پانی تو متعین ہے اور خبث کے ازالہ کے لئے پانی دوسرے مائعات سے بھی جائز ہے۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں احناف کی دلیل ہے کیونکہ اس حدیث سے ریق کے ذریعے ازالہ نجاست ذکر کیا گیا ہے۔

قولہ فکانت احدنا تکون ممتشطة فاذا غتسلت لم تنقص ذالك

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جب غسل کرنے والی عورت کے سر کے بالوں میں بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ جائے تو اس کے لئے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر بالوں کو کھولے بغیر اس کے سر میں پانی نہ پہنچے تو پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ اس پر محمول ہے کہ ان کے سر کے بالوں میں پانی پہنچ جاتا تھا۔

اور بہار شریعت میں ہے۔

سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضرور نہیں۔

ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔ (بہار شریعت: ج:1، ص:317)

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُصِيبُ اَهْلَهُ فِيهِ

زوجہ سے مجامعت کرنے والے کپڑوں میں نماز پڑھنا

یہ باب اپنی زوجہ سے جماع کرنے والے کپڑوں میں نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

---

311 حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ اَنَّهُ سَاَلَ اُخْتَهُ اُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُهَا فِيهِ فَقَالَتْ نَعَمْ اِذَا لَمْ يَرَ فِيهِ اَذًى

معاویہ بن خدیج سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو زوجہ محترمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھیں سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجامعت والے کپڑوں میں نماز پڑھتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! جب ان میں نجس چیز نہ دیکھتے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: ج:1، ص:156، معجم الکبیر: ج:23، ص:220، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:410، سنن دارمی: ج:1، ص:369)

تشریح:

مجامعت والے کپڑوں میں نماز پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ ان کو منی نہ لگے کیونکہ اگر منی لگ گئی تو پھر تو کپڑے نجس ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہی نہیں لہٰذا رخصت اس وقت ہے جب نجاست یعنی منی سے آلودہ نہ ہوں۔

والله و رسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الصَّلٰوةِ فِي شُعُرِ النِّسَآءِ

عورتوں کے بچھونوں میں نماز پڑھنا

یہ باب عورتوں کے بچھائے کپڑوں میں نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

---

312 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا الْاَشْعَثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي فِي شُعُرِنَا اَوْ فِي لُحُفِنَا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ شَكَّ اَبِي

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بچھونوں یا ہمارے لحاف میں نماز ادا نہ فرماتے تھے۔ عبیداللہ نے کہا: میرے والد محترم کو شک ہے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: جز:5،ص:506، مستدرک: جز:1،ص:381' سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:409، سنن النسائی: جز:16،ص:185)

313 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّ فِي مَلَاحِفِنَا قَالَ حَمَّادٌ وَسَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ اَبِي صَدَقَةَ قَالَ سَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْهُ فَلَمْ يُحَدِّثْنِي وَقَالَ سَمِعْتُهُ مُنْذُ زَمَانٍ وَلَا اَدْرِي مِمَّنْ سَمِعْتُهُ وَلَا اَدْرِي اَسَمِعْتُهُ مِنْ ثَبْتٍ اَوْ لَا فَسَلُوا عَنْهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لحافوں میں نماز ادا نہ فرماتے تھے۔ حماد نے کہا: میں نے سعید بن ابی صدقہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے محمد سے اس کے متعلق سوال کیا تو مجھے انہوں نے اس حدیث مبارکہ کو بیان نہیں کیا۔ اور کہا۔ ایک عرصہ گزر گیا مجھے اس کو سنے ہوئے اور میں نہیں جانتا کہ میں نے کس سے سماعت کی تھی اور نہ میں جانتا ہوں کہ جس سے سماعت کی وہ ثبت ہے یا نہیں تو تم اس کے متعلق پوچھو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:410، سنن النسائی الکبریٰ: جز:5،ص:507' مسند اسحاق بن راہویہ: جز:3،ص:735)

تشریح:

شعر شعار کی جمع ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ اوپر کا کپڑا وغیرہ جس طرح کہ چادر، لحاف، کمبل وغیرہ ہیں۔ اس کپڑے میں مرد کو نماز نہیں پڑھنی چاہئے اور نماز پڑھنے کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔

ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ

ہر پہنی ہوئی چیز میں پہننے والی کی بو ہوتی ہے تو ایسی صورت میں عورت کی چادر وغیرہ پہن کر نماز پڑھنے میں شغل بال کا ڈر ہے کہ اس کی جانب خیال جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ

عورتوں کے مزاج میں طہارت و نجاست کے مسئلے میں احتیاط نہیں ہوتی لہٰذا مردوں کو ان کے کپڑوں کے استعمال میں احتیاط کرنی چاہئے۔

تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ

عورتیں لاپرواہ ہوتی ہیں لہٰذا احتیاط کرنا ہی اولیٰ ہے۔ مگر یہ حکم صرف استحبابی ہے اگر کوئی پہن کر پڑھ لے تو ہو جاتی ہے۔

قال حماد وسمعت سعید بن ابی صدقة

یہ حماد وہ حماد ہے جو حماد بن زید ہے اور اس سند کے رواۃ میں سے ہیں انہوں نے گزشتہ یوں بیان کی ہے۔

عن ھشام عن ابن سیرین عن عائشۃ

حالانکہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ہی ثابت نہیں ہے تو انہوں نے اپنی روایت کو منقطع ہونا بیان کیا ہے اور فرما دیا کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میں نے کس سے سنا ہے آیا وہ ثقہ ہیں بھی ہیں کہ نہیں اگر تم جاننا بھی چاہتے ہو تو خود تحقیق کرتے رہو۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

اس میں (عورت کا کپڑا پہننے میں) رخصت

اس باب میں عورت کا کپڑا پہننے کی رخصت دی گئی۔

314 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى وَعَلَيْهِ مِرْطٌ وَّعَلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ مِنْهُ وَهِيَ حَائِضٌ وَّهُوَ يُصَلِّيْ وَهُوَ عَلَيْهِ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چادر تھی اور کچھ ٹکڑا کسی زوجہ مطہرہ کے اوپر تھا جو کہ حالت حیض میں تھیں نماز کے دوران میں بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا۔

(معجم الکبیر: ج: 24، ص: 8، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 325 'سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 239، شرح السنۃ للبغوی: ج: 1، ص: 248)

315 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ وَاَنَا اِلٰى جَنْبِهٖ وَاَنَا حَائِضٌ وَّعَلَيَّ مِرْطٌ لِّيْ وَعَلَيْهِ بَعْضُهٗ

عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز ادا فرما رہے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں لیٹی ہوئی تھی اس حال میں کہ حائضہ تھی میرے اوپر کی چادر کا کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 324، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 409، سنن النسائی: ج: 2، ص: 71)

تشریح:

"ان احادیث مبارکہ سے مرد وعورت کا حالت نماز میں ایک چادر میں نماز پڑھنا تو ثابت ہو گیا مگر اس کی تصریح نہیں کہ وہ چادر کس کی تھی آیا وہ زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مگر اگلے باب میں یہ تصریح موجود ہے کہ وہ چادر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ لہٰذا اس باب میں شعر النساء میں نماز پڑھنے کی رخصت ثابت ہوئی جو پہلے باب میں ممانعت تھی وہ استحبابی تھی۔ واللہ

ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ

کپڑے کو منی لگ جائے

یہ باب کپڑے پر منی لگ جانے کی صورت میں کپڑے کو دھونے اور نماز پڑھنے کے متعلق ہے۔

316 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهُ كَانَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاحْتَلَمَ فَاَبْصَرَتْهُ جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ وَهُوَ يَغْسِلُ اَثَرَ الْجَنَابَةِ مِنْ ثَوْبِهِ اَوْ يَغْسِلُ ثَوْبَهُ فَاَخْبَرَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَقَدْ رَاَيْتُنِي وَاَنَا اَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ الْاَعْمَشُ كَمَا رَوَاهُ الْحَكَمُ

ہمام بن حارث سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے کہ ان کو احتلام لاحق ہوا تو آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے کپڑے جنابت کے نشان یا کپڑے کو دھوتے ہوئے دیکھ لیا تو اس نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کپڑے میں اگر ملاحظہ کرتی تو مل دیتی تھی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو اعمش نے روایت کیا جس طرح کہ اس کو حکم نے روایت کیا۔

(سنن النسائی: جز: 1، ص: 485، مسند احمد: جز: 50، ص: 448، مصنف عبد الرزاق: جز: 1، ص: 268)

317 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُصَلِّي فِيهِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَافَقَهُ مُغِيرَةُ وَاَبُوْ مَعْشَرٍ وَوَاصِلٌ

اسود سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس لباس سے منی کو کھرچ دیتی تھی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز ادا فرما لیتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کی مغیرہ، ابومعشر اور واصل نے موافقت کی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 416، شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 50، سنن الصغیر للبیہقی: جز: 1، ص: 152، معجم الاوسط: جز: 6، ص: 57)

318 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ حِسَابٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ يَعْنِي ابْنَ اَخْضَرَ الْمَعْنٰى وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ سُلَيْمٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَآئِشَةَ تَقُولُ اِنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ ثُمَّ اَرٰى فِيهِ بُقْعَةً اَوْ بُقَعًا

سلیمان بن یسار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس کپڑوں سے منی کو دھو دیتیں آپ کو ایک یا کافی نشان دکھائی دیتے رہتے۔

(سنن دار قطنی: جز:2،ص:10)

تشریح:

انسان کی منی کی طہارت میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ آدمی کی منی نجس ہے البتہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر منی خشک ہو جائے تو اس کی تطہیر کے لئے اس کو کھرچنا کافی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ

منی خشک ہو یا تر منی آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے۔

اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ — حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ — حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

داؤد ظاہری

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ منی پاک ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

جو فقہاء منی کی نجاست کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں منی آلود کپڑوں کے دھونے کا بیان ہے اور جو فقہاء منی کی طہارت کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں منی کو کھرچنے کا ذکر ہے اگر منی نجس ہوتی تو اس کو صرف کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جمے ہوئے خون کو صرف کھرچنا کافی نہیں ہے اور جن احادیث مبارکہ میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے وہ استحباب اور تنزہ اور نظافت کو اختیار کرنے پر محمول ہیں یہ آدمی کی منی کا حکم ہے۔

اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک شاذ قول یہ ہے کہ

عورت کی منی نجس ہے اور مرد کی منی نجس نہیں ہے اور اس سے زیادہ شاذ قول یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے۔
اور صحیح یہ ہے کہ
دونوں کی منی طاہر ہے اور کیا پاک منی کا کھانا جائز ہے۔
اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں۔
زیادہ ظاہر یہ ہے کہ
یہ حلال نہیں ہے کیونکہ یہ گھناؤنی چیز ہے اور ان خبائث میں داخل ہے جو حرام ہیں۔
علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: منی کی طہارت کے قائلین کا یہ کہنا کہ ہم نے منی کو کھرچنے کی احادیث کو منی کی طہارت پر اور منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث کو اختیار نظافت پر محمول کیا ہے۔ اس وقت صحیح ہوتا جب ان احادیث مبارکہ میں تعارض ہوتا حالانکہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث مبارکہ سے صراحۃً ثابت ہے کہ منی نجس ہے اور منی کھرچنے کی احادیث مبارکہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں شریعت میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور امر میں اصل وجوب ہے مگر یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ ہو اور یہاں اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی اپنے کپڑوں پر منی لگے رہنے نہیں دی اور بطور عبادت نبی کریم ﷺ کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اور کبھی ترک نہ کرنا اس کے وجوب کا مؤید ہے۔
بعض علماء کرام نے کہا کہ
جس چیز کا خشک حالت میں دھونا واجب نہیں اس کو تر حالت میں دھونا بھی واجب نہیں ہے جس طرح کہ رینٹ (ناک کا گندہ مادہ)
اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ رینٹ نکلنے سے بالکل حدث لاحق نہیں ہوتا جبکہ اگر منی شہوت اور تیزی سے نکلے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ورنہ وضو۔
اسی طرح بعض علماء کرام نے کہا کہ
اگر منی نجس ہوتی تو اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جمے ہوئے خون کو کھرچنا کافی نہیں ہے۔
یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ جمے ہوئے خون کو کھرچنے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے جبکہ خشک منی کو کھرچنے کے متعلق بہ کثرت احادیث مبارکہ ہیں اور یہ احادیث مبارکہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔
بعض علماء کرام نے یہ کہا کہ

منی انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت کی اصل ہے اس لیے پاک ہونی چاہئے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
منی دشمنان خدا مثلاً فرعون، ہامان اور ابوجہل کی ولادت کی بھی اصل ہے اس لیے نجس ہونی چاہئے نیز علقہ (جما ہوا خون) انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے پھر خون بھی پاک ہونا چاہئے۔

(عمدۃ القاری: ج:3،ص:144،145)

اس باب کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے خشک منی کو کھرچ دیتی تھیں۔
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
عورت کی فرج کی رطوبت یا عدم طہارت میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔
زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت طاہر ہے۔
علماء کرام کی ایک جماعت نے اس حدیث مبارکہ سے عورت کی فرج کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔
وجہ استدلال یہ ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں احتلام محال ہے کیونکہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جو منی تھی وہ جماع کے سبب سے تھی۔ اس وجہ سے وہ منی رطوبت فرج سے مل کر گزری اب اگر یہ رطوبت نجس ہوتی تو اس سے اختلاط کی وجہ سے منی بھی نجس ہو جاتی اور اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا بلکہ دھونا پڑتا اور جو علماء کرام رطوبت فرج کی نجاست کے قائل ہیں وہ اس کے دو جواب دیتے ہیں۔
ایک جواب یہ کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احتلام محال نہیں ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہو بلکہ بعض اوقات بغیر کسی خواب کے منی زیادہ ہونے کی وجہ سے خارج ہو جاتی ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ
ہوسکتا ہے کہ یہ منی مقدمات جماع کی وجہ سے خارج ہوئی ہو اور رطوبت فرج سے مختلط نہ ہوئی ہو۔
بہر حال جو محدثین وفقہاء کرام نجاست منی کے قائل ہیں وہ غسل کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اور جو طہارت کے قائل ہیں وہ کھرچ دینے کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اسی وجہ سے محدثین کرام نے منی کو دھونے اور منی کو کھرچنے کے الگ الگ ابواب قائم کیے ہیں۔
جس طرح کہ نسائی میں اس طرح کے باب موجود ہیں۔
امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح معانی الآثار میں دھونے اور کھرچنے کی روایات میں یوں تطبیق دی ہے کہ دھونے کی روایات

ثیاب صلوٰۃ پر محمول ہیں اور کھرچنے کی روایات ثیاب نوم پر محمول ہیں۔ اس پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے نقد وارد کیا کہ ثوب صلوٰۃ میں بھی کھرچنے کی روایات صحیحہ ثابت ہے۔

قولہ قال ابوداؤد و افقہ مغیرۃ و ابو معشر و واصل۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مبارکہ کو دو اسناد سے ذکر کیا پہلی سند میں ابراہیم سے نقل کرنے والے حکم تھے اور دوسری سند میں حماد بن ابی سلیمان، مگر دونوں اسناد میں فرق یہ ہے کہ حکم کی روایت میں یہ تھا کہ ابراہیم روایت کرتے ہیں ہمام سے اور حماد کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم روایت کرتے ہیں اسود سے اسی کی بدولت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ بعض رواۃ حماد کی موافقت کرتے ہیں اور وہ یہی تین اشخاص ہیں اور اعمش نے حکم کی موافقت کی ہے تو گویا حماد کی موافقت کرنے والی ایک جماعت ہوئی اور حکم کی موافقت کرنے والے صرف اعمش ہیں۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب بَوْلِ الصَّبِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ

بچے کا کپڑوں پر پیشاب کرنا

یہ باب بچے کا کپڑوں پر پیشاب کرنے کے حکم میں ہے۔

319 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا اپنے چھوٹے بیٹے جو کھانا نہیں کھاتا تھا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس جھولی میں بٹھا دیا تو اس بچے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا تو چھڑک دیا اور اس کو نہ دھویا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ج:1، ص:129، معجم الاوسط: ج:2، ص:363، الموطا: ج:1، ص:64، سنن دارمی: ج:1، ص:206)

320 حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ وَالرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ قَابُوسَ عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنهم فِي حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَالَ عَلَيْهِ فَقُلْتُ الْبَسْ ثَوْبًا وَّاَعْطِنِیْ اِزَارَكَ حَتّٰى اَغْسِلَهٗ قَالَ اِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْاُنْثٰى وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ

حضرت لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جھولی میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما تشریف فرما تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کر دیا۔ میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور کپڑے زیب تن فرمائیں اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ازار مبارک عطا فرما دیں حتیٰ کہ میں اس کو دھولوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بچی کے پیشاب کو دھوتے ہیں اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکتے ہیں۔

(معجم الکبیر: ج:25،ص:26، شرح السنۃ: ج:1،ص:79)

321 حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوْسٰى وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنِيْ مُحِلُّ بْنُ خَلِيْفَةَ حَدَّثَنِيْ اَبُو السَّمْحِ قَالَ كُنْتُ اَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّغْتَسِلَ قَالَ وَلِّنِیْ قَفَاكَ فَاُوَلِّيْهِ قَفَايَ فَاَسْتُرُهٗ بِهٖ فَاُتِيَ بِحَسَنٍ اَوْ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهما فَبَالَ عَلٰى صَدْرِهٖ فَجِئْتُ اَغْسِلُهٗ فَقَالَ يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ قَالَ عَبَّاسٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْوَلِيْدِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهُوَ اَبُو الزَّعْرَاءِ قَالَ هَارُوْنُ بْنُ تَمِيْمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْاَبْوَالُ كُلُّهَا سَوَاءٌ

حضرت ابوالسمح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہتا تھا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا ارادہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ارشاد فرماتے میری طرف پشت کرو تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت کر کے اوٹ بن کر کھڑا رہتا تو حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مقدسہ پر پیشاب کر دیا۔ میں دھونے کے لئے گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بچی کے پیشاب کو دھوتے ہیں اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکتے ہیں۔ عباس نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ولید نے بیان کیا ہے۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ ابوالزہراء ہیں۔ اور ہارون بن تمیم نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے تمام پیشاب برابر ہیں۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ج:1،ص:115، معجم الکبیر: ج:22،ص:384، الموطا: ج:1،ص:90، سنن دار قطنی: ج:2،ص:34)

322 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ حَرْبِ بْنِ اَبِي الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم قَالَ يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ

حَرْبِ بْنِ اَبِی الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهم اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَکَرَ مَعْنَاهُ وَلَمْ یَذْکُرْ مَا لَمْ یَطْعَمْ زَادَ قَالَ قَتَادَةُ هٰذَا مَا لَمْ یَطْعَمَا الطَّعَامَ فَاِذَا طَعِمَا غُسِلَا جَمِیْعًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بچی کے پیشاب کو دھوؤ اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکو جو کھانا نہ کھاتا ہو۔

ابوحرب بن الاسود کے والد محترم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگے اسی معنیٰ کے ساتھ بیان کیا اور کھانا نہ کھانے کا ذکر نہ فرمایا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ جب دونوں کھانا نہ کھاتے ہوں تو دونوں کے پیشاب کو دھوئیں گے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2 ص:415)

323 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ اَبِی الْحَجَّاجِ اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اُمِّهِ اَنَّهَا اَبْصَرَتْ اُمَّ سَلَمَةَ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلٰی بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ یَطْعَمْ فَاِذَا طَعِمَ غَسَلَتْهُ وَکَانَتْ تَغْسِلُ بَوْلَ الْجَارِیَةِ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہا بچے کے پیشاب پر پانی کو چھڑکتی تھیں جس حد تک کھانا نہ کھاتا جب کھانا کھاتا تو اس کو دھوتیں اور آپ رضی اللہ عنہا بچی کے پیشاب کو دھویا کرتی تھیں۔ (المؤطا: جز:1 ص:90)

تشریح:

شیر خوار بچہ کا پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور داؤد ظاہری کے سوا کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

فقہاء شوافع نے شیر خوار بچہ اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے میں فرق کیا ہے۔

اور ان کا مختار قول یہ ہے کہ

بچے کے پیشاب آلود کپڑے پر پانی چھڑکنا کافی ہے اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ — حضرت عطاء بن رباح

حضرت حسن بصری — حضرت امام احمد بن حنبل

اور اسحاق بن راہویہ کا یہی مسلک ہے۔

متقدمین

اصحاب الحدیث

ابن وہب مالکی

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

اور فقہاء کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ

شیر خوار بچہ ہو یا بچی دونوں کے پیشاب آلود کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

فقہاء شوافع کا استدلال ان احادیث مبارکہ سے ہے جن میں بچہ کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے لئے نضح کا لفظ آیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ

نضح کا معنیٰ پانی چھڑکنا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ

ان احادیث مبارکہ میں نضح کا معنیٰ دھونا ہے۔

اور نضح کے دھونے کے معنی میں مستعمل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ حدیث مبارکہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

مجھے مذی بہت آتی تھی۔ میں نے اس کے متعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حیاء محسوس کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں۔

میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا۔

وہ سوال کریں تو انہوں نے سوال کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اپنے ذکر کو دھوئے اور وضو کرے۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کے قریب جائے اور اس کی مذی نکل آئے تو اس کے لئے کیا شرعی حکم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں اس لیے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرنے میں حیاء آتی ہے تب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اس چیز کو پائے تو اپنی فرج کو نضح کرے اور جس طرح نماز کے

لیے وضو کرتے ہیں اسی طرح وضو کرے۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے۔

ذکر کو دھوئے۔

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے۔

ذکر کو نضح کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ

نضح کا معنٰی بھی دھونا ہے نیز اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب ذکر پر مذی لگی ہو تو اس پر پانی چھڑکنا کافی نہیں بلکہ دھونا ضروری ہے۔(عمدۃ القاری:ج:3،ص:131)

سوال: اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ

جب دونوں ہی میں غسل ضروری ہے اور نضح سے بھی غسل ہی مراد ہے تو پھر احادیث مبارکہ میں ہر ایک کو الگ الگ فرق کے ساتھ کیوں بیان کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عورتوں کے مزاج میں رطوبت و برودت غالب ہوتی ہے جس کی بناء پر بچی کا پیشاب غلیظ اور چکناہٹ زیادہ ہوتی ہے لہٰذا اس کے مبالغہ فی الغسل کی حاجت ہے برخلاف بچے کے کہ اس کے مزاج کی حرارت کی بناء پر اس کا پیشاب رقیق زیادہ ہوا کرتا اور اس میں زیادہ بو نہیں ہوتی لہٰذا اس کے ازالہ کے لئے غسل خفیف کافی ہے۔

اور امام طحاوی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ

عورت کے پیشاب کرنے کا مقام چونکہ کشادہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا پیشاب جس کپڑے پر گرے گا تو منتشر ہو کر گرے گا لہٰذا ضرورت ہے اس کی کہ اچھی طرح تتبع کر کے اہتمام سے پاک کیا جائے اس وجہ سے بچی کے پیشاب میں لفظ غسل استعمال فرمایا گیا۔ اور بچے کے پیشاب میں لفظ نضح استعمال فرمایا گیا۔

تیسری وجہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ سے ان کے شاگرد رشید ابوالیمان المصری نے اس فرق کی حکمت پوچھی تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

بچی کا پیشاب گوشت اور خون سے پیدا ہوا ہے اور بچے کا پیشاب ماء وطین سے لہٰذا دونوں کے پیشاب کی صفت اور خاصیت میں فرق کی وجہ سے حکم میں بھی فرق ہوا۔

اس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ سمجھ گئے۔
شاگرد نے کہا: میں نہیں سمجھا۔
تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اصل بات یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے اور حضرت حواء رضی اللہ عنہا کی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے ہوئی ہے۔ لہٰذا بچے کے پیشاب کی تخلیق ماء وطین سے اور بچی کی تخلیق گوشت اور خون سے ہوئی۔

قوله عن ام قيس بنت محصن انها اتت بابن لها صغير

احادیث مبارکہ کی شروحات میں رقم ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارکہ میں پانچ بچوں نے پیشاب کیا۔

1- حضرت حسن　　2- حضرت حسین　　3- حضرت عبداللہ بن زبیر
4- حضرت ابن ام قیس　　5- حضرت سلیمان بن ہشام رضی اللہ عنہم

اور یہ بھی فرمایا گیا کہ
صحیح سلیمان بن ہاشم ہے۔
اور ان پانچوں کے متعلق شروحات میں یہ شعر نقل کیا گیا ہے۔

قد بال فی حجر النبی علیہ السلام اطفال　　حسن حسین ابن الزبیر بالوا
وکذا سلیمان بن هشام　　وابن ام قیس جاء فی الختام

ان احادیث مبارکہ کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ
بچہ اور بچی کا پیشاب ناپاک ہے اور دونوں کے پیشاب کو دھو کر پاک کیا جائے گا۔

واللہ و رسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم

بَاب الْاَرْضِ يُصِيبُهَا الْبَوْلُ

جس زمین پر پیشاب کیا جائے

یہ باب زمین پر پیشاب کر دینے کے بعد پاک کرنے کے حکم میں ہے۔

324 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ وَابْنُ عَبْدَةَ فِى اٰخَرِينَ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ عَبْدَةَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ اَنَّ اَعْرَابِيًّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَصَلّٰى قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ

ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ اَنْ بَالَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَاَسْرَعَ النَّاسُ اِلَيْهِ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ صُبُّوا عَلَيْهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ اَوْ قَالَ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الْمَلِكِ يَعْنِي ابْنَ عُمَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ صَلَّى اَعْرَابِيٌّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيهِ وَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا مَا بَالَ عَلَيْهِ مِنَ التُّرَابِ فَاَلْقُوهُ وَاَهْرِيقُوا عَلٰى مَكَانِهِ مَاءً

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَهُوَ مُرْسَلٌ ابْنُ مَعْقِلٍ لَمْ يُدْرِكِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے تو اس نے نماز پڑھی۔ ابن عبدہ نے کہا: دو رکعات پھر کہا: اے اللہ عزوجل! میرے اور پر رحم فرما اور (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ فرما۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے وسعت والی چیز کو تنگ کیا پھر کچھ دیر نہ گزری تھی کہ اس نے مسجد کے کونے میں پیشاب کرنے لگ گیا تو لوگ اس کی طرف دوڑے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روک دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم آسانی کے لئے بھیجے گئے تنگی کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ اس پر ایک سجل یا ڈول پانی کا بہاؤ۔ عبداللہ بن معقل بن مقرن نے فرمایا کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھی اسی سابقہ قصہ کے بعد فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مٹی پر پیشاب کیا ہے اسے اٹھا کر باہر ڈال دو اور اس مقام پر پانی بہادو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث مرسل ہے وجہ یہ ہے کہ ابن معقل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مقدسہ نہیں پایا۔

(سنن ترمذی: جز:1 ص:251، مسند احمد: جز:15 ص:488، مسند البزار: جز:2 ص:376)

تشریح:

احناف کے نزدیک زمین کو پاک کرنے کے تین طریقے ہیں:

پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ

ناپاک زمین خشک ہوجانے سے خود بخود پاک ہوجاتی ہے مگر خشک ہونے سے طہارت کاملہ حاصل نہیں ہوتی یعنی طاہر تو ہوجاتی ہے مطہر نہیں ہوتی اسی لیے ایسی زمین پر نماز تو پڑھ سکتے ہیں اس سے تیمم نہیں کر سکتے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ

زمین پر پانی بہانے سے پاک ہوجاتی مگر ہر قسم کی زمین پانی بہانے سے پاک نہیں ہوتی۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ

زمین کھودنے اور ناپاک مٹی منتقل کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔

زمین پر پانی بہانے سے پاک ہو جانے میں تفصیل یہ ہے کہ

زمین دو حال سے خالی نہیں۔

1- یا تو رخوہ ہو گی یعنی نرم 2- یا صلبہ ہو گی۔

اگر زمین رخوہ سے ہے تو پانی بہانے سے پاک ہو جاتی ہے بوجہ تسفل ماء کے کہ زمین کے رخوہ اور نرم ہونے کی وجہ سے پانی کے ساتھ نجاست اندر اتر جائے گی جس سے اس کی بالائی سطح پاک ہو جائے گی۔

اگر وہ زمین صلبہ ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

1- منحدرہ یعنی ڈھلوان قسم کی 2- مستویہ یعنی ہموار قسم کی

پہلی قسم میں پانی بہانے سے پاک ہو جاتی ہے۔

اور دوسری قسم میں کھودنا اور مٹی نقل کرنا ضروری ہے ایسی زمین پانی بہانے سے پاک نہیں ہو گی کیونکہ ایسی زمین پر پانی کا بہنا مشکل ہے وہ ناپاک وہیں پر ٹھہرا رہے گا یا کم از کم پورا زائل نہیں ہو گا۔

صاحب بحر الرائق نے ایک اور قسم بھی زمین کی لکھی ہے۔

وہ پختہ فرش کی ہے اس میں تطہیر کا طریقہ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ اس پر پانی ڈال کر ملیں اور کپڑے سے خشک کرتے رہیں حتیٰ کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ

زمین پر کوئی نجاست لگ جائے تو اگر اس پر پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے اور بعض علماء کرام نے اس حدیث مبارکہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین پر جب نجاست لگ جائے اور وہ دھوپ یا ہوا سے خشک ہو جائے تو وہ زمین پاک نہیں ہوتی یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں پانی کا ذکر اس لیے ہے کہ مسجد کو پاک کرنے میں جلدی کرنا واجب ہے اور زمین کو خشک ہونے کے لئے چھوڑنے سے اس واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی۔

ان احادیث مبارکہ میں چند مسائل مستنبط ہوئے۔

1- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سبقت کرنی چاہیے۔

2- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعرابی کو منع کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر دوڑنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سبقت نہیں تھا کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ان کو برائی مٹانے کی عام اجازت تھی اور اب الگ اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔

3-اسی حدیث مبارکہ میں اھون البلیتین پر عمل ہے۔ مسجد کو پیشاب سے نجس کرنا بھی ایک بلا ہے اور کسی شخص کا پیشاب منقطع کر دینا جس میں اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو اس سے بڑی بلا ہے اس لیے بڑی بلا کے مقابلہ میں چھوٹی بلا کو برداشت کرنے کا حکم فرمایا اور پیشاب سوکھنے کے انتظار کی بجائے مسجد کو دھونے کا حکم دیا تا کہ فوری اور قوی طہارت حاصل ہو۔

4-جاہل شخص کو آسانی کے ساتھ احکام کی تعلیم دینی چاہئے اور شفقت سے پیش آنا چاہئے۔

5-مانع کے زوال کے بعد ازالہ فساد میں جلدی کرنی چاہئے کیونکہ جیسے ہی اعرابی پیشاب سے فارغ ہوا آپ ﷺ نے مسجد کے دھونے کا حکم ارشاد فرمایا۔

قولہ وقال انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اس اعرابی کے ساتھ سختی کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں آسانی پیدا کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے مشکل کے لئے نہیں۔ تو یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو مبعوث ہی نہیں ہوئے مبعوث تو آپ ﷺ کی ذات مقدسہ ہوئی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگرچہ مبعوث نہیں ہوئے مگر نائب مبعوث اور حق نیابت کرنے والے تو ہیں تو اسی حیثیت سے ان کو مبعوث ہونا فرمایا گیا۔

یا اس کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سریہ اور دستہ ہوگا جس کو آپ ﷺ نے کسی علاقہ میں بھیجا ہوگا اور اہل سریہ اسی وقت لوٹ کر آئے ہوں گے اور آپ ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب کسی سریہ کو روانہ فرماتے تو اس کو ہدایت فرماتے کہ آسانی کرنا تنگی نہ کرنا تو یہاں پر ان کو مبعوث اسی معنیٰ کی رو سے فرمایا جا رہا ہے یعنی بعثت سے مراد دنیا کی جانب بعثت نہیں بلکہ ناحیۂ وجانب ہے جو سرایا کے لئے ہوتی ہے۔

سوال

جس اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا ان کا نام کیا ہے۔

جواب

اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

ایک روایت تو یہ ہے کہ

یہ الاقرع بن حابس ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

یہ عیینۃ بن حصن ہے۔
تیسرا قول یہ ہے کہ
ذوالخویصرۃ الیمانی یا التیمی ہے۔

قولہ تحجرت واسعاً

جب اعرابی نے دعا کی کہ میرے اور سیدنا محمد مصطفی ﷺ کے علاوہ کسی اور پر رحم نہ کرنا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کو تنگ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس نے یہ دعا اس وجہ سے کی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو عام کرے گا تو ہر ایک کے حصہ میں تھوڑی تھوڑی آئے گی اس لیے اپنی تمام نعمت کو صرف ہم دو پر تقسیم فرمادے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِيْ طُهُوْرِ الْاَرْضِ اِذَا يَبِسَتْ

زمین کا پاک ہونا جب خشک ہو جائے

یہ باب زمین کا خشک ہونے کے بعد پاک ہونے کے متعلق ہے۔

325 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِیْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ كُنْتُ اَبِيْتُ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ فَتًى شَابًّا عَزَبًا وَّكَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ

حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مسجد کے اندر رات کو رہتا اور میں غیر شادی شدہ نوجوان تھا اور کتے آتے بھی تھے اور جاتے بھی تھے تو پیشاب کر کے جاتے تو ان کے پیشاب کے اوپر پانی نہ بہاتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 429، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 79، صحیح ابن حبان: جز: 4، ص: 537، صحیح البخاری: جز: 1، ص: 299)

تشریح:

احناف کے نزدیک ناپاک زمین خشک ہو جانے سے خود بخود پاک ہو جاتی ہے مگر خشک ہونے سے طہارت کاملہ حاصل نہیں ہوتی یعنی طاہر تو ہو جاتی ہے مطہر نہیں ہوتی اسی لیے ایسی زمین پر نماز تو پڑھ سکتے ہیں اس سے تیمم نہیں کر سکتے۔ اور جمہور کے نزدیک خشک ہونے سے پاک نہیں ہوتی۔

قوله و كانت الكلاب تبول تقبل وتدبر فى المسجد الخ

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی یہ توجیہ کی ہے اس مقام پر تین فعل ذکر کیے گئے ہیں۔

1-تبول 2-تقبل 3-تدبر

تدبر فی المسجد کا تعلق اخیرین سے ہے تبول سے نہیں بول تو وہ خارج مسجد کرتے تھے البتہ ان کا آنا جانا کبھی مسجد میں ہو جاتا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جب کتوں کے مسجد میں آنے جانے سے کوئی چیز مانع نہ ہوتی تھی تو پھر پیشاب (بول) کرنے سے کیا چیز مانع تھی۔ نیز اس صورت میں رکاکت کا معنیٰ ایک اور اعتبار سے بھی ہے وہ یہ کہ جب فی المسجد کا تبول سے تعلق نہ رہا تو مطلب یہ ہوا کہ اس زمانہ میں کتے پیشاب کرتے تھے اس میں اس زمانہ کی کیا تخصیص ہے وہ تو اب بھی کرتے ہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ ظرف کا تعلق افعال ثلاثہ سے ہے اگر بول کو اس سے مستثنیٰ تسلیم کر لیا جائے اور صرف تقبل وتدبر سے اس کا تعلق باقی رکھا جائے تو اس صورت میں رش کی حاجت ہی کیا تھی جس کی نفی کی جارہی ہے پھر فلم يرشون شيئاً من ذالك جملہ بے معنیٰ ہو جائے گا۔

تنبیہ

یہ حدیث مبارکہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے مگر اس میں لفظ تبول نہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَابٌ فِي الْأَذَى يُصِيبُ الذَّيْلَ

نجاست کا کرتے کے دامن کو لگنا

یہ باب کرتے کے کسی حصہ یا دامن کو نجاست لگنے کے حکم کے متعلق ہے۔

326 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِإِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي امْرَأَةٌ أُطِيلُ ذَيْلِي وَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ

فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ

ابراہیم بن عبدالرحمٰن عوف کی ام ولد نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے ہوئے عرض کیا کہ میں وہ عورت ہوں جس کا دامن لڑھک جاتا ہے پھر گندی جگہ پر بھی گھسٹتا رہتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو مابعد والی جگہ پاک کر دیتی ہے۔

(معجم الکبیر: ج: 23، ص: 359، الموطا: ج: 2، ص: 26، سنن ابن ماجہ: ج: 2، ص: 152، سنن ترمذی: ج: 1، ص: 244)

327 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيْسٰى عَنْ مُوْسٰى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ امْرَاَةٍ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لَنَا طَرِيْقًا اِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتِنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ اِذَا مُطِرْنَا قَالَ اَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيْقٌ هِيَ اَطْيَبُ مِنْهَا قَالَتْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَهٰذِهٖ بِهٰذِهٖ

موسیٰ بن عبداللہ بن یزید نے بنی عبدالاشہل کی ایک عورت سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہمارا مسجد کا راستہ گندا ہے تو جب بارش آئے تو ہم اس وقت کیا کریں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا اس کے بعد پاک راستہ نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو یہ ختم کر دے گا۔

(معجم الکبیر: ج: 25، ص: 184، الموطا: ج: 2، ص: 76، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 434، مسند احمد: ج: 55، ص: 475)

تشریح:

قوله انی امراة اطیل ذیلی وامشی فی مکان القذر

یہاں پر یہ جاننا ضروری ہے کہ اگر کسی گندی جگہ پر گزرتے وقت کپڑا نیچے گھسٹتا رہے اور کپڑا تر نجاست سے ناپاک ہو جائے تو اس کی تطہیر کے لئے بالاتفاق دھونا واجب ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نجاست کو زائل کرنے کے لئے اس نجاست کو صاف کرنا واجب ہے اگر نجاست حکمی ہو اور نظر نہیں آتی جس طرح کہ پیشاب وغیرہ تو اس کو ایک بار دھونا واجب ہے اور زیادہ بار دھونا واجب نہیں ہے مگر دوسری اور تیسری بار دھونا مستحب ہے اور اگر وہ نجاست عینیہ ہو اور نظر آتی ہو مثلاً خون وغیرہ تو اس کا بعینہ ازالہ کرنا ضروری ہے اور اس کو دو یا تین بار دھونا مستحب ہے۔ آیا کپڑے کو دھونے کے بعد اس کو نچوڑنا بھی شرط ہے۔

اس میں دو قول ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے اگر نجاست عینیہ کو دھو دیا اور اس کا رنگ نظر آتا رہا تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ طہارت

حاصل ہوگئی اور اگر اس کا ذائقہ باقی رہا تو کپڑا نجس ہے اور ذائقہ زائل کرنا ضروری ہے اور اگر نجاست کی بو باقی رہی ہو تو اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ طاہر ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

وہ طاہر نہیں ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں: نجاست کی دو قسمیں ہیں:

1-مرئی (دکھائی دینے والی) 2-غیر مرئی (نہ دکھائی دینے والی)

جو نجاست مرئی ہو اس کی طہارت بعینہ اس نجاست کے زائل ہونے سے ہوگی کیونکہ نجاست کا بعینہ اس چیز میں حلول ہو گیا اس لیے اس کا زوال ضروری ہے۔ ہاں اگر اس کا کچھ اثر باقی رہ جائے جس کا زائل کرنا دشوار ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک بار دھونے سے وہ نجاست زائل ہوگئی تو اس کو مزید دھونا ضروری نہیں ہے۔

اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

اور جو نجاست غیر مرئی ہو اس کو اس وقت تک دھونا چاہیے جب تک دھونے والے کو اس کی طہارت کا ظن غالب نہ ہو جائے۔ اس میں مشائخ نے تین بار دھونے کا اندازہ کیا ہے کیونکہ تین بار دھونے سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے والے شخص کو تین بار ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے اور ظاہر الروایہ کے مطابق ہر بار نچوڑنا بھی ضروری ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 62،61)

قوله يطهره مابعده

یعنی زمین کے ناپاک حصہ پر عبور کرنے کے بعد جب زمین کے پاک حصہ پر گزرے گی تو کچھ نجاست کپڑے کو ضرور لگی ہوگی تو وہ اس پاک مٹی کی رگڑ سے زائل ہو جائے گی اور کپڑا پاک ہو جائے گا بظاہر یہ حدیث اجماع علماء کرام کے خلاف ہے اسی وجہ سے اس کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں لفظ قذر سے نجاست مراد نہیں ہے بلکہ راستہ کا گارا اور کیچڑ مراد ہے یا تھوک بلغم وغیرہ مراد ہے۔

قوله عن امرأة من بني عبدالاشهل

یہ عورت مجہولہ ہے مگر صحابیہ ہے لہٰذا نام نہ ظاہر ہونے میں روایت پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِي الْأَذَى يُصِيبُ النَّعْلَ

جوتے کونجاست لگ جانا

یہ باب جوتے میں نجاست لگ جانے کے بعد طہارت کے حکم کے متعلق ہے۔

328 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيرَةِ ح و حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ اَخْبَرَنِي اَبِي ح و حَدَّثَنَا مَحْمُودُ ابْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ الْمَعْنَى قَالَ اُنْبِئْتُ اَنَّ سَعِيدَ بْنَ اَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيَّ حَدَّثَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَطِئَ اَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْاَذَى فَاِنَّ التُّرَابَ لَهُ طَهُورٌ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ يَعْنِي الصَّنْعَانِيَّ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ اَبِي سَعِيدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ اِذَا وَطِئَ الْاَذَى بِخُفَّيْهِ فَطَهُورُهُمَا التُّرَابُ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ عَائِذٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَمْزَةَ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ اَخْبَرَنِي اَيْضًا سَعِيدُ بْنُ اَبِي سَعِيدٍ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کے جوتے پر گندگی لگ جائے تو مٹی اس کو پاک کر دے گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی معنیٰ کے ساتھ روایت کر کے فرمایا: جب موزوں کو گندگی لگ جائے تو ان دونوں کو مٹی پاک کر دے گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے اسی معنیٰ کے ساتھ روایت ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:430، شرح السنۃ: جز:1،ص:81، شرح معانی الآثار: جز:1،ص:51، صحیح ابن حبان: جز:4،ص:249)

تشریح:

علامہ بدرالدین عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اگر جوتے پر گیلی نجاست لگی ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک پانی سے دھوئے بغیر وہ پاک نہیں ہوگی اور بعض آئمہ کرام کے نزدیک مٹی لگنے سے وہ جوتا پاک ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری: جز:4،ص:119)

قوله عن الاوزاعی المعنیٰ

یہاں پر تین اسناد جمع ہوگئیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس کے بعد تحویل اول میں عباس بن الولید اور تحویل ثانی میں محمود بن خالد اور پھر ان تینوں کے استاد جو ذکر کیے گئے ہیں یعنی ابوالمغیرہ، ولید بن مزید، عمرو بن عبدالواحد یہ تینوں روایت کر رہے ہیں اوزاعی سے لہٰذا اوزاعی ملتقی الاسانید ہوئے۔

اور المعنیٰ کا مطلب یہ ہے کہ ان تینوں کی روایت کا مضمون ایک ہی ہے اور الفاظ مختلف ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب الْإِعَادَةِ مِنَ النَّجَاسَةِ تَكُونُ فِي الثَّوْبِ

نجس کپڑے کی بناء پر اعادہ نماز

یہ باب نجس کپڑے میں نماز پڑھنے کے بعد اعادہ نماز کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ہے۔

329 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَتْنَا أُمُّ يُونُسَ بِنْتُ شَدَّادٍ قَالَتْ حَدَّثَتْنِي حَمَاتِي أُمُّ جَحْدَرٍ الْعَامِرِيَّةُ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْنَا شِعَارُنَا وَقَدْ أَلْقَيْنَا فَوْقَهُ كِسَاءً فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الْكِسَاءَ فَلَبِسَهُ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ لُمْعَةٌ مِنْ دَمٍ فَقَبَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا يَلِيهَا فَبَعَثَ بِهَا إِلَيَّ مَصْرُورَةً فِي يَدِ الْغُلَامِ فَقَالَ اغْسِلِي هَذِهِ وَأَجِفِّيهَا ثُمَّ أَرْسِلِي بِهَا إِلَيَّ فَدَعَوْتُ بِقَصْعَتِي فَغَسَلْتُهَا ثُمَّ أَجْفَفْتُهَا فَأَحَرْتُهَا إِلَيْهِ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِصْفِ النَّهَارِ وَهِيَ عَلَيْهِ

ام یونس بنت شداد نے اپنی نندام جحدر عامریہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حیض کا خون کپڑے پر لگ جانے کے متعلق پوچھا: تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھی اور بچھونا ہمارے اوپر تھا اور ہم نے اس پر کمبل ڈالا ہوا تھا پس جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمبل کو اوڑھ لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو صبح کی نماز ادا فرمائی پھر بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خون کا نشان ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گرد سے پکڑ کر غلام کے ہاتھ میں دے کر میری جانب بھجوا کر ارشاد فرمایا: اس کو دھو دینا اور خشک ہونے پر مجھے بھجوا دینا تو میں نے قصعہ منگوا کر اس کو دھو دیا پھر خشک ہونے پر دوبارہ بھجوا دیا پس

رسول اللہ ﷺ نصف النہار کے وقت تشریف لائے اور وہ آپ ﷺ پر تھا۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:404)

تشریح:

کپڑے کا پاک ہونا نجاست سے صحت نماز کے لئے شرط ہے۔

جمہور علماء اور آئمہ ثلاثہ کا مذہب یہی ہے جبکہ مالکیہ کے نزدیک یہاں شرط نہیں ان کے نزدیک دو روایتیں ہیں۔

1-ایک وجوب کی 2-دوسری سنت کی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول قدیم میں اس صورت میں نماز صحیح ہو جائے گی اعادہ کی حاجت نہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول جدید میں نماز باطل ہو گی یہی جمہور علماء سلف و خلف کا مذہب ہے۔

قوله فقال رجل یارسول الله صلی الله علیه وسلم هذه لمعة من دم

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا بلکہ کپڑے کو دھونے کے لئے بھجوایا لہذا نماز ان کپڑوں میں درست ہونی چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہو سکتا ہے کہ وہ خون قلیل ہو یعنی معافی کی مقدار ہو اور درہم سے کم ہو اور اس کو دھلوانا صرف تنظیف کے لئے ہو۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم ۔

بَاب الْبُصَاقِ يُصِيبُ الثَّوْبَ

کپڑے کو تھوک لگ جانا

یہ باب کپڑے پر تھوک لگ جانے کے حکم میں ہے۔

330 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ بَزَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهِ وَحَكَّ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

ثابت بنانی سے روایت ہے کہ حضرت ابو نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے کپڑے میں تھوکا اور کپڑے کا بعض حصہ بعض سے مل دیا۔ موسیٰ بن اسمٰعیل، حماد، حمید اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔

(سنن ابوداود، رقم الحدیث:330)

تشریح:

تھوک جمہور علماء کے نزدیک پاک ہے۔ علامہ عینی اور ابن حزم نے تھوک کی طہارت پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے اور ابراہیم نخعی کے نزدیک تھوک نجس ہے یعنی تھوک جب تک منہ کے اندر ہے تو طاہر ہے اور منہ سے نکلنے کے بعد نجس ہے۔
لہٰذا جمہور کے نزدیک اگر تھوک کپڑوں پر لگ جائے تو پاک کرنے کی حاجت نہیں اور ابراہیم نخعی کے نزدیک پاک کرنے کی حاجت ہے۔

قوله عن انس عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بمثله

اس سے قبل کی روایت مرسل تھی اسی وجہ سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت مرسل کی تقویت کے لئے یہ روایت مسندہ ذکر فرمائی۔ یہی روایت اسی اسناد کے ساتھ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔

واللّٰہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللّٰہ علیه وسلم ۔

حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کتاب الطہارۃ کی آخری حدیث مبارکہ ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ بدکار اور تمام علماء کرام وطالبین کو خادمین احادیث مبارکہ میں شامل فرمائے اور ہم سب کی حتمی مغفرت فرمائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللّٰہ علیه وسلم

الحمد للہ عزوجل کتاب الطہارۃ مکمل ہوئی۔

کِتَابُ الصَّلٰوۃِ

بَاب فَرْضِ الصَّلٰوۃِ

کتاب الصلوٰۃ

کتاب الصلوٰۃ کو شروع کرنے سے قبل صلوٰۃ کے معنیٰ اور مادہ اور صلوٰۃ کی تاکید قرآن وحدیث سے ثابت کی جاتی ہے۔

یہاں پر چند ابحاث ہیں۔

پہلی بحث صلوٰۃ کا ماخذ

لفظ صلوٰۃ کا ماخذ اشتقاق ہے اس میں چند اقوال ہیں:

کہتے ہیں کہ یہ مشتق ہے صلة سے کیونکہ نماز بندے کو اللہ تعالیٰ اور اس کی رحمت سے جوڑتی ہے اور قریب کرتی ہے اصل میں یہ لفظ وصلة تھا تو اس کے اندر قلب مکانی ہو یعنی وصلة کو صلوٰۃ کیا پھر قاعدہ واؤ متحرک ماقبل مفتوح پائے جانے کی بناء پر واؤ کو الف سے بدل دیا گیا صلوٰۃ ہو گیا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صلا سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ ہیں۔

سرین سے اوپر کی ہڈی۔

نماز کی حالت میں چونکہ تحریک صلوین ہوتا ہے اسی لیے اس کو صلوٰۃ کہا گیا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ماخوذ ہے **صليت العود على النار** سے۔

یہ اس دوران کہتے ہیں جب لکڑی کی کجی کو آگ کی حرارت کے ذریعہ درست کیا جائے نماز کے ذریعہ بھی چونکہ انسان کی باطنی کجی دور ہوتی ہے اس لیے اس کو صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔

دوسری بحث صلوٰۃ کا معنیٰ

صلوٰۃ کا معنیٰ یہ ہے: علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: صلوٰۃ عبادت مخصوصہ کا نام ہے اس کی اصل دعا ہے اور چونکہ اس عبادت کا ایک جز دعا ہے اس لیے کل کو جز کا نام دے دیا گیا کوئی شریعت صلوٰۃ سے خالی نہیں رہی اگرچہ اس کی ہیئت مختلف شریعتوں میں مختلف تھی عبادت کی جگہ کو بھی صلوٰۃ کہتے ہیں اس لیے کلیسا پر بھی صلوٰۃ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ (الحج:40)

تو ضرور گرادی جاتیں راہبوں کی خانقاہیں گرجے کلیسے اور مسجدیں۔(المفردات:ص:286)

تیسری بحث بہ تدریج نمازوں کی فرضیت

نمازوں کی فرضیت بہ تدریج ہوئی چنانچہ

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: بعثت سے قبل نبی کریم ﷺ کسی مخصوص نبی کی شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یا کسی اور نبی کی شریعت میں سے جو چیز آپ ﷺ کے کشف کے مطابق ہوتی تھی آپ ﷺ اس پر عمل کرتے تھے اور حدیث صحیح میں ہے کہ

آپ ﷺ غار حراء میں عبادت کرتے تھے۔(الدرمختار:ج:1،ص:239)

غار حراء میں آپ ﷺ کی عبادت کئی انواع پر مشتمل تھی۔

لوگوں سے تخلیہ

اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور غور وفکر۔

اور بعض علماء کرام نے فرمایا کہ غار حراء میں آپ ﷺ کی عبادت صرف تفکر تھی۔(ردالمحتار:ج:1،ص:239)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور وضو کی تعلیم دی۔حضرت جبرائیل علیہ السلام وضو کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے پھر نبی کریم ﷺ نے اسی طرح وضو کیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔(الروض الانف:ج:1،ص:163)

اس طرح پہلی وحی کے ساتھ نماز کی ابتداء بھی ہوگئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ

شب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں تھی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۝

(المزمل:1تا4)

اے چادر لپیٹنے والے! رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑی رات، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کردیں یا اس پر کچھ بڑھا دیں اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں۔

علامہ حربی نے کہا ہے کہ پہلے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعت صبح کی نماز فرض تھی اور دو رکعت شام کی نماز فرض تھی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ o (آل عمران:41)
صبح اور شام کو اللہ کی تسبیح کیجئے۔
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ پہلے پوری رات کی نماز فرض تھی پھر حسب ذیل آیت سے پوری رات کا قیام منسوخ ہوگیا اور رات کے بعض حصہ کا قیام فرض ہوگیا۔
قرآن مجید میں ہے: عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط (المزمل:20)
اللہ کو علم ہے! تم پوری رات کا ہرگز احاطہ نہ کرسکو گے تو وہ رحمت سے تم پر متوجہ ہوا سو اس میں سے جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔
اور جب شب اسراء کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو رات کے حصہ کے قیام کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔
(فتح الباری: ج:1، ص:465)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں: معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے ہوئی۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روای ہے کہ
پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھادی گئی۔ ہجرت کے ایک سال بعد یہ تعداد بڑھادی گئی تھی۔ (الروض الانف: ج:1، ص:162، 163)

چوتھی بحث صلوٰۃ کا قرآن مجید میں ذکر

پہلی آیت مبارکہ

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ o (البقرہ:43)
اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

دوسری آیت مبارکہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط (البقرہ:153)
اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔

تیسری آیت مبارکہ

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ o (البقرہ:45)
اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو اور بے شک نماز ضرور دشوار سوائے ان لوگوں جو (اللہ کی طرف) جھکنے والے ہیں۔

چوتھی آیت مبارکہ

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ (النساء:103)

بے شک ایمان والوں پر نماز وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے۔

پانچویں آیت مبارکہ

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ (المومنون:2)

جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

چھٹی آیت مبارکہ

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○ (طٰہٰ:14) اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کرو۔

ساتویں آیت مبارکہ

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ (العنکبوت:45)

بے شک نماز بے حیائی کے کاموں اور برائیوں سے روکتی ہے۔

آٹھویں آیت مبارکہ

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحٰفِظُوْنَ ○ (المومنون:9)

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرنے والے ہیں۔

نویں آیت مبارکہ

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (النساء:142)

اور منافق جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو بہت سستی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھتے ہیں اور اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔

دسویں آیت مبارکہ

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ○ (الماعون:4تا6)

ان نمازیوں پر افسوس اور عذاب ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں اور جو ریا کاری کرتے ہیں۔

گیارہویں آیت مبارکہ

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى

لِلذّٰكِرِيْنَ ○ (ھود:114)

اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں اور یہ نصیحت نصیحت ماننے والوں کو۔

بارہویں آیت مبارکہ

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ○ (بنی اسرائیل:78)

آپ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں اور فجر کی نماز میں قرآن پڑھیں بے شک فجر کی نماز کے قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

تیرہویں آیت مبارکہ

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○ (مریم:59)

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کی پیروی کی تو عنقریب وہ غی (ہلاکت) میں جاگریں گے۔

چودھویں آیت مبارکہ

وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ (الحج:26)

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا۔

پندرھویں آیت مبارکہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ (المائدہ:6)

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔

سولہویں آیت مبارکہ

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ (البقرہ:238)

تمام نمازوں کی پابندی کرو اور (خصوصا) درمیانی نماز کی اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو۔

سترہویں آیت مبارکہ

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ ؕ وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تَصۡنَعُوۡنَ ○ (العنکبوت:45)

بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

اٹھارہویں آیت مبارکہ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ارۡکَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ وَافۡعَلُوا الۡخَیۡرَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ○ (الحج:77)

اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکی کے کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

انیسویں آیت مبارکہ

وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیۡ مَعَکُمۡ ؕ لَئِنۡ اَقَمۡتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیۡتُمُ الزَّکٰوۃَ وَاٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِیۡ وَعَزَّرۡتُمُوۡھُمۡ وَاَقۡرَضۡتُمُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ ۚ (المائدہ:12)

اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں البتہ اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا کی اور تم میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے ان کی تعظیم کے ساتھ مدد کی اور اللہ کو اچھا قرض دیا تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا اور میں تم کو ضرور ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔

بیسویں آیت مبارکہ

وَالۡمُقِیۡمِیۡنَ الصَّلٰوۃَ وَالۡمُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِکَ سَنُؤۡتِیۡھِمۡ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ○ (النساء:162)

اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

اکیسویں آیت مبارکہ

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَھَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ○ (الحج:41)

یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار عطا فرما دیں تو یہ نماز کی ادائیگی اور زکوٰۃ کی وصولیابی کا نظام قائم کریں گے اور نیک کاموں کا حکم دیں گے اور برے کاموں سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

پانچویں بحث صلوٰۃ کا حدیث مبارکہ میں ذکر فضائل وترک پر وعیدیں

صلوٰۃ کے فضائل وتاکیدیں ووعیدیں احادیث مبارکہ میں کثرت سے آئی ہیں جن میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کسی شخص اور اس کے کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 61)
ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ سے قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر وہ مکمل ہوئی تو مکمل لکھی جائے گی اور اگر اس میں کچھ کمی ہوئی۔
تو فرمایا جائے گا۔
دیکھو کیا اس کی کچھ نفلی نمازیں ہیں جن سے اس کے فرض کی کمی کو پورا کر دیا جائے پھر باقی اعمال کا اسی طرح حساب لیا جائے گا۔ (سنن نسائی: ج: 1، ص: 82)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس دن میں نماز نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں۔ (مسند احمد: ج: 4، ص: 218)
ایک اور روایت میں ہے:
عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات سال کی عمر میں اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں ان کو مار مار کر ان سے نماز پڑھواؤ اور ان کے بستر الگ الگ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 71)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے تھے نماز اور غلام۔ (سنن ابن ماجہ: ص: 117)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نزع روح کے وقت جب اپنی جان کی سخاوت فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدسہ پر یہ الفاظ تھے۔
نماز اور غلام۔ (الطبقات الکبریٰ: ج: 2، ص: 253)
ایک اور روایت میں ہے: ابو عثمان سے روایت ہے کہ
میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا انہوں نے ایک شاخ پکڑ کر اس کو ہلایا حتیٰ کہ اس کے پتے گرنے لگے۔
پھر انہوں نے کہا: اے ابو عثمان! کیا تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟

میں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا۔

انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک خشک شاخ کو پکڑ کر اس کو ہلایا حتیٰ کہ اس کے پتے جھڑنے لگے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے سلمان (رضی اللہ عنہ) کیا تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے۔

میں نے عرض کیا: آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيۡلِ ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَ ۝ (ھود: 114)

اور دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز کو قائم رکھو بے شک نیکیاں، برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔ (مسند احمد: ج:5، ص:439)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو کرے اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھوئے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کے ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے اور جو کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے تو اللہ تعالیٰ اس کی زبان اور ہونٹوں کے ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے اور جو اچھی طرح وضو کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھے وہ گناہوں سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔

راوی نے پوچھا:

آپ نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے۔

ارشاد فرمایا: ایک بار ، دو بار تین بار چار بار پانچ بار

چھ بار نہیں بے شمار بار سنا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق: ج:4، ص:40)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہماری رائے یہ تھی کہ نماز کی جماعت صرف وہ شخص چھوڑتا ہے جو ایسا منافق ہو جس کا نفاق معلوم ہو یا وہ بہت بیمار ہو بے شک ایک بیمار آدمی دو آدمیوں کے درمیان سہارے سے چل کر نماز پڑھنے کے لئے جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سنن الہدیٰ کی تعلیم دی اور سنن الہدیٰ میں سے یہ ہے کہ جس مسجد میں اذان دی گئی ہو اس میں نماز پڑھی جائے۔ (صحیح مسلم: ج:1، ص:232)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص آیا۔
اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے کوئی شخص مسجد میں لے جانے والا نہیں ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت عطا فرمادی جب وہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کو بلایا۔
اور ارشاد فرمایا: تم اذان کی آواز سنتے ہو۔
اس نے عرض کیا: ہاں!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر نماز کے لئے جاؤ۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:232)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ کل وہ اللہ تعالیٰ سے حالت اسلام میں ملاقات کرے اسے چاہئے کہ جب ان نمازوں کی اذان دی جائے تو وہ ان کی حفاظت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سنن الہدیٰ کو مشروع کیا ہے اور ان کو جماعت سے پڑھنا سنن الہدیٰ میں سے ہے اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جس طرح کہ فلاں تارک جماعت اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کردو گے اور اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:232)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مصیبت پہنچتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے۔ (مسند احمد: ج:5،ص:388)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی چلنے کی آواز ہوتی ہے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث:1312)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جس مسلمان شخص پر فرض نماز کا وقت آئے وہ اس نماز کا اچھی طرح وضو کرے اور نماز میں اچھی طرح خشوع اور رکوع کرے تو وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ سلسلہ تمام دہر تک رہے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:228)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس طرح اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے جس طرح روزہ رکھنے والا

نماز میں قیام کرنے والا

خشوع کرنے والا

رکوع کرنے والا

اور سجدے کرنے والا ہے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 3127)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر التفات کے متعلق پوچھا:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ شیطان کا اچکنا اور چھیننا ہے۔ بندہ کی نماز سے اتنا حصہ شیطان اچک لیتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 751)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے اپنے ایام مرض میں کہا میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی رکھی ہوئی ایک امانت ہے وہ تم تک پہنچا رہا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص نماز میں التفات نہ کرے (ادھر ادھر مڑ کر نہ دیکھے) اگر ضرور ایسا کرنا ہو تو فرائض کے غیر میں کرے۔ (مصنف ابن شیبہ: رقم الحدیث: 4544)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو تمہارا رب عزوجل تمہارے سامنے ہوتا ہے اور تم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہو۔ پس تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔

اور عطاء نے کہا: مجھے یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے ابن آدم! تو کس کی طرف التفات کر رہا ہے؟ میں تیرے لیے اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4538)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تم نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے سے خود کو بچاؤ کیونکہ التفات کرنے والے کی نماز (کامل) نہیں ہوتی اور اگر تم نے ایسا کرنا ہی ہے تو نوافل میں فرائض میں نہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 4535)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن منقذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب بندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب وہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اس سے اعراض کر لیتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4540)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں آئیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6318)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بہت سختی کی۔
اور ارشاد فرمایا: وہ لوگ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی آنکھیں چھین لی جائیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6316)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے لکڑی کا ستون کھڑا ہو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔
حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ نماز میں ان کا خشوع تھا۔ (الدر المنثور: ج:6، ص:87)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جس آدمی کی نماز میں خشوع نہیں ہوتا اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔ (زہر الفردوس: ج:4، ص:239)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہ منع کرے وہ اللہ تعالیٰ سے صرف دور ہی رہتا ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11025)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جس شخص کی نماز اس کو نیکی کا حکم نہ دے اور اس کو برائی سے نہ روکے وہ اللہ تعالیٰ سے صرف دور ہی رہتا ہے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8543)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزہ رکھنے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے رات کو نماز میں قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کو قیام سے سوائے جاگنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1690)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو نماز کی اطاعت نہ کرے اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے منع کرے۔(زہر الفردوس: ج:4،ص:240)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جو نماز کو اس وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے یا نماز کا وقت ضائع کر کے پڑھیں گے۔

میں نے پوچھا کہ اس صورت میں آپ ﷺ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نماز کو اس وقت میں پڑھ لو اگر تم نماز میں ان سے مل جاؤ تو پڑھ لو یہ تمہاری نفل نماز ہو گی۔(سنن ترمذی: رقم الحدیث:176)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جو عبادت کے معمولات تھے میں اب ان میں سے کسی چیز کو نہیں پہچانتا۔

ان سے کہا گیا کہ

نماز

انہوں نے کہا: کیا تم نماز میں بھی ان چیزوں کو ضائع نہیں کر چکے جن کو ضائع کر چکے ہو۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:529)

ایک اور روایت میں ہے: زہری بیان کرتے ہیں کہ

میں دمشق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو وہ رو رہے تھے۔

میں نے پوچھا: آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے۔

انہوں نے کہا: میں جن چیزوں کو جانتا تھا اب ان میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے اس نماز کے اور یہ نماز بھی ضائع کی جا چکی ہے۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث:530)

ایک اور روایت میں ہے: العلاء بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ہم بصرہ میں ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور ان کا گھر مسجد کے پہلو میں تھا۔ جب ہم ان کے پاس گئے۔

توانہوں نے پوچھا کہ

تم لوگوں نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟

ہم نے کہا: ہم تو ابھی ظہر کی نماز پڑھ کے آرہے ہیں۔

انہوں نے فرمایا: عصر کی نماز پڑھو۔ ہم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی جب ہم نماز سے فارغ ہوگئے۔

توانہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

یہ منافق کی نماز کا وقت ہے وہ بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا تھا حتیٰ کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور وہ نماز میں بہت کم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 622)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر اس واقعہ کی خبر دی۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

اس شخص نے پوچھا: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حکم میری تمام امت کے لئے ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 526)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔

اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ بتائیے کہ ایک آدمی ایک عورت سے ملا ان کے درمیان جان پہچان نہیں تھی اور ایک مرد ایک عورت کے ساتھ جماع کے علاوہ جو کچھ کر سکتا ہے وہ اس نے کر لیا۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ الآیۃ

آپ ﷺ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ وضو کر کے نماز پڑھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے پوچھا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ حکم اس کے ساتھ خاص یا تمام مومنین کے لئے ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ یہ حکم تمام مومنین کے لئے ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3113)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میرے پاس ایک عورت کھجوریں خریدنے کے لئے آئی۔

میں نے اس سے کہا: اس سے زیادہ اچھی کھجوریں میرے گھر میں ہیں۔ پھر میں نے اس سے نفسانی خواہش کا قصد کیا اور اس کا بوسہ لے لیا۔ پھر میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔

انہوں نے فرمایا: تم اپنے اوپر پردہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنا مگر مجھ سے صبر نہ ہوسکا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔

انہوں نے (بھی) فرمایا کہ

اپنا پردہ رکھو توبہ کرو اور کسی کو نہ بتاؤ مجھ سے پھر صبر نہ ہوسکا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کے گھر والوں کی اس کی غیر موجودگی میں خبر گیری کی ہے۔

میں نے کہا: نہیں۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے۔

پھر پوچھا: کیا تم نے کسی غازی کو جہاد کا سامان مہیا کیا ہے۔

میں نے کہا: نہیں!

حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میں اس وقت اسلام لایا ہوتا اور میں نے گمان کیا کہ میں دوزخیوں میں سے ہوں۔

راوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کی وحی فرمائی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ الخ

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت اس کے ساتھ خاص ہے یا تمام لوگوں کے لئے عام ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام لوگوں کے لئے عام ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3185)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔

اور اس نے کہا: میں نے مدینہ منورہ کے ایک سرے پر ایک عورت کو گرا لیا اور میں نے جماع کے سوا ان سے سب کچھ کیا اور اب میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں فیصلہ فرمائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر پردہ رکھ لیا تھا کاش تو بھی اپنا پردہ رکھتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب

نہیں دیا وہ شخص چلا گیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیج کر اسے بلوایا۔
اور اس پر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡہِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِکَ ذِکۡرٰی لِلذّٰکِرِیۡنَ ○

قوم میں ایک شخص نے کہا: یہ حکم اس کے لئے خاص ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! یہ حکم تمام لوگوں کے لئے ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6763)
ایک اور روایت ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا پس ایک شخص آیا۔
اور اس نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے حد کا ارتکاب کر لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر حد جاری فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا پھر نماز کا وقت آ گیا تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کھڑا ہوا۔
اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے ایک حد کا ارتکاب کر لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر کتاب اللہ کا حکم نافذ کیجئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔
اس نے عرض کیا: جی پڑھی ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ کو یا ارشاد فرمایا:
تمہاری حد کو معاف فرما دی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6823)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر ایک دریا ہو جس میں وہ ہر روز دن میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو تم کیا کہتے ہو۔ کیا اس کے بدن پر میل باقی رہے گی۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس کے بدن پر میل باقی نہ رہے گی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازوں کی ایسی ہی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے اس کے گناہ مٹا دے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 528)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام دلوک شمس کے وقت آئے جب سورج نصف النہار

سے زائل ہو چکا تھا اور مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب سورج نصف النہار سے زائل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ (جامع البیان: جز:15،ص:172)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج نصف النہار سے زائل ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج صاف اور سفید ہو جائے اور پیلا نہ پڑا ہو اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے اور عشاء کو اس وقت تک مؤخر کرو جب تک تم کو نیند نہ آئی ہو اور صبح کی نماز اس وقت پڑھو جب ستارے ظاہر ہوں اور ان کا جال بنا ہوا ہو۔ (موطا امام مالک: رقم الحدیث:7)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اور شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی پھر اس نے آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

اور ارشاد فرمایا: واپس جاؤ اور پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ واپس گیا اور پہلے کی طرح نماز پڑھی پھر آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔

تین بار اسی طرح فرمایا: پھر اس نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اور میں اس سے زیادہ اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تعلیم دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو پھر رکوع کرو حتیٰ کہ اطمینان سے رکوع کرو۔ پھر رکوع سے اٹھ کر حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی تمام نمازیں اسی طرح پڑھو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:757)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ ارکان نماز میں کمی کرتے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تم کتنے عرصہ سے اس طرح نماز پڑھ رہے ہو؟

اس نے کہا: چالیس سال سے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے چالیس سال سے نماز نہیں پڑھی اور اگر تم اس طرح نماز پڑھتے ہوئے مر گئے تو

حضور ﷺ کی سنت کے خلاف پر عمل کرتے ہوئے مرو گے۔

پھر ارشاد فرمایا: ایک شخص نماز تخفیف سے پڑھتا ہے مگر رکوع و سجود مکمل کرتا ہے اور اچھی طرح نماز پڑھتا ہے۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث: 1311)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا ایک شخص نماز میں رکوع و سجود کامل طریقہ سے نہیں کر رہا تھا۔ جب وہ نماز پڑھ چکا۔ تو انہوں نے ایک شخص سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تم مر گئے تو حضور ﷺ کی سنت کے خلاف کرتے ہوئے مرو گے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 389)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حاکم ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے یا نماز کو اس کا وقت ضائع کر کے پڑھیں گے۔

میں نے عرض کیا: پھر آپ ﷺ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نماز اس وقت پر پڑھو پھر اگر تم ان کے ساتھ نماز کو پاؤ تو پڑھ لو وہ تمہاری نفلی نماز ہوگی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 431)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ منافق کی نماز ہے وہ بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ سورج دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹانگیں مار لیتا ہے اور اس میں وہ اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 622)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

قیامت کے دن بندہ کے اعمال سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے اگر نماز صحیح ہے تو وہ کامیاب اور کامران ہو گیا اور اگر نماز فاسد ہے تو وہ ناکام اور نقصان زدہ ہو گیا اگر اس کے فریضہ میں کوئی کمی ہو تو رب تعالیٰ فرمائے گا دیکھو میرے بندے کا کوئی نفل ہے پھر فریضہ میں جو کمی ہوگی اس کو نفل سے پورا کیا جائے گا پھر اس کے باقی اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 864)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی اور خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ (سنن

ترمذی:رقم الحدیث:1)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا اس وقت مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو بٹھایا اور اونٹنی سے اتر گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گود میں سر رکھا اور سو گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے زور سے مجھے گھونسے مارے۔

اور کہا:تم نے لوگوں کو ہار کی وجہ سے ٹھہرا دیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل پڑنے سے مجھے موت کی طرح لگ رہا تھا حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی تھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اس وقت صبح ہو چکی تھی پانی کو تلاش کیا گیا تو پانی نہیں ملا۔

اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ الآیۃ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے تم میں برکت رکھی تمہارا وجود ان کے لئے محض برکت ہے۔

(صحیح البخاری:رقم الحدیث:4608)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور ایک ایک مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا۔

پھر ارشاد فرمایا:یہ وضو کا طریقہ ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں کرتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور دو دو مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا۔

پھر ارشاد فرمایا:جس نے اس طرح وضو کیا اس کے لئے دگنا اجر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر کے بعد پانی منگوایا اور اس سے اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا۔

اور ارشاد فرمایا:یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا وضو ہے۔(سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:420)

ایک اور روایت میں ہے:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:بنو اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کو جریج کہا جاتا ہے وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں نے آ کر اس کو بلایا وہ اس کے بلانے پر نہیں گیا۔

اور کہا:کیا نماز کی حالت میں اس کو جواب دوں۔

اس کی ماں آئی اور اس نے کہا:اے اللہ عزوجل!اس پر اس وقت تک موت طاری نہ کرنا جب تک یہ بدکار عورتوں کو نہ دیکھ لے۔جریج اپنے گرجا میں عبادت کرتا تھا۔

ایک عورت نے کہا: میں جریج کو فتنہ میں ڈالوں گی۔ اس عورت نے اس کو گناہ کی دعوت دی۔ جریج نے انکار کیا۔ اس نے ایک چرواہے سے اپنی خواہش پوری کر لی۔ اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔

اس نے لوگوں سے کہا: یہ جریج کا بچہ ہے۔ لوگ آئے اور انہوں نے اس کا گرجا توڑ دیا اور اس کو گرجا سے نکال دیا اور اس کو برا کہا۔ جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر اس نوزائیدہ بچہ سے کہا۔

اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟

اس نے کہا: چرواہا!

لوگوں نے کہا: ہم تمہارا گرجا سونے کا بنا دیں۔

اس نے کہا: نہیں! صرف مٹی ہی کا بنا دو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2482)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جائے اور اس کا مسجد میں جانا صرف نماز کے لئے ہو تو اس کے ہر قدم سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 281)

درمنثور میں ہے: حضرت امام ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دین کی جس چیز کو سب سے پہلے لوگوں پر فرض کیا وہ نماز ہے اور جو چیز سب کے آخر میں باقی رہے گی وہ نماز ہے اور سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندوں کی نماز کو دیکھو اگر وہ مکمل ہوں تو مکمل لکھ دی جائیں گی اور اگر وہ ناقص ہوں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو کیا اس کے نوافل ہیں اگر اس کے نوافل ہوں گے تو فرائض کی کمی نوافل سے پوری کر دی جائے گی۔

پھر ارشاد فرمائے گا: دیکھو اس کی زکوٰۃ پوری ہے۔ اگر زکوٰۃ پوری ہو تو پوری لکھ دی جائے گی اور اگر ناقص ہو تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو اس نے کوئی صدقہ کیا ہے اگر اس نے صدقہ کیا ہو گا تو اس صدقہ سے اس کی زکوٰۃ پوری کر دی جائے گی۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جس چیز کا سب سے پہلے بندے سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر نماز درست ہو تو باقی عمل بھی درست ہوں گے اور اگر نماز فاسد ہو تو باقی عمل بھی فاسد ہوں گے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص امانت دار نہ ہو اس کا کوئی ایمان نہیں جس کا وضو نہ ہو اس کی کوئی نماز نہیں اور جس

کی نماز نہ ہو اس کا کوئی دین نہیں۔دین میں ایسی نماز ہے جیسے جسم میں سر ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کی نماز نہ ہو اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جو شخص پانچ نمازیں لے کر آیا جن کے وضو اور ان کے اوقات ان کے رکوع اور سجود کی اس نے حفاظت کی ہوئی ہو اس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ چاہے تو اس پر رحم فرمائے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔

(ایک اور روایت میں ہے) امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تین چیزوں کی حفاظت کی وہ یقیناً (اللہ تعالیٰ) کا ولی ہے اور جس نے ان کو ضائع کیا وہ یقیناً (اللہ تعالیٰ کا) دشمن ہے۔

1-نماز 2-روزہ 3-جنابت

(ایک اور روایت میں ہے)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے وقت میں نماز پڑھی اور اس کے لئے وضو کیا اور نماز کے قیام، خشوع، رکوع اور سجود کو پوری طرح ادا کیا تو وہ نماز سفید اور روشن ہوگی اور اس شخص سے کہے گی۔ اللہ تعالیٰ تیری بھی اسی طرح حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے اور جس نے وقت نکلنے کے بعد نماز پڑھی اس کے لئے مکمل وضو نہیں کیا اور نہ خشوع وخضوع، رکوع اور سجود کو پوری طرح ادا کیا وہ نماز سیاہ اندھیری ہوگی۔

اور کہے گی: اللہ تعالیٰ تجھے بھی اس طرح ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس نماز کو پرانے کپڑوں میں لپیٹ کر اس شخص کے منہ پر مار دے گا۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام احمد، حضرت امام طبرانی اور حضرت امام ابن مردویہ رحمہم اللہ علیہم حضرت کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن ہم ظہر کی نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

اور ارشاد فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا ہے۔

ہم نے عرض کیا: نہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب عزوجل یہ فرماتا ہے کہ جس شخص نے نماز اپنے وقت میں پڑھی اس کی حفاظت کی

اوراس کے حق کو معمولی سمجھ کر ضائع نہیں کیا اس کے ساتھ میرا یہ عہد ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جس شخص نے نماز اپنے وقت میں نہیں پڑھی اس کی حفاظت نہیں کی اور اس کے حق کو معمولی جان کر ضائع کیا اس کے ساتھ میرا کوئی عہد نہیں ہے اگر میں چاہوں تو اس کو عذاب دوں اور اگر میں چاہوں تو اس کو معاف کر دوں۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کی چابی نماز ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نماز دین کا ستون ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کون سی چیز دین میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا۔ جس نے نماز کو ترک کیا اس کا کوئی دین نہیں۔ نماز دین کا ستون ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام ابن ماجہ، حضرت امام ابن حبان، حضرت امام حاکم رحمہم اللہ تصحیح سند کے ساتھ اور حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مستقیم رہو اور تم ہر گز نہ رہ سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور مومن کے سوا اور کوئی شخص ہمیشہ باوضو ہر گز نہ رہ سکے گا۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام مسلم، حضرت امام ابوداؤد، حضرت امام نسائی اور حضرت امام ابن ماجہ رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کل اللہ تعالیٰ سے حالت اسلام میں ملاقات کرے اسے چاہئے کہ جب ان نمازوں کی اذان ہو تو پانچوں نمازوں کی حفاظت کرے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت یہ ہے کہ جب اذان ہو تو پانچوں نمازوں کی حفاظت کرو کیونکہ جماعت سنن الہدیٰ میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے سنن الہدیٰ کو مشروع کیا ہے اور ہمارے عہد میں منافق کے سوا اور کوئی جماعت کو نہیں چھوڑتا تھا اور ہم نے دیکھا ہے کہ ایک شخص دو اشخاص کے سہارے سے چل کر صف میں کھڑا ہوتا تھا اور ہر شخص کے لئے اس کے گھر میں نماز کی جگہ ہوتی ہے اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھی اور اپنی مسجدوں کو چھوڑ دیا تو تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کرو گے اور اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کیا تو کافر ہو جاؤ گے۔

اس حدیث مبارکہ کی توجیہ یہ ہے کہ

جس نے حضور ﷺ کی سنت کو بطور استخفاف یا بطور اہانت ترک کیا وہ کافر ہو جائے گا یا کفر بہ معنی کفران نعمت ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام ترمذی، حضرت امام نسائی، حضرت امام ابن ماجہ اور حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہم تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن بندہ کے عمل سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے اگر وہ صحیح ہوئی تو وہ کامیاب اور کامران ہو گیا اور اگر وہ فاسد ہوئی تو وہ ناکام اور نامراد ہو گیا اور اگر اس کے فریضہ میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفل ہے جس سے اس کا فرض پورا کیا جائے۔ پھر باقی اعمال کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو گا۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت امام احمد اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ایک شخص لوگوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا اور ان کو سلام کیا۔

لوگوں نے اس کے سلام کا جواب دیا جب وہ گزر گیا۔

تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: بہ خدا! میں اس شخص سے اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھتا ہوں۔

لوگوں نے کہا: تم نے بہت بری بات کی ہے۔

اے فلاں شخص! جاؤ اس کو بلا کر لاؤ۔

وہ شخص اس کو بلا کر لے آیا اور اس کو بتایا کہ اس کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔

وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔

اور کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں مسلمانوں کی ایک مجلس کے پاس سے گزرا۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ جب میں چلا گیا تو ایک شخص نے میرے متعلق کہا۔ میں اللہ تعالیٰ کے لئے اس شخص سے بغض رکھتا ہوں۔ یا رسول اللہ (ﷺ) اس شخص کو بلایئے اور اس سے بغض کی وجہ پوچھئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بلایا تو اس نے اعتراف کیا کہ اس نے یہ کہا تھا۔

اس نے کہا: یہ شخص میرا پڑوسی ہے۔ بہ خدا! میں نے اس کو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز پڑھتے نہیں دیکھا جس کو ہر نیک اور بد پڑھتا ہے۔

اس نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس سے پوچھئے کبھی میں نے نماز کو وقت سے مؤخر کر کے پڑھا یا اس کے وضو میں کوئی کمی کی یا رکوع اور سجود میں کوئی کوتاہی کی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: تو اس نے کہا: نہیں۔

پھر اس نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں نے اس شخص کو رمضان کے سوا اور کوئی روزہ رکھتے نہیں دیکھا جس مہینہ میں ہر نیک و بد روزہ رکھتا ہے۔

اس نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! اس سے پوچھئے!

میں نے کبھی روزہ کے حق میں کوئی کوتاہی یا کمی کی۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تو اس نے کہا: نہیں۔

پھر اس نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں نے زکوٰۃ کے سوا اس کو کبھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور زکوٰۃ تو ہر نیک و بد ادا کرتا ہے۔

اس نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! اس سے پوچھئے!

میں نے کبھی زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی یا کمی کی۔

اس نے کہا: نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اٹھو یہ تم سے بہتر ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ان سے پوچھا گیا۔

اسلام کا کون سا درجہ افضل ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز اور جس نے نماز نہیں پڑھی اس کا کوئی نہیں۔

(ایک اور روایت میں ہے)

حضرت امام ابن ابی شیبہ، حضرت امام احمد، حضرت امام ابوداؤد، حضرت امام ترمذی، حضرت امام نسائی، حضرت امام ابن ماجہ، حضرت امام ابن حبان اور حضرت امام حاکم رحمہم اللہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

میرے محبوب ﷺ نے مجھے سات چیزوں کی نصیحت فرمائی۔

ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کرو خواہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تم کو جلا دیا جائے یا تم کو سولی پر چڑھا دیا جائے اور نماز کو عمداً ترک نہ کرو کیونکہ جس نے عمداً نماز کو ترک کیا وہ ملت اسلام سے نکل گیا اور معصیت کا ارتکاب نہ کرو کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور شراب نہ پیو کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام ترمذی اور حضرت امام حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کفر اور ایمان کے درمیان نماز ہے جس نے نماز کو ترک کیا اس نے شرک کیا۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام بزار اور حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہما حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

جب ان کی آنکھوں میں تکلیف ہوگئی تو ان سے کہا گیا کہ

ہم آپ کا علاج کرتے ہیں۔ آپ چند دن نماز چھوڑ دیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے نماز چھوڑ دی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام حبان رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عمداً نماز کو ترک کیا اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو ضائع کر دیتا ہے اور اس کا ذمہ اللہ تعالیٰ سے بری ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

ایک اور روایت میں ہے: امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جس نے نماز نہیں پڑھی وہ کافر ہے۔

اور ایک روایت میں ہے۔

اس نے کفر کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اعمال کی طرف لکھا کہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سب سے اہم کام نماز ہے جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ باقی دین کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام ترمذی اور حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کیا اس نے کبیرہ گناہ کیا۔

(ایک اور روایت میں ہے) حضرت امام نسائی اور حضرت امام حبان رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی ایک نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل اور مال ہلاک ہوگئے۔

(الدرالمنثور:ج:1،ص:294تا298)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کے ضعیف لوگوں کی دعاؤں، ان کی نمازوں اور ان کے اخلاص کی وجہ سے اس امت کی مدد فرماتا ہے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث:3178)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صفائی نصف ایمان ہے۔

اور الحمدللہ میزان کو بھر دیتی ہے۔

اور سبحان اللہ والحمدللہ زمین وآسمان کے درمیان ہر چیز کو بھر دیتے ہیں اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل یعنی رہنما ہے۔ صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف حجت ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: وہ چھ چیزیں کون سی ہیں؟

ارشاد فرمایا:

1-نماز 2-زکوٰۃ 3-امانت 4-شرم گاہ 5-پیٹ

6-اور زبان۔ (طبرانی اوسط: رقم الحدیث:4925)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا عمرو بن مرۃ جہنی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔

یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں گواہی دوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں پانچوں نمازیں ادا کروں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور اس میں قیام کروں تو میرا شمار کن لوگوں میں ہوگا۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدیقین شہداء میں۔ (صحیح ابن حبان:ج:5،ص:182)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازیں اور نماز جمعہ اگلے جمعہ تک کے درمیان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں جب تک کبیرہ گناہ نہ کئے جائیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:233)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان جب نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیئے جاتے ہیں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے اس کے گناہ جھڑنے لگتے ہیں لہٰذا جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے تمام گناہ جھڑ چکے ہوتے ہیں۔ (طبرانی کبیر: ج:6، ص:250)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے تین بار ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔

یہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے زمین پر نگاہیں جمادیں تو ہم میں سے ہر شخص روتے ہوئے زمین کی طرف متوجہ ہوا حالانکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے قسم کیوں فرمائی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اقدس اٹھایا تو آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ایسی مسرت تھی جو ہمیں سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھی۔

پھر ارشاد فرمایا: جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنے مال سے زکوٰۃ نکالے اور سات کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

اور اس سے کہا جاتا ہے کہ

سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (سنن نسائی: ج:5، ص:8)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اگر) تم سے مسلسل گناہ ہوتے رہیں لیکن جب تم فجر کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے ان گناہوں کو دھو دے گی اس کے بعد پھر اگر تم سے مسلسل گناہوں کا صدور ہوتا رہے مگر جب ظہر کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھو دے گی اس کے بعد پھر اگر تم سے گناہ ہوتے رہیں لیکن جب عصر کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھو دے گی۔ اس کے بعد تم سے مسلسل گناہ ہوتے رہیں مگر جب مغرب کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھو دے گی۔ اس کے بعد بھی تم سے گناہوں کا صدور ہوتا رہے مگر جب تم عشاء کی نماز ادا کرو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو دھو دے گی پھر تم سو جاؤ گے تو بیدار ہونے تک تمہارا کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث:1658)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نماز پچھلے گناہوں کو مٹادیتی ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث:23562)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جو پابندی سے پانچوں نمازیں ادا کرے اور ان کے رکوع وسجود اور اوقات کا لحاظ رکھے اور یہ یقین کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہیں وہ جنت میں داخل ہوگا یا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔

یا یہ ارشاد فرمایا کہ اس پر جہنم حرام ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 18372)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں تو جو ان کو ادا کرے گا اور ان کے حق کو ہلکا جانتے ہوئے انہیں ضائع نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا اس سے عہد ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور جو انہیں ادا نہیں کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی عہد نہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے عذاب دے چاہے تو اس کو جنت میں داخل فرمائے۔

ابو داؤد کی روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں جو ان کے لئے بہتر طریقہ سے وضو کرے اور انہیں ان کے وقت میں ادا کرے اور ان کے رکوع وسجود، خشوع وخضوع کے ساتھ پورا کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس کی مغفرت فرما دے اور جو ان کو ادا نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کے لئے کچھ نہیں چاہے تو اسے معاف فرما دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 425)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

جو پابندی سے نماز ادا کرے گا تو یہ اس کے لئے قیامت کے دن نور، برہان اور نجات کا سبب بنے گی اور جو اس کو پابندی سے ادا نہیں کرے گا اس کے لئے نہ تو نور ہوگا نہ برہان اور نہ ہی نجات اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامون اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 6587)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور ان کے بارے میں آپ سے عہد کیا ہے کہ جو ان کو پابندی کے ساتھ ان کے وقت پر ادا کرے گا اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو ان کو پابندی کے ساتھ ادا نہ کرے گا اس کے لئے میرے پاس کوئی عہد نہیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 430)

ایک اور روایت میں ہے: امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ
اللہ تعالیٰ باجماعت نماز پڑھنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔(مسند احمد: رقم الحدیث:5112)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جس نے کامل وضو کیا اور کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے چلا اور نماز باجماعت ادا کی تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔(الترغیب والترہیب: ج:1، ص:130)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: باجماعت نماز ادا کرنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:645)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے چالیس دن باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھے گا اس کے لئے دو آزادیاں لکھی جائیں گی۔
ایک جہنم سے دوسری نفاق سے۔(سنن ترمذی: رقم الحدیث:241)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرد کا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کے اپنے گھر اور بازار میں نماز ادا کرنے سے پچیس درجے افضل ہے۔
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ اچھے طریقے سے وضو کرتا ہے پھر مسجد کی طرف نکلتا ہے اور اس کی نیت صرف نماز کی ہوتی ہے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کی ایک خطا کو معاف فرما دیتا ہے۔ جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو جب تک اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔
اور کہتے ہیں کہ اے اللہ عزوجل! اس کی مغفرت فرما۔
اے اللہ عزوجل! اس پر رحم فرما۔
اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں ہوتا ہے نماز ہی میں ہوتا ہے۔
ایک اور روایت میں ہے کہ
جب تک وہ کسی کو ایذا نہ پہنچائے یا کوئی بات نہ کرے تو فرشتے عرض کرتے رہتے ہیں کہ
اے اللہ عزوجل! اس کی مغفرت فرما۔

اے اللہ عزوجل! اس کی توبہ قبول فرما۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 647)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔

پھر ارشاد فرمایا: کیا فلاں شخص حاضر ہے۔

عرض کیا گیا: نہیں۔

پھر پوچھا: کیا فلاں حاضر ہے۔

عرض کیا گیا: نہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: بے شک فجر اور عشاء کی نمازیں منافقین پر سب سے زیادہ بھاری ہیں۔ اگر جانتے کہ ان نمازوں میں کیا ہے تو ان نمازوں میں ضرور حاضر ہوتے اگر چہ گھسٹتے ہوئے آتے اور بے شک پہلی صف ملائکہ کی صف کی مثل ہے اور اگر تم پہلی صف کی فضیلت جان لیتے تو اسے حاصل کرنے کے لئے جلد بازی سے کام لیتے اور بے شک ایک مسلمان کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے اور دو مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک مسلمان کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے اور جماعت جتنی بڑی ہو اللہ تعالیٰ کو اتنی ہی زیادہ پسند ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 21323)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3946)

ایک اور روایت میں ہے: امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے آقا و دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 656)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کامل وضو کیا پھر مسجد کی طرف چلا اور دیکھا کہ لوگ تو نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے باجماعت نماز پڑھنے اور جماعت میں حاضر ہونے والے کے برابر ثواب عطا فرمائے گا اور ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 564)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری صف پر۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری صف پر۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوسری صف پر بھی۔ (مسند احمد: ج:8،ص:295)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف پر تشریف لاتے تو قوم کے سینوں اور کاندھوں کو برابر فرماتے۔

اور ارشاد فرمایا کرتے: جدا نہ رہو کہیں تمہارے دل جدا نہ ہو جائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔ (ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 1551)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف یا اگلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 997)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو اللھم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہا کرو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

جبکہ ایک روایت میں ہے۔

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہا کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 796)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا رفاعہ بن ارفع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے اپنا سر اقدس اٹھایا تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہا۔

پیچھے سے ایک شخص نے کہا: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمالی۔

تو دریافت فرمایا: یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟

اس شخص نے عرض کیا: میں ہوں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو ان کلمات کو لکھنے میں سبقت کرتے ہوئے دیکھا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 799)

ایک اورروایت میں ہے: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منافقین پر سب نمازوں سے بھاری فجر اور عشاء کی نماز ہے یہ اگر جان لیتے کہ ان دونوں نمازوں میں کیا ہے تو ضرور ضرور آتے اگرچہ گھسٹتے ہوئے آتے اور بے شک میں نے ارادہ کیا کہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دوں اور کسی شخص کو نماز پڑھانے پر مقرر کروں پھر کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہوں جو لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں پھر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 657)

ایک اورروایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بتاؤ! اگر کسی کے دروازہ پر نہر ہو وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرے کیا اس کے بدن پر میل رہ جائے گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلی مثال پانچوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب سے خطاؤں کو محو فرما دیتا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 667)

ایک اورروایت میں ہے: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں سوال کیا کہ ایسا عمل ارشاد فرمایئے کہ مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے بچائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم رکھ اور زکوٰۃ دے اور رمضان کا روزہ رکھ اور بیت اللہ کا حج کر۔

اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ

اسلام کا ستون نماز ہے۔ (جامع الترمذی: رقم الحدیث: 2625)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

اور نماز قائم کرنا۔ اور زکوٰۃ دینا۔ اور حج کرنا۔ اور ماہ رمضان کا روزہ رکھنا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 21)

ایک اورروایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اسلام میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وقت میں نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں، نماز دین کا ستون ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 2807)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں طہارت کر کے فرض ادا کرنے کے لئے مسجد کو جاتا ہے تو ایک قدم پر ایک گناہ محو ہو جاتا ہے دوسرے پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 666)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں سہو نہ کرے تو جو کچھ پیشتر اس کے گناہ ہوئے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 21749)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس کے لئے جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور پروردگار کے درمیان حجاب ہٹا دیئے جاتے ہیں اور حور عین اس کا استقبال کرتی ہیں جب تک نہ ناک سنکے نہ کھنکارے۔ (الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 12)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (جو مسلمان جہنم میں جائے گا والعیاذ باللہ تعالیٰ) اس کے پورے بدن کو آگ کھائے گی سوا اعضائے سجود کے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4326)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی صبح و شام نہیں مگر زمین کا ایک ٹکڑا دوسرے کو پکارتا ہے آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الٰہی عزوجل کیا؟ اگر وہ وہاں کہے تو اس کے لئے اس سبب سے اپنے اوپر بزرگی تصور کرتا ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 562)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: ارشاد فرمایا: ہر شے کے لئے ایک علامت ہوتی ہے ایمان کی علامت نماز ہے۔

(منیۃ المصلی: ص: 13)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر وقت میں نماز قائم رکھے تو میرے بندہ کا میرے ذمہ کرم پر عہد ہے کہ اس کو عذاب نہ دوں اور بے حساب جنت میں داخل کروں۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 19032)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز فرض نہیں کی جو توحید و نماز سے بہتر ہو۔ اگر اس سے بہتر کوئی چیز ہوتی تو وہ ضرور ملائکہ پر فرض کرتا ان میں کوئی رکوع میں ہے تو کوئی سجدے میں ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 610)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ نماز پڑھ کر اس جگہ جب تک بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اس وقت تک کہ بے وضو ہو جائے یا اٹھ کھڑا ہو ملائکہ کا استغفار اس کے لئے یہ ہے۔

اللھم اغفر له

الله ارحمه

اللھم تب علیه (مسند ابی داؤد الطیالسی: رقم الحدیث: 2415)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ شام تک اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 13210)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو صبح نماز کو گیا ایمان کے جھنڈے کے ساتھ گیا اور جو صبح بازار کو گیا ابلیس کے جھنڈے کے ساتھ گیا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2234)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت ہے کہ

جو نماز صبح کے لئے طالب ثواب ہو کر حاضر ہوا گویا اس نے تمام رات قیام کیا اور جو نماز عشاء کے لئے حاضر ہوا گویا اس نے نصف شب قیام کیا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 2852)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات اور دن کے ملائکہ نماز فجر و عصر میں جمع ہوتے ہیں جب وہ جاتے ہیں تو اللہ عزوجل ان سے فرماتا ہے۔

کہاں سے آئے ہو۔ حالانکہ وہ جانتا ہے۔

وہ عرض کرتے ہیں کہ

تیرے بندوں کے پاس سے، جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور انہیں نماز پڑھتا چھوڑ کر تیرے پاس حاضر ہوئے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 7494)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے چالیس دن نماز فجر وعشاء با جماعت پڑھی اس کو اللہ تعالیٰ دو برأتیں عطا فرمائے گا۔

ایک نار سے

دوسری نفاق سے۔ (تاریخ بغداد: رقم الحدیث: 6231)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسجد جماعت میں چالیس راتیں نماز عشاء پڑھے کہ رکعت اولیٰ فوت نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 798)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جس کی نماز نہیں اور اس کی کوئی نماز نہیں جس کا وضو نہیں۔ (الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 816)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو نماز عشاء سے پہلے سوئے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھ کو نہ سلائے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 19497)

ایک اور روایت میں ہے: نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کی نماز فوت ہوئی گویا اس کے اہل و مال جاتے رہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3602)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قصداً نماز چھوڑی جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 19086)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قصداً نماز ترک نہ کرو کہ جو قصداً نماز ترک کر دیتا ہے اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری الذمہ ہیں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 27433)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جس کے لئے نماز نہ ہو۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 2807)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے صوبوں کے پاس فرمان بھیجا کہ تمہارے سب کاموں سے اہم میرے

نزدیک نماز ہے جس نے اس کا حفظ کیا اور اس پر محافظت کی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا اور جس نے اس کو ضائع کیا وہ اوروں کو بدرجہ اولیٰ ضائع کرے گا۔ (الموطا امام مالک: رقم الحدیث: 6)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے سوا نماز کے۔ (جامع ترمذی: رقم الحدیث: 2631)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 1638)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ضرور نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے یا پھر میں تم پر ایسے شخص کو بھیجوں گا جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں مارے گا۔ (المستدرک: رقم الحدیث: 7889)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کا تاج اور دین کے قواعد تین ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے جس نے ان میں سے کسی ایک کو چھوڑا وہ اس کا منکر ہے اور اس کا خون حلال (یعنی قتل کرنا جائز) ہے۔

1- اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی گواہی دینا

2- فرض نماز

3- رمضان کے روزے۔ (مسند ابویعلی الموصلی: رقم الحدیث: 2345)

ایک اور روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 465)

ایک اور روایت میں ہے: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

آدمی اور شرک یا کفر کے درمیان فرق نماز کو چھوڑنا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 246)

ایک اور روایت میں ہے: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ کفر اور ایمان کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔ (جامع ترمذی: رقم الحدیث: 2618)

ایک اور روایت میں ہے: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

آدمی اور کفر کے درمیان نماز کو چھوڑنے کا فرق ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 15158)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی نماز میں چوری کرنے والا سب سے بڑا چور ہے۔

عرض کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کوئی شخص اپنی نماز میں کیسے چوری کر سکتا ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ نماز کے رکوع و سجود پورے نہیں کرتا اور لوگوں میں سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی: رقم الحدیث: 336)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کو کم تعداد میں پایا۔

تو ارشاد فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ کسی کو لوگوں کا امام بناؤں پھر جاؤں اور نماز سے پیچھے رہ جانے والے جس شخص پر بھی قدرت پاؤں اس پر اس کا گھر جلادوں۔

حضرت سیّدنا ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے اور مسجد کے درمیان درخت اور باغات ہیں اور میں ہر وقت کسی رہنما پر قدرت بھی نہیں پاتا۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اپنے گھر پر نماز پڑھ لیا کروں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اقامت کی آواز سنتے ہو۔

تو انہوں نے عرض کیا: جی ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر نماز کے لئے آیا کرو۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 15491)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی کہ

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مدینہ شریف میں موذی جانوروں کی کثرت ہے جبکہ میں نابینا ہوں اور گھر بھی دور ہے اور کوئی مناسب رہنما بھی نہیں جو مجھے لے کر آیا کرے تو کیا مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: کیا تو اقامت کی آواز سنتا ہے۔

انہوں نے عرض کیا: جی ہاں!

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پس تم حاضر ہوا کرو کیونکہ میں تمہیں دینے کے لئے کوئی رخصت نہیں پاتا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 552)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جو کل قیامت میں اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہو کر ملنا چاہتا ہے تو پانچوں نمازوں کی پابندی کرے جب ان کی اذان کہی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سنن ہدیٰ مشروع فرمائی اور یہ نمازیں سنن ہدیٰ سے ہیں اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لی جیسے یہ جماعت سے پیچھے رہ جانے والا شخص پڑھ لیتا ہے تو تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کر دیا اور اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کر دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے جو شخص اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرے پھر کسی مسجد کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر قدم چلنے پر ایک نیکی عطا فرمائے گا اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور اس کا ایک گناہ مٹائے گا۔

(حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ)

جماعت سے صرف وہی منافق پیچھے رہتا ہے جس کا نفاق معلوم ہوتا اور ایک شخص کو دو افراد سہارا دے کر لاتے اور صف میں لا کر کھڑا کر دیتے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1488)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عصر کی نماز جان بوجھ کر چھوڑی حتیٰ کہ وہ فوت ہوگئی تو اس کا عمل ضائع ہوگیا۔ (المسند الامام احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 23108)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز عصر میں بلا عذر تاخیر کی حتیٰ کہ سورج چھپ گیا تو اس کا عمل برباد ہوگیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 23107)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز عصر ترک کی تو اس کا عمل برباد ہوگیا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 45)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی نماز فوت ہوگئی تو گویا اس کے اہل اور مال میں کمی کردی گئی۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 2095)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک یہ نماز یعنی عصر تم سے پہلی امتوں پر پیش کی گئی تو انہوں نے اس کو ضائع کردیا لہٰذا آج تم میں سے جو اس کی حفاظت کرے گا اس کے لئے دو اجر ہیں اور نماز کے بعد ستارے ظاہر ہونے تک کوئی نماز نہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1927)

ایک اور روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل اور مال میں کمی کر دی گئی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 552)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ
میں نے حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "الذین هم عن صلاتهم ساهون" کے متعلق دریافت کیا۔
تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کا وقت گزار کر پڑھتے ہیں۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 1823)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ
میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا: آپ کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان "الذین هم عن صلاتهم ساهون" کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ہم میں سے کون ہے جو نماز میں نہ بھولتا ہو؟ ہم میں سے کون ہے جو اپنے آپ سے باتیں نہ کرتا ہو۔
تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد یہ نہیں بلکہ اس سے مراد وقت ضائع کردینا ہے۔ (مسند ابی یعلی الموصلی: رقم الحدیث: 700)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے سنا کہ
نبی کریم ﷺ اپنے منبر پر جلوہ افروز ہوکر فرما رہے تھے۔
صلوٰۃ الجماعۃ کو ترک کرنے والی قومیں جماعت ترک کرنے کا وطیرہ چھوڑ دیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا پھر ان کا شمار غافلین سے ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 794)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سیّدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کرتے۔
کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟
راوی کہتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ اپنا خواب بیان کر دیتا ہے چنانچہ ایک صبح
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج رات میرے پاس دو فرشتے آئے انہوں نے مجھے اٹھایا۔
اور کہا: چلیں! میں ان کے ساتھ چل دیا۔ ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو لیٹا ہوا تھا جبکہ دوسرا شخص اس کے قریب پتھر لیے کھڑا تھا وہ اس کے سر پر پتھر مارتا جس سے وہ پھٹ جاتا پھر وہ پتھر لڑھک کر دور جا گرتا اور وہ شخص پتھر اٹھانے کے لئے چلا جاتا۔ اس کے لوٹنے سے پہلے ہی اس کا سر پہلے کی طرح درست ہو جاتا پھر وہ واپس آ کر اس کے سر پر اسی طرح پتھر مارتا جس طرح پہلی بار مارا تھا۔
میں نے ان دونوں فرشتوں کو کہا: سبحان اللہ! یہ کون ہیں؟
تو انہوں نے کہا: آگے چلیں! لہٰذا ہم چل دیئے۔ پھر ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو چت لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص اس کے پاس کھڑا تھا اور ہتھوڑے کے ذریعے اس کے جبڑے، نتھنے اور آنکھ کو گدی تک چیر دیتا تھا۔
ابو عوف کہتے ہیں کہ
کبھی ابو رجاء یوں بیان کرتے۔
وہ چیر کر دوسری جانب چلا جاتا اور وہ وہاں بھی ایسا ہی کرتا جس طرح کہ پہلی طرف کیا تھا جب وہ ایک جانب چیر کر فارغ ہو جاتا تو دوسری جانب پہلے کی طرح درست ہو چکی ہوتی پھر وہ دوبارہ ویسے ہی کرتا جس طرح پہلی بار کیا تھا۔
میں نے پھر کہا: سبحان اللہ! یہ کون ہیں؟
تو انہوں نے کہا: اور آگے چلیں، لہٰذا ہم چل دیئے حتیٰ کہ تنور جیسی ایک چیز کے پاس پہنچے۔
راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اس میں شور و غل کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے جھانک کر دیکھا تو اس میں ننگے مرد اور عورتیں نظر آئیں جب انہیں نیچے آگ کی لپٹ پہنچتی تو چیخنے چلانے لگتے۔
میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟
تو انہوں نے کہا: مزید آگے چلیں لہٰذا ہم چل دیئے حتیٰ کہ ہم ایک نہر پر پہنچے۔
راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: وہ نہر خون کی طرح سرخ تھی۔ نہر کے اندر ایک شخص تیر رہا تھا جبکہ دوسرا شخص نہر کے کنارے کھڑا تھا اور اس کے پاس بہت سے پتھر جمع تھے جب وہ اندر والا تیرتا ہوا اس شخص کے قریب آتا جس کے پاس بہت سے پتھر جمع تھے تو آ کر اپنا منہ کھول دیتا اور یہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا اور وہ تیرتا ہوا واپس چلا جاتا اور جب واپس لوٹ کر آتا تو اسی طرح یہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا۔

میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کون ہیں؟

تو انہوں نے مجھ سے کہا: مزید آگے چلیں تو ہم چل پڑے حتیٰ کہ ایک نہایت ہی بدصورت آدمی کے پاس پہنچے۔ اتنا بدصورت کہ تم نے کبھی دیکھا نہ ہو اس کے پاس آگ تھی جسے وہ بھڑکا رہا تھا اور اس کے گرد دوڑ رہا تھا۔

میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟

تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ آگے چلیں۔ ہم چل دیئے حتیٰ کہ ایک باغ میں پہنچے اس میں موسم بہار کے پھول کھلے ہوئے تھے باغ کے درمیان ایک دراز شخص کھڑا تھا۔ آسمان سے باتیں کرتی ہوئی اس کی بلندی کے باعث میں اس کا سر نہ دیکھ سکا۔ اس شخص کے گرد اتنے بچے تھے جتنے میں نے کسی کے نہیں دیکھے۔

میں نے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟ اور یہ بچے کون ہیں۔

تو انہوں نے کہا: آگے چلیں لہٰذا ہم چل دیئے پھر ہم ایک اتنے بڑے باغ میں پہنچے جتنا بڑا اور خوبصورت کوئی باغ میں نے نہیں دیکھا۔

انہوں نے مجھ سے کہا: اس پر چڑھیں چنانچہ ہم اس پر چڑھ گئے تو ہمیں ایک شہر نظر آیا جس کی ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی کی تھی۔ جب ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور اسے کھولنے کے لئے کہا تو وہ ہمارے لیے کھول دیا گیا ہم اس کے اندر داخل ہو گئے تو اس میں ایسے لوگوں سے جا ملے جن کا نصف بدن تو اتنا خوبصورت تھا جتنا تم نے نہ دیکھا ہو اور نصف اتنا بدصورت کہ جتنا تم نے نہ دیکھا ہو۔

ان فرشتوں نے ان لوگوں سے کہا: جاؤ اور اس نہر میں کود پڑو وہ نہر چوڑائی میں بہہ رہی تھی اور اس کا پانی بالکل سفید تھا وہ لوگ جا کر اس نہر میں کود پڑے پھر جب وہ لوٹ کر آئے ہمارے پاس تو ان کی بدصورتی دور ہو چکی تھی اور خوبصورت ہو گئے تھے۔

ان فرشتوں نے مجھ سے کہا: یہ باغ عدن ہے اور یہ آپ ﷺ کا مکان ہے۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ سفید ابر یعنی بادل کی طرح تھا۔

میں نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے مجھے اس کے اندر جانے دو۔

انہوں نے جواب دیا: ابھی نہیں لیکن آپ ﷺ اس میں ضرور داخل ہوں گے۔

پھر میں نے ان سے کہا: رات بھر میں نے جو عجیب چیزیں دیکھیں وہ کیا ہیں۔

تو انہوں نے کہا: ہم ابھی عرض کیے دیتے ہیں جس پہلے شخص کے پاس آپ ﷺ پہنچے تھے اور جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ قرآن پڑھ کر بھلانے والا اور نماز کے وقت سو جانے والا تھا۔ وہ شخص جس کے پاس آپ ﷺ پہنچے تو اس کے جبڑے، نتھنے اور آنکھ کی گدی تک کو چیرا جا رہا تھا یہ وہ شخص تھا جو صبح گھر سے نکلتا تو جھوٹی باتیں گھڑتا اور انہیں دنیا بھر میں پھیلا دیتا وہ ننگے مرد

اور عورتیں جو تنور سے مشابہ جگہ میں تھے وہ زانی مرد اور عورتیں تھیں۔ وہ شخص کہ جب آپ ﷺ ان کے پاس پہنچے تو وہ نہر میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر ڈالے جا رہے تھے وہ سود خور تھا اور وہ ہیبت ناک صورت والا شخص جو آگ کے قریب تھا اور اسے بھڑکا کر اس کے ارد گرد دوڑ رہا تھا وہ داروغہ جہنم (یعنی جہنم پر مقرر فرشتے) حضرت مالک علیہ السلام تھے اور بلند قامت آدمی جو باغ میں تھے وہ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے گرد جو بچے تھے وہ فطرت اسلامیہ پر فوت ہونے والے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اور مشرکین کے بچے؟

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مشرکین کے بچے بھی۔

اور وہ لوگ جن کا نصف بدن خوبصورت اور نصف بدصورت تھا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ملے جلے عمل کیے یعنی اچھے عمل کیے اور برے بھی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7047)

ایک اور روایت میں ہے: پھر حضور ﷺ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جا رہا تھا جب انہیں کچلا جاتا وہ پہلے کی طرح درست ہو جاتے اور اس معاملے میں کوئی سستی نہ برتی جاتی۔

تو آپ ﷺ نے استفسار فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام) یہ کون ہیں؟

عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بوجھل ہو جاتے ہیں۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 18866)

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ نماز ایک افضل عمل ہے جو اس کو ادا کرے گا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو گا اور جو اس سے غافل ہو کر ترک کر دے وہ دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہو گا حتیٰ کہ اس کو جہنم میں پھینکا جائے گا لہٰذا اس عظیم عمل کی پابندی کرنی چاہیے۔ میں نے رضا الٰہی عزوجل کے لئے موقع مناسبت سے نماز کے متعلق کافی حد تک کوشش کر کے ان احادیث مبارکہ کو جمع کیا ہے اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول و منظور فرمائے اور ہم تمام کی حتمی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

چھٹی بحث

یہاں پر صلوٰۃ کی چھٹی بحث یہ ہے کہ صلوٰۃ کے قواعد اور امثال ذکر کیے جاتے ہیں۔

قاعدہ نمبر 1

جب صلوٰۃ کے بعد علیٰ آئے تو اس کے معنیٰ رحمت یا دعا رحمت ہوں گے یا نماز جنازہ۔

مثال نمبر: 1

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ (احزاب: 43)

وہ اللہ ہے جو تم پر رحمت کرتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں۔

مثال نمبر:2

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ (توبہ:103)

آپ ان کے لئے دعا کریں آپ کی دعا ان کے لئے دل کا چین ہے۔

مثال نمبر:3

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ (توبہ:84)

ان منافقوں میں سے کسی پر نہ آپ نماز جنازہ پڑھیں نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

مثال نمبر:4

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ (احزاب:56)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔

خلاصہ

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد دعا یا رحمت یا نماز جنازہ ہی مراد ہوگا کیونکہ ان میں صلوٰۃ کے بعد علیٰ آرہا ہے۔

قاعدہ نمبر 2

جب صلوٰۃ کے بعد علیٰ نہ آئے تو صلوٰۃ کے معنیٰ نماز ہوں گے۔

مثال نمبر:1

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (بقرہ:43)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

مثال نمبر:2

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ (نساء:103)

بے شک نماز مسلمانوں پر وقت کے مطابق فرض کی گئی ہے۔

مثال نمبر:3

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ (المومنون:2)

وہ لوگ جو اپنی نمازیں خشوع سے پڑھتے ہیں۔

چوتھی مثال

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ (النساء:142)

اور جب منافق نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔

خلاصہ

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے کیونکہ یہاں صلوٰۃ سے علیٰ کا تعلق نہیں۔ دوسری آیت میں اگر چہ علیٰ ہے مگر علیٰ کا تعلق کسالیٰ سے ہے نہ کہ صلوٰۃ سے لہٰذا یہاں بھی مراد نماز ہی ہے۔

ساتویں بحث

ساتویں اور آخری بحث اقامت صلوٰۃ کے متعلق ہے۔

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ جب کسی چیز کو اس کے تمام حقوق وفرائض اور اس کے تمام ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ ادا کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس کو اقامت کے ساتھ تعبیر فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ (المائدہ:66)

اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس (کلام) کو (قائم رکھتے) جو ان کے رب کی طرف سے ان کے لئے نازل کیا گیا ہے تو وہ ضرور اپنے اوپر سے کھاتے اور اپنے پاؤں تلے سے (کھاتے)۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (الشوریٰ:13)

اسی کو قائم رکھو اور اس میں فرقہ نہ ڈالو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ (البقرہ:229)

اگر تم کو یہ خوف ہو کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت کے بدل خلع میں ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ (الرحمان:9)

اور انصاف کے ساتھ وزن کو قائم رکھو اور تولنے میں کمی نہ کرو۔

اس اعتبار سے اقامت صلوٰۃ کا معنیٰ یہ ہے کہ نماز کی تمام شرائط پوری کی جائیں، اس کے تمام فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کے ساتھ نماز کی تمام ظاہری حدود پوری کی جائیں اور نماز میں ادھر ادھر کی سوچ و بچار نہ ہو اور نماز کے دوران دنیاوی منصوبوں اور دنیاوی خیالات میں منہمک اور مستغرق نہ ہو وہ صرف یہ سوچے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہے اور اس سے مناجات کر رہا ہے فقط اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور دوران نماز اس کا ڈر اور خوف دامن گیر رہے، یہ نماز کی باطنی حدود ہیں اور اسی کا نام خشوع ہے۔

ان کی امثال یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ (المومنون:2)

وہ لوگ جو اپنی نمازیں خشوع سے پڑھتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

ثم قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من توضا نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لا یحدث فیهما نفسه غفر له ماتقدم من ذنبه

ترجمہ:- پھر حضرت عثمان بن غفان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے میرے اس طریقہ سے وضو کیا پھر اس طرح دو رکعت نماز پڑھی کہ اس میں اپنے دنیاوی کاموں کے منصوبے بنائے اور نہ ان میں سوچ و بچار کی تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (صحیح البخاری: ج:1، ص:28)

ایک اور روایت میں ہے: **عن انس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا صلی یناجی ربه**

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل سے چپکے چپکے ہمکلام ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: ج:1، ص:76)

نیز اقام العود کا معنیٰ ہے گیلی لکڑی کی کجی کو آگ کی گرمی پہنچا کر سیدھا کرنا اس لحاظ سے اقامت صلوٰۃ کا معنیٰ ہے:

ہر قسم کی کمی اور کجی سے افعال نماز کی حفاظت کرنا۔

قرآن مجید میں ہے: وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ (المومنون:9)

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اقام کا معنیٰ کسی چیز کو دائماً کرنا بھی ہے اس لحاظ سے اقامت صلوٰۃ کا معنیٰ ہے:
نماز کو پابندی کے ساتھ ہمیشہ پڑھنا۔
قرآن مجید میں ہے: اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ○ (المعارج:23)
وہ لوگ جو نمازوں کو پابندی سے ہمیشہ پڑھتے ہیں۔
اقام الامر کا معنیٰ کسی چیز کو شوق کی فراوانی، پوری توجہ اور دلچسپی سے کرنا بھی ہے۔ اس لحاظ سے اقامت صلوٰۃ کا معنیٰ ہے نماز کو اس کے وقت پر پوری توجہ، شوق اور انہماک سے پڑھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سستی اور غفلت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔
فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ○ (الماعون:4،5)
خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا○ (النساء:142)
اور جب منافق نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں (محض) لوگوں کو دکھانے کے لئے اور صرف تھوڑا سا اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ
نماز قائم کرنے کا معنیٰ ہے۔ نماز کو اس کے ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ پڑھنا ہر قسم کی کمی اور کجی سے نماز کی حفاظت کرنا، نماز کو پابندی اور دوام کے ساتھ پڑھنا اور نماز کو اپنے وقت پر شوق اور توجہ سے پڑھنا۔

ضروری عرض

فقیر و حقیر نے ادنیٰ سی کوشش کر کے کتاب الصلوٰۃ کی احادیث مبارکہ کو شروع کرنے سے قبل چند ضروری ابحاث ذکر کی ہیں تا کہ نماز کی اہمیت ظاہر ہو۔ اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ کاوش کو قبول و منظور فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

باب
نماز کا فرض ہونا

یہ باب نماز کی فرضیت کے متعلق ہے۔

331 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَمِّهِ اَبِى سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّاْسِ يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهِ وَلَا يُفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتّٰى دَنَا فَاِذَا هُوَ يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِى الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ هَلْ عَلَىَّ غَيْرُهُنَّ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَّوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَىَّ غَيْرُهُ قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَّوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةَ قَالَ فَهَلْ عَلَىَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَّوَّعَ فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَا اَزِيدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ اَبِى سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ اَبِى عَامِرٍ بِاِسْنَادِهِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ اَفْلَحَ وَاَبِيهِ اِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَاَبِيهِ اِنْ صَدَقَ

سہیل بن مالک اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص اہل نجد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اس کی آواز میں سریلہ پن تھا اور جو وہ کہتا سمجھ نہ آتا حتیٰ کہ قریب ہوا تو اس نے اسلام کے بارے میں پوچھا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دن اور رات میں پانچوں نمازیں ہیں۔ اس نے عرض کیا: کیا ان کے علاوہ مجھ پر کچھ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! مگر نوافل۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ماہ رمضان کے روزوں کا بھی ذکر فرمایا۔ اس نے عرض کیا: کیا اس کے علاوہ مجھ پر کچھ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں مگر نوافل (روزے) کہا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا بھی ذکر فرمایا۔ اس نے عرض کیا: کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! مگر نوافل (صدقہ) پس وہ شخص جونہی پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو وہ کہتا جا رہا تھا اللہ تعالیٰ کی قسم نہ تو میں اس میں زیادتی کروں گا اور نہ کمی بیشی کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر سچ کہا ہے تو فلاح پا گیا۔ ابو سہیل نافع بن مالک بن ابو عامر نے اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث مبارکہ کو ذکر کر کے فرمایا: فلاح پا گیا۔ اور اسی میں ہے۔ اگر سچ کہا تو جنت میں داخل ہوا۔ اپنے والد محترم کی قسم اگر اس نے سچ کہا۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز: 1، ص: 212، الموطا: جز: 1، ص: 175، سنن نسائی: جز: 2، ص: 238، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 11)

تشریح:

یہاں پر چند ضروری ابحاث ہیں۔

1- نماز کب فرض ہوئی۔

2- پانچوں نمازوں سے قبل بھی کوئی نماز فرض تھی یا نہیں۔

3-نماز کی فرضیت قرآن مجید وحدیث مبارکہ سے۔ 4-پانچوں نمازیں کس کس نبی سے مشروع ہیں۔
5-نماز کی فرضیت کے منکر کا حکم۔ 6-تارک نماز کا حکم۔
7-بعثت سے قبل کس نبی کی شریعت پر نبی کریم ﷺ عمل کرتے تھے۔

پہلی بحث

نماز کب فرض ہوئی؟

نماز کی فرضیت کی تاریخ میں اختلاف ہے۔
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں تین قول نقل کیے ہیں۔
1-نبوت کے پندرہ ماہ بعد 2-نبوت کے پانچ سال بعد
3-ہجرت سے ایک سال قبل۔
علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں دو قول لکھے ہیں۔
1-ہجرت سے ایک سال اور پانچ ماہ قبل 2-ہجرت سے ایک سال اور تین ماہ قبل۔
اور حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں دس سے زیادہ اقوال لکھے ہیں انہوں نے سب سے پہلے قبل الھجرت بسنۃ ہی کو ذکر کیا اور لکھا ہے کہ اسی کے ابن سعد قائل ہیں۔
اس سلسلے میں ماہ اور تاریخ میں بھی اختلاف ہے۔
بعض نے کہا: 27 ربیع الاول
بعض نے کہا: 27 رجب المرجب
اور شوال اور رمضان المبارک کا قول بھی آیا ہے۔
مگر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے 27 رجب المرجب کو راجح قرار دیا ہے۔
اور کس دن فرض ہوئی اس میں بھی اختلاف ہے۔
1-بعض نے کہا: لیلۃ الجمعۃ 2-بعض نے کہا: لیلۃ السبت
3-بعض نے کہا: یوم الاثنین
یوم الاثنین یعنی سوموار کے قول پر نبی کریم ﷺ کی ولادت طیبہ، بعثت کے دن، معراج کی رات، ہجرت کے دن پر تمام کا اتفاق ہوتا ہے۔

بہر حال حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے شب اسراء کو پانچوں نمازیں فرض ہوئیں۔ (فتح الباری: ج:1،ص:465)

دوسری بحث

پانچوں نمازوں سے قبل بھی کوئی نماز فرض تھی یا نہیں:

اس بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ
شعب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں تھی۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا○ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا○
(المزمل:1تا4)

اے چادر لپیٹنے والے! رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑی رات آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں یا اس پر کچھ بڑھا دیں اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں۔

علامہ حربی نے کہا ہے کہ
پہلے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعت صبح کی نماز فرض تھی اور دو رکعت شام کی نماز فرض تھی۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ○ (آل عمران:41)
صبح و شام کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیجیے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ پہلے پوری رات کی نماز فرض تھی پھر حسب ذیل آیت سے پوری رات کا قیام منسوخ ہو گیا اور رات کے بعض حصہ کا قیام فرض ہو گیا۔

قرآن مجید میں ہے: عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ (المزمل:20)
اللہ کو علم (اے مسلمانو) تم پوری رات کا ہرگز احاطہ نہ کر سکو گے تو وہ رحمت سے تم پر متوجہ ہوا سو اس میں سے جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور جب شب اسراء کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو رات کے حصہ کے قیام کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔
(فتح الباری: ج:1، ص:465)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں: معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل ہوئی۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ
پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھا دی گئی، ہجرت کے ایک سال بعد یہ تعداد بڑھائی گئی تھی۔ (الروض الانف: ج:1، ص:163)

تیسری بحث

نماز کی ابتداء کس طرح ہوئی؟

اس سلسلے میں یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا اور آپ ﷺ نے بھی وضو کیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نماز ادا فرمائی تو آپ ﷺ نے آپ علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور وضو کی تعلیم دی، حضرت جبرائیل علیہ السلام وضو کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے پھر نبی کریم ﷺ نے اسی طرح وضو کیا پھر جبرائیل علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (الروض الانف: ج:1 ص:163)

چوتھی بحث

نمازوں کی فرضیت قرآن و حدیث مبارکہ سے

نماز کی فرضیت کے متعلق قرآن مجید کی آیات کریمہ درج ذیل ہیں:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (البقرہ:43) اور نماز قائم کرو۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (البینۃ:5)

اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے۔ ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔

اور احادیث مبارکہ سے نماز کی فرضیت اس طرح ثابت ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور ماہ رمضان کا روزہ رکھنا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:21)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اسلام میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وقت میں نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں نماز دین کا ستون ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 2807)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ
وہ عمل ارشاد فرمائیں کہ جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے بچائے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم رکھ اور زکوٰۃ دے اور رمضان کا روزہ رکھ اور بیت اللہ کا حج کر۔
اور اس حدیث مبارکہ میں یہ بھی ہے کہ
اسلام کا ستون نماز ہے۔ (جامع ترمذی: رقم الحدیث: 2625)
ایک اور روایت میں ہے: عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے بچے سات برس کے ہوں تو ان کو نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو مار کر پڑھاؤ۔ (سنن ابوداود: رقم الحدیث: 495)

پانچویں بحث

پانچوں نمازیں کس کس نبی سے مشروع ہوئی ہیں؟

اس بارے میں یہ ہے کہ نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام نے ادا فرمائی۔
نماز ظہر حضرت داؤد علیہ السلام نے ادا فرمائی۔
نماز عصر حضرت سلمان علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام نے ادا فرمائی۔
نماز مغرب حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے ادا فرمائی۔
اور نماز عشاء حضرت یونس علیہ السلام اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے ادا فرمائی۔
دلائل ملاحظہ ہوں۔
1- جب صبح کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو آپ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی پس وہ نماز فجر ہوگئی۔
2- ظہر کے وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب حضرت اسحاق علیہ السلام سے نوازا گیا تو آپ علیہ السلام نے چار رکعات ادا کیں پس وہ نماز ظہر ہوگئی۔
3- جب حضرت عزیر علیہ السلام کو (سو سال بعد) اٹھایا گیا تو ان سے پوچھا گیا۔

آپ علیہ السلام اس حالت میں کتنا عرصہ رہے۔
تو انہوں نے کہا: ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ۔
پس انہوں نے چار رکعات ادا کیں تو وہ نماز عصر ہوگئی۔

4- یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عزیر اور حضرت داؤد علیہما السلام کی مغرب کے وقت مغفرت ہوئی تو انہوں نے چار رکعات نماز شروع کی تھک کر تیسری رکعت میں بیٹھ گئے پس وہ نماز مغرب ہوگئی۔

5- اور جس مقدس نبی نے سب سے پہلے آخری نماز عشاء ادا فرمائی وہ ہمارے نبی مکرم سیّدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1014)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہا گیا ہے کہ

نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام ظہر حضرت داؤد علیہ السلام

عصر حضرت سلیمان علیہ السلام مغرب حضرت یعقوب علیہ السلام

اور عشاء حضرت یونس علیہ السلام کے لئے تھیں جن کو اس امت میں جمع کر دیا گیا ہے۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی لکھتے ہیں: حدیث مبارکہ میں ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام نے صبح کی نماز ادا فرمائی۔
حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہر کی نماز ادا فرمائی۔
حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔
اور حضرت یونس علیہ السلام نے عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ (انسان العیون: ج:2، ص:149)

ان انبیاء کرام علیہم السلام نے فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ پانچوں نمازیں اس امت میں جمع فرما دیں اور اس امت کو یہ شرف عطا فرمایا لہٰذا یہ اس امت مسلمہ کی خصوصیت ہے۔ اس سے قبل کسی امت پر پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئیں حتیٰ کہ بنی اسرائیل پر بھی صرف دو نمازیں فرض ہوئی تھیں جس کی دلیل یہ ہے۔

سنن نسائی کے آخری الفاظ یہ ہیں: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)
پھر میں پانچ نمازیں لے کر لوٹا۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے رب عزوجل سے مزید تخفیف کا سوال کیجئے کیونکہ بنی اسرائیل پر صرف دو نمازیں فرض کی گئی تھیں لیکن وہ ان کو بھی نہ پڑھ سکے۔ (سنن نسائی: ج:1، ص:52)

چھٹی بحث

نماز کی فرضیت کے منکر کا حکم

نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔

بہار شریعت میں ہے۔

ہر مکلف یعنی عاقل بالغ پر نماز فرض عین ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔(بہار شریعت:ج:1،ص:443)

ساتویں بحث

تارک نماز کا حکم

تارک نماز کے متعلق ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

اس میں تو اجماع ہے کہ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کر دے وہ کافر ہے اور وہ شخص ملت اسلام سے خارج ہے مگر یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا یا مسلمانوں کے ساتھ اتنا عرصہ نہ رہا ہو کہ اس کو نماز کی فرضیت کا علم ہو جائے اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس نے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا ہے جس طرح کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام شافعی، امام مالک اور جمہور سلف اور خلف کا مسلک یہ ہے کہ

وہ کافر نہیں فاسق ہے اس سے توبہ طلب کی جائے اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اس کو حداً قتل کر دیا جائے گا جس طرح شادی شدہ زانی کو حد میں سنگسار کیا جاتا ہے مگر اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔

متقدمین کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ

وہ کافر ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

عبداللہ بن مبارک اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔

اور بعض اصحاب شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

امام ابوحنیفہ کوفہ کے دیگر علماء اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام مزنی رحمۃ اللہ کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے اور نماز پڑھنے لگے۔

جمہور فقہاء جن کا یہ موقف ہے کہ

نماز ترک کرنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا ان کا استدلال اس آیت مبارکہ سے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (نساء:48)

بے شک اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم ہو اس کو بخش دیتا ہے جس کے لئے چاہے۔

اور نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات سے استدلال کرتے ہیں۔

جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

ایک اور روایت میں ہے:

جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کو لا الٰہ الا اللہ کا یقین تھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

ایک اور روایت میں ہے: جس نے لا الٰـہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ نے اس کو دوزخ پر حرام کر دیا۔ اور جو علماء کرام تارک نماز کو قتل کرنے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (توبہ:5)

”پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو ان کو پکڑو اور ان کا محاصرہ کر لو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔“

اس آیت کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا ہے یعنی اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو ورنہ ان کو قتل کر دو۔

نیز اس حدیث مبارکہ سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں لا الٰـہ الا اللہ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے۔

اس حدیث کے بھی مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے یعنی جس شخص نے نماز نہیں پڑھی اس کی جان اور مال محفوظ نہیں ہوں گے۔

فقہاء احناف اس آیت اور حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

اس آیت اور اس حدیث مبارکہ میں صرف نماز کے ترک پر قتل کرنے کا حکم نہیں ہے اور بحث اس میں ہے اس آیت اور حدیث مبارکہ میں اس شخص کو قتل کرنے کا حکم ہے جو ایمان نہ لائے اور نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے یعنی ایمان اور عمل صالح

دونوں کے مجموعہ کے تارک کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ صرف نماز کے تارک کو اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں سے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے قتال کیا تھا وہ ادائیگی زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے۔

جو علماء تارک نماز کو کافر کہتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

اور دوسرے علماء نے اس حدیث مبارکہ ''بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے'' کی یہ تاویل کی ہے کہ انسان نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس سزا کا مستحق ہے جو کافر کو نماز ترک کرنے کی وجہ سے دی جاتی ہے۔

یا یہ تاویل ہے کہ

جو شخص نماز کے ترک کو جائز اور حلال سمجھے وہ کافر ہے۔

یا یہ کہ

نماز کے ترک کی شامت انسان کو آل کار کفر کی طرف لے جاتی ہے یا اس کا نماز نہ پڑھنا کافروں کا فعل ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جو فقہاء نماز ترک کرنے والے کو قتل کرنے کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مسلمان شخص اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور میرے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کی گواہی دیتا ہو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب نہ پایا جائے وہ شخص شادی شدہ زانی ہو، جان کا بدلہ جان ہو وہ شخص دین اسلام کو ترک کر کے جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے۔ (صحیح مسلم: ج:2، ص:59)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو قتل کرنے کے جو تین اسباب بتائے ہیں ان میں نماز کو ترک کرنا داخل نہیں ہے اس لیے اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

اب چاروں فقہاء کرام کے مذاہب دلائل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

فقہاء مالکیہ کا مذہب

فقہاء مالکیہ کا مذہب یہ ہے: علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں: جس شخص نے کئی نمازیں عمداً ترک کیں حتیٰ کہ ان کا وقت نکل گیا اگر وہ ان کے متعلق سوال کرے تو ان سے کہا جائے گا کہ وہ استغفار کرے اور جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے نمازوں کو ترک کرتا ہے اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو دھمکایا جائے گا اور مارا پیٹا جائے گا۔ اگر اس کے بعد اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو حداً قتل کر دیا جائے گا نہ کہ کفراً بہ شرطیکہ وہ نماز کی فرضیت کا اقرار کرتا ہو اور منکر نہ ہو۔

ابن التلمسانی نے اپنی شرح میں ابن العربی سے نقل کیا ہے کہ

روزہ بھی نماز کی طرح ہے اس کے تارک کو بھی قتل کیا جائے گا۔

ذخیرہ میں لکھا ہے کہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روزہ اور نماز کا تارک قتل کیا جائے گا۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور عراقیین کے نزدیک تارک زکوٰۃ کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ زکوٰۃ تو جبراً لی جاسکتی ہے۔

(مواہب الجلیل: ج:1 ص:421)

علامہ خرشی مالکی لکھتے ہیں: اگرچہ تارک نماز یہ کہے کہ میں نماز پڑھوں گا اور بدستور ترک کرتا رہے اور نماز شروع نہ کرے پھر بھی اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ مذہب کے نزدیک قولاً اور فعلاً امتناع اور صرف فعلاً امتناع میں کوئی فرق نہیں ہے اس کو نماز کے ترک کرنے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور نماز ترک کا محقق ہے۔ (الخرشی علی مختصر خلیل: ج:1 ص:227)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں: تارک نماز کو تلوار سے حداً قتل کیا جائے گا اس کی نماز جنازہ کوئی فاضل عالم نہیں پڑھائے گا اور اس کی قبر قائم رکھی جائے گی اس کو ہموار نہیں کیا جائے گا۔ (الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی: ج:1 ص:191)

فقہاء حنابلہ کا مذہب:

فقہاء حنابلہ کا مذہب یہ ہے: علامہ مرادی حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیے بغیر سستی سے نماز کو ترک کیا تو اس کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جائے اگر وہ نماز کا وقت تنگ ہونے تک نہ پڑھے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے یہی مذہب ہے اور اسی پر جمہور اصحاب کا عمل ہے۔

ابو اسحاق بن شاقلا نے کہا: اگر اس نے ایک نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت بھی مل گیا تو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

یہ قول حسن ہے۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ

وہ تین نمازیں ترک کرے اور چوتھی کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

اور ایک روایت میں تین دن کی نمازوں کا ذکر ہے۔ (الانصاف: ج:1 ص:401)

نماز پڑھنے کی دعوت امام یا اس کے نائب کی طرف سے دی جائے گی اگر دعوت سے پہلے اس نے کثیر نمازیں بھی ترک کی ہوں تو اس کو قتل کرنا واجب نہیں ہے اس کی توبہ نماز پڑھنا ہے۔ (الانصاف: ج:1 ص:402)

آیا اس کو قتل حداً کیا جائے گا یا کفراً۔

اس میں دو روایتیں ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ

اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور یہی مذہب ہے اور اکثر فقہاء کا مختار ہے۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ

اس کو حداً قتل کیا جائے گا اور یہ بعض فقہاء کا مختار ہے اور مذہب حنابلہ کے مطابق اس کا حکم کفار کا حکم ہے اس کو نہ غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا وہ کسی کا وارث نہ ہوگا نہ اس کا کوئی وارث ہوگا وہ مرتد کی مثل ہے۔(الانصاف:ج:1،ص:404،405)

نماز کے علاوہ اور کسی عبادت کو سستی سے ترک کیا تو یہ کفر نہیں ہے۔(الانصاف:ج:1،ص:403)

فقہاء شافعیہ کا مذہب:

فقہاء شافعیہ کا موقف یہ ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جس شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیا وہ مرتد ہے اور اس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔ جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے نماز کو ترک کیا مثلاً نیند یا نسیان کی وجہ سے تو اس پر فقط قضاء ہے اور اس کے لئے وقت میں وسعت ہے جس شخص نے بغیر عذر کے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا تو صحیح قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور شاذ قول یہ ہے کہ

وہ منکر نماز کی طرح مرتد ہے۔

صحیح قول کی بناء پر نماز کے تارک کو حداً قتل کیا جائے گا اس کو کب قتل کیا جائے۔

صحیح قول یہ ہے کہ

جب وہ ایک نماز کو ترک کردے اور اس کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

جب دوسری نماز کا وقت تنگ ہو جائے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ

جب تیسری نماز کا وقت تنگ ہو جائے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ

جب وہ چار نمازیں ترک کر دے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ

جب وہ سستی کی وجہ سے نمازیں ترک کرنے کا عادی بن جائے۔
لیکن مذہب پہلا قول ہے۔
صحیح یہ ہے کہ
اس کو مرتد کی طرح تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ (روضۃ الطالبین: ج:1،ص:668)
جب تارک نماز کو قتل کیا جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنائی جائے گی جیسا کہ باقی مرتکبین کبیرہ کے لئے کیا جاتا ہے۔
اور ایک قول یہ ہے کہ
اس کو غسل نہ دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو کفن پہنایا جائے گا اور اس کی قبر مٹادی جائے گی۔
(روضۃ الطالبین: ج:1،ص:634)

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں: تارک نماز کو حداً قتل کرنے کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔
فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ (التوبہ:5)
تم مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرو ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو سو اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔''
نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے لوگوں سے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔
اس آیت کا تقاضہ یہ ہے کہ
جو شخص نماز قائم نہ کرے اس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔
اور پہلی حدیث مبارکہ کا تقاضہ یہ ہے کہ
جو نماز نہ پڑھے اس سے قتال کرنے کا حکم ہے۔

اور دوسری حدیث مبارکہ کا تقاضہ یہ ہے کہ
جو تارک نماز ہو اس کو قتل کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔(شرح المہذب:ج:1،ص:17)

فقہاء شافعہ کے دلائل کے جوابات:

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات اس طرح ہیں۔
پہلی بات تو یہ ہے کہ
اس آیت کریمہ سے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے جو استدلال کیا ہے فقہاء احناف نے اس کے متعدد جواب دیے ہیں۔
پہلا جواب یہ ہے کہ
ان کا استدلال مفہوم مخالف سے ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال صحیح نہیں ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ
اس آیت کریمہ میں یہ فرمایا ہے کہ
اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔
اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ
اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑو اور راستہ چھوڑنے کو قتل کرنا لازم نہیں ہے۔
بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
ان کو گرفتار کر کے ان کو قید کیا جائے یا مارا پیٹا جائے۔
تیسرا جواب یہ ہے کہ
اگر راستہ نہ چھوڑو کا مطلب قتل کرنا ہو تو پھر تارک نماز کی طرح تارک زکوٰۃ کو بھی حداً قتل کرنا واجب ہونا چاہئے کیونکہ اس آیت میں دونوں کا ذکر ہے حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تارک نماز کو قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں۔
چوتھا جواب یہ ہے کہ
اس آیت میں مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مسلمان تارک نماز کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور بحث اسی میں ہے۔
علامہ نووی نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے۔
علاوہ ازیں اس میں تارک نماز سے قتال اور جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔
اور پانچواں جواب یہ ہے کہ
اس حدیث مبارکہ میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ذکر ہے اس لیے شافعیہ کا تارک نماز اور تارک زکوٰۃ میں فرق کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

علامہ نووی نے سنن ابوداؤد کی جس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے۔
علاوہ ازیں اس حدیث مبارکہ کے متعلق علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خود لکھا ہے یہ حدیث ضعیف ہے اس میں ایک مجہول راوی ہے۔(شرح المہذب:ج:1،ص:13)

فقہاء احناف کا مذہب

فقہاء احناف کا موقف یہ ہے۔
علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص نماز کو عمداً سستی سے ترک کرے وہ فاسق ہے اس کو قید کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے کیونکہ بندہ کو بندوں کے حق کے بدلہ میں قید کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حق کے بدلہ میں بندہ کو قید کرنے کا زیادہ حق ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ
اس کو اس حد تک مارا جائے کہ اس کا خون بہنے لگے۔(الدرمختار علی ردالمحتار:ج:1،ص:235)
علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے: امام محبوبی نے کہا ہے کہ
تارک نماز کو مارا جائے۔
حلیہ میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے۔
اور کہا: بشمول زہری ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ
تارک نماز کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے یا توبہ کرے۔(ردالمحتار:ج:1،ص:235)
فقہاء احناف تارک نماز کو فاسق کہتے ہیں اور اس کو حداً یا کفراً قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں۔
ان کے موقف پر یہ حدیث مبارکہ صراحۃً دلالت کرتی ہے۔
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کا وضو کیا اور ان نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھا اور ان کے رکوع اور خشوع کو مکمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) ان کو بخشنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا اللہ تعالیٰ پر کوئی ذمہ نہیں اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔

(سنن ابوداؤد:ج:1،ص:61)
علامہ نووی اس حدیث مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں: اس حدیث مبارکہ کو امام ابوداؤد اور دیگر ائمہ حدیث نے اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔(شرح المہذب:ج:1،ص:17)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان اور کفر وشرک کے درمیان نماز کو ترک کرنا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2628)
علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ
جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس کے اور کفر کے درمیان کوئی مانع اور حجاب نہیں ہے وہ کافر ہو گیا اور یہ حدیث مبارکہ اسی ظاہری معنی پر محمول ہے۔
اس کی تفصیل یہ ہے کہ
جب وہ نماز ترک کر دے تو جمہور کا قول یہ ہے کہ
اگر اس نے آخر وقت تک نماز نہیں پڑھی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ	امام احمد رحمۃ اللہ علیہ
امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ	حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

اور علامہ ابن حبیب مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو کفر کی بناء پر قتل نہیں کیا جائے گا۔
اور امام مالک، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما اور دیگر علماء کے نزدیک اس کو حداً قتل کیا جائے گا۔
فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ
اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس وقت تک سزا دی جائے گی اور قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ نماز نہ پڑھ لے۔
صحیح یہ ہے کہ
وہ شخص کافر نہیں کیونکہ کفر انکار کو کہتے ہیں اور یہ نماز کی فرضیت کا منکر نہیں ہے اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس شخص نے ان نمازوں کے لئے اچھی طرح وضو کیا اور ان کو اپنے اوقات میں پڑھا اور ان کا پورا پورا رکوع اور خشوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ازراہ کرم اس کی مغفرت کرنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ پر اس کا کوئی ذمہ نہیں ہے اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور وہ چاہے تو اس کو عذاب دے۔
اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ
نماز کا ترک کرنا کفر نہیں ہے اور یہ شرک سے کم درجہ کی معصیت ہے۔

اور شرک سے کم درجہ کی معصیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:48)

"بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم درجہ کے گناہ کو جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔"

قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کی تصریح سے واضح ہو گیا کہ سستی اور کاہلی سے نماز کو ترک کرنا کفر اور شرک نہیں ہے۔

(المفہم: ج:1،ص:172)

تارک نماز کو قتل نہ کرنے پر دلیل

تارک نماز کو قتل کرنے کے عدم جواز پر یہ دلیل ہے کہ

اسلام میں صرف تین جرموں کی سزا قتل ہے کہ مسلمان کو ناجائز قتل کیا ہو شادی شدہ شخص نے زنا کیا ہو یا کسی شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کر لیا ہو۔ ان تینوں جرموں کے سوا اور کسی جرم میں کسی مسلمان کو بطور حد قتل کرنا جائز ہی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کسی مسلمان مرد کو جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، تین جرموں میں سے کسی ایک کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

جان کا بدلہ جان۔

شادی شدہ زانی اور دین سے نکلنے والا۔

اور مسلمین کی جماعت کو چھوڑنے والا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6878)

علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی 1068ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام احوال اور تمام صورتوں میں کفار کے قتل کو مباح فرما دیا پھر اس صورت میں ان کے قتل کو حرام فرمایا جب وہ کفر سے توبہ کر لیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جس صورت میں یہ مجموع نہیں پایا جائے گا اس صورت میں ان کو قتل کرنا اپنی اصل پر مباح ہو گا پس تارک نماز کو قتل کر دیا جائے گا اور شاید اسی آیت (فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ) کی بناء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا تھا اور دو فرضوں کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ ان کا اظہار کرنا لازم ہے اور باقی فرائض کی ادائیگی پر مطلع ہونا دشوار ہے۔

علامہ مزنی شافعی نے فقہاء شافعیہ پر اس مسئلہ میں ایک اعتراض کیا ہے جس کا جواب دینے میں فقہاء شافعیہ حیران اور

مبہوت ہو گئے جیسا کہ علامہ سبکی شافعی نے طبقات میں اس کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ مزنی نے کہا: جس نماز کا وقت گزر چکا ہے یا تو تارک نماز کو اس کے ترک پر قتل کیا جائے گا اور یا اس نماز کے ترک پر قتل کیا جائے گا جس کو اس نے ادا نہیں کیا اور اس کا وقت موجود ہے۔ اول الذکر میں اس کو قتل کرنا اس لیے درست نہیں کہ قضاء نماز کی ادائیگی کو ترک کرنے پر قتل نہیں کیا جاتا۔ اور ثانی الذکر صورت میں اس کو قتل کرنا اس لیے درست نہیں کہ جب تک کہ نماز کا وقت ختم نہ ہو جائے اس کے لئے نماز کو مؤخر کرنا جائز ہے۔

فقہاء شافعین نے اس اعتراض کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ

یہ اعتراض امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر بھی وارد ہو گا۔

جو یہ کہتے ہیں کہ

تارک نماز کو قید کیا جائے یا اس کو مارا پیٹا جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ

جس شخص نے بغیر کسی عذر کے عمداً نماز کو ترک کر دیا تو اس نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس کو قید کر لیا جائے گا اور جب تک وہ ترک نماز سے توبہ نہیں کرے گا اور وقت پر نماز پڑھنے کا عادی نہیں ہو جائے گا اس کو قید سے نہیں چھوڑا جائے گا اور اس جواب میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

فقہاء شافعیہ نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ

جس نماز کا وقت نکل گیا اس کے بعد اس کو قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اس نماز کو بلا عذر ترک کیا ہے۔

یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ

قضاء نماز کو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے یہ تصریح کی ہے کہ

کسی شخص کو قضاء نماز کی وجہ سے مطلقاً قتل نہیں کیا جائے گا اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے اصحاب کا مذہب بھی یہ ہے کہ قضاء نماز میں تاخیر کی وجہ سے کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

فقہاء شافعیہ نے تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ

اگر کسی شخص نے وقت پر نماز ادا نہیں کی اور نماز کا آخری وقت آ گیا تو آخری وقت میں اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ

اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ تارک نماز قتل کی سزا کا مرتد سے بھی زیادہ حق دار ہے کیونکہ مرتد کو بھی فوراً قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو توبہ کرنے کے لئے تین دن کی مہلت دی جاتی ہے اور اس شخص کو اتنی مہلت بھی نہیں دی گئی کہ اس نماز کا وقت نکل جائے

کیونکہ اگر نماز کا وقت نکل جائے گا تو وہ نماز قضاء ہو جائے گی اور قضاء نماز کی ادائیگی میں تاخیر پر ان کے نزدیک بھی قتل نہیں کیا جاتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر علامہ مزنی شافعی کا یہ وہ قوی اعتراض ہے جس کا فقہاء شافعیہ میں سے کسی سے بھی جواب نہیں بن پڑا۔ (عنایت القاضی: ج:4،ص:302)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا اور عرب کے قبائل میں سے جو کافر ہوئے وہ کافر ہو گئے۔

تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ کیسے لوگوں سے قتال کریں حالانکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پس جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کرلیا ماسوا اس کے حق کے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ضرور اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے قتال کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:1399)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں: علامہ نووی شافعی نے کہا: اس حدیث مبارکہ سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ جو شخص نماز کے وجوب کا معتقد ہو اور عمداً نماز کا تارک ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

جمہور کا یہی موقف ہے۔

اور امام ابوحنیفہ اور علامہ مزنی شافعی نے یہ کہا ہے کہ

اس کو قید کرلیا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کرلے اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

جمہور فقہاء پر یہ اعتراض ہے کہ

انہوں نے اس حدیث سے نماز کے تارک کو قتل کرنے پر استدلال کیا ہے اور وہ مانع زکوٰۃ کو قتل کرنے کا نہیں کہتے حالانکہ یہ حدیث ان دونوں کو شامل ہے۔

اور ان کا مذہب یہ ہے کہ

مانع زکوٰۃ سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی اور زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے اس کو تعزیر دی جائے گی۔ نیز اس حدیث مبارکہ سے عمداً تارک نماز کو قتل کرنے پر استدلال کرنا اس لیے بھی درست نہیں ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے کا ذکر ہے نہ کہ ان کو قتل کرنے کا اور قتال اور قتل میں فرق ہے، قتال جانبین سے ہوتا ہے اور قتل جانب واحد سے۔

(عمدۃ القاری: ج:1، ص:182)

شیخ انور کشمیری نے لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمداً تارک نماز کو حداً قتل کر دیا جائے گا اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو تین دن قید میں رکھا جائے گا اگر اس نے نماز پڑھ لی تو ٹھیک ورنہ اس پر ضرب لگائی جائے گی۔ (فیض الباری: ج:1، ص:106)

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرتا ہو لیکن نماز کا تارک ہو اور کہنے کے باوجود بھی نماز نہ پڑھتا ہو اس کے متعلق امام احمد اسحاق اور ابن المبارک نے یہ کہا ہے کہ

وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مذہب یہ ہے کہ

اس شخص کو حداً قتل کر دیا جائے۔

اور امام ابوحنیفہ اور اہل ظواہر کا مذہب یہ ہے کہ

اس کو قید کیا جائے اور اس پر تعزیر لگائی جائے حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔

اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مبارکہ مختلف ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کو تین وجوہ کے سوا اور کسی وجہ سے قتل کرنا جائز نہیں ہے ایمان کے بعد کفر کرے یا شادی شدہ شخص زنا کرے یا کسی شخص کو بغیر بدلہ کے قتل کرے۔

یہ حدیث مبارکہ امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان (سلامتی کا) عہد نماز ہے سو جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ اور کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کا ترک کرنا ہے۔

یہ احادیث مبارکہ امام احمد، اسحاق اور ابن المبارک کی دلیل ہیں جو تارک نماز کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس کے کفر کی وجہ سے اس کے قتل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کو تغلیظ اور زجر و توبیخ پر محمول کرتے ہیں۔

اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ

نماز کا ترک کرنا کافروں کا فعل ہے اور یہ صورۃً کفر ہے حقیقۃً کفر نہیں ہے اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما جو تارک نماز کے حداً قتل کرنے کو واجب کہتے ہیں ان کا قول ضعیف ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے البتہ ایک ضعیف قیاس ہے کہ سب سے بڑا حکم نماز کا ہے اور سب سے بڑی نہی قتل ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جو تارک نماز کو کافر کہتے ہیں یہ قول خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے جو گناہوں کی وجہ سے مومن کی تکفیر کرتے ہیں۔ (بدایۃ المجتہد: ج:1،ص:65تا66)

آٹھویں بحث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل کس نبی کی شریعت پر عمل کرتے تھے:

اس بارے میں علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں: بعثت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مخصوص نبی کی شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یا کسی اور نبی کی شریعت میں سے جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف کے مطابق ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل کرتے تھے۔

اور حدیث صحیح میں ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں عبادت کرتے تھے۔ (الدر مختار علی رد المحتار: ج:1،ص:239)

☆ **قولہ خمس صلوٰت**

شوافع نے اس قول سے استدلال کیا کہ وتر واجب نہیں ہے۔

ہم نے اس کا یہ جواب دیا کہ

وتر کی نماز تابع ہے مشا کے اسی وجہ سے اس کو مستقل طور پر ذکر نہیں کیا گیا۔

قولہ واللہ لا ازید علی ھذا ولا انقص

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوا وہ یہ کہ اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس پر نہ تو زیادتی کروں گا اور نہ کمی کروں گا یہاں پر لا انقص کہنا تو ٹھیک ہے سمجھ میں بھی آتا ہے مگر لا ازید کہنا ٹھیک نہیں گویا کہ وہ ترک نوافل پر قسم کھا رہا ہے اور پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے متعلق ارشاد فرما رہے ہیں اگر سچ کہا تو فلاح پا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ شخص اپنی قوم کا قاصد تھا اس کی مراد یہ تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پہنچانے میں کمی زیادتی نہیں کروں گا۔ عمل میں کمی زیادتی کی نفی مراد یا نفی زیادتی کی من حیث الاعتقاد والفرضیت ہے یعنی پانچ نمازوں پر فرض ہونے کی حیثیت سے زیادتی نہیں کروں گا مثلاً پانچ نمازوں کے بجائے چھ کو فرض سمجھوں یا چار رکعت کے بجائے پانچ پڑھوں اس طرح ہرگز نہیں

کروں گا۔

قوله لا الا ان تطوع

الا میں اتصال ہے معنی ہوگا کچھ اور واجب نہیں اگر نفل شروع کرے تو واجب ہو جائیں گے۔

اشکال

اشکال یہاں پر یہ ہوتا ہے کہ

یہی اصول صدقہ میں بھی ہے اور مطلق صدقہ زکوٰۃ اور عشر کو بھی کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ وعشر کے علاوہ مال پر کچھ واجب نہیں ہوتا حالانکہ صدقہ فطر اور نفقات واجبہ یعنی بیوی بچوں کے خرچے بھی واجب ہوتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہاں وہ صدقہ مقصود ہے جو صرف مال کی وجہ سے واجب ہو وہ صرف یہی زکوٰۃ وعشر ہیں۔ باقی صدقہ فطر کا سبب راس یمونہ ویلی علیہ اور بیوی کا خرچہ نکاح کی وجہ سے واجب، بچوں اور والدین کا خرچہ قرابت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔

☆ قوله افلح و ابيه

یہاں پر وابیــــہ کی زیادتی ہے جبکہ پہلی روایت میں اس کی زیادتی نہیں تھی یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سوال کرنے والے کے باپ کی قسم کھائی حالانکہ باپوں کی قسم کھانے میں منع وارد ہوا ہے۔

ارشاد فرمایا: لا تحلفوا بابائكم

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ

ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ نہی سے قبل کا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہاں پر مضاف محذوف ہے یعنی ورب ابيه

تیسرا جواب یہ ہے کہ

کراہت صرف امت کے حق میں شارع علیہ السلام کے لئے نہ ہو۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

یہ لفظ ابیہ نہیں بلکہ اصل میں و اللہ تھا، بعد میں کسی کاتب نے غلطی سے اس پر نقطے ڈال دیئے تو ابیہ پڑھا جانے لگا۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

یہ جملہ آپ ﷺ سے سہواً نکل گیا ممانعت قصد کی ہے۔

☆ قوله ان صدق

یہاں پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ وہ یہ کہ آپ ﷺ نے اس کی کامیابی شک کے ساتھ بیان فرمائی اور دوسری روایت میں یقین کے ساتھ فرمایا جیسا کہ من سرہ ان ینظر رائی رجل من اھل الجنة فلینظر الی ھذا

لہٰذا یہاں پر تعارض ہے۔ جبکہ یہ درست نہیں۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ

پہلے اپنے اجتہاد سے شک کے ساتھ بیان فرمایا پھر بذریعہ وحی یقین سے بیان فرمایا لہٰذا تعارض نہ ہوا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے اس کے سامنے شک کے ساتھ بیان فرمایا تا کہ اس میں عجب نہ پیدا ہو جائے اس کے چلے جانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یقین سے ارشاد فرمایا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

جنت میں دخول اولاً شک کے ساتھ بیان فرمایا اور مطلق دخول یقین سے بیان فرمایا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

ایک جگہ جنتی ہونے کا ذکر ہے اور ایک جگہ فلاح پانے کا ذکر ہے جنتی ہونا زیادہ خاص بات نہیں کیونکہ ہر مسلمان جنتی ہے اور فلاح اس سے اونچا درجہ ہے اس لیے اس کو صدق کے ساتھ معلق کیا کیونکہ فلاح اعلیٰ درجہ کی کامیابی کو کہتے ہیں جس میں ہر طرح کا امن اور عافیت ہو لہٰذا یہاں پر کوئی تعارض نہ ہوا۔

☆ قوله جاء رجل

سوال: یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنے والا شخص کون تھا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ

اس شخص کے متعلق فرمایا گیا کہ یہ ضمام بن ثعلبہ ہیں جو قبیلہ بنو بن بکر کے قاصد تھے جس طرح کہ صحیحین کی ایک روایت میں ان کی تصریح فرمائی گئی ہے اور سنن ابوداؤد میں ابواب المساجد میں باب المشرك یدخل المسجد میں بھی ان کے نام کے ساتھ روایت آ رہی ہے اور ان کے نام میں ضمام بن ثعلبہ کی تصریح ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس کے برعکس ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس روایت میں ضمام بن ثعلبہ کی تصریح ہے وہ روایت اور واقعہ بھی دوسرا ہے دونوں روایتوں کے سیاق اور سوالات میں جو آنے والے شخص نے کیے تھے بڑا فرق ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں روایتوں کو اپنی صحیح میں ایک دوسرے کے قریب ذکر کر دیا ہے اب چونکہ ایک روایت میں رجل کے نام کی تصریح تھی اسی وجہ سے بہت شراح نے یہ سمجھ لیا کہ اس روایت میں بھی رجل کا مصداق وہی ہے اور ان دونوں قصوں کو ایک

سمجھتے ہوئے رجل کا مصداق ضمام ہی کو قرار دیا گیا حالانکہ اس طرح نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے قرطبی کی رائے کی تائید فرمائی ہے لہٰذا یہ کوئی اور شخص ہیں جن کا نام نہیں جانا گیا۔

☆ قوله طلحة بن عبيد الله رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور عشرہ مبشرہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

1-حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
2-حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
3-حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ
4-حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
5-حضرت سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
6-حضرت سیّدنا جبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
7-حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
8-حضرت سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
9-حضرت سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ
10-حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

یہ وہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت وخوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں سنادی تھی ان کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ ایک مقدس صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری پر چند گزارشات کی جاتی ہیں۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمر بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ ابو محمد القرشی التیمی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے۔

الصعبہ بنت عبداللہ بن مالک الحضرمیہ۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، طلحۃ الخیر اور طلحۃ الفیاض کے نام سے معروف تھے یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہی ان دونوں کو بھائی بنادیا اور ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو بھائی بنادیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور اصحاب شوریٰ میں سے بھی ایک ہیں۔ غزوہ بدر کے وقت شام گئے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں سے بھی ان کا حصہ رکھا اور ان کو اجر کا مستحق بھی قرار دیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے بیعت رضوان میں بھی

موجود تھے۔ غزوہ احد میں اُن کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنے آپ کو ڈھال بنالیا۔ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لئے اپنے ہاتھ سے تیروں کو روکتے رہے حتیٰ کہ ان کا ہاتھ بے کار ہو گیا ان کے سر پر ضرب لگی اس کے باوجود وہ رسول اللہ ﷺ کو اٹھا کر ایک چٹان پر لے گئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جنگ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے طلحۃ الخیر فرمایا اور غزوہ تبوک کے دن مجھے طلحۃ الفیاض فرمایا اور جنگ حنین کے دن مجھے طلحۃ الجود فرمایا جب جنگ احد کے دن، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو چٹان پر لے گئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) طلحہ (رضی اللہ عنہ) نے (جنت کو) واجب کرلیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہما) جنت میں میرے پڑوسی ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہو وہ طلحہ بن عبیداللہ (رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک اعرابی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ (الاحزاب:23)

ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کیا کے مصداق کے متعلق سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا اس نے پھر سوال کیا۔ آپ ﷺ نے پھر اعراض فرمایا۔ اس نے پھر سوال کیا آپ ﷺ نے پھر اعراض فرمایا۔ اتنے میں، میں سبز کپڑے پہنے ہوئے مسجد کے دروازہ پر آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟

اعرابی نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں حاضر ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ کا مصداق ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ یاد دلایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا تم علی (رضی اللہ عنہ) سے ناحق لڑو گے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ سے کنارہ کش ہو گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ الگ ہوئے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی الگ ہو گئے۔ پھر مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک تیر مارا جو آپ رضی اللہ عنہ کے پیر یا گردن میں لگا اور اس سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ جمادی

الاخریٰ 36ھ میں جنگ جمل کا واقعہ ہوا اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی عمر باسٹھ سال تھی۔

ایک قول اکسٹھ سال کا بھی ہے۔

اور ایک قول چونسٹھ سال کا بھی ہے۔

علی بن زید سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے کہ میری قبر منتقل کر دو کیونکہ مجھے پانی اذیت پہنچا رہا ہے۔

اس نے مسلسل تین راتیں یہ خواب دیکھا پھر وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا انہوں نے قبر کو کھودا تو وہاں پانی پہنچنے سے زمین پر کائی جم گئی تھی۔ انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دوسری جگہ منتقل کر دیا دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ کا جسم صحیح وسالم تھا اور آنکھوں کے درمیان کافور اسی طرح رکھا تھا۔ (اسد الغابہ: ج: 3، ص: 59 تا 61)

حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جن ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کر رہے تھے تو بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6120)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حراء پہاڑ پر تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ	

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی حرا پر تھے۔ ایک پتھر ہلنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھہر جا! تجھ پر صرف نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6125)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِي الْمَوَاقِيتِ

اوقات نماز

یہ باب نمازوں کے اوقات کے متعلق ہے۔

332 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ فُلَانِ بْنِ اَبِي رَبِيعَةَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلَّى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ وَصَلَّى بِيَ الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِي يَعْنِي الْمَغْرِبَ حِينَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلَّى بِيَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ وَصَلَّى بِيَ الْفَجْرَ حِينَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلَّى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِي الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَيْهِ وَصَلَّى بِيَ الْمَغْرِبَ حِينَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلَّى بِيَ الْعِشَاءَ اِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَصَلَّى بِيَ الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيَّ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری بیت اللہ کے قریب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دوبار امامت کروائی میرے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی جب سورج ڈھلا اور سایہ تسمہ کی مقدار تھا اور میرے ساتھ عصر کی نماز ادا فرمائی جب اشیاء کا سایہ ان کی مثل تھا اور میرے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرمائی جب روزے کو افطار کیا جاتا ہے اور میرے ساتھ عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ جب شفق غائب ہو گیا اور میرے ساتھ فجر کی نماز ادا فرمائی جب روزے دار پر کھانا اور پینا حرام ہو چکا ہوتا ہے پس جب کل آیا تو میرے ساتھ ظہر کی نماز ادا فرمائی جب سایہ اس کی مثل تھا اور میرے ساتھ عصر کی نماز ادا فرمائی جب سایہ دو مثل تھا اور میرے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرمائی جب روزہ دار افطار کرتا ہے اور عشاء کی نماز میرے ساتھ ادا فرمائی تہائی رات تک اور میرے ساتھ فجر کی نماز ادا فرمائی جب اسفار ہو گیا پھر میری جانب التفات فرما کر کہا اے (سیّدنا) محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کے انبیاء کرام علیہم السلام کی نمازوں کے اوقات ہیں اور ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز:1،ص:224، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:365، سنن ترمذی: جز:1،ص:255، شرح السنۃ: جز:1،ص:92)

333 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اللَّيْثِيِّ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ قَاعِدًا عَلَى الْمِنْبَرِ فَاَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَمَا اِنَّ جِبْرِيلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَخْبَرَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ اعْلَمْ مَا تَقُولُ فَقَالَ عُرْوَةُ سَمِعْتُ بَشِيرَ بْنَ اَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُودٍ الْاَنْصَارِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَزَلَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنِي بِوَقْتِ الصَّلٰوةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ

صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ يَحْسُبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَرُبَّمَا اَخَّرَهَا حِيْنَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ وَرَاَيْتُهٗ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ قَبْلَ اَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلٰوةِ فَيَاْتِيْ ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِيْنَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعِشَآءَ حِيْنَ يَسْوَدُّ الْاُفُقُ وَرُبَّمَا اَخَّرَهَا حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ ثُمَّ صَلّٰى مَرَّةً اُخْرٰى فَاَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيْسَ حَتّٰى مَاتَ وَلَمْ يَعُدْ اِلٰى اَنْ يُّسْفِرَ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ مَعْمَرٌ وَّمَالِكٌ وَّابْنُ عُيَيْنَةَ وَشُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا الْوَقْتَ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ وَلَمْ يُفَسِّرُوْهُ وَكَذٰلِكَ اَيْضًا رَوٰى هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَحَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ مَرْزُوْقٍ عَنْ عُرْوَةَ نَحْوَ رِوَايَةِ مَعْمَرٍ وَاَصْحَابِهٖ اِلَّا اَنَّ حَبِيْبًا لَمْ يَذْكُرْ بَشِيْرًا وَّرَوٰى وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الْمَغْرِبِ قَالَ ثُمَّ جَائَهٗ لِلْمَغْرِبِ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ يَعْنِيْ مِنَ الْغَدِ وَقْتًا وَّاحِدًا وَّكَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى بِيَ الْمَغْرِبَ يَعْنِيْ مِنَ الْغَدِ وَقْتًا وَّاحِدًا وَّكَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ مِنْ حَدِيْثِ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسامہ بن زید لیثی کو ابن شہاب نے خبر دی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) منبر پر تشریف فرما تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز کو کچھ مؤخر فرما دیا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کہا: حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نمازوں کے اوقات کی خبر دے دی تھی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا: تفکر کرو تم کیا کہہ رہے ہو؟ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے بشیر بن مسعود سے سنا آپ نے حضرت ابومسعود انصاری سے سنا اور آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے مجھے وقت نماز کی خبر دی تو میں نے ان کی معیت میں نماز ادا فرمائی پھر آپ علیہ السلام کی معیت میں نماز ادا فرمائی پھر آپ علیہ السلام کی معیت میں نماز ادا فرمائی پھر آپ علیہ السلام کی معیت میں نماز ادا فرمائی۔ پھر آپ علیہ السلام کی معیت میں نماز ادا فرمائی۔ اپنی انگلیوں پر پانچ نمازوں کا حساب لگایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز سورج کے ڈھل جانے پر ادا فرمائی اور بعض دفعہ تو اس وقت تک مؤخر کیا جب گرمی شدت والی بن گئی اور

میں نے آپ ﷺ کو عصر کی نماز ادا فرماتے ملاحظہ کیا اس حال میں کہ سورج بلند سفید تھا زردی آنے سے قبل کوئی نماز سے فراغت پا کر ذوالحلیفہ تک چلا جاتا قبل اس کے سورج غروب ہو جائے اور سورج کے غائب ہونے کے وقت مغرب کی نماز ادا فرمائی اور عشاء کی نماز تب ادا فرمائی جب افق پر سیاہی چھا گئی اور بعض اس کو مؤخر فرماتے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے اور ایک بار فجر کی نماز اندھیرے میں ادا فرمائی پھر دوسری بار اسفار کر کے ادا فرمائی پھر اس کے بعد آپ ﷺ کی نماز اندھیرے میں ہوئی حتیٰ کہ آپ ﷺ دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے پھر اسفار کر کے نہ ادا فرمائی گئی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث مبارکہ زہری معمر مالک ابن عیینہ شعیب بن حمزہ لیث بن سعد وغیرہم نے بیان کی ہے۔ مگر ان اوقات میں نماز پڑھنے کا ذکر نہ کیا اور نہ اس کی تفسیر بیان کی۔ اور اسی طرح ہشام بن عروہ اور حبیب بن ابومرزوق نے اس کو عروہ سے بیان کیا ہے معمر اور ان کے اصحاب نے بھی بیان کیا مگر حبیب نے بشیر کا تذکرہ نہ کیا۔ وہب بن کیسان نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے مغرب کی نماز کا وقت فرمایا پھر مغرب کی نماز کے وقت آئے جب سورج غائب ہو گیا تھا یعنی کل کو ایک وقت (میں) اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر میرے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرمائی یعنی کل کو بھی ایک ہی وقت میں۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حدیث حسان بن عطیہ سے عمرو بن شعیب آپ کے والد محترم آپ کے دادا محترم نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(سنن دارقطنی: جز:3، ص:95، صحیح ابن حبان: جز:4، ص:298)

334 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا بَدْرُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا حَتّٰى اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ انْشَقَّ الْفَجْرُ فَصَلّٰى حِيْنَ كَانَ الرَّجُلُ لَا يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهٖ اَوْ اَنَّ الرَّجُلَ لَا يَعْرِفُ مَنْ اِلٰى جَنْبِهٖ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى قَالَ الْقَائِلُ انْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ اَعْلَمُ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُرْتَفِعَةٌ وَّاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْعِشَآءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ صَلَّى الْفَجْرَ وَانْصَرَفَ فَقُلْنَا اَطَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَقَامَ الظُّهْرَ فِيْ وَقْتِ الْعَصْرِ الَّذِيْ كَانَ قَبْلَهٗ وَصَلَّى الْعَصْرَ وَقَدِ اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ اَوْ قَالَ اَمْسٰى وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَآءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ الْوَقْتُ فِيْمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوٰى سُلَيْمَانُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِی الْمَغْرِبِ بِنَحْوِ هٰذَا قَالَ ثُمَّ صَلَّی الْعِشَآءَ قَالَ بَعْضُهُمْ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِلٰی شَطْرِهٖ وَكَذٰلِكَ رَوٰی ابْنُ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ جواب نہ عطا فرمایا حتیٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت فجر کا حکم ارشاد فرمایا جب فجر کا انشقاق ہوا اور نماز اس وقت ہوا اور نماز اس وقت ادا فرمائی جب کوئی شخص ایک دوسرے کا چہرہ پہچان جاتا ہے یا کوئی شخص اس کو پہچان نہ لیتا ہو جو اس کے پہلو میں کھڑا ہو۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت ظہر کا حکم ارشاد فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اقامت نماز ظہر کہی جب سورج ڈھل چکا تھا حتیٰ کہ قائل کہتا کہ نصف النہار ہوگئی حالانکہ وہ زیادہ جانتا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت نماز عصر کا حکم ارشاد فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اقامت نماز عصر کہی جب سورج سفید بلند تھا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت نماز مغرب کا حکم ارشاد فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اقامت نماز مغرب کہی جب سورج غائب ہو گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت نماز عشاء کا حکم ارشاد فرمایا جب شفق غائب ہوگئی۔ پس جب کل کو فجر کی نماز کو تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا: کیا سورج طلوع ہو چکا۔ پس ظہر کی نماز اس وقت ادا کی جس وقت اس سے قبل عصر کی ادا کی تھی اور نماز عصر اس وقت ادا کی جب سورج زرد ہو گیا یا ارشاد فرمایا شام کا وقت تھا اور نماز مغرب شفق کے غائب ہونے کے وقت ادا کی اور عشاء کی نماز ادا کی تہائی رات تک۔ پھر ارشاد فرمایا: نماز کے وقت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے۔ نماز کا وقت ان کے درمیان ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سلیمان بن موسیٰ، عطاء اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب کے متعلق اسی طرح روایت کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: پھر نماز عشاء ادا کی۔ بعض نے کہا: تہائی رات تک۔ اور بعض نے کہا: نصف وقت تک۔ اسی طرح ابن بریدہ کے والد محترم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(سنن نسائی: جز:2، ص:349، صحیح مسلم: جز:3، ص:399، مسند ابی عوانہ: جز:1، ص:313، مسند احمد: جز:40، ص:217)

335 حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ اَبَا اَیُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ یَسْقُطْ فَوْرُ الشَّفَقِ وَوَقْتُ الْعِشَاءِ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر نہ آئے اور عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک سورج زرد نہ ہو جائے اور مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک شفق کا فور نہ ہو جائے اور وقت عشاء نصف اللیل تک ہے اور فجر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک

سورج طلوع نہ ہو جائے۔

(سنن نسائی: ج:1،ص:360،صحیح ابن حبان: ج:4،ص:337' صحیح مسلم: ج:3،ص:293،مسند ابی عوانہ: ج:1،ص:310)

تشریح:

نمازوں کے اوقات کے متعلق چند ابحاث ہیں۔

پہلی بحث

فجر کی نماز کا وقت

فجر کی نماز کا وقت بالاتفاق صبح صادق کے طلوع سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے البتہ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر روشن ہونے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے۔(ہدایہ مع فتح القدیر: ج:1،ص:197) اس کے دلائل ورد ان کے ابواب میں بیان کیے جائیں گے۔

دوسری بحث

ظہر کی نماز کا وقت

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اور داؤد ظاہری کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر ایک مثل سائے تک رہتا ہے۔(المغنی: ج:1،ص:226)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

دلائل ورد ان کے ابواب میں بیان کیے جائیں گے۔

تیسری بحث

عصر کا وقت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور ائمہ جمہور علماء اور صاحبین کے نزدیک اس کی ابتداء ایک مثل سایہ کے ہے۔اور آخر وقت عصر ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک غروب تک ہے۔

چوتھی بحث

مغرب کا وقت

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے

بعد شروع ہو جاتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ غروب شفق غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کا نام شفق ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔(المغنی: ج:1 ص:231)

پانچویں بحث

عشاء کا وقت

عشاء کا وقت شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک باقی رہتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی قول ہے اور اخیر وقت میں اختلاف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک عشاء کا وقت صبح صادق تک رہتا ہے اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ثلث اللیل اور دوسری روایت کے مطابق نصف اللیل تک عشاء کا وقت رہتا ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر: ج:1 ص:196 ' اکمال اکمال المعلم: ج:2 ص:315)

☆ **قوله و كانت قدر الشراك**

اس کا مطلب یہ ہے کہ

سایہ اصلی ہر شے کا جو نصف النہار کے وقت ہوتا ہے جب اس میں شرقی جانب اضافہ ہونا شروع ہو جائے تو اس وقت ظہر کے وقت کی ابتداء ہوتی ہے اگرچہ وہ اضافہ جوتے کے تسمہ کی مقدار ہو اور اس سے مراد مقدار قلیل ہے۔

☆ **قوله وصلى بى المغرب حين افطر الصائم ۔**

یہ شوافع و مالکیہ کے قول کی دلیل ہے ان کے نزدیک مغرب کے لئے ایک ہی وقت ہے وہی ابتداء اور وہی انتہاء تین یا پانچ رکعات کے مقدار کیونکہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز دونوں دن ایک ہی وقت میں ادا فرمائی۔

☆ **قوله فقال يا محمد (صلى الله عليه وسلم)**

یہاں پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جو کہ اس آیت کے خلاف ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہوسکتا ہے کہ ملائکہ اس حکم کے مخاطب نہ ہوں۔
اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ
ہوسکتا ہے کہ اس آیت کا نزول اس واقعہ کے بعد ہوا ہو۔

☆ قوله هذا وقت الانبياء من قبلك

ھذا کا اشارہ تمام نمازوں کی جانب ہے کیونکہ پانچوں کی پانچوں نمازیں گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نہ کسی نبی کو عطاء فرمائی گئیں اور ایک قول یہ ہے کہ ھذا کا اشارہ صرف چار نمازوں کی طرف ہے جو عشاء کے علاوہ ہیں اور عشاء کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی گئی۔ یہ پانچوں نمازیں یکمشت ایک نبی کو عطا نہیں فرمائی گئیں بلکہ متفرق طور پر عطاء فرمائی گئیں۔
چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو فجر کی نماز عطاء فرمائی گئی۔
حضرت داؤد و حضرت ابراہیم علیہما السلام کو نماز ظہر عطاء فرمائی گئی۔
حضرت سلیمان و حضرت عزیر علیہما السلام کو عصر کی نماز عطاء فرمائی گئی۔
حضرت عزیر، حضرت داؤد، حضرت یعقوب علیہم السلام کو عصر کی نماز عطاء فرمائی گئی۔
حضرت یونس علیہ السلام اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز عطاء فرمائی گئی۔
علامہ علی بن برہان الدین حلبی لکھتے ہیں: حدیث مبارکہ میں ہے کہ
حضرت آدم علیہ السلام نے صبح کی نماز ادا فرمائی
حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہر کی نماز ادا فرمائی
حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز ادا فرمائی
حضرت یعقوب علیہ السلام نے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔(انسان العیون: ج:2،ص:149)
امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
1-جب صبح کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو آپ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی تو وہ نماز فجر ہو گئی۔
2-ظہر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب حضرت اسحاق علیہ السلام سے نوازا گیا تو آپ علیہ السلام نے چار رکعات ادا فرمائیں تو وہ نماز ظہر ہو گئی۔
3-جب حضرت عزیر علیہ السلام کو اٹھایا گیا تو آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا۔
آپ علیہ السلام اس حالت میں کتنا عرصہ رہے۔
تو آپ علیہ السلام نے کہا: ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ۔ تو آپ علیہ السلام نے چار رکعات ادا فرمائیں تو وہ نماز عصر ہو گئی۔
4-اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

حضرت عزیر اور حضرت داؤد علیہ السلام کی مغرب کے وقت مغفرت ہوئی تو انہوں نے چار رکعات نماز شروع فرمائی تھک کر تیسری رکعت میں بیٹھ گئے تو وہ نماز مغرب ہوگئی۔

5-اور جس مقدس نبی نے سب سے پہلے آخری نماز عشاء ادا فرمائی وہ ہمارے نبی مکرم سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(شرح معانی الآثار: رقم الحدیث: 1014)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہا گیا ہے کہ

نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھی۔

نماز ظہر حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے تھی۔

نماز عصر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تھی۔

نماز مغرب حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے تھی۔

اور نماز عشاء حضرت یونس علیہ السلام کے لئے تھی۔ جن کو اس امت میں جمع فرما دیا گیا ہے۔ (ردالمحتار علی درالمختار: ج: 1، ص: 351)

☆ **قوله والوقت مابين هذين الوقتين**

نماز کا ہر وقت الگ ہے۔

ایک اول　　　ایک آخر

ان کا وقت الگ ہونا اس دو دن کے عمل امامت سے ثابت ہو گیا اور درمیانی حصہ کا وقت ہونا اس قول کی بناء پر ہوا لہٰذا بعض وقت کا ثبوت عمل سے اور بعض کا قول سے ثابت ہوا۔

☆ **قوله فقال له عمر اعلم ماتقول**

اس قول میں چند احتمال ہیں۔

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ

اعلم صیغہ امر حاضر علم سے ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

اعلم صیغہ امر اعلام سے ہے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ

اعلم صیغہ واحد متکلم ہے۔

مگر یہ احتمال غیر ظاہر ہے ظاہر یہی ہے کہ یہ صیغہ امر ہے علم سے یا اعلام سے۔ اگر یہ علم سے ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ سوچ سمجھ کر کہو کیا کہہ رہے ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

اصل میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ حدیث امامت جبرائیل علیہ السلام بظاہر پہلے سے معلوم نہ تھی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے امام بننے میں بظاہر اشکال تھا کہ مفضول افضل کا امام بنے یہ کس طرح ہوسکتا ہے یہ شان امامت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے کہا سوچ سمجھ کر کہو کیا کہہ رہے ہو۔

اور اگر یہ اعلام سے ہے تو اعلام کے معنیٰ ہیں نشاندہی کے اور مراد اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ اس بات کی آپ سند بیان فرمائیے تو پھر حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے اس کی سند بیان فرمائی۔

☆ **قولہ هو اعلم**

اس میں دو احتمال ہیں۔

ایک احتمال تو یہ ہے کہ

اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ

بعض لوگوں کو تو بے شک تردد تھا زوال میں کہ ہوگیا ہے یا نہیں ہوا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ زوال ہو چکا ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ

ھو کی ضمیر قائل کی جانب راجع ہو۔

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ

بعض کہنے والے کہتے تھے از راہ تعجب کہ ظہر کا وقت ہو بھی گیا یا مگر وہ کہنے والا جانتا تھا اس بات کو کہ نماز کا وقت ہو گیا مگر اس کا یہ کہنا کہ وقت ہو گیا یا نہیں اظہار تعجیل کے لئے تھا کہ دیکھو تو سہی کتنی جلد پڑھ رہے ہیں۔

☆ **قولہ فقال لہ عروۃ بن الزبیر (رضی اللہ عنہ)**

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مشہور تابعی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔

☆ **قولہ عن ابی موسٰی**

یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں اور مشہور صحابی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن غز بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن الجماہیر بن الاشعر بن ادو بن زید بن یشجب۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو موسیٰ ہے۔

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور سعید بن العاص کے حلیف بنے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے اشعری بھائیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آئے تھے پھر مسلمان ہو گئے اور سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

ابو عامر نے کہا کہ

صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آنے کے بعد پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور وہیں ٹھہرے رہے پھر پچاس اشعریین کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر حبشہ چلے گئے۔ حضرت جعفر اور ان کے ساتھی بھی اسی وقت مکہ مکرمہ سے حبشہ گئے تھے پھر یہ دونوں الگ الگ کشتیوں میں بیٹھ کر ایک ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت مدینہ منورہ پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو زبید اور عدن کا عامل مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل مقرر کیا تھا جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ کے عامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ پر مقرر رکھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے ابن عامر کو بصرہ کا عامل مقرر کر دیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ سے کوفہ چلے گئے اور وہیں رہے پھر وہاں کے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا جائے سو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے عامل رہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے معزول کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم مقرر کیا۔ یہ واقعہ تاریخ میں مذکور ہے جسے کامل میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

42ھ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں انتقال ہو گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا۔ تاریخ وصال میں بھی کئی اقوال ہیں۔ (اسد الغابہ: ج:3، ص:246)

☆ قولہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بڑے عظیم القدر صاحبزادے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے مفسر تھے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دوبار دیکھا۔

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام نسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ابوالعباس القرشی الہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے تھے ان کو ان کے وفور علم کی بناء پر البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ ان کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے لعاب مبارک سے ان کو گھٹی دی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے دو بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دو بار رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

اللھم علمه الحکمة

اے اللہ عزوجل! اس کو حکمت کی تعلیم دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم شجرہ نبوت کے اہل بیت ہیں۔ ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے۔ ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدن علم ہیں۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے کہ

ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو پھر اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے۔ علم، حلم، نسب اور تاویل میں۔ میں نے ان کے سوا رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا نہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کو ان سے زیادہ کوئی جاننے والا تھا نہ کوئی ان سے زیادہ فقیہ تھا۔ شعر، عربیت، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو بھی ان سے زیادہ جاننے والا کوئی اور نہیں تھا۔ ایک دن وہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کا بیان کرتے۔ ایک دن وہ صرف خواب کی تعبیر بیان کرتے۔ ایک دن صرف غزوات کا بیان کرتے۔ ایک دن صرف اشعار سناتے اور ایک دن صرف ایام عرب بیان کرتے۔ جو عالم بھی ان کی مجلس میں آیا وہ ان کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا اور جس شخص نے بھی ان سے کوئی مسئلہ پوچھا وہ ان سے جواب معلوم کر کے گیا (اور مطمئن ہو کر گیا)

لیث بن ابی سلیم بیان کرتے ہیں کہ

میں نے طاؤس سے پوچھا کہ

آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اس نوجوان صحابی کی مجلس کو کیوں اختیار کیا ہے؟

انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔

جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اور اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

امام محمد بن سعد سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنیفہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لئے کسی کو بھیجا ان دونوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔

اور کہا: آپ اپنا کام کیجئے، ہم آپ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نہیں مانے اور بہت سختی سے ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔

بالآخر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا۔

تم بیعت کرو ورنہ میں تم کو زندہ جلا دوں گا۔ پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کوفہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے در و دیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے نعروں کی آواز سنی تو دارالندوہ میں چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے۔

کعبہ معظمہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے۔

اور کہا: میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابوالطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں۔

اور کہا: ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں! اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔ اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان بن ہوگئی تھی اس وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف چلے گئے۔ وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے اور چند روز کے بعد وفات پا گئے۔

محمد بن الحنفیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہو گیا اور دفن سے قبل کفن سے نہیں نکلا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی۔

تو ابن الحنفیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر شریف تیرہ (13) سال تھی۔ 68ھ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ستر (70) سال کی عمر پا کر دار فانی سے کوچ کر گئے۔ (اسد الغابہ: ج:3، ص:192 تا 195)

☆ **قوله هذ الحديث عن الزهری**

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ زہری کے دوسرے تلامذہ معمر اور مالک اور سفیان بن عیینہ وغیرہ نے جب اس حدیث مبارکہ کو زہری سے نقل کیا تو انہوں نے اپنی روایت کے اندر تفصیل اوقات کو ذکر نہیں کیا۔ بس صرف اسامہ نے کیا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِیْ وَقْتِ صَلٰوةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَیْفَ کَانَ یُصَلِّیْهَا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت نماز اور کس طرح ادا فرماتے تھے

اس باب میں اس چیز کا بیان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجزاءِ وقت میں سے کس جزء اور کس حصہ میں نماز پڑھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ کیا تھا۔

336 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ سَاَلْنَا جَابِرًا عَنْ وَقْتِ صَلٰوةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَانَ یُصَلِّی الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَیَّةٌ وَّالْمَغْرِبَ اِذَا

غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَآءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَاِذَا قَلُّوا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ

محمد بن عمرو بن الحسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کے اوقات کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر دن کے ڈھل جانے کے وقت ادا فرماتے اور عصر سورج میں جان ہوتے وقت ادا فرماتے اور مغرب اس وقت ادا فرماتے جب سورج غروب ہو چکا ہوتا اور عشاء اس وقت ادا فرماتے جب کثیر لوگ ہوتے اور جب تھوڑے ہوتے تو مؤخر فرماتے اور صبح اندھیرے کی حالت میں ادا فرماتے۔

(صحیح البخاری: ج:2، ص:405)

337 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی الْمِنْهَالِ عَنْ اَبِی بَرْزَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی الظُّهْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَيُصَلِّی الْعَصْرَ وَاِنَّ اَحَدَنَا لَيَذْهَبُ اِلَى اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَيَرْجِعُ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَّنَسِيْتُ الْمَغْرِبَ وَكَانَ لَا يُبَالِی تَاْخِيْرَ الْعِشَاءِ اِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ قَالَ ثُمَّ قَالَ اِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يُصَلِّی الصُّبْحَ وَمَا يَعْرِفُ اَحَدُنَا جَلِيْسَهُ الَّذِیْ كَانَ يَعْرِفُهُ وَكَانَ يَقْرَاُ فِيْهَا مِنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ

ابو منہال سے روایت ہے کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سورج ڈھلنے کے وقت ادا فرماتے اور عصر اس وقت ادا فرماتے کہ جب ہم میں سے کوئی ایک مدینہ منورہ کے آخری حصہ تک جائے پھر لوٹ آئے تو سورج میں جان ہوتی اور مغرب کو میں بھول گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنے میں مضائقہ نہ سمجھتے تھے۔ پھر ارشاد فرمایا: نصف رات تک فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سے قبل سونے اور اس کے بعد باتیں کرنے کو مکروہ جانتے تھے اور فجر کی نماز ادا فرماتے کہ ہم اپنے پہچاننے والے کو پہچان نہ سکتے تھے اور اس کے اندر ساٹھ سے سو آیات کریمہ تک تلاوت فرماتے۔

(سنن دارمی: ج:4، ص:99، سنن نسائی: ج:1، ص:262، صحیح ابن حبان: ج:4، ص:369، صحیح البخاری: ج:2، ص:371)

تشریح:

☆ قوله كان يصلى الظهر باالهاجرة

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر یعنی اول وقت میں ادا فرماتے تھے اس کو یا تو محمول کیا جائے زمانہ شتاء پر یا محمول کیا جائے بیان جواز پر کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بھی کر لیتے تھے اور یا اس پر محمول کیا جائے کہ یہ منسوخ ہے۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ

یہ حدیث، حدیث الابراد کے خلاف نہ ہو۔

☆ **قوله والعصر والشمس حية**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت ادا فرماتے جب سورج کی شعاعیں یعنی دھوپ زندہ ہو یا حیات شمس سے مراد صفاء لون ہے۔

☆ **قوله والصبح بغلس**

غلس کہتے ہیں اخیر شب کی تاریکی کو کہ جس میں صبح کی روشنی کی آمیزش ہو۔

قوله و يصلى العصر وان احدنا

اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت ادا فرماتے کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا فرما کر اپنے گھر جو مدینہ منورہ کے کونے میں یعنی آخری حصہ پر وہاں تک جائے پھر لوٹ کر مسجد میں آئے تو سورج کی تپش اور تیزی ابھی باقی ہوتی۔ اس حدیث مبارکہ میں آنا جانا دونوں ذکر ہے جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں صرف جانا ذکر ہے آنے کا ذکر نہیں ہے اور اسی طرح امامت جبرائیل والی حدیث مبارکہ جو گزشتہ گزر چکی ہے اس میں بھی صرف جانے کا ذکر آنے کا ذکر نہیں۔ لہٰذا اس حدیث مبارکہ کے لفظ یرجع کی تفسیر یذھب سے کی جائے کہ جانے سے مراد گھر کی طرف واپسی ہے جانا اور آنا دونوں مراد نہیں یا یرجع کو حال بنا دیا جائے کہ ای یذهب راجعاً الى المدينه

☆ **قوله وكان يكره النوم قبلها**

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اکثر اہل علم کے نزدیک عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے سونے کے جواز کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر بیدار کرنے کے لئے کسی کو متعین کر دیا جائے تب جائز ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور شوافع دونوں کا مسلک کراہت کا لکھا ہے۔

☆ **قوله والحديث بعدها**

یعنی عشاء کی نماز کے بعد بات کرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ سمجھتے تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کے قول عشاء کے بعد باتیں کرنے پر کراہت پر اتفاق کا قول نقل کیا ہے۔ مگر یہ کہ کسی خیر معاملہ کی وجہ سے ہو۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

میں بغیر عشاء پڑھے سو جاؤں اس کو بہتر سمجھتا ہوں اس سے کہ نماز عشاء کے بعد فضول باتیں کروں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمر عشاء کے بعد پر لوگوں کو مارتے تھے اور فرماتے تھے۔

اسمراً اول اللیل ونوما اخرہ

رات کے شروع میں باتیں کرر ہے ہو پھر اخیر رات میں سوجاؤ گے اور تہجد فوت ہو جائے گی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سمر بعد العشاء میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اکثر حدیث مبارکہ سے رخصت معلوم ہوتی ہے۔ایک روایت میں مصلی اور مسافر کے ساتھ عروس کا بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ اپنی دلہن کے ساتھ اس کے دل کو راحت دینے کے لئے سمر بعد العشاء کی رخصت ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سمر بعد العشاء روایات میں موجود ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی باب السمر فی اهلہ کا باب باندھا ہے۔

درمختار میں ہے۔

نماز عشاء سے قبل سونا اور بعد نماز عشاء دنیا کی باتیں کرنا قصے کہانی سننا مکروہ ہے۔ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دینی مسائل اور صالحین کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں یونہی طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی عزوجل کے سوا ہر بات مکروہ ہے۔(درمختار علی ردالمحتار: ج:2،ص:33)

☆ قولہ وما یعرف احدنا جلیسہ

وما یعرف بعض نسخوں میں حرف نفی حذف کے ساتھ ہے اور بعض نسخوں میں حرف نفی ہے یعنی وما یعرف اور بخاری اور مسلم کی روایت میں بھی حرف نفی حذف ہے۔

☆ قولہ سالنا جابرًا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ) ہیں غالباً یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کی تھی اور بکری کو ذبح کیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے نے آپ رضی اللہ عنہ کو بکری کے ذبح کرتے دیکھتے وقت دیکھ کر اسی طرح اپنے بھائی کو ذبح کر دیا جب والدہ نے یہ دیکھا تو ذبح کرنے والے بیٹے کے پیچھے بھاگیں تو وہ خوف کی وجہ سے چھت پر چڑھ گیا اور چھت سے گر کر فوت ہو گیا۔

اور یہ واقعہ اس طرح ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت کریمہ تھی کہ اگر کوئی دعوت پکاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رد نہ فرماتے۔ایک دن حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی۔حسب وعدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور پھر اس کو پکانے کا بندوبست کرنے لگے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے تھے۔

بڑے نے چھوٹے سے کہا۔

آ تجھے بتاؤں! ہمارے والد محترم نے ہمارے میمنے کو کس طرح ذبح کیا۔اس نے چھوٹے کو زمین پر لا کر اس کے گلے پر

چھری چلادی اور نادانی سے اس کو ذبح کر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اس کو دیکھا تو دوڑ کر اس کی جانب گئیں مگر وہ خوف کے مارے مکان کی چھت پر چڑھ گیا ماں اس کے پیچھے پیچھے آرہی تھی جس کے خوف سے بچہ چھت سے گر گیا اور گرتے ہی واصل بحق ہو گیا۔ اس صابرہ نے اس واقعہ فاجعہ پر قطعاً رونا دھونا نہ کیا بلکہ صبر اختیار کیا مبادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اس واقعہ کو سن کر متغیر ہو۔ اس نے دونوں بچوں پر ایک کپڑا ڈال دیا اور کسی کو اس حادثہ کی خبر نہ ہونے دی۔ اگر چہ وہ ظاہراً خوش تھی مگر باطنی طور پر خون کے گھونٹ پی رہی تھی۔ بکرے کو بریاں ہونے تک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی خبر نہ ہوئی۔ کھانا پکا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام امین نازل ہوئے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جابر کو کہیں کہ اپنے دونوں بیٹے بھی لائے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حکم ملا فوراً گھر گئے۔

اور پوچھا: دونوں بچے کہاں ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ کہیں باہر گئے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آکر اطلاع عرض کی وہ اس وقت موجود نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے ساتھ کھانا کھایا جائے جب اس صابرہ شاکرہ بی بی سے دوبارہ پوچھا گیا تو اس نے رو کر بچوں کی لاشوں سے کپڑا اٹھا کر سارا واقعہ کہہ سنایا دونوں روتے روتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر گئے۔ سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان بچوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر دعا کریں، زندگی اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بچوں کے لئے دعا فرمائی وہ اسی وقت بفرمان الٰہی عزوجل زندہ ہو گئے۔ (شواہد النبوت: ص:143)

اور ایک واقعہ آپ رضی اللہ عنہ کے کھانے میں برکت کا بھی ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر انصار و مہاجرین خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دربار رسالت میں بھوک کی شکایت کی اور کرتا اٹھا کر دکھایا کہ شکم پر فاقہ سے ایک ایک پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی کے لئے اپنا پیراہن شریف اٹھایا تو لوگوں نے دیکھا کہ شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دل پر اس منظر سے بڑی چوٹ لگی۔ گھر آئے اور بیوی سے پوچھا کہ

کیا کچھ کھانے کا سامان گھر میں موجود ہے۔

بیوی نے عرض کیا کہ: ایک صاع جو کا آٹا اور یہ چھوٹی سی بکری ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بکری کو ذبح کیا اور گوشت دیگچی میں ڈال کر چولہے پر چڑھا دیا اور ان کی زوجہ آٹا گوندھنے لگی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دربار نبوت میں چپکے سے کان میں عرض کیا کہ

یارسول اللہ (ﷺ)! ایک صاع جو کا آٹا اور ایک چھوٹی سی بکری کا گوشت ہے۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ غریب خانہ پر تشریف لے چلیں اور تناول فرمائیں۔

نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ

اے خندق کھودنے والو! چلو آج جابر (رضی اللہ عنہ) کے گھر دعوت عام ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جب تک میں نہ آؤں نہ دیگچی چولہے سے اتاری جائے اور نہ روٹی پکائی جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے مکان پر آئے۔

اور بیوی سے فرمانے لگے کہ

ہمارے پاس تو یہ مختصر کھانا ہے اور نبی کریم ﷺ سینکڑوں جانثاروں کے ساتھ کھانے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ اب کیا ہوگا۔

پیکر ایمان بیوی نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ پریشان نہ ہوں اس میں ہمیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نہیں غم ہم کو کہ لشکر ساتھ لائے گا جو لشکر لے کے آئے گا وہی ان کو کھلائے گا

اس رمز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں نبی کریم ﷺ اپنے جانثاروں کے ساتھ رونق افروز ہوئے تو میں گوندھا ہوا آٹا آپ ﷺ کے روبرو لایا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور اس میں برکت کی دعا فرمائی پھر ہانڈی کی طرف بڑھے اور اس میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا۔

اور دعا فرمائی: جب کھانا پک کر تیار ہوا تو تقسیم شروع ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ

ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے سب نے سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی کھانا اسی طرح باقی رہا گویا کسی نے کھایا ہی نہیں۔

(خصائص الکبریٰ، ج:1، ص:227)

بہر حال حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کثیر روایات کو نقل کرنے والے ہیں۔ جو کہ آئندہ آئیں گی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم .

بَاب فِيْ وَقْتِ صَلٰوةِ الظُّهْرِ

ظہر کی نماز کا وقت

یہ باب نماز ظہر کے وقت کے احکام کے متعلق ہے۔

338 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ

سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآخُذُ قَبْضَةً مِنَ الْحَصَى لِتَبْرُدَ فِي كَفِّي أَضَعُهَا لِجَبْهَتِي أَسْجُدُ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحَرِّ

سعید بن حارث انصاری سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ظہر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتا تو ایک مٹھی کنکریوں کی لیتا کہ میرے ہاتھ میں ٹھنڈی ہو جائیں تاکہ شدت گرمی کی وجہ سے ان پر اپنی پیشانی رکھ کر سجدہ کروں۔

(صحیح ابن حبان: ج:6، ص:52)

339 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ عَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَتْ قَدْرُ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ إِلٰى خَمْسَةِ أَقْدَامٍ وَفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ أَقْدَامٍ إِلٰى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ

اسود سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی مقدار گرمیوں میں تین تا پانچ قدم اور سردیوں میں پانچ تا سات قدم تھی۔

(سنن نسائی: ج:1، ص:250، مصنف ابن ابی شیبہ: ج:1، ص:325)

340 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي أَبُو الْحَسَنِ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبُو الْحَسَنِ هُوَ مُهَاجِرٌ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ الظُّهْرَ فَقَالَ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ أَبْرِدْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلٰوةِ

زید بن وہب نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ مؤذن نے اذان ظہر کا ارادہ کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈک ہونے دو۔ پھر ارادہ کیا کہ اذان دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار ارشاد فرمایا: ٹھنڈک ہونے دو۔ حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کے سایہ کو ملاحظہ کر لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک گرمی کی شدت جہنم کی شدت کی وجہ سے ہے جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو۔

(سنن ترمذی: ج:1، ص:279، صحیح ابن حبان: ج:4، ص:376، صحیح البخاری: ج:2، ص:364، صحیح مسلم: ج:3، ص:305)

341 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ أَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ وَاَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوا عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ ابْنُ مَوْهَبٍ بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب گرمی سخت ہو تو ٹھنڈا کر کے نماز پڑھو۔ ابن وہب نے کہا: نماز کے ساتھ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:1،ص:437، سنن الکبریٰ للنسائی: ج:1،ص:465، معجم الاوسط: ج:5،ص:253، سنن ابن ماجہ: ج:2،ص:364)

342 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ الظُّهْرَ اِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان ظہر اس وقت فرماتے جب سورج ڈھل چکا ہوتا۔

(السنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:19، معجم الکبیر: ج:2،ص:218، سنن ابن ماجہ: ج:2،ص:358، صحیح مسلم: ج:3،ص:310)

تشریح:

ائمہ اربعہ، غیر مقلدین اور تمام اہل علم کے نزدیک شدید گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

(المغنی: ج:1،ص:234)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گرمیوں کی ظہر کے علاوہ ہر نماز کو اول وقت میں پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

موت کا کوئی پتا نہیں کہ کس وقت آجائے اس لیے نماز کو اول وقت میں پڑھنا چاہیے کیونکہ نماز کی ایک رکعت دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:304)

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مغرب کی نماز کے علاوہ باقی نمازوں کو وقت مختار میں پڑھنا مستحب ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر: ج:1،ص:201)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بادل اور برسات میں ظہر اور مغرب کو مؤخر کرنا مستحب ہے اور بادل اور برسات اور گرمیوں کے ظہر کے علاوہ ہر نماز کو ان کے نزدیک اول وقت پڑھنا مستحب ہے۔ (مغنی: ج:1،ص:235)

احناف کے نزدیک بادل اور برسات میں فجر، ظہر اور مغرب میں تاخیر مستحب ہے اور عصر اور عشاء میں تعجیل مستحب ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر: ج:1،ص:202)

قولہ فی الصیف ثلثۃ اقدام الی خمسۃ وفی اشتاء خمسۃ اقدام الی سبعۃ اقدام

لمبائی قدم انسان کا ساتواں حصہ ہوتا ہے علم ہیئت والوں نے زمین کے آباد حصوں کو سات حصوں میں منقسم کیا ہر حصے کو اقلیم کہا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور ان کے اردگرد شہروں کو حجاز کہا جاتا ہے۔ حجاز مقدس اقلیم ثانی میں ہے گرمیوں کے موسم میں زوال کے وقت بعض دنوں میں بالکل سایہ نہیں ہوتا اور بعض میں ایک قدم اسی طرح بڑھتے بعض دنوں میں تین قدم سایہ ہوتا ہے تو جن دنوں میں زوال کے وقت سایہ نہیں ہوتا ان دنوں میں آپ ﷺ ظہر کی نماز تین قدم پر ادا فرماتے جن ایام میں تین قدم ہوتا تو آپ ﷺ پانچ قدموں پر نماز ظہر ادا فرماتے یہ تاخیر کا وقت ہے اور سردیوں میں بعض دنوں میں زوال کے وقت پانچ قدم سایہ ہوتا تو آپ ﷺ پانچ قدموں پر نماز ادا فرماتے اور جن دنوں میں سایہ سات قدم ہوتا تو آپ ﷺ سات قدموں پر نماز ظہر ادا فرماتے۔ یہ تعجیل کا وقت ہے۔

سوال

نماز ظہر کا وقت کب تک رہتا ہے۔

جواب

اس میں اختلاف ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر ایک مثل سائے تک رہتا ہے۔ (مغنی: ج:1، ص:226)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو دن حضور ﷺ کو امام بن کر نماز پڑھائی پہلے دن جب سایہ تسمہ کی مقدار تھا ظہر پڑھائی پھر عصر اس وقت پڑھائی جب ایک مثل سایہ ہو گیا۔ پھر سورج غروب ہونے کے بعد جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے مغرب کی نماز پڑھائی اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء پڑھائی اور طلوع فجر کے بعد جس وقت روزہ دار پر کھانا حرام ہو جاتا ہے فجر کی نماز پڑھائی۔ دوسرے دن ظہر اس وقت پڑھائی جب ایک مثل سایہ ہو گیا جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھائی تھی پھر آخری وقت میں مغرب پڑھائی پھر تہائی رات گزرنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی اور سفید پھیل جانے کے بعد فجر کی نماز پڑھائی پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔

اے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ! یہ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی نمازوں کا وقت ہے اور نمازوں کا وقت ان دو دن کے اوقات کے درمیان ہے۔ (جامع ترمذی: ص:49)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس حدیث مبارکہ کا ایک جواب یہ ہے کہ امامت جبرائیل علیہ السلام کی یہ حدیث مبارکہ بخاری اور مسلم میں بھی ہے مگر اس میں ایک مثل سایہ کے وقت عصر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے یہ الفاظ صرف ترمذی، سنن ابوداؤد اور

سنن نسائی کی روایت میں ہیں اور صحاح کی روایت سنن پر مقدم ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں یہ بیان ہے کہ دوسرے دن ایک مثل سایہ ہونے کے بعد اس وقت ظہر پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی اس لیے یہ ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ذکر ہے کہ عصر کا وقت ظہر کے بعد شروع ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اس پر درج ذیل احادیث مبارکہ دلالت کرتی ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا وقت ہونے دو۔

اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو۔ اس نے تیسری بار اذان دینے کا ارادہ کیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھنڈا وقت ہونے دو حتیٰ کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔ (صحیح بخاری: ج:1،ص:88)

یہ حدیث مبارکہ دو وجوہات کی بناء پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف پر دلالت کرتی ہے۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثل سایہ کے بعد اذان دینے کی اجازت عطا فرمائی اور نماز بہر حال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی جس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد رہتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سایہ کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زوال آفتاب کے بعد جب انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت

ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آ جائے۔ (صحیح مسلم: ج:1،ص:223)

یہ حدیث مبارکہ صراحۃً اس مسلک پر دلالت کر رہی ہے کہ

ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلی امتوں کی نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے۔ اہل تورات کو تورات دی گئی اور وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد عاجز آ گئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی انہوں نے عصر تک عمل کیا پھر عاجز آ گئے انہیں ایک قیراط دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے تو تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا۔

اے اللہ عزوجل! تو نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے۔

انہوں نے کہا: نہیں۔

ارشاد فرمایا: یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں عطا کر دوں۔ (صحیح بخاری: ج:1،ص:79)

اس حدیث مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ

اہل انجیل جنہوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا تھا ان کے کام کا وقت مسلمانوں کی نسبت زیادہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا تھا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو تب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ ہوگا اور اگر ظہر کا وقت ایک مثل سایہ تک ہو تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا زیادہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اوقات نماز کے متعلق پوچھا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں جب ایک مثل سایہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھو اور جب دو مثل سایہ ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھو۔ مغرب اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے تہائی رات گزر جانے کے بعد عشاء پڑھو اور منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھو۔ (مؤطا امام مالک: ص:43)

یہ حدیث مبارکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر صاف تصریح ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ظہر کا وقت اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک کہ سایہ دو مثل نہ ہو جائے۔ (مبسوط: ج:1، ص:142)

اس کے بعد علامہ سرخسی وقت ظہر کے دو مثل تک ہونے پر دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث مشہور سے استدلال کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر گاہ تمہاری اور تم سے پہلے اہل کتاب کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مزدور کو اجرت پر لیا۔

اور کہا: میرے لیے فجر سے ظہر تک ایک قیراط کے عوض کون کام کرے گا تو یہود نے کام کیا۔

پھر کہا: ایک قیراط کے عوض ظہر سے عصر تک میرے لیے کون کام کرے گا تو عیسائیوں نے کام کیا۔

پھر کہا کہ: دو قیراط کے عوض عصر سے مغرب تک میرے لیے کون کام کرے گا پھر تم نے کام کیا تو یہود و نصاریٰ ناراض ہوئے۔

اور کہا: ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور اجرت کم ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کم دیا ہے۔

انہوں نے کہا: نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں عطا کر دوں۔

اس حدیث مبارکہ نے ظاہر کر دیا کہ

مسلمانوں کا عمل نصاریٰ سے کم تھا اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عصر کا وقت ظہر سے کم ہوتا ہے اور یہ تب ہوگا جب ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے اور دیار عرب میں زیادہ گرمی ایک مثل سایہ کے وقت ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ ہمیں ظہر کے وقت کا داخل ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہے اور ایک مثل سایہ کے بعد اس کے خارج ہونے میں اختلاف آثار کی وجہ سے شک پڑ گیا اور یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا۔ (مبسوط: ج:1، ص:143)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے اور یہی راجح ہے۔

قولہ ان شدة الحر من فیح جهنم

اس حدیث مبارکہ کو علماء کرام نے مجاز تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی اس طرح سمجھئے کہ موسم گرما میں جو گرمی کی شدت ہوتی ہے وہ جہنم کی حرارت کی مانند ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام اپنی حقیقت پر محمول ہے جس طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کیونکہ ایک روایت میں تصریح بھی ہے۔

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ جہنم جب باہر کا سانس لیتی ہے تو یہ گرمی اس لیے پیدا ہوتی ہے اور گویا جب اندر کا سانس لیتی ہے تو دنیا میں حرارت کے بجائے برودت پیدا ہوتی ہے یا یہ کہا جائے کہ جہنم کا ایک طبقہ طبقۂ زمہریر بھی ہے جس میں شدید قسم کی برودت اور ٹھنڈک ہے اس طبقہ کے سانس کی بناء پر دنیا میں سردی ہو جاتی ہے۔

دوزخ کی گرمی نہایت ہی سخت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنو آدم جس آگ کو جلاتے ہیں وہ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3265)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک ہزار سال تک دوزخ کی آگ کو بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہوگئی پس وہ سیاہ تاریک ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2591)

مسئلہ

جاڑوں کی ظہر میں جلدی مستحب ہے گرمی کے دنوں میں تاخیر مستحب ہے خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ، ہاں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اول وقت میں ہوتی ہو تو مستحب وقت کے لئے جماعت کا ترک جائز نہیں۔ موسم ربیع جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف گرمیوں کے حکم میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 52)

قولہ عن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور و معروف صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور انہوں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

ان کا نسب یہ ہے:

دوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن مالک بن نصر بن الازد۔

ان کے نام میں بہت اختلاف ہے کسی اور صحابی کے نام میں اتنا اختلاف نہیں ہے۔

ان کے نام کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

1-عبداللہ بن عامر	2-بریر بن عشرقہ	3-سکین بن دومۃ
4-عبداللہ بن عبد شمس	5-عبد شمس	6-عبد نہم

7-عبد غنم　　8-عبد عمر بن عبد غنم　　9-عمرو بن علی القلدس

بہر حال اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر دیا تھا اس میں بھی دو قول ہیں۔

1-عبداللہ　　2-اور عبدالرحمٰن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جاہلیت میں میرا نام عبد شمس تھا اور اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبدالرحمٰن رکھا۔

اور میری کنیت کی وجہ یہ ہے کہ

ایک دن مجھے ایک ہرہ (بلی) ملی، میں نے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری آستین میں بلی دیکھ کر فرمایا۔

اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے اور پھر علم کی طلب میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں آپ ﷺ سے احادیث سنتا ہوں اور مجھے یاد نہیں رہتیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ، میں نے چادر بچھائی، پھر آپ ﷺ نے بہت سی احادیث بیان کیں جن کو میں پھر کبھی نہیں بھولا۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتا تھا اور سب سے زیادہ احادیث مبارکہ یاد رکھتا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے جن میں صحابی اور تابعی شامل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما　　حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما　　حضرت جابر رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ

اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے ان سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بحرین کا عامل بنایا پھر معزول کر دیا۔ پھر دوبارہ عامل بنانا چاہا مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اور وہیں وفات ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 57ھ میں فوت ہوئے۔
ہیثم بن عدی نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 58ھ میں ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔
ایک قول یہ ہے کہ
ان کا انتقال عقیق میں ہوا اور امیر مدینہ منورہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(اسد الغابہ: ج:5،ص:315 تا 317)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بَاب فِیْ وَقْتِ صَلوٰةِ الْعَصْرِ

عصر کی نماز کا وقت

یہ باب نماز عصر کے وقت کے احکام کے متعلق ہے۔

343 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ وَّيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِيْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ وَالْعَوَالِيْ عَلٰى مِيلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ قَالَ وَاَحْسَبُهُ قَالَ اَوْ اَرْبَعَةٍ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ حَيَاتُهَا اَنْ تَجِدَ حَرَّهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز سورج سفید بلند جان ہونے میں ادا فرماتے اور جانے والا عوالی تک جاتا اس حال میں کہ سورج ابھی بلند ہوتا۔ زہری نے کہا: عوالی دو یا تین میل پر ہے۔ کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ کہا یا چار۔ خیثمہ سے روایت ہے کہ سورج کی حیات یہ ہے کہ اس کے اندر حرارت موجود ہو۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1،ص:440، سنن الکبریٰ للنسائی: جز:1،ص:467، الموطا: جز:1،ص:9، سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:369)

344 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے کہ دھوپ دیواروں پر چڑھنے سے قبل آپ کے حجرے میں ہوتی تھی۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1 ص: 363، الموطا: ج: 1 ص: 4 'سنن ترمذی: ج: 1 ص: 271، سنن دارمی: ج: 1 ص: 285)

345 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ اَبِى الْوَزِيرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنِى يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً

یزید بن علی بن شیبان کے والد محترم کے دادا محترم حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کو اس قدر موخر فرماتے کہ سورج سفید وصاف ہوتا تھا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 345)

346 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِى شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِى زَائِدَةَ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُونَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَاَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خندق کے دن ارشاد فرمایا: ان لوگوں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز سے روکا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 1 ص: 459، الموطا: ج: 3 ص: 509 'سنن ابن ماجہ: ج: 2 ص: 372، سنن دارمی: ج: 1 ص: 306)

347 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ اَبِى يُوْنُسَ مَوْلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهُ قَالَ اَمَرَتْنِى عَائِشَةُ اَنْ اَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا وَّقَالَتْ اِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَاٰذِنِّى (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى) فَلَمَّا بَلَغْتُهَا اٰذَنْتُهَا فَاَمْلَتْ عَلَيَّ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابو یونس مولیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حکم ارشاد فرمایا کہ میں آپ رضی اللہ عنہا کے واسطے قرآن مجید لکھوں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا جب یہ آیت پہنچے تو مجھے بتا دینا۔ حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ

وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى جب میں وہاں پہنچ گیا تو آپ رضی اللہ عنہا کو بتادیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے مجھ کو تحریر کروایا۔ حٰـفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ o پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کیا ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 462، الموطا: جز: 3، ص: 512، سنن ترمذی: جز: 10، ص: 242، سنن النسائی: جز: 2، ص: 262)

348 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ اَبِيْ حَكِيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ الزِّبْرِقَانَ يُحَدِّثُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَلَمْ يَكُنْ يُصَلِّيْ صَلٰوةً اَشَدَّ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا فَنَزَلَتْ (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى) وَقَالَ اِنَّ قَبْلَهَا صَلَاتَيْنِ وَبَعْدَهَا صَلَاتَيْنِ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر دوپہر کے وقت ادا فرماتے اور اس سے بڑھ کر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم پر شدت والی نماز نہ ہوتی تھی۔ تو نازل ہوئی (یہ آیت) حٰـفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى اور ارشاد فرمایا: بے شک دو نمازیں اس سے قبل اور دو نمازیں اس کے بعد ہیں۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 458، معجم الکبیر: جز: 5، ص: 125، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 102، شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 167)

349 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ وَمَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت سورج کے غروب سے قبل پالی تو اس نے عصر کی نماز پالی اور جو سورج طلوع ہونے سے قبل فجر کی نماز کی ایک رکعت پالے تو اس نے فجر کی نماز پالی۔

(السنن الصغیر للبیہقی: جز: 1، ص: 225، سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 367، معجم الاوسط: جز: 8، ص: 111، الموطا: جز: 1، ص: 6)

350 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بَعْدَ الظُّهْرِ فَقَامَ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ ذَكَرْنَا تَعْجِيْلَ الصَّلٰوةِ اَوْ ذَكَرَهَا فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِيْنَ تِلْكَ صَلٰوةُ

الْمُنَافِقِينَ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِينَ يَجْلِسُ اَحَدُهُمْ حَتّٰى اِذَا اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ فَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ اَوْ عَلٰى قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيهَا اِلَّا قَلِيلًا

علاء بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس ظہر کی نماز کے بعد حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز کے لئے قیام فرمالیا پس جب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز سے فراغت پالی تو ہم نے جلدی نماز ادا فرمانے کا تذکرہ کیا اور اس کو ذکر کیا۔ ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یہ منافقین کی نماز ہے یہ منافقین کی نماز ہے یہ منافقین کی نماز ہے ان میں سے کوئی ایک بیٹھے حتیٰ کہ سورج زرد ہو جائے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے یا شیطان کے دونوں سینگوں پر ہوتا ہے وہ کھڑا ہو تو چار ٹکڑے مارے وہ اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا مگر قلیل۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1 ص:444، الموطا: جز:1 ص:220، سنن الترمذی: جز:1 ص:272، سنن النسائی: جز:2 ص:321)

351 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِىْ تَفُوتُهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهُ وَمَالَهُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ و قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اُوتِرَ وَاخْتُلِفَ عَلٰى اَيُّوبَ فِيهِ و قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وُتِرَ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ قَالَ اَبُو عَمْرٍو يَعْنِى الْاَوْزَاعِيَّ وَذٰلِكَ اَنْ تَرٰى مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الشَّمْسِ صَفْرَاءَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کی عصر کی نماز فوت ہوئی گویا اس کے اہل اور اس کے مال لٹ گئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اُتِرَ فرمایا اور اس میں ایوب پر اختلاف کیا گیا اور زہری، سالم نے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وُتِرَ محمود بن خالد، ولید، ابوعمر اور یعنی اوزاعی نے فرمایا کہ اور یہ کہ تو زمین پر دھوپ کو زرد دیکھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1 ص:444، الموطا: جز:1 ص:11، سنن ابن ماجہ: جز:2 ص:373، سنن ترمذی: جز:1 ص:292)

تشریح: اختلاف ائمہ کرام

عصر کی نماز کے وقت میں اختلاف ہے۔

احناف کے نزدیک عصر کی نماز کا مستحب وقت یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک مؤخر کر کے پڑھا جائے جب تک آفتاب متغیر نہ ہوتا کہ نماز سے قبل نمازیوں کو کثرت نوافل کا موقعہ مل جائے کیونکہ عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہے۔

احناف کے دلائل

احناف کے دلائل درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھا کرتے تھے جب تک سورج سفید چمکدار رہتا تھا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 345)

دوسری دلیل

اور دوسری دلیل یہ ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نسبت ظہر بہت جلد پڑھا کرتے تھے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عصر بہت جلد پڑھتے ہو۔ (جامع ترمذی: ص: 50)

تیسری دلیل

تیسری دلیل یہ ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو عصر کی تاخیر کا حکم فرماتے تھے۔

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل اسی باب کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا فرماتے کہ دھوپ دیواروں پر چڑھنے سے قبل آپ کے حجرہ مبارکہ میں ہوتی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 344)

ائمہ ثلاثہ کا مذہب

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر کی نماز کو اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

پہلی دلیل

ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز سورج سفید، بلند جاندار ہونے کے وقت میں ادا فرماتے اور جانے والا عوالی تک جاتا اور سورج پھر بھی بلند ہوتا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 343)

احناف کی طرف سے جواب

ہم نے اس کا ایک جواب یہ دیا کہ
قولی اور فعلی روایات میں تعارض ہو تو ترجیح قولی روایات کو ہوتی ہے۔ ہمارے دلائل میں قولی روایات بھی ہیں جس طرح کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عصر کی تاخیر کا حکم ارشاد فرمایا لہٰذا اس کو ترجیح ہوئی۔

دوسرا جواب

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ
حجاز اقلیم ثانی میں واقع ہے جس میں عصر کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ چالیس منٹ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے دس منٹ تک پہنچ جاتا ہے۔ موسموں کے لحاظ سے بڑا فرق ہوتا ہے۔ ہم اوسط کا اعتبار کر کے دو گھنٹے لیتے ہیں اس میں سے بیس منٹ اصفرار کے نکال لیتے ہیں باقی (100) سو منٹ رہ گئے۔ تاخیر سے پڑھنے کا مطلب ہے نصف ثانی کے شروع میں پڑھی جائے تو نصف اول کے پچاس منٹ نکال لیے اور پانچ منٹ نماز پڑھنے کے نکال لیے باقی پینتالیس منٹ بچ گئے اور عوالی مدینہ سے دو اڑھائی میل کے فاصلے پر ہے پینتالیس منٹ میں دو اڑھائی میل سفر آسانی سے کیا جا سکتا ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جفاکش اور تیز رفتار تھے تو پھر ان کے لئے کیا مشکل تھا کہ وہ اس سفر کو طے نہ کر سکیں۔

تیسرا جواب

تیسرا جواب یہ ہے کہ
اس حدیث مبارکہ سے وقت کی تعیین پر استدلال درست نہیں کیونکہ لوگ اپنی چال اور رفتار کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں بعض تیز چلنے اور بعض تو بہت زیادہ تیز چلنے والے نیز عوالی کی مقدار بھی بعد کے لحاظ سے مختلف ہے بعض عوالی دو میل پر ہیں اور بعض تین میل پر اور بعض چار میل پر ہیں تو جب یہ صورت ہو جائے کیا استدلال درست ہو سکتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھتے پھر اونٹ ذبح کر کے دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر اس کو پکایا جاتا اور ہم اس کا پکا ہوا گوشت غروب آفتاب سے پہلے کھا لیتے تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1315)

ان سے یہ استدلال کیا گیا کہ عصر کی نماز پڑھ کے اونٹ ذبح کر کے دس حصوں میں تقسیم کرنا پھر پکا کر غروب آفتاب سے پہلے کھانا تعجیل کی نشانی ہے لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ عصر کی نماز اول وقت میں مستحب ہے۔

احناف کی طرف سے پہلا جواب

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ
کسی دن عصر کی نماز جلدی پڑھ لی یا وقت مستحب میں ہی پڑھی مگر کئی ماہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مل کر یہ کام کر لیا تو کچھ مستبعد نہیں ہے۔

دوسرا جواب

دوسرا جواب یہ ہے کہ
ہماری روایت قولی ہے اور یہ فعلی ہے اور ترجیح قولی حدیث کو ہوتی ہے۔

تیسرا جواب

تیسرا جواب یہ ہے کہ
ذبح کرنے، گوشت بنانے اور پکانے میں ماہر اور غیر ماہر کا بڑا فرق ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اونٹ ذبح کرنے کے ماہر تھے۔ تاخیر کے ساتھ نماز عصر پڑھی جائے تو بھی مغرب تک ایک گھنٹہ وقت ہوتا ہے ایک گھنٹے میں یہ عمل ممکن ہے عام طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انگاروں پر بھون کر تناول فرماتے تھے وہ کوئی قورمے نہیں بناتے تھے لہٰذا اس سے تعجیل ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی عصر کو اول وقت میں پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

مسئلہ

عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے مگر نہ اتنی تاخیر کہ خود قرص آفتاب میں زردی آ جائے کہ اس پر بے تکلف بے غبار و بخار نگاہ قائم ہونے لگے دھوپ کی زردی کا اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1، ص:52)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تجربہ سے ثابت ہوا کہ قرص آفتاب میں یہ زردی اس وقت آ جاتی ہے جب غروب میں بیس منٹ باقی رہتے ہیں تو اسی قدر وقت کراہت ہے یونہی بعد طلوع بیس منٹ کے بعد جواز نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔
(فتاویٰ رضویہ: ج:5، ص:138)

اور مسئلہ میں جو تاخیر کا حکم فرمایا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے دو حصے کیے جائیں پچھلے حصہ میں ادا کریں۔ جس طرح کہ بحر الرائق میں ہے۔

☆ قولہ عن صلوٰۃ الوسطی

ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کرام میں نماز وسطی میں اختلاف

ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کا نماز وسطی کی تعیین میں اختلاف ہے۔

صلوٰۃ وسطی کے متعلق بیس اقوال وارد ہوئے ہیں۔

1-صلوٰۃ الفجر	2-صلوٰۃ الظہر وجمعہ	3-صلوٰۃ العصر
4-صلوٰۃ المغرب	5-صلوٰۃ العشاء	6-صلوٰۃ الضحیٰ
7-صلوٰۃ الجمعہ	8-صلوٰۃ الاضحیٰ	9-صلوٰۃ الوتر
10-صلوٰۃ العید	11-صلوٰۃ اللیل	12-صلوٰۃ خمسہ بالتعیین
13-صلوٰۃ الخوف	14-صلوٰۃ خمسہ بلاتعیین	15-صلوٰۃ باالجماعت
16-صلوٰۃ الفجراوالعصر	17-صلوٰۃ والعصر	18-توقف
19-صلوٰۃ الظہر والجمعۃ	20-صلوٰۃ الفجر والعشاء	

مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز وسطی فجر کی نماز ہے اور امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک نماز وسطی عصر کی نماز ہے۔

امام اعظم، امام احمد بن حنبل، داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہم کے دلائل

1-امام احمد بن حنبل، داؤد ظاہری اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کے دلائل یہ ہیں۔

پہلی دلیل

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن ارشاد فرمایا:

ان لوگوں نے ہم کو صلوٰۃ الوسطی صلوٰۃ العصر سے روکا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 346)

دوسری دلیل

دوسری دلیل یہ ہے۔

ابویونس مولیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حکم ارشاد فرمایا کہ میں آپ رضی اللہ عنہا کے واسطے قرآن مجید لکھوں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جب یہ آیت ''حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی'' پہنچے تو مجھ سے فرمایا مجھے بتا دینا۔ جب میں وہاں پہنچ گیا تو آپ رضی اللہ عنہا کو

بتا دیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے مجھ کو تحریر کروایا۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ٥

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سماعت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 347)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ صلوٰۃ الوسطی صلوٰۃ العصر ہے۔

امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے دلائل

2- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے۔

ابو رجاء سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی۔

پھر ارشاد فرمایا: یہ صلوٰۃ الوسطی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ صلوٰۃ الوسطی صلوٰۃ الفجر ہے۔

احناف کی طرف سے جواب

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا اجتہاد ہے آپ رضی اللہ عنہ نے قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ سے استدلال کیا فجر کی نماز میں قنوت پڑھی اور قٰنِتِيْنَ کے لفظ قنوت نازلہ مراد لے کر فرمایا یہی صلوٰۃ الوسطی ہے لہٰذا صلوٰۃ الوسطی صلوٰۃ العصر ہے۔

غزوہ خندق کب ہوا؟

قولہ یوم الخندق ۔

یوم خندق کے دن آپ ﷺ کو کفار نے بہت زیادہ تکالیف دیں اور غزوہ خندق 5ھ میں ہوئی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ شوال 4ھ میں چونکہ اس غزوہ میں مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھودی گئی تھی اسی لیے اس کو غزوہ خندق کہتے ہیں۔ اور اس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ کفار کی تعداد دس ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔

اس غزوہ خندق کا واقعہ اس طرح ہے۔

بنو نضیر جب مدینہ منورہ سے جلاوطن کیے جانے کے بعد خیبر پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی اسکیم بنائی اس کے سردار مکہ مکرمہ گئے۔

اور قریش سے کہا: اگر تم ہمارا ساتھ دو تو اسلام کا استحصال کیا جا سکتا ہے، قریش مکہ تو مسلمانوں کو فتح کرنے کے لئے پہلے ادھار کھائے بیٹھے تھے وہ فوراً تیار ہو گئے اس کے بعد یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے بنو سلیم کی قریش سے رشتہ داری تھی وہ بھی ساتھ مل گئے۔ بنو سعد یہودیوں کے حلیف تھے انہوں نے بھی ساتھ دیا غرض یہودیوں اور عرب کے تمام قبائل سے مل کر ایک

لشکر گراں تیار ہو گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

ان کی تعداد دس ہزار تھی یہ لشکر تین حصوں کی تقسیم کاری پر تھا غطفان کی فوجیں عیینہ بن فزاری کی کمان میں تھیں۔ بنو اسد طلیحہ کے پرچم تلے تھے اور ابوسفیان سارے لشکر کا سپہ سالار تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبریں سنیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ

کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا مصلحت کے خلاف ہے۔ ایک محفوظ مقام پر لشکر جمع کر کے اس کے گرد خندق کھود لی جائے اس رائے کو سب نے پسند کر لیا۔ مدینہ منورہ کے تین جانب مکانات تھے اور نخلستان کا سلسلہ تھا جو شہر پناہ کا کام دیتا تھا۔ صرف شامی رخ کھلا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اسی مقام پر خندق کی تیاریاں شروع کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حدود قائم کیں اور دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی۔ خندق کا عمق پانچ گز رکھا گیا اور بیس دن میں تین ہزار مقدس ہاتھوں سے یہ خندق تیار ہوئی۔ (فتح الباری: ج:7، ص:393)

خندق کے دوران اتفاقاً ایک سخت چٹان آ گئی جو کسی کی ضرب سے نہیں ٹوٹتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے در آں حالیکہ تین دن کا فاقہ تھا اور شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ایک تودہ خاک تھی۔ بنو قریظہ کے یہود اب تک الگ تھلگ تھے مگر بنو نضیر کے امیر حیی بن اخطب نے بسیار کوشش کے بعد ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا مگر انہوں نے معاہدہ توڑ دیا۔

اور کہا: ہم نہیں جانتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں۔

اور معاہدہ کیا چیز ہے۔

بنو قریظہ کے ملنے کے بعد کفار کی فوجی نفری میں اور اضافہ ہو گیا اور یہودیوں، قریش اور دیگر قبائل عرب پر مشتمل دس ہزار فوجیں تین حصوں میں پھیل کر مدینہ منورہ کی طرف اس زور و شور سے بڑھیں کہ مدینہ کی سرزمین دہل گئی۔

اللہ تعالیٰ متحدہ کفار کے اس حملہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

ترجمہ:- جب دشمن کا لشکر اوپر سے نیچے سے تم پر چڑھ دوڑا جب مارے خوف کے تمہاری آنکھیں پتھرانے لگیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس وقت صاحبان ایمان کو آزمائش میں ڈالا گیا اور وہ بری طرح دہل گئے تھے۔ (احزاب: 9 تا 10)

افواج اسلام میں منافقین بھی تھے۔ سردی کی شدت، رسد کی قلت، متواتر فاقوں اور مسلسل جگ راتوں سے تنگ آ کر

انہوں نے کہا:

اور وہ وقت یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا یہ کہہ رہے تھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدے کیے تھے وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھے اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے لوگو! تمہارے لیے اب ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے واپس لوٹ چلو اور جب ان کا ایک گروہ نبی سے جانے کی رخصت طلب کر رہا تھا کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے دراصل وہ بھاگنا چاہتے تھے۔

(الاحزاب:12 تا 13)

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب اخلاص اور آزمائش کی اس کسوٹی پر کسا گیا تو انہوں نے کہا:

اور جب مسلمانوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس واقعہ نے ان کے ایمان اور تسلیم میں زیادتی ہی کی۔

(احزاب:22)

تقریباً ایک ماہ کفار کا محاصرہ اس قدر سختی سے قائم رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مسلسل تین دن فاقے سے گزرے۔ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے تاب ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے پیٹ کھول کر دکھائے کہ انہوں نے بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیٹ دکھایا تو اس پر ایک کی بجائے دو پتھر تھے۔ (فتح الباری: ج:7 ص:400 تا 404)

محاصرین خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے اس لیے وہ دور سے تیر اور پتھر برساتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے مختلف حصوں پر فوجیں مقرر کر دی تھیں جو محاصرین کے حملوں کا مقابلہ کرتی تھیں۔ ایک حصہ خود آپ کے زیر اہتمام تھا۔ جب محاصرین کو اس طرح کامیابی نہیں ہوئی تو انہوں نے طے کیا کہ اب عام حملہ کیا جائے۔ خندق کا عرض ایک جگہ سے اتفاقاً کم تھا تو انہوں نے وہی جگہ عام حملہ کے لئے منتخب کی، عرب کے مشہور جنگ جو، ضرار، جبیرہ، نوفل اور عمرو بن عبدود نے خندق کے اس کنارے سے گھوڑوں کو بھگایا تو خندق کے پار پہنچ گئے۔ عمرو بن عبدود ایک مشہور جنگ جو شخص تھا۔ اس نے عرب کے عام دستور کے موافق مبارزت کی۔

اور کہا: میرے مقابلہ پر کون آئے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی مبارزت کے جواب میں اٹھے کچھ بحث و تمحیص کے بعد عمرو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے وار کو ڈھال پر روکا مگر تلوار ڈھال میں ڈوب کر نکلی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر لگی۔ دشمن کے وار کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک ضرب ید اللہی لگائی اور آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار اس کا شانہ کاٹ کر نیچے اتر آئی اور اس کے ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور عمرو بن عبدود خاک پر لوٹنے لگا۔

حملہ کا یہ دن بہت سخت تھا تمام دن لڑائی رہی کفار ہر طرف سے تیروں اور پتھروں کا مینہ برسا رہے تھے اور تیروں کی یہ موسلا

دھار بارش ایک لحہ کے لئے بھی نہ رکتی تھی اسی دن رسول اللہ ﷺ کی تین مسلسل نمازیں قضاء ہوئیں کیونکہ مسلسل تیراندازی اور سنگ باری کے باعث اپنی جگہ سے ہٹنا ممکن نہ تھا۔ محاصرہ جس قدر طول پکڑ رہا تھا محاصرہ کرنے والوں کی کمر ہمت ٹوٹ رہی تھی۔ دس ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان کام نہ تھا، پھر سخت سردی کے اس موسم میں اس زور سے آندھی چلی کہ طوفان آ گیا خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں، کھانے کی دیگچیاں چولہوں پر الٹ گئیں اور لشکر کفار میں زبردست ابتری پھیل گئی۔

قرآن مجید میں اسی آندھی کو لشکر الٰہی عزوجل سے تعبیر فرمایا ہے۔

ترجمہ:- اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئی تھیں تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیج دیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ (الاحزاب:9)

اس آندھی پر مستزاد یہ ہوا کہ کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور یہود اس جنگ سے الگ ہو گئے۔ بہرحال سردی کی شدت، محاصرہ کا طول، آندھی کا زور، رسد کی قلت اور یہود کی علیحدگی یہ تمام عناصر ایسے جمع ہو گئے کہ اب قریش کے لئے جم کر لڑنا ممکن نہیں تھا۔

ابوسفیان نے فوج سے کہا: ان حالات میں محاصرہ بے کار ہے اور کوچ کا طبل بجوایا اور مدینہ منورہ کا افق تقریباً ایک ماہ غبار آلود رہنے کے بعد صاف ہو گیا۔ (شرح مواہب اللدنیہ: ج:2،ص:124)

غزوۂ خندق ہونے کا سبب اور واقعات

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر یہ فضل اور احسان فرمایا کہ ان کے دشمن حملہ آوروں کو ان کے شہر مدینہ سے بھگا دیا اور ان کو شکست فاش دی جب ان دشمنوں کی مختلف جماعتیں ایک ساتھ مل کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئی تھیں یہ پانچ ہجری شوال کا مہینہ تھا اور اس غزوہ کا نام غزوہ خندق اور غزوہ الاحزاب رکھا گیا تھا۔

امام موسیٰ بن عقبہ وغیرہ نے یہ بیان کیا ہے کہ

غزوۃ الاحزاب کا سبب یہ تھا کہ بنونضیر کے جن یہودی سرداروں کو نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ سے خیبر کی جانب جلاوطن کر دیا تھا ان میں سے سلام بن ابی الحقیق

سلام بن مشکم

اور کنانہ بن الربیع مکہ مکرمہ گئے اور قریش کے سرداروں سے ملاقات کی اور انہیں نبی کریم ﷺ کے خلاف بھڑکایا اور آپ ﷺ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور ان کو یہ یقین دلایا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے خلاف ان کی بھرپور مدد کریں گے۔ قریش نے ان کے ساتھ اتفاق کر لیا پھر وہ غطفان کے پاس گئے اور ان کو بھی آپ ﷺ کے خلاف جنگ پر تیار کر لیا۔ قریش نے مکہ مکرمہ کے گرد و نواح سے اپنے موافقین کو اکٹھا کر لیا ان کے لشکر کا قائد ابوسفیان صخر بن حرب تھا اور غطفان کا قائد عیینہ بن حصین بن

بدر تھا۔ پھر دس ہزار افراد کا لشکر تیار ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ جب نبی کریم ﷺ نے دشمن کی پیش قدمی کی خبر سنی تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مدینہ منورہ کے مشرقی جانب خندق کھودنے کا حکم دیا۔ سو مسلمان مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے لگے۔ نبی کریم ﷺ بھی ان کے ساتھ خندق کھودنے اور مٹی نکالنے کے عمل میں شریک تھے اور خندق کھودنے میں متعدد معجزات کا ظہور ہوا تھا۔

مشرکین مدینہ منورہ کی مشرقی جانب احد پہاڑ کے پاس آ کر ٹھہرے تھے یہ مدینہ منورہ کا نچلا حصہ تھا اور دشمن کا دوسرا گروہ مدینہ منورہ کی زمین کے بالائی حصہ میں ٹھہرا تھا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جب کفار تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر حملہ آور ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ تین ہزار اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لئے نکلے تھے۔ آپ ﷺ کی پشت پر سلع پہاڑ تھا اور دشمن آپ ﷺ کے سامنے تھا آپ ﷺ کے اور دشمن کے سواروں اور پیادوں کے درمیان خندق تھی اور خواتین اور بچے مدینہ منورہ کے شہر میں تھے اور مدینہ منورہ کی دونوں شرقی جانبوں میں یہود کی ایک جماعت بنو قریظہ تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ معاہدہ کیا ہوا تھا کہ اگر دشمن نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو وہ مسلمانوں کی طرف سے مدافعت کریں گے ان میں سات سو جنگ جو تھے دشمن کی طرف سے حیّ بن اخطب النضری ان کے پاس گیا اور ان کو اس معاہدہ کے توڑنے پر اکسایا حتیٰ کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ باہر سے دس ہزار مشرکین نے مدینہ منورہ کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا اور اندر سے سات سو یہودی غداری کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ پر کمر بستہ تھے یہ وہ منظر تھا جس کی اللہ تعالیٰ نے اس طرح نقشہ کشی کی ہے جب تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ اس وقت مومنوں کی آزمائش کی گئی تھی اور ان کو شدت کے ساتھ جھنجھوڑ دیا گیا تھا۔ دشمن نے ایک ماہ تک نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کیے رکھا لیکن ان کو خندق پار کرنے کی جرأت نہ ہوسکی اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ البتہ عمرو بن عبدود العامری زمانہ جاہلیت میں مشہور شہ سوار تھا وہ اپنے ساتھ شہ سواروں کی ایک جماعت لے کر خندق کے پار مسلمانوں کے سروں پر پہنچ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ کچھ دیر ان میں مقابلہ ہوا بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر دیا اور یہ مسلمانوں کی فتح اور نصرت کی علامت تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دشمن کے لشکر پر زبردست آندھی بھیجی جس سے ان کے تمام خیمے اکھڑ گئے ہر چیز تہس نہس ہو گئی وہ نہ چولہے جلا سکتے تھے اور نہ ہی کھانا پکا سکتے تھے اور وہ ناکام اور نامراد ہو کر واپس لوٹ گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بادِ صبا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد کو بادِ دبور سے ہلاک کر دیا گیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1035)

امام عبدالملک بن ہشام الحافری لکھتے ہیں: ربیع الاول 4ھ ہجری میں بنونضیر کو جلاوطن کرنے کا واقعہ پیش آیا۔
اس کی تفصیل یہ ہے کہ
بنو عامر کے دو افراد جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا معاہدہ تھا مدینہ منورہ سے اپنے گھر والوں کی طرف جا رہے تھے راستے میں ان کی حضرت عمرو بن امیہ ضمری سے مدبھیڑ ہوئی ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ بنو عامر کے یہ دو افراد رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں ہیں۔ انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ اب معاہدہ کی رو سے ان کی دیت رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے حلیفوں پر تھی اور بنونضیر آپ ﷺ کے حلیف تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے بنونضیر سے دیت میں تعاون کا مطالبہ کیا۔
انہوں نے کہا: آپ ﷺ بیٹھیں ہم آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔
رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے

حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت علی رضی اللہ عنہم

وغیرہم ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے۔ یہود نے دیت میں تعاون کرنے کے بجائے یہ سازش کی کہ آپ ﷺ کی بے خبری میں وہ دیوار کے اوپر سے آپ ﷺ کے اوپر چکی کا پاٹ پھینک کر آپ ﷺ کو ہلاک کر دیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر آپ ﷺ کو ان کی سازش کی خبر دی۔ آپ ﷺ فوراً مدینہ منورہ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر کیا اور بنونضیر کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ ماہ ربیع الاول کا واقعہ ہے۔ آپ نے چھ دن ان کا محاصرہ کیا۔ بنونضیر قلعہ میں محصور ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔ منافقین نے بنونضیر کو تسلی دی تھی کہ ہم تمہاری مدد کو پہنچیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ نہیں آئے۔ پھر بنونضیر نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو قتل نہ کریں بلکہ جلاوطن کر دیں اور ان کو یہ اجازت دیں کہ وہ اپنے اونٹوں پر اپنا سامان لاد کر لے جائیں چنانچہ وہ مدینہ منورہ سے نکل گئے ان کے سردار خیبر میں چلے گئے اور بعض شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ (السیرۃ النبویہ: ج:3، ص:210 تا 212)

امام ابن ہشام نے لکھا ہے: غزوۃ الاحزاب (یعنی غزوہ خندق) شوال 5ھ میں رونما ہوا۔ بنونضیر کے جو افراد جلاوطن ہو کر خیبر جا رہے تھے انہوں نے مکہ مکرمہ میں جا کر قریش کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر برانگیختہ کیا اور ان کے علاوہ دیگر عرب کے قبائل میں سے غطفان

بنوسلم بنومرہ اشجع

اور بنوسعد وغیرہ کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا۔
بنوقریظہ پہلے ان کے ساتھ نہیں تھے مگر حیی بن اخطب نے ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ غرض قریش، یہود اور دیگر قبائل عرب بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کفار کی تیاری کی خبریں سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے

اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ کھلے میدان میں لڑنا مصلحت کے خلاف ہے۔ مدینہ منورہ کے گرد خندق کھود کے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اور بچوں کو شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دیا اور خود تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شہر سے نکلے۔ سلع نام کے پہاڑ کو پس پشت رکھ کر خندق کھودی گئی اس بناء پر غزوہ الاحزاب کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔ خندق کھودنے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ شریک تھے۔ کفار نے ایک ماہ تک محاصرہ برقرار رکھا۔ وہ خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے اسی لیے دور سے پتھر اور تیر برساتے تھے۔ ایک دن قریش کے چند سوار جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا خندق کو عبور کر کے آ گئے۔ عمرو نے مقابلہ کے لئے للکارا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔ اس کا یہ حشر دیکھ کر اس کے باقی ساتھی بھاگ گئے بالآخر بنوقریظہ اور قریش میں پھوٹ پڑ گئی اور سردی کے موسم کے باوجود ایسی زبردست آندھی آئی جس سے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں اور گھوڑے رسیاں تڑا کر بھاگ گئے، چولہوں پر رکھی ہوئی دیگچیاں بار بار الٹ جاتی تھیں۔ محاصرہ طویل ہونے کی وجہ سے مشرکین کا سامان رسد بھی ختم ہو چکا تھا اس لیے کفار قریش اور دیگر قبائل محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے اور بنوقریظہ اپنے قلعوں میں چلے گئے تھے۔ غزوہ احزاب میں شدت قتال کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی بعض نمازیں بھی قضاء ہو گئی تھیں۔ چھ مسلمان شہید ہو گئے تھے اور ان میں قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تیر لگنے سے ان کے بازو کی ایک رگ کٹ گئی تھی۔ مسجد نبوی میں حضرت رفیدہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ تھا جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کے لئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اس خیمہ میں بھیج دیا تھا۔ مگر وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکے اور ایک ماہ بعد ان کی وفات ہو گئی اس غزوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد معجزات ظاہر ہوئے۔ (السیرۃ النبویہ: ج:3، ص:236 تا 256)

اس موقع پر یہ معجزات ظاہر ہوئے۔

1- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خندق کی جگہ میں ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور پھاوڑوں سے نہیں ٹوٹ رہی تھی۔ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔

حضرت عون رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی تو پھر اس چٹان سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئیں۔
اور اللہ تعالیٰ کی قسم!
بے شک میں اس جگہ سے اس کے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک اور ضرب لگائی اور وہ چٹان مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اکبر مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں۔
اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اکبر! میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 18600)
2-نعمان بن بشیر کی بہن سے روایت ہے کہ
میری والدہ محترمہ عمرۃ بنت رواحہ نے مجھے بلایا اور ایک مٹھی کھجوریں مجھے ایک کپڑے میں باندھ کر دیں۔
اور کہا: اے بیٹی یہ کھجوریں اپنے باپ اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کے پاس ان کے ناشتہ کے لئے لے جاؤ۔
انہوں نے کہا: میں وہ کھجوریں لے کر گئی۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزری اس وقت میں اپنے باپ اور ماموں کو ڈھونڈ رہی تھی۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بیٹی! ادھر آؤ! یہ تمارے پاس کیا چیز ہے۔
میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ کھجوریں ہیں۔ میری ماں نے ان کو میرے والد بشیر بن سعد اور میرے ماموں عبداللہ بن رواحہ کے پاس بھیجا ہے وہ ان کا ناشتہ کریں گے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کھجوریں مجھے دے دو۔
وہ کہتی ہیں کہ
میں نے وہ کھجوریں رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیوں میں ڈال دیں وہ اتنی کھجوریں نہیں تھیں کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی بھر جاتی۔ آپ ﷺ نے ایک کپڑا منگوایا اور اس میں وہ کھجوریں ڈال دیں اس کپڑے کے اوپر وہ کھجوریں بکھر گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا۔
جاؤ اہل خندق میں اعلان کر دو کہ وہ میرے پاس ناشتہ کرنے کے لئے آئیں اور وہ اس کھجور سے لے کر کھانے لگے اور کھجوریں اور زیادہ ہو رہی تھیں حتیٰ کہ تمام اہل خندق ناشتہ کرنے کے لئے چلے گئے اور وہ کھجوریں پھر بھی زیادہ ہو رہی تھیں۔
(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:3، ص:427)

3-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جب خندق کھودی گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ میں بھوک کے آثار دیکھے میں اپنی بیوی کے پاس گیا۔
اور اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ میں شدید بھوک کے آثار دیکھے ہیں۔ اس

نے ایک تھیلا نکالا جس میں چار کلو جو تھے اور ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا وہ بھی میرے ساتھ ساتھ فارغ ہوگئی۔ میں نے بکری کا گوشت کاٹ کر دیگچی میں ڈالا پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے لگا۔

میری بیوی نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا۔

اور آپ ﷺ سے سرگوشی میں کہا۔

یارسول اللہ (ﷺ)! ہم نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو پیس لیے ہیں جو ہمارے پاس تھے۔ آپ ﷺ چند اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر ہمارے ہاں چلیے۔

رسول اللہ ﷺ نے بہ آواز بلند فرمایا: اے اہل خندق! جابر (رضی اللہ عنہ) نے تمہاری دعوت کی ہے۔ سو تم لوگ چلو۔

تو رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) ارشاد فرمایا: جب تک میں نہ آؤں۔ تم ہانڈی نہ اتارنا نہ روٹی پکانا میں گھر آیا اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے آئے۔

میں اپنی بیوی کے پاس گیا۔

اس نے کہا: تمہاری ہی رسوائی اور فضیحت ہوگی۔

میں نے کہا: میں نے وہی کیا ہے جو تم نے مجھ سے کہا تھا۔ پھر اس نے اپنا گندھا ہوا آٹا نکالا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی پھر آپ ﷺ نے ہماری دیگچی کا قصد کیا اور اس میں لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔

پھر ارشاد فرمایا: ایک اور روٹیاں پکانے والی بلالو جو تمہارے ساتھ مل کر روٹیاں پکائے۔ دیگچی میں سے سالن نکالنا۔ لیکن اس کو (چولہے سے) نیچے نہ اتارنا۔ اس موقع پر ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ان سب نے کھانا کھایا اور کھانا بچ گیا اور جس وقت آپ ﷺ واپس گئے تو ہماری دیگچی اسی طرح جوش کھا رہی تھی اور ہمارا گندھا ہوا آٹا اتنا ہی تھا اور اس سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4102)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو بھیجا انہوں نے خیموں کی رسیاں کاٹ دیں اور میخیں اکھاڑ دیں اور دیگچیاں الٹی کر دیں اور ان کی جلائی ہوئی آگ بجھا دی۔ اور ان کے گھوڑے بدک کر بھاگنے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر خوف اور رعب طاری کر دیا اور لشکر کے چاروں طرف فرشتے بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے لگے حتیٰ کہ ہر خیمہ کا سردار بلند آواز سے یہ کہنے لگا۔

اے بنو فلاں! یہاں میرے پاس آؤ حتیٰ کہ جب وہ لوگ اس کے پاس آگئے۔

تو وہ کہنے لگا۔
نجات کو طلب کرو۔
نجات کو طلب کرو۔
اس کی وجہ یہ تھی کہ
ان کے دلوں میں رعب طاری کر دیا گیا تھا۔
اور ارشاد فرمایا:
اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے یعنی جو تم خندق کھود رہے تھے اور دشمنوں سے مدافعت کی تدبیریں کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ تمہارے ان کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:14، ص:133)

قولہ یوم الخندق حبسونا عن صلوٰۃ الوسطی صلوٰۃ العصر

یوم خندق کے دن مشرکین نے محاصرہ کیے رکھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی نماز قضاء ہوئی۔
سنن ابوداؤد کی اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی صرف ایک نماز قضاء ہوئی اور وہ بھی عصر کی قضاء ہوئی۔
اسی طرح بخاری شریف میں بھی ایک عصر کی قضاء کا ذکر ہے۔
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
غزوہ خندق کے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غروب آفتاب کے بعد آئے اور انہوں نے کفار قریش کو برا کہنا شروع کر دیا۔
انہوں نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! سورج غروب ہو گیا اور میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی پھر ہم وادی بطحان میں کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے نماز کے لئے وضو کیا اور ہم نے بھی نماز کے لئے وضو کیا پھر آپ ﷺ نے غروب آفتاب کے بعد پہلے عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث:596)
اسی طرح صحیح مسلم کی روایت میں بھی ایک عصر قضا ہونے کا ذکر ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق کے دن ارشاد فرمایا: اس حال میں کہ آپ ﷺ خندق کے راستوں میں سے ایک راستہ پر بیٹھے ہوئے تھے (مشرکوں نے) ہمیں صلوٰۃ وسطی سے روکے رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں

کو آگ سے بھر دے یا قبروں اور پیٹوں کا ارشاد فرمایا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1324)

ایک اور روایت میں اسی طرح فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے جس طرح (جنگ میں) مشغول کر کے انہوں نے ہمیں نماز عصر سے روک دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1320)

ایک اور روایت میں بھی عصر کی قضا کا ذکر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے دن ارشاد فرمایا: (مشرکین نے) ہم کو صلوٰۃ وسطی عصر کی نماز سے روک دیا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کے درمیان عصر کی نماز پڑھی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1325)

یہ وہ احادیث مبارکہ ہیں جو صحیحین سے ثابت ہیں اور اس میں صرف عصر کی قضا کا ذکر ہے۔ مگر سنن نسائی میں چار قضا ہونے کا ذکر ہے جو کہ بعد میں ادا فرمائی گئیں۔

حدیث مبارکہ یہ ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے جنگ خندق کے دن ہمیں نمازوں سے مشغول رکھا نماز ظہر سے غروب آفتاب تک۔ اس وقت نماز خوف کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ط (الاحزاب: 25)

اور اللہ نے مومنین کو قتال سے کفایت فرما دی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے ظہر کی اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ظہر کی نماز ادا فرمائی جس طرح اپنے وقت میں ظہر پڑھتے تھے۔ پھر انہوں نے عصر کی اقامت کہی اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا فرمائی جس طرح اپنے وقت میں عصر ادا فرماتے تھے۔ پھر انہوں نے مغرب کی اذان دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح مغرب کی نماز ادا فرمائی جس طرح اپنے وقت میں مغرب ادا فرماتے تھے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 660)

اسی طرح سنن ترمذی کی روایت میں بھی چار نمازیں قضا ہونے کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ خندق کے دن چار نمازیں پڑھنے سے مشغول رکھا حتیٰ کہ رات کا جتنا حصہ اللہ تعالیٰ نے چاہا گزر گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر پڑھی پھر اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر ادا فرمائی پھر اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب ادا فرمائی پھر اقامت

کبھی تو آپ ﷺ نے عشاء پڑھی۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 179)

اور امام مالک کی روایت میں ظہر اور عصر کی قضا کا ذکر ہے۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

آپ ﷺ سے اس دن ظہر اور عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 443)

ان تمام روایات میں اختلاف ہو رہا ہے کہ بعض میں ایک کا ذکر ہے اور بعض میں دو کا ذکر ہے اور بعض میں چار کا ذکر ہے یہ بظاہر تعارض ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: مؤطا امام مالک میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

آپ ﷺ سے اس دن (یوم خندق) ظہر اور عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ ﷺ سے اس دن ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں قضا ہو گئی تھیں جو انہوں نے رات شروع ہو جانے کے بعد پڑھیں۔

اور سنن ترمذی اور سنن نسائی میں یہ روایت ہے کہ

آپ کی چار نمازیں قضا ہو گئی تھیں۔

قاضی ابو بکر ابن العربی نے کہا کہ

آپ کی صرف عصر کی نماز قضا ہوئی تھی جس طرح کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔

اور بعض علماء نے ان روایات میں تطبیق یوں دی ہے کہ

خندق کی جنگ کئی دن تک ہوتی رہی ہے اور نمازوں کے قضا ہونے کے واقعات کئی دنوں کے ہیں کسی دن صرف عصر کی نماز قضا ہوئی جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور کسی دن ظہر اور عصر کی دو نمازیں قضا ہوئیں جس طرح کہ مؤطا میں ہے اور کسی دن ظہر، عصر اور مغرب کی تین نمازیں قضا ہوئیں جس طرح کہ سنن نسائی میں ہے اور کسی دن چار نمازیں قضا ہوئیں۔

(فتح الباری: ج: 2، ص: 69 تا 70)

مگر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے کہا آپ ﷺ کی صرف عصر کی نماز فوت ہوئی تھی اور انہوں نے سنن کی روایات کو ضعیف اور منقطع لکھا ہے۔

سوال

نبی کریم ﷺ نے غزوہ خندق کے دن جو نمازوں کو مؤخر فرمایا تھا آیا یہ نسیاناً تھا یا عمداً تھا۔

جواب

اس بارے میں نسیاناً اور عمداً دو اقوال ملتے ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے غزوہ خندق کے دن جو نمازوں کو مؤخر فرمایا تھا آیا یہ نسیاناً مؤخر فرمایا تھا یا عمداً۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے ان نمازوں کو نسیاناً مؤخر فرمایا تھا۔

اور اس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جنگ احزاب کے دن مغرب کی نماز پڑھی۔

پھر نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کسی کو علم ہے کہ میں نے عصر کی نماز پڑھی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے نماز عصر نہیں پڑھی۔

تب آپ ﷺ نے موذن کو حکم دیا اس نے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے عصر کی نماز ادا فرمائی اور مغرب کی نماز دہرائی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے یہ نمازیں عمداً ترک کی تھیں۔

لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ

مشرکین نے مسلمانوں کو لڑائی میں مسلسل مشغول رکھا اور انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی مہلت نہیں دی۔

(عمدۃ القاری: ج:5، ص:91)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ

آیا اب دشمن کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز کو مؤخر کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اب نماز کو اس وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ اب صلوٰۃ الخوف پڑھی جائے گی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیا اب دشمن کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز کو مؤخر کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اب نماز کو اس وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ اب صلوٰۃ خوف پڑھی جائے یعنی ایک جماعت دشمن کے ساتھ کھڑی رہے اور دوسری جماعت نماز پڑھے۔ (عمدۃ القاری: ج:5، ص:91)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ

نبی کریم ﷺ نے پھر صلوٰۃ الخوف کیوں نہ پڑھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں: غزوہ خندق میں اشتغال کی وجہ سے تاخیر کا عذر تھا کیونکہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف نازل نہیں ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری: ج:5،ص:91)

اور غزوہ خندق کے وقت صلوٰۃ خوف نازل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مشرکین نے جنگ خندق کے دن ہمیں نمازوں سے مشغول رکھا نماز ظہر سے غروب آفتاب تک، اس وقت نماز خوف کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے جس میں اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ (الاحزاب:25)

اور اللہ نے مومنین کو قتال سے کفایت فرمادی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے ظہر کی اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ظہر کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں ظہر پڑھتے تھے پھر انہوں نے عصر کی اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح عصر کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں عصر پڑھتے تھے پھر انہوں نے مغرب کی اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح مغرب کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں مغرب پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث:660)

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ

صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت یوم عسفان میں ہوئی اور غزوہ عسفان خندق کے بعد ہے۔

سوال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا کس موقع پر حکم فرمایا گیا۔

جواب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ الخوف یوم عسفان کے دن پڑھنے کا حکم فرمایا گیا۔

جس طرح کہ سنن نسائی کی روایت سے پتہ چلتا ہے۔

ابو عیاش الزرقی سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عسفان میں تھے اور مشرکین کے امیر خالد بن ولید تھے۔ ہم نے ظہر کی نماز پڑھی۔

مشرکین نے کہا: ہم نے ان کو غافل پایا کاش ہم ان پر اس وقت حملہ کر دیتے جب یہ نماز میں تھے۔ اس موقع پر ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں قصر کے متعلق آیت نازل ہوگئی جب عصر کی نماز آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دو گروہ کر دیئے ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور دوسرا گروہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتا

رہا۔(سنن نسائی:رقم الحدیث:1549)

نبی کریم ﷺ کا صلوٰۃ خوف پڑھنے کا طریقہ ان روایات سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گیا۔ ہم دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہماری صفیں بنائیں۔ ایک صف نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ نبی کریم ﷺ نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت فرمائی پھر یہ لوگ پہلے گروہ کی جگہ چلے گئے جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آ کر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور نبی کریم ﷺ نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا پھر ان میں سے ہر گروہ نے ایک رکوع اور دو سجدے کیے۔(صحیح البخاری:رقم الحدیث:942)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے خوف کے وقت ایک جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی جبکہ دوسری جماعت دشمن کے سامنے تھی وہ جماعت جا کر دشمن کے سامنے تھی وہ جماعت جا کر دشمن کے سامنے کھڑی ہو گئی جہاں پہلے ان کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس دوسری جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور نبی کریم ﷺ نے سلام پھیر دیا پھر ایک جماعت نے علیحدہ علیحدہ ایک ایک رکعت پڑھی۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث:1839)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نماز خوف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ ہم نے دو صفیں قائم کیں۔ ایک صف رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھی اس حال میں کہ دشمن ہمارے قبلہ کے درمیان تھا۔ نبی کریم ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہی اور سب نے تکبیر کہی پھر ہم سب نے آپ ﷺ کے رکوع پر رکوع کیا اور جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو ہم سب نے سر اٹھایا پھر آپ ﷺ سجدے میں گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ کھڑی ہوئی صف نے بھی سجدہ کر لیا تو یہ صف جا کر کھڑی ہو گئی اور وہ صف آ کر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا اور سب نے رکوع کیا پھر آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا اور ہم سب نے سر اٹھایا پھر آپ ﷺ سجدہ میں گئے اور وہ صف سجدہ میں گئی جو پہلی رکعت میں مؤخر تھی۔ اس حال میں کہ دوسری صف دشمن کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ کھڑی صف نے سجدہ کر لیا تو نبی کریم ﷺ اور ہم سب نے سلام پھیر دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس طرح آج کل تمہارے محافظ تمہارے سرداروں کے ساتھ کرتے ہیں۔
(صحیح مسلم:رقم الحدیث:1842)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ عسفان وضجنان کے درمیان اترے۔

مشرکین نے کہا: ان کے لئے ایک نماز ہے جو باپ اور بیٹوں سے بھی زیادہ پیاری ہے اور وہ نماز عصر ہے لہٰذا سب کام ٹھیک رکھو۔ جب نماز کو کھڑے ہوں ایک دم حملہ کرو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اور عرض کیا کہ

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے دو حصے کریں ایک گروہ کے ساتھ نماز پڑھیں اور دوسرا گروہ ان کے پیچھے سپر اور اسلحہ کے لئے کھڑا رہے تو ان کی ایک ایک رکعت ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعتیں ہوں گی۔ (جامع ترمذی: رقم الحدیث: 3046)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے جب ذات الرقاع میں پہنچے۔ ایک سایہ دار درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑ دیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار لٹکادی تھی۔ ایک مشرک آیا اور تلوار لے لی اور کھینچ کر کہنے لگا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے ڈرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

اس نے کہا: تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کون مجھ سے بچائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ (عزوجل)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب دیکھا تو اس کو ڈرایا اس نے میان میں تلوار رکھ کر لٹکادی۔ اس کے بعد اذان ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ پیچھے ہٹا اور دوسرے گروہ کے ساتھ دو رکعت پڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار ہوئیں اور لوگوں کی دو دو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1846)

☆ **قوله ملاء الله بيوتهم وقبورهم نارا**

اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لئے عذاب کی دعا کی کہ

اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

اس مقام پر یہ سوال ہوتا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں اور کفار کے لئے عذاب کی دعا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور منصب کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے اس کے باوجود وہ کفار کو عذاب دے گا تو جب اللہ تعالیٰ کا رحمان اور رحیم ہونا اس کے عذاب کے خلاف نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا عذاب کی دعا کے خلاف کیسے ہوگا۔

باقی رہا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہو کر کفار کو عذاب کیسے دے گا اس کا جواب رحمت کے معنیٰ سمجھنے پر موقوف ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ

سہیل بن عبداللہ تستری کے پاس شیطان آیا۔

اور کہنے لگا کہ بتاؤ میری مغفرت ہوگی یا نہیں۔

سہیل نے کہا: نہیں۔

شیطان نے کہا: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف:156)

میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

اور ہر شے کے عموم میں میں بھی داخل ہوں تو میری بھی مغفرت ہونی چاہئے۔

سہیل نے کہا: كُلَّ شَيْءٍ مومنین کے ساتھ خاص ہے تم اس کے عموم سے خارج ہو۔

شیطان نے کہا: پہلے تو میں تم کو عالم سمجھتا تھا آج تمہارا جہل مجھ پر آشکارا ہو گیا تم اللہ تعالیٰ کی صفت (یعنی رحمت کے شمول) میں تقید کر رہے ہو حالانکہ تقید اور تحدید مخلوق کی صفات میں ہوتی ہے۔ خالق کی صفات غیر مقید اور لامحدود ہوتی ہیں۔

شیطان کا یہ جواب سن کر سہیل بالکل لاجواب اور مبہوت ہو گئے۔ (الکبریت الاحمر علی ہامش الیواقیت والجواہر: ج:1،ص:2،3)

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سوال کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا۔ میں نے اس حکایت کو پڑھ کر غور کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ جواب منکشف فرمایا کہ ضرورت کے وقت کسی کو کوئی چیز دینا بھی رحمت ہے اور اس چیز کے اسباب فراہم کر دینا یہ بھی رحمت ہے مثلاً بھوکے کو آپ کھانا کھلا دیں یہ اس کے حق میں رحمت ہے اور اگر اس کو کھانے کے پیسے دے دیں تو یہ بھی اس کے حال پر رحمت ہے اسی طرح جنت کا معاملہ ہے بنفسہ جنت عطا کر دینا بھی رحمت ہے اور جنت کے اسباب مہیا کر دینا بھی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت، مغفرت اور رضامندی کے حصول کا سبب اپنے احکام کی اطاعت مقرر کیا ہے یہ احکام فرشتوں کے ساتھ شیطان کو بھی دیئے گئے تھے اور فرشتوں کے ساتھ اسے بھی حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کا حکم دیا گیا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خود منہ موڑ لیا۔

بلکہ حدیث مبارکہ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا: آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کر لے تیرا گناہ معاف کر دیا جائے گا اور تیری توبہ قبول کر لی جائے گی۔

اس لعین نے اللہ تعالیٰ سے کہا: میں نے آدم (علیہ السلام) کے جسد کو سجدہ نہیں کیا تو اب ان کی قبر کو کب سجدہ کروں گا۔

(روح البیان: ج:1،ص:105)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے کل بھی شامل تھی آج بھی شامل ہے اس لعین نے خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بیکراں رحمت سے دور رکھا ہوا ہے دریا کے ساحل پر کھڑا ہوا کوئی شخص کہے دریا میری پیاس نہیں بجھاتا تو یہ دریا کی سیرابی میں کمی نہیں ہے خود اس شخص کے ظرف میں کمی ہے جو دریا کے قریب آ کر پانی نہیں پی رہا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ

اللعالمین ہیں بایں معنیٰ کہ آپ ﷺ نے تمام جہان والوں کو توحید و رسالت کی دعوت دی اور ابدی رحمت کے حصول کا دروازہ دکھایا جو لوگ جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے ان میں سے ایک ایک کے گھر جا کر پیغام حق سنایا جو راستہ میں کانٹے بچھاتے تھے اور غلاظت بکھیرتے تھے ان کے دروازوں پر دستک دے دے کر جنت اور دائمی سلامتی کی دعوت دی اس کے باوجود جن لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت مسترد کر کے جنت اور رحمت سے منہ موڑ لیا تو اس میں آپ ﷺ کی رحمت کے عموم اور شمول کا قصور نہیں۔ قصور ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنے آپ کو آپ ﷺ کی رحمت سے دور رکھا۔ جب نصف النہار کے وقت آفتاب روئے زمین پر افگن ہو اور کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو جائے تو قصور آفتاب کے فیض کا نہیں قصور اس شخص کا ہے جس نے آفتاب کے سامنے ہوتے ہوئے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

کفار کے لئے عذاب کی دعا کرنے کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ

کفار اور مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں آپ ﷺ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی۔ طائف کی وادیوں میں آپ ﷺ پیغام توحید سنانے گئے جواب میں انہوں نے پتھر مار مار کر آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا۔ دل آزار باتیں کیں، آوازے کسے آپ ﷺ نے اف نہ کی۔ وادیٔ طائف میں مشرکین کا ظلم و ستم دیکھ کر جبرائیل علیہ السلام سے بھی یارائے ضبط نہ رہا۔

اس نے حاضر ہو کر کہا: آپ ﷺ حکم دیں تو وادی طائف کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون**

اے اللہ عزوجل! میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے نہیں پہچانتے۔ جبل احد کی گھاٹیوں پر ابوسفیان کی قیادت میں مشرکین حملہ آور ہوئے کسی شقی نے پتھر مارا اور آپ ﷺ کا چہرہ مقدسہ خون آلود ہو گیا دانت کا ایک کنارہ شہید ہو گیا پھر بھی آپ ﷺ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی۔ اسی غزوہ میں آپ ﷺ کے پیارے اور محبوب چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو وحشی نے قتل کر دیا۔ ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا جسم کے نازک حصے کاٹ ڈالے گئے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے کچا چبایا۔ آپ ﷺ نے یہ سارے ظلم و ستم دیکھے اور کچھ نہ کہا بلکہ فتح مکہ کے بعد جب یہ سارے اشقیاء مغلوب ہو کر پیش خدمت ہوئے جب عربوں کے روایتی انتقام کی آگ کے خوف سے مارے ڈر کے یہ سارے سہمے ہوئے تھے آپ نے قادر اور غالب ہونے کے باوجود بدلہ نہیں لیا بار بار حملہ آور ہونے والے ابوسفیان کو معاف کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو بخش دیا۔ حمزہ (رضی اللہ عنہ) کا کلیجہ چبانے والی ہندہ سے درگزر کر لیا۔ وحشی نے قبول اسلام کے لئے شرائط پیش کیں۔ اس کی ایک ایک شرط پوری کر کے اسے آغوش رحمت میں لے لیا۔ قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایک ایک نخرہ برداشت کر کے اسے مشرف بہ اسلام کیا۔ ایسے سب عدیل رحیم و کریم اور بے مثل مہربان آقا ﷺ کو ہم دیکھتے ہیں کہ غزوہ خندق میں مشرکوں سے جنگ کی وجہ سے نماز عصر رہ گئی تو ان کے خلاف دعا کرتے ہیں کہ

اے اللہ عزوجل! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

جس صابر وشاکر شخص نے طائف کے ظلم سہہ کر کسی ظالم کے خلاف دعا نہیں کی ابوسفیان، وحشی اور ہندہ کو کچھ نہ کہا۔ بڑی سے بڑی زیادتی کے بعد جس کا پیمانہ صبر لبریز نہیں ہوا غزوۂ خندق کے موقع پر محض ایک نماز کے رہ جانے سے اس کا پیمانہ صبر کیسے چھلک پڑا۔ شاید یہی بتلانا مقصود تھا کہ اپنی جان، اپنی عزت، آبرو اور اپنے عزیزوں کے خون کی بہ نسبت نماز مجھے پیاری ہے۔ میں اپنی جان پر زیادتی برداشت کر سکتا ہوں۔ اپنے عزیزوں کا خون معاف کر سکتا ہوں لیکن تم مجھے نماز نہ پڑھنے دو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے دو یہ برداشت نہیں کر سکتا۔

قوله من ادرك العصر ركعة قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك الخ

اس حدیث مبارکہ کا بظاہر مقتضی یہ ہے کہ اگر عصر کی نماز کے درمیان غروب شمس اور ایسے ہی صبح کی نماز میں طلوع شمس ہو جائے تو دونوں نماز صحیح ہو جانی چاہئیں۔ جمہور اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہی ہے۔ احناف نماز عصر کے متعلق تو اس کے قائل ہیں کہ وہ صحیح ہو جائے گی مگر نماز فجر کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ صحیح نہ ہوگی۔

جمہور احناف یہ اعتراض کرتے ہیں کہ

آپ بعض حدیث کے جز پر عمل کر رہے ہیں اور بعض پر نہیں کر رہے۔

تو اس کا جواب یہ دیا کہ

یہ اعتراض ہم پر اس وقت صحیح ہے جب حدیث کا مفہوم ہمارے نزدیک بھی وہی ہو جو آپ نے سمجھا ہے۔ ہمارے نزدیک تک حدیث کا مفہوم وہ ہے ہی نہیں۔

جمہور کے نزدیک تو ادراک سے مراد ادراک من حیث الفعل ہے یعنی نماز کو ادا کرنا مراد ہے۔

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ

ادراک سے مراد ادراک من حیث الوقت والوجوب ہے یعنی جس نے ایک رکعت کے بقدر عصر یا فجر کا وقت پا لیا اس نے وجوب صلوٰۃ کو پا لیا اس کے ذمہ میں یہ دونوں نمازیں واجب ہو گئیں۔ جس طرح کہ بچہ ایسے وقت میں بالغ ہو یا کافر ایسے وقت میں اسلام لائے یا حائضہ ایسے وقت میں حیض سے فارغ ہو کر طاہر ہو کر ایک رکعت کے بقدر وقت باقی ہو تو ان سب لوگوں پر نماز کا وجوب ہو جائے گا اپنے اپنے وقت میں اس نماز کو پڑھیں امام طحاوی نے یہی اختیار کیا۔

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غروب شمس کے بعد فرض نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے جس کی برکت سے غروب کی کراہت میں کمی آ جاتی ہے اس وجہ سے عصر کی نماز ہو جاتی ہے اور طلوع شمس کے بعد کسی فرض نماز کا وقت نہیں ہوتا اس وجہ سے کہ طلوع شمس کی کراہت میں کمی نہیں آتی لہٰذا صبح کی نماز اس وقت میں مکمل نہیں ہو سکتی کیونکہ کامل واجب ناقص وقت میں ادا نہیں ہو سکتا۔

اگراس کا یہی معنیٰ مراد تھا تو پھر فجر و عصر کی قید کیوں لگائی یہ حکم تو پانچ نمازوں کا ہونا چاہیے۔

جواب

یہ واقعہ معراج سے پہلے کا ہے اس وقت یہی دو نمازیں فرض تھیں۔

جس طرح کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ

شب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں تھی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ o قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا o نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا o اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا o (المزمل: 1 تا 4)

اے چادر لپیٹنے والے! رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑی رات، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں۔ یا اس پر کچھ بڑھا دیں اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں۔

علامہ حربی نے کہا ہے کہ

پہلے دو نمازیں فرض تھیں۔ دو رکعت صبح کی نماز فرض تھی اور دو رکعت شام (غروب آفتاب سے قبل) کی نماز فرض تھی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ o (آل عمران: 41)

صبح اور شام کو اللہ کی تسبیح کیجئے۔ (فتح الباری: ج: 1، ص: 465)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں: معراج سے ڈیڑھ سال پہلے ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

پہلے نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھا دی گئی۔ ہجرت کے ایک سال بعد یہ تعداد بڑھائی گئی تھی۔ (الروض الانف: ج: 1، ص: 163)

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ان دو نمازوں کا نام خصوصیت کی وجہ سے لیا گیا ہے وہ اس طرح کہ ان میں دن اور رات کے دونوں فرشتے جمع ہوتے ہیں پہلے والے فرشتے ابھی موجود ہوتے ہیں اور دوسرے فرشتے ڈیوٹی والے آجاتے ہیں تو پھر دونوں جمع ہو جاتے ہیں اس وجہ سے دو کا نام لیا گیا ہے۔

قوله فكانت بين قرني شيطان

اس جملہ کی دو توجیہات ہیں۔

ایک توجیہ تو یہ ہے کہ

اس سے مراد شیطان کا عروج ہے کہ وہ اس وقت خوش ہوتا ہے اور اس کی خوشی عروج پر ہوتی ہے کہ میری محنت کام آئی ہے کتنے لوگ غیر اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ

شیطان اس دوران سورج کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور سورج کی پرستش کرنے والے سورج کو سجدے کر رہے ہوتے ہیں یہ اپنے چیلوں کو مطمئن کرتا ہے کہ دیکھو لوگ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

قولہ قام فنقر اربعا

اس سے مراد منافق شخص ہے جو غروب شمس کے قریب نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور جلدی سے چار ٹھونگیں کی طرح زمین پر مارتا ہے۔ اس ٹھونگوں سے مراد چار سجدے ہیں اگرچہ عصر کی نماز میں آٹھ سجدے ہوتے ہیں ہر رکعت میں دو سجدے مگر چونکہ اس کے سجدے بہت ناقص اور جلدی کے ساتھ ہوتے ہیں اس لیے دو سجدے مل کر بھی ایک سجدہ کے برابر نہیں ہوتے اسی وجہ سے چار کہا ہے۔

قولہ الذی تفوتہ صلوٰۃ العصر فکانما وتر اھلہ ومالہ

فوت ہونے میں تین اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ مکروہ وقت میں نماز پڑھی جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نماز کا وقت نکل جائے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ جماعت سے نہ پڑھی جائے تو یہ مذمت ہوئی ترک جماعت کی اس پر سزا یہ ہے کہ اس کے اہل وعیال و مال سب برباد ہو گئے۔

مزید یہ کہ

اھلہ ومالہ کو رفع اور نصب دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے رفع نائب فاعل ہونے کی وجہ سے اور نصب مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے اور اس صورت میں نائب فاعل وتر کی ضمیر مستتر ہوگی جو راجع ہے الذی کی جانب یعنی عصر کی نماز کے فوت ہونے کو ایسا ہی نقصان اور خسارہ سمجھنا چاہئے جس طرح کہ مال واولاد کے چھن جانے کو سمجھا جاتا ہے۔

علامہ مہلب نے بیان کیا ہے کہ

اس سے مراد اس کی جماعت فوت ہو جائے۔

علامہ ابن وہب نے کہا: وقت مستحب میں پڑھنے سے رہ جائے۔

اور علامہ اوزاعی نے کہا کہ

سورج زرد ہونے سے پہلے نہ پڑھی جائے۔
عصر کی نماز تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ
اس وقت لوگ اپنے کاروبار اور خرید وفروخت میں مشغول ہوتے ہیں اس لیے اس وقت نماز کی محافظت کی خصوصی تاکید فرمائی۔
علامہ ابن عبدالبر نے کہا کہ
اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی اس قدر اہمیت ہے کہ ایک نماز کو نہ پڑھنا گھر بار اور مال کی ہلاکت کے مترادف ہے۔

قولہ عن عبیدۃ عن علی

یہ عبیدہ بفتح العین ہے اس سے مراد عبیدہ سلیمانی ہیں۔ سلمان ایک قبیلہ کا نام ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے مشہور اصحاب کرام میں سے ہیں۔ اور بہت ہی پارسا بزرگ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے روایات نقل کی گئی ہیں۔

قولہ قال ابو داؤد و قال عبید اللہ بن عمر اتر

عبید اللہ حضرت نافع کے تلمیذ ہیں پہلی والی سند میں آپ کے تلمیذ مالک آئے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نافع سے مالک نے روایت کا لفظ وتر اور عبید اللہ نے بجائے وتر کے اتر نقل کیا ہے۔

واختلف علی ایوب فیہ

ایوب بھی نافع کے شاگرد ہیں اور اختلاف علی ایوب کا مطلب یہ ہے کہ
ایوب کے اصحاب شاگرد ایوب سے روایت کرنے میں مختلف ہیں بعض نے ان سے وتر نقل کیا ہے اور بعض نے ان سے اتر نقل کیا ہے۔

قولہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور خادم تھے اور خود کو خادم کہلوانے پر فخر فرماتے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔
علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔
انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ اپنے آپ کو خادم رسول کہلواتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحمزہ تھی۔
یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔
آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔
آپ رضی اللہ عنہ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔
ایک قول ہے: مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔
ایک قول ہے: ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے اس وقت یہ کم سن تھے اور میدان جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی۔
ایک قول ہے: نو سال تھی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی ان کے باغ میں سال میں دو مرتبہ پھل لگتے تھے اور ان کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا تھا۔
انہوں نے فرمایا تھا کہ
موت کے بعد اس عصا کو ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے سو اس کو ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی ان کی صلب سے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور ان کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔
ایک قول ہے: یہ 91ھ میں وصال فرما گئے۔
ایک قول ہے: 92ھ میں وصال فرما گئے۔
ایک قول ہے: 93ھ میں وصال فرما گئے۔
ایک قول ہے: 90ھ میں وصال فرما گئے۔
آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اس وقت ایک سو تین سال تھی۔
ایک قول ہے: ایک سو دس تھی۔
اور ایک قول ہے: ایک سو سات سال تھی۔ (اسد الغابہ: ج: 1، ص: 128)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میری والدہ محترمہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئیں انہوں نے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر آدھے دوپٹے کی میری چادر بنا دی۔
میری والدہ نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ انس (رضی اللہ عنہ) میرا بیٹا ہے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میرا مال بہت زیادہ ہے اور آج میری اولاد اور اولاد کی اولاد سو (100) کے لگ بھگ ہیں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 6254)

قوله عن علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم و رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور عم زاد صحابی تھے آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح مبارکہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کثیر روایات ہیں چند حصول رضا الٰہی عزوجل کی نیت سے نقل کرتا ہوں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔
(معجم الکبیر، ج:10، ص:156)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تمہاری شادی کردی ہے اور تمہارے نکاح پر (ملاء اعلیٰ میں) چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو پھر دل کش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں جنہیں فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحائف دیتے رہیں گے۔ (ریاض النضرہ، ج:3، ص:146)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک فرشتے نے آکر کہا ہے۔
اے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجا ہے۔

اور ارشاد فرمایا ہے۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بھی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں۔ (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ: ص:73)

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث:3713)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

جس کا میں ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔

اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) یہ فرماتے ہوئے سنا تم میرے لیے اسی طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

میں آج اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ (ابن ماجہ: رقم الحدیث:121)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں ایک جگہ قیام فرمایا اور نماز باجماعت کا حکم دیا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں۔

انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں ہر مومن کی جان سے قریب نہیں ہوں۔

انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر یہ (علی رضی اللہ عنہ) ہر شخص کا ولی ہے جس کا میں مولا ہوں۔

اے اللہ عزوجل!

جو اس کو دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

(ابن ماجہ: رقم الحدیث:116)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کے غزوہ میں شرکت کی جس میں مجھے آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ شکوہ ہوا جب میں نبی کریم

ﷺ کی خدمت میں آیا تو میں نے حضور انور ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے بارے میں تنقیص کی۔
میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مقدسہ متغیر ہو گیا۔
اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بریدہ (رضی اللہ عنہ)! کیا میں مومنین کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں۔
تو میں نے عرض کیا؟
یارسول اللہ (ﷺ)! کیوں نہیں!
اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔(مسند احمد: ج:5،ص:347)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت میمون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ
ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک وادی جسے وادی خم کہا جاتا ہے میں اترے۔ پس آپ ﷺ نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں جماعت کروائی پھر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اس حال میں کہ نبی کریم ﷺ کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے درخت پر کپڑا لٹکا کر سایہ کیا گیا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو یا گواہی نہیں دیتے کہ میں مومن کی جان سے زیادہ قریب تر ہوں۔
لوگوں نے کہا: کیوں نہیں!
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔
اے اللہ عزوجل!
تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے اور اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے۔(مسند احمد: ج:4،ص:372)
ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وسیع میدان میں دیکھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے حلفاً پوچھ رہے تھے کہ جس نے حضور ﷺ کو غدیر خم کے دن جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑے ہو کر گواہی دے۔
حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: اس پر بارہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے گویا میں ان میں سے ایک کی طرف دیکھ رہا ہوں۔
انہوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے دن یہ فرماتے سنا۔
کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں اور میری بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔
سب نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ) ! کیوں نہیں۔
اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی (رضی اللہ عنہ) مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل!

جو اس کو دوست رکھے تو اس کو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔

(مسند احمد: ج:1، ص:119)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اور آپ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع والے دن وہاں موجود تھے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں ادا کر سکتا۔ (مسند احمد: ج:4، ص:164)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے۔

اور عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھائی چارہ قائم فرمایا مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3720)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے۔

اور عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3720)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں ادا کر سکتا۔

(ابن ماجہ: رقم الحدیث: 19)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت جعفر اور حضرت علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک دن اکٹھے ہوئے۔

تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

پھر انہوں نے کہا: چلو حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں چلتے ہیں اور آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے۔

اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ پس وہ تینوں حضور انور ﷺ سے اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیکھو یہ کون ہیں؟

میں نے عرض کیا: حضرت جعفر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو پھر وہ داخل ہوئے اور کہنے لگے۔

یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا)

انہوں نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہم نے مردوں کے بارے میں عرض کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جعفر رضی اللہ عنہ! تمہاری خلقت میری خلقت سے مشابہ ہے اور میرے خلق تمہارے خلق سے مشابہ ہیں اور تو مجھ سے اور میرے شجرہ نسب سے ہے۔

اے علی رضی اللہ عنہ! تو میرا داماد اور میرے دو بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔

اور اے زید رضی اللہ عنہ! تو میرا غلام اور مجھ سے اور میری طرف سے ہے اور تمام قوم سے تو مجھے پسندیدہ ہے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 21825)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ایک بار حضور ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے۔

اور ارشاد فرمایا: جو مجھ سے محبت کرے ان دونوں سے اور ان دونوں کے والد (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور ان کی والدہ (یعنی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3733)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا: مومن ہی تجھ سے محبت کرے گا اور کوئی منافق ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3736)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار اشخاص سے محبت کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔

آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔

یارسول اللہ (ﷺ)! ہمیں ان کے نام بتادیجئے!

آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہے اور باقی تین

(حضرت) ابوذر (حضرت) مقداد (حضرت) سلمان رضی اللہ عنہم ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ

حضور انور ﷺ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا۔

اور ارشاد فرمایا: میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3718)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا۔

آپ ﷺ نے دعا کی کہ یا اللہ عزوجل! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج تا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ وہ گوشت تناول فرمایا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3721)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3868)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جمیع بن عمیر تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

انہوں نے کہا کہ میں اپنی خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

پھر میں نے ان سے پوچھا: لوگوں میں کون نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے؟

انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

پھر عرض کیا گیا: اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھا۔

ارشاد فرمایا: اس کا خاوند اگر چہ مجھے ان کا زیادہ روزے رکھنا اور زیادہ قیام کرنا معلوم نہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3874)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جمیع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اپنی والدہ کے ہمراہ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے پردہ کے پیچھے سے آواز سنی۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا میری والدہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھ رہی تھیں۔

آپ مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔ بخدا علم میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہ تھا اور نہ روئے زمین پر ان کی بیوی سے بڑھ کر کوئی عورت آپ ﷺ کی بارگاہ میں محبوب تھیں۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 4731)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک بھنا ہوا پرندہ پیش کیا گیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! میرے پاس اسے بھیج جو مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے دعا کی کہ یا اللہ عزوجل! کسی انصاری کو اس دعا کا مصداق بنا دے۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

تو میں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہیں وہ واپس چلے گئے تھوڑی دیر بعد پھر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

پھر میں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہیں! آپ رضی اللہ عنہ پھر آئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) انس رضی اللہ عنہ اس کے لئے دروازہ کھول دو۔ وہ اندر داخل ہوئے۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تجھے کس نے میرے پاس آنے سے روکا۔

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ تین میں سے آخری بار ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ مجھے یہ کہہ کر واپس کرتے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے میرے اس عمل کی وجہ دریافت فرمائی۔

تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کرتے سن لیا تھا۔ پس میری خواہش تھی کہ یہ شخص انصار میں سے ہو۔

اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر آدمی اپنی قوم سے پیار کرتا ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث:4650)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکایت کی۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو۔

اللہ عزوجل کی قسم! وہ اللہ عزوجل کی ذات یا اللہ عزوجل کے راستہ میں بہت سخت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث:11835)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقام پر ملاحظہ فرمایا۔ جب وہ واپس تشریف لائے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہیں۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث:936)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ چھوڑ دیا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 4154)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 3503)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 3404)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی تکلیف کے باعث معرکۂ خیبر کے لئے لشکر میں شامل نہ ہو سکے۔ انہوں نے سوچا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رک گیا ہوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے جب وہ شب آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔
تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا کل جھنڈا وہ شخص پکڑے گا جس سے اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے ہیں۔
یا یہ ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں خیبر کی فتح سے نوازے گا۔ پھر اچانک ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی توقع نہ تھی۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا انہیں عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3499)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث مبارکہ میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون دنیا و آخرت میں میرے ساتھ دوستی کرے گا۔
راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے انکار کر دیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا۔

اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے آگے ان میں سے ایک اور آدمی کی طرف بڑھے۔

اور ارشاد فرمایا: تم میں سے دنیا و آخرت میں میرے ساتھ کون دوستی کرے گا۔

تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4652)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3712)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن برید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں (جان لو) جو علی رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی رضی اللہ عنہ سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق ابراہیم علیہ السلام کی مٹی سے اور میں ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہوں اور ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں۔ اللہ عزوجل! یہ تمام باتیں سننے اور جاننے والا ہے وہ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔

(حضرت برید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ)

میں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کچھ وقت عنایت فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں میں تجدید اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوا حتیٰ کہ میں نے اسلام پر بیعت کر لی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6085)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3732)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین خصلتیں عطا کی گئی ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی مل جائے تو یہ مجھے سرخ قیمتی اونٹوں کے ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کیا جس سے ان کی اولاد ہوئی اور دوسری یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروا دیئے مگر ان کا دروازہ مسجد میں رہا۔

اور تیسری یہ کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن جھنڈا عطا فرمایا۔ (مسند احمد بن حنبل: رقم الحدیث: 4797)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: کیا صرف میرے آنے جانے کے لئے راستہ رکھنے کا اجازت ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اس کا حکم نہیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کروا دیئے اور بسا اوقات وہ حالت جنابت میں بھی مسجد سے گزر جاتے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2031)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوحازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا جب ان کو ابوتراب کے نام سے بلایا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے۔

راوی نے ان سے کہا: ہمیں وہ واقعہ سنایئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابوتراب کیسے رکھا گیا۔

انہوں نے فرمایا: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر نہیں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا چچازاد کہاں ہے؟

عرض کیا: میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جس پر وہ خفا ہو کر باہر چلے گئے اور گھر پر قیلولہ بھی نہیں کیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے ارشاد فرمایا: جاؤ! تلاش کرو وہ کہاں ہیں۔

اس شخص نے آ کر خبر دی کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں جبکہ ان کی چادر ان کے پہلو سے نیچے گر گئی تھی اور ان کے جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے وہ مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے۔

اے ابوتراب اٹھو۔

اے ابوتراب اٹھو (رضی اللہ عنہ)۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 430)

ایک روایت میں ہے۔

حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس وقت کے حاکم مدینہ سے شکایت کی کہ وہ برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ وہ ان کو تراب کہتا ہے۔

اس پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہنس دیئے۔

اور ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! ان کا تو یہ نام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور خود علی رضی اللہ عنہ کو بھی کوئی نام اس سے بڑھ کر محبوب نہ تھا۔ میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے کی پوری حدیث مبارکہ سننے کی خواہش کی۔

میں نے عرض کیا: اے عباس رضی اللہ عنہ! واقعہ کیا تھا۔

انہوں نے فرمایا: ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور پھر مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

تمہارا چچازاد کہاں ہے؟

انہوں نے عرض کیا: مسجد میں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ چادر ان کے پہلو سے سرک گئی تھی اور ان کے جسم پر دھول لگ گئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پشت سے دھول جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے۔

اٹھو! ابوتراب (رضی اللہ عنہ)

اٹھو! ابوتراب (رضی اللہ عنہ) (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3500)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ص: 351)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4681)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج:42، ص:354)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا کرتے۔

پس میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف تکتے رہتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے میری بیٹی! میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج:42، ص:355)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت طلیق بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔

کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:207)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے جو کوئی علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔ (مستدرک: رقم الحدیث:4639)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔ (ترمذی: رقم الحدیث:3723)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔ (مستدرک: رقم الحدیث:4637)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں قرآن مجید کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے جس جگہ اور کس پر نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب عزوجل نے مجھے بہت زیادہ سمجھ والا دل اور فصیح زبان عطا فرمائی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ج:1، ص:68)

ایک اور روایت ہے۔ حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو بے شک کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ دن کو نازل ہوئی یا رات کو پہاڑ میں نازل ہوئی یا میدان میں۔ (طبقات الکبریٰ: ج:2،ص:338)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔

کیا وجہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والے ہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کا جواب ارشاد فرماتے تھے اور جب میں خاموش ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بات شروع فرمادیتے تھے۔

(طبقات الکبریٰ: ج:2،ص:338)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث مبارکہ میں بیان فرماتے ہیں کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھے علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا اور ان کو آشوب چشم تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ضرور بالضرور جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا یا اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا اس حال میں کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ ٹھیک ہوگئے پھر انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں مرحب نکلا۔

اور کہنے لگا کہ تحقیق خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور ایک تجربہ کار جنگ جو ہوں اور جب جنگیں ہوتی ہیں تو وہ بھڑک اٹھتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں وہ شخص ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے اور میں جنگل کے اس شیر کی مانند ہوں جو ایک ہیبت ناک منظر کا حامل ہو یا ان کے درمیان ایک پیمانوں میں ایک بڑا پیمانہ۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر ضرب لگائی اور اس کو قتل کر دیا پھر فتح آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:1807)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دوران مجھے بلا بھیجا اور مجھے آشوب چشم تھا۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے آشوب چشم ہے پس حضور انور ﷺ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا۔

اور ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس سے گرمی اور سردی کو دور کردے۔

پس اس دن کے بعد میں نے نہ تو گرمی اور نہ ہی سردی محسوس کی۔

اور حضور انور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: میں ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 778)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رحبہ کے مقام پر ارشاد فرمایا: صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی مشرکین ہماری طرف آئے جن میں سہیل بن عمرو اور مشرکین کے دیگر سردار تھے۔

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہماری اولاد بھائیوں اور غلاموں میں سے بہت سے لوگ آپ ﷺ کے پاس چلے آئے ہیں جنہیں دین کی کوئی سمجھ بوجھ نہیں یہ لوگ ہمارے اموال اور جائیدادوں سے فرار ہوئے ہیں لہٰذا آپ ﷺ یہ لوگ ہمیں واپس کردیجئے اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم انہیں سمجھادیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے قریش! تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین اسلام کی خاطر تلوار کے ساتھ تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزمالیا ہے۔

حضرت ابوبکر و عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ (ﷺ)! وہ کون ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جوتیوں میں پیوند لگانے والا ہے۔ حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت اپنی نعلین مبارک مرمت کے لئے دی تھی۔

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔

اور فرمانے لگے کہ

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرلے۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3715)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا: کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس دن کے علاوہ میں نے کبھی بھی امارت کی تمنا نہیں کی۔ اس دن میں آپ ﷺ

کے سامنے اس امید سے آیا کہ آپ ﷺ مجھے اس کے لئے بلائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا: جاؤ اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا حتیٰ کہ اللہ عزوجل تمہیں فتح عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ دور ہو گئے اور ادھر ادھر التفات نہیں کیا۔

پھر انہوں نے زور سے آواز دی۔

یارسول اللہ (ﷺ)! میں لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کروں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ **"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"** کی شہادت نہ دیں اور جب وہ یہ گواہی دے دیں تو پھر انہوں نے تم سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیا مگر یہ کہ ان پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2405)

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ شان کے مالک ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت ساری چیزوں سے نوازا اور آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی صاحبزادی عطا فرما کر اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا۔ یہ تو تھیں وہ روایات جو آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل تھیں اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تقویٰ، عبادت اور زہد پر چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

جمیع بن عمر تیمی بیان کرتے ہیں کہ

میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟

انہوں نے فرمایا: (سیدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا)

پوچھا گیا: مردوں میں؟

فرمایا: ان کے خاوند (حضرت علی رضی اللہ عنہ) بے شک جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ راتوں کو قیام کرنے والے تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3847)

مجمع بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کرنے کا حکم دیتے۔ پھر اس میں جھاڑو دے کر اس کو دھو ڈالتے پھر اس میں نماز پڑھتے اور یہ امید رکھتے کہ قیامت کے دن یہ بیت المال گواہی دے گا کہ انہوں نے بیت المال کے مال کو مسلمانوں سے روکا نہیں۔ (کتاب الزہد: ص: 163)

حبہ بن جوین سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس فالتو فالودہ لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری بہت اچھی خوشبو ہے اور بہت اچھا رنگ ہے اور بہت اچھا ذائقہ ہے مگر مجھے یہ ناپسند ہے کہ مجھے تجھے کھانے کی عادت پڑ جائے۔ (کتاب الزہد: ص:165)

حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خطبہ دیا کہ تمہارے پاس سے ایک امین شخص چلا گیا۔ پہلوں میں اس جیسا کوئی امین تھا اور نہ بعد میں کوئی ان جیسا ہوگا۔ بے شک رسول اللہ ﷺ ان کو جہاد کے لئے بھیجتے تھے اور ان کو جھنڈا عطا فرماتے اور وہ ہمیشہ فتح و کامرانی کے ساتھ لوٹتے تھے۔ انہوں نے اپنے ترکہ میں کوئی سونا، چاندی نہیں چھوڑا سوا سات سو درہم کے جو انہوں نے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لئے رکھے ہوئے تھے اور ان کے اہل کے لئے کوئی خادم نہیں تھا۔

(کتاب الزہد الاحمد: ص:166)

یزید بن محجن سے روایت ہے کہ

ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار منگا کر اس کو میان سے نکالا۔

پھر ارشاد فرمایا: اس تلوار کو کون خریدے گا۔ بخدا اگر میرے پاس لباس کو خریدنے کے لئے پیسے ہوتے تو میں اس کو نہ فروخت کرتا۔ (کتاب الزہد الاحمد: ص:164)

ہارون بن عنترہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ایک چادر میں کپکپا رہے تھے۔

میں نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور آپ کے اہل کے لئے بھی اس بیت المال میں حصہ رکھا ہے اور آپ نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارے مال میں سے کچھ کم نہیں کرنا چاہتا۔ میرے پاس صرف میری یہ چادر ہے جو میں مدینہ منورہ سے لایا تھا۔ (صفوۃ الصفوۃ: ج:1، ص:143)

ابو جعفر احمد المشہور بالمحب الطبری لکھتے ہیں: وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا o (الدھر:8)

اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کی کچھ مقدار کے عوض ایک رات صبح تک ایک باغ میں پانی دیا، صبح کو انہوں نے جو وصول کیے اور گھر جا کر ان میں سے تہائی جو کو پیسا تا کہ اس سے کھانا کھائیں۔ جب حریرہ پک گیا تو ایک مسکین نے آ کر سوال کیا۔ انہوں نے وہ کھانا اس کو کھلا دیا۔ پھر دوسرے تہائی جو کا کھانا تیار کیا۔ تو ایک یتیم نے آ کر سوال کیا تو انہوں نے وہ اس کو کھانا کھلا دیا پھر آخری تہائی حصہ کے جو سے کھانا تیار کیا تو ایک قیدی نے آ کر سوال کیا اور خود تمام اہل و عیال سمیت بھوکے رہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (ریاض النضرۃ: ج:3، ص:209)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اس روایت کو بالعموم بیان کیا جاتا ہے لیکن علامہ عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی نے اس روایت کو رد کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں: حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ

کسی جاہل نے اس روایت کو گھڑ لیا ہے حالانکہ یہ روایت احادیث متواترہ کے خلاف ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جو انسان اپنی خوش حالی اور تونگری کے وقت دے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1426)

نیز آپ نے فرمایا: پہلے اپنے نفس سے ابتداء کرو۔

اور آپ نے فرمایا: اپنے اہل وعیال کو کھلاؤ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1426)

اور اللہ تعالیٰ نے شوہروں پر ان کی بیویوں اور ان کے بچوں کو کھانا کھلانا فرض کر دیا ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط (البقرہ: 233)

اور جس کا بچہ ہے اس پر ان کا کھانا اور کپڑا دستور کے بمطابق دینا فرض ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اس کو ضائع کر دے جس کو وہ روزی دیتا ہے۔ (سنن نسائی: رقم الحدیث: 2543)

اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ

جس کی روزی اس پر لازم ہے وہ اس کی روزی ضائع کر دے۔ کیا کوئی عاقل یہ گمان کرسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم سے غافل تھے حتیٰ کہ وہ اور ان کے اہل وعیال تین دن بھوکے رہے۔ اگر مان لیا جائے کہ انہوں نے اپنے نفس پر یہ ایثار کیا تھا تو تین دن تک اپنی اہلیہ کو بھوکا رکھنے کا کیا جواز تھا اور اگر اہلیہ کا بھی ایثار مان لیا جائے تو تین دن تک پانچ اور چھ سال کے کمسن بچوں کو بھوکا رکھنے کا کیا جواز تھا اور اگر ایک دن کی روایت مان لی جائے تو جن کی روزی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لازم تھی ان کو بھی ایک دن بھوکا رکھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے کامل متقی سے کب متصور ہوسکتا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز: 19، ص: 119 تا 120)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں: عبداللہ بن حنیف نے بیان کیا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا مردار ہے جو شخص دنیا سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہو وہ کتوں کے ساتھ اختلاط پر صبر کرے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے علی رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسی زینت کے ساتھ مزین کیا ہے جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کے لئے اور کوئی زینت نہیں ہے وہ زینت دنیا میں زہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسا بنایا ہے کہ تم کو دنیا میں کچھ نہیں ملے گا اور دنیا کو تم سے کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو مسکینوں کی محبت دی ہے اور وہ تمہاری امامت پر راضی ہوں گے اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو گے۔ اس شخص کے لئے خوشی ہو جو تم سے

محبت رکھے اور تمہاری تصدیق کرے اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہاری تکذیب کرے اور جو لوگ تم سے محبت کریں گے اور تمہاری تصدیق کریں گے وہ تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محل کے رفیق ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کو کذابین کی صفت میں اٹھائے۔

محمد بن کعب قرظی نے کہا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک وقت وہ تھا جب میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ میں ایک دن میں چار ہزار دینار صدقہ کرتا ہوں۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:23)

اب آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری بیان کی جاتی ہے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی القرشی الہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں ان کے والد کا نام عبد مناف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہی ان کا نام ہے۔

ہاشم کا نام عمرو ہے ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الحسن ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی اور داماد ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدتنا وسیدۃ نساء العلمین رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ہاشمی تھے جو دو ہاشمیوں کے درمیان پیدا ہوئے اور یہ بنو ہاشم کے پہلے خلیفہ تھے۔

حضرت علی حضرت جعفر حضرت عقیل

اور حضرت طالب سے چھوٹے تھے۔

کثیر علماء کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام مشاہدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے البتہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے اہل کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا اعطا فرمایا۔ یوم بدر میں جھنڈا کرنے میں اختلاف ہے۔ جنگ احد میں جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا جب وہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا اعطا فرما دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک بار مہاجرین اور انصار کا بھائی بنایا۔

اور ہر بار حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا:

تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:16)

حضرت ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے ایک دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا کر رہے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا اور جس دین کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث کیا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اس کی عبادت کرنے اور لات وعزیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس چیز کو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ میں اس وقت تک اس کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ ابو طالب سے اس کے بارے میں گفتگو نہ کر لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان کرنے سے پہلے اپنے راز کے فاش ہونے کو ناپسند کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ)! اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو مخفی رکھو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات توقف کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ پھر صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

کہا: اے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر کیا چیز پیش کی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم گواہی دو کہ لا الـٰه الا الله وحده لاشريك لـه، اور لات، عزیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ہر شریک سے برأت اور بیزاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابو طالب کے ڈر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خفیہ طریقہ سے آتے رہے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تھا کہ انہوں نے اسلام لانے سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پائی تھی۔

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ پیر کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن اسلام قبول کیا۔

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

جب ابراہیم نخعی نے یہ روایت سنی تو انہوں نے اس کا انکار کیا۔

اور کہا: سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ

اس امت میں مجھ سے پہلے کسی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ

حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا کہ

پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

انہوں نے کہا: سبحان اللہ! سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے لوگوں پر یہ امر اس لیے مشتبہ ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوطالب سے اپنا اسلام مخفی رکھا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔

(اسد الغابہ: ج:4، ص:18)

جمہور مؤرخین محدثین اور فقہاء کرام کا یہ موقف ہے کہ

مردوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
سب سے پہلے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔
اور فرمایا کہ اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔
بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔
اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔
جبکہ محدثین کا کہنا ہے کہ
مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف با اسلام ہونے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (ترمذی: ج:5، ص:642)
ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہجرت کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے معاملہ میں حکم الٰہی عزوجل کے منتظر تھے حتیٰ کہ جب قریش مکہ میں مجتمع ہوئے اور انہوں نے مل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تدبیر کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ
جس مکان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو رہتے ہیں آج اس مکان میں نہ رہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سبز چادر کو اوڑھ لیں۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے دروازے سے نکل گئے اس حال میں کہ کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے پھر مسلمان لگاتار ہجرت کر کے جانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے بعد مدینہ منورہ آئے اور ان کو کسی ابتلاء کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ مکرمہ میں مؤخر کیا تھا ان کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹیں اور تین دن گھر میں رہیں اور ہر حقدار کو اس کا حق ادا کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم کی تعمیل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔
ابورافع نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر چھوڑا اور یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کی وصیتیں اور امانتیں ادا کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام امانتیں ادا کر دیں۔

حضور انور ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ رات کو آپ ﷺ کے بستر پر لیٹیں۔ قریش نبی کریم ﷺ کے بستر کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ لیٹے ہوئے ہیں حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔

انہوں نے کہا: اگر (سیّدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) جاتے تو علی (رضی اللہ عنہ) کو اپنے ساتھ لے جاتے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کریم ﷺ کی تلاش سے روک لیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو مدینہ منورہ آنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کو ڈھونڈتے ہوئے نکلے۔ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہنچنے کی اطلاع ملی۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ۔

آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں چلنے کی سکت نہیں رہی پھر نبی کریم ﷺ خود تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگالیا اور ان کے پاؤں کے ورم کو دیکھ کر حضور انور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروں سے خون رس رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر دست شفقت پھیرا لعاب دہن لگایا اور صحت کی دعا فرمائی پھر وہ پیر بالکل ٹھیک ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پھر ان پیروں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:19)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح کیسے اور کس طرح ہوا اس کا ذکر مدارج نبوت میں یوں لکھا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کے اہل اور خواص میں سے ہیں آپ رضی اللہ عنہ جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے حضور انور ﷺ کو پیام دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں شرم رکھتا ہوں۔

اور فرمایا: جب حضور انور ﷺ نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا پیام رد فرمادیا تو میرا پیام کیسے قبول فرمائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں بہت زیادہ مقرب اور حضور انور ﷺ کے چچا کے صاحبزادے اور حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔

جاؤ اور شرم نہ کرو۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو سلام کیا اور حضور انور ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ابو طالب کے فرزند! کیا بات ہے کیسے ہمارے پاس آنا ہوا؟

عرض کیا: میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیام اپنے لیے پیش کروں اس پر رسول اللہ ﷺ نے مرحباً و اھلاً

فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مستغرق ہو گئے۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حال میں آئے۔

تو ارشاد فرمایا: اے انس (رضی اللہ عنہ)! رب العرش کے پاس سے میرے حضور جبرائیل علیہ السلام آئے۔

اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دو۔ تو اے انس (رضی اللہ عنہ) جاؤ اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) و عثمان (رضی اللہ عنہ)، طلحہ (رضی اللہ عنہ) و زبیر (رضی اللہ عنہ) اور جماعت انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیغ خطبہ پڑھا پھر حمد الٰہی عزوجل میں فرمایا۔ اس پر رب العزت کی حمد وثناء ہے اور نکاح کی ترغیب دی اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر مہر عقد باندھا۔

اور ارشاد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم قبول کرتے ہو اور راضی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طباق کھجوروں کا لیا اور جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بکھیر کر لٹایا۔ (مدارج النبوت: ج:2، ص:109)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل امین علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر (ملاء اعلیٰ میں) چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے ارشاد فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو پھر دل کش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں جنہیں فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو تحائف دیتے رہیں گے۔ (ریاض النضرۃ: ج:3، ص:146)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوات میں بھی شرکت فرمائی۔

ابو اسحاق نے بیان کیا ہے کہ تمام اہل تاریخ اور اہل سند کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بدر اور اس کے علاوہ تمام غزوات میں حاضر رہے البتہ صرف غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہو سکے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے اہل خانہ کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ چھوڑ دیا تھا۔

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ احد میں سولہ زخم لگے ہر بار زخم لگنے سے وہ زمین پر گر پڑتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آ کر ان کو اٹھاتے تھے۔

ثعلبہ بن ابی مالک کہتے ہیں کہ

تمام جنگوں میں جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور قتال کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جھنڈا لے لیتے تھے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جنگ خیبر کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا۔

ایک قول ہے: محمد بن مسلمہ نے جھنڈا لیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو خیبر کو فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد جھنڈا منگوایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں پھر ان کی آنکھوں میں دست شفاء اقدس پھیرا اور ان کو جھنڈا دیا۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:21)

حضرت علی رضی اللہ عنہ علم کے لحاظ سے بھی سمندر تھے۔

چنانچہ فرمایا گیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ کثرت احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ — حضرت حسین رضی اللہ عنہ — حضرت محمد رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ — حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما — حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما — حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما — حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ — حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ — حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ — حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ — حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ — حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ — حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ — حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ — حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ — حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ — حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

حضرت عمار بن رویبہ رضی اللہ عنہ — حضرت بشر بن سہیم رضی اللہ عنہ — حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ — حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ — حضرت عبدالرحمٰن بن اشیم رضی اللہ عنہ

اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کثیر تابعین رحمہم اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

ابوالبختری نے بیان کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا۔
تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں لوگ مجھ سے قضاء کے متعلق سوال کریں گے حالانکہ مجھے قضاء کا کوئی علم نہیں ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قریب آؤ۔ میں قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا۔
اور پھر دعا کی کہ
اے اللہ عز وجل! اس کی زبان کو ثابت اور دل کو ہدایت پر رکھ۔ اس ذات اقدس کی قسم جس نے دانہ اگایا اور روح کو پیدا کیا اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان قضاء کرنے میں شک نہیں ہوا۔
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ قضاء کو جاننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔
حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ایسی مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔
(اسد الغابہ: ج:4، ص:23)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متعدد اقوال ہیں۔
مشہور شیعہ عالم شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی نے سورہ مائدہ کی آیت 67 کے تحت لکھا ہے۔
ابو جعفر اور ابو عبد اللہ علیہما السلام نے کہا کہ
جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ وحی کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف تھا کہ یہ معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی جماعت پر دشوار ہوگا تب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت بڑھانے کے لئے یہ آیت نازل کی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کریں۔ (التبیان: ج:3، ص:588)
شیخ طوسی سورہ مائدہ کی آیت 55 کے تحت لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت اور امامت کے مستحق تھے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے تمہارا ولی اللہ ہے اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں اور مومنین سے مراد اس آیت کریمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کیونکہ یہاں مومنین کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور مذکور الصدر شان نزول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی اس آیت کے مصداق ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے ہی حالت رکوع میں سائل کو سونے کی انگوٹھی دی تھی لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ولی ہوئے اور ولی کا معنیٰ اولیٰ اور احق ہے۔ سو حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں پر متصرف اور ان کے حاکم ہوئے اور یہی خلافت اور امامت کا معنیٰ ہے لہٰذا اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ولی یعنی ان کے امام اور خلیفہ ہیں۔ (التبیان: ج:3، ص:558)

یہ بروز جمعرات 18 ذی الحجہ 10 ھ کو حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر غدیر خم کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا۔

تم تمام لوگوں میں مسلمانوں کے سب سے زیادہ لائق اور مستحق کون ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں مسلمانوں کا مولیٰ ہوں اور میں جس کا مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کے مولیٰ ہیں۔ آپ ﷺ نے اس جملہ کو تین چار بار دہرایا۔

پھر ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس سے دوستی رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھے اور اس سے عداوت رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے۔ اے اللہ عزوجل اس سے محبت رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اور اس سے بغض رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام حاضرین یہ پیغام غائبین کو پہنچا دیں۔ (تفسیر نمونہ: ج:5، ص:11، 12)

مشہور شیعہ شیخ طوسی کا سورہ مائدہ کی آیت 55 کے استدلال کا رد بلیغ

شیخ طوسی کا یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔

1- ولی کا معنیٰ اولیٰ اور احق نہیں ہے بلکہ ولی کا معنیٰ محب اور ناصر ہے۔

علامہ امجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی لکھتے ہیں:

ولی جب اسم ہو تو اس کا معنیٰ محب، صدیق اور نصیر ہے اور مصدر ہو تو اس کا معنیٰ امارۃ اور سلطان ہے۔

(القاموس المحیط: ج:4، ص:583)

2- اس آیت میں ولی محب، دوست اور مددگار ہی کے معنیٰ میں ہے کیونکہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اولیاء نہ بناؤ یعنی ان کو دوست نہ بناؤ سو اس آیت میں فرمایا تھا تمہارا ولی دوست اللہ تعالیٰ ہے اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں۔

3- اگر اس آیت میں ولی کا معنیٰ اولی بالامامت ہو اور مومنین سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں تو یہ لازم آئے گا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت مسلمانوں کی امامت کے زیادہ لائق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں۔ حالانکہ اس وقت تو رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں موجود اور تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی اور امامت اور حکومت کے زیادہ لائق اور حق دار ہونا قطعاً باطل اور مردود ہے۔

4- اگر یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے حق دار ہونے پر دلالت کرتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ضرور کسی نہ کسی محفل میں اس آیت سے استدلال کرتے حالانکہ آپ نے کبھی بھی اس آیت سے اپنی امامت پر استدلال نہیں کیا۔ آپ نے شوریٰ کے دن حدیث غدیر اور آیت مباہلہ سے اپنے فضائل پر استدلال کیا لیکن اس آیت کو آپ نے کبھی پیش نہیں کیا۔

5- شیخ طوسی اور دیگر علماء شیعہ کا استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس آیت کریمہ میں مومنین سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں۔ ہر چند کہ تعظیما جمع کا واحد پر اطلاق جائز ہے لیکن یہ مجاز ہے اور بلا ضرورت شرعی کسی آیت کو مجاز پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔

6- نیز! یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں سائل کی طرف متوجہ ہوں اور حالت رکوع میں سونے کی انگوٹھی سائل کو دینے کی نیت سے گرائیں اور نماز میں نماز کے علاوہ کوئی اور عمل کریں حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جس طرح انہماک اور استغراق اور خضوع وخشوع کے ساتھ نماز پڑھتے تھے یہ کہانی اس کے سراسر خلاف ہے۔

7- عہد رسالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت تنگ دست تھے۔ بعض اوقات آپ اپنے حصہ کی روٹی سائل کو دے کر خود بھوکے رات گزارتے تھے ایسے شخص کے متعلق یہ فرض کرنا کہ وہ صاحب زکوٰۃ تھے اور ان کے پاس سونے کی انگوٹھی تھی بہت بعید معلوم ہوتا ہے بلکہ اس روایت کے ساقط الاعتبار ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔

8- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں پر سونا حرام کر دیا تھا اور سورۂ مائدہ احکام سے متعلق آخری سورت ہے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سونے کی انگوٹھی پہننا بھی اس روایت کے غیر معتبر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

علماء شیعہ یہ کہتے ہیں حدیث غدیر خم میں مولیٰ بمعنیٰ اولیٰ ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص پر اولیٰ بالتصرف ہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اولیٰ بالتصرف ہیں اور جو شخص اولیٰ بالتصرف ہو وہ امام معصوم ہوتا ہے اور اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ امام معصوم ہیں اور ان کی اطاعت فرض ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امام قرار دے دیا تو ان کی موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت صحیح نہیں۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

1- لفظ مولیٰ ولی سے ماخوذ ہے اور اس تشیع کا استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں ولی بمعنیٰ اولیٰ ہے اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اس لفظ کے لغت میں کیا معنیٰ ہیں۔

علامہ زبیدی نے قاموس کے حوالے سے ولی کے حسب ذیل معنیٰ ذکر کیے ہیں۔

1-محب	2-صدیق	3-نصیر	4-سلطان
5-مالک	6-عبد	7-آزاد کرنے والا	8-آزاد کیا ہوا
9-قریب	10-مہمان	11-شریک	12-عصبہ
13-رب	14-منعم	15-تابع	16-سسرالی رشتہ دار
17-بھانجا			

(تاج العروس: ج:10، ص:398، 399)

ولی کے یہ تمام حقیقی معانی ہیں اور ولی کا معنیٰ اولی بالتصرف نہیں ہے اس لیے یہاں مولیٰ کے لفظ کو اولیٰ بالتصرف پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

نیز یہ کہا جاتا ہے کہ

فلاں شخص فلاں کا مولیٰ ہے۔

یہ نہیں کہا جاتا کہ

فلاں شخص فلاں سے مولیٰ ہے یعنی اولیٰ ہے۔

2- بفرض محال! اگر یہ مان لیا جائے کہ یہاں مولیٰ بمعنیٰ اولیٰ ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اولیٰ بالامامۃ سے معنیٰ میں ہو بلکہ یہ اولیٰ بالاتباع اور اولیٰ بالقرب کے معنیٰ میں ہے۔

جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ (آل عمران: 68)

ابراہیم سے اولیٰ بالقرب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی ہے۔

3- اگر یہ لفظ اولیٰ بالامامۃ کے معنیٰ میں بھی مان لیا جائے تو اس حدیث مبارکہ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ جب حضور انور ﷺ نے یہ فرمایا تھا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اولیٰ بالامامۃ تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مآل کے اعتبار سے اولیٰ بالامامۃ ہیں یعنی جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا موقع ہوگا اس وقت وہی اولیٰ بالامامۃ ہوں گے اور خلفاء ثلاثہ کا ان سے پہلے خلیفہ اور امیر ہونا اس حدیث مبارکہ کے خلاف نہیں ہے۔

4- اگر یہ حدیث مبارکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف اپنی خلافت پر استدلال کرتے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث مبارکہ سے استدلال نہیں کیا۔

5- مسند بزار میں ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو میں کسی کو کیسے اپنا خلیفہ بنا سکتا ہوں۔

اگر یہ حدیث مبارکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس طرح نہ فرماتے۔

6- اس حدیث مبارکہ میں مولیٰ دوست، محب اور ناصر کے معنیٰ میں ہے جیسا کہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

اے اللہ عزوجل! اس سے دوستی رکھ جو علی (رضی اللہ عنہ) سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے۔

یہ دعا اس پر قرینہ ہے کہ

من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا معنیٰ ہے میں جس کا دوست یا محب یا ناصر ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کے دوست یا محب اور

ناصر ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی تھی یا نہیں۔

اگر کی تھی تو پھر کب کی تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

صحیح بخاری میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں چھ ماہ تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے بیعت کر لی۔ (صحیح بخاری: ج:2،ص:609)

امام بخاری نے اس قدر تاخیر سے بیعت کی مدت نقل کی ہے یہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت عام کے وقت ابتداء ہی میں بیعت کر لی تھی اور تمام مسلمانوں کے اجتماعی عمل سے الگ نہیں رہے تھے۔

امام بیہقی، امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: معمر نے کہا ہے کہ میں نے زہری سے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کتنے دن زندہ رہیں۔

زہری نے کہا: چھ ماہ

پھر ایک شخص نے زہری سے کہا۔

کیا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے انتقال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی۔

زہری نے کہا: بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی تھی۔

اس حدیث مبارکہ کو امام بخاری نے معمر سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام مسلم نے اسحاق بن راہویہ سے اور دوسروں نے عبدالرزاق سے روایت کیا ہے اور زہری کی یہ روایت منقطع ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے انتقال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی۔

اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح ہے کہ

جس وقت عام بیعت ہوئی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی اور شاید کہ زہری کی یہ مراد ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کرنے کے بعد چھ ماہ تک گھر بیٹھے رہے۔

اور اس کے بعد دوبارہ (چھ ماہ بعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور بیعت کے تقاضوں کو پورا کیا۔

(سنن کبریٰ: ج،6،ص:300)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو انصار کے خطباء کھڑے ہوگئے۔

اوران میں سے ایک شخص نے کہا: اے جماعت مہاجرین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم میں سے کسی شخص کو حاکم بناتے اوراس کے ساتھ ہمارے ایک آدمی کو بھی حاکم بناتے سو ہمارا یہ خیال ہے کہ اس خلافت کے لئے بھی دو شخص مقرر کیے جائیں ایک ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے۔ پھر انصار کے سب خطباء نے اسی طرح کہنا شروع کیا۔ اس وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اور امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہئے اور ہم اس کی نصرت کریں گے جس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر کہا۔

اے جماعت انصار اللہ تعالیٰ تم کو جزاء خیر دے اور تمہارے قائل کو بھی ثابت قدم رکھے اگر تم اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرتے تو ہم اس کو قبول نہ کرتے۔

پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

یہ تمہارے صاحب ہیں ان سے بیعت کرلو۔ پھر سب نے بیعت کی۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق پوچھا: انصار میں سے کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر لائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد! کیا آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ملامت نہ کریں سو آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت کرلی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی نہیں ہیں تو ان کے متعلق پوچھا پھر لوگ ان کو لائے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار! کیا آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنا چاہتے ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ملامت نہ کریں۔ پھر دونوں نے بیعت کرلی۔

یہ حدیث مبارکہ امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(مستدرک: ج:3، ص:76)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابن حبان اور دیگر محدثین نے مسند صحیح کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابتداء ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی تھی۔

اور یہ روایت بخاری اور مسلم کی اس روایت سے زیادہ صحیح اور اس پر راجح ہے اور بر تقدیر تسلیم امام بخاری اور مسلم کی روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ آکر بیعت کی کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں مشغولیت کے باعث وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجلس سے غیر حاضر رہے تھے اس لیے لوگوں کے اطمینان کی خاطر دوبارہ آکر بیعت کی تجدید کی۔ (فتح الباری: ج: 7، ص: 495)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کی تائید اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

امام ابن سعد سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما چکے تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کیا پس ہم نے یہ دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز میں مقدم کیا تھا پھر ہم اپنی دنیا کے معاملہ میں اس شخص سے راضی ہو گئے جس شخص پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے معاملہ میں راضی تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج: 3، ص: 183)

امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری اور امام ابن سعد کی ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اسی وقت بیعت کی تھی جب بیعت عام منعقد ہوئی تھی اور امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے معمر کے حوالے سے جو بیعت میں چھ ماہ تاخیر کی روایت بیان کی ہے وہ زہری کا قول ہے اور غیر متصل ہے اس لیے حجت نہیں ہے اور بہ فرض محال اگر یہ روایت صحیح ہو بھی تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ بیعت کی صحت کے لئے ہر ہر فرد کا بیعت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ ارباب حل وعقد میں سے جو علماء اور رؤساء میسر ہوں ان کا بیعت کرنا صحت بیعت کے لئے کافی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تاخیر بیعت کا خود یہ عذر بیان فرمایا ہے کہ ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضیلت اور خلافت میں ان کے استحقاق سے کوئی اختلاف نہیں ہمیں صرف شکایت یہ ہے کہ مشورہ میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا۔

حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس عذر کا یہ جواب ہے کہ خلافت کا معاملہ بے حد اہم تھا اور اس مسئلہ کو جلد از جلد طے کرنا مقصود تھا اسی وجہ سے اس قضیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین پر مقدم کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے اور تجہیز و تکفین میں مشغول تھے اس بناء پر ان کو مشورہ کے لئے نہیں بلایا جا سکا۔ بہر حال یہ توجیہات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت میں تاخیر کی بناء پر ہیں ورنہ صحیح یہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں بیعت عام کے وقت بیعت کرلی تھی۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے متعلق ہمیں کوئی

وصیت نہیں کی تھی جس پر ہم عمل کرتے ہم نے خود اپنے اجتہاد سے خلیفہ مقرر کیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو انہوں نے خلافت کو درستگی کے ساتھ قائم کیا اور خود بھی راہ استقامت پر گامزن رہے حتیٰ کہ دین کے تمام معاملات درست ہو گئے۔ (مجمع الزوائد: ج:5، ص:175)

علماء اہل تشیع کی تصانیف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیعت کرنے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے۔

ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ جمیع مہاجرین و انصار نے بغیر حیدر کرار اور چار نفر خواص اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کو دنیا سے فروخت کر ڈالا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: علی رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لئے کیوں نہیں بلاتے! واللہ جب تک وہ بیعت نہ کریں گے تب تک تم پر خلافت قائم نہ رہے گی کہ وہ خلیفہ برحق رسول خدا ہیں اور عالم تر اور شجاع تر اور فاضل تر اس امت کے ہیں لوگ ان کی طرف بہت رجوع کرتے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جناب امیر کو بیعت کے لئے بلایا۔

جناب امیر نے فرمایا: میں نے قسم کھائی ہے جب تک قرآن جمع نہ کرلوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں بعد چند روز کے قرآن ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزدان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا۔

پھر مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں نداء فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات و سورۂ ہائے قرآن کو میں نے جمع کیا اور کوئی آیہ آسمان سے نازل نہ ہوئی جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین و آیات نص خلافت جناب امیر صریح تھے اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر خشمناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے۔

اور فرمایا: اب اس قرآن کریم کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔ (جلاء العیون: ج:1، ص:226 تا 227)

ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں: ایک گروہ منافقین نے صلاح کی جناب امیر کو قتل کریں۔

اور باہم کہا: ہماری عمل داری مستحکم نہ ہو گی جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کریں۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔

جب پتہ چلا یہ کوئی جرأت نہیں کر سکتا تو ثانی نے ایک شخص کو بھیج کر خالد بن ولید کو بلایا۔

اور کہا: تم کو میں نے ایک امر عظیم کے لئے بلایا ہے۔

بولا: جو کچھ کہو مجھ کو منظور ہے اگرچہ قتل علی (رضی اللہ عنہ) (نعوذ باللہ) ہی کیوں نہ ہو۔

کہا: اسی لیے تم کو بلایا ہے۔

خالد نے پوچھا: کس وقت علی (رضی اللہ عنہ) کو (نعوذ باللہ) قتل کروں۔

انہوں نے کہا: وقت نماز میں علی (رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں کھڑے ہو جب میں سلام کہوں تو علی (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر۔
اسماء بنت عمیس کہ پہلے زن جعفر طیار تھیں اس وقت زوجہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھیں جب اس نے لوگوں کے اس مشورہ کو سنا تو اپنی کنیزہ سے کہا: علی اور فاطمہ (رضی اللہ عنہما) کے گھر جا اور ان کے گھر میں پھرتی اور یہ آیت پڑھتی جا۔

ان الملأ یا تمرون بك ولیقتلوك فاخرج ان لك من الناصحین

جب وہ کنیز آئی اور یہ آیت پڑھی: جناب امیر نے فرمایا: اپنی بی بی سے کہ دے خدا عزوجل تجھ پر رحمت نازل کرے۔ وہ لوگ یہ قدرت نہیں رکھتے اس لیے کہ اگر وہ مجھے قتل کریں گے تو ناکثین وقاسطین و مارقین سے کون لڑے گا۔ پس جناب امیر نے وضو کیا اور مسجد میں تشریف لائے اور مشغول نماز ہوئے۔
خالد بن ولید بھی پہلو میں آ کھڑا ہوا۔ اس وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے اور ڈرے کہ جناب امیر نے اگر تلوار کھینچ لی تو پہلے میں ہی نہ مارا جاؤں۔ اس خیال سے تشہد کو بہت طول دیا حتیٰ کہ نزدیک ہوا آفتاب طلوع ہو جائے۔
خوف دوسرا یہ بھی تھا کہ
اگر سلام کہا اور خالد بن ولید اپنی حرکت ناپاک کرے فتنہ وفساد برپا نہ ہو جائے۔
پس قبل سلام ابو بکر نے کہا: اے خالد! جس بات کا میں نے تم کو حکم دیا ہے وہ نہ کرنا اور اگر کرے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر سلام نماز کیا اس وقت جناب امیر نے خالد سے کہا۔
تجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا حکم دیا تھا۔
اس نے کہا: تمہارے قتل کا۔
فرمایا: کیا تو مجھے قتل کرتا۔
خالد نے کہا: ہاں واللہ! اگر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) منع نہ کرتے تو میں تم کو قتل کر دیتا۔ یہ سن کر جناب امیر نے خالد کو بلند کر کے زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور تلوار اٹھائی کہ سر کاٹ لیں۔
عمر (رضی اللہ عنہ) نے چلا کر کہا۔
بحق پروردگار کہ علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) خالد کو مار ڈالتے ہیں سب مل کر چھڑا لو۔ یہ سن کر تمام حاضرین مسجد میں جمع ہو گئے مگر جناب امیر کے ہاتھ سے نہ چھڑا سکتے تھے۔ (جلاء العیون: ج:1 ص:237 تا 238)
ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں: ثانی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے کسی کو مسجد میں بھیج کر اپنے ساتھیوں سے اور کل منافقین سے نصرت و مددگاری چاہی یہ سن کر منافقین فوج بن کر نصرت و مددگاری کو آئے حتیٰ کہ انبوہ واژدھام ہو گیا۔ خالد بن ولید نے شمشیر کھینچ کر جناب امیر پر حملہ کیا۔ جناب امیر نے اس پر حملہ کر کے چاہا قتل کر دیں مگر لوگوں نے بحق رسول خدا جناب امیر کو قسم دی۔ جناب امیر نے خالد کو چھوڑ دیا۔

سلمان ابوذر مقداد عمار بریدہ اسلمی (رضی اللہ عنہم)

جناب امیر کی نصرت ومددگاری کو اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ فتنۂ عظیم برپا ہو۔ جناب امیر نے ان کو منع کیا۔

اور فرمایا: مجھے ان اشقیاء کے ساتھ چھوڑ دو اس لیے کہ خداعزوجل نے مجھے حکم نہیں دیا کہ اس وقت ان سے جہاد کروں۔ وہ اشقیائے امت گلوئے مبارک حضرت میں رسیاں ڈال کر مسجد میں لے گئے وبروایت دیگر، جب دروازہ اور دولت پر پہنچے اور جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا اندر آنے سے مانع ہوئیں اس وقت قنفذ نے بروایت دیگر ثانی نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا پر مارا کہ بازو و جناب سیدہ کا مضروب ہو کر سوج گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان لوگوں کو گھر میں آنے سے منع کیا حتیٰ کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) پر گرا دیا جس نے پسلیوں کو شکستہ کر دیا اور اس فرزند کو جو شکم میں تھا حضرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس کا نام محسن رکھا تھا شہید کر دیا اور سیدہ نے بھی اسی صدمۂ ضربت سے انتقال کیا۔ وبروایت دیگر مغیرہ بن شعبہ نے بحکم حضرت دوم (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) دروازہ شکم محترم پر گرا دیا اور ان کے فرزند محسن کو ان کے شکم میں شہید کیا پھر جناب امیر کو مسجد میں لے گئے جفا کار واشقیائے امت پیچھے پیچھے تھے اور کوئی نصرت ومدد حضرت کی نہ کرتا تھا۔

سلمان ابوذر مقداد عمار بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہم

روتے پیٹتے اور کہتے تھے۔ کیا جلد حضرت رسول خدا سے تم لوگوں نے خیانت کی۔ کینہ ہائے سینہ کو ظاہر کیا اور انتقام حضرت کا ان کے اہل بیت سے لیا۔

اس وقت بریدہ اسلمی نے کہا: اے سب قریش تیری اصلیت ونسبت کو جانتے ہیں اور تجھے پہچانتے ہیں کہ کتنی مرتبہ تو پیدا ہوا ہے ایسا شخص خانہ اہل بیت میں آئے اور پیغمبر کی بیٹی کو مجروح کرے برادر اور وصی رسول کو اس رسوائی سے مسجد میں لے جائے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر جناب امیر پر پڑی۔

تو لوگوں نے کہا: چھوڑ دو۔

جناب امیر نے فرمایا: اے ابوبکر کس حق اور کس میراث اور کس فضیلت پر تو نے خلافت میں تصرف کیا۔ کل بحکم پیغمبر مجھ سے تو نے خم غدیر میں بیعت کی اور بحکم پیغمبر مجھ پر بامارت مومناں تو نے سلام کیا۔ یہ سن کر شمشیر غلاف سے کھینچ کر بالائے سر جناب امیر کھڑا ہو گیا۔

اور کہا: ان باتوں کو جانے دو اور بیعت کرو۔

جناب امیر نے فرمایا: اگر بیعت نہ کروں کیا کرے گا۔

ثانی نے کہا: اگر بیعت نہ کرو گے تو قتل کروں گا۔

جناب امیر نے فرمایا: رسول کے بھائی کو قتل کرے گا؟ قسم بخدا اگر مجھے خیال حکم خدا اور اطاعت رسول نہ ہوتا تو ابھی اچھی

طرح معلوم ہوجاتا کہ کون زیادہ ضعیف ہے۔

پس بریدہ اسلمی اٹھے اور کہا: اے ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہ) آیا تم نہیں تھے کہ جناب رسول خدا نے تمہیں اور ہمیں فرمایا کہ جا کر جناب امیر پر با مارت و بادشاہی سلام کریں تم لوگوں نے پوچھا:

یہ حکم آیا از جانب حق تعالیٰ دیتے ہیں۔

حضرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہاں بحکم خدا دیتا ہوں اس وقت ہم لوگ گئے اور سلام کیا۔

اور کہا: السلام علیکم یا امیر المومنین! (رضی اللہ عنہ)

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اے بریدہ! تمہیں ان باتوں سے کیا۔

بریدہ نے کہا: قسم بخدا میں اس شہر میں نہ رہوں گا جہاں تم لوگ امیر ہو اور خلیفہ رسول معزول ہو۔ اس کلام کے بعد با اجازت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، بریدہ اسلمی کو مار کر مسجد سے نکال دیا۔ بعد ازاں سلمان فارسی اٹھے۔

اور کہا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! خدا سے خوف کر اور جس جگہ بیٹھنے کا سزاوار نہیں وہاں سے اٹھ جا اور حق خلافت اہل بیت کو دے دے اور جمیع امت کو جہالت وضلالت میں تا روز قیامت نہ ڈال۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی۔

سلمان تم کو ان باتوں سے کیا کام۔

سلمان نے کہا: قسم بخدا! اگر میں جانتا اپنی تلوار سے اہل دین کی خدمت کرتا۔

بے شک تلوار کھینچ کر مردانہ راہ خدا میں جہاد کرتا کہ تم وصی رسول سے ایسا سلوک نہ کر سکتے۔ پس اور لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے۔

اور کہا: تم نے کیا کیا نہ کیا اور کیا نہ جانا۔ کیا دین میں آئے اور کیا دین میں سے خارج ہو گئے۔ اب میں تم کو بلا میں مبتلاء ہونے اور نعمت فراخی سے ناامیدی کی بشارت دیتا ہوں۔ واضح ہو کہ ایک گروہ ستم گار تم پر مسلط ہو گا اور بجور وستم تم سے سلوک کرے گا۔ کتاب خدا اور اس کے احکام کو بدل ڈالے گا۔ اس کے بعد ابوذر، مقداد وعمار اٹھے اور ہر ایک نے حجت ہائے بالغہ اور دلیل ہائے کاملہ ان اشقیاء پر تمام کیں اور جناب امیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

آپ کیا فرماتے ہیں اگر حکم دیں تو ہم شمشیر سے ان لوگوں کے ساتھ جہاد کریں حتیٰ کہ مارے جائیں۔

جناب امیر نے فرمایا: خدا تم پر رحمت کرے۔ ان اشقیاء سے دست بردار رہو اور وصیت رسول خدا یاد کرو۔ ابوبکر منبر پر چپ چاپ بیٹھے تھے۔

انہوں نے کہا: بیٹھا ہے علی (رضی اللہ عنہ) زیر منبر مقام محاربہ میں ہے اور بیعت نہیں کرتے مجھے اجازت دے کہ ان کو قتل کر دوں۔ اس وقت حسنین سرہانے اپنے پدر بزرگوار کے کھڑے تھے۔ اس کلام سے رونے اور چلانے لگے اور قبر رسول کی طرف

منہ کر کے فریاد کرنے لگے۔

یا جداہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہم کو آپ اس حالت میں دیکھیں کہ ہم بے یار و مددگار ہیں پس جناب امیر نے حسنین کو اپنے سینے سے لگا کر فرمایا۔

اے جان پدر! نہ رو۔ قسم بخدا یہ اشقیاء تمہارے باپ کے قتل پر قادر نہیں اور اس سے زیادہ ذلیل و بے مقدار ہیں جو یہ ارادہ کر سکیں۔ پس ام سلمہ زوجہ رسول خدا ہے اور ام ایمن مدبیہ آنحضرت اپنے اپنے مکان سے روتی ہوئی دوڑیں۔

اور بولیں: اے لوگو! تم نے بہت جلد اپنے کینہ ہائے دیرینہ کو بعد رسول ظاہر کیا۔

ثانی نے کہا: ان عورتوں کو مسجد سے نکال دو اور ان کے کلام سے کیا کام۔ پس جناب امیر اٹھے اور مہاجرین و انصار سے اپنے فضائل و مناقب ایک ایک بیان کیے اور ان سے نصوص رسول خدا پر اپنی خلافت کے مقدمہ میں گواہی چاہی اور روز غدیر و دیگر مقامات متعددہ انہیں یاد دلائے اور حجیت الٰہی ان پر تمام کی۔

ان لوگوں نے کہا: یا حضرت اگر آپ اس سے پہلے فرماتے تو ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرتے اس گفتگو سے عمر (رضی اللہ عنہ) کو خوف ہوا کہ لوگ ایسا نہ ہو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی خلافت سے منحرف ہو جائیں۔

لہٰذا پھر جناب امیر سے کہا: یا علی بیعت کرو ورنہ میں تم کو...... کر دوں گا۔

جناب امیر نے فرمایا: تو جھوٹ کہتا ہے! قسم بخدا میرے اوپر تمہیں قدرت نہیں یہ سن کر خالد بن ولید دوڑا اور تلوار غلاف سے کھینچ کر بولا۔ قسم بخدا بیعت کرو ورنہ قتل کر دوں گا۔ جناب امیر نے گریبان پکڑ کر دور پھینک دیا اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی بعد اس کے ہر چند کوشش کی مگر جناب امیر نے بیعت نہ کی۔ لوگوں نے جن میں عمر (رضی اللہ عنہ) بھی تھے جناب امیر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ زبردستی اور ابو بکر نے اپنا ہاتھ دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک پہنچایا۔

احادیث معتبرہ میں منقول ہے کہ

جب جناب امیر کو مسجد میں لائے آپ نے مرقد مطہر جناب رسول کی طرف منہ کر کے کہا۔

یا ابن عم ان القوم استصعفونی و کادوا یقتلوننی

اے برادر من! تیری قوم نے مجھے ضعیف کیا اور نزدیک ہوا مجھے مار ڈالیں پس حضرت رسول کی قبر سے ایک ہاتھ نکلا۔

سب نے کہا: پہچان کر۔ یہ حضرت رسول کا ہاتھ ہے اور ایک آواز آئی کہ سب نے پہچانی رسول کی آواز ہے اور وہ آواز یہ تھی۔

یا ابابکر! کفرت بالذی خلقک من قرب ثم من نطفة ثم سواک رجلاً

اے ابو بکر! کافر ہوا اس خدا سے جس نے تجھے خاک سے پیدا کیا۔ (جلاء العیون: ج:1، ص:230 تا 233)

ملا باقر مجلسی نے کئی بار لکھا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا خیال مانع تھا ورنہ چار کے سوا تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو مار ڈالتے۔

سوال یہ ہے کہ

جب چار کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرتد ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہی حکم ہے کہ مرتد کو قتل کر دو اور قرآن مجید میں بھی یہی حکم ہے کہ کفار اور منافقین کو قتل کر دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ محض افتراء ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں، مرتدوں، ظالموں اور غاصبوں کو قتل کرنے سے منع کیا تھا اور یہ بھی ایک جھوٹا حیلہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی تھی کہ جب تک تمہارے ساتھ ایک جماعت نہ ہو ان سے جنگ نہ کرنا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تنہا ان سب پر بھاری تھے تو پھر جماعت کی کیا ضرورت تھی اور یہ بھی غلط ہے کہ آپ کے ساتھ جماعت نہیں تھی تمام بنو ہاشم اور اہل بیت آپ کے ساتھ تھے اور اہل تشیع کے زعم کے مطابق یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافر تھے تو پھر ان کافروں سے جنگ کرنا واجب تھا خصوصاً اس وقت جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ یقین تھا کہ یہ ان کو قتل کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلا جبر و اکراہ بطیب خاطر عزت و کرامت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور ہمیشہ خلفائے ثلاثہ کے ہم نوا، معاون اور حلیف رہے۔ ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے رہے اور ان کے احکام پر خوش دلی سے عمل کرتے رہے۔

یہاں تک تو وہ بیان تھا کہ خلافت اول کا مستحق کون تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کے احکام پر عمل کرتے رہے تھے اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر چند دلائل بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس کو امیر بنایا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو امین پاؤ گے دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب اور اگر تم عمر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بناؤ گے تو تم اس کو قوی اور امین پاؤ گے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہیں ہیں اور اگر تم نے علی (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو ہادی و مہدی پاؤ گے جو تم کو صراط مستقیم پر لے کر چلے گا۔

اور میرا خیال ہے کہ

تم اس کو امیر نہیں بناؤ گے۔

عروہ مرادی بیان کرتے ہیں کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔
اور میرا گمان یہ تھا کہ
اس خلافت کا میں زیادہ حق دار ہوں لیکن مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کر لیا پس میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے اور میرا گمان یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے علاوہ کسی اور کو جان نشین نہیں بنائیں گے مگر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کیا۔ سو میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے اعراض نہیں کریں گے مگر انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے مجھ سمیت چھ اشخاص کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی اور اس کی شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ پھر میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے بغیر کسی جبر کے خوشی خوشی مجھ سے بیعت کر لی۔ پھر لوگوں نے بیعت توڑ دی۔
اب میرے سامنے دو صورتیں تھیں۔
یا تو ان کے خلاف تلوار اٹھاتا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کیے تھے ان کا انکار کر دیتا۔
اسماعیل خطبی نے بیان کیا ہے کہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ذوالحجہ 35ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔
ابن مسیّب سے روایت ہے کہ
جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے تمام مسلمان دوڑے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔
اور وہ سب کہتے تھے کہ
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔
اور کہا کہ
اپنا ہاتھ بڑھائیے! ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ یہ منصب اہل بدر کا ہے۔ جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہو جائیں گے خلیفہ وہی ہوگا۔ پھر ہر شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔
اور کہا: ہم آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی اور شخص کو خلافت کا حق دار نہیں پاتے آپ رضی اللہ عنہ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں گے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کہاں ہیں کیونکہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جا کر منبر پر بیٹھے پھر سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور ان کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی پھر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیعت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا۔

توانہوں نے کہا: یہ لوگ امر خلافت میں غیر جانب دار رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اور ان سے جنگ کی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عہد توڑنے والوں، حق سے تجاوز کرنے والوں اور حق سے خروج کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہم کس کے ساتھ ان کے خلاف لڑیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور ان کے ساتھ عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) ہوں گے۔

عبداللہ بن حبیب سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا: میں صرف اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:30 تا 33)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کی بحث اس طرح ہے۔

عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تمہارے عم زاد ہم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کا ناجائز مال کھائیں اور ہم ایک دوسرے کو ناحق قتل کریں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: سائل کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ان کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ کرنا باطل ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی بلکہ ان سے خلافت میں اختلاف کیا اور ان کے خلاف جنگ کی اس لیے اس حدیث کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کو پورا کرنا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا واجب تھا کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ہے کہ جب ایک شخص کی بیعت کر لی جائے تو اس کی اطاعت کرو اور جو اس سے اختلاف کرے اس کی گردن اڑا دو۔ ابتداء میں اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا مطالبہ کیا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔

اور یہ کہا تھا کہ پہلے تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو میرے حوالے کرو پھر میں تمہاری بیعت کروں گا۔ اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا۔ حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ تم شام میں ہو اور اہل مدینہ نے میری بیعت کر لی ہے اور یہ بیعت تم پر لازم ہوگئی ہے کیونکہ ان لوگوں نے میری بیعت کی ہے جنہوں نے میرے پیش رو (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی بیعت کی تھی۔ اس لیے اب حاضر کے لئے انتخاب کی گنجائش ہے نہ غائب کے لئے اس کو مسترد کرنے کا موقع ہے۔ یہ شوریٰ صرف مہاجرین اور انصار میں منحصر ہے اگر وہ کسی شخص کو منتخب کر کے بالاتفاق امام مقرر کر دیں تو اس کی امامت لازم ہو جائے گی سو جو شخص اس کی خلافت سے خروج کرے اس کو واپس لوٹنے پر مجبور کرو اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے طریق مسلمین کی اتباع کرانے کے لئے جنگ کرو لہٰذا تم بھی اس شخص کی خلافت کو مان لو جس کی امامت کو تمام مسلمانوں نے مان لیا ہے تم نے قاتلین عثمان کو حوالے کرنے میں بہت مبالغہ کیا ہے اگر تم نے اپنی رائے واپس لے لی اور اپنے اختلاف سے رجوع کر لیا اور تمام مسلمانوں کے طریقہ کو اختیار کر لیا تو میں تمہارے اور تمہاری قوم کے ساتھ کتاب اللہ کے مطابق سلوک کروں گا اور اگر تم اپنی ہوائے نفس کی بجائے عقل سلیم سے غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ میں قریش میں سب سے زیادہ خون عثمان سے بری ہوں اور تم یہ سمجھ لو کہ تم ان طلقاء میں سے ہو جن کے لئے خلافت جائز نہیں ہے اور میں نے تمہارے پاس جریر بن عبداللہ کو بھیجا ہے یہ اہل ایمان اور اہل ہجرت میں سے ہیں تم ان کے ہاتھ پر (میری) بیعت کر لو اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نیکی کی استطاعت حاصل نہیں ہوتی۔

اب اشکال یہ ہے کہ

واقعہ تحکیم کے بعد اہل شام کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا کس طرح صحیح ہوگا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پہلے منعقد ہو چکی تھی اور اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت پر بیعت لی۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ

جب ایک خلیفہ کی بیعت ہو جائے اور دوسرا شخص اس سے اختلاف کرے تو اس کو قتل کر دو۔ اس اشکال سے چھٹکارہ کا اس کے سوا اور کوئی حل نہیں ہے کہ

یہ کہا جائے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متاول اور مجتہد تھے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج،5،ص:190)

سوال

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگ ہوئی ان میں حق پر کون تھا اور کون باطل پر تھا؟

جواب

ان میں کوئی فریق صریح باطل پر نہیں تھا دونوں فریقوں کا مؤقف تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تاویل

صحیح تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل مبنی بر خطا تھی اور اس کا فیصلہ اس حدیث مبارکہ سے واضح ہو گیا جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: افسوس ہے! عمار (رضی اللہ عنہ) کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، عمار (رضی اللہ عنہ) ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ گروہ اس کو دوزخ کی طرف بلائے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 447)

اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے قتل کیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح اور حق تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل مبنی بر خطا تھی اور ان کا موقف باطل محض نہیں تھا ورنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان سے صلح نہ کرتے اور اگر وہ باغی ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جنگ موقوف نہ کرتے اور جنگ موقوف کر کے تحکیم کو اختیار نہ کرتے اور تادم مرگ جنگ جاری رکھتے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ (الحجرات: 9)

جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت صراحۃً باغی ہوتی تو وہ ان سے کبھی جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے۔

سفیان بن اللیل سے روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ منورہ آئے۔

تو میں نے ان سے کہا: اے مومنین کو ذلیل کرنے والے!

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس طرح مت کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

دن اور رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بن جائیں گے پس میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہونے والا ہے۔ پس میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 31708)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صفوان بن عمرو سے روایت ہے کہ

اہل شام کا لشکر ساٹھ ہزار تھا ان میں سے بیس ہزار قتل کیے گئے اور اہل عراق کا لشکر ایک لاکھ بیس ہزار تھا ان میں سے چالیس ہزار شہید کیے گئے اور امام بیہقی نے اس واقعہ کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث پر منطبق کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک کہ دو عظیم جماعتیں باہم عظیم جنگ نہیں کریں گی حالانکہ ان دونوں جماعتوں کا دین واحد ہو گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7121، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 157)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ

وہ جماعتیں اسلام کا دعویٰ کریں گی اور رسول اللہ ﷺ کی یہ پیش گوئی جنگ صفین پر منطبق ہوئی ہے۔

(دلائل النبوۃ: ج:2،ص:418 تا 419 'البدایہ والنہایہ: ج:5،ص:376 تا 377)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری امت کے دو گروہ ہوں گے ایک گروہ ان دونوں سے خارج ہو جائے گا (یعنی خارج) اور دونوں گروہوں میں سے جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ ان خوارج کو قتل کرے گا۔ (مسند احمد: ج:3،ص:79)

نیز لکھتے ہیں کہ

یہ حدیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ جس طرح نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے اسی طرح واقع ہوا اور اس حدیث میں آپ نے اہل شام اور اہل عراق کے دونوں گروہوں کے اوپر اسلام کا حکم لگایا ہے اس طرح نہیں جس طرح رافضی فرقہ کا زعم باطل ہے اور وہ اہل شام اور اہل عراق کے دونوں گروہوں کے اوپر اسلام کا حکم لگایا ہے اسی طرح نہیں جس طرح رافضی فرقہ کا زعم باطل ہے اور وہ اہل شام کو کافر قرار دیتے ہیں۔

اور اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب حق کے زیادہ قریب تھے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور ان کو اجتہاد میں خطا لاحق ہوئی اور ان کو بھی ان شاء اللہ اجر ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ امام برحق ہیں اور ان کو دو اجر ملیں گے۔

جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کی رائے درست ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب اس کے اجتہاد میں خطاء ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7352)

اور میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجتہد تھے اگر وہ کسی معاملہ میں حضور ﷺ کی موجودگی یا غیر موجودگی میں اجتہاد کرتے تو رسول اللہ ﷺ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملامت نہ کرتے۔

جس طرح کہ اس حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب ہم غزوہ احزاب سے واپس لوٹے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ نداء کی کہ بنو قریظہ میں پہنچنے سے قبل کوئی شخص ظہر کی نماز نہ پڑھے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وقت ختم ہونے کے خوف سے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ لی۔

اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم اسی جگہ نماز پڑھیں گے جہاں نماز پڑھنے کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے خواہ نماز قضا ہو جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے کسی کو ملامت نہیں کیا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4487)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جب راستہ میں نماز کا وقت آ گیا اور وقت تنگ ہونے لگا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس جگہ نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کا جو اختلاف ہوا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

دلائل متعارض تھے اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد سے کام لیا کیونکہ شریعت میں یہ حکم ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی جائے اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ اجتہاد کیا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ نماز خواہ قضاء ہو جائے پھر بھی بنو قریظہ میں نماز پڑھنا بلکہ

آپ ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ

سفر جلدی طے کرنا حتیٰ کہ نماز عصر تک بنو قریظہ میں پہنچ جانا اور وہاں نماز پڑھنا مگر اب چونکہ نماز عصر کا وقت جا رہا ہے تو ہم کو نماز عصر راستہ میں ہی پڑھ لینی چاہئے اس کے برخلاف دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ارشاد ظاہری معنی پر عمل کیا کہ نماز بنو قریظہ میں پڑھنی ہے خواہ قضا ہو جائے۔ گویا ایک فریق نے قیاس اور اجتہاد سے کام لیا اور دوسرے فریق نے ظاہر حدیث مبارکہ پر عمل کیا۔

نبی کریم ﷺ نے کسی فریق کو ملامت نہیں کی کیونکہ دونوں مجتہد تھے اور دونوں نے دلیل شرعی پر عمل کیا۔

بعض علماء کرام نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ

ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے ہر فریق کی تصویب نہیں کی بلکہ کسی کو ملامت نہیں فرمائی۔

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ

جب مجتہد اپنی پوری صلاحیت صرف کر کے اجتہاد سے کوئی حکم حاصل کرے تو ہر چند کہ وہ حکم خطا پر ہو اس کو ملامت نہیں کی جاتی۔ (شرح مسلم للنووی: ج: 2، ص: 96)

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہیں اجتہاد فرماتے تو اللہ تعالیٰ ان کے اجتہاد کی تصدیق فرماتا اور آیت کریمہ نازل فرما دیتا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات کو ترجیح دیتے تھے اور ان کے اجتہاد کو داد دیتے تھے۔

قرآن مجید میں ہے: مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (الحشر:5)

تم نے کھجوروں کے جو درخت کاٹ دیئے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا سو وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوا۔

علامہ ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کی بستی میں پہنچے تو بنو نضیر اپنے قلعوں میں بند ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ

ان کی کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا جائے اور جلا دیا جائے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نے فریاد کی!

اے (سیدنا) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں کہ

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نیک کام کرتے ہیں؟ کیا یہی نیکی ہے کہ درختوں کو کاٹ دیا جائے۔ کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کتاب میں یہ حکم نازل کیا گیا ہے کہ زمین میں فساد کیا جائے؟ مسلمان ان کی یہ بات سن کر ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کام فساد ہو پھر مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا۔

بعض نے کہا: ان درختوں کو نہ کاٹو۔ ان درختوں کو اللہ تعالیٰ نے ہماری ملک میں لوٹا دیا ہے۔

اور بعض نے کہا: نہیں! ہم ان درختوں کو کاٹ کر بنو نضیر کو غیظ اور غم و غصہ میں مبتلا کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فریقوں کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی کہ جن مسلمانوں نے ان درختوں کو کاٹا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور جن مسلمانوں نے ان درختوں کو بغیر کاٹے چھوڑ دیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ (الکشف والبیان: ج:9، ص:270)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجتہد تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدحت بیان فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پروانوں کو باطل پر نہیں فرمایا بلکہ اجر کا مستحق ٹھہرایا تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اجتہاد پر کس طرح باطل پر ہوئے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ حدیث مبارکہ کے مطابق اجر کے مستحق ہوئے۔

جس طرح کہ روایت میں ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کی رائے درست ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب اس کے اجتہاد میں خطاء ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:7352)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہوں نے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مدمقابل جنگ کی انہوں نے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدحت فرمائی اور ناپسند کرنے والوں کے لئے سخت حکم لگایا۔

جس طرح کہ روایت میں ہے۔

حارث اعور سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر ارشاد فرمایا:

اے لوگو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 31712)

اس تمام بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں کوئی فریق صریح باطل پر نہیں تھا دونوں فریقوں کا موقف تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تاویل صحیح تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل مبنی بر خطا تھی آپ رضی اللہ عنہ کو اجتہاد میں خطا لاحق ہوئی اور جب مجتہد خطا کر بیٹھے تو ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کو خطا کے لاحق ہونے کی وجہ سے ایک اجر ضرور حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سچی محبت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

سوال

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان جنگ جمل پذیر ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگ جمل برپا ہوئی وہ ایک اتفاقی حادثہ تھا جو طرفین میں غلط فہمی اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے واقع ہوا۔ بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح ہو چکی تھی اور فریقین اس بات پر متفق ہو چکے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو تلاش کر کے ان سے قصاص لیا جائے گا۔ قاتلین عثمان اور ان کے حامیوں میں سے جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کو پریشانی ہوئی کہ اگر یہ دونوں فریق متحد ہو گئے تو پھر ان کی خیر نہیں ہے سو انہوں نے سازش کی اور جس دن صلح ہوئی تھی اس کے بعد رات کے اندھیرے میں جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پڑاؤ پر حملہ کر دیا۔

اور چلا کر کہا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کی اور دوسروں نے جا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں حملہ کر دیا اور چلا کر کہا طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما

نے عہد شکنی کی اور ان کی سازش کامیاب ہوگئی اور فریقین میں جنگ چھڑ گئی۔

اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کرنے کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلی تھیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ حج کے لئے گھر سے باہر نکلی تھیں لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو ان کو اس سے بہت سخت رنج پہنچا اور ان کو یہ خیال دامن گیر ہوا کہ اب مسلمانوں میں باہم فتنہ اور فساد برپا ہوگا اور قتل اور خون ریزی ہوگی وہ اسی سوچ و بچار میں تھیں کہ ان کے پاس

حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت نعمان بن بشیر حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم

اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے خوف سے مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ مکرمہ آ گئے کیونکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے بہت خوش ہو رہے تھے اور اس پر بہت فخر کر رہے تھے اور بر سر عام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان کے عزائم یہ تھے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خیر خواہوں کو بھی ان ہی کی طرح شہید کر دیں اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان قاتلین سے مقابلہ کرنے کی قدرت اور طاقت نہیں تھی اس لیے وہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آ گئے اور آپ کو یہ واقعہ سنایا۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مصلحت اس میں ہے کہ جب تک یہ قاتلین مدینہ منورہ میں ہیں اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے قصاص لینے یا ان کو دور کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ اس وقت تک تم لوگ مدینہ منورہ واپس نہ جاؤ سو تم کسی ایسے شہر میں رہو جس میں تم امن سے رہ سکو اور اس کا انتظار کرو کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو قوت اور شوکت حاصل ہو اور وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لے سکیں۔

اور یہ کوشش کرو کہ

وہ امیر المومنین (رضی اللہ عنہ) کی مجلس سے نکل جائیں اور وہ ان سے قصاص لینے پر قادر ہوں تاکہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے۔ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی رائے کو پسند کیا اور اس کی تحسین کی اور انہوں نے بصرہ میں رہائش اختیار کرنے کو پسند کیا کیونکہ وہاں مسلمانوں کا لشکر موجود تھا اور انہوں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے بھی اصرار کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ بصرہ چلیں حتیٰ کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے اور امن قائم ہو جائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ منظم اور مستحکم ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال یہ تھا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ ہوں گی تو ان کا زیادہ احترام ہوگا اور ان کی زیادہ طاقت ہوگی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب اور مکرم زوجہ ہیں۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اصلاح کے قصد سے اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حفاظت کے ارادہ سے ان کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور ان کے ساتھ ان کے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے

ساتھ جس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے وہ حکماً آپ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے حکم میں تھے۔

(تاریخ ابن خلدون: ج:2،ص:493تا494)

قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بصرہ جانے کی خبر کوئی اور رنگ دے کر سنائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر تیار کیا کہ وہ بصرہ جا کر ان لوگوں کو سزا دیں اور

حضرت حسن حضرت حسین حضرت عبداللہ بن جعفر

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ مشورہ دیا کہ آپ اس وقت تک بصرہ نہ جائیں جب تک کہ صورت حال واضح نہ ہو جائے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تا کہ انجام کار تقدیر کا لکھا پورا ہو جائے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اشرار اہل فتنہ کے ہم راہ بصرہ روانہ ہو گئے۔ جب یہ لوگ بصرہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ کو ام المومنین رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا تا کہ ان کے مقاصد معلوم ہوں اور وہ ان مقاصد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کریں۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر کہا۔

اے امی جان! آپ رضی اللہ عنہا کس قصد سے اس شہر میں آئی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بیٹے! میں لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے آئی ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بلایا۔

حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔

آپ لوگ بتائیں کہ صلح کا کیا طریقہ ہوگا۔

انہوں نے کہا: قاتلین عثمان پر حد قائم کی جائے اور ان کے وارثوں کا کلیجہ ٹھنڈا کیا جائے پھر یہ ہمارے امن کا سبب ہوگا اور بعد والوں کے لئے عبرت کا باعث ہوگا۔

حضرت القعقاع نے کہا: یہ تبھی ہو سکے گا جب تمام مسلمان متحد ہو جائیں اور فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے سو تم لوگوں پر لازم ہے کہ اس وقت صلح کر لو۔

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: تم نے درست بات کہی اور اچھا فیصلہ کیا۔ (تاریخ ابن خلدون: ج:1،ص:500)

حضرت القعقاع بن عمرو تمیمی صحابی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت القعقاع بن عمرو تمیمی صحابی ہیں ان سے کئی احادیث مبارکہ مروی ہیں یہ جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا جنگ قادسیہ میں کون سب سے تیز گھوڑے سوار تھا۔

انہوں نے کہا: قعقاع بن عمرو۔

انہوں نے ایک دن میں تیس حملے کیے اور ہر حملہ میں متعدد دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (الاصابہ: رقم الحدیث: 7142)

(بہر حال) حضرت القعقاع رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس گئے اور ان کی مذاکرات کی خبر دی۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ یہ سن کر خوش اور مطمئن ہوئے اور واپس جانے کا فیصلہ کیا اور تین دن وہاں ٹھہرے اور کسی کو صلح کے متعلق کوئی شک نہ تھا۔ جب چوتھی رات ہوئی اور فریقین کے درمیان صلح کے لئے پیش قدمی کی کوشش ہو رہی تھی اور حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کے لئے جا رہے تھے اس موقع پر وہ قاتلین حاضر نہ تھے اور وہ سخت اضطراب اور پریشانی میں مبتلاء تھے اور ان کو اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی انہوں نے باہم گٹھ جوڑ کر کے یہ سازش کی کہ رات کو ان مسلمانوں پر حملہ کر دیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں تاکہ وہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف سے عہد شکنی ہوئی ہے پھر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے بدعہدی ہوئی ہے اور فریقین میں جنگ چھڑ جائے گی سو ایسا ہی ہوا جب ان قاتلین نے اپنی سازش کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہما کے ساتھیوں پر اچانک حملہ کیا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے بدعہدی کی سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے انہوں نے حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور قاتلین عثمان نے شور مچانا شروع کر دیا کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور غداری کی ہے سو فریقین میں شدت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا اور ان کے لئے اس جنگ میں مشغول ہونے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ (تاریخ ابن خلدون: ج: 1، ص: 503 تا 504)

قاتلین عثمان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کس قدر تسلط اور تغلب تھا اس کا اندازہ شیعہ کی اس کتاب سے ہوتا ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔

تو آپ رضی اللہ عنہ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:

کاش آپ ان لوگوں کو سزا دیتے جنہوں نے قتل عثمان کے لئے لشکر جمع کیا تھا۔

تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بھائیو! جو بات تم جانتے ہو میں بھی اس سے بے خبر ہوں مگر میرے پاس ان پر قابو پانے کی کہاں طاقت ہے۔

حالت تو یہ ہے کہ

جس گروہ نے قتل عثمان کے لئے لشکر کشی کی وہ پوری قوت و طاقت کے ساتھ ہنوز باقی ہے یہ لوگ مجھ پر تسلط اور تغلب رکھتے ہیں میں ان پر تسلط اور تغلب نہیں رکھتا اور آگاہ ہو جاؤ کہ قاتلین عثمان ایسے لوگ ہیں کہ تمہارے غلام تک ان کے پرجوش حامی ہیں اور تمہارے بادیہ نشین ان سے ملے ہوئے ہیں اور یہ قاتلین (کہیں باہر نہیں) خود تم میں موجود ہیں۔ ہنوز مدینہ سے باہر نہیں نکلے ہیں اور تمہیں ہر طرح کا ضرر پہنچا سکتے ہیں اور کیا تمہیں اس کا کوئی امکان نظر نہیں آتا ہے کہ تم ان پر غالب آسکو کوئی

شبہ نہیں کہ یہ قتل جاہلیت کی بناء پر کیا گیا ہے ان لوگوں کے پاس کمک اور امداد کی کمی نہیں ہے اور جب لوگوں کو ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے کہا جائے گا تو لوگ چند فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے ایک فرقہ تو وہ ہوگا جس کی رائے تمہارے موافق ہوگی اور دوسرا فرقہ وہ ہوگا جس کی رائے تمہارے خلاف ہوگی اور تیسرا فرقہ وہ ہوگا جس کی رائے نہ یہ ہوگی نہ وہ۔ سوتم صبر سے کام لوحتیٰ کہ لوگ مطمئن ہو جائیں اور لوگوں کے حقوق آسانی کے ساتھ حاصل ہو سکیں۔ میں جلد ہی مروت کے ساتھ اصلاح کروں گا اور جب میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں رہے گا تو آخری دوا گرم لوہے سے داغ لگانا ہے۔

(نہج البلاغۃ خطبہ نمبر 166،ص:590)

شیخ کمال الدین میثم علی بن میثم البحرانی اس خطبہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلین سے قصاص لینے کی تاخیر کے اس سلسلہ میں ہے۔

اس عذر کا حاصل یہ ہے کہ

حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) کو قاتلین عثمان پر کما حقہ قدرت نہیں تھی اس لیے فرمایا میں ان سے قصاص کس طرح لے سکتا ہوں اور قاتلین عثمان کو اس طرح قوت اور شوکت حاصل ہے اور حضرت الامیر کے کلام کا صدق اس سے ظاہر ہے کہ اکثر اہل مدینہ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف چڑھائی کرنے کے لئے آئے تھے وہ لوگ اہل مصر سے تھے اور کوفہ سے بھی ایک بڑی جماعت آئی تھی وہ دور دراز سے سفر کر کے آئے تھے اور بہت سے بادیہ نشین اور غلام ان سے مل گئے تھے ان کی بہت بڑی طاقت تھی۔

اسی لیے فرمایا: وہ تمہیں ہر طرح کا آزار پہنچا سکتے ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت الامیر نے لوگوں کو جمع کر کے وعظ کیا۔

پھر فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کھڑے ہو جائیں تو چند آدمیوں کے سوا تمام لوگ کھڑے ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فعل اس بات کے صدق کی شہادت ہے کہ قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) اسی طرح طاقت ور تھے اور جب ان حالات کی تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کو ان کے خلاف کسی اقدام کرنے کی بالکل طاقت نہیں تھی۔

پھر آپ نے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں سے فرمایا: بے شک یہ قتل عثمان زمانہ جاہلیت کی کارروائی ہے اس کا کوئی شرعی جواز نہ تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی ایسا کام صادر نہیں ہوا تھا جس کی سزا میں ان کو قتل کیا جاتا اور ان قاتلین کے بہت حامی اور مددگار ہیں پھر آپ نے ان لوگوں کو انتظار کرنے کے لئے کہا اور ان کو ڈرایا کہ اگر قصاص میں جلدی کی گئی تو دین کی شوکت کمزور پڑ جائے گی اور اس سے بڑا فتنہ نمودار ہو جائے گا۔

اس لیے مناسب یہ ہے کہ

حالات پر سکون ہونے تک انتظار کیا جائے پھر شرعی طریقہ کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے معین کر کے بتائیں کہ

فلاں فلاں قاتل ہیں اور فلاں فلاں محاصرہ کرنے والے ہیں اور امام کے پاس مقدمہ پیش کریں تا کہ امام اللہ کے حکم کے مطابق شرعی فیصلہ کرے مگر اس طرح نہ ہو سکا اور اہل شام نے شرعی مطالبہ کرنے کے بجائے میرے حکم کی مخالفت کی اور طاقت اور غلبہ سے قصاص کا مطالبہ کیا اور پھر اس کے نتیجہ میں جو ہوا وہ ہوا۔ (شرح نہج البلاغۃ: ج:3، ص: 321 تا 322)

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ

یہ تین رخنے تھے جن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت راشدہ کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے کر کام شروع کیا۔ ابھی انہوں نے کام شروع کیا ہی تھا اور شورش برپا کرنے والے دو ہزار اشخاص کی جمعیت مدینہ منورہ میں موجود تھی کہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما چند دوسرے اصحاب کے ساتھ ان سے جا ملے۔

اور کہا کہ ہم نے اقامت حدود کی شرط پر آپ سے بیعت کی ہے اب آپ ان لوگوں سے قصاص لیجیے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

بھائیو! جو کچھ آپ جانتے ہیں اس سے بھی ناواقف نہیں ہوں مگر میں ان لوگوں کو کیسے پکڑوں جو اس وقت ہم پر قابو یافتہ ہیں نہ کہ ہم ان پر۔ کیا آپ حضرات اس کام کی کوئی گنجائش کہیں دیکھ رہے ہیں جسے آپ کرنا چاہتے ہیں۔

سب نے کہا: نہیں!

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں بھی وہی خیال رکھتا ہوں جو آپ کا ہے ذرا حالات سکون پر آنے دیجئے تا کہ لوگوں کے حواس برجا ہو جائیں، خیالات کی پراگندگی دور ہو اور حقوق وصول کرنا ممکن ہو جائے۔ اس کے بعد یہ دونوں بزرگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر ان کی رائے یہ قرار پائی کہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے بصرہ و کوفہ سے جہاں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے بکثرت حامی موجود تھے فوجی مدد حاصل کی جائے چنانچہ یہ قافلہ مکہ مکرمہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ (خلافت و ملوکیت: ص: 127 تا 128)

اس کے بعد مودودی صاحب لکھتے ہیں: دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تابع فرمان بنانے کے لئے شام کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے بصرے کے اس اجتماع کی اطلاعات سن کر پہلے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے مجبور ہو گئے مگر بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے زیر اثر لوگ جو مسلمانوں کی خانہ جنگی کو فطری طور پر ایک فتنہ سمجھ رہے تھے اس مہم میں ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ جن سے پیچھا چھڑانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ موقع کا انتظار کر رہے تھے اس تھوڑی سی فوج میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فراہم کی تھی ان کے ساتھ شامل رہے یہ چیز ان کے لئے بدنامی کی موجب بھی ہوئی اور فتنے کی موجب بھی۔ بصرے کے باہر جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں اس وقت دردمند لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اس

بات کے لئے کوشاں ہوئی کہ اہل ایمان کے ان دونوں گروہوں کو متصادم نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ ان کے درمیان مصالحت کی بات چیت قریب قریب طے ہو چکی تھی مگر ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ موجود تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ اگر ان کے درمیان مصالحت ہو گئی تو پھر ہماری خیر نہیں اور دوسری طرف ام المومنین رضی اللہ عنہا کی فوج میں وہ لوگ تھے جو دونوں کو لڑا کر کمزور کر دینا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے بے قاعدہ طریقے سے جنگ برپا کر دی اور وہ جنگ جمل برپا ہو کر رہی جس کو دونوں طرف کے اہل خیر روکنا چاہتے تھے۔ جنگ جمل کے آغاز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو پیغام بھیجا کہ میں آپ دونوں سے بات کرنا چاہتا ہوں دونوں حضرات تشریف لے آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یاد دلا کر جنگ سے باز رہنے کی تلقین کی۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے ہٹ کر الگ چلے گئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آگے کی صفوں سے ہٹ کر پیچھے کی صفوں میں جا کھڑے ہوئے لیکن ایک ظالم عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور مشہور روایت کے مطابق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن الحکم نے قتل کر دیا بہر حال یہ جنگ برپا ہو کر رہی اور اس میں دونوں طرف کے دس ہزار آدمی شہید ہوئے۔ یہ تاریخ اسلام کی دوسری عظیم ترین بدقسمتی ہے جو شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد رونما ہوئی اور اس نے امت کو ملوکیت کی طرف ایک قدم اور دھکیل دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جو فوج لڑی تھی وہ زیادہ تر بصرہ و کوفہ ہی سے فراہم ہوئی تھی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اس کے پانچ ہزار آدمی شہید اور ہزاروں آدمی مجروح ہو گئے تو یہ امید کیسے کی جا سکتی تھی کہ اب عراق کے لوگ اس یک جہتی کے ساتھ ان کی حمایت کریں گے جس یک جہتی کے ساتھ شام کے لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت کر رہے تھے۔ جنگ صفین اور اس کے بعد مراحل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کیمپ کا اتحاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیمپ کا تفرقہ بنیادی طور پر اسی جنگ جمل کا نتیجہ تھا۔ یہ اگر پیش نہ آئی ہوتی تو پچھلی ساری خرابیوں کے باوجود ملوکیت کی آمد کو روکنا عین ممکن تھا۔ حقیقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے تصادم کا یہی نتیجہ تھا جس کے رونما ہونے کی توقع مروان بن الحکم رکھتا تھا اسی لیے وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لگ کر بصرہ گیا تھا اور افسوس کہ اس کی یہ توقع سو فیصد پوری ہو گئی۔ (خلافت وملوکیت،ص:129 تا 130)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفہ راشد کے شایان شان تھا۔ البتہ صرف ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ جنگ جمل کے بعد انہوں نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا جنگ جمل تک وہ ان لوگوں سے بے زار تھے۔ بادل نخواستہ ان کو برداشت کر رہے تھے اور ان پر گرفت کرنے کے لئے موقع کے منتظر تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے گفتگو کرنے کے لئے جب انہوں نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا تو ان کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر ہاتھ ڈالنے کو اس وقت تک مؤخر کر رکھا ہے جب تک وہ انہیں پکڑنے پر قادر نہ ہو جائیں۔ آپ لوگ بیعت کر لیں تو پھر خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا آسان ہو جائے گا پھر جنگ سے عین پہلے جو گفتگو کے اور حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی اس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان پر الزام لگایا کہ آپ رضی اللہ عنہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے ذمہ دار ہیں۔

اور انہوں نے جواب میں فرمایا: لعن اللہ قتلة عثمان

(عثمان کے قاتلوں پر خدا کی لعنت)

مگر اس کے بعد بتدریج وہ لوگ ان کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں نے مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری کے عہدے تک دے دیئے دراں حالیکہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے زمانہ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ (خلافت و ملوکیت ص 146)

سید مودودی صاحب نے اپنی اس کتاب میں حضرت عثمان، حضرت معاویہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی غلطیاں گنوائی ہیں جبکہ ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشاجرات اور ان کے اختلافات میں ہمیں کسی قرین پر انگشت نمائی نہیں کرنی چاہئے اور ان کے تمام کاموں کی اچھی اور نیک تاویل کرنی چاہئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بعض معاملات میں اجتہادی غلطیاں سرزد ہوئیں لیکن وہ سب عنداللہ ماجور ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کی رائے درست ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب اس کے اجتہاد میں خطاء ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2314)

جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کی طرف سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے انہوں نے متعدد زخم کھائے۔

حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج طلحہ نے جنت کو واجب کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے مقتولین کو دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو ان کے چہرے سے گرد صاف کرنے لگے۔

اور کہا: اے ابو محمد! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آسمان کے ستاروں کے نیچے تم کو اس طرح دیکھنا مجھ پر سخت دشوار ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ پسند ہے کہ میں اس حادثہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ (البدایہ والنہایہ: ج:5، ص:344)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے عمرو بن جرموز نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹ دیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر (رضی اللہ عنہ) ہیں جب عمرو بن جرموز نے آپ کو شہید کر دیا تو آپ کا سر مبارک کاٹ کر اس امید سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا کہ وہ اس کو کوئی انعام دیں گے اور ملنے کی اجازت طلب کی۔

آپ نے فرمایا: اس کو ملنے کی اجازت نہ دو اور اس کو دوزخ کی بشارت دو۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ

ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دینا۔ ابن جرموز کے پاس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ کر فرمایا: اس تلوار نے کتنی بار رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے کرب کو دور کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ: ج:5، ص:346 تا 347)

اس جنگ جمل کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے خون بہنے پر غم اور افسوس کیا۔

اس بارے میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں: پس جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابتداء میں اپنے محارم کے ساتھ حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ گئی تھیں اور بعد میں مسلمانوں کے دو فریقوں کے درمیان صلح کرانے کے قصد سے بصرہ گئی تھیں اور آپ کا یہ نیک مقصد بھی حج سے کم نہیں تھا بعد میں جو واقعات پیش آئے اور قاتلین عثمان کی سازش سے فریقین کے درمیان صلح کے بجائے جنگ جمل برپا ہوگئی اس کا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہم وگمان بھی نہیں تھا اور ان واقعات کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر افسوس ہوتا تھا کہ روتے روتے آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

امام ابن المنذر، امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن سعد نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "وقرن فی بیوتکن" کی تلاوت کرتیں تو آپ کو جنگ جمل کی یاد آجاتی جس میں بہ کثرت مسلمان شہید ہو گئے تھے اور آپ کے رونے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ نے اس آیت کا معنیٰ پہلے نہیں سمجھا تھا یا گھر سے نکلتے وقت آپ اس آیت میں مذکور ممانعت کو بھول گئی تھیں بلکہ آپ بہ کثرت مسلمانوں کے قتل پر افسوس سے روتی تھیں اور یہ آپ کا افسوس ایسا ہی تھا جس طرح کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل کے بعد افسوس ہوا تھا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو مسلمان تھے جب ان کو شکست ہوگئی اور طرفین سے جنہوں نے قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مقتل کا طواف کر رہے تھے اور افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہہ رہے تھے کاش میں اس واقعہ سے پہلے مر جاتا یا بھولا بسرا ہو جاتا۔

(تاریخ طبری: ج:3، ص:542)

اب یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ جنگ جمل کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم کی بہت عزت اور بہت احترام تھا۔

ابوالبختری سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل کے متعلق سوال کیا گیا۔

کیاوہ مشرک ہیں؟

ارشادفرمایا: نہیں!

وہ شرک سے بھاگ چکے ہیں۔

کہا گیا: کیاوہ منافق ہیں؟

ارشادفرمایا: منافق اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔

کہا گیا: پھر وہ کیا ہیں؟

ارشادفرمایا: وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7752)

ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ

جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم پر رو رہے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7763)

طلحہ بن مصرف سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے چہرے سے مٹی صاف کی۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر کہا۔

کاش! میں آج سے پہلے مر چکا ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 7785)

حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا: اے اللہ عزوجل! میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3790)

عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کاش! میں اس درخت کی ایک تر شاخ ہوتی اور میں نے یہ سفر نہ کیا ہوتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37807)

ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے توقع ہے کہ میں اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما اس آیت کے مصداق ہوں گے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ٥ (الحجر: 47)

ان کے دلوں میں جو رنجش تھی ہم اس کو نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37810)

ایک اور روایت میں ہے: مسلم بن یزید سے روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ سے جنگ کی تو ابن جرموز آپ سے اجازت لے کر آیا۔

اور کہا: میں نے زبیر (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے صفیہ کے بیٹے کو قتل کر دیا تجھے دوزخ کی بشارت ہے ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج:20، ص:307)

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر لکھتے ہیں: اس جنگ میں دونوں طرف سے دس ہزار مسلمان قتل کیے گئے 5 (پانچ) ہزار ایک طرف اور 5 (پانچ) ہزار دوسری طرف سے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مسلمانوں نے حصار میں لیا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار تھیں اور ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب یہ خطرہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہا تیروں کی زد میں آ رہی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دی گئیں پھر جنگ رک گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ

کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے نہ کسی گرے ہوئے یا زخمی پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقتولین کے درمیان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھانے کا حکم دیا اور محمد بن ابی بکر اور عمار کو حکم دیا کہ وہ ام المومنین کے لیے خیمہ لگا دیں۔

محمد بن ابی بکر نے آ کر پوچھا: آپ رضی اللہ عنہا کو کوئی زخم تو نہیں آیا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں۔

پہلے عمار نے آ کر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا۔

اور کہا: اے اماں جان! آپ رضی اللہ عنہا کو سلام ہو۔

پھر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آ کر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور آپ رضی اللہ عنہا کی خیریت دریافت کی۔

اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرمائے۔ پھر لگا تار مسلمان آ کر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے رہے۔ رات کو آپ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ عبداللہ بن خلف الخزاعی کے گھر تشریف لے گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا تین دن بصرہ میں ٹھہری تھیں۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر کے ساتھ مدینہ منورہ چلی گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ کے باہر تین دن تک ٹھہرے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فریقین کے تمام مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ اعلان کر دیا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے کسی کا سامان لوٹا نہیں جائے گا۔

اس تمام بحث کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ

جنگ جمل قاتلین عثمان کی سازش سے غلط فہمی کی بناء پر ظہور پذیر ہوئی حتیٰ کہ 10 ہزار مسلمان قتل کیے گئے۔

بہرحال یہ وہ واقعات ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

آخری بحث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق ہے۔

یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہلے عطا فرمادی تھی۔ جس طرح کہ روایات سے ثابت ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"غزوہ ذات العشیرۃ" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میں ایک دوسرے کے ساتھ تھے پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لائے اور وہاں قیام فرمایا ہم نے بنو مدلج کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک کھجور تلے اپنے ایک چشمے میں کام کر رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اے ابایقظان! تمہاری کیا رائے ہے اگر ہم ان لوگوں کے پاس جائیں اور دیکھیں کہ وہ کیا کام کر رہے ہیں۔ پس ہم ان کے پاس آئے اور ان کے کام کو کچھ دیر تک دیکھا پھر ہمیں نیند آنے لگی تو میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کھجوروں کے درمیان مٹی پر ہی لٹ کر سو گئے۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے نہیں جگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مبارک قدموں کے مس سے جگایا جبکہ ہم خوب خاک آلود ہو چکے تھے۔

پس اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوتراب!

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر مٹی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں دو بدبخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔

ہم نے کہا: ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلا شخص قوم ثمود کا احمیر تھا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ ہے جو اے علی رضی اللہ عنہ تمہارے سر پر وار کرے گا حتیٰ کہ (خون سے یہ) داڑھی تر ہو جائے گی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 18321)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حراء (پہاڑ) پر سکون رہو بے شک تجھ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس پہاڑ پر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2417)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن سبع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا۔

اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور مخلوقات کو زندگی عطا فرمائی یہ داڑھی ضرور بالضرور خون سے خضاب کی جائے گی۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

لوگوں نے کہا: پس آپ رضی اللہ عنہ ہمیں بتا دیں وہ کون ہے؟ ہم اس کی نسل مٹا دیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے۔

لوگوں نے کہا: اگر آپ رضی اللہ عنہ یہ جانتے ہیں تو کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں مگر میں تمہیں وہ چیز سونپتا ہوں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سونپی یعنی باہم مشورہ سے مقرر کرو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 1340)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی بھی آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ اس کو واپس بھیج دیا۔

جب وہ تیسری بار آیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بدبخت کو کون روکے گا؟

پھر ارشاد فرمایا: ضرور بالضرور اس (داڑھی) کو خضاب کیا جائے گا یا خون سے رنگا جائے گا یعنی سر کے خون سے میری داڑھی سرخ ہو گی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ دو شعر پڑھے:

تو موت کے لئے کمر بستہ ہو

بے شک موت تجھے آنے والی ہے

اور قتل سے خوفزدہ نہ ہو

جب وہ تیری وادی میں اتر آئے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے ساتھ عہد ہے۔ (طبقات الکبریٰ: ج3، ص33)

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک کہ تمہاری اس جگہ ضرب نہ لگائی جائے اور تمہاری یہ جگہ (خون سے) رنگین نہ ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا۔

اور فرمایا: قوم کا سب سے بدبخت شخص تم کو قتل کرے گا جیسے قوم ثمود کے بدبخت نے اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔(اسد الغابہ: ج:4،ص:34)

عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی ایک روز سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معلوم نہیں! میرا قاتل کیوں دیر لگا رہا ہے جب وہ اس ناپاک ارادوں سے کوفہ آچکا ہے تو وہ کیا انتظار کر رہا ہے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے آقا و مولیٰ ﷺ نے اس کی خبر کر دی ہے۔

لوگوں نے عرض کیا: حضور ہمیں خبر دیں کہ وہ کون شخص ہے تاکہ اس کو مار ڈالیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے جب تک وہ جرم نہ کرلے اور میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے قاتل کے بعد اور کسی کو قتل نہ کرنا۔(استیعاب: ج:2،ص:483)

امام محمد بن سعد سے روایت کیا ہے کہ

خوارج کے تین اشخاص مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔

1-عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی 2-برک بن عبداللہ تمیمی 3-اور عمر بن بکیر تمیمی

انہوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ یہ تین شخصوں کو قتل کریں گے۔

1-حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 2-حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 3-حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

ان کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔

ابن ملجم نے کہا: میں علی رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا۔

برک نے کہا: میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

اور عمرو بن بکیر نے کہا: میں عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

وہ سب ایک دوسرے سے عہد اور میثاق کر کے اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔

ابن ملجم نے شبیب بن بجرہ اشجعی کو اپنا ہم راز بنایا اور اس کو ساتھ لیا۔ جب فجر کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے یہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور زور سے نعرہ مارا۔

اے علی (رضی اللہ عنہ) حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے تمہاری نہیں ہے۔

ابن ملجم نے تلوار ماری جو پیشانی کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی اور شبیب کی تلوار طاق میں لگی پھر لوگ ان کو پکڑنے کے لئے

دوڑے شبیب نکل گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا۔ جب ابن ملجم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو آرام سے رکھو! اگر میں زندہ رہا تو اس کے متعلق فیصلہ کروں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو اس کو میرے ساتھ لاحق کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی رات تک زندہ رہے اور انیس رمضان المبارک 40ھ کو فوت ہو گئے۔

مگر ایک روایت یہ ہے کہ

رمضان المبارک کو حملہ ہوا تھا 21 رمضان المبارک کے آغاز میں شب کے وقت یہ منبع فیوض برکات خلیفۃ الرسول چہارم منصب خلافت پر پونے پانچ سال رہ کر عمر مبارک بوقت شہادت تریسٹھ سال بموافق عمر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی سے دار البقاء میں منتقل ہو گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

حضرت حسن و حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اس کی آنکھیں نکال دی گئیں، زبان کاٹی گئی اور پھر اس کو قتل کر دیا گیا۔ (اسد الغابہ: ج:4،ص:38)

تنبیہ

الحمد للہ عزوجل! فقیر و حقیر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و نکاح مبارک اور سوانح عمری پر ادنیٰ سی کاوش کر کے چند صفحات تحریر کیے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے اور ہم سب کو آپ رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سچی محبت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

اختتامیہ

مجھ گناہ گار نے ادنیٰ سی کوشش کر کے ترجمہ و تشریح کی ہے اگر بمقتضائے بشریت اس میں کوئی غلطی و کوتاہی ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو معاف فرمائے اور میری اور ہم سب امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرما کر قبر میں زیارت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم و قیامت کے دن شفاعت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم و جنت الفردوس میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

طالب غم مدینہ و مدفن جنت البقیع

علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ